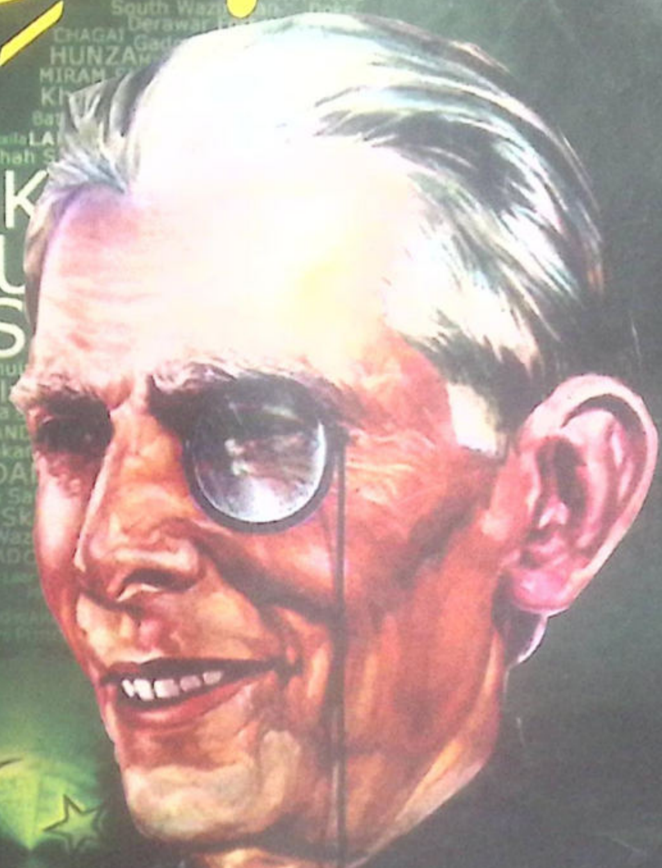
انسائیکلوپیڈیا

جہانِ قائدؒ

تالیف

علامہ عبدالستار عاصم













بسم الله الرحمن الرحيم

نام کتاب	انسائیکلوپیڈیا جہانِ قائدؒ
تحقیق و تالیف	علامہ عبدالستار عاصم
اہتمام	پروفیسر ڈاکٹر، رانا عامر رحمٰن
ناشر	قلم فاؤنڈیشن انٹرنیشنل لاہور
قانونی مشیر	رانا شہناز احمد خاں ایڈووکیٹ
مطبع	احسن طارق پرنٹرز
قیمت (فی جلد)	3000 روپے
مکمل سیٹ (5 جلد)	15,000 روپے
بیرونِ ملک قیمت	500 یو ایس ڈالر (مکمل سیٹ)

ISBN 978-969-9007-01-9

قلم فاؤنڈیشن انٹرنیشنل لاہور
بینک سٹاپ والٹن روڈ لاہور کینٹ پاکستان

0333/0323-4393422,0300-0515101
qalamfoundation3@gmail.com,allamaasim077@gmail.com
fallow us at facebook.com/
www.encyclopediajahanequaid.com

انتساب



ملے گا منزل مقصود کا اسی کو سراغ
اندھیری شب میں ہے چیتے کی آنکھ جس کا چراغ
(علامہ اقبالؒ)

پاکستان کو نا قابل تسخیر، ترقی یافتہ اور مستحکم بنانے کے لئے
ہمہ وقت اپنی آنکھوں کا چراغ روشن رکھنے والے

جناب میاں **محمد نواز شریف** وزیر اعظم اسلامی جمہوریہ پاکستان



میسر آتی ہے فرصت فقط غلاموں کو
نہیں ہے بندۂ حر کے لئے جہاں میں فراغ
(علامہ اقبالؒ)

صبح و شام قوم کی خدمت میں مصروف عمل

جناب میاں **محمد شہباز شریف**
وزیر اعلیٰ پنجاب
کے نام

انتساب



عشق و مستی نے کیا ضبط نفس مجھ پہ حرام
کہ گرہ غنچے کی کھلتی نہیں بے موجِ نسیم (علامہ اقبالؒ)

عالی دماغ معشیت دان

جناب محمد اسحاق ڈار

وفاقی وزیر خزانہ حکومت پاکستان



نفس مشک افشاں بہاروں سے بڑھ کر
جبین درخشاں ستاروں سے بڑھ کر (علامہ عاصم)

عظیم ترباپ کے عظیم سپوت، عوام کے محبوب

جناب مجتبیٰ شجاع الرحمٰن صوبائی وزیر خزانہ پنجاب



عجب نہیں کہ بدل دے اسے نگاہ تیری
بلا رہی ہے تجھے ممکنات کی دنیا (علامہ اقبالؒ)

محنت، دیانت، ذہانت، صداقت سے
ایک بزنس ایمپائر قائم کردینے والے

جناب صدرالدین ہاشوانی

کے نام



قائداعظم محمد علی جناحؒ

قومی نظریات کے فروغ کی مؤثر تدبیر

قوموں کی تاریخ ایک تدریجی عمل ہوتا ہے اور آزادی کا سورج مہینوں یا ہفتوں میں طلوع نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے برسوں اور صدیوں تک جدوجہد کرنا پڑتی ہے۔ قیام پاکستان کی تاریخ تقریباً ایک صدی کے کرب انگیز اور دل دوز واقعات کا پتہ دیتی ہے۔ ساتھ ہی تاریخ سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اس تحریک کو چلانے اور دوام بخشنے والی ہستیاں انسانیت اور سماج کے کس مقام ناز پر رونق افروز تھیں۔ مسلمانان ہند کو آزادی اور خودمختاری کے حصول کے لئے جس خاک وخون کے سمندر سے گزرنا پڑا۔ لاتعداد قربانیاں دینا پڑیں اور پھر آزادی کی دہلیز تک رسائی ہوئی۔ یہ ایک دل سوز داستان ہے۔ تاریخ تحریک پاکستان کے ان تلخ حقائق کے ساتھ یہ ایک خوشگوار حقیقت بھی ناقابل تردید ہے جس سے سارا پاکستان بلکہ ساری دنیا واقف ہے کہ بانی پاکستان نے ہندوستان کی گم شدہ عظمت کی بحالی کے لئے پاکستان کی بنیاد رکھی ان کی پوری زندگی اور شخصیت اصولوں سے معمور تھی۔ آزادی کی جدوجہد کے آغاز سے لے کر پاکستان بننے تک انہوں نے اپنے اصولوں، خیالات اور بیانات سے ہماری رہبری کی یہ نظریات وقتی نہ تھے بلکہ آج بھی اگر ہم دنیا میں ایک قوم بن کر رہنا چاہیں تو یہ اصول ہمیں اس منزل تک پہنچا سکتے ہیں۔

قائداعظم نے مسلمانان ہند میں قومیت کا شعور اور ادراک پیدا کیا اور اس شعوری طور پر بکھری ہوئی قوم میں تشخص پیدا کیا اور پھر یہ کہ ایک آزاد قوم کی جو آزاد منزل ہوتی ہے اس کی طرف رہبری کی۔ باوجود اس کے کہ انہیں ایسا کرنے میں چانکیہ اور میکاولی کے پیروکار گاندھی اور چرچل کی چالوں کا اپنی فطری اور اصولی صاف گوئی سے مقابلہ کرنا پڑا۔ قائداعظم نے اپنی قوم کو آزادی اور آزاد وطن دینے کی جنگ انہوں نے قانونی اور سیاسی اخلاقیات کے دائرے میں رہ کر لڑی۔ حقیقی دلائل و براہین سے مخالفین تک کو اپنا قائل و ہمنوا بنایا۔ سرسپرو کو قانون کی عدالت میں مات دی۔ گاندھی کو بات چیت میں چت کیا اور اس کی لاش پر نہیں بلکہ اس کی زندگی میں پاکستان قائم کر دیا، سرسٹیفرڈ کو بات چیت کی میز پر شکست دی اور ماؤنٹ بیٹن سے اپنی ہم سری منوائی۔ سوال یہ ہے کہ اگر ایسے قائد کے حالات زندگی آج کی نئی نسل کے علم میں ہوں تو کیا یہ امید نہیں کی جا سکتی کہ نئی نسل میں سے پاکستان کے اصل معمار، محب وطن اور ذمہ دار کثیر تعداد میں پیدا ہوں گے اور ملک ان ہاتھوں میں آجائے گا جن ہاتھوں کے لئے یہ ملک قائداعظم نے ہمیں سونپا تھا۔ افکار قائد کو مختلف کتابوں، رسالوں اور اخبارات میں یوں تو اکثر شائع کیا جاتا ہے اور مختلف اقوال قائداعظم کی پٹیاں ٹی وی چینلز پر بھی اکثر چلتی نظر آتی ہیں۔ اب تک حیات قائد کے مختلف گوشوں اور تاریخ پاکستان کے مختلف پہلوؤں پر لاتعداد کتابیں بھی شائع ہو چکی ہیں۔ مگر اب تک قائداعظم پر زیرِنظر ''انسائیکلوپیڈیا جہان قائد'' جیسی کتاب نظر سے نہ گزری تھی جس میں قائداعظم کی زندگی کے تمام تر حالات، واقعات اور تفصیلات کا ذکر کیا گیا ہو۔ علامہ عبدالستار عاصم کی زیرِنظر کتاب سے قائداعظم پر تحقیق کرنے والوں اور طلباء کو آسانی بھی ہوگی اور ہماری قومی روح کو جلا بھی ملے گی اور یقینی طور پر ملک وقوم کی ترقی اور وقار میں اضافہ ہوگا۔ موجودہ حالات میں زیرِنظر کتاب قومی نظریات کو فروغ دینے کی مؤثر اور کارگر تدبیر ہے۔ اس کاوش پر علامہ عبدالستار عاصم یقینی طور پر مبارکباد اور تحسین کے حقدار ہیں۔

ڈاکٹر مجید نظامی
ایم ڈی نوائے وقت گروپ
چیئرمین نظریہ پاکستان ٹرسٹ شاہراہ قائداعظم لاہور

2 اگست 2013

ضخامت، انفرادیت کے اعتبار سے قابلِ فخر کتاب

علامہ عبدالستار عاصم کی زیرِ نظر کتاب ''انسائیکلوپیڈیا جہانِ قائدؒ'' اپنی ضخامت، انفرادیت اور نوعیت کے حوالہ سے ایک قابلِ فخر کتاب ہے کہ پچھلے سڑسٹھ سال میں قائداعظمؒ کی شخصیت پر جو تصنیفی کام آج تک نہیں ہوا تھا وہ کام علامہ عبدالستار عاصم نے سرانجام دیا ہے۔ اس کتاب کے بعد یقیناً متذکرہ موضوع پر اور کتب بھی شائع ہوں گی مگر جو اعزاز اس کتاب اور مؤلف کے مرتب کو حاصل ہوا ہے وہ کسی اور کو حاصل نہیں ہو سکے گا کیونکہ علامہ عبدالستار عاصم نے اہل تصنیف و تالیف کو زیرِ نظر کتاب کی اشاعت کر کے گویا یہ پیغام دیا ہے کہ بانی پاکستان پر ایسا کام بھی ہو سکتا ہے۔

ویسے تو پاکستان اور قائداعظمؒ پر جتنا بھی تحریری، تصنیفی کام ہوا تنا ہی ملک و قوم کے وسیع تر مفاد میں ہے کیونکہ ایسے مواد کی اشاعت سے چانکیہ اور کوٹلیہ سیاست کا رد اور اسلام اور پاکستان کی فلاح و نصرت کی منزل قریب تر ہو گی۔ کیونکہ پنڈت جواہر لال نہرو نے جون 1947ء میں کہا تھا کہ ''ہماری سکیم یہ ہے کہ ہم اس وقت جناح کو پاکستان بنا لینے دیں اور اس کے بعد معاشی طور پر یا دیگر انداز سے ایسے حالات پیدا کر دیئے جائیں جن سے مجبور ہو کر مسلمان گھٹنوں کے بل جھک کر ہم سے درخواست کریں کہ ہمیں پھر سے ہندوستان میں مدغم کر لیجئے۔''

ایک ہندو فلاسفر چانکیہ، جسے عرف عام میں کوٹلیہ بھی کہتے ہیں، کوٹلیہ کا مفہوم یا معنی مکار اور فریب کار کے ہیں۔ اس نے ایک کتاب تحریر کی جس کا نام ارتھ شاستر ہے، یہ کتاب سنسکرت میں لکھی گئی بعد میں اس کا انگریزی میں ترجمہ بھی شائع ہوا، اس میں اصول ہائے سیاست بیان کئے گئے ہیں کہ حصول اقتدار اور ملک گیری کی ہوس کبھی ختم نہ ہونے پائے، ہمسایہ سلطنتوں سے وہی سلوک روا رکھا جائے جو دشمنوں سے رکھا جاتا ہے، تمام ہمسایوں پر کڑی نگرانی رکھی جائے۔ غیر ہمسایہ سلطنتوں سے دوستانہ تعلقات قائم کئے جائیں، جن سے دوستی رکھی جائے ان سے دوستی میں ہمیشہ اپنی غرض پیش نظر رہے اور مکارانہ سیاست کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے، دل میں ہمیشہ رقابت کی آگ کو مشتعل رکھا جائے۔ ہر بہانہ سے جنگ کی چنگاریاں سلگائی جاتی رہیں۔ جنگ میں انتہائی تشدد سے کام لیا جائے حتیٰ کہ خود اپنے شہریوں کے مصائب و آلام کی بھی پرواہ نہ کی جائے۔ دوسرے ملکوں میں مخالفانہ پروپیگنڈا، تخریبی کارروائیاں اور ذہنی انتشار پیدا کرنے کی مہم جاری رکھی جائے، وہاں اپنے آدمی ناجائز طریقے سے داخل کر کے ففتھ کالم بنایا جائے اور سب کچھ مسلسل انداز سے کیا جائے۔ رشوت اور دیگر اسی قسم کے ذرائع سے اقتصادی جنگ جاری رکھی جائے اور دوسرے ملکوں کے غداروں کو خریدنے کی کوشش کی جائے۔ امن کے قیام کا خیال تک بھی دل میں نہ لایا جائے خواہ ساری دنیا ہی تمہیں اس پر مجبور کیوں نہ کرے۔

کوٹلیہ ہو یا مہاتما گاندھی، ہندو کا مقصد حیات صرف ہندو راج رہا ہے، شدھی اور سنگھٹن کی تحریکات کیا تھیں، مسلمانوں کو ہندو بنانے اور انہیں مرعوب کر کے ان پر غلبہ حاصل کرنے کی سکیمیں تھیں۔ لیکن قائداعظم محمد علی جناح اور ان کے ساتھیوں نے چانکیائی سیاست کا بیڑہ غرق کر دیا اور آخر کار پاکستان کو وجود دلا دیا جس سے یقینی طور پر چانکیائی سیاست ناکام و نامراد ہو گئی ہے اور تا ابد نامراد ہی رہے گا۔ لیکن سعی مکرر کے طور پر علامہ عبدالستار عاصم نے زیرِ نظر کتاب شائع کر کے قائداعظم اور پاکستان کی ارواح کو ایک تازگی اور فرحت فراہم کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو عوام و خواص میں درجہ مقبولیت عطا فرمائے۔ آمین

ڈاکٹر عبدالقدیر خان

24-08-2014

علامہ عبدالستار عاصم کی فاخر

''جہانِ قائدؒ'' ایک حیرت انگیز کام ہے اور ولولہ انگیز بھی جسے کارنامہ کہنا چاہئے۔ ایسی تحقیقی معرکہ آرائی کم کم دیکھنے میں آتی ہے۔ قائداعظم کے ساتھ بھرپور محبت اور عقیدت کے بغیر یہ مرحلہ طے ہونے والا نہ تھا۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ جہانِ قائداعظم کو بھی جہان رنگ بنانے والا کوئی ہے۔ عاصم صاحب ایک بے قرار اور سرشار شخصیت ہیں۔ ہرآنت کوئی نہ کوئی کام کرنے کی لگن اُن کی تھکن میں گھلتی رہتی ہے۔ تھکن اور لگن کو ملانے والے ان تھک لوگ ہوتے ہیں۔ لکھنے پڑھنے کا بہت کام انہوں نے کیا ہے مگر اُن کا یہ کام ہمیشہ یادرکھا جائے گا جس میں قائداعظم کی بے مثال زندگی کے ایک ایک لمحے کو زندہ کر کے رکھ دیا گیا ہے۔ یہ معلومات ہیں جن کو محسوسات کے ساتھ ہم آہنگ کیا گیا ہے یوں لگتا ہے کہ قائداعظم کی زندگی ہمارے ساتھ گزری ہے۔ وہ ایک انمٹ اور امر زندگی گزار گئے ہم جو اُن سے نہ مل سکے۔ ہماری ملاقات اُن سے عاصم صاحب نے کرادی ہے۔ حیرت ہے کہ وہ بھی قائداعظم سے کبھی نہ ملے تھے۔ ہمیں سب پتہ چل گیا ہے کہ کب قائداعظم نے کیا کہا تھا۔ اُن کے فیصلے کیسے تھے۔

بڑی مستحکم، مربوط، مستند، محیرِ العقول اور محبوب شخصیت کو ہمارے سامنے اس طرح لا کھڑا کیا کہ ہم ان کے رفیق بن گئے ہیں اور رفاقتوں کے معاملات محبتوں سے بھی آگے کی چیز ہوتے ہیں۔

لیڈر تو ہمیں ایک ہی ملا۔ انہوں نے تحریک آزادی اور تحریک پاکستان کو یکجان کر دیا۔ انہوں نے برصغیر میں بیک وقت دو تحریکیں چلائیں اور انہیں ایک تحریک بنا دیا۔ اس لئے جنوبی ایشیا میں کوئی اور شخص اس کے سامنے نہ ٹھہر سکا۔ بظاہر مذہبی پیکر کے روپ میں ساری مشرقی روایات اُن کے اندر جذب ہوگئی تھیں۔

وہ انگریزی بولتے تھے مگر جب انہوں نے اردو میں تقریر کی تو ایک بھی انگریزی کا لفظ اُن کی زبان پر نہ آیا۔ وہ بیسویں صدی میں جنوبی ایشیا کے سب سے بڑے لیڈر تھے اُن کا نام دنیا کی تاریخ میں ایک بڑے اور سچے آدمی کے طور پر یاد رکھا جائے گا۔ بے تکلفی میں کہا ہوا جملہ پیش ہے'' کہ وہ ایک تاریخ ساز انسان تھے۔ دنیا کے نقشے پر ایک نئے ملک کا ظہور ایک غیر معمولی اور ناقابل یقین بات ہے مگر یہ ایک بڑی اور سچی بات ہے۔ لیلۃ القدر میں قائم ہونے والے اس ملک کو میں قطعۂ عشقِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کہتا ہوں وہ بلاشبہ بہت بڑے عاشقِ رسول صلی اللہ وآلہٖ وسلم تھے''۔

وہ پاکستان کے پہلے گورنر جنرل بھی تھے مگر کوئی انہیں سابق گورنر جنرل نہیں کہہ سکتا۔ ہر کوئی انہیں قائداعظم کہتا ہے۔ ہمارے سیاستدان حکمران بننا چاہتے ہیں لیڈر نہیں بن سکتے۔ دو سال وزیر رہنے والے ساری عمر کے لئے سابق وزیر بن جاتے ہیں۔ ہمیں لیڈر کی ضرورت ہے۔ اب لیڈر صرف قائداعظم کی یادوں، اصولوں اور کارناموں کے بطن سے ہی پھوٹے گا۔

میں جب علامہ عبدالستار عاصم کی زیرِ نظر کتاب دیکھتا ہوں تو سمجھتا ہوں کہ یہ اپنی بدقسمت قوم پر ایک احسان ہے۔ پانچ جلدوں پر مشتمل یہ ضخیم اور عظیم تحقیق ہمارے لئے مشعل راہ بن سکتی ہے۔

علامہ صاحب ایک بھرپور شخصیت کے مالک ہیں انہوں نے بے شمار کام کئے ہیں۔ کئی کتابیں لکھی ہیں۔ فلاحی امور میں بھی بہت آگے ہیں۔ مگر ان کا یہ کام ناقابل فراموش ہے۔ میں اُن کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ وہ لاتعداد ایسے کام کریں جو بے مثال ہوں۔ میرے ساتھ اُن کی محبت بے مثال ہے جسے وہ لازوال بناتے رہتے ہیں۔ وہ اللہ کے منتخب لوگوں میں سے ہیں۔ منتخب کے لفظ پر غور کریں اور

دیکھیں کہ ہمارے ان منتخب لوگوں نے کیا قیامت مچا رکھی ہے۔ میری اُن سے گزارش ہے کہ وہ یہ کتاب ضرور پڑھیں۔ اس طرح ان کے اندر مطالعے کا ذوق وشوق بھی پیدا ہوگا۔ قائداعظم سے مکمل تعارف کے بعد شاید وہ بھی لیڈروں کی طرح کی کوئی مخلوق بن جائیں اور اچھے دنوں اور نئے دنوں کے منتظر لوگوں کو زندگی کا کوئی پیغام ملے۔ یہ کام دیکھ کر مجھے محسوس ہوا کہ ہمیں قائداعظم کا پاکستان چاہیے۔ قائداعظم کے پاکستان کا شہری ہونا ہمیں کب نصیب ہوگا۔ بلاشبہ ''جہان قائد'' قائداعظم پر ایک مکمل اور مستند انسائیکلو پیڈیا ہے۔ جس کا ہر لائبریری میں ہونا لازمی ہے۔

ڈاکٹر محمد اجمل خان نیازی

سینئر کالم نگار روزنامہ نوائے وقت

سینئر اینکر پرسن کوہ نور ٹی وی

26/08/2014

ایں ''سخاوت'' بزور بازو نیست

میرے لیے یہ مسّرت کا مقام ہے کہ اس علامہ عبدالستار عاصم جیسے باکمال صاحب کی کاوش پر اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہوں۔ علامہ صاحب کی یہ کاوش جو کہ اس نوعیت کی پہلی کاوش ہے کو ہمیشہ تحسین کی نظر سے دیکھا جائے گا۔ یہ کتاب یقیناً علامہ عبدالستار عاصم صاحب کی تخلیقی اور تحقیقی قوتوں کا اظہار ہے۔ قائداعظمؒ کی زندگی جس میں آپ کی پیدائش سے وفات اور اس کے بعد کے حالات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اتنی معلومات کو ایک جگہ اکٹھا کر دینا علامہ صاحب کی محنت شاقہ سے ہی ممکن تھا۔ اس تحریر سے علامہ صاحب یقیناً ایک مرتبہ پھر توانا مصنف کے طور پر سامنے نظر آئے۔ ماشاءاللہ ان کی جانب سے پاکستان اور تحریک پاکستان کے طالبعلم کے لئے یہ ایک انوکھی اور اچھوتی تحریر ہے۔ اس کتاب کا پاکستان کی ہر لائبریری میں ہونا از حد ضروری ہے تا کہ اس کے مطالعہ سے آنے والی نسلیں مستفید ہو سکیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مطالعہ پاکستان، سیاسیات، تاریخ اور تحریکوں سے متعلق اس کا مواد یکجا پا کر طلباء یقیناً مسترت محسوس کریں گے۔ ایسی معلومات کو دوسری نسل تک منتقل کرنا ایک سخاوت ہے اور یہ سخاوت ''بزد بازو نیست'' کا مصداق ہے۔ علامہ عبدالستار عاصم صاحب پاکستان اور اسلام سے محبت کرنے والے باذوق افراد میں شمار ہوتے ہیں۔ وہ زندگی کے مختلف تجربات سے گزر کر ایسے مصنف کے طور پر سامنے آئے ہیں جو اتنا آسان نہیں جتنا کہہ دینا ہوتا ہے۔

میں نے علامہ صاحب کو قریب سے دیکھا ہے ان کی زندگی میں عاجزی، انکساری، علم دوستی، محبت، انتہا درجے کی ہے وہ ایسے پاکستانی ہیں جو عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اپنا گلشن سجائے ہوئے ہیں۔ آپ کی اس تصنیف کا جستہ جستہ مطالعہ انسان کو مجبور کرتا ہے کہ ایک دفعہ کتاب کھل جائے تو دوبارہ اسے بند نہ کرے۔ آپ کی زندگی یقیناً محنت، جدوجہد کا ایک عملی استعارہ ہے۔ آپ کا اگلی نسلوں کو اپنا علم منتقل کرنا از حد مسرت اور خوشی کا باعث ہے۔ انکی جلائی ہوئی شمع یقیناً صدیوں جگمگاتی رہے گی اور پاکستانی عوام کی مشکل کشائی اور رہنمائی کا باعث بنے گی۔ میں بھی ایک مصنف ہوں اور کتابوں سے محبت کرنے والا ایک ادنیٰ انسان ہوں لیکن علامہ صاحب کی تصنیف میں ایک تازگی اور جدت بس ان ہی کا طرہ امتیاز ہے۔ میرے پاس یقیناً الفاظ نہیں کہ میں اس کتاب کی ایک ایک حقیقت کو واضح کر سکوں کیوں کہ میں کوئی یا افسانہ نگار نہیں بلکہ حقائق پر مبنی بات کرنے کا فن ہی جانتا ہوں۔ لیکن علامہ صاحب میں جو علمی پیاس، محبت، سوچ، درد اور قوم سے عقیدت میں نے محسوس کی ہے شاید ہی کوئی اور کر سکے۔ ایک اور بات بھی قابل ذکر ہے اور وہ اس کتاب کا اسلوب بیان ہے۔ کسی بھی مصنف کی اولین ترجیح یہ ہوتی ہے کہ عبارت میں روانی، تسلسل اور ایک بات کا دوسری بات سے ربط ہو۔ جو اقتباسات استعمال ہوں وہ برمحل اور برموقع ہوں اور وہ کسی بھی بات کی تصدیق کر رہے ہوں یا تنقیص۔ اس لئے اس عظیم انسائیکلوپیڈیا قسم کی کتاب کی یہ لفظی و معنوی خوبی ہے کہ یہ نہ صرف ان خوبیوں کی حامل ہے۔ میں تو دعا کروں گا کہ یہ کتاب اُن کے لئے توشۂ آخرت ہو اور انکی نجات کا سبب بنے۔ کیونکہ حق بات کا کہنا اور لوگوں تک پہنچانا، ایسے ہی لوگوں کا شیوہ ہوتا ہے جو اس دنیا کی راحت و آرام کو ترک کر کے علمی فن پارے اور خزانے دنیائے انسانیت کے لئے وا کرتے ہیں۔

آخر میں علامہ عبدالستار صاحب کو اس عظیم کتاب کی اشاعت پر مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ وہ اپنا علمی سفر اسی طرح جاری رکھیں۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم رانا
ڈین منہاج یونیورسٹی
18/09/2014

حیات قائد کی صحیح تصویر

جناب علامہ عبدالستار عاصم کافی عرصہ سے ہمارے حلقہ احباب میں شامل ہیں۔ جن دنوں میاں نواز شریف کے والد محترم اللہ کو پیارے ہو گئے تو علامہ صاحب نے مرحوم میاں محمد شریف پر ایک کتاب ''ذرہ سے آفتاب'' تصنیف کی۔ اس کتاب کا مرکزی خیال یہ تھا کہ میاں محمد شریف ایک عام متوسط گھرانے کے فرد ہونے کے باوجود محنت، دیانت اور خاندانی اتفاق کی بدولت ایک عام مزدور سے ملک کے ایک بڑے تاجر گروپ کے سربراہ بن گئے اور اس طرح وہ بجا طور پر ذرہ سے آفتاب بن گئے۔ علامہ عبدالستار عاصم کی اس کتاب کا مرکزی خیال خود ان کی ذات پر بھی منطبق ہوتا ہے کہ مسلسل محنت، مقصد سے لگن، تصنیف و تالیف اور تحریر و تقریر کے ذریعے انہوں نے ثابت کر دیا کہ وہ اپنے حلقہ احباب میں مثل آفتاب ہیں۔ اپنے آپ کو اس لقب کا اہل ثابت کرنے کے لئے انہوں نے تب سے لے کر آج تک بے بہا کام کیا ہے۔ جس کی تفصیل موجودہ صفحات میں نہیں سما سکتی، البتہ اجمالی خاکہ ضرور پیش کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے ملک بھر کے صف اوّل کے صحافیوں کے انٹرویوز پر مشتمل ایک کتاب خبر قبیلہ مرتب کی جن میں (جناب مجید نظامی، جناب ضیاء شاہد، جناب مجیب الرحمٰن شامی، جناب ڈاکٹر اجمل نیازی، مصطفیٰ صادق، عارف نظامی، ڈاکٹر اعجاز حسن قریشی، علی سفیان آفاقی، ڈاکٹر صفدر محمود، عبدالقادر حسن، اشفاق احمد، احمد ندیم قاسمی، ڈاکٹر انور سدید، عباس اطہر، حسن نثار، نذیر ناجی، عطاالحق قاسمی، سرفراز سید، امجد سلام امجد، عارف محمود ڈائیل شامل ہیں) جو کتاب اب تعلیمی نصاب میں شامل ہے۔ اپنی پہلی کتاب ''ذرہ سے آفتاب'' کے ذریعے آسمان تصنیف و صحافت پر طلوع ہونے والے آفتاب علامہ عبدالستار عاصم کی علمی کرنیں بعد ازاں ''انوار جمیل''، ''محدث ابدالویؒ''، ''پاکیزہ زندگی''، ''ڈینگی سے تحفظ کیسے؟''، ''قصہ ایک صدی کا''، ''حمید اختر''، ''سکون قلب''، ''معاشی بدحالی اور زکوٰۃ''، ''حیات حمید نظامی''، ''شہید پاکستان (حالات زندگی حضرت ڈاکٹر علامہ مولانا سرفراز نعیمیؒ)''، ''دختر پاکستان ملالہ'' وغیرہ کی صورت میں علم کی روشنی پھیلاتی رہیں جن سے نہ صرف ان کی علمی و تحریری پختگی کا اندازہ ہوتا ہے بلکہ ان کے قلب و ذہن میں موجود اسلام، پاکستان اور انسانیت سے حد درجہ محبت و خلوص کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ اپنے حب الوطنی سے لبریز خیالات و نظریات کو عملی جامہ انہوں نے زیر نظر کتاب ''انسائیکلوپیڈیا جہان قائدؒ'' ترتیب دے کر کیا ہے ان کی اس کوشش کی ضخامت، جامعیت اور وسعت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ قائداعظم کی زندگی کے حالات و واقعات پر آج تک اس قدر ضخیم کتاب اس سے قبل شائع نہیں ہوئی جس میں قائداعظم کے آباؤ اجداد کے حالات و واقعات کے ساتھ ساتھ ان کی پیدائش، جائے پیدائش، ابتدائی تعلیم، اعلیٰ تعلیم، وکالت، سیاست اور تحریک پاکستان کی جدوجہد کے ساتھ ساتھ قائداعظم کے مذہبی عقائد ان کی ازدواجی زندگی، جائیداد کی تفصیل، بیماری کے دنوں کے حالات، ان کے معالجین کے خیالات، دوستوں اور شرکائے کار کے حالات و خیالات اور تحریک قیام پاکستان کے تمام ترلمحات کا خاکہ اس طرح پیش کیا گیا ہے کہ قاری دوران مطالعہ خود کو قائداعظم کے ساتھ ساتھ چلتا پھرتا محسوس کرتا ہے۔ القصہ زیر نظر کتاب موجودہ ملکی حالات میں پاکستان کی منزل مراد تک پہنچنے کے لئے ایک روشن چراغ اور یہ ثابت کرتی ہے کہ علامہ عبدالستار عاصم ملکی آسمان تصنیف و صحافت کے آفتاب ہیں جن کی علمی و تحریری کرنوں سے ملک کا چپہ چپہ روشن ہوگا۔ انشاء اللہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد ناصر محمود
0301-4299287
22/09/2014

محققین کے لئے انمول تحفہ

قائداعظم محمد علی جناح موجودہ صدی کی عظیم ترین شخصیات میں سے ایک ہیں۔ وہ برصغیر کے مسلمانوں کے مسلمہ رہنما ہیں۔ تحریک پاکستان کے دوران کروڑوں مسلمان ان کے ہونٹوں کی جنبش کے منتظر رہتے تھے۔ کئی دہائیوں پر پھیلی ہوئی ان کی سیاسی زندگی نے مسلم انڈیا کو ان کی دیانت، فراست، عزم واستقامت، خلوص اور سیاسی جنگ وجدل کے ماہر ہونے کا یقین دلایا تھا۔ ان کے انتقال کے بعد دس برس تک کے لئے برصغیر کے مسلمان ان ہی کے دماغ سے سوچتے۔ ان ہی کی آنکھوں سے دیکھتے، ان ہی کے دل سے محسوس کرتے اور غیر مرئی طور پر ان ہی کے اشارے پر چلتے رہے۔ لیکن بعدازاں آہستہ آہستہ یہ روش کم ہوتی گئی اور پھر کوئی بھی قائداعظم کا حقیقی جانشیں برصغیر کے مسلمانوں کو نہ مل سکا۔

محمد علی جناح نے پاکستان بنایا ہی نہیں تھا بلکہ وہ خود اپنی ذات میں ایک چلتے پھرتے پاکستان تھے۔ پاکستان ہی ان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑ رہا تھا۔ وہی ان کا دل تھا وہی ان کا دماغ تھا۔ ان کی آواز پاکستان کی آواز تھی۔

علامہ عبدالستار عاصم نے پانچ جلدوں میں 2400 صفحات پر مشتمل زیرنظر تاریخی کتاب ''جہان قائد'' تالیف کر کے قائداعظم نہیں دراصل پاکستان کی تاریخ لکھی ہے، اس کتاب کا انداز اور مواد یہ ثابت کرتا ہے کہ انہوں نے کئی سالوں کی تحقیق اور عرق ریزی کے بعد اسے ترتیب دیا ہے۔ اور اس امر کی کامیاب کوشش کی ہے کہ آئندہ اگر کسی طالب علم، محقق یا کسی ادارے کو قائداعظم اور پاکستان سے متعلق کوئی اطلاع یا معلومات درکار ہوں تو انہیں لائبریریوں کے چکر لگانے اور درجنوں کتب کی ورق گردانی نہ کرنی پڑے بلکہ وہ زیرنظر کتاب اٹھائے اور فہرست سے دیکھ کر درکار معلومات حاصل کر لے عام طور پر کتاب کی ضخامت کے پیش نظر یہ احتمال ہوتا ہے کہ قاری ضخیم کتاب مکمل طور پر نہیں پڑھتے اس طرح مطالعہ بھی ادھورا رہتا ہے اور کتاب بھی مکمل توجہ حاصل نہیں کر پاتی۔ اس احتمال کے ازالہ کے لئے علامہ عبدالستار عاصم نے قاری کی دلچسپی کو برقرار رکھنے کے لئے حروف تہجی کی ترتیب سے چھوٹے چھوٹے عنوانات رکھ دیئے ہیں۔ اس کتاب کو پڑھنے سے یقینی طور پر برصغیر پاک و ہند کے بالخصوص اور عالم اسلام کے بالعموم تمام مسلمانوں میں وہی جذبہ اور جنوں پیدا ہو جائے گا جو کہ تحریک پاکستان اور قیام پاکستان کے بعد چند سال تک برصغیر کے مسلمانوں میں موجود رہا کہ وہ اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، چلتے پھرتے قائداعظم کی تقلید کرتے تھے اور قائداعظم کو اپنے دل ودماغ میں بسا ہوا محسوس کرتے تھے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ زیرنظر کتاب ہر اس شخص کے پاس پہنچے جو قائداعظمؒ کے متعلق بہت کچھ جاننا چاہتا ہے۔ ہر سرکاری لائبریری میں پہنچے اور ہر علمی تحقیق گاہ میں پہنچے تاکہ آئندہ آنے والے ادوار میں حقیقی معنوں میں پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کا پاکستان بن سکے۔ انشاءاللہ۔

رانا تنویر حسین

وفاقی وزیر دفاعی پیداوار حکومت پاکستان

02/01/2014

ایک مکمل، مستند انسائیکلو پیڈیا

علامہ عبدالستار عاصم کی زیر نظر ضخیم کتاب پر خامہ فرسائی سے پہلے گزارش یہ ہے کہ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کی تاریخ ساز شخصیت اور قیام پاکستان کی تاریخ گزشتہ نصف صدی سے قومی اور بین الاقوامی سطح پر عوام وخواص کے لئے جاذب نظر، پرکشش اور پرتاثیر رہی ہے۔ خصوصاً قائداعظم کی شخصیت جو کہ توجہ کا مرکز ہے۔ قائداعظم اور تحریک پاکستان سے متعلق بیشتر دستاویزات اور کاغذات قیام پاکستان کے بعد بہت تاخیر سے منظر عام پر آئے۔ لہٰذا اس طرح نہ صرف مستند تاریخ نویسی کا عمل متاثر ہوا بلکہ واقعاتی افراط وتفریط کی شکایات بھی عام ہوئیں اور غیر مستند ماخذ وذرائع پر مبنی کتابیں اور تفصیلات سامنے آئیں جو آج بھی استناد سے محروم ہیں۔

جبکہ دوسری طرف پچھلے تیس سال کے دوران ہندوستان کی جدوجہد آزادی، تحریک پاکستان اور قائداعظم سے متعلق تاریخی دستاویزات اور کاغذات کے جو بڑے بڑے ذخائر منظر عام پر آئے ان میں لارڈ ماؤنٹ بیٹن پیپرز، ٹرانسفر آف پاور والیومز، ویول جرنل، قائداعظم پیپرز، شمس الحسن کلیکشن، آل انڈیا مسلم لیگ ریکارڈ، نشتر کلیکشن، سلیکٹڈ ورکس آف گاندھی، نہرو پیپرز، پٹیل پیپرز، راجندر پرشاد کارسپانڈنس، سپرو پیپرز، سلیکٹڈ ورکس آف ایم این رائے، جناح اصفہانی کارسپانڈنس، سر یامین خان کلیکشن، میاں عبدالعزیز کلیکشن اور سر عبداللہ ہارون کلیکشن وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ان معلوماتی ذخائر کے منظر عام پر آنے کے بعد تحریک پاکستان اور قائداعظم کی حیات وخدمات کے نہ صرف متعدد گوشے اجاگر ہوئے ہیں بلکہ بعض غلط فہمیوں اور کوتاہ اندیشیوں کا بھی ازالہ ہوا ہے۔ اور محققین کو حیات قائداعظم کے متعدد گوشوں کی مزید اور واضح تشریح کرنے کا موقع ملا ہے۔

سرکاری سطح پر اس مستند تحقیق اور اہم تاریخی دستاویزات کی دستیابی سے استفادہ کرتے ہوئے زیر نظر کتاب میں علامہ عبدالستار عاصم نے محض وہ حقائق ہی بیان کئے ہیں جو کہ مستند تاریخی دستاویزات سے ثابت شدہ ہیں۔ اور جن پر حقائق کی روشنی میں نہ صرف اعتبار کیا جاسکتا ہے بلکہ آئندہ ہونے والی تحقیقات اس پر صاد کرسکتی ہیں۔ زیر نظر ضخیم کتاب چونکہ ہر حوالہ سے حیات قائداعظم کا احاطہ کئے ہوئے ہے اس لئے اسے اگر ''جہان قائد'' کا نام دیا گیا ہے تو وہ بالکل جائز اور برحق ہے۔ آنے والے ادوار میں جب یہ انسائیکلو پیڈیا محققین کی رہنمائی کرے گا تو یقیناً سب کہیں گے کہ ''جہان قائد'' کے بغیر قائداعظم پر تحقیق مکمل نہیں ہوسکتی۔ علامہ عبدالستار عاصم مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے قائداعظم پر تحقیق کرنے والوں میں اپنا نام جلی حروف سے لکھوالیا ہے اور ایک مستند انسائیکلو پیڈیا تاریخ کے حوالے کیا ہے۔

کامران مائیکل
وفاقی وزیر شپنگ اینڈ پورٹ
حکومت پاکستان
02/08/2014

قومی سطح کا روشن چراغ

حضرت قائداعظم محمد علی جناح ایک عہد ساز شخصیت تھے۔ وہ سیاسی میدان کے بادشاہ گر اور سماجی شعبہ کے عظیم کارکن تھے۔ انہوں نے اپنی شخصیت کو قیامت تک کے لئے اس طرح منوالیا ہے کہ اپنی جدوجہد سے پاکستان نام کا ایک ملک دنیا کے نقشے پر کنداں کر دیا ہے۔ جس سے قیامت تک آنے والا ہر دور اگر پاکستان کا ذکر کرے گا تو ساتھ ہی اسے قائداعظم کا بھی ذکر کرنا پڑے گا۔ ہمارے ایک محترم نظریاتی رہنما نظریہ پاکستان ٹرسٹ کے سابق چیئر مین ڈاکٹر رفیق احمد نے اپنے ایک خصوصی انٹرویو میں فرمایا ہے کہ ان (ڈاکٹر رفیق احمد) کی تحریک پاکستان سے وابستگی قائداعظم کی شخصیت کے باعث مضبوط تر ہوتی گئی۔ ہمارے خیال میں اگر برصغیر پاک و ہند کے تمام تحریک پاکستان کے کارکنوں اور حامیوں سے پوچھا جائے کہ کیا وہ قائداعظم کی شخصیت کے باعث آل انڈیا مسلم لیگ کے حامی اور مجاہد بنے تھے تو سب کا جواب یہی ہوگا کہ ''ہاں''

اب اگر تاریخ کے اوراق سے بھی پوچھا جائے تو زبان حال سے وہ یہی کہیں گے کہ ہاں قائداعظم اور پاکستان لازم و ملزوم ہیں۔ آج اگر پاکستان خوفناک مسائل سے دوچار ہے تو نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ پاکستانیوں نے جب سے پاکستان کو اپنے قائداعظم سے علیحدہ کیا ہے، پاکستان خوفناک اور گھمبیر بحرانوں اور بیماریوں میں مبتلا ہو گیا ہے۔

علامہ عبدالستار عاصم کی زیرنظر کتاب ''جہان قائد'' پڑھ کے آج راقم الحروف کو یہ قابل صد تشکر یقین ہو گیا ہے کہ قومی حالات کی لاکھوں ستم ظریفیوں کے مقابل پاکستان میں ایسے مصنف بھی موجود ہیں جو پاکستان اور قائداعظم کے اس ازلی و ابدی تعلق کو دوبارہ جوڑنے کی علمی و تحقیقی کاوشیں کر رہے ہیں جس تعلق کے دوبارہ جڑنے سے پاکستانی قوم ایک باوقار قوم اور پاکستان ایک باوقار، عظیم ملک بن سکتا ہے (انشاء اللہ)

پاکستانی قوم کو ایک باحمیت، پرعزم، زندہ اور فکری حوالوں سے چاک و چوبند قوم بنانے کے لئے علامہ عبدالستار عاصم کی زیرنظر کتاب موجودہ پرآشوب حالات میں ایک قومی سطح کا روشن چراغ ہے۔ ہماری کوشش یہ ہونی چاہئے کہ یہ کتاب ہر طالب علم تک پہنچے۔

رانا مشہود احمد خاں
وزیر تعلیم و قانون
حکومت پنجاب
15/09/2014

ملک دشمن عزائم کی ناکامی کے لئے کارگر تدبیر

علامہ عبدالستار عاصم کی زیرِنظر تصنیف ''انسائیکلو پیڈیا جہان قائدؒ'' ملک دشمنوں کے عزائم خاک میں ملا دے گی اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کرہ ارض کے نقشے پر جتنے بھی آزاد خودمختار ممالک موجود ہیں، اپنے اپنے دساتیر اور ضابطہ ہائے زندگی پر استوار کر دیئے گئے ہیں جن میں مملکت خداداد پاکستان بھی شامل ہے۔ کسی ملک کا باشندہ اگر اپنے ملک کے بنیادی قوانین وضوابط سے انحراف کرتا ہے یا غداری کا مرتکب ہوتا ہے تو اسے فوراً سبق سکھا دیا جاتا ہے کہ ملک کی آزادی وسلامتی کسی شخص یا گروہ یا سیاسی جماعت یا عوامی مفادات کے مقاصد سے بالاتر نہیں، لیکن شومئی قسمت کہ قیام پاکستان سے لے کر آج تک تقریباً 67 برسوں میں یہ اہتمام ہی نہیں کیا گیا کہ جو شخص یا جماعت ملکی سلامتی اور آزادی وخود مختاری پر حملہ آور ہوگی تو اسے صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے گا۔ غداران مملکت اس خطے میں دندناتے پھرتے ہیں، من مانی کارروائیوں میں بلا روک ٹوک مصروف ہیں کہ جس طرح چاہیں مملکت خداداد پاکستان میں گل کھلائیں کوئی پوچھنے والا نہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ان حضرات کے بزرگان دین وسیاست نے انہیں یہ خطہ ذاتی جاگیر میں دیا تھا کہ جو جی میں آئے کر سکیں۔ تاریخ تحریک پاکستان کے مطالعے کے بعد ایک شدید احساس یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس ملک کے قیام کی تاریخ میں بے شمار مصائب وآلام، لاکھوں جانوں کی قربانیاں، کروڑوں افراد کی بربادیاں، ہندوؤں، سکھوں اور انگریزوں کی چیرہ دستیاں، اپنوں اور بیگانوں کی زیادتیاں، برطانوی حکومت کی ناانصافیاں، ہندو مہاشوں کی ستم رانیاں۔ کیا کیا رنگ آسمان نے نہیں دیکھے، کیا کیا زخم پاکستان کے سینہ نازک پر ابھی تک لگے نہیں، کیا کیا جگر پاش نشانات ستم موجود نہیں، کیا کیا بے درد خزاؤں نے بہاروں کو اداس نہیں کیا، کیا کیا ہولناک نامرادیوں اور خطرناک ناکامیوں نے ڈیرے نہیں ڈالے۔ ان تمام معاملات وحادثات کے تدارک کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ قوم کے ہر پڑھے لکھے شخص کو تحریک قیام پاکستان اور قائداعظم محمد علی جناح کے خیالات ونظریات سے اس قدر روشناس کر دیا جائے کہ قائداعظم کے نظریات ہر پاکستانی کے اپنے ذاتی نظریات بن جائیں اور جب ملک کی اکثریت قائداعظم کے نظریات کی حامل بن جائے گی تو خود بخود ہی ملک وقوم کے خلاف سازشیں کرنے والے اپنے عزائم میں ناکام ہو جائیں گے۔ کیونکہ جب ایک جھوٹے شخص کے خلاف 99 سچے لوگ یک زبان اور یک سو ہو کر بات کریں گے تو وہ ایک شخص خود ہی اپنی موت آپ مر جائے گا۔ یعنی قائد کے نظریات اور ملکی مفادات کے لئے مخلص لوگ ہی کامیاب ہوں گے اور قائداعظم کے نظریات کے مخالف ناکام ونامراد ہوں گے۔ قائداعظم کے نظریات کے پرچار کے حوالہ سے زیرِنظر تالیف ایک مؤثر اور کارگر تدبیر ہے۔ اللہ تعالیٰ علامہ عبدالستار عاصم کی اس قلمی کاوش کو قبول فرمائے۔ آمین

رانا عامر رحمٰن
اینکر پرسن ATV
چیئرمین رانا فضل الرحمٰن فاؤنڈیشن پاکستان
ranaamirrehman@gmail.com
22/09/2014

ملت کی پاسبانی

قائداعظم محمد علی جناح وہ نابغہ روزگار، تاریخ ساز ہستی ہیں۔ جن کی ان تھک محنت، مسلسل جدوجہداور پرخلوص قیادت سے برصغیر میں اسلامی مملکت معرض وجود میں آئی۔ آپ نے برطانوی حکومت، کانگریس اور مسلم نیشنلسٹ گروہ سے نبرد آزما ہو کر مسلمانانِ ہند کو مسلم لیگ کے پرچم تلے جمع کیااور بڑی جرأت اور استقلال سے اس قافلے کو اپنی منزل ''پاکستان'' تک پہنچایا۔

قائداعظم نے آزادی کی جنگ میں ہندوؤں کے تعصب اور تنگ نظری کا مقابلہ جرأت اور استقلال سے کیا۔ انگریز سے آزادی کی جنگ قانون کے دائرے کے اندر رہ کر لڑی اور نیشنلسٹ مسلمانوں کی خودفریبی کو آشکار کر کے انھیں مسلمانوں کے راستے میں روڑہ بننے سے باز رکھا۔ اس طرح دوقومی نظریہ پر گامزن رہ کر وہ منزل مراد پاکستان تک پہنچے۔

قائداعظم تشدد آمیز سیاست کو پسند نہیں کرتے تھے۔ اس لیے کہ اس سے قیمتی جانوں کا ضیاع اور قومی املاک کا نقصان ہوتا ہے۔ آپ نے ہمیشہ قانونی جنگ لڑی اور اس میں ہمیشہ فتح یاب ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ایک بار بھی جیل نہیں گئے۔ آپ کو کانگرس کی تحریک عدم تعاون سے اتفاق نہیں تھا۔ کیوں کہ آپ کا خیال تھا کہ اس کا نتیجہ بدنظمی اور انتشار کے سوا کچھ نہیں نکلے گا۔ لہٰذا آپ نے 1920ء میں کانگرس سے علیحدگی اختیار کر لی۔

قیام پاکستان کے بعد قائداعظم پہلے گورنر جنرل بنے۔ تقسیم اپنے ساتھ بہت سے مسائل لے کر آئی، ان میں لاکھوں مہاجرین کی پاکستان آمد، افواج اور اثاثوں کی تقسیم، انتظامیہ کے عملے کی کمی، اقتصادی و مالی بدحالی، مسئلہ کشمیر، اور کئی دیگر مسائل کا سامنا تھا۔ قائداعظم کو پہلے سے بھی زیادہ کام کرنا پڑا۔ اس طرح کثرت کار کی وجہ سے قائداعظم بیمار رہنے لگے۔ 11 ستمبر 1948ء کو بابائے قوم خالق حقیقی سے جا ملے۔ انھیں کراچی میں سپرد خاک کیا گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

افسوس کہ آج بھی ملک متعدد ازلی مسائل کا شکار اور بعد از قیام پیدا ہونے والے بحرانوں سے نبرد آزما ہے یہ مسائل اور مصائب ختم ہونے کا نام نہیں لے رہے۔ اس کی ایک ہی وجہ ہے کہ ہم نے قائد کے دیئے ہوئے سبق کو بھلا دیا ہے اور اس قومی سبق کو فراموش کر دینے کی وجہ سے بھول بھلیوں میں کھوئے ہوئے ہیں۔

زیرنظر ''انسائیکلوپیڈیا جہان قائد'' شائع کر کے علامہ عبدالستار عاصم نے ایک قومی قلم کار ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے قوم کو اس کا فراموش کردہ سبق پھر سے یاد کرنے کا موقع فراہم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس کوشش کو منزل مراد تک پہنچائے۔ آمین

میاں مجتبیٰ شجاع رحمٰن

صوبائی وزیرخزانہ

حکومت پنجاب

20/09/2014

قائد شناسی کا منبع

زیرِنظر کتاب ''جہانِ قائد'' میں مؤلف علامہ عبدالستار عاصم نے قائد اعظم محمد علی جناحؒ سے متعلق بے تکی معلومات کا رد بھی کیا ہے اور قائداعظم سے متعلق تمام معلومات کو یکجا کر کے محققین کا کام بھی آسان کر دیا ہے کہ اب اگر کسی کو قائداعظم سے متعلق کوئی بھی معلومات درکار ہوگی تو وہ اس کتاب سے بخوبی استفادہ کر سکے گا۔ مثال کے طور پر اگر کوئی یہ دیکھنا چاہے کہ قیام پاکستان کا مذہب اور روحانیت سے کیا تعلق تھا اور قائداعظم روحانی طور پر کس مقام ناز پر متمکن تھے تو وہ کتاب ہٰذا میں موجودہ مندرجہ ذیل گوشہ کا مطالعہ کر لے۔

''محترم ڈاکٹر محمد مرتضیٰ صدیقی، سابق پروفیسر علومہ اسلامیہ، جامعہ ملک سعود، ریاض، سعودی عرب اپنے جدامجد مولانا نصراللہ شاہ صدیقی سابق انسپکٹر آف سکولز، علی گڑھ (جو علامہ شبیر احمد عثمانی کے ساتھ دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کرتے رہے) سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں ان کے جدامجد نے بتایا: (اور مولانا نصراللہ شاہ صدیقی کو علامہ بشیر احمد عثمانی نے بتایا:)

''جن دنوں وہ (علامہ شبیر احمد عثمانی) حیدرآباد دکن میں حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر کام کر رہے تھے تو متعدد بار قائداعظم نے ان سے پیغامات اور خط و کتابت کے ذریعے ملنے کی کوشش کی، لیکن علامہ شبیر احمد عثمانی قائداعظم کو مغربی تعلیم یافتہ تصور کرتے ہوئے نظر انداز کرتے رہے، اور نہ پیغام اور خطوط کا جواب بھیجا، اور نہ ہی ان کی ملاقات کی خواہش کا کوئی خاطر خواہ جواب دیا۔

اس صورت حال کے پیش نظر قائداعظم نے اللہ رب العزت کی بارگاہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضور علامہ صاحب کی اس بے رخی کو سامنے رکھ کر گڑگڑا کر دعا کی ہوگی۔ چنانچہ ان کی یہ ''دعا'' مستجاب ہوئی، کس قدر خوش قسمت ہیں ہمارے قائداعظم کہ ایک رات آقائے نامدار، تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ''شرف ملاقات'' کرتے ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قائد کو تسلی وتشفی دیتے ہیں، اور علامہ شبیر احمد عثمانی کو (جو حیدرآباد دکن میں مقیم تھے) خواب میں شرف ملاقات بخشتے ہیں اور حکم دیتے ہیں:

''ہمارا ایک امتی آپ سے ملنا اور راہنمائی حاصل کرنا چاہتا ہے، آپ بمبئی جائیں اور اس سے ملاقات کریں اور اس کی رہنمائی کریں۔''

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حکم ہو اور انسان پس وپیش کرے، ایک مومن اور مسلمان تو کبھی تصور بھی نہیں کر سکتا، اور پھر علامہ شبیر احمد عثمانی اور قائداعظم جیسے ''عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم''، تو سمجھتے تھے کہ انہیں دونوں جہاں کی دولت مل گئی ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ''دیدار'' اور نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ''شہادت'' انہوں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا، ان کی خوش قسمتی کا کوئی حساب نہیں تھا۔ شاداں وفرحاں مولانا شبیر احمد عثمانی سب کچھ چھوڑ کر اپنی پہلی فرصت میں بمبئی پہنچے، اور جب قائداعظم کے درِدولت پر پہنچے اور ملازم کو اپنے آنے اور ملاقات کی خبر دی تو قائداعظم اپنے ''لان'' میں ان کے منتظر تھے۔ علامہ شبیر احمد عثمانی اندر تشریف لائے تو قائداعظم کو ''سراپا انتظار'' دیکھا، اور پھر دونوں عاشقانِ رسول کے درمیان ذیل کا مکالمہ ہوا:

قائداعظم: ''حضور والا! میں جب مسلسل آپ کو پیغامات اور خطوط ارسال کرتا رہا، اور آپ سے ملاقات اور رہنمائی کا متمنی رہا تو آپ نے توجہ نہیں فرمائی لیکن جب ''ان'' (حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا حکم ہوا ہے تو تشریف لائے ہیں۔''

علامہ شبیر احمد عثمانی: ''کیا آپ کو بھی حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ''بشارت'' ہوئی ہے؟''

قائداعظم: میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے ''ارشاد'' کے مطابق ہی تو آپ سے ملاقات کے لیے کوشش کرتا رہا ہوں۔''

علامہ شبیر احمد عثمانی: ''کیا یہ سچ ہے؟''

قائداعظم: ''یہ حقیقت ہے۔''

اس مکالمہ کے بعد دونوں ''عاشقانِ رسول'' نے باقاعدہ ملاقات کی، مختلف امور زیر بحث آئے، لیکن سب سے اہم مسئلہ ''سفید بنیا'' اور ''سیاہ بنیا'' (یعنی انگریز اور ہندو جنھیں قائداعظم ان ناموں سے پکارتے تھے) سے آزادی حاصل کرنا اور مملکت خداداد پاکستان کا قیام تھا۔ چنانچہ تفصیلی ملاقات اور تبادلہ خیالات کے بعد علامہ شبیر احمد عثمانی نے قائداعظم کو ہر ممکن تعاون اور راہنمائی کا یقین دلایا۔ اس کے بعد آزادی کے حصول کے لیے یہ ''کارواں'' قدم بقدم منزل کی طرف بڑھتا گیا، اور بالآخر مملکت خداداد پاکستان عالم وجود میں آ گئی۔''

اگر ہم قائداعظم کی اس تقریر کو اس تاریخ ساز واقعہ کے ساتھ منسلک کریں، اور سیاق وسباق کی روشنی میں مندرجہ ذیل الفاظ پر غور کریں:

''یہ مشیت ایزدی ہے۔ یہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روحانی فیضان ہے۔''

تو معاملہ بالکل صاف اور واضح ہو جاتا ہے۔ وہ تقریر حسب ذیل ہے:

''اور جب میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ میری قوم آج آزاد ہے تو میرا سر عجز و نیاز کے جذبات کی فراوانی سے بارگاہ رب العزت میں شکر بجالانے کے لیے فرطِ انبساط سے جھک جاتا ہے یہ مشیت ایزدی ہے، یہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روحانی فیضان ہے کہ جس قوم کو برطانوی سامراج اور ہندو سرمایہ دار نے قرطاسِ ہند سے حرف غلط کی طرح مٹانے کی سازش کر رکھی تھی، آج وہ قوم آزاد وخود مختار ہے۔ اس کا اپنا ایک ملک ہے۔ اپنا جھنڈا ہے۔ اپنی حکومت اور اپنا سکہ ہے اور اپنا آئین ودستور ہے، کیا کسی قوم پر اس سے بڑھ کر خدا کا کوئی اور انعام ہو سکتا ہے؟''

زیر نظر کتاب میں سے مندرجہ بالا اقتباس نے کم از کم ایک غلط فہمی اور پروپیگنڈے کا تو ازالہ کر دیا ہے، اسی طرح سینکڑوں غلط فہمیوں اور سازشوں کے ازالہ کے لئے قوم کو محض قائد شناسی کی ضرورت ہے، اس سے قوم کو اپنے وطن کی تعمیر و تکمیل قائداعظم کے نظریات وخیالات کے عین مطابق کرنے کی راہ مل جائے گی اور قوم و ملک ترقی، خوشحالی اور وقار کی اعلیٰ منزل حاصل کر لیں گے۔ قائد شناسی کے حوالہ سے زیر نظر ضخیم کتاب قوم کے لئے ایک تحفہ بے بہا اور ایک منبع کی حیثیت رکھتی ہے۔

احسن اقبال
وفاقی وزیر منصوبہ بندی، ترقی واصلاحات
حکومت پاکستان
22-08-2014

جہان قائد

قلم فاؤنڈیشن مبارکباد، دعاؤں اور شکریہ کی حق دار ہے کہ انہوں نے حضرت قائداعظمؒ کی حیات و خدمات پر پانچ جلدوں اور 2400 صفحات پر مشتمل انسائیکلوپیڈیا جہان قائد کے نام سے مرتب کروایا ہے۔

علامہ عبدالستار عاصم ایک محنتی محقق اور قلم کار ہیں۔ان کی اہم ترین خوبی یہ ہے کہ ان کا دل اسلام اور پاکستان کے لیے دھڑکتا ہے۔ اسی جذبہ کے تحت انہوں نے قائداعظم علیہ الرحمۃ کی زندگی سے تعلق انسائیکلوپیڈیا مرتب کیا ہے۔ یہ بہت اچھی اور مفید کاوش ہے۔ تحقیقی مقالہ جات لکھنے والے طلبہ و طالبات، اہل صحافت اور اہل علم و دانش اس سے یکساں طور پر استفادہ کر سکتے ہیں۔ اسے اردو حروف تہجی کے لحاظ سے ترتیب دیا گیا ہے۔ اس طرح سے بڑی آسانی سے واقعات و نظریات کو تلاش کیا جاسکتا ہے۔ میرے نزدیک اس کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ اس میں حضرت قائداعظمؒ کی حقیقی صورت گری کی گئی ہے اور بعض بددیانت اہل قلم کی طرح حضرت قائداعظمؒ کو سیکولر اور مغرب پسند ثابت کرنے کی جھوٹی کوشش نہیں کی گئی۔ یہ انسائیکلوپیڈیا جس میں قائداعظم کی تحریریں اور خطوط بھی شامل ہیں۔ اس میں قائداعظمؒ اسلام، عالم اسلام اور امت مسلمہ کے حقیقی رہنما کے طور پر سامنے آتے ہیں۔

علامہ عبدالستار عاصم صاحب نے وہ کام تنہا کیا ہے جو جامعات کے متعدد شعبہ جات مل کر بھی نہیں کر پاتے۔ اللہ کریم انہیں اجر عظیم سے نوازے اور اس مساعی کو قبولیت عامہ عطا فرمائے۔ آمین

ڈاکٹر فرید احمد پراچہ
سابق ممبر قومی اسمبلی پاکستان
ڈپٹی سیکرٹری جنرل جماعت اسلامی
ڈائریکٹر علماء اکیڈمی اینڈ تعمیر سیرت کالج
منصورہ لاہور پاکستان
06-09-2014

پیش لفظ

سارا جہان جانتا اور مانتا ہے کہ پاکستان جیسے اسلامی نظریاتی ملک کا قیام و وجود قائداعظم محمد علی جناحؒ کی پرامن، آئینی اور سیاسی جدوجہد کا مرہون منت ہے جبکہ ہر پاکستانی کا یہ ایمان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنی حیات بابرکات میں ہند کی جانب سے اگر ٹھنڈی ہوا آتی تھی تو اس کا مطلب یہ تھا کہ تیرھویں صدی ہجری میں کراچی میں محمد علی نام کا ایک سپوت پیدا ہوگا جو قانون کی اعلیٰ تعلیم کے لئے لنکنز ان جیسی قانون کی تعلیم دینے والی یونیورسٹی میں محض اس لئے داخلہ لے گا کہ اس یونیورسٹی نے اپنے داخلی حصہ میں ایک ایسی فہرست آویزاں کی ہوئی ہوگی جس میں دنیا کے عظیم قانون دانوں میں سرفہرست آقائے عرب وعجم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام نامی رقم ہوگا۔ اور محمد علی جناح قانون دان بننے کے بعد برصغیر پاک و ہند کے کروڑوں مسلمانوں کو انگریزوں اور ہندوؤں سے آزادی دلوا کر ایک اسلامی نظریاتی ملک قائم کرے گا۔ جو ملک بالآخر دنیا بھر میں عالم اسلام کا سرخیل اور امت مسلمہ کا وکیل ثابت ہوگا۔

ہر ذی شعور پاکستانی کا یہ بھی ایمان ہے کہ قائداعظمؒ کو دنیا کے نقشے پر ایک اسلامی نظریاتی ملک معرض وجود میں لانے کی طاقت، ہمت، تدبیر اور تقدیر خود اللہ تعالیٰ نے بوسیلہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عطا فرمائی تھی کیونکہ پاکستان محض ایک زمین کا ٹکڑا ہی نہیں بلکہ ان لاکھوں اولیائ واصفیاء کی آرام گاہ ہے جن اولیا واصفیاء نے جہالت کے تاریک ترین دور میں اس خطۂ ارضی میں اپنی مومنانہ فراست اور الوہی تصرف سے لاکھوں گم کردہ راہ انسانوں کو اسلام کی قبولیت کے شرف سے بہرہ ور کیا تھا۔ ان پاکیزہ نفوس قدسی میں حضرت معین الدین چشتی اجمیریؒ، حضرت بہاءالدین ذکریاؒ، شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ، حضرت عثمان مروندیؒ، حضرت داتا گنج بخشؒ، بابا بلھے شاہ، شاہ فرید الحقؒ، بابا فرید گنج شکرؒ، حضرت سلطان باہوؒ، حضرت میاں شیر محمد شیر ربانی شرقپوریؒ، بابا نور محمد چوراہیؒ اور دیگر لاکھوں بزرگان دین شامل ہیں جو ایک ایک دن میں کئی کئی ہزار لوگوں کو دائرہ اسلام میں داخل فرماتے رہے اور برصغیر میں چراغ وحدت کی روشنی روز بروز وسعت اور گیرایت حاصل کرتی رہی۔

قانون کی اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے جب قائداعظمؒ نے برصغیر پاک وہند کو انگریزوں کی غلامی سے نجات دلانے کے لئے ہندو لیڈروں سے مل کر کانگریس کے پلیٹ فارم سے سیاسی جدوجہد شروع کی تو چند سال بعد ہی ان پر انکشاف ہوا کہ ہندو اکثریت مسلمانوں کو ہمیشہ اپنا غلام رکھنے کا پروگرام رکھتی ہے تو پھر انہوں نے انگریز اور ہندو دونوں سے نجات حاصل کرنے کا تہیہ کر لیا۔ پاکستان جیسی منزل کے حصول کے لئے گو کہ قائداعظم کو چومکھی جنگ لڑنا پڑی مگر مکار ہندو کو ایسی شکست ہوئی کہ ایمان والوں کے ایمان تازہ ہو گئے اور بے ایمانوں پر گویا بجلی گر پڑی۔

لیکن افسوس کہ بعد از قیام پاکستان قائداعظمؒ کی زندگی نے ان سے وفا نہ کی اور وہ ہمیں قیام پاکستان کے ایک سال بعد ہی داغ مفارقت دے گئے۔ بعد ازاں کوئی ایک حکمران، کوئی ایک قائد حتیٰ کہ کوئی ایک سیاستدان بھی ایسی صلاحیت، قابلیت اور نیک نیت والا قوم کو نصیب نہ ہوا جو تکمیل پاکستان کی درست اور صحیح منزل کی طرف قوم کی پاسبانی اور رہنمائی کرتا۔ اب نتیجہ ہم سب کے سامنے ہے کہ پاکستان آج 67 سال بعد بھی اپنی ابتدائی تیاری، منصوبہ بندی اور پیش بندی سے قاصر ہے۔۔۔ پوری قوم کے اہل درد دانشوروں کی تقلید میں راقم کو بھی یہ شدید ترین احساس ہے کہ آج اگر پاکستانی قوم ذلت، ناکامی، پریشانی، مصیبت اور بے عملی کی کا شکار ہے تو اس کی ایک وجہ ہے اور وہ ہے قائد ناشناسی۔ قائد ناشناسی کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ قوم کو یہ پتہ ہی نہیں کہ قائد کون ہوتا ہے اور پاکستانی قوم کا قائد کون ہونا چاہیے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ قوم قائداعظم محمد علی جناحؒ کی شخصیت، خیالات، نظریات اور ترجیحات سے بے بہرہ ہے کہ اسے علم ہی نہیں کہ آج کی تمام پریشانیوں اور بے ہودگیوں کا اصل سبب یہ ہے کہ ہم من حیث القوم قائداعظم کے افکار و خیالات سے بیگانہ ہو چکے ہیں۔۔۔ اور معاذ اللہ بیگانگی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ

نوجوان نسل میں سے اکثر برملا اس تشکیک کا اظہار کرتے سنائی دیتے ہیں کہ قائداعظم ایک راسخ العقیدہ مسلمان نہ تھے۔ یا یہ کہ انہوں نے کبھی نماز نہ پڑھی تھی یا یہ کہ قائداعظم پاکستان کو ایک اسلامی ریاست ہرگز نہیں بنانا چاہتے تھے یا یہ کہ قائداعظم معاذ اللہ انگریزوں کے ایجنٹ تھے یا یہ کہ پاکستان بنا کر قائداعظم نے ایک تاریخی غلطی کی۔ یا یہ کہ قائداعظم کی غلطیوں کا خمیازہ آج پوری قوم بھگت رہی ہے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ نوجوان نسل کی اس ذہنی لاچاری اور فکری خواری کا اصل اور بنیادی سبب یہ ہی ہے کہ آج تک پوری قوم کو یہ علم ہی نہیں ہوسکا کہ قائداعظم ایک برگزیدہ مسلمان تھے، اکثر نمازیں پڑھتے تھے، وہ پاکستان کو ایسی ریاست بنانا چاہتے تھے جو کہ اسلامائزیشن کی تجربہ گاہ ہو۔ انہوں نے ہر حوالہ اور ہر پہلو سے نہ صرف انگریزوں اور ہندوؤں کو شکست دی بلکہ انہیں سیاسی اور اخلاقی طور پر مسلمانوں کے خلاف لاچار اور مفتوح کر دیا تھا۔ اپنے ایک سالہ گورنر جنرل شپ کے دور میں انہوں نے اپنے عمل سے یہ بھی واضح کر دیا تھا کہ پاکستان کے حکمران کس کردار کے حامل ہونے چاہئیں وغیرہ وغیرہ۔۔۔ سچی اور مخلص قیادت کے فقدان اور قائد ناشناسی کے پچھلے 67 سالہ رجحان کا نتیجہ تو ہم بھگت رہے ہیں مگر آئندہ حالات اس سے بھی بدتر ہوسکتے ہیں، قوم کی بدحالی اور بھی بڑھ سکتی ہے۔ حکمرانوں کی بدعنوانی اور بھی جان لیوا ہوسکتی ہے۔ ملک دشمن اور بھی زیادہ ہوسکتے ہیں۔ نئی نسل اور بھی گمراہ ہوسکتی ہے۔۔۔ اگر ہم نے آج ہی سے اپنا قائد شناسی کا ازلی وابدی اور ملکی وملی فرض ادا نہ کیا تو۔ مندرجہ بالا خیالات و خدشات کی بناء پر ہی راقم نے آج سے ایک سال قبل یہ سوچ کر حیات قائداعظم پر تحقیق شروع کی تھی کہ کوئی ایک ایسی کتاب ترتیب دے دی جائے جس میں قائداعظم سے متعلق سب کچھ موجود ہو جس کے بعد اس موضوع پر کسی اور کتاب کی ضرورت نہ رہے۔۔۔ سو جہانِ قائد۔۔۔ جس میں ہم سب رہ رہے ہیں تالیف کی۔۔۔ جہانِ قائد۔۔۔ جس میں قائداعظمؒ سے متعلق سب کچھ شامل کرنے کی کوشش کی گئی ہے اس میں راقم کو کس حد تک کامیابی ہوئی، اس میں کون سی بہتری کی گنجائش موجود ہے اور اس سے ملک وقوم کی قائد شناسی کی اہم ضرورت کس حد تک پوری ہوتی ہے۔ اس کا فیصلہ تو زیر نظر کتاب کے محترم قارئین ہی کریں گے یا پھر محققین اور تاریخ دان۔۔۔ راقم نے تو ایک طالب علم ہونے کے ناطے اور قائد شناسی کا مدعی ہونے کے ناطے یہ کاوش نذر قرطاس کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔ آخر میں راقم اپنے ان خیر خواہوں اور محسنوں کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہے جنہوں نے زیر نظر کتاب کی تیاری کے مختلف مراحل میں گرانقدر مشورے اور نایاب تجاویز فراہم کیں۔ ان گرامی قدر شخصیات میں محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان، آبروئے صحافت مجید نظامیؒ، آپا جی بانو قدسیہ، محترم ڈاکٹر محمد اجمل خان نیازی، رانا عامر رحمٰن محمود، جناب افتخار مجاز، برادرم شہزاد فراموش، میم سین بٹ، جناب جبار مرزا، اسلم ملک، صہیب مرغوب، پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم رانا، ڈاکٹر ہارون عثمانی، خاور نعیم ہاشمی، ایم آر شاہد، جناب مجیب الرحمٰن شامی، خرم شہزاد، جناب حکیم محمد عزیز الرحمٰن جگرانوی، عزیز ظفر آزاد، جناب محمد عظیم، جناب شاہد رشید، زید حبیب، پروفیسر رشید مصباح، یوسف عالمگیرین، ڈاکٹر انور سدید، محمد شعیب مرزا، حافظ مظفر محسن، محمد نعیم، چودھری عبدالوحید جی سی یونیورسٹی، رانا محمد تنویر قاسم، انور سن رائے، محترمہ صبا حمید، کنول عاصم، پروفیسر جلیل نقوی، ملک امتیاز احمد، سہیل وڑائچ، سہیل ضیاء بٹ، حافظ کاشف جمیل، علامہ نواز بشیر جلالی، ابوذر غفاری، چودھری محمد حنیف، چیف لائبریرین پنجاب یونیورسٹی، محمد نعیم جی سی یونیورسٹی، سرانوار قمر، محمد شہباز انور خان، ڈاکٹر فرید احمد پراچہ، محترم ڈاکٹر آصف محمود جاہ، جناب ریاض چودھری، محمد یونس چشتی شامل ہیں۔

عبدالستار عاصم

allamaasim077@gamil.com

0323/0333-4393422

22sep2014



آ

آبائی وطن اور خاندان

قائداعظم محمد علی جناح پانیلی (کاٹھیاواڑ) کے تاجر خاندان سے تعلق رکھتے تھے جو گوند، مچھلی اور مچھلی کے اعضاء کی تجارت کرتا تھا۔ اس خاندان کے پونجا میگھ جی جو قائداعظم کے دادا تھے 1861ء میں ترک وطن کر کے کراچی آ گئے اور پھر اسے ہی وطن ثانی بنایا۔ کراچی آ کر وہ کپڑا سازی کے کاروبار میں منسلک ہو گئے۔

قائداعظم کے دادا پانیلی کے ان چند ایک لوگوں میں سے تھے، جو زراعت پیشہ نہیں تھے۔ ان کی چند دستی کھڈیاں تھیں، جن پر وہ خود کاریگروں کے ہمراہ اور تھکا دینے والے اوقات میں کام کیا کرتے تھے۔ ان کی مشقت کے نتیجے میں وہ ہاتھ کا بنا ہوا خام کپڑا تیار کیا کرتے تھے۔ جس کی فروخت سے انہیں اتنی آمدنی ہو جاتی تھی کہ ان کے خاندان کا شمار اس چھوٹے سے گاؤں کے خوشحال گھرانوں میں کیا جاتا تھا۔

ان کے تین بیٹے تھے۔ والجی ناتھو اور جناح موخرالذکر ان کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ ان کی ایک بیٹی تھی۔ جس کا نام مان بائی تھا۔ جناح اپنے دونوں بھائیوں کے مقابلے میں زیادہ فعال اور اولوالعزم تھے۔ وہ 1857ء کے تاریخی سال کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔ جس کے دوران آزادی کے لیے پہلی ہندوستانی بغاوت (تحریکِ آزادی) برپا ہوئی۔ ان کے نوجوان اور بلند نظر ذہن کو پانیلی نہ صرف ایک سست رو اور خوابیدہ گاؤں معلوم ہوتا تھا بلکہ ان کے نزدیک یہ ایسی جگہ تھی۔ جہاں زندگی محض ایک چھوٹے سے بازار اور گاؤں کے کنوئیں پر ہونے والی گپ شپ کے گرد گھومتی تھی۔ انہوں نے سنا کہ گونڈل ایک بڑا شہر ہے۔ جہاں زندگی زیادہ فعال ہے اور کاروبار بھی وسیع ہے۔ پانیلی میں رہ کر بھلا وہ کیا کر سکتے ہیں۔ دونوں بڑے بھائیوں کے ساتھ مل کر خاندانی کھڈیوں پر کام کرنے میں ان کے لیے کوئی کشش نہیں تھی۔ یہ بہت چھوٹا سا کاروبار تھا۔ ان کی نظریں بڑے شہر پر لگی ہوئی تھیں۔ انہوں نے گونڈل میں جا کر کاروبار شروع کیا۔ انہوں نے اپنی سوجھ بوجھ اور سخت محنت کی وجہ سے خوب منافع کما لیا۔

جناح شادی کے بعد کراچی میں منتقل ہو گئے۔ کراچی میں انہوں نے کھارادر کے علاقے میں قیام کیا۔ انہوں نے نیونہم روڈ پر کرائے پر چھوٹا سا گھر لیا۔ کراچی میں انہوں نے یکے بعد دیگرے کئی کاروباروں میں قسمت آزمائی کی یوں ان کی آمدنی میں بتدریج اضافہ ہونے لگا۔ یہیں پر قائداعظم محمد علی جناح کی ولادت 25 دسمبر 1876ء کو ہوئی۔

آتمارام

قائداعظم محمد علی جناح نے علم الدین شہید کے مقدمہ کی پیروی کی، اس سلسلے میں قائداعظم محمد علی جناح نے 1929ء کو لاہور میں جسٹس براڈوے اور جسٹس جانسن کے روبرو علم الدین کی بے گناہی ثابت کی۔ آتمارام نے علم الدین کے خلاف شہادت دی تھی، وہ لاہور کا ایک کباڑی تھا، قائداعظم محمد علی جناح نے شہادت پر جرح کرتے ہوئے کہا:

"کوئی دکاندار اتنا باریک بین نہیں ہو سکتا کہ اپنے ہر گاہک کو یاد رکھے جو اس کی دکان پر صرف ایک مرتبہ آیا ہو۔ اس کباڑی نے ملزم کو شناخت پریڈ کے

دوران ملزم کے چہرے کے ایک نشان کو دیکھ کر پہچانا
ہے، ظاہر ہے کہ پولیس نے اسے یہ نشان بتا دیا ہوگا
جس کی بنا پر اس نے ملزم کو شناخت کرلیا۔''

گواہ آتمارام کا دعویٰ تھا کہ وہ اس چاقو کو پہچان سکتا ہے جس سے راجپال کو قتل کیا گیا ہے، لیکن جب چاقو اس کے سامنے پیش کیا گیا تو وہ اسے پہچان نہ سکا گواہ آتمارام نے اس بات کا اعتراف کیا کہ اس کی نظر کمزور ہے۔

آتما سنگھ، سردار

سردار آتما سنگھ راولپنڈی کا رہائشی تھا اور سکھوں کے نامدھاری فرقے سے اس کا تعلق تھا، اس کے روحانی مرشد سری گورو پرتاپ سنگھ تھے۔

سردار آتما سنگھ نے قائداعظم محمد علی جناح کو یکم جولائی 1944ء کو سید پوری روڈ راولپنڈی سے نواب بہادر یار جنگ کی موت کے سلسلے میں خط لکھا۔ اس خط کا متن ہے:

سید پوری روڈ راولپنڈی
یکم جولائی 1944ء
مائی ڈیئر مسٹر جناح!

ہمارے دوست نواب بہادر یار جنگ کی بے وقت موت کی خبر سن کر حقیقتاً میں سکتے میں آ گیا۔ دراصل وہ ہیرا تھے، قوم اور ان کے احباب کے لیے یہ ناقابلِ تلافی نقصان ہے، انہوں نے اپنے لیے ابدی گھر کا انتخاب کرلیا ہے، آیئے اس قادرِ مطلق سے دعا مانگیں کہ ان کی پاک روح کو دائمی امن و چین نصیب کرے اور پس ماندگان کو یہ شدید صدمہ برداشت کرنے کی قوت عطا فرمائے۔

میں نے حیدرآباد بیگم صاحبہ کو تعزیتی تار ارسال کر دیا ہے۔
براہِ کرم میری بہترین ہمدردیاں قبول فرمائیں۔

آپ کا مخلص
آتما سنگھ

مسٹر ایم اے جناح
قائداعظم سری نگر کشمیر

قائداعظم کا خط بنام آتما سنگھ

مہمان خانہ نمبر 4
سری نگر۔ کشمیر
5 جولائی 1944ء
ڈیئر آتما سنگھ!

نواب بہادر یار جنگ کی اندوہ ناک وفات کے بارے میں آپ کا تعزیت نامہ ملا۔ میں اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

آپ کا مخلص
ایم اے جناح

قائداعظم محمد علی جناح جب سری نگر سے راولپنڈی تشریف لائے تو سیکرٹری ڈسٹرکٹ مسلم لیگ کے اصرار پر قائداعظم محمد علی جناح نے آتما سنگھ کے ہاں جانا قبول کرلیا۔ سردار آتما سنگھ نے سو کے قریب معززین شہر اور علاقہ کو بھی مدعو کر رکھا تھا۔ شامیانوں کے نیچے دریوں اور قالینوں پر چاندنیاں بچھوائی گئی تھیں تمام مہمان دائرے کی شکل میں بیٹھ گئے۔ قائداعظم محمد علی جناح شیروانی پہنے وہاں آئے اور سب کے ساتھ فرش پر بیٹھ گئے اس موقع پر مختصر سا پروگرام ہوا۔ پیر صاحب گولڑہ شریف کے قوال محبوب نے چند منٹ قوالی بھی کی، بعدازاں چائے پلوائی گئی قائداعظم محمد علی جناح نے چند گھونٹ چائے پی، کھایا کچھ نہیں۔ انہوں نے وہاں پندرہ منٹ سے زائد وقت نہ گزارا۔

آٹوگراف

قائداعظم نے بہت سے نوجوانوں کو آٹوگراف دیئے۔ دو واقعات ربطور خاص قابل ذکر ہیں۔

❶ ڈاکٹر احسان رشید جو کہ کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر بھی رہے، مشہور ادیب رشید احمد صدیقی کے صاحبزادے ہیں، ان کے بچپن میں قائداعظم محمد علی جناح اکثر علی گڑھ تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایک موقع پر جب ننھے رشید نے اپنی آٹوگراف بک قائداعظم کے سامنے رکھی اور اصرار کیا کہ اس پر کچھ لکھ دیں۔ قائداعظم بڑے پیار سے مسکرائے، پھر آٹوگراف بک پر لکھا:

''ہمارے نبی اکرم ﷺ بچوں سے بہت محبت کرتے تھے، بڑے ہو کر اس بات کو یاد رکھنا۔''

❷ پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کا 1942ء میں سالانہ جلسہ تھا۔ اس موقع پر قائداعظم محمد علی جناح نے معرکۃ الآراء تقریر کی۔ اس تقریر میں کانگریس اور اس کے رہنما کو خوب کھری کھری سنائیں۔ جب جلسہ گاہ سے باہر تشریف لائے تو طلباء آپ سے آٹوگراف لینے کے لیے آگے بڑھے۔ آپ ہنستے مسکراتے انہیں آٹوگراف دیتے جاتے۔

اس ہجوم میں ایک دس سالہ بچہ بھی تھا وہ بڑی حسرت سے اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا، اس کے پاس آٹوگراف لینے کے لیے کوئی کتاب تھی نہ ہی کاغذ۔ اچانک بچے کے ذہن میں انوکھا خیال آیا، وہ بیج جن پر پاکستان کا نقشہ بنا ہوا تھا، بچے نے وہ بیج اپنی قمیض سے اتارا اور اس پر آٹوگراف لینے کے لیے قائداعظم کی طرف بڑھا دیا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے اس نقشے پر بڑی نفاست سے دستخط کیے، اور مسکراتے ہوئے بچے سے کہا:

"GRANTED"

آخری اجلاس آل انڈیا مسلم لیگ (دہلی)

آل انڈیا مسلم لیگ کا آخری اجلاس 9، 10 جون 1947ء کو دہلی میں امپیریل ہوٹل کے شاندار ہال میں منعقد ہوا۔ اس میں 425 مندوبین شریک ہوئے۔ ابتدا میں ایسا لگتا تھا کہ لیگ کونسل بھی لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے منصوبہ تقسیم کے بارے میں اطمینان کا اظہار کرے گی، لیکن وہ فضا دیر تک قائم نہ رہ سکی۔ ہر صوبہ سے آنے والے مشتعل افراد حزب اختلاف، کٹر علما اور بااثر جاگیرداروں نے جن کی اکثریت کو پنجاب کی تقسیم سے نقصان پہنچنے والا تھا۔ نیز صاحب ثروت تاجروں نے جو کلکتہ کو اپنے حریف ہندوؤں کے حوالے کرنے کے مخالف تھے۔ پلان کی مخالفت میں آسمان سر پر اٹھالیا۔ انہوں نے اس منصوبہ کو ''غداری'' اور ''پاکستان کے لیے ایک ''المیہ'' سے تعبیر کیا۔ خاکساروں کا ایک جتھا، جن کے ہاتھوں میں چمکدار بیلچے تھے ''جناح کو پکڑو، جناح کو پکڑو'' کے نعرے لگاتے ہوئے چشم زدن میں ہوٹل میں داخل ہو گیا، اور اس ہال تک پہنچنے کی کوشش کرنے لگا، جہاں قائداعظم اجلاس کی صدارت کر رہے تھے۔ مسلم لیگ گارڈز نے انہیں باہر دھکیلنے کی بہت کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ یہاں تک کہ پولیس کو مداخلت کرنا پڑی اور پولیس نے آنسو گیس استعمال کر کے ہنگامہ پر قابو پایا۔ پچاس کے قریب خاکسار گرفتار کر لیے گئے۔ ہوٹل میں قیام پذیر مہمانوں نے ادھر ادھر بھاگ کر جان بچائی۔

بہر حال قائداعظم محمد علی جناح نے گراؤنڈ فلور پر اجلاس کی کارروائی میں کوئی تعطل نہیں پڑنے دیا۔

مارننگ نیوز کی رپورٹ کے مطابق ہوٹل کی آخری منزل پر خاکساروں اور مسلم لیگ گارڈ میں تصادم ہو گیا جس کے نتیجے میں فرنیچر توڑ پھوڑ دیا گیا۔ شیشے چکنا چور کر دیے گئے۔

شہنشاہِ پاکستان

ہوٹل کے وسیع ہال روم میں قائداعظم محمد علی جناح کے لیے ''شہنشاہ پاکستان'' کا لقب تجویز کیا جا رہا تھا، اور ان کے مداحین پرجوش تالیاں بجا رہے تھے، لیکن قائداعظم نے ''شہنشاہ'' کے لفظ پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

''میں پاکستان کا بادشاہ نہیں، سپاہی بنوں گا۔''

اگرچہ وہ اجلاس بند کمرے میں تھا، لیکن جونہی اجلاس ختم ہوا، کارروائی کی شارٹ ہینڈ میں لکھی ہوئی روداد سردار ولبھ بھائی پٹیل کو پہنچا دی گئی (شاید وہ کانگریس کے کسی جاسوس کی کارستانی تھی) اور اس نے فوراً ماؤنٹ بیٹن کو ارسال کر دی۔ مسلم لیگ کونسل نے اپنے صدر قائداعظم محمد علی جناح کو مکمل اختیار دے دیا کہ وہ جذبہ مصالحت سے کام لیتے ہوئے پلان کے بنیادی اصولوں کو منظور کر سکتے ہیں۔ منصوبہ کی تفصیلات منصفانہ اور درست طور پر طے کرنے کا کام بھی انہی پر چھوڑ دیا گیا۔

کانگریسی پریس نے مسلم لیگ کی اس قرارداد پر خوب واویلا کیا۔ سردار ولبھ بھائی پٹیل اور جواہر لال نہرو نے وائسرائے کو سرگرم احتجاجی مراسلے لکھے، جن میں اس قسم کے خدشات ظاہر کیے گئے تھے:

"مسلم لیگ کی طرف سے پلان کی منظوری کا دوٹوک اعلان نہیں کیا گیا۔ اس لیے وہ آل انڈیا کانگریس کمیٹی سے اس کی منظوری حاصل نہیں کر سکیں گے۔"

بہرحال متشدد مسلمان اس بات پر بہت برافروختہ تھے کہ قائداعظم محمد علی جناح نے پلان کو منظور کرنے میں پاکستان کے مطالبہ سے بہت زیادہ روگردانی کی ہے۔ چوہدری رحمت علی کی جماعت نیشنل موومنٹ (کیمبرج برانچ) نے مذمت کرتے ہوئے اسے "قوم کے ساتھ سب سے بڑی غداری" قرار دیا اور لکھا:

"مسٹر جناح نے قوم کو سراسر دھوکہ دیا ہے۔ سودا بازی کی ہے اور اسے ٹکڑوں میں بانٹ دیا ہے۔ انگریزی پلان کو منظور کر کے ان سے ملت کے تمام گروہوں اور علاقوں کی بنیادیں کھوکھلی کر دی ہیں اور برصغیر میں بسنے والے دس کروڑ مسلمانوں کے مستقبل کو داؤ پر لگا دیا ہے۔ اگر اسے مسترد نہ کیا گیا تو یہ ہمیشہ کے لیے ملت اسلامیہ کی زندگی کو مفلوج کر دے گا۔ اس کے وجود کو گھن کی طرح کھا جائے گا اور پوری دنیا میں قوم کی آزادی کو خطرہ میں ڈال دے گا۔ ہم آخر تک اس کے خلاف آواز بلند کرتے رہیں گے، نہ چپ بیٹھیں گے نہ اسے برداشت کریں گے ہمارے متعلق کوئی یہ نہیں کہہ سکے گا کہ جب ملت کے لیے سب سے بڑی لڑائی اور سب سے بڑی غداری کا وقت آیا تو ہم نے بھی غداری کی پیروی کی اور قوم کو دھوکہ دیا۔ ملت اسلامیہ زندہ باد۔"

یہ مسلمان انتہا پسند ممبروں کا انوکھا اور غیر منطقی احتجاج تھا، بعد میں یہی لوگ جناح کے گرویدہ ہوئے۔

آخری اجلاس آل انڈیا مسلم لیگ کونسل

آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کا آخری اجلاس خالق دینا ہال کراچی میں 13 دسمبر 1947ء کو منعقد ہوا اور اس اجلاس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ مسلم لیگ کو دو علیحدہ تنظیموں یعنی آل انڈیا مسلم لیگ اور آل پاکستان مسلم لیگ میں تقسیم کر دیا جائے۔ قائداعظم محمد علی جناح نے آل انڈیا مسلم لیگ کے اس آخری اجلاس کی صدارت کی۔ اس اجلاس میں جو قرارداد منظور کی گئی اس کا متن درج ذیل ہے:

"کونسل اسلامیان پاکستان اور مملکت کے تمام دوسرے وفادار شہریوں سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ اس نوزائیدہ مملکت کی تعمیر وترقی میں حتیٰ الوسع زیادہ سے زیادہ حصہ لیں تاکہ کم سے کم عرصہ میں اس مملکت کو معاشرتی انصاف پر مبنی ایک مثالی جمہوری مملکت کے طور پر دنیا میں باعزت مقام و مرتبہ حاصل ہو سکے، اور یہ مملکت اسلامی تعلیمات کے مطابق انسانی آزادی اور عالمی امن کی علم بردار بن سکے، اور پاکستان ایک ایسا ملک بن سکے جو عسکری اعتبار سے

مضبوط، اخلاقی اور مادی دولت سے مالا مال ہو، اور جس میں تمام شہری مساوی حقوق سے بہرہ مند ہوں اور خوف، احتیاج اور جہالت سے مکمل طور پر آزاد ہوں۔"

آخری اجلاس (شملہ کانفرنس)

شملہ کانفرنس کے اس آخری اجلاس میں قائداعظم نے کہا:

"لیکن جب یہ کہا گیا اور دو سابق مقرروں نے کہا کہ ناکامی کی ذمہ دار مسلم لیگ ہے تو یہ ضروری ہو گیا کہ میں کانفرنس کو بنیادی اصول یاد دلا دوں۔ لیگ اور کانگریس کے سوچنے کے رخ بالکل مختلف ہیں۔ اگر مجوزہ ایگزیکٹو کونسل وجود میں آتی تو اس کے سامنے جو مسئلہ آتا اس کو کانگریس اور مسلم لیگ نظر کے مختلف پہلوؤں سے دیکھتیں۔ پاکستان کا خیال اور متحدہ ہندوستان کا خیال، اپنی طبیعت کے اعتبار سے باہم متضاد ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ جب تک طویل المیعاد حل نہ ہو جائے وائسرائے کو ملک کی گورنمنٹ چلانی ہے، خواہ پارٹیاں اور فرقے متفق ہوں یا نہ ہوں، مسلم لیگ یہ تہیہ کر چکی ہے کہ وہ پاکستان ضرور حاصل کرے گی۔ عبوری دور کے لیے عارضی حکومت کی ہر تجویز پر وہ ان شرائط کے تحت غور کرے گی: اول ملک معظم کی گورنمنٹ کی طرف سے یہ اعلان کہ مسلمانوں کو حق خود ارادیت دیا جائے گا، دوم عبوری انتظام میں تمام دوسرے فرقوں کے بالمقابل مسلمانوں کے لیے مساوی نیابت کی منظوری۔ پہلی شرط کو اس انتظام میں کوئی جگہ نہ ملی۔ رہی دوسری شرط تو ان تجاویز نے مسلمانوں کی نیابت کو گھٹا کر ایک تہائی کر دیا۔"

شملہ کانفرنس کی ناکامی کے اعلان کے بعد 14 جولائی کو قائداعظم محمد علی جناح نے اخباری نمائندوں کی کانفرنس میں مندرجہ ذیل بیان دیا:

"ویول پلان کے آخری جائزے اور تجزیے میں ہم نے یہ پایا کہ وہ ایک جال اور ایک پھندا تھا۔ وہاں ایک اتحاد قائم تھا۔ جس میں یہ سب تھے، گاندھی، ہندو کانگریس جس کا مقصد یہ ہے کہ ہندوستان میں ہندوؤں کے لیے قومی خودمختاری قائم ہو، دوسرے جغرافیائی وحدت کے مبلغ لارڈ ویول اور گلینسی اور خضر حیات خان جو اس کے درپے ہیں کہ پنجاب کے مسلمانوں میں افتراق پیدا کریں۔ یہ اتحاد اس کے لیے کوشاں تھا کہ ہم کو دھکیل کر اس انتظام میں پھنسا دے۔ لارڈ ویول نے جو تجویز کیا تھا اگر ہم اس پر متفق ہو جاتے تو گویا ہم اپنے لیے موت کی سزا کے حکم پر خود ہی دستخط کرتے۔

ہمارا مؤقف یہ تھا اور یہ ہم نے 1940ء کے بعد متواتر حکومت برطانیہ پر واضح کر دیا تھا کہ ہم کسی عبوری عارضی گورنمنٹ پر نہ اس وقت تک غور کر سکتے ہیں، اور نہ اس میں شریک ہو سکتے ہیں جب تک کہ حکومت برطانیہ کی طرف سے ایسا اعلان نہ ہو جس میں مسلمانوں کے حق خود ارادیت کی ضمانت دی جائے اور یہ وعدہ کیا جائے کہ جنگ کے بعد یا اس قدر جلد جتنا کہ ممکن ہو، حکومت برطانیہ مسلم لیگ کے ان بنیادی اصولوں کو ملحوظ رکھ کر، جو مارچ 1940ء کے رزولیوشن میں ہیں، پاکستان قائم کرے گی۔ یہ پہلی شرط تھی۔ دوسری شرط یہ تھی کہ ہم اقلیت نہیں قوم ہیں، اور ہم عارضی انتظام میں اس وقت کی ضروریات کا خیال کر کے، جو جنگ کی وجہ سے پیدا ہو گئی ہیں اور اس ارادے سے کہ اہتمام جنگ میں پورا تعاون کریں گے، صرف اس بنیاد پر شریک ہوں گے کہ مجوزہ



شملہ کانفرنس سے روانگی

ایگزیکٹوکونسل میں مسلمانوں کی تعداد دوسروں کے برابر ہو۔ ویول پلان نے ان دونوں تجویزوں کو ختم کر دیا اور ہم سے یہ مطالبہ کیا کہ ہم شدید ترین قربانی کریں۔''

اس طرح شملہ کانفرنس ناکام ہوئی اور ہندو لیڈروں کی یہ تمنا پوری نہ ہوسکی کہ عارضی نیشنل گورنمنٹ میں اقتدار حاصل کر کے پورے ہندوستان پر مستقل قبضہ کریں۔ لارڈ ویول کو کانگریس یہ الزام دیتی رہی کہ انہوں نے بحیثیت وائسرائے مسلم لیگ کے خلاف اور کانگریس کی تائید میں فیصلہ کیوں نہیں دیا۔ ویول صاحب یہ ضرور کرتے، مگر اس جنگ کا کیا کرتے جو ابھی جاپان کے خلاف لڑنی تھی اور جو مسلمانوں کے تعاون کے بغیر دشوار اور ان کی مخالفت کے ساتھ دشوار تر ہو جاتی۔ کانگریس کے لیڈروں کی یہ خام خیالی تھی کہ وہ لارڈ ویول سے یہ توقع کر رہے تھے۔

مسلم لیگ نے ویول پلان میں تعاون سے انکار کر کے مطالبہء پاکستان کی بنیادیں مضبوط کر دیں۔ حکومت برطانیہ کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ باقی نہ رہا کہ اگر ہندوستان کے سیاسی اختیار میں کوئی اضافہ کرنا تھا تو اس قطعی اور آخری اسکیم کی بنیاد پر کرتی جو ہندوستان کا طویل المیعاد مستقل بننے والا تھا۔ اس سلسلے میں مسٹر وی، پی، مینن کی رائے بڑی وقیع ہے۔ وہ اس وقت گورنمنٹ آف انڈیا میں کانسٹی ٹیوشنل ایڈوائزر تھے اور گورنمنٹ کی خفیہ اطلاعات تک ان کی رسائی تھی۔ وہ لکھتے ہیں:

''دوسری طرف (ویول) پلان کو ترک کرنے سے بلاشبہ جناح اور مسلم لیگ کی پوزیشن مستحکم ہوگئی اور یہ اس وقت ہوا جب ان کے حالات زیادہ اچھے نہ تھے۔ اس سے ان مسلمانوں کی پوزیشن کمزور ہوگئی جو مسلم لیگ کی مخالفت کر رہے تھے۔ خصوصاً پنجاب میں یونینسٹ پارٹی کی اور چونکہ یہ بات واضح ہوگئی کہ محض مسٹر جناح ہی ایک ایسے شخص ہیں جو کچھ کر سکتے ہیں اس لیے متذبذب مسلمان اہل سیاست مسلم لیگ کی طرف جھک پڑے۔''

بڑی کوفت کے ساتھ مسٹر وی، پی، مینن نے یہ تو کہا مگر پھر بھی ان کی سمجھ میں یہ نہ آیا کہ اس کے باوجود کہ مسلم اکثریت کے صوبوں کی حکومتیں مسلم لیگ کے ہاتھ سے نکل رہی تھیں حکومت برطانیہ کو یہ ہمت کیوں نہ ہوئی کہ مسلم لیگ کو نظر انداز کرتی اور کانگریس نے یہ کیوں نہ کیا کہ کانگریسی مسلمانوں، جمعیت العلما اور یونینسٹ پارٹی کے ساتھ ہندو مسلم مسئلے کا فیصلہ کرتی اور وہ فیصلہ حکومت برطانیہ کے سامنے پیش کر کے یہ دعویٰ کرتی کہ اس سے 8 اگست 1940ء کی پیش کش کی شرط پوری ہوگئی، ہندوستان کے فرقوں کے درمیان سمجھوتہ ہو گیا اور وہ یہ موجود ہے؟ حکومت برطانیہ اور کانگریس ضرور یہ بھی کرتی اگر یہ ممکن ہوتا، مگر مسلم لیگ کی طاقتور وزارتیں نہیں تھیں جو 1937ء کے انتخابات سے پیدا ہوئی تھیں، بلکہ مسلمان عوام تھے جو مسلم لیگ کے اشارے پر جانیں قربان کرنے کے لیے کمربستہ کھڑے تھے۔ یہ گورنمنٹ برطانیہ بھی جانتی تھی اور کانگریس بھی۔

قائداعظم محمد علی جناح نے شملہ کانفرنس کی اندرونی روداد 6 اگست کو بمبئی کے ایک جلسے میں بیان کی۔ وہ اس وقت سننے کے قابل تھی اور آج پڑھنے کے قابل ہے:

''وہ کانگریس جس نے ''ہندوستان چھوڑو اور جاؤ'' کی تحریک چلائی، اور کامل آزادی کی تحریک چلائی، اور اس کی ایسی نمائش کی، وہ شملہ میں شکست زدہ اور مایوس، اور گھبرائی ہوئی آئی، اور چند پورٹ فولیو (وزارتی عہدے) حاصل کرنے کے لیے لارڈ ویول کے قدموں پر گر گئی کیوں کہ موجودہ دستور کی حدود کے اندر سیلف گورنمنٹ (حکومت خود اختیاری) کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ لارڈ ویول کے

داہنے پہلو پر بیٹھنے کا حق حاصل کرنے کے لیے (جو مویدین حکومت کا مقام ہے) اس نے پہلے مسلم لیگ کو مار مار کر گرانے اور ذلیل کرنے کی کوشش کی اور دوسرے اس کے لیے کہ لارڈ ویول کو ایسا بتائیں کہ وہ اس کوتاہ اندیشی کی پالیسی کے ذریعے، جو شملے میں اختیار کی گئی، مسلم لیگ کو نظر انداز کر کے، کانگریس کے مقاصد پورے کر دیں۔ اب وہ لارڈ ویول کو یہ الزام دے رہے ہیں کہ انہوں نے یہ یقین دلایا تھا کہ مسلم لیگ کو نظر انداز کر دیں گے اور انہوں نے اعتماد شکنی کی۔ مجھ کو اس کا اعتبار نہیں ہے۔ وہ اگر یہ چاہتے بھی تو کر نہیں سکتے تھے!''

عام انتخابات

ورکنگ کمیٹی آل انڈیا مسلم لیگ کے اسی اجلاس منعقدہ شملہ میں، جس نے ویول پلان میں تعاون سے انکار کیا تھا، یہ رزولیوشن منظور ہوا کہ مرکزی اور صوبائی مجالس واضعان قانون کے لیے جلد عام انتخابات کرائے جائیں، اور یہ اس رزولیوشن کا اعادہ تھا، جو وہ دسمبر 1943ء کے سالانہ اجلاس کراچی میں منظور کر چکی تھی۔ گویا مسلم لیگ 1943ء سے یہ ضرورت محسوس کر رہی تھی کہ عام انتخابات ہونے چاہئیں، کیوں کہ سابقہ انتخابات کو اتنی دیر ہو چکی تھی کہ اس وقت کے نمائندوں اور عوام کے درمیان کوئی رابطہ باقی نہیں رہا تھا۔

17 جولائی کو قائداعظم محمد علی جناح نے یہ بیان دیا:

''اس موقع پر میں ان ہزاروں مسلمانوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اپنے تاروں اور خطوط سے میری حوصلہ افزائی کی ہے۔ میں ان کو نصیحت کرتا ہوں کہ اپنی تمام طاقت قوم کی تنظیم میں لگا دیں، اور ان کو ان انتخابات کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار کر دیں جو لازماً اس سے پہلے ہوں گے کہ لوگ سمجھ رہے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ الیکشن بغیر روپے کے نہیں لڑے جا سکتے۔ اس لیے آج کے بعد چاہئے کہ تمام صوبوں میں الیکشن کے لیے سرمایہ جمع کیا جائے اور اپنے لوگوں کی تنظیم کی جائے۔''

قائداعظم محمد علی جناح کی اس ہدایت کے ساتھ ہی سرمایہ جمع ہونا شروع ہو گیا اور مسلمانوں کی تنظیم کے کام میں اور زیادہ سرگرمی پیدا ہو گئی۔

آخری الفاظ

قائداعظم محمد علی جناح کو جب 11 ستمبر 1948ء کو کوئٹہ سے بذریعہ ہوائی جہاز کراچی لایا گیا تو وہ بے حد کمزور ہو چکے تھے۔ 9 بجے رات کے قریب کمزوری مزید بڑھ گئی تو ان کے ذاتی معالج لیفٹیننٹ کرنل الٰہی بخش اور ڈاکٹر ایم اے مستری اور ڈاکٹر ریاض علی شاہ بھی آ گئے، معالجین نے ان کا بھرپور معائنہ کیا اور انجکشن لگایا، اس وقت قائداعظم بے ہوش تھے اور نبض کی رفتار بھی غیر مسلسل تھی، قدرے حالت سنبھلی، چند منٹ تک حالت بہتر رہی، پھر دل ڈوبنے لگا، نبض پھر غیر مسلسل ہو گئی آنکھیں پتھرانے لگیں، سانس رک رک کر آنے لگا اور اسی بے ہوشی کے عالم میں قائداعظم نے کہا:

''اللہ...... پاکستان۔''

ان کے مصنوعی دانت پہلے ہی نکالے جا چکے تھے، اس لیے ان دو لفظوں کے سوا کچھ سمجھ نہ آ سکا۔ اس کے چند ثانئے بعد دس بج کر پچیس منٹ پر قائداعظم محمد علی جناح ہمیشہ کیلئے ابدی نیند سو گئے۔

آخری انتخاب، متحدہ ہند

شملہ کانفرنس کی ناکامی کے فوراً بعد برطانیہ میں لیبر پارٹی

بہت بھاری اکثریت سے انتخابات جیت کر برسر اقتدار آ گئی۔ ونسٹن چرچل (Winston Churchill) کی جگہ کلیمنٹ ایٹلی (Clement Attlee) وزیراعظم بن گئے۔ ایل، ایس، ایمری (Amery) کی جگہ لارڈ پیتھک لارنس (Pethick-Lawrence) سیکرٹری آف سٹیٹ برائے انڈیا مقرر ہوئے۔ اگست 1945ء میں جاپان نے ہتھیار ڈال دیے۔

جنگ میں کامیابی کے باوجود حکومت برطانیہ کو نظر آ رہا تھا کہ وہ ہندوستان پر زیادہ دیر تک قابض نہیں رہ سکتی۔ جنگ میں تباہی کے بعد اب برطانیہ میں اتنی سکت نہیں تھی کہ وہ ہندوستان کو اپنے سامراجی پنجے میں جکڑے رکھے۔ ادھر مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی نے مطالبہ کیا کہ مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کرائے جائیں، تاکہ اگر کسی کو مسلم لیگ کے مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہونے پر شک ہے تو ان انتخابات سے وہ شک رفع ہو جائے۔

انتخابات کے انعقاد پر غور کرنے کے لیے لارڈ ویول نے یکم اگست 1945ء کو نئی دہلی میں گورنروں کی ایک کانفرنس بلائی۔ پنجاب کے گورنر گلینسی نے انتخابات کی سخت مخالفت کی اور کہا کہ مرکز میں فوری انتخابات سے مسلم لیگ کی پوزیشن مضبوط ہو جانے کا امکان ہے۔

16 اگست 1945ء کو انہوں نے لارڈ ویول کو ایک خط بھی لکھا کہ شملہ کانفرنس کے بعد مسلم عوام میں جناح کا اثر و رسوخ بہت بڑھ گیا ہے۔ وہ اسلام کے چیمپئن کے طور پر سامنے آ رہے ہیں۔ وہ اسلام کے نام پر ہی الیکشن لڑیں گے اور عوام کو اپنے ساتھ بہا کر لے جائیں گے۔ گورنر گلینسی نے گویا اس بات کی تصدیق کر دی کہ پاکستان کی جنگ اسلام کے نام پر لڑی جا رہی ہے۔ بہرحال انہوں نے اصرار کیا کہ انتخابات ابھی نہ کرائے جائیں کیونکہ ان انتخابات میں مسلم لیگ جیت جائے گی، اور اس طرح اگر پاکستان بن گیا تو پنجاب میں بہت خون خرابہ ہوگا۔ اس کانفرنس میں بنگال کے گورنر کیسی (Casey) نے کہا کہ وقت بہت اہم عنصر ہے، ہمیں انتظار کرنا چاہیے کیونکہ میرے خیال میں جناح کا کوئی صحیح جانشین نہیں ہے۔ ان کے بعد پاکستان کا تصور ہی ختم ہو جائے گا۔

قائداعظم محمد علی جناح کو نظر آ رہا تھا کہ اب برطانوی حکومت کو ہندوستان میں الیکشن کرانے ہی پڑیں گے، چنانچہ انہوں نے اپنی مہم کا آغاز کرتے ہوئے 6 اگست 1945ء کو بمبئی سے ایک بیان میں کہا:

"مسٹر گاندھی جب مناسب سمجھیں وہ کسی کے بھی نمائندے نہیں ہوتے۔ وہ ذاتی حیثیت میں بات کرتے ہیں۔ وہ کانگریس کے چار آنے کے رکن بھی نہیں۔ وہ اپنے آپ کو صفر کر لیتے ہیں اور اپنی اندرونی آواز سے مشورہ کرتے ہیں، تاہم جب ضرورت پڑے تو وہ کانگریس کے سپریم آمر بن جاتے ہیں اور اپنے آپ کو سارے ہندوستان کا نمائندہ سمجھتے ہیں۔ مسٹر گاندھی ایک معمہ ہیں، مسلمانوں اور مسلم لیگ کے خلاف کانگریس میں اتنا زہر اور تلخی ہے کہ انہیں نیچا دکھانے کے لیے وہ ہر سطح سے نیچے گر سکتی ہے اور تمام اصولوں کو ترک کر سکتی ہے۔"

12 اگست 1945ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے کانگریس کی تکنیک کو بے نقاب کرتے ہوئے اپنے آبائی شہر میں کہا:

"کبھی حکومت کی خوشامد کر کے کبھی اسے گالیاں دے کر، کبھی عاجزی اختیار کر کے اور کبھی دھمکیاں دے کر کانگریس حکومت برطانیہ کی سنگینوں کی مدد سے اپنا کام نکالنا چاہتی ہے، لیکن ہم کسی ایسے نظام پر اتفاق نہیں کر سکتے جس کا مقصد ہندوؤں کی آزادی، ہندو راج کا قیام اور مسلمانوں کی غلامی ہو۔"

لارڈ ویول نے حکومت برطانیہ سے مشورے کے بعد 21 اگست 1945ء کو اعلان کیا کہ موسم سرما میں پہلے مرکزی اسمبلی اور بعد میں صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ہوں گے۔

اب مستقبل کا دار و مدار انتخابات میں عوام کے رجحان پر تھا۔ مسلم لیگ نے یہ انتخابات اسلام اور پاکستان کے نام پر لڑے۔ اس وقت مسلم لیگ کے دونعروں سے سارا ہندوستان گونج رہا تھا: ''پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللّٰہ'' اور ''مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ۔'' قائداعظم محمد علی جناح نے مسلم ووٹروں سے اپیل کی:

''وہ امیدواروں کی انفرادی حیثیت سے قطع نظر صرف مسلم لیگ کے نمائندوں کو ووٹ دیں۔''

ان دنوں قائداعظم محمد علی جناح کا یہ فقرہ بہت مشہور ہوا:

''اگر مسلم لیگ کسی کھمبے کو اپنا ٹکٹ دے تو مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اس کھمبے ہی کو ووٹ دیں۔''

10 اکتوبر 1945ء کو کوئٹہ مسلم لیگ کے زیر اہتمام ایک جلسہ عام میں انہوں نے گاندھی کی سیاست کا نقشہ کھینچتے ہوئے کہا کہ ''لیڈری حاصل کرنا، پولیس لاٹھی چارج کے موقع پر بکری کی طرح بیٹھ جانا، پھر جیل چلے جانا، پھر وزن کم ہو جانے کی شکایت کرنا اور پھر اس طرح رہائی حاصل کر لینا، میں اس قسم کی جدوجہد پر یقین نہیں رکھتا لیکن جب آزمائش کا وقت آئے تو سب سے پہلے میں اپنے سینے پر گولی کھاؤں گا۔''

21 نومبر 1945ء کو پشاور میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

''کانگریس کو پاکستان کا مطالبہ تسلیم کرنا ہو گا یا مسلمانوں کو کچلنا ہو گا لیکن اب کوئی طاقت دس کروڑ مسلمانوں کو کچل نہیں سکتی۔''

24 نومبر کو انہوں نے اسی شہر میں کہا:

''جب تک میں زندہ ہوں، مسلمانوں کے خون کا ایک قطرہ بھی بے فائدہ نہیں بہنے دوں گا۔ میں مسلمانوں کو کبھی بھی ہندوؤں کا غلام نہیں بننے دوں گا، انگریز اور ہندو دونوں ہمارے دشمن ہیں۔ ہمارے ذہنوں میں یہ بالکل واضح ہے کہ ہمیں ان دونوں سے لڑنا ہے، ہم ان کی متحدہ طاقت سے لڑیں گے اور ان شاءاللہ کامیاب ہوں گے۔''

10 دسمبر 1945ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے کہا:

''انڈیا کی تقسیم کا مطلب ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کے لیے آزادی ہے جبکہ متحدہ ہندوستان کا مطلب مسلمانوں کے لیے غلامی اور برصغیر میں اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کی سامراجی حکومت کا غلبہ ہے۔''

21 دسمبر 1945ء کو بمبئی میں تقریر کرتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناح نے قوم پرست مسلمانوں کے بارے میں کہا:

''اگر وہ ایماندار مسلمان ہیں تو ان کا مقام مسلم لیگ کے دشمنوں کی صف میں نہیں ہے۔ انہیں چاہیے کہ وہ مسلمانوں کی قومی تنظیم میں شامل ہو کر اس کی رہنمائی کریں۔''

ایک ماہر نفسیات کی طرح انہوں نے موقع محل دیکھ کر اپنی تقریروں میں مختلف زاویوں سے ہندوؤں کے غلبے اور اس کے مقابلے میں اسلامی بھائی چارے پر روشنی ڈالی۔ یاد رہے کہ کئی ماہ پیشتر 29 اگست 1945ء کو لارڈ ویول برطانوی کیبنٹ کی انڈیا کمیٹی کو بتا چکے تھے کہ میری رائے میں جب جناح ہندو غلبے کے بارے میں خدشات کا اظہار کرتے ہیں تو وہ 99% مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی کر رہے ہوتے ہیں۔ جناح کی اصل طاقت ہندوستانی مسلمانوں میں ہندو غلبے اور ہندو راج کا بے پایاں اور حقیقی خوف ہے۔

3 دسمبر 1945ء کو گاندھی کی بنگال کے گورنر کیسی (Casey) سے ملاقات ہوئی تو گاندھی نے ان سے کہا:

''جناح ایک بہت جاہ پسند آدمی ہیں اور ان کی سوچ

یہ ہے کہ وہ ہندوستان، مشرق وسطیٰ اور دیگر ممالک کے مسلمانوں کے درمیان رابطہ قائم کریں۔ میں نہیں سمجھتا کہ جناح اپنے ان خوابوں کی دنیا سے باہر آ سکتے ہیں۔''

دراصل، گاندھی کو الیکشن کے نتائج اور ان کے متوقع اثرات کا اندازہ ہو رہا تھا۔ اس لیے قیام پاکستان سے پہلے ہی انہیں اسلامی یکجہتی کی فکر پریشان کر رہی تھی۔ واضح رہے کہ یہ وہی گاندھی ہیں جو مسلمانوں میں بھی اپنی لیڈرشپ قائم کرنے کے لیے تحریک خلافت کی قیادت سنبھالے ہوئے تھے۔ اب وہ بنگال کے پاکستان مخالف گورنر کے ذہن کو مزید زہر آلود کرنے کے لیے اپنے ترکش کے سارے تیر استعمال کر رہے تھے۔

دسمبر 1945ء میں مرکزی اسمبلی کے تمام نتائج آ گئے۔ 30 مسلم سیٹوں کے لیے مرکزی اسمبلی کے انتخابات کے نتائج مسلم لیگ کے لیے انتہائی مسرت خیز لیکن کانگریس اور اس کے حلیفوں کے لیے انتہائی پریشان کن تھے۔ مسلم لیگ نے ساری کی ساری نشستیں جیت لیں اور وہ بھی زبردست اکثریت کے ساتھ۔ اکثر سیٹوں پر مسلم لیگ کے مخالفوں کی ضمانتیں ضبط ہو گئیں۔ مرکزی اسمبلی میں سو فیصد کامیابی، جمہوریت کی تاریخ میں ایک ناقابل فراموش واقعہ ہے۔ کانگریس نے 62 جنرل سیٹوں میں سے 57 پر کامیابی حاصل کی۔ قائداعظم محمد علی جناح نے بمبئی کی مسلم سیٹ پر انتخاب لڑا۔ انہیں 2602 ووٹ ملے جبکہ ان کے مخالف امیدوار حسین بھائی لال جی کو صرف 127 ووٹ ملے، اور ان کی ضمانت ضبط ہو گئی۔

مرکزی اسمبلی میں سو فیصد کامیابی پر قائداعظم محمد علی جناح نے مسلمانوں سے کہا:

''خدا نے مسلم قوم کو جو کامیابی عطا کی ہے، اس پر وہ 11 جنوری 1946ء کو مسجدوں میں نماز شکرانہ ادا کر کے ''یوم فتح'' منائیں۔''

1945-46ء کی انتخابی مہم کے دوران، 3 نومبر 1945ء کو نہرو نے لارڈ ویول سے کہا:

''مسلم لیگ ایک رجعت پسند جماعت ہے۔ اس کے نظریات ناقابل قبول ہیں اور اس کے ساتھ کوئی سمجھوتہ نہیں ہو سکتا۔''

مرکزی اسمبلی کے لیے انتخابات میں مسلم لیگ نے سو فیصد کامیابی حاصل کی لیکن نہرو انتخابات کے ان نتائج کو قبول کرنے پر اپنے آپ کو فوری طور پر آمادہ نہ کر سکے۔ انہوں نے کرپس کے نام 27 جنوری 1946ء کو خط لکھا:

''گزشتہ پانچ برسوں میں مسلم لیگ کے لیے ہندوستان کا میدان صاف تھا۔ کانگریس پر تمام مدت پابندی لگی رہی۔ اس کے رہنما قید رہے۔ اس لیے ہم مسلمان عوام سے رابطہ نہ کر سکے۔ گزشتہ تین ماہ میں ہم نے مسلمانوں سے دوبارہ رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی ہے اور اس کے نتائج حوصلہ افزا نکلے ہیں۔ شاید اس کا انتخابات پر اثر نہ پڑے کیونکہ ہمیں کم وقت ملا ہے لیکن ہم نے مسلمان عوام میں رابطے کی ٹھوس بنیاد رکھ دی ہے جس کے اثرات بہت جلد ظاہر ہوں گے۔''

یہ تھی نہرو کی طرف سے حکومت کو دھوکا دینے کی ایک کوشش! یعنی مسلمان عوام سے رابطہ حوصلہ افزا رہا ہے، لیکن اگر اس کے اثرات انتخابات میں ظاہر نہیں ہوں گے تو پھر دنیا کو اس کا پتہ کیسے چلے گا؟ صرف آپ کے دعوے سے؟ کوئی ان سے پوچھے کہ آپ کا تو ہندو عوام سے بھی کوئی رابطہ نہ تھا، پھر انہوں نے ہندو مہاسبھا کو ووٹ کیوں نہیں دیے؟ صرف اس لیے کہ وہ کانگریس ہی کو ہندو مفادات کی محافظ جماعت سمجھتے تھے!

اس خط میں نہرو نے یہ بھی لکھا:

''مسلم لیگ نہ ہی راست اقدام کرنے کی اہل ہے اور نہ ہی کوئی مصیبت کھڑی کر سکتی ہے۔''

بلاشبہ نہرو کے یہ اندازے قائداعظم محمد علی جناح کی سیاسی بصیرت کے بارے میں شدید غلط فہمی پر مبنی تھے، چنانچہ چند مہینوں کے بعد جب مسلم لیگ نے راست اقدام طے کیا تو کانگریس اور حکومت دونوں کی پریشانی قابل دید تھی۔

5 جنوری 1946ء کو لیبر ممبر پارلیمنٹ پروفیسر رابرٹ رچرڈز (Robert Richards) کی سربراہی میں انگلستان کا دس ارکان پر مشتمل ایک پارلیمانی وفد ہندوستان آیا۔ وفد نے قائداعظم محمد علی جناح اور دوسرے ہندوستانی رہنماؤں سے ملاقاتیں کیں اور فروری میں حکومت برطانیہ کو رپورٹ پیش کی۔ اکثر ارکان کی رائے تھی:

"حکومت کو کسی نہ کسی شکل میں پاکستان کا مطالبہ ماننا ہی پڑے گا اور یہ جتنی جلدی مان لیا جائے اتنا ہی بہتر ہے۔"

1946ء کے آغاز میں صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ہوئے۔ فروری 1946ء کے آخر تک ان کے نتائج آ گئے۔ مسلم لیگ نے ان انتخابات میں نہایت شاندار کامیابی حاصل کی۔ مسلمانوں کی 492 سیٹوں اور سپیشل حلقوں کو ملا کر جہاں سے مسلمان منتخب ہوئے تھے اسے 434 سیٹیں حاصل ہوئیں۔ اس سے دنیا بھر کی نظروں میں ثابت ہو گیا کہ انڈیا کے مسلمان پاکستان کے زبردست حامی ہیں۔ صوبہ سرحد کے سوا باقی تمام صوبوں میں مسلم لیگ کو مکمل فتح حاصل ہوئی۔ سرحد میں بھی مسلم لیگ کو 36 میں سے 17 سیٹیں ملیں۔

مختلف صوبوں میں مسلم نشستوں کی تقسیم کچھ یوں ہوئی تھی:

صوبہ	کل مسلم سیٹیں	مسلم لیگ کی سیٹیں
بنگال	119	113
پنجاب	86	79
سندھ	34	28
آسام	34	33
سرحد	36	17
بہار	40	34
یوپی	66	54
سی پی	14	13
اڑیسہ	4	4
بمبئی	30	30
مدراس	29	29
میزان	492	434

مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کے نتائج نے ثابت کر دیا کہ صرف مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی نمائندہ جماعت ہے۔ 46-1945ء کے انتخابات میں مسلمانوں نے ایک دفعہ پھر کانگریس کو مسترد کر دیا، لیکن اس بار مسلم لیگ کو بے مثال کامیابی حاصل ہوئی۔

اگر ہم 46-1945ء اور 37-1936ء کے انتخابات کے نتائج کا موازنہ کریں تو بڑی شدت سے احساس ہوتا ہے کہ قائداعظم محمد علی جناح نے دس سال کی مختصر مدت میں مسلم لیگ کو کس طرح منظم کیا۔ پنجاب میں مسلم لیگ میں شمولیت کے باوجود یونینسٹ پارٹی کے سر سکندر حیات اور سر خضر حیات کی مسلم لیگ کی پالیسی اور پاکستان کی مخالفت، بنگال میں مولوی فضل الحق کی سازشیں، سندھ کے مسلم لیگی رہنماؤں کا آپس میں عدم تعاون، صوبہ سرحد میں کانگریسی وزارت کا قیام، یہ ساری باتیں مسلمانوں کو مسلم لیگ کے جھنڈے تلے اکٹھا کرنے میں قائداعظم محمد علی جناح کی راہ میں رکاوٹ نہ بن سکیں۔ قائداعظم محمد علی جناح پر مسلمانوں کے بے پناہ اعتماد کے علاوہ مسلم لیگ کی کامیابی کی بڑی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں کے سامنے ایک نصب العین تھا، پاکستان کا حصول۔ اس کے لیے وہ ہر قربانی دینے کو تیار تھے۔

قائداعظم محمد علی جناح کی حکمت عملی کو خراج تحسین ادا کرنا پڑتا ہے کہ انہوں نے دس سال کی قلیل مدت میں مسلم لیگ کو ہندوستان کے مسلمانوں کے دلوں کی آواز بنا دیا۔ وہی مسلم لیگ جسے 37-1936ء کے انتخابات میں مسلم اکثریت کے صوبوں میں کوئی پوچھتا نہ تھا، اب صوبہ سرحد کو چھوڑ کر ہر صوبے میں انتہائی مقبول ہو چکی تھی، چنانچہ پنجاب میں اس کی سیٹیں 2 سے بڑھ کر 79 (کل مسلم سیٹیں 86)، سندھ میں صفر سے 28 (کل مسلم سیٹیں 34)، بنگال میں 40 سے 113 (کل مسلم سیٹیں 119) اور سرحد میں صفر سے 17 (کل مسلم سیٹیں 36) ہو گئی تھیں۔ اکثر مسلم اقلیتی صوبوں میں تو مسلم لیگ کو تقریباً سو فیصد کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ اس طرح قائداعظم محمد علی جناح کی رہنمائی میں پاکستان کا علم لہراتے ہوئے مسلم لیگ ہندوستان کے اسلامی افق پر چھا گئی تھی۔

بنگال، پنجاب اور سندھ میں مسلمانوں کی آبادی بالترتیب 55%، 57% اور 71% تھی لیکن 1935ء کے ایکٹ میں صوبائی اسمبلیوں میں 48%، 49% اور 57% نمائندگی دی گئی تھی۔ اس وجہ سے انتخابات میں اتنی عظیم کامیابی کے بعد بھی مسلم لیگ بڑی مشکل سے سندھ اور بنگال میں وزارتیں بنا سکی۔

بنگال اسمبلی میں کل 250 نشستیں تھیں جن میں سے مسلمانوں کی 119 نشستیں تھیں۔ مسلم لیگ نے 119 نشستوں میں سے 113 جیت لیں۔ بنگال کے گورنر نے سب سے بڑی پارٹی کے لیڈر کے طور پر حسین شہید سہروردی کو وزارت بنانے کی دعوت دی، اور انہوں نے کانگریس سے کوئی سمجھوتہ نہ ہونے پر آزاد ارکان کی حمایت سے مسلم لیگی وزارت بنالی جو قیام پاکستان تک برقرار رہی۔

سندھ میں کئی برسوں سے مسلم لیگ کے صوبائی رہنماؤں میں باہمی اختلافات تھے۔ 1945ء میں قائداعظم محمد علی جناح کی کوششوں سے سندھ کے مسلم لیگی رہنماؤں غلام حسین ہدایت اللہ اور جی ایم سید میں سمجھوتہ ہو گیا تھا، لیکن 21 جنوری 1946ء کو ہونے والے عام انتخابات کے لیے مسلم لیگ کے امیدواروں کے چناؤ پر اختلافات پھر نمایاں ہو گئے۔ اس پر مرکزی پارلیمنٹری بورڈ نے مداخلت کی۔ سید اور ان کے گروپ نے جو ابھی تک مسلم لیگ میں شامل تھے، مرکزی پارلیمنٹری بورڈ کے فیصلوں کی پابندی نہ کی اور مختلف حلقوں سے اپنے امیدوار کھڑے کر کے پارٹی نظم و ضبط کی کھلم کھلا خلاف ورزی کی۔ اس کی پاداش میں انہیں مسلم لیگ سے خارج کر دیا گیا۔ اس کے بعد وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مسلم لیگ کے مخالف ہو گئے۔ سندھ اسمبلی کی کل 60 سیٹوں میں سے مسلمانوں کی 34 سیٹیں تھیں۔ انتخابات میں مسلم لیگ نے (خصوصی حلقے کی ایک سیٹ سمیت) 28 سیٹیں جیتیں اور دوسرے امیدواروں نے صرف 7۔

غلام حسین ہدایت اللہ نے نئی اسمبلی میں مسلم لیگ پارٹی کے لیڈر کی حیثیت سے ایک بار پھر وزارت بنالی۔ ان کے ساتھ 31 ارکان تھے اور حزب مخالف کے ساتھ 29، ان کی پارٹی کے ایک رکن سپیکر منتخب ہو گئے۔ اس طرح حکومت (30 ارکان) اور اپوزیشن (29 ارکان) میں ایک ووٹ کا فرق تھا۔ جی ایم سید ان کے خلاف برابر لگے ہوئے تھے، اور آخر کار ایک مسلم لیگی ووٹ توڑنے میں کامیاب ہو گئے، چنانچہ حکومتی ارکان کی تعداد 29 اور حزب مخالف کے ارکان کی تعداد 30 ہو گئی۔ اس پر مسلم لیگی سپیکر نے سپیکر شپ سے استعفیٰ دے دیا اور دونوں گروپوں کے ارکان کی تعداد برابر ہو گئی۔ کوئی گروپ بھی سپیکر کے عہدے کے لیے اپنا امیدوار کھڑا کرنے پر تیار نہ تھا۔ اس طرح حکومت کا کام چلنا ممکن نہ رہا۔ آخر کار سندھ کے گورنر سر فرانسس موڈی (Francis Mudie) نے تجویز کیا کہ اسمبلی کو توڑ کر نئے انتخابات کرائے جائیں۔ وائسرائے نے اس سے اتفاق نہیں کیا۔ قواعد و ضوابط کے مطابق یہ معاملہ

فیصلہ کے لیے وزیر ہند ایمری کے پاس گیا جس نے گورنر سے اتفاق کیا۔ چنانچہ سندھ اسمبلی توڑ دی گئی۔ گورنر نے نئے انتخابات کا حکم دیا لیکن سر غلام حسین ہی کو نگران وزیر اعلیٰ کے طور پر کام کرنے کے لیے کہا۔ دسمبر 1946ء میں انتخابات ہوئے۔ قائداعظم محمد علی جناح نے خاص طور پر اس کا اہتمام کیا کہ جی ایم سید کے حلقے میں مسلم لیگ پوری تندہی سے کام کرے کیونکہ وہ بجا طور پر سمجھتے تھے کہ سندھ اسمبلی میں پائیدار مسلم لیگی حکومت قائم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ سید کو اسمبلی میں پہنچنے ہی نہ دیا جائے، چنانچہ مسلم لیگی رہنماؤں اور کارکنوں کی ان تھک محنت کے نتیجے میں مسلم لیگ نے مسلمانوں کی سب سیٹیں جیت کر سو فیصد کامیابی حاصل کی۔ جی ایم سید بھی مسلم لیگی امیدوار قاضی اکبر کے مقابلے پر ہار گئے۔ غلام حسین ہدایت اللہ نے اس بار ایک مضبوط مسلم لیگی حکومت قائم کر لی۔

پنجاب میں مسلم لیگ نے 175 کے ہاؤس میں مسلمانوں کی 86 سیٹوں میں سے 75 جیت لیں۔ 4 ارکان انتخابات کے بعد مسلم لیگ میں شامل ہو گئے لیکن گورنر نے اپنے ہی ملک کی جمہوری روایات کے خلاف اسمبلی میں سب سے بڑی پارٹی کو وزارت بنانے کی دعوت نہ دی۔ گورنر پنجاب گلینسی اور صدر کانگریس ابوالکلام آزاد کی ملی بھگت سے خضر حیات کو وزارت بنانے کی دعوت دی گئی، چنانچہ خضر حیات یونینسٹ پارٹی کے دس ارکان کے ساتھ ہندوؤں اور سکھوں کے زیر سایہ پنجاب کے ڈمی وزیر اعلیٰ بن گئے۔ پینڈرل مون لکھتے ہیں:

> ''کانگریسی ہندوؤں، اکالی سکھوں اور خضر حیات کے دس ساتھیوں کا یہ غیر فطری اور غیر مقدس اتحاد، دبرٹش گورنر کی مرضی سے قائم ہوا تھا تاکہ مسلمانوں کو اقتدار سے محروم رکھا جاسکے۔''

فیروز خاں نون بھی لکھتے ہیں:

> ''لاہور میں سرکاری ماحول مسلمانوں اور مسلم لیگ کے خلاف تھا۔ آزاد تسلیم کرتے ہیں کہ نہرو نے ورکنگ کمیٹی کی میٹنگ میں مجھے کہا: ''پنجاب میں یونینسٹ پارٹی سے گٹھ جوڑ کر کے آپ نے کانگریس کا وقار مٹی میں ملا دیا۔'' (بحوالہ، قائداعظم محمد علی جناح، از محمد سلیم)

آخری پریس کانفرنس (بھارت میں)

4 جولائی 1947ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے کراچی آنے سے قبل نئی دہلی میں پریس کانفرنس سے خطاب کیا یہ بھارت میں قائداعظم کی آخری پریس کانفرنس تھی۔ اس روز خوشی کا ایک تاثر قائداعظم کے چہرے پر نمایاں تھا۔ کانفرنس کے دوران ایک ہندو صحافی نے قائداعظم سے سوال کیا۔

''کیا پاکستان دینی ریاست ہوگی۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے جواباً کہا۔:

''کیا آپ دینی ریاست کا مطلب بتائیں گے۔''

اخباری نمائندے نے وضاحت کی۔

''دینی ریاست وہ ہوتی ہے جہاں ایک خاص مذہب کے لوگوں مثلاً مسلمانوں کو مکمل شہریت حاصل ہو لیکن غیر مسلموں کو مکمل شہری قرار نہ دیا گیا ہو۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے کہا:

''خواہ مخواہ کے بے سوچے سمجھے الفاظ استعمال کرنے کا کیا فائدہ۔''

اسی کانفرنس میں قائداعظم محمد علی جناح نے یہ تاریخی اعلان کیا۔

''پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کا پہلا اجلاس 10 اگست 1947ء کو کراچی میں ہوگا۔''

اس پریس کانفرنس میں قائداعظم نے یہ بھی اعلان کیا کہ پاکستان اور بھارت کے درمیان دوستانہ تعلقات اور اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت کو یقینی بنایا جائے گا۔

آخری پریس کانفرنس (پاکستان میں)

فروری 1948ء میں قائداعظم محمد علی جناح نے قیامِ پاکستان کے بعد سبی میں پہلی پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔ یہ پریس کانفرنس ان کی زندگی کی آخری پریس کانفرنس بھی ثابت ہوئی۔

آخری پیغام

قائداعظم محمد علی جناح کا آخری پیغام 14 اگست 1948ء کو بحالت بیماری ریڈیو پاکستان کراچی سے نشر ہوا۔ یہ قیام پاکستان کی پہلی سالگرہ کا دن بھی تھا۔قائداعظم محمد علی جناح کے آخری پیغام کا متن درج ذیل ہے:

''اہلِ پاکستان!

آج ہم آزادی کی پہلی سالگرہ منا رہے ہیں۔ایک سال ہوا اہلِ پاکستان کو کامل اختیارات سونپے گئے تھے، اور موجودہ ترمیم شدہ دستور کے تحت حکومتِ پاکستان نے ملکی معاملات کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا تھا۔ ہم نے سال بھر کے حوادث کا مقابلہ ہمت، عزم اور تدبر سے کیا ہے، اور دشمن کے حملوں کا جن کا ذکر اس سے پہلے بار بار کیا جا چکا ہے، خصوصاً مسلمانوں کو بحیثیت قوم کے ختم کر دینے کے پہلے سے طے کیے ہوئے پروگرام کی روک تھام اور ملکی تعمیرات کا اصل کام کر کے ایک حیرت ناک کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ ہمارے تعمیری اور اصلاحی کام کا نتیجہ ہمارے بہترین دوستوں کی توقعات سے بڑھ چڑھ کر نکلا۔ میں آپ سب کو وزیراعظم کی قیادت میں اپنے وزراء کو دستور ساز اسمبلی اور مجالس قانون ساز کے ارکان کو مختلف انتظامی محکموں کے افسروں اور دفاعی فوجوں کے ارکان کو ان کارناموں پر جو انہوں نے اس تھوڑے سے عرصے میں انجام دیے ہیں مبارک باد دیتا ہوں، اور میں اہلِ پاکستان کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے ہماری کوششوں میں ہمارا ساتھ دیا، اور صبر و تحمل کا ثبوت دیا جو ہم نے پہلے سال کے پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لیے کی۔

لیکن یہی کافی نہیں! یاد رکھئے کہ پاکستان کا قیام دنیا کی تاریخ میں ایک بے نظیر واقعہ ہے۔ یہ دنیا کی عظیم ترین اسلامی ریاستوں میں سے ہے، اور جوں جوں وقت گزرتا جائے گا مملکت پاکستان سال بہ سال اپنے عظیم الشان فرائض انجام دیتی رہے گی، بشرطیکہ ہم ایمانداری، تن دہی اور بے غرضی سے اس کی خدمت کرتے رہیں۔ مجھے اپنے عوام پر پورا پورا بھروسہ ہے کہ وہ ہر صورت حال سے اسی طرح عہدہ برآ ہوں گے جو ہماری گزشتہ اسلامی تاریخ کی شان و شوکت اور روایات کے شایانِ شان ہوگا۔

ان لاکھوں مہاجرین کی داستان جنہیں ہماری سرحد کے اس پار اپنے گھروں کو چھوڑ کر پاکستان میں پناہ لینی پڑی، سب کو معلوم ہے کہ یہ المناک حادثہ اس وقت پیش آیا کہ ابھی ہماری نئی مملکت کو اپنے پاؤں جمانے کا مشکل سے وقت ملا تھا، اور فی الواقعہ اس کی لپیٹ میں بہت سے وہ لوگ بھی آ گئے جنہیں سرکاری ملازمتوں کی حیثیت سے خود حکومت کی انتظامی مشینری کو قائم کرنا تھا۔ میں جانتا ہوں کہ اپنے ان بے گھر اور ستم رسیدہ بھائیوں کے لیے جو کچھ کرنا چاہیے تھا وہ نہیں کیا جا سکا، ان میں سے بہت سے لوگ ابھی تک بہت سی مشکلات سے دوچار ہیں، محض یہ واقعہ کہ مہاجرین کی ایک بڑی تعداد اپنے نئے گھروں میں ایک نئی مسرور زندگی کی امید کے ساتھ آباد کر دی گئی ہے، کوئی معمولی کارنامہ نہیں ہے اگر اہلِ پاکستان اخوت کے اس جذبہ کا اظہار نہ کرتے جو انہوں نے کیا۔ پاکستان کے وجود میں آتے ہی دیگر ذرائع سے اس کا گلا گھونٹنے کی تدبیروں میں ناکام ہو کر ہمارے دشمنوں کو یہ آس تھی کہ ان کا دلی منشاء اقتصادی چالبازیوں سے پورا ہو جائے

گا۔ ان تمام دلائل سے کام لے کر جن کی تہ میں محض عداوت اور کینہ پروری کام کر رہی تھی۔ انہوں نے یہ پیش گوئی کی کہ پاکستان کا دیوالیہ نکل جائے گا، لیکن یہ جھوٹے نجومی اپنی چالوں میں ناکام رہے۔ ہمارے پہلے بجٹ میں بچت ہوئی اور توازن تجارت ہمارے حق میں ہے۔ اس کے ساتھ اقتصادی میدان میں بھی ہم نے ہمہ گیر اور مسلسل ترقی کی ہے۔ کسی مملکت کی تاریخ میں ایک سال کا عرصہ اس کے کارناموں کا جائزہ لینے اور اس کے مستقبل کا اندازہ لگانے کے لیے مختصر ہے، لیکن جس طرح ہم نے زبردست مشکلات پر قابو پایا ہے اور گزشتہ بارہ مہینوں میں جو ٹھوس ترقی کی ہے۔ اس کی بنا پر ہم یہ امید کرنے میں حق بجانب ہیں کہ ہمارا مستقبل شاندار ہوگا۔ جہاں تک مرکزی حکومت کا تعلق ہے ہمیں انتظامی معاملات بالکل نئے سرے سے شروع کرنے پڑے۔ مغربی پنجاب میں یہ صورت حالات پیش آئی کہ پاکستان قائم ہوتے ہی وہاں کا نظام حکومت تقریباً درہم برہم ہونے والا تھا، لیکن مجھے خوشی ہے کہ ہم نے ان تمام امور کا جو ہماری یک جہتی کے لیے خطرہ بنے ہوئے تھے کامیابی سے مقابلہ کیا، اور وقت کے بعض بڑے بڑے مسائل کے بارے میں حکومت پاکستان نے نہ صرف اپنا عزم بالجزم ظاہر کیا بلکہ اس امر کا بھی ثبوت دیا کہ وہ ان مختلف عالمگیر مسائل سے بھی کامیابی کے ساتھ عہدہ برآ ہو سکتی ہے، جو وقتاً فوقتاً پیدا ہوتے رہے ہیں۔

قدرت نے آپ کو سب کچھ بخشا ہے۔ آپ کے وسائل لامحدود ہیں۔ آپ کے ملک کی بنیاد رکھی جا چکی ہے۔ اب یہ آپ کا کام ہے کہ اس بنیاد پر جلد سے جلد اور بہتر سے بہتر عمارت تعمیر کریں لہٰذا بڑھتے چلے جائیے، خدا آپ کا حامی و ناصر ہو۔ پاکستان زندہ باد۔''

آخری تجاویز

قائداعظم محمد علی جناح نے جولائی 1946ء میں مسلم لیگ کونسل سے بمبئی میں خطاب کرتے ہوئے ہدایت کی:

''اگر آپ کے پاس کافی قوت نہیں تو وہ قوت پیدا کریں۔ مسلم لیگ کی طرف سے مساوی برتاؤ، انصاف بلکہ التجا اور نیک خواہشات کا پورا اظہار کیا گیا۔ کانگریس نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا، کابینہ مشن کانگریس کے ہاتھوں میں کھیلتا رہا ہے۔ اس نے اپنا کھیل کھیلا ہے۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے ملکی و غیر ملکی صحافیوں اور اپنے 450 پیرکاروں سے خطاب کرتے ہوئے مندرجہ ذیل الفاظ میں حقیقت آشکار کی۔

''ان مذاکرات کے دوران کابینہ مشن اور وائسرائے شروع سے آخر تک کانگریس کی دھمکیوں اور قوت میں مبتلا رہے۔ کابینہ مشن اور وائسرائے اپنے قول سے پھر گئے ہیں اور اعلان کردہ ''آخری تجاویز'' کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کانگریس نے طویل المیعاد منصوبہ کبھی تبدیل نہیں کیا۔ اس کی مشروط منظوری سے کانگریس کے صدر نے 25 جون کو مشن کو آگاہ کیا۔ مشن نے جو ایک ڈوبے ہوئے آدمی کی طرح تنکے کا سہارا لینے کو تیار تھا۔ اس مشروط منظوری کو حقیقی منظوری سمجھ لیا۔ کانگریس کے نو منتخب صدر پنڈت جواہر لال نہرو نے 10 جولائی (1946ء) کو بمبئی میں اخبارات کے نمائندوں سے باتیں کرتے ہوئے طویل المیعاد منصوبہ کی بابت کانگریس کی پالیسی اور اس کے طرزِ عمل کو واضح کیا اور کہا کہ ''کانگریس کسی چیز کی پابند نہیں۔ فرضی باتیں کرنے اور خواب



اسلامیہ کالج پشاور جاتے ہوئے

دکھانے سے کیا فائدہ؟''

آخری تصویر

قائداعظم کی آخری تصویر بنانے کا اعزاز ماہنامہ ماہِ نو کے فوٹوگرافر کو حاصل ہوا۔اس تصویر میں قائداعظم محمد علی جناح میاں ارشد حسین سے مصافحہ کررہے ہیں ان کے درمیان خواجہ شہاب الدین کھڑے ہیں، اور قائد اعظم محمد علی جناح کے ساتھ محترمہ فاطمہ جناح بھی موجود ہیں۔

آخری تقریر (عوامی)

یکم جولائی 1948ء کو سٹیٹ بنک آف پاکستان کا افتتاح کرتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناح نے اپنا افتتاحی خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''مسٹر گورنر، ڈائریکٹران دولت پاکستان بنک،

خواتین وحضرات!

دولت پاکستان بنک کا افتتاح، مالیات کے بعد ان میں ہماری خودمختاری کی علامت ہے، اور آج یہاں رسم افتتاح ادا کرنے کی غرض سے اپنی موجودگی پر مجھے بڑی مسرت ہوئی ہے۔گزشتہ سال اگست میں پاکستان کے قیام کے ساتھ ساتھ ہمارے اپنے بنک کا قیام قابلِ عمل نہیں سمجھا گیا تھا۔ایک ایسے ادارے کے وجود میں آنے سے پیشتر جو نوٹ جاری کرنے اور بنکنگ جیسے فنی اور نازک کام کا ذمہ دار ہو، کافی ابتدائی کام ضروری ہے۔اس تیاری کی غرض سے پاکستانی نظام زر اور ریزرو بنک آرڈر 1947ء کے تحت قرار دیا گیا تھا۔30 ستمبر 1948ء تک ریزرو بنک آف انڈیا پاکستان میں کرنسی اور بنکنگ کے کام کا ذمہ دار ہوگا، بعد میں محسوس کیا گیا کہ ہمارے ملک کا بہترین مفاد اسی میں ہے کہ جتنی جلدی ممکن ہو ریزرو بنک آف انڈیا کو پاکستان میں اس کے فرائض سے سبکدوش کر دیا جائے، چنانچہ حکومت ہند اور ریزرو بنک کی رضامندی سے یہ فرائض ایک پاکستانی ادارے کو منتقل کرنے کی تاریخ تین مہینے قبل مقرر کر دی گئی ساتھ ہی یہ بھی طے پایا کہ ہماری کرنسی اور بنکنگ کے کام کا انتظام کرنے کے لیے کسی دوسرے ادارہ کی بجائے بہتر یہی ہے کہ پاکستان کا ایک مرکزی بنک قائم کیا جائے۔ اس فیصلہ کے بعد پاکستان میں اس کام کے جاننے والوں کے چھوٹے سے گروہ کے پاس ابتدائی امور کی تکمیل کے لیے بہت کم وقت رہ گیا، مگر انہوں نے اپنی انتھک کوشش اور سخت محنت سے اپنا کام مقررہ تاریخ تک ختم کرلیا، اور یہ ان کے لیے نہایت قابلِ فخر امر ہے۔میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ ہم سب ان کی محنت کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

مسٹر گورنر!

جیسا کہ آپ نے تذکرہ کیا ہے۔غیر منقسم ہندوستان میں بنکنگ کے کام پر غیر مسلم چھائے ہوئے تھے، اور پاکستان سے ان کے چلے جانے سے ہماری نوزائیدہ مملکت کی اقتصادی زندگی میں بہت کچھ خلل واقع ہو گیا ہے۔تجارت اور صنعت کے نظام کو عمدگی کے ساتھ چلانے کے لیے یہ لازمی ہے کہ غیر مسلموں کے چلے جانے سے جو خلاء پیدا ہو گیا ہے اسے بغیر کسی تاخیر کے پر کیا جائے۔ مجھے یہ معلوم ہو کر خوشی ہوئی کہ پاکستانی افراد کو بنکنگ کی ٹریننگ دینے کی اسکیمیں بنائی گئی ہیں، میں ان اسکیموں کی ترقی کو دلچسپی سے دیکھتا رہوں گا، اور مجھے یقین ہے کہ تمام

متعلقہ اشخاص اور ادارے جن میں بنکنگ اور یونیورسٹیاں بھی شامل ہیں۔ان اسکیموں کو ترقی دینے میں دولت پاکستان بنک کے ساتھ اشتراک عمل کریں گے۔بنکنگ ایک نیا اور وسیع میدان ہے، جس میں ہمارے نوجوانوں کی ذہانت اپنے پورے پورے جوہر دکھا سکتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ بڑی تعداد میں ٹرینگ کی مجوزہ سہولتوں سے فائدہ اٹھانے کی غرض سے آگے آئیں گے۔ اس طرح وہ نہ صرف اپنے آپ کو فائدہ پہنچائیں گے بلکہ اپنی مملکت کو خوشحال بنانے میں بھی امداد دیں گے۔ دولت پاکستان بنک کو ہمارے ملک کی اقتصادی زندگی سدھارنے کے سلسلے میں جو اہم خدمات انجام دینی ہوں گی، ان پر مجھے تفصیلی بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔اس بنک کی زرکی پالیسی کا پاکستان کے اندر اور بیرونی دنیا کے ساتھ ہماری تجارت اور کاروبار پر براہِ راست اثر پڑے گا، اور ہماری اس کے سوا اور کیا خواہش ہوسکتی ہے کہ آپ کی پالیسی سے پیداوار میں زیادہ سے زیادہ اضافہ ہو، اور آزادی کے ساتھ تجارت ہو سکے۔ ہمارے موجودہ اقتصادی مسائل پر جنگ کے زمانہ میں جو مالیاتی پالیسی اختیار کی گئی اس کا بڑی حد تک اثر پڑا ہے۔اخراجاتِ زندگی غیر معمولی طور پر بڑھ جانے سے سماج کا غریب طبقہ جس میں مقررہ آمدنی رکھنے والے لوگ بھی شامل ہیں بری طرح متاثر ہوا، اور یہ امر بہت حد تک اس بے چینی کا موجب ہے جو اس وقت ملک میں پائی جاتی ہے۔ حکومت پاکستان کی پالیسی یہ ہے کہ قیمتیں ایسی ہوں جو صارف اور مال تیار کرنے والے دونوں کے لیے منصفانہ ہوں۔ مجھے امید ہے کہ اس نازک مسئلہ کو کامیابی کے ساتھ حل کرنے کے لیے آپ اس مہم پر کوشش کریں گے۔

آپ کا شعبہ تحقیقات بنکنگ کے طریقوں کو اسلام کے مقرر کردہ سماجی اور اقتصادی اصولوں کے معیار پر لانے کے سلسلے میں جو کام کرے گا میں اسے بڑی دلچسپی کے ساتھ دیکھتا رہوں گا۔مغرب کے اقتصادی نظام نے بنی نوع انسان کے لیے ایسے ایسے مسائل پیدا کر دیے ہیں جو کسی طرح حل ہونے میں نہیں آتے ،اور ہم میں سے بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا اس وقت جس تباہی سے دوچار ہے اس سے کوئی معجزہ ہی بچا سکتا ہے۔ یہ نظام انسان، انسان کے درمیان انصاف کرنے اور بین الاقوامی چپقلش کو رفع کرنے میں ناکام رہا ہے۔اس کے برعکس یہی نظام پچھلی نصف صدی میں دو عالمگیر جنگوں کا بڑی حد تک ذمہ دار ہے۔مغربی دنیا جو مشینوں اور صنعتی صلاحیتوں کی مالک ہے اپنی بعض خوبیوں کے باوجود اس وقت جس ابتر حالت میں ہے اس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی لہٰذا ہمارے لیے عوام کو خوشحال اور فارغ البال بنانے کے مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے مغرب کے اقتصادی نظام کے نظری اور عملی طریقے کو اختیار کرنا بے سود ہوگا۔ہمیں چاہیے کہ ہم ایک نئی راہِ عمل اختیار کریں اور دنیا کے سامنے ایک ایسا اقتصادی نظام پیش کریں جو انسانی اخوت اور سماجی انصاف کے صحیح اسلامی نظریات پر مبنی ہو۔ اس طرح ہم اپنی ذمہ داری ادا کرسکیں گے، جو ہم پر مسلمان ہونے کی حیثیت سے عائد ہوتی ہے اور عالم انسانی کو امن کا وہ تنہا پیغام دے سکیں گے جو اسے تباہی سے بچا سکتا ہے، اور اس کی خوشحالی، بہتری اور ترقی کا

موجب ہو سکتا ہے۔
خدا کرے کہ دولت پاکستان بنک کو ترقی نصیب ہو، اور وہ ان اعلیٰ مقاصد کو پورا کرے جو اس کے سامنے ہیں۔
مسٹر گورنر!
اب میں آخر میں آپ کا، آپ کے رفقائے کار کا اور ان معزز مہمانوں کا جن کی اس تقریب میں موجودگی ان کے جذبہ خیر خواہی کی دلیل ہے اپنے پرجوش استقبال کے لیے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اس عزت افزائی کا بھی ممنون ہوں کہ آپ نے دولت پاکستان بنک کے افتتاح کی یہ تاریخی تقریب ادا کرنے کی مجھے دعوت دی۔ مجھے یقین ہے کہ یہ بنک بڑھتے بڑھتے ہمارا سب سے بڑا قومی ادارہ ہو جائے گا، اور ساری دنیا میں اپنے فرائض پوری کامیابی کے ساتھ انجام دے گا۔"

آخری حکم

(دیکھئے: خراج عقیدت)

آخری خراجِ عقیدت

(دیکھئے: وفات و تدفین)

آخری خط

قائداعظم محمد علی جناح نے اپنی حیاتِ مستعار کا آخری خط پاکستان کی بَرّی فوج کے کمانڈر انچیف جنرل سر ڈگلس گریسی کے نام تحریر کیا۔ اس خط کا متن درج ذیل ہے:

گورنر جنرل ہاؤس　　　نمبر 475.جی.جی (سی)
کراچی

کیمپ کوئٹہ
یکم ستمبر 1948ء
ڈیئر سر ڈگلس!
آپ کی چٹھی عددی 0008/1/سی این سی محررہ 26/ اگست 1948ء کا شکریہ۔
میں نے آپ کے خط کی ایک نقل نائب صدر قائداعظم ریلیف فنڈ کو بھیج دی ہے، اور میں نے تین لاکھ روپیہ کی امداد کی منظوری قائداعظم ریلیف فنڈ میں سے دے دی ہے جو کہ ان اخراجات کے لیے مناسب ہے جو تھل پراجیکٹ کے مہاجر فوجیوں کی بہبود کے لیے ہیں۔

آپ کا مخلص
ایم اے جناح

جنرل ڈگلس گریسی
کے سی آئی ای-سی بی-ای-ایم سی
کمانڈر انچیف افواجِ پاکستان
جی، ایچ، کیو، راولپنڈی

آخری دستخط

قائداعظم محمد علی جناح سخت محنت کے عادی تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں بھی اپنی اس عادت کو ترک نہ کیا تھا۔

قائداعظم محمد علی جناح اپنی زندگی کے آخری ایام میں بیماری کے دوران بھی اس وقت تک جانفشانی سے کام کرتے رہے جب تک کہ ان میں کام کرنے کی ذرا بھی سکت و ہمت باقی تھی۔ قائداعظم محمد علی جناح نے جس آخری سرکاری دستاویز پر دستخط ثبت کیے، اس میں اقوامِ متحدہ میں پاکستان کی نمائندگی کے لیے سر محمد ظفر اللہ خاں کو مکمل اختیارات دیے گئے تھے۔ یہ قائداعظم محمد علی جناح کی زندگی کے آخری دستخط تھے۔

آخری دن

فرخ امین قائداعظم محمد علی جناح کے سیکرٹری تھے۔ وہ قائداعظم محمد علی جناح کی زندگی کے آخری دن کی روداد بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''میری کوشش یہ ہوتی تھی کہ جہاں تک ممکن ہو میں قائداعظم کی خدمت میں نہ جاؤں، اس لیے کہ وہ جونہی مجھے دیکھتے تو انہیں کوئی نہ کوئی سرکاری کام یاد آ جاتا، اور وہ اس کے متعلق گفتگو شروع کر دیتے۔ 10 ستمبر 1948ء کوئٹہ میں انہوں نے مجھے طلب فرمایا اور پوچھا:

''کیا سب کچھ تیار ہے فرض کرو میں آج ہی کراچی جانا چاہتا ہوں۔''

کراچی پہنچ کر قائداعظم محمد علی جناح نے ملیر کے جس مکان میں ٹھہرنا تھا وہاں کے سارے انتظامات مکمل ہو چکے تھے، لیکن ہم لوگوں کا خیال تھا کہ ہم 15 ستمبر سے پہلے وہاں نہیں جائیں گے میں نے عرض کیا:

''جی ہاں۔''

اس پر تھوڑے وقفہ کے بعد فرمایا:

''کیا مجھے کوئی ضروری کاغذ دکھانا چاہتے ہو؟''

میں نے عرض کیا:

''جی نہیں۔''

قائداعظم کچھ نہیں بولے لیکن اس بات نے مجھے اس قدر متاثر کیا کہ ان کی حالت اس قدر نازک ہے پھر بھی ان کے دل سے مملکت کے کاموں کا خیال نہیں جاتا۔''

آخری دعوتِ مذاکرات

24 تا 25 اپریل 1943ء کو مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس دہلی میں منعقد ہوا۔ پاکستان کا نقشہ ڈائس کی رونق کو دوبالا کر رہا تھا، اس کے اوپر ایک بینر لہرا رہا تھا جس پر لکھا تھا:

''ہندوستان کی آزادی پاکستان میں مضمر ہے۔''

اس موقع پر قائداعظم محمد علی جناح نے سفید شیروانی زیب تن کر رکھی تھی۔ جس میں سونے کے بٹن لگے ہوئے تھے۔ ان بٹنوں پر لفظ''P'' نمایاں طور پر کندہ کیا گیا تھا۔ جب وہ کھچا کھچ بھرے ہوئے پنڈال میں داخل ہوئے تو مسرت اور تحسین کے زوردار نعروں اور تالیوں سے ان کا استقبال کیا گیا۔ اب بنگال، پنجاب، سندھ اور آسام میں لیگی وزارتیں قائم ہو چکی تھیں۔ سیشن سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے زور دے کر کہا:

''یہ محض نکتہ آغاز ہے۔ شمال مغربی سرحدی صوبہ کے بارے میں مجھے اطلاع ملی ہے، جو انتہائی باوثوق ذرائع سے یہ ہے کہ وہاں کے سارے عوام مسلم لیگ کے ساتھ ہیں۔ (اس سال گرمیوں میں اورنگ زیب خان کی سربراہی میں وہاں بھی مسلم لیگ کی حکومت برسر اقتدار آ گئی) اقلیتی صوبوں کو فراموش نہ کریں۔ یہی وہ علاقے ہیں جہاں سے مسلم لیگ کی روشنی پھیلی۔ جب اکثریتی صوبوں میں اندھیرا تھا۔ یہی وہ لوگ تھے جو لیگ کا ہراول دستہ بنے، جنہیں کانگریس کچلنا چاہتی تھی۔ ہمیں بہت کچھ کرنا ہے۔ ہماری منزل واضح ہے۔ ہمارے مطالبات سب پر عیاں ہیں۔''

اس کے بعد انہوں نے بیسویں صدی کے آغاز میں ہندو مسلم تنازعات کی تاریخ پر روشنی ڈالی، پھر گاندھی اور ان کے ہتھکنڈوں کو ہدفِ تنقید بناتے ہوئے مہاتما گاندھی پر الزام لگایا:

''وہ پورے ہندوستان کو اپنے ہندو ازم میں تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔''

انہوں نے تجویز پیش کی:

''کانگریس اور لیگ کے سربراہوں کی ایک ملاقات اور ہونی چاہیے۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے مزید کہا:

''مجھ سے زیادہ ایسی سربراہ کانفرنس کا کوئی خیر مقدم نہیں کرے گا، بشرطیکہ مسٹر گاندھی اب بھی مسلم لیگ کے ساتھ پاکستان کی بنیاد پر سمجھوتہ کرنے کے خواہاں ہوں۔ مجھے کہنے دیجئے کہ وہ ان ہندوؤں اور مسلمانوں کے لیے میرا عظیم دن ہوگا اگر انہوں نے پختہ ارادہ کر لیا ہے تو مسٹر گاندھی کو مجھے براہ راست خط لکھنے سے کون سی چیز روک سکتی ہے؟''

آخری دیدار

قائداعظم محمد علی جناح آخری لحات تک اپنی بیماری کسی پر ظاہر نہیں کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے اپنے ڈاکٹر سے کہا:

''میں بیساکھیوں پر کراچی جانا نہیں چاہتا۔''

ڈاکٹروں کی تمام کوششیں ناکام ثابت ہو رہی تھیں۔ اب یہ طے کیا گیا کہ انہیں زیارت سے واپس کراچی لے جایا جائے۔ انہیں خاموشی سے گورنر جنرل ہاؤس لے جایا گیا۔

11 ستمبر 1948ء رات کے نو بجے ان کی حالت زیادہ خراب ہوگئی، اور دس بج کر پچیس منٹ پر ان کا انتقال ہوگیا۔

گورنر جنرل ہاؤس کے دروازے عوام کے لیے کھول دیے گئے۔ لوگ اپنے محبوب قائد کا آخری دیدار کرنے کے لیے جوق در جوق آ رہے تھے۔ اگلے دن تین بجے قائداعظم محمد علی جناح کا جنازہ اٹھایا گیا۔ مولانا شبیر احمد عثمانی نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ آپ کو کراچی میں دفن کیا گیا۔

آخری سالگرہ

25 دسمبر 1947ء کو قائداعظم محمد علی جناح کی آخری سالگرہ ان کے اپنے آزاد وطن پاکستان میں منائی گئی۔

''اس دن سندھ گورنر ہاؤس میں قائداعظم کے اعزاز میں ایک دعوت کا انتظام کیا گیا تھا۔ آخری سالگرہ کی روداد لیڈی غلام حسین ہدایت اللہ نے لکھی جو روزنامہ جنگ کی اشاعت 25 دسمبر 1965ء میں شائع ہوئی۔

آخری سال (متحدہ ہند)

مسلم لیگ نے جب کابینہ مشن کی تجویز رد کر دی تو وائسرائے نے کانگریس کو عبوری حکومت کی تشکیل کرنے کی دعوت دی، اور نہرو نے یہ دعوت قبول کر لی۔ اس کے بعد نہرو اور جناح کی ایک ملاقات ہوئی، لیکن دونوں اپنی اپنی بات پر مُصر رہے اور کچھ حاصل نہ ہوا۔ اُن کے مزاجوں میں بڑا تفاوت تھا۔ نہرو کو لفظوں کا گورکھ دھندا بہت مرغوب تھا، اور اس کے برعکس جناح ہر بات اور ہر لفظ کے آئینی اور قانونی پہلو پر نظر رکھتے تھے۔ دونوں کے مابین کوئی ایسی قدر مشترک نہ تھی جو اُن کو ایک دوسرے سے قریب لا کر مصالحت کی صورت پیدا کر سکتی۔ 24 اگست کو وائسرائے نے عبوری حکومت کے وزیروں کا اعلان کر دیا۔ ان سب کو کانگریس نے نامزد کیا تھا۔ پنڈت نہرو اس حکومت کے وزیراعظم مقرر ہوئے۔ اسی شام کو لارڈ ویول نے یہ ستم کیا کہ جناح اور مسلم لیگ کو مطلع کیے بغیر ایک اپیل نشر کی جس میں مسلمانوں سے نئی حکومت کے ساتھ تعاون کی درخواست کی۔ جناح کی نظر میں یہ اپیل بہت انوکھی اور طفلانہ تھی، اور 29 اگست کو انہوں نے بمبئی میں ایک تقریر کے دوران اس کا جواب دیا:

''وائسرائے نے مسلمانوں کے ساتھ دوہری غداری

کی ہے۔ پہلے وہ اپنے وعدے سے پھر گئے، اور اب انہوں نے مسلم لیگ کو یکسر نظر انداز کر دیا ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ حکومت برطانیہ اور لیبر پارٹی ہندوستان کے سیاسی حالات سے پوری طرح باخبر ہیں یا نہیں، مگر مجھ کو یہ شبہ ہے کہ ہندوستان میں حکومت کے کرتا دھرتا یہ کوشش کر رہے ہیں کہ یہاں کے حالات برطانوی عوام اور اخبارات کو پوری طرح معلوم نہ ہو سکیں۔

وائسرائے نے جو مذموم حرکت آج کی ہے۔ وہ برطانوی حکومت کی اُس پالیسی کی صریح خلاف ورزی ہے جس کا اعلان اُس نے اگست 1940ء میں کیا تھا۔ لیبر پارٹی اس وقت برطانیہ کی قومی حکومت میں شامل تھی اور ہندوستان کے متعلق وہ پالیسی اس کی رضامندی سے وضع کی گئی تھی، لہٰذا وہ اس کی پابند ہے۔''

2 ستمبر کو کانگریس کی نامزد کردہ عبوری حکومت نے حلف وفاداری اُٹھایا، اور مسلم لیگ نے اس دن سارے ملک میں یوم احتجاج منایا۔ اس معاملے میں لیگ نے گاندھی کے پرانے طریقِ کار کی پیروی کی، اور انتہائی خاموشی سے مگر بڑے مؤثر انداز سے اپنے غم و غصے کا اظہار کیا۔ قائداعظم سے لے کر جھونپڑوں کے سہمے ہوئے غریب مکینوں تک، تمام مسلمانوں نے اپنے مکانوں پر سیاہ جھنڈے لہرائے۔ یہ مرکز کی نئی ہندو وزارت کے خلاف مسلمانوں کی نفرت کا خاموش مظاہرہ تھا۔ لاکھوں مکانوں کی چھتوں پر سے سیاہ جھنڈیاں ہندوؤں اور مسلمانوں کے شدید اختلافات کا اعلان کر رہی تھیں اور انہیں ہوا دے رہی تھیں۔ یہی باہمی نفرت اور دشمنی کچھ دنوں بعد اتنی بڑھی کہ دونوں فرقوں نے ایک دوسرے کا خون پانی کی طرح بہایا۔

اکتوبر کے شروع میں جناح اور وائسرائے میں پھر گفت و شنید ہوئی، اور اب اس کا نتیجہ جناح کے حق میں بہتر رہا، بالآخر وہ سمجھوتے پر راضی ہو گئے اور مسلم لیگ عبوری حکومت میں شامل ہو گئی۔ وزارت میں پانچ نشستیں اُس کے حصے میں آئیں اور جناح نے لیاقت علی خاں کو مسلم لیگی وزیروں کا قائد مقرر کیا۔ ان وزیروں سے اپنی پہلی ملاقات کے موقع پر جناح نے ان کو ہدایت کی کہ وہ ملک کے عوام کی بھلائی کے لیے کام کریں اور محض اپنی پارٹی کے مفاد کی فکر نہ کریں۔

لیاقت علی خان نے اس موقع پر کہا:

''ہندوستان کی عبوری حکومت کی مثال اس وقت دنیا میں کہیں نہیں ملتی۔ یہ بالکل نیا اور انوکھا تجربہ ہے، اور ہم وزارت میں اس نیت سے شریک ہوئے ہیں کہ دوسرے وزیروں کے ساتھ مل جل کر حکومت کا انتظام کریں، لیکن ظاہر ہے کہ تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجتی۔''

بدقسمتی سے یہ شرط پُوری نہ ہو سکی اور کانگریس اور مسلم لیگ کے ہاتھ تالی بجانے کے لیے ایک دوسرے سے نہ مل سکے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عبوری حکومت کوئی ٹھوس اور قابلِ ذکر کام نہ کر سکی۔ کانگریسی اور مسلم لیگی وزیروں میں نوک جھونک چلتی رہی اور ساتھ ہی مجلس آئین ساز کے افتتاح کی تیاریاں بھی ہوتی رہیں۔ اس رسم کے لیے 9 دسمبر کی تاریخ مقرر ہوئی تھی۔ اُس سے کوئی دو ہفتے پہلے جناح نے تمام مسلم لیگی ممبروں کو اسمبلی میں شرکت سے منع کر دیا۔ وائسرائے اور حکومت برطانیہ پر کڑی نکتہ چینی کرتے ہوئے اُنہوں نے کہا:

''یہ بہت افسوس ناک بات ہے کہ وائسرائے اور ملک معظم کی حکومت نے 9 دسمبر کو دستور ساز اسمبلی کے افتتاح کا فیصلہ کر لیا ہے۔ میری رائے میں یہ فیصلہ کر کے انہوں نے سخت غلطی کی ہے، جس کے نتائج بہت خطرناک ہو سکتے ہیں۔ اس سے یہ بات

بالکل ظاہر ہو گئی ہے کہ وائسرائے کانگریس کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بنے ہوئے ہیں اور مسلم لیگ کو نظر انداز کر کے کانگریس کو خوش کرنے کی ہر جائز و ناجائز کوشش کر رہے ہیں۔ مسلم لیگی ممبروں کو میری یہ ہدایت ہے کہ ان میں سے کوئی آئین ساز اسمبلی کے اجلاسوں میں شرکت نہ کرے۔''

برٹش انڈیا کے طول و عرض میں اب نفرت کا وہ لاوا پھوٹنا شروع ہو گیا تھا۔ جو صدیوں سے ہندوؤں اور مسلمانوں کے دلوں میں پک رہا تھا۔ جناح نے کچھ عرصہ پہلے جس خون ریزی اور خانہ جنگی کا اندیشہ ظاہر کیا تھا وہ اب شروع ہو چکی تھی۔

جنرل سر فرانسس ٹکر (Francis Tuker) نے برطانوی راج کے آخری دنوں کی دردناک داستان اپنی کتاب While Memory Serves میں بیان کی ہے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کی خانہ جنگی کا حال اس کتاب کے تین حصوں پر پھیلا ہوا ہے۔ ان کے عنوان یہ ہیں: ''کلکتہ کا قتل عام'' (اگست 46ء)

◆ جنرل ٹکر اُن دنوں ہندوستانی فوج کی مشرقی کمان کے افسرِ اعلیٰ تھے۔ اُن کی یہ کتاب 1950ء میں کیسلز (Cassels) نے شائع کی۔ ''بہار میں قتلِ مسلمین'' (اکتوبر، نومبر 46ء) اور ''گڑھ مکیشتر کی خوں ریزی'' (نومبر 46ء)۔ یہ داستان پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ہندوستان کی تاریخ کا وہ دور کتنا تاریک اور ہیبت ناک تھا، جب برطانیہ کا اقتدار ختم ہو رہا تھا اور ہندوستان کے باشندوں نے خود ایک دوسرے سے اپنا بدلہ لینا شروع کر دیا تھا۔

کلکتہ کا قتل عام 16 اگست کو شروع ہوا۔ ''یہ برسات کا ایک گرم دن تھا۔ ہوا میں رطوبت زیادہ تھی، جس سے بدن چپچپاتا تھا۔'' مسلم لیگ کی ہدایت کے مطابق مسلمانوں نے اس دن ''یوم عمل'' (Direct Action Day) منایا۔ شہر میں ان کا ایک بہت بڑا اجتماع ہوا، جس میں لیڈروں نے مسلم لیگ کی نئی پالیسی کی وضاحت کی۔ جلسے میں کوئی ہنگامہ نہ ہوا، لیکن تھوڑی ہی دیر بعد ہندو اور مسلمان اپنے اپنے ہتھیار لے کر ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے۔ سر فرانسس ٹکر نے تفصیل سے اس درندگی کا حال بیان کیا ہے جس کا مظاہرہ اس موقع پر دونوں فرقوں کی طرف سے ہوا۔

''بے شمار مجرم اور غنڈے، جو نفرت سے پاگل ہو رہے تھے اور دوسرے فرقے کے لوگوں کا خون پی جانے کے لیے بے تاب تھے، بے دھڑک گھروں سے نکل کر گلی کوچوں میں پھیل گئے، اور جلد ہی سارے شہر پر چھا گئے۔ قتل و غارت، آتش زنی اور لوٹ مار سے شہر جہنم بن گیا کلکتہ کا بڑا بازار لاشوں سے پٹ گیا، صرف ایک کمرے میں پندرہ لاشیں ملیں، ایک اور کمرے سے بارہ برآمد ہوئیں، اس ہنگامے میں ہم نے دو بچوں کی جان بچائی۔ دونوں مجروح تھے اور اُن میں سے ایک کا جسم گلنا شروع ہو گیا تھا۔ ظاہر ہے دونوں بے ہوش و حواس تھے، بازار میں جو لوگ مرے پڑے تھے۔ اُن میں سے اکثر کو مرنے سے پہلے یہ بھی معلوم نہ ہو گا کہ یہ سب کچھ کیوں اور کس لیے ہو رہا ہے۔''

ان فسادات میں چار ہزار ہندو اور مسلمان ہلاک ہوئے۔

اس کے دو ماہ بعد بہار کے صوبے میں ''ہندوؤں کے بڑے بڑے جتھے یکا یک مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ ان کا حملہ اچانک شروع ہوا لیکن انہوں نے پوری تیاری کر کے دھاوا بولا تھا۔ مسلمان تعداد میں بہت تھوڑے تھے، اور صدیوں سے انہی ہندو ہمسائیوں کے ساتھ امن اور اطمینان کی زندگی بسر کر رہے تھے،

ان کا یہ قتل عام بہت تھوڑے عرصے تک جاری رہا، لیکن قاتلوں کے گروہ اتنے مضبوط اور منظم تھے اور انہوں نے اتنی سفاکی سے اپنا کام کیا کہ سات آٹھ ہزار مسلمان مرد عورتیں اور بچے ہلاک ہو گئے۔''

''صوبہ متحدہ میں تو ظالموں نے حد کر دی۔'' حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کر کے ان میں سے بچے نکال لیے اور پھر انہیں پٹخ پٹخ کر ان کا بھیجا پاش پاش کر دیا، بعض قوی ہیکل درندوں نے عورتوں اور بچوں کو اُٹھا اُٹھا کر اُن کی ٹانگیں چیر ڈالیں۔ بے شمار عورتوں کی عصمت دری کی گئی۔''

یہ بیان ایک بڑے ذمہ دار افسر کا ہے جو ان دنوں فوج کے ایک اعلیٰ عہدے پر تعینات تھا۔ وہ سیاسی تصورات کی دنیا میں نہیں بستا تھا۔ اُس نے خود یہ ظلم وستم دیکھے اور ان کی روک تھام اس کے فرائضِ منصبی میں شامل تھی۔

اس خوف ناک جدال و قتال اور عبوری حکومت میں تعطل کی خبریں وائٹ ہال پہنچیں تو برطانوی حکمرانوں کو سخت تشویش ہوئی، اور انہوں نے مصالحت کے لیے ایک آخری سر توڑ کوشش کرنے کا فیصلہ کیا۔ وزیر اعظم نے اعلان کیا:

''3 دسمبر کو لارڈ ویول، محمد علی جناح، لیاقت علی خاں، پنڈت جواہر لال نہرو اور سردار بلدیو سنگھ (سکھوں کے نمائندے کی حیثیت سے) لندن میں وارد ہوں گے اور حکومتِ برطانیہ کے وزراء سے بات چیت کریں گے۔ یہ کابینہ مشن کے منصوبے کو ناکامی سے بچانے کی آخری کوشش ہو گی۔''

وائسرائے اور ہندوستانی رہنما ایک ہی ہوائی جہاز میں سوار ہو کر دہلی سے لندن گئے۔ مشہور امریکی ہفتہ وار رسالے ''ٹائم'' (Time) کے ایک رپورٹر نے بڑی محنت سے اس تاریخی سفر کے متعلق کچھ دلچسپ باتیں معلوم کیں، اور انہیں ایک مضمون میں قلم بند کیا جو ''ٹائم'' کے 16 دسمبر 1946ء کے شمارے میں پرواز لاحاصل (Flight to Nowhere) کے عنوان سے شائع ہوا (صفحہ 32)۔ وہ لکھتا ہے:

''ہوائی جہاز میں نشستوں کی پہلی قطار میں محمد علی جناح بیٹھے تھے، ان کا شکرے کا سا سر ایک کتاب پر جھکا ہوا تھا اور وہ اس کے مطالعہ میں غرق تھے۔ کتاب کا چبھتا ہوا عنوان (Betrayed A Nation) جلد پر نمایاں تھا، اور خود جناح کے جذبات کا آئینہ دار تھا۔ جناح کے پیچھے جواہر لال نہرو بیٹھے تھے۔ اس دن انہوں نے آٹھ سال بعد مغربی وضع کا لباس پہنا تھا۔ کراچی اور مالٹا کے درمیان پرواز کے دوران میں نہرو نے روزامنڈ لیہمن (Rosamond Lehmann) کے ناول The Ballad and the Source اور سنکلیر لیوس (Sinclair Lewis) کے ناول Cass Timberlaine پر سرسری نظر ڈالی، اور اپنے دوست سردار بلدیو سنگھ سے گپ کرتے رہے۔ جہاز کی نشستوں کی تیسری قطار میں ہندوستان کے وائسرائے لارڈ ویول بیٹھے تھے۔ وہ تین برس سے نہرو اور جناح میں مفاہمت اور مصالحت کی کوشش کر رہے تھے، مگر اس دوران میں ہندوستان کی سیاسی صورتِ حال بد سے بدتر ہوتی گئی۔ آج ملک نہایت نازک مرحلے سے گزر رہا تھا، اور ہوا کے ایک ہلکے سے جھونکے سے فساد اور بدامنی کی آگ سارے ملک میں پھیل سکتی تھی۔ نہرو اور جناح آج ایک دوسرے سے گز بھر کے فاصلے پر بیٹھے تھے، لیکن سیاسی نقطۂ نظر سے وہ اب بھی ایک دوسرے سے کوسوں دور تھے، اور ان کے اختلافات کی شدت میں ذرا بھی کمی نہ ہوئی

تھی۔

جزیرہ مالٹا پر ہوائی جہاز اُترا اور مسافروں کو چند گھنٹے ٹھہرنا پڑا۔ ہوائی اڈے پر یہ اکابر الگ الگ ہو گئے اور اُن کی ملاقات نہ ہوئی، مگر جب وہ واپس آئے اور جہاز روانہ ہونے لگا تو جناح نے بات چیت میں پہل کی اور نہرو کے پاس جا کر بولے: ''آپ سارا دن کیا کرتے رہے؟'' نہرو نے جواب دیا: ''کچھ دیر پڑھتا رہا، کچھ دیر سویا اور کچھ چہل قدمی کی۔''

''لندن کے ہوائی اڈے پر حکومت برطانیہ کی طرف سے اس کے بزرگ اور لائق وزیر لارڈ پیتھک لارنس نے ہندوستانی رہ نماؤں کا استقبال کیا۔ اس کے علاوہ لندن میں رہنے والے بہت سے ہندوستانی بسوں، سائیکلوں اور کوئلے کی گاڑیوں پر سوار ہو کر اپنے لیڈروں کا خیر مقدم کرنے منہ اندھیرے ہوائی اڈے پر پہنچے تھے۔

لندن میں ہندوستانی رہ نماؤں کے اعزاز میں جو دعوتیں ہوئیں، اُن میں نہرو بڑی خوش مزاجی اور لطف سے لوگوں سے ملے۔ انڈیا ہاؤس میں ایک استقبال کے موقع پر انہوں نے لارڈ ولنگڈن کی بیوہ سے بھی بڑے تپاک سے مصافحہ کیا، جن کے شوہر نے ہندوستان میں اپنے عہدِ حکومت میں نہرو کو قید میں رکھا تھا، پھر وہ بکنگھم پیلس میں اُس دعوت میں بھی شریک ہوئے، جو ملک معظم نے ہندوستانی لیڈروں کے اعزاز میں دی تھی۔ جنگِ آزادی کے دوران میں نہرو بار ہا قید ہو چکے تھے اور اپنی زندگی کے نو سال انہوں نے ''شاہی مہمان'' کی حیثیت سے ملک کے مختلف قید خانوں میں گزارے تھے، جہاں انہیں تانبے کی رکابیوں میں کھانا ملا کرتا تھا۔ آج وہ ملک معظم کے خاص محل میں ان کی ضیافت میں شریک تھے، اور سونے کی پلیٹوں میں کھانا کھا رہے تھے۔

نہرو کے برعکس جناح ان دنوں بہت چڑ چڑے ہو رہے تھے، اور اُن کے رویے سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اُن پر بڑا ستم ہوا ہے لیکن جب سیاسی مذاکرات شروع ہوئے تو نہرو کی نرم روی کا خول اُتر گیا، اور چاروں لیڈروں میں وہ سب سے زیادہ پکے اور ضدی نکلے۔''

یہ بیان ایک غیر جانب دار امریکی صحافی کا ہے اور باوجود اپنی سطحیت کے خاصا دل چسپ اور مؤثر ہے۔

لندن میں مذاکرات کے دوران میں وہی جھگڑے پھر اُٹھے جو پہلے شملہ میں طے نہ ہو سکے تھے، اور دونوں فریقوں نے وہی پرانی دلیلیں دوہرائیں۔ نہ کانگریس مسلم لیگ کے ساتھ کوئی رعایت کرنے پر تیار تھی، نہ لیگ اپنی جگہ سے ہٹنے پر رضامند تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تین ہی دن میں مصالحت کی یہ آخری کوشش بھی ناکام ہو گئی۔ حکومتِ برطانیہ کی طرف سے مسٹر ایٹلی نے صاف اعلان کر دیا:

''جب تک مسلمان آئین سازی میں شریک نہیں ہوتے برطانیہ ہندوستان کی حکومت سے دست کش نہیں ہوسکتا۔''

انہوں نے یہ بھی واضح کر دیا:

''یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ برطانوی فوجیں اور حکام اقتدار صرف کانگریس کو سونپ کر اور سارا ملک اُن کے رحم و کرم پر چھوڑ کر چلے جائیں۔''

تین دن بعد نہرو اور سکھوں کے نمائندے سردار بلدیو سنگھ واپس ہندوستان روانہ ہو گئے۔ روانگی سے پہلے نہرو نے کہا:

''یہ توقع رکھنا حماقت ہے کہ جو مسائل مہینوں سے زیر بحث ہیں وہ چند دن میں حل ہو سکتے ہیں۔''

15 دسمبر کو اونچی ذات کے ہندوؤں کے مقدس مرکز بنارس

میں جواہر لال نہرو نے ایک زور دار تقریر کی، جس سے یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے تمام مخالفوں کو للکار کر دعوتِ مقابلہ دے رہے ہیں:

''ہم اب برطانیہ کے دست نگر اور اس کی مرضی کے محتاج نہیں۔ دستور ساز اسمبلی میں ہم جو آئین وضع کریں گے وہی آزاد ہندوستان کا آئین ہوگا۔ معلوم ہوتا ہے حکومتِ برطانیہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ وہ آئین ساز اسمبلی کے فیصلوں کی پابند نہ ہوگی۔ اسے یہ خیال جلد از جلد دل سے نکال دینا چاہیے۔ ہم دستور ساز اسمبلی میں اس لیے شریک نہیں ہوئے کہ اپنے فیصلے چاندی کی تھالی میں رکھ کر حکومتِ برطانیہ کی خدمت میں پیش کریں، اور پھر ان کی منظوری کے لیے حکومت کی خوشامد کریں۔ ہم نے تو اب لندن کی سمت دیکھنا ہی چھوڑ دیا، ہم اب کسی قسم کی خارجی مداخلت برداشت نہیں کر سکتے۔''

یہ صورتِ حال بہت نازک اور خطرناک تھی اور حکومتِ برطانیہ نے یہی مناسب سمجھا کہ وہ جلد از جلد ہندوستان میں اقتدار سے دست کش ہو جائے، اور اس بدنصیب ملک کو اپنے حال پر چھوڑ دے۔

نئی دستور ساز اسمبلی کا افتتاح 9 دسمبر کو دہلی میں ہوا تھا، لیکن مسلم لیگ کا ایک بھی نمائندہ اس اجلاس میں شریک نہ ہوا۔ جناح اور لیاقت علی دونوں اس دن لندن میں تھے۔

14 دسمبر کو لندن اور اس کے مضافات میں رہنے والے بہت سے مسلمان کنگز وے ہال (Kingsway Hall) میں محمد علی جناح کی تقریر سننے جمع ہوئے۔ لندن کے اس علاقے سے جناح کی نوجوانی کی بہت سی یادیں وابستہ تھیں۔ کنگز وے ہال کے قریب ہی لنکنز اِن واقع ہے جہاں 54 برس قبل وہ ایک غیر معروف طالب علم کی حیثیت سے وارد ہوئے تھے، اور جہاں انہوں نے پیغمبرِ اسلام ﷺ کا نام دنیا کے دوسرے عظیم قانون سازوں کے ناموں کے ساتھ کندہ دیکھا تھا۔ سینٹرل فنز بری بھی وہاں سے کچھ دور نہیں۔ یہ وہ تاریخی مقام ہے جہاں 1892ء میں جناح خاندان کے پہلے ہیرو دادا بھائی نورو جی برطانوی پارلیمنٹ کے ممبر منتخب ہوئے تھے۔

قائداعظم محمد علی جناح کی عمر اس وقت ستر برس سے گیارہ دن کم تھی۔ جلسے کے دوران وہ اپنا اوور کوٹ تمام وقت پہنے رہے اور اس کے سب بٹن اُنہوں نے بند رکھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ لندن کی سردی اور کہرے سے اب بھی بہت گھبراتے تھے۔ اس یادگار جلسے کا حال ایک مسلمان صحافی نے یوں بیان کیا ہے:

''ہال کے اندر بڑے بڑے ارگن باجوں کی ہرنے کے گرد مسلم لیگ کے ریشمی پرچم لپٹے ہوئے تھے۔ یہ ہال لندن کے میتھوڈسٹ چرچ کے مرکز کا ہال ہے۔ یہاں اس دن برطانیہ کے مختلف علاقوں سے ہندوستانی مسلمان محمد علی جناح کی تقریر سننے جمع ہوئے تھے۔ ہال کے باہر پولیس کے دستے تعینات تھے، کچھ باوردی اور کچھ سادے کپڑوں میں۔ برطانوی اخباروں کے فوٹوگرافر، کیمرے اپنے زانوؤں پر رکھے، نشستوں کی پہلی قطار میں بیٹھے تھے۔ مسٹر جناح ہال میں داخل ہوئے تو مسلم لیگی لیڈروں نے پاکستان زندہ باد اور قائداعظم زندہ باد کے نعرے بلند کیے۔ لندن کے بیچوں بیچ ایک میتھوڈسٹ گرجے میں مسلمانوں کا یہ اجتماع انگریزوں کی معقولیت اور رواداری کی گواہی دے رہا تھا۔ ہال کے اندر ایک پھریرا لہرا رہا تھا جس پر لکھا تھا کہ کیبنٹ مشن اور وائسرائے نے مسلمانوں کے ساتھ دغا بازی کی ہے،



قائداعظم محمد علی جناحؒ ایک جلسے میں

اور مسلمان سامعین پاکستان کے حق میں نعرے لگا رہے تھے۔ ہال کے باہر قریب ہی پولیس کے آدمی بڑی خاموشی اور اطمینان سے یہ سب کچھ دیکھ، سن رہے تھے۔ وہ برطانیہ کی روایتی رواداری اور اس کے امن و امان اور باضابطگی کا نشان معلوم ہو رہے تھے۔

جناح بولنے کے لئے کھڑے ہوئے تو سامعین نے پُر زور نعرے لگائے: ''ہم پاکستان لے کر رہیں گے۔'' ''محمد علی جناح زندہ باد۔'' یہ نعرے سن کر جناح کے زرد چہرے پر جذبات کے آثار نمودار ہوئے اور اُنہوں نے آہستہ آہستہ اور رک رک کر بولنا شروع کیا:

''مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہو رہی ہے کہ برطانیہ کے عوام ہندوستان کے معاملے میں اب کچھ کچھ بیدار ہو رہے ہیں۔ اس قوم کی یہ قدیم روایت ہے کہ وہ صرف اس وقت بیدار ہوتی ہے جب خطرے کی کوئی صورت سامنے ہو۔''

پھر اُنہوں نے اپنے مطالبے کے حق میں اپنی تمام دلیلیں دہرائیں اور کہا:

''ہم کیا چاہتے ہیں؟ ہمارا منتہائے مقصود کیا ہے؟ پاکستان؟''

اس پر ''زندہ باد'' کے اور نعرے بلند ہوئے۔ جناح نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا:

''ہم اپنی ایک آزاد مملکت قائم کرنا چاہتے ہیں جہاں ہم اپنی مرضی اور اپنے مخصوص تصورات کے مطابق زندگی بسر کر سکیں، پاکستان بننے سے ہندوؤں کو کیا نقصان ہوگا؟ ذرا ہندوستان کے نقشے پر نظر ڈالیے۔ پاکستان کے علاقوں کو چھوڑ کر ہندوؤں کے پاس ملک کا تین چوتھائی حصہ رہ جائے گا، اور اس حصے میں ہندوستان کے بہترین علاقے اور شہر ہوں گے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر ہمارے مطالبے میں نقص کیا ہے اور اس پر اعتراض کیوں کیا جاتا ہے، کیا برطانوی حکومت کا یہ ارادہ ہے کہ سنگینوں کے سائے میں اقتدار و اختیار ہندو اکثریت کو سونپ دے؟ اگر اس نے ایسا کیا تو مسلمانوں کی عزت خاک میں مل جائے گی اور انہیں انصاف اور رواداری کی کوئی توقع نہ رہے گی۔

جمہوریت کا تصور مسلمانوں کی گھٹی میں پڑا ہے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ جب میں مسجد میں نماز پڑھنے جاتا ہوں تو میرا شوفر اکثر میرے برابر کھڑا ہوتا ہے۔ اخوت، مساوات اور حریت مسلمانوں کے اجزائے ایمان ہیں، ہندوستان کے سیاسی مسائل کا اس کے سوا کوئی حل نہیں کہ ملک تقسیم کر دیا جائے، مسلمانوں کو ان کا وطن مل جائے اور باقی ہندوستان ہندوؤں کو دے دیا جائے۔''

قیامِ لندن کے آخری دنوں میں قائداعظم کو پھر تکان کی شکایت ہوئی اور ان کی طبیعت ناساز ہوگئی۔ وہ ہوائی جہاز سے وطن لوٹے اور کراچی اُترے۔ وہاں ڈاکٹروں نے ان کو آرام کرنے کی ہدایت کی اور کچھ دن انہوں نے ملیر میں نواب بہاول پور کے محل میں آرام کیا۔ ان کے اعصاب جواب دے گئے تھے، اور ایک مہینے تک وہ اس تکلیف میں مبتلا رہے۔ اس دوران میں ان کو ریڈیو پر خبریں سننے کی بھی اجازت نہ تھی۔ مارچ 1947ء کے شروع میں ان کی طبیعت سنبھل گئی اور وہ بمبئی واپس چلے گئے۔ انہی دنوں میں 30 فروری کو مسٹر ایٹلی نے دارالعوام میں اعلان کیا تھا کہ جون 48ء تک برطانیہ ہندوستان کو مکمل آزادی دے دے گا۔ اس فیصلے کی وضاحت کرتے ہوئے اُنہوں نے بتایا تھا کہ یا تو وہ کسی مرکزی حکومت کو سارے ملک کا اختیار سونپ دے گی، یا بعض علاقوں

میں صوبائی حکومتوں کو مکمل طور پر خود مختار کر دے گی، یا کوئی اور معقول حل تلاش کرے گی جو ہندوستان کے عوام کی بہبود کا ضامن ہو۔

ساتھ ہی وزیراعظم نے یہ بھی اعلان کیا:

''ملک معظم نے اپنے رشتے کے بھائی ایئر ایڈمرل وسکاؤنٹ ماؤنٹ بیٹن کو ہندوستان کا آخری وائسرائے مقرر کیا ہے۔ ان کا کام یہ ہوگا کہ

''برٹش انڈیا کی حکومت کے تمام اختیارات اور فرائض اس طرح ہندوستانیوں کو سونپ دیں کہ اُن کی آئندہ بہبود اور خوش حالی کی ضمانت ہو سکے۔''

(محمد علی جناح: از محمد سلیم)

آخری سفر لندن

3 دسمبر 1946ء کو قائداعظم محمد علی جناح کا سفر لندن ان کا آخری غیر ملکی سفر تھا ان کے ساتھ لیاقت علی خان، وائسرائے ہند لارڈ ویول، پنڈت جواہر لعل نہرو اور سردار بلدیو سنگھ بھی تھے وہ وزیراعظم برطانیہ ایٹلی کی دعوت میں شرکت کے لئے گئے تھے جس نے انہیں اپنے ہاں مدعو کیا تھا۔ ان دنوں لندن میں بنگالی نژاد قومی بیرسٹر مسٹر عباس نے اپنی قیام گاہ کو پاکستان ہاؤس کا نام دے رکھا تھا۔ ان کی آمد پر زبردست نعرے بلند ہوئے۔ ہوائی اڈے پر قائداعظم محمد علی جناح نے کہا:

''میں دھوپ لایا ہوں۔''

14 دسمبر 1946ء کو انہوں نے کنگز وے ہال میں پاکستانیوں سے خطاب کیا اور کہا:

''انگریز پوچھتا ہے کہ آخر ہم کیا چاہتے ہیں۔ ہمارے مطالبات کیا ہیں۔ ان سوالوں کا سیدھا سادا جواب ہے پاکستان۔ کیا اب انگریز سنگینوں کے سائے میں اقتدار ہندو اکثریت کو منتقل کر جائے گا۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے اپنے مخصوص انداز میں انگشت شہادت کو ہلاتے ہوئے کہا:

''ہم آزاد ہوں گے اور پاکستان بن کر رہے گا۔''

(مضمون: ''قائداعظم کا آخری سفر لندن'' از مجید نظامی، نوائے وقت، 25 دسمبر 1961ء)

آخری سلامِ لندن

دسمبر 1946ء کے مہینہ میں لندن سردی میں ٹھٹھرا ہوا، کہر میں بھیگا ہوا اور شدتِ سرما سے بے کیف و بے سرور تھا۔ اس نے قائداعظم محمد علی جناح کی 54 سال پہلے ان کی پہلی آمد لندن کی خوشگوار یادیں تازہ کر دیں، اگرچہ بہت کچھ بدل چکا تھا تاہم سب محسوسات اسی طرح تھے۔ قائداعظم اب بھی خود کو تنہا، کھویا ہوا اور اپنے چاہنے والوں سے الگ تھلگ سمجھتے تھے، انہیں ایسے متنفر اجنبیوں کے ساتھ لڑائیوں پر مجبور ہونا پڑا۔ جو سب انہیں ان کے درخشاں کردار سے محروم کرنا چاہتے تھے۔ ان کی زندگی کتنی مختلف ہوتی اگر وہ شیکسپیئر کے ڈرامے دکھانے والی کمپنی میں ہی رہتے، جس کے ساتھ انہوں نے بچپن میں کام کیا تھا۔

جن لوگوں کے ساتھ انہوں نے 1946ء میں سفر کیا وہ تھیٹر کے ایکٹروں کے گروہ سے بہت مختلف تھے۔ کھیل کا آخری حصہ کس قدر تلخ بن گیا تھا۔ ان کے سر پر کالی جناح کیپ تھی، جبکہ سماجی پابندیوں سے آزاد جسم کے باقی ماندہ حصے پر دوہرے پیچ کا گرم انگریزی سوٹ، نکٹائی اور اوپر سے بھاری اوورکوٹ پہن رکھا تھا۔

ویول کابینہ کے ساتھ بحث و مباحثہ کے لیے ایک انتہائی خفیہ نوٹ تیار کر کے لایا تھا، جو اس نے 3 دسمبر کو اولیں اجلاس کے موقع پر ایٹلی، لارنس اور الیگزینڈر کے حوالے کر دیا، اس میں بتایا گیا:

''موجودہ صورت حال یہ ہے کہ کانگریس محسوس کرتی ہے کہ ہزمیجسٹی کی حکومت ہندوستان سے ختم نہیں ہوگی، جب تک ان کے ساتھ کوئی غیر معمولی وحشیانہ کارروائی نہیں کی جائے گی، ان کا نصب العین جلداز جلد اقتدار کا حصول اور انگریزی اثر و رسوخ سے چھٹکارہ پانا ہے، ان کا خیال ہے کہ اس کے بعد وہ مسلمانوں اور والیانِ ریاست سے خودنمٹ لیں گے، اول الذکر کورشوت دے کراور آخرالذکر کو بلیک میل، پروپیگنڈہ اور بوقت ضرورت طاقت کا استعمال کر کے، نیز ان کی رعایا کو ان کے خلاف بھڑکا کر مسئلہ حل کر لیں گے۔''

وڈرو واٹ نے اس روز قائداعظم محمد علی جناح کے لیے دوپہر کے کھانے کا اہتمام کیا تھا، جس میں کئی ممبران پارلیمنٹ بھی شریک ہوئے، اس نے بتایا:

''جناح مشن کی فریب کاری پر اب بھی دانت پیس رہے تھے، انہیں اس بات کا شدت سے احساس ہے کہ جب کانگریس نے مختصر مدت کا منصوبہ مسترد کر دیا تھا تو انہیں حکومت بنانے کی اجازت ملنی چاہیے تھی، وہ اس رائے پر سختی سے قائم ہیں کہ کانگریس نے طویل مدت کے منصوبہ کو کبھی پذیرائی نہیں بخشی، وہ اسے منظور نہیں کرنا چاہتی اور ہرگز منظور نہیں کرے گی۔ انہوں نے بار بار کہا کہ کانگریس محض حصولِ اقتدار کے پیچھے بھاگ رہی ہے، اور اسے باز رکھنے کے لیے ہر ممکنہ کوشش کریں گے، وہ کیبنٹ مشن پلان کو ایک فراڈ اور دھوکے کی چھتری سے تعبیر کرتے ہیں، اب وہ اس رائے پر ڈٹ گئے ہیں کہ صورتِ حال صرف پاکستان کی تخلیق سے بہتر ہو سکتی ہے۔ مرکزی حکومت، جس کے ماتحت صرف تین امور ہوں، کی بابت معاملہ کو مؤخر کرنے والے خیالات جو انہوں نے شملہ میں ظاہر کیے تھے، ایسا لگتا ہے کہ اب ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکے ہیں، انہوں نے کہا کہ آپ صحیح اندازہ نہیں لگا سکتے کہ آپ کے آنے کے بعد اب تک ہندوستان میں صورت حال کتنی ابتر ہو چکی ہے، اس سلسلہ میں ان کا پسندیدہ راگ وہ تھا، جسے انہوں نے بہار میں ہندوؤں کے ہاتھوں مسلمانوں کے دانستہ قتل عام کا نام دیا، جب ان سے کسی تعمیری تجویز کا سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ فوری طور پر جو کچھ ہونا چاہیے، وہ امن وامان کی بحالی ہے، ان سب کو خصوصاً انگریزوں کو امن عامہ کے قیام میں بھرپور تعاون کرنا چاہیے، اس کے بعد پاکستان کا ذکر چھڑا۔ مجھے یاد نہیں قبل ازیں میں نے انہیں اتنے بدترین موڈ میں دیکھا ہو، اپنی کار میں سوار ہوتے وقت انہوں نے آخری الفاظ جو مجھ سے کہے، وہ تھے ''بحث کے لیے مزید وقت نہیں ہے۔''

مجھے یقین ہے کہ اب آخری چارہ کار یہ ہے کہ انہیں اچانک بری طرح خوفزدہ کیا جائے، اور یہ کہہ دیا جائے کہ اگر وہ دستور ساز اسمبلی کو نہیں مانتے تو ان کے آدمیوں کو اسمبلی سے نکلنا ہوگا، اور انہیں انگریزوں کی طرف سے کوئی مدد نہیں ملے گی۔''

آخری عدالت

(دیکھئے: صاحب بصیرت سیاستدان)

آخری فتح

(دیکھئے: قرآن کریم)

آخری فیصلہ

(دیکھئے: خراج عقیدت)

آخری قیام گاہ

قائداعظم محمد علی جناح کی آخری قیام گاہ زیارت ریذیڈنسی تھی۔ یہ دو منزلہ عمارت تھی اور اس میں خوبصورت لان تھے جن کی نظیر پورے ملک میں نہیں ملتی تھی۔ ہر سال ہزاروں افراد اس ریذیڈنسی کو دیکھنے آتے 1954ء تک بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ جنرل اور چیف کمشنر اس عمارت کو اپنی موسم گرما کی رہائش گاہ کے طور پر استعمال کیا کرتے تھے اس کے بعد یہ صرف اعلیٰ حکام اور دیگر اہم شخصیات کے لیے مخصوص کر دی گئی۔ افسوس کہ قائداعظم محمد علی جناح کی یہ آخری آرام گاہ 15 جون 2013ء کو دہشت گردوں کا نشانہ بن گئی۔ سماج دشمن عناصر نے اس کے تقدس کو بھی پامال کر دیا۔ حکومت زیارت ریذیڈنسی کی اصل صورت میں بحالی کے اقدامات کر رہی ہے۔

آخری کانفرنس، لندن

1946ء کے اواخر میں سیکرٹری آف سٹیٹ نے وائسرائے ہند لارڈ ویول کو دعوت دی کہ وہ کانگریس اور لیگ کے دو دو نمائندے ہمراہ لے کر فوراً لندن پہنچ جائیں تا کہ ساری صورت حال پر غور کر کے سمجھوتہ کے لیے نیا فارمولا تلاش کیا جا سکے۔

وائسرائے ہند لارڈ ویول نے تجویز کیا:

"ایک سکھ نمائندہ، (اس کی حکومت میں وزیر دفاع سردار بلدیو سنگھ) کا اضافہ کر دیا جائے۔"

ہندوؤں نے ورکنگ کمیٹی میں اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا، اور کانگریس کی طرف سے اس دعوت نامہ کو قبول کرنے سے معذرت ظاہر کر دی۔ ایک روز بعد بلدیو سنگھ نے بھی انکار کر دیا، تاہم قائداعظم محمد علی جناح نے بخوشی دعوت نامہ پر لبیک کہتے ہوئے لیاقت علی خان اور وائسرائے کے ساتھ لندن جانے پر آمادگی کا اظہار کیا۔ اس پر ایٹلی نے نہرو سے ذاتی اپیل کی:

"آپ آزادیٔ ہند کی منزل کی طرف تیزی سے بڑھنے کے لیے اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کر لیں۔"

کانگریس کا اجلاس پھر ہوا، جو سارا دن جاری رہا۔ آخر کار نہرو اور بلدیو سنگھ جانے کے لیے رضامند ہو گئے۔ روانگی کے وقت جب قائداعظم محمد علی جناح کو پتہ چلا کہ نہرو اور بلدیو سنگھ بھی جا رہے ہیں تو انہوں نے اپنا ارادہ بدل لیا۔

لارڈ ویول نے ڈائری میں لکھا:

"یہ کس قسم کے ناممکن لوگ ہیں۔ میں نے ایان سکاٹ کو لیاقت سے ملنے بھیجا۔ آدھی رات کو یہ پیغام لے کر آیا کہ معاملہ بہت دور چلا گیا ہے۔ لیاقت اس بات پر آمادہ ہو گئے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ کل کراچی جائیں گے اور وہاں جناح سے مل کر انہیں منانے کی کوشش کریں گے۔"

اگلے دن جب انہوں نے دہلی سے پرواز کی، لیاقت بھی یورپ کے لیے رات گئے روانہ ہو گئے۔ قائداعظم محمد علی جناح کو ایٹلی کا ذاتی اپیل پر مبنی پیغام ملا۔ اگرچہ بہت دیر سے سہی بالآخر وہ بھی کراچی سے وائسرائے کے طیارہ پر سوار ہونے پر رضامند ہو گئے۔ جو ہجوم انہیں خدا حافظ کہنے ایئرپورٹ آیا وہ پاکستان زندہ باد کے نعرے لگا رہا تھا۔

(تفصیل کے لیے دیکھئے: آخری سلام لندن)

آخری کوششیں

ڈاکٹر عطش درانی اپنی کتاب "پاکستان ایک نظریہ یا تحریک"، میں رقمطراز ہیں:

''قائداعظم ابھی محمد علی جناح تھے۔ وہ بنیادی طور پر کانگریس کے رکن تھے۔ شاید وہ صرف ایک سیاستدان تھے جو حالات کے رخ کو جانچتا، اور پرکھتا ہے۔ دسمبر 1913ء میں انہوں نے مسلم لیگ کی رکنیت بھی اختیار کر لی، چونکہ وہ دونوں سیاسی جماعتوں سے منسلک تھے، اس لیے لامحالہ ان کی یہ خواہش رہی کہ دونوں جماعتیں متحد ہو کر آزادی کے لیے کام کریں، اور یوں وہ مسلم ہندو اتحاد کے زبردست موید اور حامی بنے رہے اور دونوں جماعتوں کو قریب تر لانے کے لیے ان کی کوششیں جاری رہیں، جو بالآخر آخری کوششیں ہی قرار پائیں۔ وہ اتحاد کے نقیب بنے تھے۔

مسلم لیگ کے مقاصد میں نئی تبدیلیوں سے مسلم ہندو اتحاد کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ انہی حالات میں پہلی جنگ عظیم کا آغاز ہوا تھا، جس کے لیے برطانوی حکومت کو ہندوستان کی سیاسی جماعتوں کے تعاون کی پہلے سے بڑھ کر ضرورت تھی لیکن کانگریس، اور مسلم لیگ کی قیادت ایسے لوگوں کے ہاتھ میں آ چکی تھی، جو حکومت سے غیر مشروط تعاون کے لیے تیار نہیں تھے، پھر یہ کہ وہ ہندو مسلم اتحاد کے زبردست حامی تھے۔ ان قائدین نے یہ طے کیا کہ اگر مسلم لیگ، اور کانگریس دونوں جماعتیں مل کر مشترکہ دستوری منصوبہ مرتب کریں تو اسے ہندوستان کے متفقہ مطالبات کی حیثیت سے حکومت کے سامنے پیش کریں تو حکومت اسے نظر انداز نہیں کر سکے گی۔ خود حکومت نے بھی دستوری اصلاحات کو ہندوستانی جماعتوں کے اتفاق رائے کے ساتھ مشروط کر دیا۔

جنوری 1910ء کو مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ دہلی میں حکیم اجمل نے تقریر کرتے ہوئے مسلم ہندو اتحاد کی طرف توجہ دلائی تھی۔ اسی سال کانگریس کے سالانہ اجلاس میں خطبہ صدارت دیتے ہوئے سر ولیم ویڈربرن نے مسلم ہندو اتحاد کے لیے دونوں قوموں کے رہنماؤں کی کانفرنس کی تجویز پیش کی اور انہوں نے بتایا:

''انگلستان میں ان کی بات چیت مسلم ہندو اتحاد کے مسئلہ پر آغا خان، اور سید امیر علی سے ہوئی ہے اور انہوں نے بھی مسلم ہندو اتحاد کے لیے کانفرنس بلانے کی تجویز دی ہے۔''

دسمبر 1910ء کو مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس ناگپور میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس کی صدارت سید نبی اللہ نے کی تھی۔ انہوں نے اپنے خطبہ صدارت میں ہندو مسلم اتحاد کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے کہا:

''میں یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ ہندو مسلم زعماء اور بالخصوص ہندو مسلم قانون ساز کبھی کبھی آپس میں ملکی مفاد عامہ کے مسائل پر دوستانہ تبادلہ خیال کریں، اور اس طرح توقع ہے کہ وہ ایک دوسرے کے معاون ثابت ہوں گے، اور باہمی غلط فہمیوں کو رفع کر کے اور اختلافات کو محو کر کے رواداری کی سازگار فضا کو پیدا کر سکیں گے۔ مجھے امید ہے کہ اس طریق پر عمل کرنے سے خوش آئند نتائج پیدا ہوں گے''۔

یکم جنوری 1911ء کو الہ آباد میں یہ کانفرنس منعقد ہوئی جس میں ساٹھ ہندو اور چالیس مسلمان رہنماؤں نے شرکت کی جن میں سے سریندر ناتھ بینرجی، گوپال کرشن گوکھلے، مدہن موہن مالویہ، موتی لال نہرو، مہاراجہ دربھنگہ، سر تیج بہادر سپرو، ایس پی سنہا، وقارالملک، سر آغا خان، سر ابراہیم رحمت اللہ، محمد علی

جوہر، محمد علی جناح، حسن امام، اور حکیم اجمل خان قابل ذکر ہیں۔

ان حالات میں قائداعظم محمد علی جناح نے بھی اتحاد کے لیے کوششیں شروع کیں۔ دسمبر 1915ء کو کانگریس کا سالانہ اجلاس بمبئی میں منعقد ہونے والا تھا۔ محمد علی جناح نے اپنے ذاتی اثر و رسوخ سے کام لے کر مسلم لیگ کونسل سے یہ طے کروایا کہ مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس بھی بمبئی میں انہی دنوں میں منعقد ہو، چنانچہ محمد علی جناح کوششوں سے 1915ء میں مسلم لیگ، اور کانگریس کے اجلاس ایک ہی شہر بمبئی میں منعقد ہوئے۔ یہ اجلاس بڑی اہمیت کے حامل تھے کیوں کہ برعظیم پاک و ہند کی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ مسلم لیگ اور کانگریس نے ایک ہی وقت میں اور ایک ہی شہر میں اپنے اجلاس منعقد کیے۔ مسلم لیگ کے اجلاس کی صدارت مظہر الحق نے کی، اور کانگریس کے صدر ایس پی سنہا تھے۔ نیز یہ پہلا موقع تھا کہ کانگریس کا صدارتی خطبہ جوش سے بھرا ہوا تھا۔ مسلم لیگ کے اجلاس میں محمد علی جناح نے ایک تجویز پیش کی:

''ہندوستان کے آئین میں نئی تبدیلی ہونے والی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہندوستان کی دونوں سیاسی جماعتیں مسلم لیگ اور کانگریس کوئی ایسی سکیم تیار کریں جس میں مسلمانوں کے مفادات کے تحفظ کا خاص طور پر لحاظ رکھا گیا ہو اور پھر یہ رپورٹ حکومت کو پیش کی جائے کہ یہی متحدہ ہندوستان کے مطالبات ہیں۔''

اس تجویز کی حمایت جناب فضل حق، اور مولانا ابوالکلام آزاد نے کی، اور یہ تجویز منظور ہوئی، پھر اس پر عمل درآمد کی خاطر تجویز کے مطابق ایک کمیٹی بنائی گئی جس کے اراکین میں قابل ذکر نام راجہ صاحب محمود آباد، سر رضا علی، صاحب زادہ آفتاب احمد خان، فضل حق، مولانا ابوالکلام آزاد، سر آغا خان، سر ابراہیم رحمت اللہ، سر یعقوب حسن، سر علی امام، ڈاکٹر سید محمود، ڈاکٹر انصاری، حکیم اجمل خان، اور محمد علی جناح ہیں۔

اسی طرح کی ایک کمیٹی کانگریس کے اجلاس میں بھی بنائی گئی۔ دونوں جماعتوں کی کمیٹیوں نے مل کر ایک متفقہ سکیم تیار کی، جو مسلم لیگ اور کانگریس کے اگلے اجلاسوں میں منظوری کے لیے پیش کی گئی۔ دونوں جماعتوں نے انہیں منظور کر لیا جسے میثاق لکھنؤ 1916ء کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

میثاق لکھنؤ (معاہدہ لکھنؤ) 1916ء کی مسلمانوں سے متعلق خاص خاص دفعات مندرجہ ذیل تھیں:

1. مسلمانوں کے لیے علیحدہ حلقے قائم کیے جائیں جن میں وہ جداگانہ نمائندگی کے اصول پر اپنے نمائندوں کا انتخاب کریں۔ مختلف صوبائی کونسلوں میں ان کی نمائندگی کا تناسب مندرجہ ذیل ہونا چاہیے۔
پنجاب 50 فیصد، صوبہ جات متحدہ (یو پی) 30 فیصد بنگال 40 فیصد، بہار 25 فیصد، مرکزی صوبہ جات (سی۔ پی) 15 فی صد، مدراس 15 فیصد، بمبئی 33 فی صد۔

(نشستوں کی تقسیم کے اس فارمولے پر اتفاق کر کے طرفین نے ایک دوسرے کو کچھ رعایتیں دیں۔ اس کے نتیجے میں پنجاب اور بنگال میں مسلمانوں کی اکثریت اقلیت میں تبدیل ہو گئی، لیکن مسلم اقلیت کے صوبوں میں مسلمانوں کو آبادی کے تناسب سے زیادہ نشستیں حاصل ہو گئیں۔ یہ بڑی عجیب سیاسی

صورت حال تھی)

◆ تجاویز میں کہا گیا کہ اگر کسی قانون ساز اسمبلی میں کوئی غیر سرکاری رکن ایسی قرارداد یا مسودہ قانون پیش کرے جس کے فرقے کے ارکان کی تین چوتھائی تعداد اپنے فرقے کے لیے ناقابل قبول قرار دے تو ایسے مسودہ قانون یا قرارداد کو زیر بحث نہیں لایا جائے گا۔ (اس اصول کے تسلیم کر لیے جانے کی صورت میں مسلمانوں کو یہ تحفظ حاصل ہو جاتا کہ ہندو قانون ساز اداروں میں اپنی اکثریت کی وجہ سے کوئی ایسا قانون منظور نہ کر سکیں گے، جو مسلمانوں کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتا۔)

◆ تجاویز میں کہا گیا کہ امپیرل لیجسلیٹو کونسل کے منتخب ارکان سے ایک تہائی مسلمان ہوں گے جنہیں جداگانہ انتخاب کے ذریعے چنا جائے گا۔

اگر ہم ان امور کا تجزیہ کریں تو مندرجہ ذیل باتیں اہم معلوم ہوتی ہیں:

① میثاق لکھنؤ کی رو سے کانگریس نے مسلمانوں کو الگ قوم، اور مسلم لیگ کو اس کا نمائندہ تسلیم کر لیا، ورنہ مسلم لیگ کے ساتھ عہد بے معنی ہو کر رہ جاتا، یہی دونوں باتیں ہیں جن سے نہرو رپورٹ میں انحراف کیا گیا تو مسلمان اور ہندو الگ الگ راہوں پر گامزن ہو گئے۔

② اس معاہدے سے وقتی طور پر تعاون کی راہیں ہموار ہوئیں اور تحریک خلافت اور تحریک عدم تعاون جیسی تحریکیں چلانا ممکن ہوئیں۔

③ ہندو نے بہت عیاری کے ساتھ پنجاب و بنگال میں مسلم اکثریت ختم کر دی تھی، جب کہ باقی صوبوں میں مسلمان اقلیت میں تھے۔

④ پنڈت مدن موہن اور لالہ لاجپت رائے نے جداگانہ قومیت اور جداگانہ انتخاب کے تصور کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور شروع ہی سے اس معاہدے کے خلاف مہم شروع کر دی۔

⑤ اتحاد کے نتیجے میں ہندوستان کی تمام قومیں آزادی کی تحریک کے لیے سرگرم ہو گئیں۔ 20 اگست 1917ء کو وزیر ہند مسٹر مانٹیگو نے برطانوی دارالعوام میں اعلان کیا:

''ملک معظم کی حکومت کی پالیسی یہ ہے کہ ہندوستان کے نظم و نسق کے ہر شعبہ میں اہل ہند کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں شریک ہونے کا موقع دینا چاہیے اور یہ بھی ضروری ہے کہ حکومت خود اختیاری کے اداروں کو بتدریج ترقی دے تا کہ انجام کار ہندوستان کامل ذمہ دارانہ حکومت کا مالک بن کر برطانوی سلطنت کا ایک جزو بن سکے، چنانچہ ملک معظم کی رضامندی سے ان کی حکومت نے یہ فیصلہ کیا کہ مجھ کو وائسرائے کی یہ دعوت قبول کر لینا چاہیے کہ میں ہندوستان جا کر ان معاملات کے متعلق وائسرائے، اور حکومت ہند سے بالمشافہ گفتگو کروں تا کہ ایک طرف اس ملک کے وائسرائے اور وہاں کے مقامی حکومتوں کے خیالات معلوم کیے جا سکیں اور دوسری طرف ہندوستان کی نمائندہ جماعتوں کے مشورے سے بھی مستفید ہو سکوں۔''

بقول سید حسن ریاض مسٹر مانٹیگو 10 نومبر 1917ء کو ہندوستان آئے۔ لارڈ ڈونومور، سر ولیم ڈیوک، بھوپندر ناتھ باسو اور چارلس رابرٹس بحیثیت ارکان مشن ان کے ساتھ تھے۔ مشن نے مختلف صوبوں کا دورہ کیا۔ ہر خیال کے وفود سے اس نے ملاقاتیں

کیں، پھر دہلی میں کانفرنسوں کا سلسلہ رہا۔ گورنروں سے، والیان ملک کی کمیٹیوں سے اور ملک کے اہل سیاست سے اس نے باتیں کیں۔ مولانا محمد علی جوہر نے جو اس وقت نظر بند تھے ملنا چاہا، ان کو اجازت نہ دی گئی۔ نواب محمد اسحاق خاں صاحب آنریری سیکریٹری علی گڑھ کالج کی سرکردگی میں مسلمانوں کا وفد مسٹر مانٹیگو سے ملنے دہلی آیا۔ اس کے لیے ملاقات کی یہ شرط عائد کی گئی کہ ایڈریس سے علی برادران کا ذکر خارج کر دے۔ وفد نے اس کا یہ غیرت مندانہ جواب دیا کہ وفد کے ارکان ذاتی حیثیت میں نہیں مل رہے بلکہ یہ وفد مسلمانوں کی طرف سے ہے۔ اس لیے ایڈریس میں وفد نہ کوئی اضافہ کر سکتا ہے اور نہ اس میں سے کچھ خارج کر سکتا ہے۔ حکومت نے عذر قبول نہ کیا اور وفد مسٹر مانٹیگو سے نہ ملا۔

البتہ محمد علی جناح، راجہ محمود آباد، سر محمد شفیع، سر فضل حسین، سید حسین امام، مظہر الحق، ڈاکٹر انصاری، مولوی فضل الحق، گاندھی، پنڈت مدن موہن مالویہ جیسے رہنما ذاتی طور پر مسٹر مانٹیگو سے ملے۔

آخر جولائی 1918ء میں ہندوستان کی دستوری اصلاحات کے بارے میں لارڈ چمسفورڈ، اور مانٹیگو کی مشترکہ رپورٹ شائع ہوئی، جس میں ہندوستان میں اصلاحات کے نفاذ کے لیے مندرجہ ذیل چار اصولوں کو بنیاد قرار دیا:

1. ہندوستان کو مقامی خود اختیاری کے اداروں میں مکمل اختیارات دیے جائیں۔
2. صوبوں کی سطح پر ذمہ دارانہ حکومت عطا کرنی چاہیے۔ اس ضمن میں صوبائی حکومتوں کے بعض شعبوں میں منتخب نمائندوں کو اختیار دیے جائیں اور مکمل صوبائی خود اختیاری اس وقت دی جائے جب حالات اس کی اجازت دیں۔
3. ہندوستان کی مرکزی حکومت برطانوی پارلیمنٹ کے سامنے جوابدہ رہے۔ مرکزی قانون ساز کونسل میں توسیع کی جائے اور اسے زیادہ نمائندہ حیثیت دی جائے۔
4. برطانوی پارلیمنٹ اور وزیر ہند کا ہندوستان کی حکومت پر کنٹرول نسبتاً نرم کیا جائے۔

مختلف طبقوں کی طرف سے اس رپورٹ پر مختلف ردعمل ہوا۔ کانگریس، اور مسلم لیگ کے غیر معمولی اجلاس مانٹیگو چمسفورڈ رپورٹ پر غور کرنے کے لیے اگست 1918ء کو بمبئی میں طلب کیے گئے۔ کانگریس نے اپنے اجلاس میں ان تجاویز پر اظہار خیال کرتے ہوئے انہیں ناکافی، غیر تسلی بخش اور مایوس کن قرار دیا۔ مسلم لیگ نے ان کی مذمت نہیں کی بلکہ یہ رائے دی:

''ترامیم کر کے ان تجاویز کو ذمہ دارانہ حکومت کے لیے مزید بہتر بنایا جائے۔''

محمد علی جناح نے ان تجاویز پر ایک اخباری بیان دیا جس میں رپورٹ کے اس حصے سے انہوں نے اختلاف کیا:

''ترقی کے ساتھ ذمہ دار حکومت کا حصول محض صوبوں تک محدود رہے۔''

ان کی رائے یہ تھی:

''لوکل سیلف گورنمنٹ صوبوں اور مرکز میں ایک ساتھ ترقی کرے۔''

انگریز ہندوستان میں جمہوریت کے نفاذ کے لیے مجبور تھا۔ جمہوریت سے نابلد ہندوستانیوں کو خود اختیاری رفتہ رفتہ ہی دی جا سکتی تھی۔ اس بات پر ایک بڑا عرصہ صرف ہو سکتا تھا، مگر کتنا عرصہ؟ یہ حالات پر منحصر تھا۔

مانٹیگو چمسفورڈ رپورٹ کی بنیاد پر ہندوستان میں نئی آئینی اصلاحات رائج کرنے کے لیے ایک مسودہ قانون تیار کر کے جون 1919ء میں برطانوی پارلیمنٹ میں پیش کیا گیا جو بالآخر دسمبر 1919ء میں منظور ہوا، جسے قانون ہند 1919ء یا مانٹیگو چمسفورڈ اصلاحات کہا جاتا ہے۔ اس کی مسلمانوں سے متعلق خاص خاص دفعات یہ تھیں۔

1. امپیریل کونسل میں 103 نشستوں میں سے 30 مسلمانوں کے لیے مخصوص کر دی گئیں۔
2. جداگانہ انتخابات کے اصول کو تسلیم کیا گیا۔

اس قانون میں البتہ صوبوں اور مرکز کے مابین اختیارات کی تقسیم واضح نہیں تھی۔ صوبائی امور کی اس تقسیم کے طریق کار کو دوعملی کا نام دیا جاتا ہے، جو کسی نے پسند نہ کیا۔ وزیر ہند کے اخراجات پہلے ہندوستان کے خزانے سے ادا کیے جاتے تھے لیکن اب ان کا بوجھ انگلستان کے خزانے پر ڈال دیا گیا۔ انگلستان میں ہائی کمشنر برائے ہندوستان کا ایک نیا عہدہ قائم کیا گیا۔ جس کے سپرد تجارتی امور کیے گئے جو پہلے وزیر ہند سرانجام دیتا تھا۔ اس بات کا اعلان کیا گیا کہ دس سال کے بعد ایک کمیشن مقرر کیا جائے گا جو اس قانون کے نفاذ کا جائزہ لے گا اور ہندوستان میں مزید آئینی اصلاحات کے لیے سفارشات پیش کرے گا۔

اس قانون پر ردعمل کا اظہار تحریک خلافت، جلیانوالہ باغ کے واقعات، مارشل لاء کے نفاذ اور تحریک عدم تعاون کی روشنی میں صاف نظر آتا ہے۔ ان حالات میں عوام نے اس قانون کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ 1921ء میں ہونے والے انتخابات بھی اسی عدم توجہی کا شکار ہوئے۔ حکومت نے 1918ء میں سر سڈنی رولٹ کی قیادت میں فوجداری قوانین اور سیاسی مجرموں کو سزا دینے کے لیے قانون کی تیاری ایک کمیٹی کے سپرد کی، جس نے فروری 1919ء میں دو مسودات پیش کیے جو رولٹ ایکٹ قرار پائے۔ ان میں عوام کے حقوق سلب کر لیے گئے اور آزادی تحریر و تقریر ختم کر دی گئی۔ انتظامیہ کو وسیع اختیارات دے دیے گئے۔ اب وہ کسی بھی شخص کو بغیر وجہ بتائے گرفتار کر سکتے تھے۔

رولٹ ایکٹ پر ہندوستانی عوام کا ردعمل شدید ہوا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

"قانون بنانا مرض کا علاج نہیں، تمہیں (انگریزوں کو) اپنی پالیسی تبدیل کرنا چاہیے۔ سازشیں خود بخود ختم ہو جائیں گی۔"

پورے ملک میں ان مسودات کے خلاف ہنگامے شروع ہو گئے۔ مسٹر گاندھی ان دنوں افریقہ سے برعظیم پاک و ہند کی طرف واپس آئے تھے اور انہوں نے وہاں کے آزمودہ ہتھیار "پرامن مزاحمت" کو استعمال کرنے کا فیصلہ کیا، اور پوری قوم سے 6 اپریل 1919ء کو یوم ستیہ گرہ کے نام پر ہڑتال کرنے کی اپیل کی۔ دہلی میں یہ کام 30 مارچ ہی سے شروع ہو گیا۔ زبردست ہنگامے ہوئے۔ آریہ سماج کے تربیت یافتہ کارکن پیش پیش تھے۔ 16 اپریل کو دوسرے شہروں میں بھی ہڑتال ہوئی۔ 10 اپریل کو گاندھی پنجاب کے دورے پر روانہ ہوئے لیکن حکومت پنجاب نے ان کا داخلہ ممنوع قرار دیا اور وہ احمد آباد لوٹ گئے۔ امرتسر میں یہ افواہ پھیل گئی کہ گاندھی گرفتار کر لیے گئے۔ لوگوں نے اس کے خلاف جلوس



قائداعظم محمد علی جناحؒ مشرقی لباس میں

نکالا۔ حکومت پنجاب نے جلسے جلوس بند کر رکھے تھے۔ لاہور میں بادشاہی مسجد کے قریب گولی چلائی گئی۔ فیروز پور سے آنے والی ایک گاڑی قصور کے مقام پر روک کر انگریزوں کو قتل کرنے کی کوشش کی گئی۔ دو انگریز مارے گئے البتہ باقی کی جان بچالی گئی۔

محمد علی جناح نے اسمبلی میں اس مسودہ قانون کی سخت مخالفت کی۔ انہوں نے مرکزی اسمبلی میں رولٹ ایکٹ پر تقریر کرتے ہوئے حکومت کو متنبہ کیا:

''اگر یہ قانون منظور ہو گیا تو آپ کے اس فعل سے تمام ملک میں ایک سے لے کر دوسرے سرے تک ایسی خطرناک شورش اور بدامنی پھیل جائے گی، جس کی مثال آپ نے آج تک نہیں دیکھی اور یقین کیجئے یہ ان خوشگوار تعلقات کو تباہ کر دے گی جو حکومت، اور عوام کے درمیان قائم ہیں''۔

18 مارچ 1919ء کو یہ مسودہ قانون منظور ہو گیا۔ اس کے باوجود کہ تمام ہندوستانی غیر سرکاری اراکین نے اس مسودہ قانون کی مخالفت میں ووٹ دیے، محمد علی جناح اور مظہر الحق نے رولٹ ایکٹ کے پاس کیے جانے پر بطور احتجاج مرکزی اسمبلی کی رکنیت سے استعفیٰ دے دیا۔

10 اپریل کو امرتسر کے ڈپٹی کمشنر نے ڈاکٹر سیف الدین کچلو اور ستیہ پال کو گرفتار کر لیا کیوں کہ یہ دونوں لیڈر حکومت کے خلاف اس تحریک میں پیش پیش تھے۔ جب ان کی گرفتاری کی اطلاع لوگوں کو ملی تو شہر کی دوکانیں بند ہو گئیں اور لوگ اکٹھے ہو کر ڈپٹی کمشنر کی رہائش گاہ کی طرف بڑھنے لگے۔ تیس ہزار انسانوں کا جلوس ریل کا پل عبور کر کے سول لائن پہنچا تھا کہ پولیس نے راستہ روک لیا۔ ہجوم کی طرف سے پتھراؤ شروع ہوا۔ ادھر سے اس کا جواب گولی سے دیا گیا۔ کچھ لوگ وہیں ہلاک ہو گئے اور کئی زخمی ہوئے۔ عاشق حسین بٹالوی لکھتے ہیں:

''اب وہ ہجوم شیر کی طرح رنج و غصے سے بھرا ہوا پلٹ کر شہر پر پل پڑا۔ ٹاؤن ہال، تار گھر، اور ڈاک خانے کو آگ لگا دی۔ نیشنل بنک اور الائنس بنک کو لوٹ لیا۔ نیشنل بنک کی عمارت کو آگ لگا کر اس کے انگریز مینیجر سٹوارٹ اور اسسٹنٹ مینیجر سکاٹ کو قتل کر دیا۔ الائنس بنک کا ٹامس بھی مارا گیا۔ بجلی گھر کا انگریز مینیجر رالینڈز اور تار گھر کا افسر رابسن بھی قتل کر دیے گئے۔ شہر پر عوام کا قبضہ ہو گیا تھا۔ تمام انگریز اور اینگلو انڈین لوگوں نے بھاگ کر گوبند گڑھ کے گھر میں پناہ لے لی۔''

11 اپریل کو رات کے نو بجے امرتسر شہر فوج کے حوالے کر دیا گیا۔ فوج کی کمان جنرل ڈائر کے ہاتھ میں تھی۔ 12 اپریل کا دن آرام سے گزر گیا۔ 13 اپریل کو ایک جلسے کا پروگرام تھا۔ اتفاق سے بیساکھی کا دن تھا اور بہت سے دیہاتی بیساکھی کا تہوار منانے کے لیے شہر آئے ہوئے تھے۔ شام کو جلیانوالہ باغ میں جمع ہونے لگے۔ یہ ایک کھلا میدان تھا جو شہر کی گنجان آبادی کے درمیان واقع تھا۔ اس کے چاروں طرف اونچے اونچے مکان تھے اور ایک طرف چھ فٹ اونچی دیوار تھی۔ باغ میں داخل ہونے کا صرف ایک ہی راستہ تھا جو تنگ گلی میں واقع تھا۔ اسی راستے سے لوگ اندر اور باہر آ سکتے تھے۔

جب جنرل ڈائر کو علم ہوا کہ جلیانوالہ باغ میں جلسہ ہو رہا ہے تو وہ اسی وقت بکتر بند گاڑیاں لے کر جن میں مشین گنیں بھی تھیں، جلسہ گاہ کی طرف روانہ ہوا۔

ڈائر نے پہنچتے ہی گولی چلانے کا حکم دے دیا اور جب تک سپاہیوں کا اسلحہ ختم نہ ہوا گولی چلتی رہی۔ چار سو انسانوں کو مار کر اور پندرہ سو زخمی کر کے ڈائر اطمینان سے واپس اپنی قیام گاہ آرام باغ میں جا کر سو گیا۔ کرفیو کی وجہ سے رات کے آٹھ بجے کے بعد گھر سے کوئی نکل نہیں سکتا تھا۔ اس لیے رات بھر لاشیں وہیں پڑی رہیں اور زخمی چیختے چلاتے رہے۔

جب سانحہ جلیانوالہ باغ کی خبر دوسرے شہروں میں پہنچی تو حکومت کے خلاف غیظ وغضب کا ایک طوفان کھڑا ہو گیا۔ پنجاب کے تمام شہروں میں خصوصاً لاہور، قصور، گوجرانوالہ، گجرات، سیالکوٹ، لائل پور (فیصل آباد)، شیخوپورہ، وزیر آباد، اور حافظ آباد میں ہنگامے ہوئے، جن پر قابو پانے کی خاطر 15 اپریل 1919ء کو پنجاب میں مارشل لاء نافذ کر دیا گیا۔ یہ پہلا مارشل لاء تھا جس کا تسلسل قیام پاکستان میں قائم ہوا۔

ان مظالم کے ذکر سے سینکڑوں نہیں ہزاروں صفحات سیاہ ہو چکے ہیں۔ چودہ چودہ برس کے بچوں کو ٹکٹکی میں باندھ کر کوڑوں سے پیٹا گیا۔ کم از کم بیس کوڑوں کی سزا مقرر تھی، حالانکہ بڑے سخت جان کی کھال بھی چند کوڑوں کے بعد ادھڑ جاتی ہے اور وہ بیہوش ہو جاتا ہے۔ ہر محلے سے چن چن کر معززین کو نکالا گیا، اور انہیں برہنہ سر اور برہنہ پا ہتھکڑیاں اور بیڑیاں ڈال کر بازاروں میں پھرایا گیا تا کہ کھلے بندوں ان کی تذلیل ہو۔ لاہور کے تمام باشندوں کو حکم ملا کہ وہ اپنی موٹر کاریں، سائیکلیں، بجلی کے پنکھے، اور بجلی کے لیمپ فوج کے حوالے کر دیں۔ سکول کے بچوں کو ہر روز دھوپ میں کھڑے ہو کر ایک فوجی افسر کے سامنے یہ کہنا پڑتا تھا:

''حضور ہم نے کوئی قصور نہیں کیا۔ ہماری توبہ ہم سے آئندہ کوئی بھی خطا سرزد نہیں ہوگی''۔

ان واقعات کا جو شدید ردعمل ہوا، ان کے آگے حکومت ٹھہر نہ سکتی تھی، چنانچہ معاملات کی تحقیق کے لیے حکومت وسینٹرل کمیٹی قائم کرنا پڑی جس نے ڈائر کو فوج سے برخاست کر دیا۔ چرچل نے مداخلت کی، اور اسے آدھی تنخواہ کی پنشن پر ریٹائر کر دیا گیا۔

برطانوی پارلیمنٹ کے ایک رکن نے برملا کہا:

''تم نے ہندوستان میں برطانوی شہنشاہیت (Imperialism) کی قبر کھودی ہے۔''

ڈائر پر فالج کا حملہ ہوا، اور وہ 23 جولائی 1927ء کو مر گیا۔

ایسے ہی واقعات تحریک پاکستان کے اہم سنگ میل ٹھہرتے ہیں۔ انہی کی بنیاد پر سیاسی منزل قریب ہوئی، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ جمہوریت نا آشنا ہندوستانیوں، اور خاص طور پر جذباتی مسلمانوں میں سیاسی شعور مستحکم ہونے کے لیے بہت وقت چاہیے تھا۔

(پاکستان ایک نظریہ یا تحریک، از ڈاکٹر عطش درانی مطبوعہ، مکتبہ عالیہ لاہور)

آخری کیس

قائداعظم محمد علی جناح نے اپنی عدالتی زندگی میں بہت سے مقدمات کی پیروی کی۔ مگر اپنا آخری کیس 1945ء میں لڑا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے اپنے اس آخری کیس میں بشن لال (Bishan Lal) کا دفاع کیا تھا۔

آخری گھڑی

قائداعظم محمد علی جناح کو شدید بیماری کی حالت میں پہلے زیارت سے کوئٹہ اور پھر کوئٹہ سے کراچی لایا گیا، ایئرپورٹ

سے گورنمنٹ ہاؤس پہنچنے میں اس سے نصف وقت لگا جتنا وقت کوئٹہ سے کراچی تک پوری پرواز میں صرف ہوا تھا۔

قائداعظم محمد علی جناح کا قافلہ 6 بج کر 10 منٹ پر گورنر جنرل منشن میں داخل ہوا۔ گورنر جنرل ہاؤس پہنچ کر قائداعظم کی آنکھ لگ گئی اور وہ قریباً دو گھنٹے سوئے رہے، پھر اچانک انہوں نے آنکھیں کھولیں اور بڑی ہی نحیف و کمزور آواز میں بولے:

''فاطی''

انہوں نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ ان کا سر دائیں طرف لڑھک گیا، اور آنکھیں خود بخود بند ہوگئیں۔

محترمہ فاطمہ جناح ''ڈاکٹر، ڈاکٹر'' کہتی ہوئیں باہر کی طرف لپکیں، ڈاکٹر تیزی سے اندر آئے، انہوں نے نبض ٹٹولی اور انجکشن لگائے۔

محترمہ فاطمہ جناح قائداعظم محمد علی جناح کے سرہانے خاموش اور بے حس و حرکت کھڑی سب کچھ دیکھ رہی تھیں، پھر ڈاکٹروں نے سر سے پاؤں تک ان کا جسم چادر سے ڈھانپ دیا، اور خود فرش پر بیٹھ گئے، محترمہ فاطمہ جناح سمجھ گئیں کہ ان کے محبوب بھائی کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی ہے۔

محترمہ فاطمہ جناح نے اپنی یادداشتوں میں نوٹ کیا:

''قائداعظم نے 11 ستمبر 1948ء کو رات کو سوا دس بجے انتقال فرمایا۔ ان کا وزن گھٹتے گھٹتے صرف 70 پونڈ رہ گیا تھا۔ انہیں اگلے روز کراچی میں سپردِ خاک کیا گیا، جہاں آج کل سنگِ مرمر کا ایک خوبصورت اور عظیم الشان مقبرہ موجود ہے۔ جس میں تاریخ کی سب سے زیادہ قابلِ ذکر، مستقل مزاج اور سمجھ میں نہ آنے والی شخصیات میں سے ایک ہستی آرام فرما ہے۔''

آخری لمحات

قائداعظم محمد علی جناح کو انتہائی تشویش ناک حالت میں کوئٹہ سے کراچی لایا گیا، قائداعظم محمد علی جناح کی حالت دیکھ کر ڈاکٹرز بھی انتہائی مایوسی کا شکار ہو چکے تھے۔

قائداعظم محمد علی جناح سوا چھ بجے گورنر جنرل ہاؤس پہنچ چکے تھے۔ انہیں ان کے مخصوص کمرے میں پہنچانے کے بعد مقوی قلب دوا پلانے کی کوشش کی گئی، لیکن یہ دوا حلق میں اترنے کی بجائے منہ کے راستے بہ گئی، اس حالت میں ڈاکٹروں نے ان کے پلنگ کی پائنتی اونچی کر دی تاکہ دل کی طرف دوران، خون تیز ہو جائے، لیکن تمام تر کوششوں کے باوجود نبض کی حالت درست نہ ہو سکی۔ ڈاکٹر کرنل الٰہی بخش نے انہیں ایک انجکشن لگانے کے بعد ان کی خدمت میں عرض کیا:

''جناب ہم نے آپ کو تقویت پہنچانے کا انجکشن لگایا ہے، جلد ہی اس کا اثر ظاہر ہوگا، اور خدا کو منظور ہوا تو آپ زندہ سلامت رہیں گے۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے سر ہلاتے ہوئے بڑی ہی نحیف اور مدھم آواز میں کہا:

''نہیں...... میں نہیں بچوں گا۔''

اور اس کے نصف گھنٹہ بعد 10 بج کر 25 منٹ پر قائداعظم محمد علی جناح کی نبض معدوم ہوگئی۔ دل کی دھڑکن رکتی چلی گئی اور پاکستان کے خالق قائداعظم محمد علی جناح اس عالمِ فانی سے رخصت ہو کر اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

انا للّٰہ و انا الیہ راجعون.

خداوند رحمت ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے۔ (آمین)

آخری مذاکرات (لندن میں)

یہ دسمبر 1946ء کا ذکر ہے۔ قائداعظم محمد علی جناح

برطانوی رہنماؤں سے مذاکرات کے لیے لندن میں موجود تھے۔ ایک روز پیتھک لارنس نے لنچ کے بعد قائداعظم محمد علی جناح اور لیاقت علی خان کے ساتھ بات چیت کی اور قائداعظم محمد علی جناح کے رویے کی بابت وہی رائے ظاہر کی۔

کابینہ مشن کے تین افراد پر مشتمل جماعت نے اگلی صبح لارڈ ویول اور ایٹلی سے ملاقات کی۔ اس موقع پر کرپس نے کہا:

''اب پوزیشن ایسے مرحلہ پر پہنچ گئی ہے، جہاں واقعات کی رفتار کا انحصار اس کارروائی پر ہوگا جو حکومت برطانیہ کی طرف سے کی جائے گی۔ ایسا لگتا ہے کہ معاملہ برٹش گورنمنٹ کے بس سے باہر ہو چکا ہے۔ یوں لگتا ہے کہ مفاہمت کے امکانات ختم ہو چکے ہیں، اگر جناح نے وہی رائے قائم کر لی ہے جیسا کہ بتایا گیا ہے تو پھر معاملہ کو سلجھانے یا جناح کی طرف سے اسے قبول کرنے کی کوئی توقع نہیں رہی۔ جناح پورے پاکستان کے لیے کوشش کر رہے ہیں۔ جس کے بارے میں انہیں امید ہے کہ انگریزی حکومت کی تحلیل کے نتیجہ میں حاصل ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اب کرنے کا اہم ترین کام یہ ہے کہ حکومت برطانیہ ان اقدامات کا فوراً اعلان کرے وہ جو کرنا چاہتی ہے۔ میری رائے میں اپوزیشن اس بات سے اتفاق کرے گی۔ ہندوستان میں اب ہماری پوزیشن غیر مستحکم ہوتی جا رہی ہے۔''

الیگزینڈر کو اس آخری نکتہ سے اتفاق نہیں تھا، اس نے کہا:

''جناح اور لیاقت علی کے اعزاز میں دیے گئے ایک لنچ میں مسٹر ایڈن نے ان خیالات کا اظہار کیا کہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم بہت تیزی سے آگے بڑھ رہے ہیں، اور یہ کہ اپنے وعدوں کی تکمیل کے دوران یہ ضروری ہے کہ امن و امان کو بحال رکھا جائے، اور دستور سازی کے لیے پرسکون فضا میں آگے بڑھیں، ورنہ ہم اقلیتوں سے متعلق اپنے فرائض پورے کرنے میں ناکام رہیں گے۔''

بلاشبہ یہ کنزرویٹو پارٹی کا وہی نقطہ نظر اور وہی استدلال تھا جو جناح نے پیتھک لارنس کے ساتھ گفتگو میں پیش کیا تھا۔

الیگزینڈر نے کہا:

''اپوزیشن اس عمومی نقطہ نظر کو اختیار کر سکتی ہے، اسے ملک میں کچھ حمایت مل سکتی ہے، مزید برآں وہ یہ بھی دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہم ہندوستان کو ابتری کی طرف دھکیل رہے ہیں، اور یہ کہ یہ چیز عالمی امن کے لیے خطرہ بن سکتی ہے۔''

ایٹلی کابینہ کے اجلاس سے اٹھ کر قائداعظم محمد علی جناح اور لیاقت علی خان سے ملنے چلے گئے، اور اس کے بعد اپنے ساتھیوں کو آ کر بتایا:

''مسٹر جناح کی گفتگو کا موضوع یہ رہا کہ ہندوستان میں حکومتِ خوداختیاری کے اجراء کی کوشش کرنا ہی غلط تھا، مسٹر جناح اس بات کے قائل لگتے ہیں کہ کانگریس دستور ساز اسمبلی کے سلسلہ میں کوئی کام کرنا نہیں چاہتی، ان کا اپنا نصب العین بڑا سادہ تھا، یعنی دولت مشترکہ کے اندر پاکستان کا حصول، انہوں نے کانگریس کے ساتھ کسی سمجھوتہ پر پہنچنے کا کوئی امکان ظاہر نہیں کیا۔''

جس وقت وزیراعظم ایٹلی 10 ڈاؤننگ سٹریٹ میں قائداعظم محمد علی جناح اور لیاقت علی خان سے ملاقات کر رہے تھے، مشن کے ارکان اور وائسرائے وائٹ ہال پہنچے، جہاں سیکرٹری آف اسٹیٹ نے پرانے دفتر میں نہرو کے ساتھ مذاکرات کیے۔

پیتھک لارنس نے اجلاس کی کارروائی کا آغاز کرتے

ہوئے بتایا:

''ہم سب پر امن طور پر حصولِ آزادی کے معاملہ میں ہندوستان کی پوری طرح مدد کرنے کو بے تاب ہیں۔''

سیکرٹری آف اسٹیٹ نے اعتراف کیا:

''کیبنٹ مشن کے تین حصوں پر مشتمل حل کی گرفت دونوں پارٹیوں کی سوچ پر سے ختم ہوتی جارہی ہے۔''

انہوں نے مزید کہا:

''جو پنڈت نہرو پر بم کے ٹکڑے کی طرح لگا۔''

''اب سوال یہ ہے کہ آیا وہ عام وسیع بنیاد اس حد تک تسلیم شدہ حالت میں اب بھی موجود ہے کہ اسے کارآمد سمجھ کر پیش قدمی کی جاسکے۔''

پنڈت نہرو نے کہا:

''میرے خیال میں وہی بنیاد ہے، جس پر ہر چیز آگے بڑھ رہی ہے، فطری طور پر کھچاؤ کی کیفیت ہے۔''

اس موقع پر لارڈ ویول نے مداخلت کرتے ہوئے کہا:

''کئی ہزار ہلاک شدگان کی مجموعی تعداد ظاہر کرتی ہے کہ معاملہ کھنچاؤ سے کہیں زیادہ ہے۔''

نہرو نے اس سے اختلاف کیا، ان کا استدلال یہ تھا کہ جو اقدامات کیے گئے تھے، ان سے ظلم وتشدد کی حوصلہ افزائی ہوئی ہے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ کیبنٹ مشن کی تجاویز کا لب لباب یہ تھا کہ وہ کامیابی سے نافذ کرنے کے لیے تھیں، لیکن اب یہ کہا جارہا ہے کہ ان کا خلاصہ یہ تھا کہ ایک پارٹی اعتراض کر دے تو تجاویز آگے نہیں بڑھ سکتیں۔

کابینہ کے تینوں اراکین نے اس دن بعد دوپہر قائداعظم محمد علی جناح اور لیاقت علی خان کے ساتھ گفت وشنید کی، کرپس نے قائداعظم محمد علی جناح سے دریافت کیا:

''اگر فیڈرل کورٹ سے متعلق ضابطہ میں مسلم لیگ کے موافق تشریح کر دے تو کیا مسلم لیگ اسمبلی میں شریک ہو جائے گی؟''

قائداعظم محمد علی جناح نے کہا:

''موجودہ حالات میں ہندوستان کو قانون سازی میں گھسیٹنا غیر دانش مندانہ ہوگا۔''

الیگزینڈر اور کرپس نے اصرار کے ساتھ کہا:

''برطانیہ مشن پلان پر سختی سے قائم رہے گا۔''

تاہم وہ قائداعظم کے ذہن کو مطمئن نہ کر سکے، نہ ہی انہیں ان کے موقف سے ہٹا سکے۔

جمعۃ المبارک 6 دسمبر 1946ء لندن میں انڈیا کانفرنس کا آخری سیشن ہوا کیونکہ نہرو اصرار کر رہے تھے کہ انہیں 9 دسمبر کو دستور ساز اسمبلی کے افتتاحی اجلاس میں شریک ہونا ہے، تاہم قائداعظم اور لیاقت علی خان کو واپس گھر جانے کی کوئی جلدی نہ تھی۔ اس لیے انہوں نے چند ہفتے مزید لندن میں ٹھہرنے کا فیصلہ کیا۔

رات گئے کابینہ کا اجلاس ہوا، جس میں اس بیان کی منظوری دی گئی:

''پنڈت نہرو، مسٹر جناح، مسٹر لیاقت علی خان اور سردار بلدیو سنگھ کے ساتھ ہز میجسٹی کی حکومت کی جو گفت وشنید ہو رہی تھی، وہ آج شام ختم ہوگئی۔''

بیان کا اختتامی پیرایہ تھا:

''اگر دستور ساز اسمبلی جس میں آبادی کے ایک بڑے حصہ کے نمائندے شریک نہیں، آئین وضع کرتی ہے تو بلاشبہ ہز میجسٹی کی گورنمنٹ اس آئین کو نافذ نہیں کر سکے گی، جیسا کہ کانگریس نے کہا کہ اسے ملک کے نارضامند حصوں پر ٹھونسا نہیں جائے گا۔''

اس رات وزیراعظم ایٹلی نے ہندوستانیوں کو مطلع کیا:

''حکومت برطانیہ نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے، انہوں نے اس ملک میں ایسی پالیسی کی منظوری حاصل کر لی

ہے، جس کا مطالبہ کئی برسوں سے سرکردہ ہندوستانی کر رہے تھے۔ اب وہ ہندوستان کا تعاون طلب کرنے کے مستحق ہیں۔ ملاقاتوں کے موجودہ سلسلہ میں وہ کسی بھی فریق سے دوسرے کے نقطہ نظر کی بابت منظوری حاصل نہ کر سکے۔ اس لیے انہوں نے آج رات بیان جاری کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔''

آخری ملاقاتی

ملک مراد خاں سارنگ زئی وہ خوش نصیب تھے جنہوں نے قائداعظم محمد علی جناح سے آخری ملاقات کی۔ 1967ء میں ان کی عمر 102 برس تھی۔ وہ زیارت کے باشندے تھے۔ انہوں نے قائداعظم محمد علی جناح سے کئی ملاقاتیں کیں اور مجموعی طور پر قائداعظم محمد علی جناح سے ڈیڑھ گھنٹہ تک بات چیت کی۔ قائداعظم محمد علی جناح پہلی بار 1946ء میں زیارت تشریف لے گئے۔ انہوں نے گورنر جنرل کے ایجنٹ برائے کوئٹہ قلات مسٹر مٹکاف کے ذریعے سے قائداعظم محمد علی جناح سے ملاقات کی۔ قائداعظم محمد علی جناح نے ان سے متعدد سوالات کیے جن میں تعلیم کا سوال بھی شامل تھا۔ اس موقع پر انہوں نے کہا:

''مولویوں کی مخالفت کی وجہ سے مجھے مدرسے سے اٹھالیا گیا۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے اپنی گردن اٹھائی اور کہا:

''اب تم اپنے بچوں کو پڑھاؤ، اس سے دین پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ میں جو کچھ کر رہا ہوں مسلمانوں کے لیے کر رہا ہوں۔ میری خواہش ہے کہ مسلمانوں کو ان کی کھوئی ہوئی عظمت واپس مل جائے۔ میں خود کو مسلمانوں کی خدمت کے لیے وقف کر چکا ہوں۔''

قائداعظم محمد علی جناح سے ان کی آخری ملاقات بھی زیارت میں ہی ہوئی قیامِ پاکستان کے بعد اس موقع پر قائداعظم محمد علی جناح نے کہا:

''میری کوئی اولاد پاکستان میں نہیں ہے۔ پاکستان میں بسنے والا ہر باشندہ میری اولاد ہے۔ میری اکیلی جان ہے اگر زندگی نے وفا کی تو پاکستان کے تمام حالات آہستہ آہستہ ٹھیک ہو جائیں گے۔ پاکستان کو قدرت نے لامحدود وسائل عطا کیے ہیں۔ ان کو استعمال کر کے ایک دن ہم پاکستان کو فلاحی مملکت بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔''

(روزنامہ مشرق لاہور، اشاعت 11 ستمبر 1967ء، از: علی اختر رضوی)

آخری نرس

(دیکھیے: اکرام تحقیل مسز)

آخری نیند

(دیکھیے: وفات و تدفین)

آخری وائسرائے

(دیکھیے: گورنر جنرل قائداعظم)

آخری وصیت

قائداعظم محمد علی جناح نے 30 مئی 1939ء کو اپنی جائیداد کے سلسلہ میں ایک وصیت نامہ مرتب فرمایا تھا، اس وقت وہ 63 سال کے ہو چکے تھے، انہوں نے تحریر فرمایا:

''میرے آخری وصیت نامہ نے تمام سابق وصیت نامے منسوخ کر دیے۔''

اس وصیت نامہ کے مطابق انہوں نے اپنی بہن محترمہ فاطمہ جناح، مسٹر محمد علی چائے والا وکیل بمبئی اور لیاقت علی خان سکنہ دہلی کو عاملین وصیت مقرر فرمایا۔

اس وصیت نامہ کی رو سے انہوں نے وہ تمام حصص تمسکات اور حسابات جو محترمہ فاطمہ جناح کے نام تھے، انہی کے نام کر دیے۔ اس کے علاوہ انہوں نے مالابار ہل بمبئی میں اپنا مکان اس کی تمام زمین ملحقہ عمارتوں، تمام فرنیچر، چاندی کے ظروف اور موٹر کاروں سمیت اپنی بہن محترمہ فاطمہ جناح کے نام کر دیے، اور عاملین وصیت کو یہ ہدایت کی کہ گزارے اور دیگر ضروریات کے لیے انہیں دو ہزار روپے ماہانہ ادا کیے جایا کریں۔

انہوں نے اپنی بہن مریم، دوسری بہن شیریں اور اپنے بھائی احمد علی کے لیے بھی ایک ایک سو روپے ماہانہ تاحیات مقرر کیا۔

اپنی بیٹی کے لیے انہوں نے دو لاکھ کی رقم مختص کر دی اور اس کی آمدنی سے ایک ہزار روپے مہینہ تاحیات ان کو دیے جانے اور اس کی موت کے بعد تمام اس کی اولاد میں تقسیم کرنے کی ہدایت کی۔ ایسی صورت میں کہ اس کی اولاد نہ ہو تو فرمایا:

''اس رقم کو باقی جائیداد کا حصہ قرار دیا جائے گا۔''

تعلیمی اداروں میں سے انہوں نے 25 ہزار روپیہ بمبئی، 50 ہزار روپیہ بمبئی یونیورسٹی اور 25 ہزار روپیہ اینگلو عربیک کالج دہلی کے لیے دیا۔

اس مخصوص رقم کے بعد ان کا جو بھی ترکہ یا جائیداد اس وقت موجود تھی، یا آئندہ ہے، اس کے متعلق ہدایت کی:

''تین حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ سندھ مدرسۃ الاسلام کراچی، ایک حصہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور ایک حصہ اسلامیہ کالج پشاور کو دیا جائے۔''

قائداعظم محمد علی جناح کی وفات کے بعد ان کی جائیداد کی قیمت لگائی گئی تو وہ تقریباً نوے لاکھ روپے کی تھی، چنانچہ ہر ادارے کے حصے میں تقریباً تیس لاکھ روپے آئے۔ قائداعظم محمد علی جناح وہ واحد رہنما ہیں، جنہوں نے اپنی کمائی دولت عوام کے کاموں پر خرچ کی، اپنی ذات اور اپنے عزیزوں پر بھی، اور قوم سے کچھ نہ لیا۔ بہت سی رقم وقف کر گئے، بہنوں کا حصہ الگ ادا کیا، بہت سے پاکستانی اور ہندوستانی اداروں کے لیے رقوم مخصوص کیں۔

آخری ایام

قائداعظم محمد علی جناح کے معالج کرنل ڈاکٹر الٰہی بخش کہتے ہیں:

''3 ستمبر کی شام کو جب ہم قائداعظم کے پاس پہنچے تو وہ معمول سے زیادہ کمبل اوڑھے ہوئے تھے۔ صبح کے وقت چند گھنٹوں کے لیے انہیں سردی لگی تھی لیکن بعد میں سردی کا احساس جاتا رہا۔ ڈاکٹر شاہ نے آپ کا ٹمپریچر لیا اور مجھے پرمعنی نظروں سے دیکھتے ہوئے تھرمامیٹر میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے دیکھا تو 99 ٹمپریچر تھا۔ قائداعظم کا ٹمپریچر معمولاً صبح 96 اور شام کو 97ء5 درجے سے شاذ ہی چڑھتا تھا۔ پانچ ہفتوں کی تسلی بخش صحت کے بعد حرارت کا یوں یکایک بڑھ جانا بہت تشویش ناک تھا، چنانچہ بڑی احتیاط سے ان کا معائنہ کیا گیا۔ مختلف طریقوں سے دیکھا بھالا لیکن پھر بھی بخار کا سبب دریافت نہ کر سکے۔ یہ خیال کرتے ہوئے کہ شاید یہ حرارت زکام یا کسی اور معمولی شکایت کا باعث ہو ہم نے بخار کا معمولی مکسچر تجویز کیا اور خوراک میں موجودہ حالات کے مطابق ردوبدل کر دیا۔

اگلے روز 4 ستمبر کو ٹمپریچر دن بھر نارمل ہی رہا لیکن 8 بجے بڑھ کر 99ء8 درجے ہوگیا۔ اب میں نے ضروری سمجھا کہ رات کی نرس رکھنے پر زور دوں۔ انہوں نے مسکرا کر کہا: ''کیا یہ مشورہ مس جناح کے اشارے سے دیا جا رہا ہے؟'' میں نے کہا: ''تجویز تو مس جناح ہی کی ہے لیکن خود میں بھی آپ کے لیے

نرس ضروری سمجھتا ہوں، کیونکہ رات کے وقت نرس کا نہ ہونا تشویش سے خالی نہیں۔'' وہ بڑے صبر سے میری بات سنتے رہے اور جب میں نے بات ختم کر لی تو فرمایا:

''نرس کے بارے میں مجھے آپ سے اتفاق نہیں۔ میری حالت اتنی خراب نہیں ہے، آپ یونہی فکر کر رہے ہیں۔''

میں نے یہ کہہ کر اعتراض رفع کرنا چاہا کہ نرس رات کو آپ کی خواب گاہ میں نہیں رہا کرے گی بلکہ ساتھ والے ڈریسنگ روم میں موجود رہے گی تاکہ بوقت ضرورت بلائی جا سکے، لیکن وہ برابر یہ کہہ کر انکار کرتے رہے:

''اگر ایسی ہی ضرورت ہوئی تو بڑی آسانی سے گھنٹی بجا سکتا ہوں ایک ملازم رات بھر کمرے کے باہر ہی جاگتا رہتا ہے وہ آجایا کرے گا۔''

یہ سن کر میں چپ رہا کمرے کے باہر مجھے مس جناح ملیں اور میں نے انہیں اپنی ناکامی کا حال بتایا۔ ہمیں خدشہ تھا کہ اگر رات کو کچھ ہو گیا تو ساری دنیا ہمیں ذمہ دار ٹھہرائے گی اس لیے ہم چاہتے تھے کہ اپنے خودسر مریض کو کسی طرح رام کر لیں مجھے ایک نہایت عمدہ ترکیب سوجھی۔ اگلی صبح میں نے سول سرجن سے پوچھا کہ آپ کے پاس کوئی اچھی نرس ہے جو رات کی ڈیوٹی ادا کر سکے، اتفاق سے ایک نرس جو نہ صرف محنتی تھی بلکہ ہوشیار بھی تھی، ریلوے ہسپتال میں موجود تھی۔ ہم نے اسے تیار رہنے کو کہا تاکہ جب ریذیڈنسی میں اس کی ضرورت محسوس ہو تو بلاتوقف پہنچ جائے۔

جب میں قائداعظم سے ملا تو کھلم کھلا اعلان کر دیا کہ ایک نرس کا انتظام کر لیا گیا ہے، اور وہ جلد ہی خدمت کے لیے حاضر ہو جائے گی۔ میں قائداعظم کو غور سے دیکھتا رہا کہ ان پر اس بات کا کیا اثر ہوتا ہے لیکن انہوں نے بس اتنا ہی کہا:

''اچھی بات ہے، اگر وہ اتنی ہی اچھی ہے جیسی کہ دن کی نرس تو مجھے کوئی عذر نہیں۔''

میں نے اطمینان کا سانس لیا اور یہ دیکھ کر کہ دن والی نرس بھی سن رہی ہے، کہا:

''میرا خیال ہے کہ وہ اگر اس سے بہتر نہ ہوئی تو کم از کم اس جیسی ضرور ہو گی۔''

میں نے بڑے فاتحانہ انداز سے مس جناح کو اپنی کامیابی کا حال سنایا اور فوراً جا کر نرس لے آیا۔

5 ستمبر کی صبح کو قائداعظم کا ٹمپریچر پھر نارمل تھا۔ ڈاکٹر شاہ اور میرے طبّی معائنہ سے یہ پتہ نہ چل سکا کہ شام کو حرارت کیوں ہو جاتی ہے، سوائے اس کے کہ ان کے بلغم میں کسی قدر اضافہ ہو گیا تھا۔ رات کو انہیں زیادہ کھانسی نہیں آئی تھی، اور ان کا خیال تھا بلغم زیادہ تر ناک کے پیچھے نرخرے اور گلے سے جاری ہے۔ ان کی ناک بند رہنے کے باعث انہیں یہ مشورہ دیا گیا تھا کہ وہ ایک قسم کا تیل ناک میں لگاتے رہیں، ہم نے ایک بار پھر ان کی بلغم اور خون وغیرہ کی تفتیش کرنی چاہی۔ ان کی ایکسرے تصویر صرف بستر علالت پر لی جا سکتی تھی، چنانچہ ہم نے ڈاکٹر عالم کو بلانے کا پھر انتظام کیا جو اپنے آلات سمیت لاہور جا چکے تھے۔ غلام احمد نے جو ابھی یہیں تھے تفتیش شروع کی، شام کے وقت انہوں نے ہمیں اپنے نتائج سے آگاہ کیا جن سے پتہ چلا کہ بلغم میں نمونیہ کے جراثیم اور خون میں سخت متعدی جراثیم موجود ہیں۔ خون کے معائنے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سرخ ذرات میں پچھلے پندرہ دنوں سے جب کہ ان کے خون کا معائنہ کیا گیا تھا

اور اضافہ ہوگیا ہے۔ اس مختصر عرصہ میں خون کی یہ اصلاح بتا رہی تھی کہ اصل بیماری بھی دور ہو رہی ہے کیونکہ بیماری کے دوران میں نیا خون ذرا دیر سے پیدا ہوتا ہے۔

خواہ مقوی دوائیں کیوں نہ دی جائیں، لیکن نمونیہ کے متعدی جراثیم کا ایک ایسے وقت پر ظاہر ہونا جب کہ مریض ہماری توقع کے خلاف اچھا ہو رہا ہو۔ بہت بڑے صدمہ کی بات تھی۔ اگرچہ بعض مجرب دواؤں کی ایجاد سے نمونیہ کا علاج بڑا آسان ہو گیا ہے پھر بھی مریض کی عمر اصل بیماری کے اثرات اور اونچے مقام کی مضر آب و ہوا مریض کی صحت یابی کے خلاف تھی۔ ایک اور مشکل، بیماری کی نسبت مریض کا اپنا رویہ تھا۔ زیارت میں ہمارے کہنے سے وہ ہفتے تک دن میں دو بار ٹیکہ لگواتے رہے لیکن ہمیں ڈر تھا کہ کہیں قائداعظم تین تین گھنٹے کے وقفے پر نئی دوا کے ٹیکے لگوانے سے انکار نہ کریں۔ ایک اور موثر دوا انہیں راس نہ آنے کی وجہ سے نہیں دی جا سکتی تھی۔ اس کے علاوہ گردوں کی کمزوری کے باعث دوا کی پوری خوراک بھی نہیں دے سکتے تھے۔

مس جناح کو یہ سب کچھ بتا کر ہم قائداعظم کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کی عام حالت بدستور تھی لیکن آنکھوں میں چمک تھی اور چہرہ دمکا ہوا تھا۔ انہیں دیکھ کر جو شبہ دل میں پیدا ہوا تھرمامیٹر کے ذریعے اس کی تصدیق ہوگئی۔ ان کا ٹمپریچر 100 درجے سے کچھ ہی کم نکلا۔ نبض بھی ٹمپریچر کے لحاظ سے زیادہ تیز چل رہی تھی اور کبھی کبھی ڈوب جاتی تھی۔ اپنی تحقیقات کے نتائج سے آگاہ کر کے ہم نے کہا کہ نمونیہ کے جراثیم کے باعث آپ کو پھیپھڑوں کی متعدی بیماری ہے۔ خوش قسمتی سے نئی مجرب دوائیں اس کے لیے تیر بہدف ہیں۔ قائداعظم ہماری تشخیص سے چنداں فکرمند نہ ہوئے اور انہوں نے پوچھا:

''اب کیا ارادہ ہے۔''

جب انہیں معلوم ہوا کہ ہم نئی دوا کے ٹیکے لگانے کا ارادہ رکھتے ہیں تو انہوں نے پہلے پہل یہ کہہ کر روکنا چاہا کہ ایک دن اور انتظار کر کے دیکھ لیا جائے کہ ٹمپریچر کتنا رہتا ہے، لیکن ہمارے اصرار پر آخر ٹیکہ لگوانے کے لیے آمادہ ہو گئے لیکن وہاں دوا کی جو قسم درکار تھی وہ ختم ہو چکی تھی اور ہم عام قسم کی دوا استعمال کرنا نہیں چاہتے تھے جو اس وقت موجود تھی۔ سول سرجن نے ہمیں بتایا کہ مطلوبہ دوا ہمیں ایک مقامی دوا فروش کی دوکان سے مل جائے گی لیکن وہاں بھی نہ نکلی۔ مجبوراً ہم نے فیصلہ کیا کہ دوا کی جو قسم بھی دستیاب ہے اسے ہی استعمال کر کے دیکھیں، چنانچہ رات کے ساڑھے دس بجے ڈاکٹر شاہ نے انہیں پہلا ٹیکہ لگایا ٹیکے سے قائداعظم کو کافی تکلیف ہوئی لیکن کوئی منٹ بھر میں جاتی رہی۔ ہم سے ان کی معمولی تکلیف بھی دیکھی نہیں جا سکتی تھی مگر ٹیکے دیے بغیر چارہ نہ تھا۔

خوش قسمتی سے اگلے دن ہمیں دوا کی جو قسم ہم چاہتے تھے وہ مل گئی، اور ہم نے معمولی قسم کی دوائی کا استعمال چھوڑ دیا۔ نئی دوا سے قائداعظم کو کوئی تکلیف نہ ہوئی تھی، اور وہ بلا تامل ٹیکہ لگوا لیتے تھے۔

6 تاریخ کی صبح کو ان کا ٹمپریچر نارمل ہو گیا، لیکن شام تک پھر بڑھ گیا قائداعظم نے اس پر بھی کوئی شکایت نہ کی، اور جب کبھی ان سے پوچھا گیا تو یہی جواب دیا کہ حالت میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوئی۔ نہ کھانسی

بڑھی تھی، نہ بھوک کم ہونے کی کوئی علامت نظر آئی تھی۔
7 تاریخ کو جب بلغم کا معائنہ کیا گیا تو اس میں نمونیہ کے جراثیم نہیں نکلے اور ہم دعا مانگتے رہے کہ شام تک ٹمپریچر نہ بڑھنے پائے، لیکن بارہ بجے کے قریب ایک اور پیچیدگی پیدا ہوگئی۔ انہیں تھوڑا تھوڑا پیشاب بار بار آنے لگا جسم میں کپکپی سی محسوس ہوتی تھی، اور اس کے ساتھ ساتھ ٹمپریچر بھی بڑھ گیا، تنفس کی تکلیف نے انہیں اتنا پریشان کیا کہ ساری کھڑکیاں کھلوا دیں اور میز کا پنکھا منگوالیا۔
اے ڈی سی نے مجھے فون کیا اور میں ڈاکٹر شاہ کو ساتھ لے کر ریذیڈنسی پہنچا۔ ہم نے قائداعظم کا معائنہ کیا اور پھر آکسیجن دینی شروع کی جو کہ میں نے احتیاطاً ریذیڈنسی میں رکھ چھوڑی تھی آکسیجن سے تنفس کو فائدہ ہوا اور بے چینی میں کافی کمی ہوئی۔
قائداعظم کی حالت اب ہمارے نزدیک تشویش ناک ہوگئی تھی چنانچہ ہماری رائے ہوئی کہ بعض دوسرے (خصوصاً غیر ممالک کے) ڈاکٹروں سے مشورہ کیا جائے۔ محترمہ فاطمہ جناح نے ہم سے اتفاق کیا میں نے مشورہ کی غرض سے لندن کے دو مشہور ڈاکٹروں کا نام تجویز کیا انہیں خیال آیا کہ شاید قائداعظم انہیں بلانا پسند نہ کریں کیونکہ انہیں لندن کے ڈاکٹروں کا 1934ء میں تلخ تجربہ ہو چکا تھا۔ ان کی بیماری کی صحیح تشخیص نہ ہو سکی تھی اور قائداعظم کو جرمنی جا کر دوسرے ڈاکٹروں سے مشورہ کرنا پڑا تھا تب کہیں جا کر صحیح تشخیص ہوئی تھی، لہٰذا محترمہ فاطمہ جناح نے تجویز کیا کہ کسی امریکن یا جرمن ڈاکٹر کو بلایا جائے چونکہ میں لندن کے ڈاکٹروں سے ہی واقف تھا۔ میں نے ان کے حق میں رائے دی۔ ڈاکٹر شاہ نے ایک امریکن ڈاکٹر کا نام تجویز کیا جسے وہ اچھی طرح جانتے تھے اور محترمہ فاطمہ جناح نے اسے بھیجنے کے لیے مسٹر اصفہانی کو تار دلوا دیا۔ تار میں لکھا گیا تھا کہ قائداعظم کی حالت نازک ہے اور دو ڈاکٹر جن میں سے ایک کا نام لکھا جا رہا ہے ایک خاص ہوائی جہاز سے فوراً روانہ کر دیے جائیں۔ ہمارا خیال تھا کہ مسٹر اصفہانی کو یہ تار 7 تاریخ کی شام کو مل جائے گا اور اگر وہ ڈاکٹروں سے فوراً بات کر سکے تو 24 گھنٹے کے اندر اندر امریکہ سے روانہ ہو سکیں گے اور غالباً 48 گھنٹے میں یعنی 10 ستمبر تک کوئٹہ پہنچ جائیں گے۔ قائداعظم کو اس کارروائی کی اطلاع نہیں دی گئی تھی کیونکہ ہمیں ڈر تھا کہ وہ اسے پسند نہیں فرمائیں گے۔ شام کے وقت قائداعظم کا بخار اور بڑھ گیا، گردوں کی سوجن کے لیے ایک نئی دوا کے ٹیکے لگانے شروع کر دیے گئے۔
8 ستمبر کو میں نے محترمہ فاطمہ جناح کو کہا کہ امریکن ماہرین کے پہنچنے میں ممکن ہے کچھ دیر لگ جائے اس لیے ایک اور ڈاکٹر کو مشورے میں شریک کرنا چاہتا ہوں، چنانچہ کچھ دیر بحث کے بعد ہم نے کراچی سے ڈاکٹر ایم اے مستری کو بلوانے کا فیصلہ کیا۔ ہمیں یقین نہ تھا کہ قائداعظم ایک نئے معالج پر رضامند ہوں گے لیکن پھر بھی ہمت کر کے ان کی اجازت کے بغیر ڈاکٹر مستری کو بلا ہی لیا گیا۔ اس دن ٹمپریچر اور بڑھ گیا۔ محترمہ فاطمہ جناح نے مجھے رات کے کھانے پر رکنے کے لیے کہا لیکن میں ان سے اجازت لے کر گھر چلا گیا۔ میں ضرورت کے وقت موجود رہنے کے خیال سے کھانا کھا کر فوراً ریذیڈنسی واپس لوٹ آیا اور ساڑھے گیارہ بجے تک محترمہ فاطمہ جناح سے باتیں کرتا رہا۔ اس کے بعد وہ اٹھ کر چلی گئیں اور میں نچلی

منزل میں ڈرائنگ روم میں آ گیا۔ میرا سونے کا کمرہ اوپر کی منزل میں تھا لیکن اس خیال سے کہ نرس کو اچانک میری ضرورت نہ پڑے میں جاگتا رہا اور کچھ رسالے نکال کر پڑھنے لگا۔ آدھی رات کے قریب مجھے قدموں کی چاپ سنائی دی جیسے کوئی بڑی تیزی سے نیچے اتر رہا ہے یہ سمجھ کر کہ نرس نے رات کے ملازم کو مجھے بلانے کے لیے بھیجا ہے میں تیزی میں کمرے سے باہر نکلا لیکن خدا کا شکر ہے کہ ملازم میری طرف نہیں آیا۔ اس کے بعد میں رسالہ میں محو ہو گیا اور کہیں دو بجے جا کر اپنی خواب گاہ میں گیا لیکن سونے سے پہلے ایک بار قائداعظم کی حالت دیکھنے کے لیے گیا نرس سے معلوم ہوا کہ وہ بے چین ہیں اور محترمہ فاطمہ جناح بے چینی بڑھنے پر اپنے ہاتھ سے ان کو آکسیجن پہنچاتی ہیں۔ آکسیجن لینے کے بعد انہیں ایک آدھ گھنٹے کے لیے غنودگی آ جاتی ہے۔ ڈاکٹر غلام محمد جنہیں میں نے ریذیڈنسی میں ٹھہرا لیا تھا تاکہ ضرورت کے وقت میری مدد کریں میرے ساتھ والے کمرے میں سو رہے تھے تین بجے تک مجھے نیند نہیں آئی۔

دوسرے دن یعنی 9 ستمبر کو صبح سویرے ہی اٹھ بیٹھا اور قائداعظم کی صحت کے لیے دعا کی۔ اس کے بعد تیز چائے کی پیالی پی جس سے طبیعت کچھ بحال ہوئی۔ اس ملازم کے ہاتھ جو میرے لیے چائے اور محترمہ فاطمہ جناح کی طرف سے ناشتہ کرنے کا پیغام لے کر آیا تھا میں نے باورچی سے فرنچ آملیٹ بنانے کی فرمائش کی اور جتا دیا کہ اس میں ایک صحت مند بھوکے آدمی کی رعایت رکھی جائے ناشتہ میرے کمرے میں چنا گیا اور میں لذیذ آملیٹ اور سیاہ کافی سے خوب لطف اندوز ہوا۔ ناشتہ کے بعد میں نے جا کر قائداعظم کی حالت معلوم کی۔ ٹمپریچر نارمل تھا لیکن عام حالت میں کوئی نمایاں فرق نہیں آیا تھا۔ صرف کمزوری تھی جو بخار اور کم خوراک کی وجہ سے ہوئی تھی پیشاب کی تکلیف کم تھی، لیکن اس کی مقدار میں کوئی اضافہ نہیں ہوا تھا۔ نرس سے معلوم ہوا کہ محترمہ فاطمہ جناح تقریباً ساری رات جاگتی اور اپنے بھائی کے کمرے میں بار بار جھانکتی رہیں۔ اور جب دیکھتی تھیں کہ بے چینی بڑھ گئی ہے تو خود آ کر آکسیجن پہنچاتی تھیں۔ میں ان کے اس محبت اور خدمت کے پاکیزہ جذبے سے بہت متاثر ہوا۔ یہ بڑی حیرت کی بات تھی کہ دبلی پتلی ہونے کے باوجود کس طرح وہ مسلسل دن رات تیمارداری کے سخت فرائض انجام دے رہی تھیں۔

ڈاکٹر مستری 9 ستمبر کی صبح کو یہاں پہنچے۔ 1931ء کے بعد یہ میری ان سے پہلی ملاقات تھی اس سال گائز ہسپتال لندن میں ہم دونوں نے ایک ساتھ ایم۔ڈی کی ڈگری حاصل کی تھی۔ وہ جے جے ہسپتال بمبئی میں فزیشن تھے اور کچھ دن سے ڈاؤ میڈیکل کالج کراچی میں اعزازی پروفیسر کی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔ میں نے انہیں بیماری کا مکمل حال سنایا اور یہ بھی بتایا کہ اب تک ہم کیا کرتے رہے ہیں۔ اس کے بعد انہیں قائداعظم کی خدمت میں لے گیا۔ مریض کو دیکھنے کے بعد انہوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ جو کچھ مناسب اور ممکن تھا وہ ہوتا رہا ہے اور کسی مزید کارروائی کی گنجائش نہیں ہے۔ ان کے نزدیک امریکن ڈاکٹر بھی اس کے علاوہ کچھ اور نہ کر سکیں گے۔ ہم نے محترمہ فاطمہ جناح کو اپنی متفقہ رائے بتا دی۔ شام کے وقت قائداعظم کا ٹمپریچر نارمل سے ذرا



سر آدم جی داؤد

1948 - 1880

جہد وجہد آزادی کے رہنما اور ممتاز تاجر سر آدم جی داؤد نے مسلمانوں کی بہبود کے لیے بہت کام کیا۔ آپ نے فروغ تعلیم کے حوالے سے خدمات پر بابائے تعلیم کا خطاب حاصل کیا۔ 1928ء میں قائداعظم محمد علی جناحؒ سے تعلق پیدا ہوا۔ نئی دہلی میں ''ڈان اخبار'' کی اشاعت کے حوالے سے بڑا کام کیا۔ قائداعظمؒ کے حکم کے مطابق کل ہند مسلم ایوان تجارت کی تنظیم قائم کی اور پہلے صدر مقرر ہوئے۔ انہوں نے قائداعظمؒ کو قیام پاکستان کے وقت بلینک چیک بھی پیش کیا۔ آپ بینکار تھے۔ آپ نے آدم جی انشورنس اور مسلم کمرشل بینک قائم کیا۔ قائداعظمؒ نے ان کی وفات پر کہا کہ ''آدم جی داؤد ایک سچے اور مخلص مسلمان تھے انہوں نے جدوجہد آزادی میں پورا پورا تعاون کیا ہم اس نقصان کو شدت سے محسوس کرتے ہیں جب کہ ان کی خدمات کی ہمیں بہت ضرورت تھی۔ مسلمانوں کی ترقی کے لیے انہوں نے بڑا کام کیا''۔

زیادہ رہا لیکن عام حالت میں کوئی نمایاں فرق نہیں پڑا ہم سے قائداعظم نے ریڈیو پر خبریں سننے کی خواہش ظاہر کی۔

دو چار دن سے قائداعظم کشمیر کے خیال میں غلطاں و پیچاں تھے۔ ایک بار جب تیز حرارت اور بے چینی کے عالم میں مس جناح نے آپ کو اس مسئلہ کے متعلق بڑبڑاتے سنا، اور موقع پر ایسی ہی حالت میں وہ یہ کہتے سنے گئے۔ ''کشمیر کمیشن کو آج مجھ سے ملنا تھا، وہ اب تک کیوں نہیں آئے؟ کہاں چلے گئے؟'' ان کی ہذیان سے ہم فکر مند ہوگئے لیکن ساتھ ہی کشمیر سے ان کی قلبی وابستگی نے ہمیں بے حد متاثر کیا آخری دم تک کشمیر کی گتھی بدستور ان کے افکار و احساسات پر حاوی رہی اور وہ اسی ادھیڑ بن میں رہے۔

ایک دن مسٹر امین نے آ کر ایک بہت اہم شخص کے لیے قائداعظم سے ملنے کی اجازت مانگی جو اسی وقت خاص ہوائی جہاز سے پہنچے تھے میں نے جواب دیا کہ میرے نزدیک قائداعظم کی جان سے زیادہ کوئی بات اہم نہیں ہے اور میں کسی کو ان سے ملاقات کی اجازت نہیں دے سکتا۔

مسٹر امین ایک بار پھر یہی درخواست لے کر آئے اور کہنے لگے کہ اس ملاقاتی کو ایک بہت بڑے معاملے میں قائداعظم سے گفتگو کرنی ہے۔ میں نے نام پوچھا تو امین صاحب نے کہا کہ یہ راز کی بات ہے اور میں اسے افشا نہیں کر سکتا میں نے اس دفعہ بھی انکار کر دیا۔ قائداعظم کی وفات کے بعد جب مجھے ان صاحب کا نام معلوم ہوا تو میں نے اللہ کا بڑا شکر ادا کیا کہ ملاقات نہ ہونے دی۔ اس گفتگو سے قائداعظم کی صحت پر بہت برا اثر پڑتا اور شاید اس کے صدمے سے جانبر نہ ہو پاتے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس ملاقات سے سیاسی حالات کی رفتار پر کیا اثر پڑتا، کیونکہ کسی کو علم نہیں کہ قائداعظم اس ملاقاتی کو کیا مشورہ دیتے۔ میرا تو اس واقعہ سے صرف ڈاکٹر کی حیثیت سے سروکار تھا اور میں نے وہی کیا جو اپنے مریض کے حق میں مناسب سمجھتا تھا۔

4 بج کر 15 منٹ پر ہم ماری پور کے ہوائے اڈے پر اترے اور ہمارا بوجھ ہلکا ہوا۔ جوں ہی جہاز میں سے نکلا تو گورنر جنرل کے ملٹری سیکرٹری کرنل نوتیلز کو ایمبولینس کار لیے کھڑے پایا لیکن ان کے ساتھ کوئی بھی نرس نہ تھی۔ کراچی میں گرمی تھی مگر تیز ہوا چل رہی تھی اس لیے شدت محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ جہاز کے اندر چونکہ حبس تھا ہم نے فوراً قائداعظم کو لے جا کر ایمبولینس میں لٹا دیا۔ مس جناح اور نرس جو کوئٹہ سے ساتھ آئی تھی ایمبولینس میں بیٹھ گئیں، اور ڈاکٹر مستری، ملٹری سیکرٹری اور میں گورنر جنرل کی موٹر کار میں ان کے پیچھے پیچھے ہو لیے۔ ہوائی اڈے سے گورنر جنرل کی قیام گاہ نو دس میل تھی ہم نے یہ فاصلہ نہایت سست رفتاری سے طے کیا۔

ہم نے ابھی بمشکل چار میل طے کیے ہوں گے کہ ایمبولینس رک گئی معلوم ہوا کہ انجن میں خرابی پیدا ہو گئی ہے، ڈرائیور نے ہمیں یقین دلایا کہ وہ اسے جلدی درست کر لے گا لیکن کوئی بیس منٹ تک وہ مصروف رہا لیکن گاڑی پھر بھی نہ چل سکی۔ مس جناح نے ملٹری سیکرٹری کو نئی گاڑی لانے کے لیے روانہ کیا ڈاکٹر مستری ان کے ہمراہ گئے۔

ایمبولینس میں حبس تھا، نرس اور ملازم پنکھا ہلا رہے تھے، لیکن قائداعظم کو پھر بھی پسینہ آ رہا تھا، ہم نے

سوچا کہ انہیں کسی اور کار میں لے جائیں لیکن اس میں سٹریچر نہیں رکھا جا سکتا تھا، اور وہ کمزور اتنے تھے کہ پچھلی سیٹ پر ٹیک نہیں لگا سکتے تھے اور پھر پسینہ سے ان کے کپڑے بھیگ چکے تھے پھر باہر ہوا بھی تیز چل رہی تھی اور انہیں ہوا لگ جانے کا بھی اندیشہ تھا۔ جوں ہی میں نے ان کا معائنہ کیا تو سخت خوفزدہ ہوا۔ ان کی نبض نحیف اور بے قاعدہ ہوتی جا رہی تھی۔ میں ٹرک کی طرف دوڑا اور تھرمس لے آیا اس میں گرم چائے تھی مس جناح نے انہیں فوراً پیالہ بھر چائے پلائی۔ انہوں نے بتلایا کہ دن بھر میں پہلی مرتبہ انہوں نے اب غذا لی وہ اب تک انکار کرتے آئے تھے اور صرف پھلوں کا رس ہی دو ایک بار چکھا تھا۔ میں نے مس جناح سے کہا کہ صورت حال امید افزا ہے۔ ایمبولینس کی خرابی تکلیف دہ تھی ورنہ اس کے علاوہ تمام باتیں مریض کے حق میں تھیں، اور اس صورت میں جبکہ وہ ہوائی جہاز کا سفر سہار چکے تھے یہ کتنا بڑا المناک حادثہ ہوتا اگر وہ برلب سڑک ہی جاں بحق ہو جاتے۔ نہایت بے چینی سے میں نے پھر ان کی نبض کو محسوس کیا۔ چائے کے ایک پیالے نے انہیں بحال کر دیا تھا، خوش قسمتی سے نبض با قاعدہ ہو گئی تھی۔ میں شہر کی طرف نظر جمائے ہوئے تھا لیکن ایمبولینس آنے کی کوئی علامت نہ تھی بہت سے ٹرک اور موٹریں ہمارے پاس سے گزر رہے تھے لیکن ان میں سے کوئی بھی ہمارے کام کا نہ تھا۔ آخر کار اس اذیت بخش طویل وقفہ کے بعد ایمبولینس آن پہنچی اور ہم نے فوراً قائداعظم کو اس میں بٹھا لیا اور آگے بڑھے۔ اس ایمبولینس پر گورنر جنرل کا جھنڈا نہیں لہرا رہا تھا اس لیے کسی کو معلوم نہیں ہوا تھا کہ قائداعظم اس خطرناک حالت میں کراچی کی سڑکوں پر سے گزر رہے تھے۔

چھ بج کر دس منٹ پر ہم اپنی منزل مقصود پر پہنچے یعنی ماری پور، ہوائی اڈے پر اترنے کے تقریباً دو گھنٹے بعد ہمارے اطمینان قلبی کا اندازہ نہیں ہو سکتا جو سفر کے بخیریت طے پا جانے پر ہمیں نصیب ہوا جو شاید ایک المناک حادثہ کی شکل اختیار کر لیتا۔

ایمبولینس قائداعظم کے کمرے کے دروازے کے عین سامنے رک گئی اور انہیں سٹریچر پر لٹا دیا گیا۔ نرس نے ان کی حرارت دیکھی اور نبض کو محسوس کیا۔ حرارت معمولی تھی اور نبض بالکل با قاعدہ، جب قائداعظم کی طرف سے مجھے کچھ اطمینان ہوا تو میں ملٹری سیکرٹری کے کمرے میں گیا ہاتھ منہ دھویا اور غٹا غٹ چائے کے چار پیالے چڑھا گیا۔ چند منٹ کے بعد ڈاکٹر مستری قائداعظم کے کمرے میں گئے تو وہ سو رہے تھے۔

میں پیلس ہوٹل پہنچا جہاں مجھے قیام کرنا تھا۔ جلدی سے کھانا کھایا اور پھر گورنر جنرل کے ہاں ٹیلی فون کیا تا کہ کار آ جائے اور میں وہاں پہنچ جاؤں مجھے ان کے اے ڈی سی کا پیغام دیا گیا۔ معلوم ہوا کہ قائداعظم کی نبض بے قاعدہ ہو گئی ہے اور مجھے فوراً وہاں پہنچنا ہے۔

میں نو بج کر پندرہ منٹ پر قائداعظم کے پاس تھا جب میں نے ان کا معائنہ کیا تو ان کی نبض نحیف تھی، اور کچھ بے قاعدہ بھی۔ انہیں پسینہ بھی آ رہا تھا اس کی وجہ معلوم کرنے سے پہلے میں نے انہیں ایک مقوی قلب ٹیکہ لگانا چاہا اور منہ سے خون کا دورہ تیز کرنے کی دوا پلانے کو کہا، لیکن وہ دوا نہ پی سکے اور وہ منہ کے گوشے میں سے باہر بہ گئی میں نے کچھ اینٹیں اور لکڑی کے ٹکڑے طلب کیے کہ ان کے پلنگ کا پچھلا حصہ اونچا کیا جا سکے میں نے ان کی ٹانگوں پر پٹیاں

بھی لپیٹنی چاہیں تاکہ خون تیز دورہ کرتے ہوئے خاص جگہوں پر جا پہنچے لیکن ان چیزوں کا اس گھر میں ملنا مشکل تھا، میں نے پلنگ کا پچھلا حصہ خود ہی اٹھا رکھنا چاہا پلنگ بہت بوجھل تھا میں نے اسے چھ انچ کے قریب اٹھا تو لیا لیکن اسے زیادہ دیر اٹھائے نہ رکھ سکتا تھا مس جناح نے میرا ہاتھ بٹانا چاہا لیکن میں نے انہیں منع کر دیا اور کچھ کتابیں لانے کو کہا کہ اینٹوں کی جگہ استعمال کی جائیں پھر بھی نبض بہتر نہ ہوئی۔ جب میں اس طرح مصروف کار تھا تو ڈاکٹر مستری اور ڈاکٹر شاہ آئے میں نے ڈاکٹر شاہ کو نس میں ٹیکہ لگانے کو کہا۔ وہ ایسے ٹیکے لگانے کے ماہر ہیں لیکن یہاں ناکام رہے اس لیے کہ نسیں بالکل کام نہیں کر رہی تھیں، نرس انہیں متواتر آکسیجن دیے جا رہی تھی۔ مقوی قلب دوا پھر منہ سے پلانے کی کوشش کی گئی لیکن قائداعظم اسے پی نہ سکے۔ ہم بے بس سے ہو کر رہ گئے۔

ایک اور ٹیکہ لگانے کے بعد میں نے قائداعظم کو پھر سے یقین دلایا۔ ''حضور! ہم نے آپ کو تقویت کا ٹیکہ لگایا ہے، یہ فوراً اثر دکھائے گا انشاء اللہ آپ زندہ سلامت رہیں گے۔''

مس جناح اتنی نڈھال تھیں کہ ان سے بات نہ کر سکیں۔ اس وقت کمرے میں فقط مس جناح، ایک نرس اور تین ڈاکٹر تھے۔ دس بجے نبض کچھ بہتر ہوئی اور ہمیں موہوم سی امید بندھی لیکن دس منٹ بعد پھر نحیف ہو گئی۔ دس بج کر بیس منٹ پر نبض کلائی پر سے محسوس تک نہ کی جا سکتی تھی اور جب میں نے حرکت قلب معلوم کرنے کا آلہ لگایا مجھے قلب کی حرکت محسوس نہ ہوئی۔ قائداعظم فوت ہو چکے تھے۔ میں نے مس جناح کی طرف دیکھا کہ بس انجام ہو چکا ہے وہ غم سے اتنی نڈھال ہوئیں کہ گرا چاہتی تھیں ہم نے انہیں سہارا دیا اور دوسرے کمرے میں لے جا کر کرسی پر بٹھا دیا اور قلب کی قوت کے لیے کچھ پلایا۔ ان کی حالت قابل رحم تھی۔ ہم ان کے غم میں پوری طرح شریک تھے لیکن کسی طرح ان کی تسکین کا سامان نہیں کر سکتے تھے۔

اگرچہ چھتیس گھنٹے پہلے ہم مس جناح کو بتا چکے تھے کہ ہمارے خیال میں قائداعظم کے چوبیس پچیس گھنٹے سے زائد زندہ رہنے کا ایک فیصدی بھی امکان نہیں ہے، لیکن ان کے فوت ہو جانے پر ہم بھی اس صدمہ سے چکرا گئے۔ میں اس عرصہ میں کسی معجزہ کے لیے دعا مانگتا رہا اور آخری دم تک ناامید نہیں ہوا لیکن افسوس یہ معجزہ نہ ہو سکا۔''

(قائداعظم کے آخری ایام، از: ڈاکٹر الٰہی بخش، ڈاکٹر ریاض علی شاہ)

آدھی آئینی جنگ

(دیکھئے: خطاب واجلاس لکھنؤ)

آرائشی نوادرات

قائداعظم کی وفات کے بعد ان کے ملکیتی جو آرائشی نوادرات دستیاب ہوئے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ منقش مرتبان، چینی مرتبان نیلے رنگ میں، سبز رنگ کی مٹی کی نقشین طشتری جس پر آیاتِ قرآنی کندہ ہیں۔

کینوس کے ایک تھیلے میں نوگاف کلینز، بلجیم کی تیار کردہ بارہ بور کی دوشاٹ گنز ان میں سے ایک گن پر نمبر 10640 جبکہ ڈبل بیرل کی رائفل پر نمبر 63234 لکھا ہے سٹینڈ رائفل نمبر 303 پشاور کے ایک مستری محمد شریف نے افغان آرمز

فیکٹری نمک منڈی پشاور میں تیار کی۔ سٹینڈ رائفل 303 یہ درہ آدم خیل کی بنی ہوئی ہے۔ ایک اور شاٹ رائفل مسلم آرمز اینڈ ایمونیشن فیکٹری پشاور میں تیار ہوئی۔ اس رائفل کو جسے فیکٹری کے مالک اللہ بخش سلیم نے قائداعظم محمد علی جناح کو پیش کی تھی۔

ایک خنجر (چمڑے کے کیس میں) جس کے ایک سرے پر شیر ببر کا سر دھات سے بنایا گیا ہے۔ ایک اور تلوار اور ایک میان، فولاد کی ایک چھوٹی سی ڈھال

ایک مڑی ہوئی تلوار جس پر ایک آیت کریمہ کندہ ہے۔

شمشیر کوفت گری: یہ تلوار ڈسٹرکٹ مسلم لیگ علی گڑھ نے 6 فروری 1938ء کو قائداعظم محمد علی جناح کو پیش کی تھی۔

ان کے علاوہ آرائشی اشیاء میں ایک خنجر بھی ملا جس پر قائداعظم محمد علی جناح کی تصویر کندہ ہے اور دوسری طرف کے دستہ پر محترمہ فاطمہ جناح کی تصویر کندہ کی گئی ہے۔ یہ خنجر تھل سکاؤٹس نے پیش کیا تھا۔

آرتھر مور

اخبار اسٹیٹس مین کلکتہ کے مدیر تھے۔ قائداعظم محمد علی جناح آرتھر مور کو روزنامہ ڈان کا ایڈیٹر مقرر کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے 11 اپریل 1945ء کو مسٹر ابوالحسن اصفہانی کو تار دیا اس میں انہوں نے مسٹر اصفہانی کو لکھا:

"مسٹر آرتھر مور سے یہ معلوم کریں کہ آیا وہ ڈان کی ادارت قبول کریں گے یا نہیں، نیز کتنا معاوضہ لیں گے۔"

آرڈننس فیکٹریز

قائداعظم محمد علی جناح نے قیامِ پاکستان کے فوراً بعد ملک میں اسلحہ فیکٹری کے قیام پر غور کیا اور اس ضمن میں ایک غیر ملکی ماہر نیوٹن بوتھ کو منصوبہ تیار کرنے کا کام سونپا گیا جس نے جلد ہی قائداعظم محمد علی جناح کو فیکٹریز کے قیام کے بارے میں رپورٹ پیش کردی تھی۔ جس کے بعد کابینہ اور متعلقہ کمیٹیوں کے اجلاس ہوئے۔ قائداعظم محمد علی جناح کی خواہش کے مطابق اکتوبر 1948ء میں کابینہ نے آرڈننس فیکٹریز قائم کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ پہلی فیکٹری راولپنڈی میں سی ایم ایچ کے قریب ایک چھوٹی سی عمارت میں قائم کی گئی اس فیکٹری نے 1951ء میں پیداوار شروع کر دی تھی۔ واہ فیکٹری نے 1952ء میں کام شروع کیا۔

15 جون 1976ء کو واہ آرڈننس فیکٹری میں قائداعظم محمد علی جناح کا صدسالہ جشن منایا گیا۔ تحریک پاکستان کے رہنما قاضی محمد عیسیٰ نے اپنی تقریر میں قائداعظم محمد علی جناح کو زبردست خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا:

"بابائے قوم بہت بڑے آئین دان ہی نہیں بلکہ وہ سلجھے ہوئے فرد تھے جنہیں نفاست کا بڑھ چڑھ کر ذوق حاصل تھا۔ قائداعظم مسلمانوں کو اپنے عقائد اور طور طریقوں کے اعتبار سے غیر مسلموں سے بالکل علیحدہ اور منفرد سمجھتے تھے اور انہوں نے دوقوموں کا نظریہ بھی عین قرآنی تعلیمات کے مطابق پیش کیا۔ انہوں نے اسی لیے ببانگ دہل یہ اعلان کر دیا تھا کہ اس برصغیر کے مسلمان ہرگز ایک اقلیت کی حیثیت نہیں رکھتے، بلکہ ایک جداگانہ قوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ قائداعظم نے اسلام کی اساس پر ملک حاصل کیا اور اس کے حصول کے لیے برصغیر کے مسلمانوں میں جوش عمل پیدا کیا۔ یہ قائداعظم کا بہت بڑا کارنامہ تھا کہ انہوں نے جنگ و جدل کے بغیر مسلمانوں کا علیحدہ آزاد وطن حاصل کرلیا مگر افسوس ہم نے قائد کے بتائے ہوئے راستوں کو یکسر بھلا دیا۔"

آرمڈ کور سنٹر (نوشہرہ)

13 اپریل 1948ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے آرمڈ کور سنٹر نوشہرہ کا دورہ کیا اور کور کے افسروں اور سپاہیوں کے سامنے انہیں مندرجہ ذیل الفاظ میں ہدایات جاری کیں۔

''جماعت کی حمیت و عزت کا دامن کبھی نہ چھوڑیے یعنی اپنی رجمنٹ پر فخر پوری کور پر فخر اور اپنے ملک پاکستان پر فخر اور اس کے لیے سچی لگن، پاکستان آپ کے بل پر قائم ہے، اور آپ پر ملک کے محافظوں کی حیثیت سے پورا اعتماد رکھتا ہے۔

رسالے کو اپنا منصب ادا کرنے کے لیے بہترین افسر اور جوان درکار ہوتے ہیں اس کا انحصار بڑی حد تک آپ پر ہے کہ وہ اس اعلیٰ معیار تک پہنچتے ہیں یا نہیں۔ آپ رنگروٹ کو تیار کرتے ہیں اور اسے ایک تربیت یافتہ سپاہی بنا کر بھیجتے ہیں آپ افسروں اور جوانوں کو اپنے مخصوص شعبہ دفاع کی جدید ترین فنی ترقیوں سے آشنا کرتے ہیں۔ اسی تعلیم اور تربیت پر آرمڈ کور کی کارکردگی کا انحصار ہے۔ آپ میں سے جو زیرتربیت ہیں۔ عزم کرلیں کہ جان فشانی سے کام کریں گے، اور جو مواقع یہاں میسر ہیں۔ ان سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں گے۔''

آرمی بل

حکومت برطانیہ نے آرمی بل پیش کیا تو قائداعظم نے حکومت دفتر کو مندرجہ ذیل الفاظ میں خبردار کیا تھا:

''اگر حکومت برطانیہ نے ہندوستانی فوج کو ہندوستان کی خواہش کے خلاف استعمال کیا تو میں اور میری جماعت حکومت کی مشینری کو ناکارہ کردے گی۔ میں میدان میں نکل کر حکومت کا مقابلہ کروں گا۔''

آزاد اسلام

26 مئی 1940ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے پاکستان کے نصب العین کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

''ہمارا نصب العین اور ہماری جدوجہد کسی فرقے اور کسی قوم کو نقصان پہنچانا نہیں ہے، اور نہ دوسروں کی ترقی اور مفاد میں روڑا اٹکانا ہمارا منشا ہے، بلکہ ہم اپنی حفاظت آپ کرنا چاہتے ہیں اور آزاد ہندوستان میں ''آزاد اسلام'' کی تمنا رکھتے ہیں۔''

آزاد امیدوار (ممبر اسمبلی)

1922ء کے انتخابات میں قائداعظم محمد علی جناح ایک آزاد امیدوار کی حیثیت سے اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ اس وقت وہ چونکہ کانگریس سے الگ ہو چکے تھے، اس لیے کانگریس نے ان کے مقابلے میں اپنا امیدوار کھڑا کیا۔ بمبئی کے کانگریس نواز اخبارات نے قائداعظم محمد علی جناح کے خلاف شدید مہم چلا رکھی تھی۔ اس پر ''بمبئی کرانیکل'' نے کانگریس کو آڑے ہاتھوں لیا اور لکھا:

''اگر مسٹر جناح آج کانگریس میں شامل نہیں ہیں تو کیا ہوا، انہوں نے کئی دوسرے لوگوں کے برعکس نہ تو کبھی ملک کے مفاد سے غداری کی ہے اور نہ کانگریس سے اپنے اختلاف کو بنیاد بنا کر ذاتی فائدے کے لیے کوئی سودابازی کی ہے۔''

بعض لوگ قائداعظم محمد علی جناح کو شکست دینے کا تہیہ کیے ہوئے تھے، یہاں تک کہ ان کے مخالفین کی مالی امداد کرنے پر بھی تیار تھے، لیکن قائداعظم محمد علی جناح کو ان باتوں سے ہراساں یا خوف زدہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ انہوں نے اپنے

مخالفین سے سمجھوتے کی ہر پیشکش ٹھکرا دی۔ وہ فریب اور بددیانتی کے ذریعے نہیں، بلکہ اپنی صلاحیتوں کے بل پر کامیابی حاصل کرنا چاہتے تھے، اور انہیں بمبئی کے مسلمانوں پر بھروسہ تھا۔ آخر ان کے دونوں مخالفین نے بہتری اس میں سمجھی کہ عبرت ناک شکست کھانے کے بجائے مقابلے سے دستبردار ہو جائیں اور انہیں بلا مقابلہ مرکزی مجلس قانون ساز کا رکن منتخب ہو جانے دیں۔

آزاد اور باوقار قوم

وزیراعظم برطانیہ ونسٹن چرچل نے 11 مارچ 1942ء کو ہاؤس آف کامنز میں دوپہر کے وقت اپنے حوصلہ افزاء لہجہ میں ایک اہم اعلان کیا:

''ہندوستانی معاملات سے متعلق بحران نے جو جاپان کی پیش قدمی کے باعث پیدا ہوا ہے، ہمیں یہ خواہش کرنے پر ابھارا ہے کہ ہندوستان کی جملہ طاقتوں کو اکٹھا کیا جائے، اور انہیں جارح کی لعنت سے ملک کو بچانے کی خاطر بطور ڈھال استعمال کیا جائے۔''

اس کے بعد انہوں نے وار کیبنٹ کے ایک معزز رکن ''کرپس'' کو ہز میجسٹی کی حکومت کے مکمل اعتماد کے ساتھ ہندوستان بھیجنے کا اعلان کیا جو نہ صرف ہندو اکثریت سے بلکہ ان بڑی اقلیتوں سے بھی جن میں مسلمان سرفہرست رہے ہیں، رضامندی حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔

اس طرح کرپس کو اس کی زندگی کے سب سے زیادہ مایوس کن مشن پر روانہ کر دیا گیا، کرپس بذریعہ طیارہ 22 مارچ کو کراچی اور اگلے روز یعنی 23 مارچ (پاکستان ڈے) کو دہلی پہنچا۔

مسلم لیگ نے قراردادِ لاہور کی دوسری سالگرہ کے موقع پر ایک میل لمبا جلوس نکالا اور ایک بڑے جلسہ عام کا اہتمام کیا، جس میں قائداعظم محمد علی جناح بھی شامل ہوئے اور پارک میں پچاس ہزار سے زائد سامعین سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے واضح کیا:

''میں بلاخوفِ تردید کہہ سکتا ہوں کہ مسلم لیگ اس ملک کی آزادی و خودمختاری کے لیے کسی دوسری جماعت کے مقابلہ میں زیادہ ثابت قدمی سے جدوجہد کر رہی ہے، ہم انصاف اور منصفانہ کھیل کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ ہم اپنی جیسی اقلیتوں کے بارے میں کوئی برے عزائم نہیں رکھتے، ہم اس سرزمین میں ایک آزاد اور باوقار قوم کی حیثیت سے رہنا چاہتے ہیں۔ ہم ایک اقلیت نہیں بلکہ ایک قوم ہیں۔''

کرپس مشن کا حوالہ دیتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناح نے کہا:

''یہاں پر شبہ کیا جا رہا ہے کہ کرپس کانگریس کے دوست ہیں، وہ نہرو کے مہمان رہ چکے ہیں۔ یہ سب درست ہے لیکن ہمیں اس بات سے خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے، آپ ہراساں نہ ہوں، اگر کوئی ایسی سکیم یا حل ٹھونسا گیا جو مسلمانوں کے مفادات کے لیے ضرر رساں ہوا تو ہم اس کی مزاحمت کرنے کے لیے تیار ہوں گے، ہم اسے نامنظور کر دیں گے، اور ڈٹ کر مخالفت کریں گے، اگر ہمیں اس کوشش میں جان دینی پڑی تو ہم لڑتے ہوئے جان دیں گے۔''

آزاد اور خودمختار اسلام

قائداعظم محمد علی جناح پاکستان میں اسلام، آزاد اور خود مختار اسلام رائج کرنے کے متمنی تھے۔ وہ زندگی بھر اس مقصد کے لیے کوشاں رہے۔ 17, 18 ستمبر 1939ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ دہلی میں آپ نے اپنی صدارتی تقریر میں اس امر کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

''متحد اور مجتمع ہو کر مسلم لیگ کی پالیسی اور پروگرام کی تائید رکھئے۔ مسلم لیگ ہی ایک ایسی جماعت ہے جو مسلمانانِ ہند کی طرف سے فیصلوں کا حق رکھتی ہے۔ مسلم لیگ ہندوستان کی کامل آزادی کی متمنی ہے اور یہ آزادی صرف ایک فرقہ کے لیے نہیں بلکہ ان سب اقوام کے لیے ہے جو اس چھوٹے سے براعظم میں آباد ہیں۔ مسلم لیگ آزاد اور خود مختار اسلام کی مدعی ہے اور اسلام ہر مسلمان سے متوقع ہے کہ وہ اپنا فرض ادا کرے۔ ہندوستان کی تاریخ کے اس نازک دور میں وہ اپنی جگہ اور وہ مقام حاصل کرنے کے لیے جو مسلمانوں کی اور ریاست اور ورثہ اور عہد ماضی کے شایانِ شان ہے۔ جتنی بڑی سے بڑی قربانیاں کی جائیں کم ہیں، اور خصوصاً اس وقت کہ ایک ہولناک جنگ اور خطرناک ترین بین الاقوامی حالت درپیش ہے۔ جس سے یقیناً نظام عالم بدل جائے گا۔ مجھے اعتماد ہے کہ ہندوستان کے نوجوان مسلمان جن پر اس کا سارا بار پڑنے والا ہے مذکور مسلمانوں کے مستقبل کی تعمیر میں حصہ لیں گے۔ مسلمان ہر مطالبہ کے وقت بلا پس و پیش ہر خدمت اور ہر قربانی کے لیے تیار ہوں گے۔''

آزاد پاکستان

5 جون 1946ء کو دہلی میں مسلم لیگ کونسل کا ایک یادگار جلسہ کابینہ وفد کی سفارشات پر غور کرنے کے لیے منعقد ہوا، جس کا افتتاح قائداعظم محمد علی جناح کی ایک دل افروز تقریر سے ہوا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے اپنی تقریر میں کشمیر کے حوادث، فلسطین کے حالات، لیبیا کی آزادی، جنوبی افریقہ کی چپقلش، انڈونیشیا کی آزادی اور ہند کے دیگر اہم مسائل پر سیر حاصل تبصرہ کیا، پھر انہوں نے وفد کی ذہنیت اور پاکستان کے حصول پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے فرمایا:

''مسلم ہندوستان میں اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے، جب تک یہ مکمل اور آزاد پاکستان حاصل نہ کر لیں۔ ''پاکستان لے کے رہیں گے'' کے نعرے، اب پورے ہندوستان میں لگیں گے اور زور وشور کے ساتھ بلند ہو رہے ہیں، میں کہنا چاہتا ہوں کہ وزارتی وفد نے کسی اور غرض سے نہیں بلکہ صرف کانگریس کو خوش کرنے اور راضی کرنے کے پیش نظر دلائل اور اسباب کے خلاف طرزِ عمل اختیار کر کے حقائق کو توڑا مروڑا ہے کیوں کہ پاکستان کی بنیاد اور اسباب خود اُن کے بیان ہی میں موجود ہیں۔ کانگریسی پریس اور ہندوؤں نے شکر چڑھی گولی پر بہت خوشیاں ظاہر کی تھیں، مگر انہیں جلد ہی یہ معلوم ہو گیا ہے کہ شکر بہت کم ہے اور دراصل یہ گولی شکر کے بغیر ہی ہے۔

صوبوں کی گروپ بندی کے اسباب و وجوہ سب کو معلوم ہیں اور یہ گروپ بندی اِس اسکیم کی خاص چیز ہے اور اس پر پارٹیوں کے درمیان اتفاق واتحاد کے ذریعے ہی ترمیم کی جاسکتی ہے۔ گروپ سے نکلنے کا حق خود عوام ہی استعمال کریں گے۔ جب آئین سازی کا کوئی کام مکمل ہو جائے گا۔ نئے صوبائی دستور کے ماتحت انتخاب ہوگا۔ گروپ میں رہنے یا نہ رہنے کا سوال لازماً ایک سوال کی حیثیت سے پیش ہوگا، اور نئے حق دہندگی کی روح سے جن لوگوں کو ووٹ دینے کا حق حاصل ہوگا وہ اِس جمہوری فیصلے میں اپنا حصہ ادا کریں گے۔

نمائندہ اسمبلی کے ریاستی نمائندے کس طرح منتخب کیے جائیں گے یہ واضح طور پر ایک ایسا سوال ہے

جس کی بابت ریاستوں سے ہی بحث کی جاسکتی ہے اس کا فیصلہ وفد نہیں کرسکتا۔

اس نئے آئین کے ماتحت جو کہ آزاد ہندوستان کی حکومت قائم ہوگی اس کی مرضی کے خلاف ہندوستان میں فوج رکھنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے، لیکن عارضی مدت کے دوران میں جس کی بابت امید یہ ہے کہ اس کی مدت بہت ہی مختصر ہوگی۔ برطانوی پارلیمنٹ موجودہ آئین کے ماتحت چونکہ ہندوستان کے تحفظ کی ذمہ دار ہے۔ اس لیے برطانوی فوج کو ہندوستان میں رکھنا ہی پڑے گا۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے مزید اظہارِ خیال کرتے ہوئے فرمایا:

''مجھے یہ بتا دینا چاہیے کہ مسلم انڈیا اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھے گا جب تک ہم مکمل، پورا اور شاہانہ اختیارات کا حامل پاکستان قائم نہ کر لیں گے۔ (پرزور تالیاں) میں ایک بار پھر پوری قوت کے ساتھ کہنا چاہتا ہوں کہ وزارتی وفد نے حقائق کو توڑ مروڑ کر جو دلائل و وجوہ پیش کیے ہیں اِن کی غرض صرف کانگریس کو خوش کرنا اور اِن کی دلجوئی کرنا تھی۔ ہوسکتا ہے کہ ہمارے راستے میں روڑے اٹکائے جائیں، لیکن ہمیں منزل مقصود تک پہنچنے اور پاکستان قائم کرنے میں کوئی بڑی سے بڑی مزاحمت بھی حارج نہیں ہوسکتی، اور نہ ہی ہمیں اِس راہ سے سرِ مُنہ ہٹا سکتی ہے۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے مزید فرمایا:

''میں اِس پلیٹ فارم سے ایک بار پھر اعلان کرتا ہوں کہ تاخیر سے نہ تو حکومت برطانیہ کو کوئی فائدہ پہنچے گا، نہ ہندوؤں کو۔ اگر ان کو آزادی عزیز ہے، اگر انہیں ہندوستان کی آزادی مرغوب ہے، اگر وہ آزاد ہونا چاہتے ہیں تو جتنی جلدی وہ یہ حقیقت سمجھ جائیں اِتنا ہی بہتر ہے کہ آزادی کا مختصر ترین راستہ صرف پاکستان ہے تم چاہے اِسے قبول کرو یا نہ کرو ہم تو پاکستان لے کر رہیں گے۔ وہ ہمیں ناکام بنانے میں کون کون سے طریقے استعمال کریں گے اور کیسے کیسے حربے استعمال کریں گے اِس کا انحصار زمانہ اور حالات پر ہوگا۔''

بعض کانگریسی صوبوں کے ہندو مسلم فساد پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا:

''اِس کا صرف ایک علاج ہے اور وہ ہے پاکستان، جونہی پاکستان قائم ہو جائے گا ہندوستان کا دماغ پلٹا کھائے گا۔ فی الحال بدقسمتی سے ہر ہندو میں یہ ہوا بھر گئی ہے کہ جہاں کہیں بھی کانگریسی حکومت قائم ہے وہ دراصل ہندو راج قائم ہو گیا ہے۔ جو آدمی اِس مغالطہ میں مبتلا ہو جائے اُسے پاگل خانے بھیج دیا جائے۔ بہرحال اِس مغالطہ کی وجہ سے ہندو مغرور، ستم شعار اور جفا کیش ہو گیا ہے، لیکن اگر اِن کے دماغ میں یہ سوداہ (پاگل پن) بھرا رہا تو ہمیں اِن کی دماغی اصلاح کے لیے کوئی اور ہی تدبیر سوچنی ہوگی۔ (نعرہ تحسین) اِن واقعات سے اِتنا تو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے جنازہ کے صندوق میں ایک اور کیل ٹھونک رہے ہیں۔ وہ اِس قسم کی حرکتیں جتنی بھی زیادہ کریں گے اتنا ہی اُن کو پچھتانا ہوگا۔''

مسلم لیگ کا تاریخی فیصلہ

6 جون 1946ء کو مسلم لیگ کونسل نے تمام پہلوؤں پر غور کر کے حسب ذیل قرارداد منظور کی:

''آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے اِس اجلاس میں برطانوی وزارتی مشن اور وائسرائے کے بیان مؤرخہ 16 مئی اور متعلقہ بیانات و مراسلات پر جو سرکاری طور سے شائع کی گئی ہے غور کیا اور مذکورہ بیان میں درج شدہ تجاویز اور اُن کے نتائج و مقاصد کا تجزیہ کرنے کے بعد یہ (اجلاس) حسب ذیل خیالات کو قوم کی رہنمائی اور مجلس عاملہ کی ہدایت کے لیے مقرر کرتا ہے۔

بیان کے پیراگراف 16، 17، 19 اور 20 میں مسلمانوں کے مطالبہ و مکمل و آزاد پاکستان کے قیام سے جو کہ ہندوستان کے دستوری مسئلہ کا واحد حل ہے کے جو نتائج درج کیے گئے ہیں وہ بالکل نامناسب، غیر واضح اور بے دلیل ہیں، اور اِس لیے برطانوی حکومت کے اختیار سے شائع شدہ سرکاری دستاویز میں اِن کو کوئی جگہ نہیں ملنی چاہیے تھی۔

پیراگراف ایسی زبان میں مرتب ہوئے ہیں اور اِن میں ثابت شدہ حقائق کو اِس طرح توڑا مروڑا گیا ہے کہ اِس سے یہ بالکل واضح ہے کہ وزارتی وفد میں اِس سے مسلمانوں کے جذبات کی بالکل پرواہ نہ کرتے ہوئے صرف ہندوؤں کو خوش کرنا چاہا ہے۔

مزید یہ کہ اِن پیراگرافوں کے اندر جو مضامین ہیں وہ وزارتی وفد کے اِن اعتراضات کے متضاد اور برعکس ہیں جو بیان کے پیراگراف نمبر 8 اور 12 میں حسبِ ذیل مفہوم پر مشتمل موجود ہوں۔

اول یہ کہ مشن مسلمانوں کی اِس حقیقی اور گہری پریشانی سے بہت متاثر ہوا ہے کہ کہیں وہ اپنے کو ہندو اکثریت کی مستقل حکومت کے ماتحت نہ پائے۔

دوم یہ کہ یہ جذبہ مسلمانوں میں اِس قدر مضبوطی اور وسعت سے پھیل گیا ہے کہ اِسے صرف کاغذی تحفظات سے دور نہیں کیا جاسکتا۔

سوم یہ کہ اگر ہندوستان میں اندرونی امن قائم ہوتا ہے تو اِسے ایسے اقدامات سے حاصل کیا جانا چاہیے جس سے مسلمانوں کو یہ یقین ہو کہ اُنہیں اپنے تمدن، مذہب، معیشت یا دوسرے مفادات پر مکمل قابو ہے۔

چہارم یہ کہ مسلمانوں میں اِس معاملے میں بہت سی پریشانی موجود ہے کہ اِن کا تمدن اور سیاسی سماجی زندگی ممکن ہے کہ ایک خالص وحدانی ہندوستان میں جس کے اندر ہندو اپنی بہت بڑی عددی اکثریت کی بنا پر غالب ہوں گے، ڈوب نہ جائیں۔

اس مقصد سے کہ کسی حصہ میں کوئی شبہ باقی نہ رہے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کونسل اِس امر کی تکرار اور اعادہ کرتی ہے کہ مسلم ہندوستان کا نصب العین مکمل با اختیار پاکستان کا حصول ہی ہے اور وہ اس کے حصول کے لئے اگر ضرورت پڑی تو ہر اِس طریقہ کو جو اِن کے اختیار میں ہوگا استعمال کریں گے اور ان کے نزدیک اِن کے لیے کوئی قربانی اور مصیبت زیادہ نہ ہوگی۔

وزارتی وفد کے بیان کی تمہید میں نامناسب الفاظ میں مسلم جذبات کی توہین کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مسلم لیگ معاملہ کے خطرناک سوالات کو سامنے رکھتے ہوئے اور اگر ممکن ہو تو ہندوستانی دستوری مسئلہ کے پرامن حل کی خواہش سے متاثر ہو کر وزارتی مشن کی مجوزہ اسکیم سے اشتراکِ عمل پر تیار رہے کیونکہ مشن کے پلان میں مسلم صوبوں کے سیکشن (ب) اور (ج) میں درج لازمی جتھا بندی پاکستان کی بنیاد کے طور پر موجود ہے۔''

یادگار فیصلہ کا خیر مقدم

حقیقت یہ ہے کہ مسلم لیگ کا یہ فیصلہ وقت، مصلحت اور حالات کے عین مطابق تھا، مسلم قوم پاکستان کے لیے اپنے خون کا آخری قطرہ بھی بہانے کو تیار تھی اور وفد کی سفارشات کی اشاعت کے بعد مسلمانوں کے ہندوستان گیر مظاہروں نے یہ حقیقت بخوبی واضح کر دی، لیکن اگر خون بہائے بغیر مقصد حاصل ہوتا ہو تو خون بہانے کی ضرورت کیا ہے؟

''وفد نے بلاشبہ ''پاکستان'' کا لفظ نہیں مانا، لیکن اس کی روح تسلیم کر لی، اور ہمیں موقع دیا کہ ہم دس برس تک اپنے آپ کو اور مضبوط کر لیں اور ہندوستان کی یونین سے علٰیحدہ ہو جائیں۔ علٰیحدگی کے اصول تجاویز کرپس تجاویز میں بھی موجود ہیں اور کانگریس کی تجاویز میں بھی، دس کروڑ مسلمان اگر یونین سے علٰیحدگی کا فیصلہ کر لیں گے تو انہیں دنیا کی کوئی طاقت اس میں شرکت پر مجبور نہیں کر سکے گی۔''

مسلم لیگ کے اس فیصلہ کا ساری دنیا میں بڑے جوش و مسرت کے ساتھ خیر مقدم کیا گیا۔ لندن سے لارڈ سنہا نے ایک بحری تار کے ذریعے قائداعظم محمد علی جناح کو مبارکباد دی۔ ڈیلی میل نے بھی اس فیصلے کا خیر مقدم کیا۔ مدراس کے کانگریسی وزیراعظم مڑگری نے بھی اس فیصلہ کو بہت سراہا۔

ڈیلی ٹیلی گراف لندن نے لکھا:

''مسٹر جناح نے ہندوستان کو بدامنی اور بدحالی سے بچالیا یہ یقیناً ایک مدبرانہ فیصلہ ہے۔''

مانچسٹر گارڈین نے لکھا:

''مسٹر جناح نے پاکستان کا خاکہ کابینہ کی سفارشات میں قبول کر کے صحیح تدبر کا ثبوت دیا ہے۔''

امریکی اخبارات میں، نیویارک ٹائمز اور ہیرالڈ ٹریبون نے بھی اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا۔

آزاد اسلام

روزنامہ انقلاب اپنی اشاعت 28 اکتوبر 1939ء کے اداریہ میں لکھتا ہے:

''مسٹر جناح نے اپنے ''مانچسٹر گارڈین'' والے بیان میں یہ حقیقت ایک مرتبہ پھر کھول کر بیان فرمادی ہے:

''ہندوستان یورپی جمہوریت کے لیے قطعاً موزوں نہیں۔ ایسی جمہوریت کو جاری کرنے کا نتیجہ صرف یہ ہوگا کہ یہاں فرقہ وار اکثریت عنان حکومت سنبھال لے، یعنی ہندو راج قائم ہو جائے۔ مسلمان اس پوزیشن کو کسی حالت میں بھی قبول نہیں کر سکتے، لہٰذا حکومت برطانیہ کو چاہیے کہ ہند کے سلسلہ پر کاملاً نئے سرے سے غور کرے اور اس وقت تک کوئی اعلان یا کوئی وعدہ نہ کیا جائے جب تک اس کے متعلق آل انڈیا مسلم لیگ سے استصواب نہ کیا جائے، اس لیے کہ لیگ نو کروڑ مسلمانوں کی واحد نمائندہ اور ترجمان ہے، اور کوئی حکومت کسی ملک کے دستور کے سلسلے میں نو کروڑ باشندوں کی رائے کو نظر انداز نہیں کر سکتی۔ اگر خدانخواستہ ایسا ہوا تو یہ اتنا بڑا جرم ہوگا جیسے کہ مشرقی یورپ میں بین الاقوامی نظام تجویز کرتے وقت جرمنی جیسے ملک کی رائے کو نظر انداز کر دیا جائے، یا برطانیہ، فرانس دونوں کی رائے کو ٹھکرا دیا جائے۔ معلوم ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی تعداد تمام جرمنوں سے زیادہ اور برطانیہ و فرانس کی مجموعی آبادی کے برابر ہے۔''

آئندہ دستور کی بنیاد

اخبار مزید لکھتا ہے:

''بعض بالغ نظر مسلم رہنماؤں کو بہت پہلے اس حقیقت کا احساس تھا۔اس باب میں حضرت قائداعظم کا اسم گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہے لیکن مسلمان بحیثیت ملت و جماعت اس احساس سے پوری طرح بہرہ ور نہ تھے۔ اس کی وجہ خواہ یہ ہو کہ انہیں پوری جمہوریت کی عملی حالت کا پورا پورا اندازہ نہ تھا، یا یہ ہو کہ انہیں ہندوستان کے متعلق حسنِ ظن تھا۔ وہ کہتے تھے کہ ہندو تدبر، دور اندیشی اور حق شناسی سے کاملاً روگردانی اختیار نہیں کریں گے اور بالخصوص مسلمانوں کے حقوق سے بے پرواہی نہیں برتیں گے، لیکن صوبہ جاتی خود اختیاری نظام کا ڈھائی برس تک تجربہ کر چکنے کے بعد مسلمانوں کو یقین ہو گیا ہے کہ وہ اب تک شدید غلط فہمی میں مبتلا تھے اور انہوں نے جن تحفظات پر بھروسہ کیا تھا، وہ عملاً بالکل بیکار، بے سود اور بے نتیجہ ثابت ہوئے۔ اب اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہا کہ مسلمان اس جمہوریت سے کنارہ کش ہو جائیں جس کی وجہ سے یہ ساری مصیبتیں برپا ہوئیں اور ہندوستان کا آئندہ دستور کلیتہً نئی بنیادوں، نئے اصول اور نئے اساسات پر بنایا جائے جس میں تمام قوموں کی مستقل حیثیتیں ہر اعتبار سے محفوظ ہو جائیں اور کسی ایک قوم کو محض کثرت تعداد یا کثرت آراء کی بنا پر دوسری قوم یا اقوام کے حقوق و مفاد میں تصرف کا موقع حاصل نہ رہے۔''

کانگریس کے خلاف سب سے بڑی شہادت

اخبار اپنے اداریہ میں مزید لکھتا ہے:

''واضح رہے کہ یہ خیالات و افکار آج اس بزرگ کی طرف سے پیش ہو رہے ہیں، جس کی زندگی کا آغاز ''نیشنلزم'' سے ہوا تھا، اور جو برسوں انتہائی پختگی سے مخلوط انتخاب کی حمایت کرتا رہا۔ یہی مسٹر جناح ہیں جن کے ساتھ 1927ء میں ہم جداگانہ انتخاب کے لیے جھگڑ رہے تھے۔ اس جھگڑے کی وجہ سے لیگ دو ٹکڑوں میں بٹ گئی تھی، لیکن ہندوؤں کے غلط، غرض پرستانہ اور حد درجہ فرقہ پرور طرز عمل نے آج اس جناح کو اس منزل پر پہنچا دیا ہے کہ وہ اس جمہوریت پر لعنت بھیج رہا ہے۔ جس پر حکومت برطانیہ قرنوں سے ہندوستان کے دستور کو چلاتی آ رہی ہے، اور جس نے صوبوں کی محدود خودمختاری میں عملاً ثابت کر دیا ہے کہ یہ ہندوستان کی تمام قوموں کے لیے آزادی اور استقلال کا پروانہ ہے۔ جس نے اپنے آپ کو یہ لطائف الحیل اکثریت بنا رکھا ہے اور جو حیلہ گری کو قائم کرنے اور تمام قوموں کے حقوق، استقلال و آزادی کو پامال کر ڈالنے کے لیے مضطرب ہے۔ گاندھی اور جواہر لعل نہرو اور راجندر پرشاد اور ان کے رفیق لاکھ دعوے کریں لیکن کانگریس و ہنود کے غلط، غرض پرستانہ اور حد درجہ فرقہ پرور طرزِ عمل کی اس سے بڑی شہادت اور کیا ہو سکتی ہے کہ مخلوط انتخاب کا سرگرم حامی جناح آج محض جداگانہ انتخابات ہی کا حامی نہیں، بلکہ اس پورے جمہوری نظام کا اشد مخالف ہے۔ جس نے ہندوستان میں تمام غیر ہندو اقوام کے لیے ہندو راج کا شدید خطرہ پیدا کر دیا ہے۔''

کانگریس کا فاشزم

اخبار اپنے اداریہ میں لکھتا ہے کہ مسٹر جناح نے صاف



30 دسمبر 1906ء کو شاہ باغ ڈھاکہ میں قیام مسلم لیگ کے وقت ایک تاریخی اجتماع

فرمایا ہے:

''جب سے نیا صوبہ جاتی دستور جاری ہوا ہے، یہ حقیقت غیر مشتبہ طریق پر آشکار ہو گئی ہے کہ کانگریس کا مدعا و مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ ملک کی ہر دوسری جماعت تباہ ہو جائے۔ کانگریس کی ہائی کمانڈ نے اپنی پالیسی اور پروگرام کو جس طریق پر چلایا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہائی کمانڈ اپنے آپ کو بدترین قسم کے فاشسٹ اور مطلق العنان گروہ کی حیثیت میں قائم کرنے کے درپے ہے۔

کانگریس کہتی ہے کہ وہ تنہا ہندوستان کی نمائندہ ہے، حالانکہ یہ دعویٰ سراسر باطل ہے۔ سارے ہندو بھی کانگریس کے ساتھ نہیں ہیں اور مسلمان تو یقینی طور پر اس سے الگ ہیں، پھر چھ کروڑ اچھوت ہیں، چھ کروڑ عیسائی، یہودی، پارسی اور انگریز ہیں۔ ان سب کے مستقل حقوق و مقاصد کو نظر انداز کرنا کس بنا پر قرین انصاف سمجھا جا سکتا ہے؟ پوری جمہوریت کینیڈا اور آسٹریلیا میں اگر کامیاب ہوئی تو صرف اس لیے کہ وہاں زیادہ تر انگریز آباد تھے، اور یہ جمہوریت ان کے مزاج، طبیعت کے مطابق تھی، لیکن جنوبی افریقہ میں اس کی کامیابی مشتبہ ہے۔ جہاں پر مختلف گروہ موجود ہیں اور یہ حقیقت محتاج بیان نہیں کہ جنوبی افریقہ کے بوئروں اور انگریزوں کے درمیان اصول سیاسیات میں اتنا اختلاف ہرگز نہیں جتنا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان ہے۔''

آزادی ہند اور مسلمان

اخبار اس ضمن میں مزید لکھتا ہے:

''مسٹر جناح نے اس غلط فہمی کو بھی دور کر دیا ہے جو مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں کے دشمن خوانخواہ مسلمانوں کے خلاف پیدا کرتے رہتے ہیں، یعنی یہ کہ ہندوستان کے مسلمان اپنے ملک کی آزادی کے خواہاں نہیں ہیں۔ یہ بالکل غلط ہے۔ مسلمانوں کے دل میں آزادی و حریت کی ویسی ہی تڑپ موجود ہے جیسی کہ کسی غیور قوم کے دل میں ہو سکتی ہے لیکن تنہا ہندوؤں کی آزادی یا اقتدار اور ہندو راج کو ہندوستان کی آزادی نہیں کہہ سکتے۔

مسلم ہندوستان آزادی کا طلب گار ہے۔ حریت سے پوری طرح مستفید ہونا چاہتا ہے۔ اپنے مزاج کے مطابق اپنے سیاسی، اقتصادی، معاشرتی اور کلچرل ادارات کے نشو و ارتقا کا خواہاں ہے اور اس بات کا روادار نہیں کہ اس پر کوئی مسلط ہو، اور اسے تباہ کر دے اس کے ساتھ ہی مسلم ہندوستان و ہندو ہندوستان کا بھی خیر سگالی ہے، اور اس کی مرضی کے مطابق سب کچھ کرنے کا پورا موقعہ دیتا ہے۔''

ان الفاظ میں کوئی اشتباہ نہیں، کوئی ابہام نہیں، کوئی ایچ پیچ نہیں۔ حقیقت حال روز روشن کی طرح آشکار ہے۔ ہندوؤں اور انگریزوں کو چاہیے کہ ان پر ٹھنڈے دل سے غور کریں، یہ مسلمانوں کا نصب العین اور مطمع نظر ہے۔ اس کی دوسری تعبیر یہ ہے کہ مسلمان آزاد ہندوستان میں آزاد اسلام کے طلب گار ہیں، اور یہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں کہ اس نصب العین میں جس طاقت کی طرف سے رکاوٹ ہو گی مسلمان اس طاقت کا مقابلہ پوری قوت و طاقت سے کریں گے۔''

(روزنامہ انقلاب، اشاعت 28 اکتوبر 1939ء)

آزاد اور خودمختار ریاست

قائداعظم محمد علی جناح نے 25 اکتوبر 1947ء کو رائٹر کے نمائندے کو انٹرویو میں کہا:

''پاکستان کبھی بھی ہندوستان کے ساتھ ایک ہی مرکز کے تحت متحد ہونے کو تیار نہیں ہے، اور اب تو پاکستان قائم ہو چکا ہے، البتہ دوسرے ملکوں کی طرح ہم ہندوستان سے معاہدے کرنے کو تیار ہیں، لیکن یہ معاہدے اس بنیاد پر ہوں گے کہ ہندوستان اور پاکستان دونوں خودمختار اور آزاد مملکتیں ہیں۔ یاد رکھئے، دوقومی نظریہ ایک نظریہ ہی نہیں ایک حقیقت بھی ہے، اور واقعات نے بھی اس کی تصدیق کر دی ہے کہ ہندوستان ایک ہندو ریاست ہے۔''

آزادروی اور جرأت

ابتدائی زمانہ میں بھی قائداعظم محمد علی جناح کی آزادروی اور جرأت بے مثال تھی۔ حکومت ہند کے ہوم ممبر سر ولیم ونسن نے انتہائی تلخ انداز میں اس پر انہیں یوں خراج تحسین پیش کیا:

''آپ ہمیشہ ہم آئی سی ایس افسروں پر نکتہ چینی کرتے ہیں کہ ہم درشتی سے پیش آتے ہیں۔ مجھے ایک ہی آئی سی ایس افسر دکھا دیجئے جو درشتی اور توہین آمیز رویہ میں مسٹر جناح کا مقابلہ کر سکے۔''

آزاد، محمد حنیف

محمد حنیف آزاد قائداعظم محمد علی جناح کے ڈرائیور تھے اور ممتاز اداکار بھی۔ انہیں قائداعظم محمد علی جناح کی رفاقت میں ایک عرصہ رہنے کا شرف حاصل ہوا۔

وہ 16 اکتوبر 1916ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد شیخ غلام صابر الیکٹریکل انجینئر تھے۔ وہ تحریک خلافت میں حصہ لینے کی پاداش میں گرفتار بھی ہوئے۔

محمد حنیف آزاد نے تعلیم کی تکمیل کے بعد امپیریل فلم کمپنی میں آٹھ آنے یومیہ پر ایکٹر کی حیثیت سے کام کیا۔ ان کی پہلی فلم ''حقدار'' تھی جس میں انہوں نے نمایاں کردار ادا کیا۔ قیامِ پاکستان کے بعد کراچی میں رہائش اختیار کی۔ تقسیم ہند کے بعد ہیر رانجھا فلم میں اداکاری کے جوہر دکھائے لیکن وہ فلم ریلیز نہ ہوئی۔ انارکلی میں اکبراعظم کا کردار ادا کیا۔

1935ء سے 1940 تک محمد حنیف آزاد نے بطور ڈرائیور قائداعظم کے ساتھ خدمات سرانجام دیں۔ 1940ء میں قائداعظم کے کہنے پر انہوں نے شادی کی۔

ایک واقعہ حسب ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے۔

''قائداعظم سے ملنے کے لیے رائے پور کا ایک اسٹیشن ماسٹر دہلی آیا اور سیکرٹری سے قائداعظم سے ملنے کی خواہش ظاہر کی سیکرٹری نے کہا کہ وہ بہت مصروف ہیں اور اگر وہ چھوٹے چھوٹے کاموں کے لیے وقت دیتے رہیں تو پھر تحریک پاکستان جیسا عظیم کام کیسے سرانجام دیں گے۔ سیکرٹری نے اسے واپس لوٹ جانے کا مشورہ دیا لیکن اسٹیشن ماسٹر مجھ سے ملا اور بتایا کہ بڑی دور سے آیا ہوں قائداعظم تک پہنچانے کے سلسلے میں تم میری مدد کرو۔ میں نے اسی دن قائداعظم سے تذکرہ کیا اور انہیں بتایا کہ اس اسٹیشن ماسٹر کو محض اس لیے ترقی نہیں دی جا رہی کہ وہ مسلمان ہے حالانکہ امتحان پاس کر چکا ہے اور اصولی طور پر اسے بی گریڈ ملنا چاہیے۔ قائداعظم اسی وقت اس سے ملے۔ جی آئی پی ریلوے کے ایک اعلیٰ انگریز عہدیدار کو رقعہ لکھ کر اس دھاندلی کی طرف توجہ دلائی۔ فوری کارروائی ہوئی اور پندرہ منٹ کے اندر اندر

اسے بی گریڈ دیے جانے کے احکامات جاری ہو گئے۔ اسٹیشن ماسٹر خوشی خوشی کاندھے پر پھلوں کا ٹوکرا لادے قائداعظم کا شکریہ ادا کرنے واپس آیا۔ میں نے جب قائداعظم کو اطلاع دی تو انہوں نے محض اس لیے ملنے سے انکار کر دیا کہ میں یہ نہیں چاہتا کہ کوئی شخص مجھ سے کہے کہ میں آپ کا ممنون ہوں یا آپ کا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گا۔''

البتہ قائداعظم نے اسے یہ پیغام ضرور بھجوایا:

''خوب محنت سے کام کرو۔''

آزاد، مولانا ابوالکلام

مولانا ابوالکلام آزاد کانگریسی ذہن رکھتے تھے کانگریسی رہنما عوام کو یہ تاثر دیتے تھے کہ وہ ہندوستانی مسلمانوں کے مفادات کے بھی نگہبان ہیں۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ مولانا ابوالکلام آزاد جیسے رہنما اور دانشور کانگریس کے ساتھ ہیں۔ اس پراپیگنڈے کا توڑ کرنے کے لئے قائداعظم مولانا آزاد و ''کانگریس کا شوبوائے'' کہا کرتے تھے۔

قائداعظم محمد علی جناح نے مولانا آزاد کو ایک ٹیلی گرام کے جواب میں لکھا:

''آپ کا تار ملا میں رازداری کا قائل نہیں، چونکہ آپ ہندوستان کے مسلمانوں کا اعتماد کھو چکے ہیں۔ اس لیے میں بذریعہ خط و کتابت یا کسی اور نتیجے سے آپ سے ان معاملات پر بحث نہیں کرنا چاہتا۔ کیا آپ کو اس امر کا احساس نہیں کہ آپ کو ایک نمائشی صدر بنانے سے ہندوؤں کا اس کے سوا اور کچھ مقصد نہیں کہ اس سے یہ ظاہر ہو جائے کہ کانگریس یقیناً ایک قومی جماعت ہے، اور اس طرح باہر کی دنیا کو دھوکہ دیا جائے۔ آپ نہ ہندوؤں کے نمائندہ ہیں نہ مسلمانوں کے، کانگریس ہندو جماعت ہے۔ اس لیے آپ کو عزتِ نفس کا کچھ پاس ہے تو اس جماعت سے فوراً مستعفی ہو جائیے، اس وقت تک آپ نے لیگ کی تخریب کے لیے انتہائی کوشش کر دیکھی، اور آپ کو علم ہے کہ آپ کس طرح اپنی کوششوں میں ناکام رہے ہیں۔ اب ان حرکات کو چھوڑ دیجئے۔''

آزاد جناح مراسلت

لکھنؤ

16 اکتوبر 1939ء

مائی ڈیئر مسٹر جناح!

براہِ مہربانی ہندو مسلم مسئلہ کے سلسلے میں آپ مجھے غلط تصور نہ کریں میں ایک لمحہ کے لیے بھی یہ نہیں سوچ سکتا کہ فرقہ وارانہ اتحاد کے سلسلے میں تمام تعریف و توصیف اپنے حق میں سمیٹنا چاہتا ہوں اور نہ ہی 38-1937ء میں جب آپ سے ملا تھا اور کانگریس لیگ تصفیہ کے لیے آپ سے بات چیت کی تھی اس وقت کوئی ایسی خواہش موجود تھی میری خواہش اور کوشش صرف اس مقصد کے گرد محدود رہے گی کہ کانگریس اور لیگ کے مابین ایک باوقار معاہدہ طے پا جائے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اس کی مسلمانوں اور ملک کو فوری ضرورت ہے اور اس میں تاخیر مضرت رساں ہے میں یہاں یہ بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ میں کسی حالت میں بھی اس ضمن میں اپنی کوششوں کو عوام کے علم میں لانا پسند نہیں کروں گا، میں صرف اپنے ضمیر کے مطابق اپنا فرض ادا کرنا چاہتا ہوں، شاید مستقبل میں کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے جو حقیقت کو آپ پر واضح کر دے اور اس وقت آپ محسوس کریں گے کہ آپ میرے بارے میں غلط فہمیوں کی بنیاد پر خیال آرائی کرتے رہے ہیں۔

گزشتہ اگست کے اختتام پر جب جنگ کی خبریں عام

ہوئیں تو میرے ذہن میں جو سب سے پہلا سوال بیدار ہوا وہ یہ تھا کہ اس موقع کو مذکورہ مقصد کے لیے استعمال کیا جائے۔ اس وقت سے اس کوشش میں اب تک مصروف ہوں۔ میں نے آپ کو گزشتہ روز تار دیا تھا کیونکہ دہلی کے مذاکرات سے جو صورت حال پیدا ہوئی تھی اس میں مزید کوئی پیش رفت نہیں ہوئی ہے، اور یہ مسئلہ ایک مخصوص نکتہ پر پہنچ کر رک گیا ہے اس کو فوری طور پر آگے بڑھانا چاہیے مگر اس ضمن میں مناسب طریقہ کار کیا ہونا چاہیے؟ کیا کانگریس کے صدر آپ کو خط لکھیں؟ یا کوئی اور طریقہ کار اختیار کیا جائے۔ میں اس سلسلے میں آپ کا موقف جاننا چاہتا ہوں تاکہ میں اس کے مطابق ہی اس مسئلہ کو آگے بڑھاؤں میں آج کلکتہ روانہ ہو رہا ہوں۔

آپ کا مخلص

اے کے آزاد

مذکورہ خط کے دو روز بعد ابوالکلام آزاد نے قائداعظم محمد علی جناح کو درج ذیل خط لکھا۔

لکھنؤ

19 اکتوبر 1939ء

مائی ڈیئر جناح!

جو بات میں نے اپنے گزشتہ خط میں تحریر کی تھی۔ اب اس کے جواب کی ضرورت نہیں رہی ہے کیوں کہ مسٹر نندن نے آپ سے اپنی ملاقات کی بابت جواہر لال کو تفصیل سے لکھ دیا ہے۔ جواہر لال نے گزشتہ شب یہ خط مجھ کو دکھایا تھا اور میں نے ان کو مشورہ دیا تھا کہ وہ فوری طور پر آپ سے ٹیلی فون پر رابطہ قائم کریں اور ساتھ ہی ساتھ ایک تفصیلی خط آپ کو تحریر کریں۔ وہ بہت جلد ملاقات کی کوشش کریں گے۔ اگر اس ماہ کی 22 تاریخ کو واردھا میں ورکنگ کمیٹی کے اجلاس کی تاریخ مقرر نہ ہوگئی ہوتی تو وہ آپ سے اس سے قبل ہی ملاقات کی کوشش کرتے بہرحال جیسے ہی میٹنگ ختم ہوگی وہ آپ سے ملیں گے بہتر یہی ہوگا کہ اس مسئلہ پر فوری طور پر پیش رفت ہو۔ وقت نہایت مناسب ہے اور ضروری ہے کہ اس وقت کو پورے طور پر استعمال کیا جائے۔

آپ کا مخلص

اے کے آزاد

12 جولائی 1940ء

بصیغہ راز

آپ کا 9 جولائی 1940ء کا بیان دہلی کانگریس کی قرارداد میں حکومت کا مطلب واضح طور پر ایک ایسی مشترکہ کابینہ ہے جو کسی ایک واحد جماعت تک محدود نہ ہو لیکن کیا لیگ کی حیثیت یہ ہے کہ وہ کسی ایسے صوبائی انتظام کے لیے بھی جس کی بنیاد وہ قومی اسکیم پر نہ ہو متفق نہیں ہوسکتی۔ اگر ایسا ہے تو براہِ مہربانی بذریعہ تار وضاحت کیجیے۔

آزاد پارٹی

14 نومبر 1923ء کو قائداعظم محمد علی جناح بلامقابلہ قانون ساز اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے انہی ایام میں سوراج پارٹی نے آزاد اراکین کو بھی اپنا ہم نوا بنا لیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ سوراج پارٹی نے خلافت کے مسئلے پر کوئی بات نہ کی، اور صرف آئینی اختیارات استعمال کیے۔ یہ بات قائداعظم محمد علی جناح کو بہت اچھی لگی تھی بعد ازاں سوراج پارٹی نے مرکزی اسمبلی میں حکومت کی خواہ مخواہ مخالفت شروع کر دی۔ ان کے خیال میں یہ رویہ ملک کے لیے بے حد نقصان دہ تھا وہ یہ سمجھتے تھے کہ جو اصلاحات ملتی جائیں وہ قبول کر لینی چاہئیں اور مزید اصلاحات کے لیے جدوجہد جاری رکھنی چاہیے۔

مرکزی ایوان سوراج پارٹی سے اس اختلاف کی بنا پر انہوں نے استعفیٰ دے دیا اور ایک آزاد پارٹی بنائی اور خود اس کے لیڈر بن گئے۔ آزاد پارٹی کے ذریعے قائداعظم محمد علی

جناح نے حکومت کی ان کارروائیوں کی پرزور حمایت کی جن سے ہندوستان کو فائدہ پہنچ سکتا تھا۔ اسی جماعت کے ذریعے قائداعظم محمد علی جناح نے فوجداری کے قانون اور ہندوؤں اور مسلمانوں کے متعلق قانون بنانے میں حکومت کا ساتھ دیا۔ ریلوے کی کارکردگی، باہر کے ملکوں میں ہندوستانی باشندوں کی دیکھ بھال، کاروبار اور صنعتوں کی بہتری، سکوں اور نوٹوں کی بہتر تنظیم قائداعظم محمد علی جناح کی کوشش کا نتیجہ تھی۔ اس کے علاوہ بھی اس پارٹی کی بدولت مسلمانوں کو کئی فوائد حاصل ہوئے۔

آزاد پٹھان ریاست

صوبہ سرحد کے مسئلے پر مسلم لیگ کا موقف واضح کرنے کے لئے 28 جون 1947ء کو قائداعظم نے نئی دہلی سے ایک بیان جاری کیا جس میں کہا گیا تھا کہ:

''صوبہ سرحد کی کانگریس کی وہ قرارداد جس میں ایک آزاد پٹھان ریاست کے قیام کا مطالبہ کیا گیا۔ ہزمیجسٹی کے 3 جون 1947ء کے تقسیم ہند کے اس منصوبے کی صریحاً خلاف ورزی ہے جسے کانگریس بھی قبول کر چکی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ صوبہ سرحد کے مسلمان اس بات کو سمجھ لیں کہ وہ اولاً مسلمان ہیں، اور بعد میں پٹھان اور یہ صوبہ سرحد کی انتہائی بدقسمتی ہوگی اگر وہ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں شامل نہیں ہوگا۔''

اس موقع پر قائداعظم محمد علی جناح نے صوبہ سرحد کے مسلمانوں سے پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں شمولیت کے لیے اس کے حق میں ووٹ دینے کی اپیل کی۔

آزاد سکھ ریاست

16 اپریل 1947ء کو قائداعظم محمد علی جناح سے برطانوی ہائی کمشنر برائے ہندوستان سر ٹی شون نے ملاقات کی۔ دورانِ ملاقات قائداعظم محمد علی جناح نے کہا:

''سکھ سخت غلطی کر رہے ہیں ان کی تعداد 35 لاکھ ہے اور اگر پنجاب تقسیم ہوگیا تو ایک حصے میں بیس لاکھ اور دوسرے میں پندرہ لاکھ رہ جائیں گے۔ ان کے لیے کہیں بہتر یہ ہے کہ وہ سب یکجا پاکستان میں رہیں جہاں یہ بہتر سلوک کی توقع کر سکتے ہیں۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے بے حد کوشش کی کہ سکھ یہ بتائیں کہ وہ کیا چاہتے ہیں قائداعظم محمد علی جناح نے وعدہ کیا کہ وہ پوری ہمدردی سے ان کے مطالبات پر غور کریں گے اس ضمن میں سکھوں کے رہنما گیانی کرتار سنگھ نے اپنا ایک ایلچی قائداعظم محمد علی جناح کے پاس بھیجا تو دوسری طرف انہوں نے پنجاب کے گورنر سر ایرک جنکنز سے صاف صاف کہہ دیا:

''سکھ آزاد پنجاب کو تسلیم کر لیں گے جس میں انہیں مناسب تحفظات دیے جائیں لیکن سکھ پاکستان میں ضم ہونے پر اتفاق نہیں کر سکتے۔''

اس کا حوالہ سر ایرک جنکنز نے 7 مئی 1947ء کو سردار گیانی کرتار سنگھ اور اجل سنگھ سے ملاقات کی روداد میں دیا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے اپریل 1947ء میں سکھوں کی علیحدہ مملکت کے قیام اور تقسیم ہند کے بعد اس کی پاکستان میں شمولیت کی تجویز پر اس زمانے کی سکھ قیادت سے بات چیت پر آمادگی ظاہر کی تھی۔

آزادرکن (کونسل)

19 ستمبر 1923ء قائداعظم محمد علی جناح نے کونسلوں کے انتخابات میں حصہ لینے کے لیے اپنا انتخابی منشور جاری کیا۔ اس منشور کے اہم نکات یہ تھے:

''مجھے علم ہے کہ ملک میں اس مسئلہ پر اختلاف رائے موجود ہے، انڈین نیشنل کانگریس اور خلافت کانفرنس اس وقت دہلی میں خصوصی اجلاس منعقد کر رہی ہیں، اور مجھے امید ہے کہ جلد ہی ان کے فیصلے قوم کے سامنے آ جائیں گے، لیکن کونسل میں شمولیت کے بارے میں ان کا فیصلہ انکار میں ہو یا اقرار میں بہرصورت میں ہمیشہ کی طرح اس بات پر قائم ہوں کہ ہمارے لیے بہتر یہی ہے کہ ہم کونسلوں میں اپنے نمائندے بھیجیں۔ میں نے آپ کے حلقے سے اسمبلی کے لیے اپنی نامزدگی داخل کی ہے دراصل میں رائے دہندگان کے خیالات معلوم کرنا چاہتا ہوں جن کو آخرکار اس سوال کو حل کرنا ہوگا۔ میں آپ کی حمایت حاصل کرنے کے لیے کسی قسم کے دعوے نہیں کرنا چاہتا کیونکہ 1906ء کے اجلاس کانگریس سے لے کر اب تک کی میری سیاسی زندگی اور سرگرمیاں آپ کے سامنے ہیں۔ میں نے اب تک حتیٰ المقدور عوام کی تمناؤں کی تکمیل کے لیے نہایت خلوص اور نیک نیتی سے خدمات انجام دی ہیں۔ ایک بات جس کا میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ عوامی مقاصد اور ہندوستان کی فلاح میرا نصب العین ہوگا۔ جس طرح سے کہ ماضی میں بھی یہی اصول میرا سرمایہ رہے ہیں۔ میں حکومت سے کسی خطاب یا عہدے کا خواہاں نہیں۔ میرا مقصد صرف یہ ہے کہ اپنی تمام تر صلاحیتیں ملک کی خدمت کے لیے وقف کر دوں۔''

آزادو بااختیار پاکستان

(دیکھئے: پیتھک لارنس اور جناح)

آزاد ہند فوج

15 ستمبر 1945ء کو ایک بیان دیتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا:

''مجھے پریس کے جاری کردہ اعلان سے معلوم کر کے خوشی ہوئی ہے کہ حکومت ہند اس وقت بہت غور سے اس برتاؤ کا سوچ رہی ہے جو دشمنی کے ساتھ جانے والے سپاہیوں کے ساتھ کیا جائے گا اور مجھے امید ہے کہ ان کے ساتھ فاتح ہونے کے بعد نرمی کی جائے گی اور انصاف کے ساتھ رحم بھی شامل ہوگا۔''

پھر اکتوبر 1945ء کو آپ نے بیان دیتے ہوئے اور کانگریس کے اباطیل کی تردید کرتے ہوئے فرمایا:

''میں آزاد ہند کی فوج کے بارے میں مسلم لیگ کی پالیسی اور رویہ کی وضاحت کر چکا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ جماعتیں بھی اس سوال کو فرقہ وارانہ قرار نہ دیں گی۔ میں دیکھتا ہوں کہ کچھ ذمہ دار حلقوں میں اس کو فرقہ وارانہ رنگ دینے کی کوشش کی جارہی ہے، مگر مسلم لیگ اس فوج کے ممبران کو ہندوستانی سمجھتے ہوئے تمام قسم کے امتیاز کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ہر ممکن مدد پیش کرے گی۔''

6 فروری 1946ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے ایک بیان شائع کر کے کمانڈر انچیف سے جواب طلب کیا:

''آزاد ہند فوج کے پہلے اور دوسرے مقدمہ میں امتیاز کیوں روا رکھا گیا؟ پہلے ملزمان رہا کیوں کیے

گئے، اور دوسرے ملزم کو سزا کیوں دی گئی؟"

پھر 12 فروری 1946ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے مرکزی اسمبلی میں ایک تقریر کی اور حکومت سے باز پرس کی اور فرمایا:

"تم نے اقدام قتل اور قتل کے مجرموں کو رہا کر دیا، جو بہت بڑا جرم ہے اور ایذا رسانی کے مجرم کو جیل بھیج دیا جو قانون کی نظر میں قتل سے کہیں ہلکا جرم ہے۔ میں جانتا ہوں تم عبدالرشید کو قربانی کا بکرا بنانا چاہتے ہو اور پہلے مقدمہ کی سزا بھی اس کو دینا چاہتے ہو۔

میں نے اپنی زندگی قانون کے مطالعہ میں بسر کی ہے میں کہہ سکتا ہوں اگر مکمل عدالت میں یہ مقدمہ چلایا جائے تو تمہارا حکم منسوخ ہو جائے گا۔"

مسٹر میسن وار سیکرٹری نے جواب دینے کی ناکام کوشش کی اور فرمایا:

"پہلے مقدمہ کے ماخوذین اس لیے رہا کر دیے گئے کہ حکومت سے سیاسی پارٹیوں سے سیاسی تعطیل دور کرنے کے سلسلے میں تعاون کی امید تھی، لہٰذا فضا کو خوشگوار بنانے کے لیے ایسا کیا گیا۔ دوسرے مقدمہ میں یہ صورت نہیں تھی لہٰذا انصاف کیا گیا۔"

قائداعظم محمد علی جناح کے الزامات بہت سنگین تھے، لہٰذا ان کی باز پرس کے ایک ہفتہ بعد حکومت ہند نے 15 فروری 1946ء کو ایک کمیونکے شائع کیا۔ جس میں اُس نے میسن وار سیکرٹری کے بیان سے ہٹ کر پہلے اور دوسرے مقدمہ کو پیش کرنے کی ناکام کوشش کی لیکن اُسے بہر حال یہ اعتراف کرنا پڑا:

"اس کا یہ اقدام "قانون" کے مطابق نہیں ہے بلکہ اس کی حد سے پرے ہے۔" "شاہ نواز پر جرم یہ تھا کہ اس نے خلاف قانون قائم شدہ اپنی فوج سے بھاگنے والوں کو سخت سزائیں دینے کے احکامات جاری کیے، لیکن یہ کسی نے نہیں بتایا کہ اس نے جو سزائیں تجویز کی تھیں۔ وہ ان سزاؤں سے زیادہ تھیں، جو ایسے ہی جرائم کے لیے دی جائیں، اصلاحی طور پر اس کا جرم قتل ہو سکتا ہے لیکن وحشیانہ اصولوں کے خلاف نہیں کہا جا سکتا۔ اس طرح کپتان عبدالرشید کے خلاف جو دو الزامات ثابت ہوئے وہ واقعی وحشیانہ مظالم اور مہذب اصولوں کے خلاف کہے جا سکتے ہیں، ان میں یہی فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ پہلی صورت میں حبسِ دوام کی سزا منسوخ کی جائے اور دوسری صورت میں 7 سال قید کی سزا دی جائے۔

اس میں شک نہیں ہے کہ قانون کی نظر میں قتل یا اعانت کا جرم ضربِ شدید سے بہت زیادہ سنگین ہے اور دونوں طرح کے جرائم کے ارتکاب میں وحشیانہ اور بربری طریق کار کو اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔"

حکومت ہند کے اعلامیہ کا جواب 17 فروری 1946ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے دیا، اور فرمایا:

"یہ آئینی حیثیت سے لفظ، منطقی حیثیت سے غیر پائیدار اور اخلاقی حیثیت سے ناقابلِ دفاع ہے۔ یہ کمیونکے محض ان خیالات کا اعادہ ہے۔ جو حال ہی میں مرکزی اسمبلی کی بحث کے موقع پر سیکرٹری ڈفنس میں نے ظاہر کیے ہیں، تاہم مجھے اس امر سے مسرت ہوئی کہ یہ حقیقت اب تسلیم کر لی گئی ہے کہ قانون کی نظر میں قتل کا جرم ضرب شدید کے جرم سے کہیں زیادہ شدید جرم ہے۔ خواہ ان میں سے کوئی جرم ظالمانہ یا غیر مہذبانہ ہو، اس امتیاز کا مقصد محض یہ ہے کہ شاہ نواز کی رہائی کو منصفانہ [illegible] بہانہ پر عبدالرشید کے خلاف [illegible] جائے۔ [illegible] غیر مہذب [illegible]

عبدالرشید کو ایک فوجی عدالت نے غلط طور پر ضرب شدید کے ارتکاب کا مجرم قرار دیا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ اس بے پناہ تلخی، جوش اور اشتعال میں جو ملک بھر میں پھیلا ہوا ہے، مزید اضافہ کروں۔ ہندوستان کے دیگر مقامات کا تو ذکر الگ رہا، محض ایک کلکتہ کو لیجیے۔
جہاں 44 بے گناہ جانیں تلف ہو گئیں اور 700 سے زائد اشخاص مجروح ہو گئے جس کی وجہ محض یہ ہے کہ وہ شہری ہونے کی حیثیت سے جلسوں اور مظاہروں کے ذریعے اپنے جذبات کا اظہار کرنے کے حقوق کو بروئے کار لاتے ہوئے حکومت کی پالیسی اور طرز عمل کی مذمت صاف صاف الفاظ میں کرنا چاہتے ہیں۔
پولیس کے طرز عمل کے متعلق تو کچھ کہنا ہی فضول ہے، جسے بنیادی طور پر آزادی، اظہار خیال اور عوام کی آزادی تقریر کو دبانے کے لیے تربیت دی گئی ہے۔
جہاں جہاں آتش بازیاں ہوتی ہیں وہاں اس پوری واردات کے لیے ایک غیر جانبدار ٹربیونل کا تقرر قطعی لازمی اور ضروری ہے اور پایۂ اقتدار کسی طرح بھی ''غنڈہ گردی'' کے پردہ میں اپنی ذمہ داری سے بچ کر پیچھا نہیں چھڑا سکتے۔
میں آگ پر تیل نہیں چھڑکنا چاہتا لیکن ان میں مرحومین اور مجروحین کے پس ماندگان سے اپنے قلبی ہمدردی کا اظہار کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جنہوں نے جائز طریقہ پر اپنے جذبات کے آزادانہ اظہار اور آزادی تقریر کے اپنے شہری حقوق کی نگہداشت اور حفاظت و حمایت میں اپنی جانیں قربان کر دیں یا مجروح ہو گئے۔
میں تمام شکوک وشبہات سے بالاتر ہو کر اس حقیقت کو واضح کرنا چاہتا ہوں کہ دہلی سے کلکتہ تک دوران سفر میں تمام ملک میں میں نے عبدالرشید سے امتیازی بدسلوکی کے متعلق دیکھا کہ آنکھوں میں خون اترا ہوا ہے ان سے تمام طبقوں کے لوگ متاثر ہیں۔''

آزاد ہندوستان

یہ 1942-43ء کا زمانہ تھا۔
وزارتِ جنگ نے لارڈ لنلتھگو کو مکمل اختیار دے دیا:
''وہ گاندھی اور کانگریس ورکنگ کمیٹی کو جس وقت مناسب سمجھیں گرفتار کر سکتے ہیں۔''
لندن نے کانگریس کی تازہ ترین قراردادوں کو حکومت کے خلاف ''اعلانیہ بغاوت'' قرار دیا۔ سر سکندر نے گورنر گلینسی کو اپنے اس شک سے آگاہ کیا:
''ممکن ہے گاندھی جناح کو پاکستان کی واضح پیشکش کر کے ان کے ساتھ معاملہ کرنے کی کوشش کرے، اور پھر حکومت کو ایک متحدہ محاذ کا سامنا کرنا پڑے۔''
گاندھی نے 8 اگست کو اپنے اخبار میں لکھا:
''بشرطیکہ مسلم لیگ کانگریس کے فوری مطالبہ آزادی سے پوری طرح کسی ہلکے سے ذہنی تحفظ کے بغیر، تعاون کرے، کانگریس انگریزی حکومت پر قطعاً اعتراض نہیں کرے گی، اگر وہ جملہ اختیارات جو اس وقت اسے حاصل ہیں، پورے ہندوستان کی طرف سے مسلم لیگ کو منتقل کر دے۔ کانگریس مسلم لیگ کی حکومت کی راہ میں، جو وہ عوام کی حمایت سے بنائے گی، کوئی رکاوٹ کھڑی نہیں کرے گی، بلکہ آزاد ریاست کی مشینری چلانے میں حکومت کا ہاتھ بٹائے گی۔ یہ پیشکش پوری سنجیدگی اور خلوص کے ساتھ کی جا رہی ہے۔''
اگر قائداعظم محمد علی جناح گاندھی کی اس بات پر یقین

رکھتے یا اعتبار کرتے ہوتے تو ایسی پیشکش انہیں ورغلا سکتی تھی، لیکن انہوں نے صرف چند دن پہلے پریس کو بتایا تھا:

''آزاد ہندوستان کے بارے میں مسٹر گاندھی کا تصور ہمارے تصور سے بنیادی طور پر مختلف ہے۔ مسٹر گاندھی آزادی سے ہندو راج مراد لیتے ہیں۔ میں مسٹر گاندھی سے کہتا ہوں کہ وہ یہ تاثر دے کر مسلمانوں کو بے وقوف بنانے کا کھیل ترک کر دیں کہ ہم اپنی منزل، پاکستان کے حصول کے لیے انگریزوں پر انحصار کرتے ہیں، مسلمانوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں۔''

8 اگست کو ہندوستان کی وسیع حکومتی مشینری پوری طرح تیار تھی۔ پونا میں واقع آغا خان کا محل گاندھی، ان کے خاندان کے چند منتخب افراد اور مسز سروجنی نائیڈو نیز ایڈمرل سلیڈ کی بیٹی میرا بہین سمیت بعض پیروکاروں کے لیے سب سے زیادہ محفوظ، آرام دہ اور موزوں ''قید خانہ'' سمجھ کر چن لیا گیا تھا۔ ورکنگ کمیٹی کے بقایا ممبران کو احمد نگر کے قلعہ میں قید کرنا تھا۔

8 اگست کی شام کو ''ہندوستان خالی کرو'' ریزولیشن کی منظوری کے بعد گاندھی نے اپنے کانگریسی ساتھیوں کو نصیحت کی:

''آپ میں سے ہر ایک کو اس لمحہ کے بعد خود کو آزاد فرد یا آزاد خاتون سمجھنا چاہیے، اور اس طرح کام کرنا چاہیے گویا آپ آزاد ہیں، اور اس امپریلزم کے پنجے تلے نہیں رہے، مجھے ایک منتر یاد آ رہا ہے، جو بڑا مختصر ہے۔ آپ چاہیں تو اپنے دلوں پر نقش کر لیں، اور ہر سانس کے ساتھ اس کا اظہار کریں، منتر یہ ہے: ''کرو یا مرجاؤ'' ہم یا تو ہندوستان کو آزاد کرائیں گے یا اس کی کوشش میں اپنی جان دے دیں گے۔''

لارڈ لنلتھگو کا پیمانہ صبر لبریز ہوگیا۔ اس نے مزید انتظار کیے بغیر پوری ورکنگ کمیٹی کو صبح سویرے حراست میں لے لیا۔ ملک کے نام گاندھی کا آخری پیغام۔ صبح 5 بجے ان کی گرفتاری سے چند منٹ پہلے لکھا گیا:

''ہر ایک کو آزادی ہے کہ وہ اہنسا کے تحت جہاں تک جا سکتا ہو جائے، ہڑتالوں اور تشدد سے پاک دیگر ذرائع کے بل پر مکمل بحران پیدا کر دیجیے۔ ستیہ گرہ والوں کو مرنے کے لیے باہر آنا چاہیے۔ زندہ رہنے کے لیے نہیں۔ انہیں موت کی آرزو اور اس کا سامنا کرنا چاہیے۔ افراد جان دینے کے لیے باہر نکلیں۔ فقط اس صورت میں قوم زندہ رہے گی۔ کریں گے یا مریں گے۔''

کانگریس کی نئی مہم کی بابت اپنا ردِ عمل ظاہر کرتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناح نے ایک بیان میں کہا:

''میں پوری شدت سے اظہارِ افسوس کرتا ہوں کہ کانگریس نے آخر کار اعلان جنگ کر دیا ہے، اور کئی افراد، پارٹیوں اور تنظیموں کی طرف سے متعدد تنبیہات کے باوجود انتہائی خطرناک عوامی تحریک شروع کر دی ہے۔''

گاندھی کے برعکس قائداعظم محمد علی جناح کو جنگ کے جلد ختم ہونے کی امید نہیں تھی، نہ ہی ان کا یہ خیال تھا کہ انگریزوں کو شکست ہو جائے گی۔ مزید برآں انہیں ہرگز توقع نہیں تھی کہ ستیہ گرہ تشدد سے خالی رہ سکے گی۔ انہوں نے اپنی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس 16 اگست کو بمبئی میں طلب کیا تاکہ مسلم لیگ کی سٹریٹجی کی منصوبہ بندی کی جا سکے۔ کمیٹی کا اجلاس چار دن تک ان کے گھر میں منعقد ہوا، اور ایک باضابطہ منظور کردہ قرارداد میں کانگریس کے اس فیصلہ پر افسوس ظاہر کیا گیا:

''اس نے ہندوستان میں ہندوؤں کا غلبہ قائم کرنے کے لیے اعلانیہ بغاوت کا آغاز کر دیا ہے۔ اس کا نتیجہ لاقانونیت اور جان و مال کی بے پناہ تباہی کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔ لیگ ''ہندوستان چھوڑ دو'' کی تحریک کو



قائداعظم محمد علی جناحؒ ڈاکٹر ضیاء الدین، ایس ایم شریف اور ریسپشن کمیٹی کے ممبران کے ہمراہ۔ پٹنہ 1938ء

ایک ایسی کوشش سے تعبیر کرتی ہے، جس کا مقصد مسلمانوں کو کانگریس کی شرائط اور ہدایات کے آگے سر جھکانے اور ہتھیار ڈالنے پر مجبور کرنا ہے۔"

جناح کی پوزیشن مضبوط ہو گئی

وائسرائے ہند لارڈ لنلتھگو نے ایمری کو اطلاع دی:

"جناح نے واقعات کے نئے موڑ سے ہمارے اور کانگریس کے خلاف اپنی شرائط بڑھانے کے لیے فائدہ اٹھایا ہے (اگرچہ ان سے زیادہ فرق نہیں پڑتا) یہ جناح کے پوکر گیم (تاش کا کھیل) میں ایک نیا اور انتہائی انوکھا قدم ہے، کیونکہ مجھے یہ بات نا قابلِ فہم لگتی ہے کہ گاندھی پاکستان کے اصول کو تسلیم کرے گا، خواہ کوئی بھی اس کی پشت پناہی کرے۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ جب تک جنگ جاری رہتی ہے۔ کانگریس یا لیگ دونوں میں سے کسی کے ساتھ کوئی معاملہ نہیں کیا جائے گا۔"

آزادی

ہندوستان میں مسلمانوں کی آزادی کی اہمیت قائداعظم کے نزدیک سب سے زیادہ تھی جس کا اظہار ان کی مندرجہ ذیل تصاویر سے ہوگا۔

قائداعظم محمد علی جناح نے مارچ 1939ء میں مرکزی اسمبلی میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

"میں انگریز اور ہندو دونوں کو متنبہ کرنا چاہتا ہوں کہ تم الگ الگ یا دونوں متفق ہو کر بھی ہماری روح کو فنا کرنے میں کبھی کامیاب نہ ہو سکو گے، نہ تم اس تہذیب کو مٹا سکو گے، جو ہمیں ورثہ میں ملی ہے، ہمارا نور ایمان زندہ رہا ہے، اور زندہ رہے گا، تم ہم پر ظلم و ستم کرو، ہمارے ساتھ بدترین سلوک کرو، ہم ایک فیصلہ پر پہنچ چکے ہیں، اور ہم نے یہ عزم کرلیا ہے کہ ہم لڑتے لڑتے مر جائیں گے۔"

قائداعظم محمد علی جناح نے لیگ کونسل اجلاس میں فروری 1940ء کو فرمایا:

"برطانیہ عظمیٰ ہندوستان پر حکومت کرنا چاہتا ہے، مسٹر گاندھی اور کانگریس مسلمانوں پر حکومت کرنا چاہتے ہیں، ہم کہتے ہیں کہ ہم نہ برطانیہ کو مسلمانوں پر حکومت کرنے دیں گے نہ ہندو کو، ہم آزاد رہنا چاہتے ہیں۔"

قائداعظم محمد علی جناح نے نومبر 1941ء میں علی گڑھ یونیورسٹی میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

"چین اور امریکہ کی متحدہ قوت بھی ہم پر کوئی ایسا دستور مسلط نہیں کر سکتی، جس میں مسلمانوں کو قربان کر دیا گیا ہو، اگر متحدہ اقوام کسی ایسی مجنونانہ حرکت کا ارتکاب کر بیٹھی تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اپنی حفاظت کے لیے ایک چیونٹی بھی پلٹ کر حملہ کر دیا کرتی ہے، ان غیر ملکی سنگینوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے جن کے سائے میں کانگریس راج رچایا جارہا ہوگا، ہم ملک کے سارے نظام میں زلزلہ ڈال دیں گے، اور اسے معطل کر کے رکھ دیں گے۔"

1945ء میں قائداعظم محمد علی جناح نے جلسۂ عام پشاور سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"ہمارا کوئی دوست نہیں، ہمیں نہ انگریزوں پر بھروسہ ہے، نہ ہندو پر ہم دونوں کے خلاف جنگ جاری رکھیں گے، خواہ وہ آپس میں متحد ہی کیوں نہ ہو جائیں۔"

یومِ پاکستان پر اپنے خطاب میں قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا:

''اگر ہندو قیادت یا برطانوی قیادت الگ الگ یا دونوں متحدہ ہو کر ہمارے خلاف فریب کاریوں اور سازشوں پر اتر آئیں تو ہم اس کی مدافعت کریں گے، تا آنکہ ہم ایک ایک کر کے کٹ کر مر جائیں۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے اپنے ایک خطاب میں فرمایا:

''خدائے عظیم و برتر کی قسم جب تک ہمارے دشمن ہمیں اٹھا کر بحیرہ عرب میں نہ پھینک دیں ہم ہار نہ مانیں گے، پاکستان کی حفاظت کے لیے میں تنہا لڑوں گا، اس وقت تک لڑوں گا جب تک میرے ہاتھوں میں سکت اور جسم میں خون کا ایک قطرہ بھی موجود ہے۔ مجھے آپ سے کہنا ہے کہ اگر کوئی ایسا وقت آ جائے کہ پاکستان کی حفاظت کے لیے جنگ کرنی پڑے تو کسی صورت میں ہتھیار نہ ڈالیں، پہاڑوں، جنگلوں اور دریاؤں میں جنگ جاری رکھیں۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا:

''ہمارا مذہب ہماری تہذیب اور ہمارے تصورات ہی وہ محرک قوتیں ہیں، جو ہمیں آزادی حاصل کرنے کے لیے آگے بڑھاتی ہیں۔''

''پاکستان ایک قابلِ عمل نصب العین ہی نہیں بلکہ اس برصغیر میں اسلام کو مکمل تباہی سے بچانے کا واحد راستہ ہے، ابھی ہم نے ایک طویل منزل طے کرنی ہے، بلاشبہ پاکستان موجود ہے، ہم نے اسے حاصل کرنا ہے، آزادی کا حصول اس کے تحفظ کے مقابلے میں زیادہ آسان ہے، انگلستان اور امریکہ آج آزاد ہیں، لیکن سوچیے کہ اپنی آزادی کے استحکام کے لیے انہیں کس قدر شدید جدوجہد کرنی پڑی، ہمیں اپنے آپ کو اس کے لیے تیار کرنا ہے۔ اپنی صفوں کو مضبوط کیجیے، ہمارے سامنے نہ صرف داخلی تحفظ کے مسائل ہیں، بلکہ خارجی جارحیت کا مقابلہ بھی آزادی کے حصول اور اس کی بقاء واستحکام کا چرخہ کاتنے سے ممکن نہیں، ہمیں اپنے ساکن اور مقدس مقاصد کی خاطر لڑائی اور دفاع کے لیے تیار رہنا چاہیے اور یقین رکھیے کہ پاکستان تمہارے ہاتھوں میں ہوگا۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے اپنے ایک خطاب میں فرمایا:

''یقین مانیے کہ سلطنت مغلیہ کے زوال کے بعد مسلمان اس قدر منظم اس قدر زندہ اور ایسے بیدار کبھی نہ ہوئے تھے جیسے کہ آج ہیں، آج ہمارے سروں پر ہمارا اپنا پرچم لہرا رہا ہے، یعنی ہندی مسلمانوں کا ملی پرچم ہم نے ایسا پلیٹ فارم قائم کر لیا ہے، جو مسلمانانِ ہند کی وحدت کا مظہر ہے، ہم نے نہایت واضح الفاظ میں متعین کر دیا ہے کہ ہمارا نصب العین پاکستان ہے۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے مسولی پٹم اسٹوڈنٹس کے نام اپنے ایک پیغام میں 23 مئی 1945ء کو فرمایا:

''آزادی انمول ہے۔ اس کی قیمت نہیں لگائی جا سکتی اور اس کے حصول کے لیے ہر قربانی ہیچ ہے۔ اس حقیقت کو اپنے دفاع میں جگہ دیجئے اور اپنی تربیت اس طرح کیجیے کہ آپ اس وقت زندگی کی کشمکش کا مردانگی، شجاعت، اعتماد اور جرأت سے مقابلہ کر سکیں جب آپ کے کاندھوں پر ذمہ داری آ پڑے۔ اتحاد، یقین اور نظم کے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے آگے بڑھیں۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے عوام کو آزادی کی اہمیت کا احساس اپنی متعدد تقاریر میں دلایا ہے، اس ضمن میں انہوں نے آزادی کے بارے میں جو کچھ کہا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:

''آزادی کا مطلب بے لگام ہو جانا نہیں ہے آزادی کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ دوسرے لوگوں اور مملکت کے مفادات کو نظر انداز کر کے آپ جو چاہیں کر گزریں۔

آپ پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور پہلے سے کہیں زیادہ، اب یہ ضروری ہے کہ آپ ایک منظم و منضبط قوم کی طرح کام کریں۔ اس وقت ہم سب کو چاہیے کہ تعمیری جذبہ پیدا کریں۔ جنگ آزادی کے دنوں کی جنگ جوئی کی اب ضرورت نہیں رہی۔ آزادی حاصل کرنے کے لیے جنگ جویانہ جذبات اور جوش وخروش کا مظاہرہ آسان ہے اور ملک وملت کی تعمیر کہیں زیادہ مشکل ہے۔"

(خطاب ڈھاکہ یونیورسٹی 16 مارچ 1948ء)

آزادی اور خود اختیاری

قائداعظم محمد علی جناح نے 21 مارچ 1948ء کو ڈھاکہ میں جلسۂ عام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"سب سے پہلے ہمیں اس فرق کو سمجھنا ہوگا کہ جو مسائل آج ہمیں درپیش ہیں، ان کی بابت ہمارا طرزِ عمل ان مسائل سے مختلف ہوگا جس سے ہم اس وقت دوچار تھے، جب ہم آزادی اور خود اختیاری کے لیے جدوجہد کر رہے تھے۔ پاکستان حاصل کرنے کی جدوجہد کے دوران ہم حکومت پر کڑی نکتہ چینی کرتے تھے۔ جو ایک غیر ملکی حکومت تھی۔ جسے ہم بدل کر اپنی حکومت قائم کرنا چاہتے تھے۔

مگر یاد رکھئے! اب ایک انقلابی تبدیلی ہو چکی ہے۔ اب یہ ہماری اپنی حکومت ہے۔ اب ہم نے ایک آزاد، خودمختار اور مستحکم مملکت بنالی ہے۔ اب ہم کسی غیر ملکی اقتدار کے ہاتھوں مجبور اور لاچار نہیں ہیں۔ ہم نے وہ زنجیریں توڑ ڈالی ہیں، وہ بیڑیاں اتار پھینکی ہیں۔"

آزادی اور دیانتداری

بمبئی میں احرار نے ایک جلسہ پولیس کے گھیرے میں منعقد کیا۔ مسلم لیگ کے کچھ حامی جلسہ سے باہر کھڑے تھے۔ انہوں نے مسلم لیگ کی تائید میں نعرے لگائے۔ احرار کی طرف سے پیش قدمی ہوئی، معاملہ بڑھا، ہنگامہ میں اضافہ ہوا۔ پولیس نے فائرنگ کی اور ایک مسلم لیگی کارکن پولیس کی گولی سے زخمی ہوا۔

حادثہ کے بعد 25 اکتوبر 1945ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے ایک اہم بیان شائع فرمایا۔ جو درج ذیل ہے:

"مسلم لیگ آئینی اور جائز طریقوں سے آئندہ انتخابات لڑنے کی متمنی ہے اور صرف آزادی اور دیانتداری سے ہی اپنے آپ کو کامیاب بنائے گی۔ اکثر مقامات پر جمعیۃ العلماء، احرار اور خاکساروں وغیرہ کی طرف سے انتخابات کے ضمن میں ہونے والے جلسوں میں ہڑبونگ اور ہنگامہ کی اطلاع موصول ہوئی ہے۔ میں نے ان کے متعلق پوری تحقیقات کی ہے اور جہاں تک مجھے اطلاع ملی ہے۔ ان خبروں میں انتہائی مبالغہ سے کام لیا گیا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ خوامخواہ مسلم لیگ کو ہدفِ طعن و تشنیع بنایا جاتا ہے اور مسلم لیگی لیڈروں پر ذاتی حملے کیے جاتے ہیں۔ ان حالات میں بہترین چارہ کار یہ ہے کہ مسلمان ایسے جلسوں میں سرے سے شرکت ہی نہ کریں اور اگر ایسے جلسے میں حاضر ہوں کہ مقرر صاحبان کو مسلم لیگ پر بے بنیاد بہتان تراشتا ہوا پائیں تو جلسہ سے باہر نکل آئیں۔ میں مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ دشمن کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی نہ بنیں اور اس طرح اخوت سوز ہنگاموں کو ہوا دینے

سے احتراز کریں۔"

آزادی اور ذمہ داری

قائداعظم محمد علی جناح نے 28 مارچ 1948ء کو ریڈیو پاکستان ڈھاکہ سے نشری تقریر میں کہا:

"میں بعض طبقوں میں ایک افسوس ناک رجحان پاتا ہوں، وہ غلامی سے نجات پانے کو جو انہیں حال ہی میں حاصل ہوئی ہے، دراصل آزادی خیال نہیں کرتے۔جس میں ترقی کے بڑے مواقع ہیں، اور ان پر بھاری ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی ہیں، بلکہ وہ اسے ایک کھلی چھوٹ سمجھتے ہیں، جس میں ان پر کوئی پابندی یا قید نہیں رہی۔ یہ بات صحیح ہے کہ غیر ملکی اقتدار ختم ہو جانے کے بعد آپ اپنی قسمت کا فیصلہ کرنے کا خود ہی اختیار رکھتے ہیں۔ آپ کو پوری آزادی ہے کہ آئینی طور پر جس قسم کی حکومت چاہیں اپنے لیے بنائیں، لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ غیر آئینی ناعاقبت اندیش لوگوں کی ہلڑ بازی اور غنڈہ گردی کو ایک لمحہ کے لیے بھی برداشت کریں۔ ان رجحانات کو پوری قوت سے کچل دینا پڑتا ہے۔"

آزادیٔ رائے

ایک مرتبہ پاکستان کی کابینہ کا اجلاس گورنر جنرل ہاؤس میں تھا، عموماً کابینہ کا اجلاس وزیراعظم کی کوٹھی میں ہوا کرتا تھا، اس میٹنگ میں قائداعظم محمد علی جناح نے کہا:

"میں نے اپنی رائے بیان کر دی ہے، لیکن اگر ایسا ہوا کہ کسی معاملے میں کابینہ کی اکثریت میری رائے کے خلاف ہو تو فیصلہ کیسے ہوگا یا آپ صاحبان کیا کریں گے۔"

اس غیر متوقع سوال پر کابینہ کے افراد ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے، وزیراعظم لیاقت علی خان نے کچھ مطابقت پیدا کرنے کی کوشش کی، مگر قائداعظم محمد علی جناح نے کہا:

"اگر کابینہ کی اکثریت کوئی فیصلہ کرتی ہے تو اس کی ذمہ داری بھی مجھ پر عائد ہوگی، لہٰذا اس پوائنٹ کو واضح ہونا چاہیے۔ دوسری صورت میں مجھے لوگوں پر واضح کرنا ہوگا کہ فیصلہ اور ذمہ داری میری نہیں آپ کی یعنی کابینہ کی ہے۔"

آزادیٔ صحافت

قائداعظم آزادیٔ صحافت پر غیر مناسب قدغن کے مخالف تھے اور آزادیٔ صحافت پر یقین رکھتے تھے۔

ڈان کراچی کے ایڈیٹر الطاف حسین لکھتے ہیں:

"یہ واقعہ یاد کر کے میرا سر اظہارِ تشکر سے جھکتا اور احساسِ فخر سے بلند ہو جاتا ہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد کراچی میں ایک طویل گفتگو کے موقع پر انہوں نے میرے اخبار کے افتتاحیہ مقالوں میں آزادی رائے پر زور دیا۔ میں نے ایک مضمون لکھا جسے چھپے لفظوں میں خود قائداعظم پر اعتراض سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ وہ اس مضمون کا مطالعہ فرما چکے تھے۔ اس روز شام کو ان سے ملنے کا اتفاق ہوا، انہوں نے صرف اتنا کہا:

"میں تمہارا مضمون پڑھ چکا ہوں۔"

پھر کچھ دیر بعد ان کی زبان سے وہ الفاظ نکلے جن کو میں تمام صحافت نگاروں کے لیے آزادی کا منشور سمجھتا ہوں، انہوں نے فرمایا:

"کسی موضوع پر غور کرو اور اپنے دل میں فیصلہ کرو، اگر تم اس نتیجے پر پہنچ چکے ہو کہ ایک خاص نظریہ یا اعتراض پیش کرنا ضروری ہے، تو بالکل ویسے لکھ ڈالو

جو حقیقتاً تم نے محسوس کیا ہے، کبھی پس وپیش نہ کرو۔ اس خیال سے کوئی ناراض ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ اپنے قائداعظم کی ناراضگی کی بھی پرواہ نہ کرو۔"

اس سے زیادہ قدر ومنزلت ہمارے پیشے کی اور کیا ہو سکتی ہے، اور حقیقتاً ایک عظیم المرتبت ہستی ہی یہ الفاظ کہہ سکتی ہے۔"

آزادیٔ فلسطین

قائداعظم محمد علی جناح کی شدید خواہش تھی کہ فلسطینیوں کو کامل ومکمل آزادی حاصل ہو۔ اس ضمن میں قائداعظم محمد علی جناح نے 21 ستمبر 1937ء کو شملہ سے غیر منقسم بنگال کے ایک رکن قانون ساز اسمبلی مسٹر شوکت علی کو ایک خط تحریر کیا اس خط کا اصل موتمر عالم اسلامی کی تحویل میں ہے اس خط میں انہوں نے کہا تھا:

"مجھے اس پر مسرت ہے کہ آپ فلسطین کانفرنس اور بنگال مسلم کانفرنس میں شرکت کر رہے ہیں۔
ازراہِ مہربانی بنگال کے مسلمانوں کو میرا یہ پیغام پہنچا دیجیے کہ انہیں مسلم لیگ کا ساتھ دینا چاہیے، اور اس کی پالیسی وپروگرام کی حمایت کرنی چاہیے جو نہ صرف مسلمانوں کے مفاد میں ہے بلکہ مجموعی طور پر پورے ملک کے مفاد میں ہے مجھے یقین ہے کہ بنگال کے مسلمان فلسطینی عربوں کی ٹھوس حمایت کریں گے۔"

آزادیٔ فکر

(دیکھئے: اکھنڈ ہندوستان)

آزادی کا راستہ

تحریک آزادی کے دوران کانگریس کے مخالف پروپیگنڈے کا جواب دیتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناح نے ایک بار کانگریس اور ہندو لیڈروں کو یہ کہہ کر عقل کی راہ دکھائی تھی:

"آزادی کا راستہ پاکستان کی طرف سے گزرتا ہے، پاکستان تسلیم کرلو، ہندوستان کو آزادی ملنے میں دیر نہ لگے گی۔"

یہ ایک سیاسی پیشین گوئی تھی، جو بالآخر حرف بحرف سچ ثابت ہوئی۔ طویل ترین سیاسی جدوجہد اور بے حد اعصاب شکن مذاکرات کے بعد بالآخر تقسیم ملک کا فیصلہ آزادی ہند پر منتج ہوا، اور وہ بھی اس طرح کہ اقتدار کی منتقلی پاکستان کو بھارت سے ایک دن پہلے ہوئی۔

14 اگست 1947ء کو برطانوی حکومت کے نمائندے نے پاکستان کو اقتدار سونپا اور 15 اگست 1947ء کو ہندوستان کو، یعنی یہ خیال کہ آزادی قیام پاکستان سے مشروط ہے، بالکل سچ ثابت ہوا۔

آزادی کا مختصر ترین راستہ

(دیکھئے: آزاد پاکستان)

آزادی کی تقریب

لارڈ ماؤنٹ بیٹن انتقالِ اقتدار کے لیے پاکستان کے دارالحکومت کراچی آیا۔ قائداعظم محمد علی جناح اور محترمہ فاطمہ جناح نے ماؤنٹ بیٹن اور اس کی اہلیہ کا ہوائی اڈے پر نہیں بلکہ گورنمنٹ ہاؤس کے بڑے ہال میں استقبال کیا۔ جسے خوب سجایا گیا تھا۔ ان چاروں کو نگاہوں کو خیرہ کرنے والی روشنی کے نیچے اور ڈاک لیمپوں کی شدید گرمی میں اختیارات تفویض کرنے اور قبول کرنے کا فریضہ انجام دینا پڑا۔ رات کو وائسرائے اور اس کی بیگم کے اعزاز میں جو عشائیہ دیا گیا۔ قائداعظم محمد علی جناح اس میں حیرت انگیز طور پر دور دور رہے۔

نواب زادہ لیاقت علی خان اور دیگر مسلم لیگی قائدین نے اصرار کر کے ایک تقریر لکھوائی تھی، کیونکہ اس موقع پر سفارت کاروں کی بھاری تعداد اور دنیا بھر کے اخباری نمائندوں کی موجودگی کا امکان تھا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے ان کی بات مان لی تھی۔ حسب معمول وہ تقریر کرنے کے لیے اٹھے، اکا آنکھ پر لگایا۔ لکھی ہوئی تقریر سامنے رکھی اور تقریر کی، اور کہا:

''یور ایکسی لینسی لارڈ ماؤنٹ بیٹن اس موقع پر میں یہ کہنا چاہوں گا کہ ہم آپ کے اس کام کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ جو آپ نے 3 جون کے پلان کی رو سے مقرر کردہ پالیسی اور اصول کے مطابق پوری کوشش اور توجہ سے انجام دیا ہے۔ پاکستان اور ہندوستان آپ کی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھیں گے۔''

رات کے کھانے میں ماؤنٹ بیٹن کی نشست محترمہ فاطمہ جناح اور لیاقت علی خان کے درمیان میں تھی۔

اگلی صبح قائداعظم محمد علی جناح نے اپنی ہمشیرہ کے ساتھ گورنمنٹ ہاؤس سے اسمبلی تک ایسی سڑک پر سفر کیا جس پر بہت سخت حفاظتی انتظامات کیے گئے تھے۔ سڑک کے دو رویہ پولیس کے ساتھ ساتھ فوجی جوان بھی متوقع قاتلوں سے نمٹنے کے لیے پوری طرح چوکس و مستعد کھڑے تھے، کیونکہ یوم پاکستان سے چند روز پیشتر لارڈ ماؤنٹ بیٹن اور قائداعظم محمد علی جناح کو ایسی رپورٹیں موصول ہوئی تھیں کہ سکھوں نے قائداعظم محمد علی جناح کو ہلاک کرنے کا منصوبہ بنایا ہے، تاہم ان کی بگھی پر صرف ''پاکستان زندہ باد'' اور ''قائداعظم زندہ باد'' کے پرجوش نعروں کی بوچھاڑ کی گئی۔

وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن اور ان کی اہلیہ علیحدہ بگھی میں سوار تھے۔ پاکستان اسمبلی کی نیم بیضوی عمارت کے اندر جو پہلے سندھ اسمبلی کہلاتی تھی، لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے قائداعظم محمد علی جناح کو پرتپاک مبارک باد دی، اور اپنے کزن جارج ششم کی طرف سے ایک پیغام پڑھ کر سنایا، جس میں پاکستان کا دولت مشترکہ میں شمولیت پر خیر مقدم کیا گیا تھا۔

قائداعظم محمد علی جناح نے جواب میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

''یور ایکسی لینسی! میں حکومت پاکستان، دستور ساز اسمبلی اور اپنی طرف سے ہز میجسٹی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپ کی نوازش اور نیک تمناؤں پر شکریہ ادا کرتا ہوں۔ یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہم دوستوں کی طرح جدا ہو رہے ہیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم اپنے پڑوسیوں اور دنیا کی جملہ اقوام کے ساتھ دوستانہ مراسم کے فروغ میں ہرگز بخل سے کام نہیں لیں گے۔''

قائداعظم محمد علی جناح اپنا خطاب مکمل کر کے بیٹھنے لگے تو لیڈی ماؤنٹ بیٹن نے پیار سے محترمہ فاطمہ جناح کا ہاتھ دبایا۔ ایک عینی شاہد کی رپورٹ ہے:

''اگرچہ جناح کی شخصیت سرد رو اور کم آمیز ہے، تاہم اس پر ایک مقناطیسی خوبی، قیادت کا احساس، پوری طرح حاوی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قائداعظم کی ناقابلِ تسخیر ذات میں کنگ ایمپرر، آرچ بشپ آف کنٹربری، سپیکر اور وزیراعظم سب جمع ہو گیا ہے۔''

لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو اب بھی قاتلانہ حملے کا خطرہ تھا۔ اسے خوف تھا کہ اگر جناح کو نشانہ بنانا مقصود ہے تو اس کے لیے وہ موقع ہو سکتا ہے، جب وہ بحیثیت گورنر جنرل کھلی گاڑی میں واپس گورنمنٹ ہاؤس جا رہے ہوں گے۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن کہتا ہے:

''میں نے سوچا انہیں بچانے کے لیے میرے لیے بہترین طریقہ یہ ہے کہ میں اس گاڑی پر جانے پر اصرار کروں۔''

لارڈ ماؤنٹ بیٹن لکھتا ہے:

''جناح نے مسکراتے ہوئے کہا مجھے معلوم تھا کہ اس ہجوم میں کوئی مجھ پر گولی چلانے کا خطرہ مول نہیں لے گا، اور خوش قسمتی سے ایسا ہی ہوا۔ یہ جناح کا بے جا گھمنڈ تھا۔ آپ کو علم ہے جونہی ہم گورنمنٹ ہاؤس کے دروازہ سے اندر داخل ہوئے۔ انہوں نے میرے گھٹنے پر ٹھوکا دیتے ہوئے کہا تھا خدا کا شکر ہے آپ کو زندہ سلامت واپس لے آیا ہوں۔''

آزادی کی شاہراہ

(دیکھیے: تاریخی روایات)

آزادی کی مشعل

قائداعظم محمد علی جناح نے 18 اگست 1947ء کو قوم کے نام اپنے خطاب میں کہا:

''ہم اپنے ان بہن بھائیوں کو نہیں بھلا سکتے، جنہوں نے اپنا سب کچھ اس لیے قربان کر دیا کہ پاکستان قائم ہو جائے اور ہم یہاں رہ سکیں۔ خدا ان کی روحوں کو خوش رکھے۔ ہم کبھی ان کی یاد اپنے دلوں سے نہیں نکال سکتے، ہمارے بھائی جو اس وقت ہندوستان میں ہیں اور اقلیت میں ہیں، ہم انہیں یقین دلاتے ہیں کہ ہمارے دل کسی وقت بھی ان کی یاد سے غافل نہیں ہو سکتے، ہم ان کی خوشی کے لیے ہر طرح کی جدوجہد کریں گے کیونکہ مسلمہ طور پر برصغیر کے اقلیتی صوبوں کے مسلمانوں ہی نے آزادی کی مشعل کو روشن کیا اور حصولِ پاکستان کا پرچم بلند کیا ہے۔ میں اس بات کو کبھی فراموش نہیں کر سکتا، اور مجھے امید ہے کہ پاکستان میں مسلمانوں کے تمام صوبے بھی یہ امر ہمیشہ اپنے ذہن میں تازہ رکھیں گے کہ ہماری تاریخی جدوجہد میں اقلیتی صوبوں کے مسلمان ہی آزادی کے علمبردار تھے، اور انہی کی بدولت آج پاکستان حقیقت بن گیا ہے۔''

آزادیٔ نسواں

9 مارچ کو قائداعظم نے جو علی گرھ مسلم یونیورسٹی میں طلباء سے خطاب کیا۔ اس خطاب میں انہوں نے طلباء کے سامنے ان الفاظ میں اظہارِ خیال کیا۔

''ایک دوسرا اہم معاملہ جس پر میں زور دینا چاہتا ہوں یہ ہے کہ کوئی قوم اس وقت تک عالمی برادری میں باوقار مقام حاصل نہیں کر سکتی جب تک اس قوم کی خواتین بھی مردوں کے شانہ بشانہ اور قدم بہ قدم نہ چلتی ہوں۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم طرح طرح کے خراب رسوم اور رواجوں میں جکڑے ہوئے ہیں، اور یہ انسانیت کے خلاف سب سے بڑا جرم ہے کہ ہم نے اپنی خواتین کو قیدیوں کی طرح گھروں کی چار دیواری میں بند کر رکھا ہے۔ یہ کہنے سے میرا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ ہمیں مغربی طرز زندگی کی برائیوں کی بھی تقلید کرنی چاہیے، مگر ہمیں خواتین کا مرتبہ اپنی اسلامی اقدار اور نظریات کے معیاروں تک بلند کرنے کی کوشش ضرور کرنی چاہیے۔ ہماری خواتین جیسی پسماندہ اور افسوسناک زندگی گزار رہی ہیں اس کی اجازت کوئی معاشرہ اور نظام بھی نہیں دے سکتا۔ یہی آپ کا فرض ہے کہ ہر شعبہ حیات میں خواتین کو اپنے ساتھ لے کر چلیں اور ایسا کرتے ہوئے مغرب کے مذموم طریقے اختیار کرنے سے گریز کریں۔ آپ یہ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ کوئی جاہل اور ان پڑھ آپ کے بچوں کی مناسب دیکھ بھال کر سکے گی، حالانکہ

عورت اس کی ہر طرح اہل ہے کہ وہ بچوں کی صحیح خطوط پر تربیت کر سکے۔"

آزادیٔ ہند

◆ درج ذیل اداریہ روزنامہ انقلاب کی اشاعت 23 فروری 1940ء میں شائع ہوا اس اداریہ میں قائداعظم محمد علی جناح کے ڈیلی میل کو دیے گئے انٹرویو پر بحث کی گئی ہے:

اخبار لکھتا ہے:

"مسٹر جناح نے "ڈیلی میل" (لندن) کو جو انٹرویو دیا ہے اس میں گاندھی جی کے ہتھکنڈوں کا رہا سہا تار و پود بھی بکھیر کر رکھ دیا ہے۔ ساری دنیا میں کانگریسیوں کی طرف سے یہ پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے کہ وہ آزادیٔ ہند کے سب سے بڑے علمبردار ہیں، لیکن کیا ان کی تمام تجاویز کا خلاصہ یہ نہیں کہ انگریز ساری اقلیتوں اور ریاستوں کا مستقبل ہندو اکثریت کی صوابدید پر چھوڑ دیں؟ وہ جو چاہیں کریں، جو سلوک مناسب سمجھیں روا رکھیں۔ گاندھی جی آزادیٔ ہند نہیں چاہتے بلکہ محض آزادی ہندو چاہتے ہیں۔ ان کے دماغ میں آئندہ ہندوستان کا جو تصور ہے وہ اس کے سوا کیا ہے کہ داخلی معاملات کی باگ کلیتہً ہندو اکثریت کے ہاتھ میں ہو، انگریزی فوج فی الحال ان کی پشت بانی کے لیے موجود رہے لیکن اقلیتوں کے معاملات میں انگریز کوئی دخل نہ دیں، یا کیا کوئی مسلمان یا سکھ یا عیسائی یا چھوت یا کوئی انصاف پسند ہندو اسے آزادیٔ ہند قرار دے سکتا ہے؟"

گاندھی جی کا نظریہ

اخبار اپنے اداریہ میں لکھتا ہے:

"گاندھی جی حکومت سے بگڑے کس بات پر ہیں؟ محض اس بات پر کہ کیوں بار بار یہ کہا جا رہا ہے کہ اقلیتوں کے ساتھ معاملہ طے کیا جائے یا ریاستوں کو راضی کر لیا جائے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ دلائل خود حکومت برطانیہ نے پیدا کیے۔ از روئے تاریخ یہ سراسر غلط ہے۔ اس لیے کہ مسلمان ہندوستان میں انگریزوں کے آنے سے پہلے موجود تھے۔ وہ اس ملک کے باشندے ہیں اور یہاں کے معاملات میں رہنے کے ویسے ہی حقدار ہیں جیسے کہ ہندو ہو سکتے ہیں۔ دوسری اقلیتیں بھی پہلے سے موجود تھیں ریاستیں بھی موجود تھیں، ان میں فی الجملہ کمی ہوئی ہے زیادتی نہیں ہوئی، پھر حکومت برطانیہ ان کے وجود کی ذمہ دار کیونکر ہوئی، البتہ یہ درست ہے کہ حکومت انہیں ہندو اکثریت کے حوالے کرنے کے لیے تیار نہیں، اور اسے تیار نہیں ہونا چاہیے اور نہ ہندوستان کا مسئلہ نو کروڑ مسلمانوں یا اتنے میں اچھوتوں اور دوسری اقلیتوں کی رائے، مرضی اور جائز مطالبات کے تحفظ کے بغیر طے ہو سکتا ہے۔ حکومت اگر یہ مان لے کہ ہندو اکثریت جو چاہے کرے، گاندھی جی آج راضی ہو جائیں گے۔"

نمائندہ اسمبلی اور آزادی

اخبار اپنے اداریہ میں مزید لکھتا ہے:

"مسٹر جناح نے بالکل درست فرمایا ہے کہ ہندوستان کی آزادی سے کسی کو اختلاف نہیں، اس ملک کے حق خود مختاری پر سب متفق ہیں، اصل سوال یہ ہے کہ اس کا فیصلہ کیونکر ہو یا ملک کے لیے حقِ خود اختیاری کو استعمال کرنے کی صحیح صورت کیا ہے؟ جو واقعی سب

جماعتوں اور قوموں کی خودمختاری پر مبنی ہو۔ گاندھی جی کے نزدیک صحیح صورتحال یہ ہے کہ تمام بالغوں کے حق رائے کی بنا پر آپ نمائندہ اسمبلی بلائی جائے، جس میں اکثریت لازماً ہندوؤں کی ہو گی، اس میں سب مسائل طے ہوں، لیکن مسٹر جناح پوچھتے ہیں اور ان کا سوال بالکل درست اور بجا ہے کہ اس اسمبلی کو معرضِ وجود میں کون لائے گا، نیز انسانی دفاع جو بہتر سے بہتر اور اعلیٰ سے اعلیٰ غیر جانبدار ٹربیونل تجویز کر سکتا ہے، ان کی تعداد سے یہ اسمبلی بعض نتائج پر پہنچ جائے گی تو اس پر عملدرآمد کا ذمہ دار کس کو بنایا جائے گا؟ مسٹر گاندھی کے دل میں فی الحال برطانوی طاقت کے سوا اور کوئی ضمانت موجود نہیں۔''

جس آزادی کی تصویر یہ ہے اسے کون مسلم العقل آزادی قرار دینے پر تیار ہو گا؟

گاندھی جی کی تجاویز کا نچوڑ

اخبار آگے چل کر لکھتا ہے:

''مسٹر جناح مزید فرماتے ہیں:

''مسٹر گاندھی کا مطالبہ فی الحقیقت یہ ہے کہ برطانوی حکومت کانگریسی فرمان کے مطابق ایک پارٹی کی تجویز کردہ ''آزادی'' و ''خودمختاری'' ملک بھر میں بہ زور نافذ کر دے، حالانکہ معقولیت کا تقاضا یہ تھا کہ گاندھی جی بقول خود ''ذلت خیز'' برطانوی طاقت کے فوراً الگ ہو جانے کا مطالبہ کرتے تاکہ ملک کامل آزادی کی حالت میں اپنی رائے اور مرضی کے مطابق طریق عمل کا فیصلہ کر لیتا۔ یہ مطالبہ اس وجہ سے پیش نہیں کیا جاتا کہ اگر کانگریس کے بااقتدار گروہ نے برطانوی طاقت کی علیٰحدگی کی حالت میں ملک پر اپنے موجودہ خیالات و افکار جبراً عائد کرنے کی کوشش کی تو گاندھی جی کو خوب معلوم ہے اس کا نتیجہ کیا ہو گا۔''

یہ سچائی اور حقیقت کا واشگاف اظہار ہے۔ کیا گاندھی جی اس کے لیے تیار ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں، ان کے نظریات و افکار دوسرے ہیں، ان کی رائے کی حد اور ہے، نہ وہ آزادی چاہتے ہیں، نہ ہندوستانیوں کے حق خوداختیاری کے قائل ہیں، بلکہ محض اکثریت کا راج چاہتے ہیں اور ان کی تمام تجاویز ہر پہلو سے صرف ایک مقصد کی تکمیل پر مبنی ہیں۔''

ٹربیونل کے حدود عمل

اخبار اپنے اداریہ میں لکھتے ہوئے کہتا ہے:

''اور سب سے بڑی بات یہ ہے۔ گاندھی جی کے دل سے یہ وہم کیوں دور نہیں ہوتا کہ مسلمان ان کے یا کانگریس کے قول پر اعتماد کے لیے تیار ہیں۔ مسلمانوں کو کانگریسی حکومت کے ماتحت جو تلخ تجربہ ہو چکا ہے۔ وہ قطعاً امید افزا نہیں، پھر وہ اپنی تقدیر کی باگ گاندھی جی کے ہاتھ میں کیونکر چھوڑ سکتے ہیں؟ گاندھی جی کہتے ہیں کہ ان کی تجویز کردہ اسمبلی میں تمام ''جائز اقلیتوں'' کے مطالبات کی تکمیل کا ''تسلی بخش انتظام'' ہو جائے گا۔ اس کی ضمانت کیا ہے؟ اور جن معاملات پر قوموں کے مستقبل کا انحصار ہے، ان کے لیے ٹربیونل کھڑا کرنے کا مطلب کیا ہے؟ مثلاً مسلمان نہیں چاہتے کہ ہندوستان میں کوئی ایسا دستور نافذ ہو، جس میں مرکز اکثریت کے ہاتھ میں چلا جائے اور تمام صوبے مرکز کے تابع ہو جائیں، اس کا فیصلہ ٹربیونل سے کس بنا پر کرایا جائے گا؟ اگر ٹربیونل یہ کہے گا کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے تو کیا ہندو مان لیں

گے؟ اگر ٹربیونل کا فیصلہ اس کے برعکس ہوگا تو کیا مسلمان ہندوستان میں ہمیشہ کی محکومی کو گوارہ کر لیں گے یا یہ مسائل ایسے نہیں کہ جن کے لیے کوئی ٹربیونل کھڑا کیا جا سکے۔ ٹربیونل صرف خاص نوعیت کے اختلاف کا فیصلہ کر سکتا ہے، یہ تو بتا سکتا ہے کہ ایک خاص معاملہ میں کون سا فریق حق بجانب ہے، قوموں کی زندگیوں کے اصول و اساسات کو نہیں بدل سکتا، ڈائنزگ کا مسئلہ ٹربیونل کے سامنے پیش ہو سکتا تھا لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ پولینڈ کو جرمنی میں شامل کر دینے کا مسئلہ ٹربیونل سے طے کرایا جائے۔''

مسلمانوں کا اٹل فیصلہ

اخبار اپنے اداریہ کے آخر میں لکھتا ہے:

''لیگ نہ تو آزادی کی مخالف ہے، نہ ہی اس میں روڑا اٹکانے کی روادار ہے۔ وہ صرف مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں کی پوری پوری حفاظت چاہتی ہے۔ اس کے پاس تحفظ کی مستقل اسکیم موجود ہے، لیکن وہ اسکیم اس صورت میں سامنے لائی جا سکتی ہے کہ گاندھی جی ہندو راج کی الجھنوں سے باہر نکل کر حقائق کے میدان میں آئیں، اور صحیح اصول کی بنا پر دستور ترتیب دینے کے لیے تیار ہوں، یا حکومت برطانیہ کہے کہ آؤ دستور بناؤ اور بتاؤ کہ مسلمانوں یا اقلیتوں کے نقطہ نگاہ سے اطمینان بخش فیصلے کی صورت کیا ہے؟ ابھی تو گاندھی جی کو حقائق کی دنیا میں لانے اور آنکھیں کھول کر گردوپیش پر نظر ڈالنے کے لیے راضی کیا جا رہا ہے، لیکن مسلمانوں کا معاملہ صاف ہے، مسٹر جناح کے الفاظ ہیں:

''مسلم ہندوستان اپنی تقدیر یا سمت اور اس ملک کی حکمرانی میں اپنے حقوق یا ہندوستان کے آئندہ دستور کی ترتیب گاندھی جی کے تجویز کردہ یا کسی دوسری قسم کے ٹربیونل کے حوالے کر دینے پر کبھی راضی نہیں ہو سکتا، کہ مسلمان حکومت برطانیہ کے آخری حق فیصلہ کو ماننے کے لیے تیار ہیں۔ جو کچھ ہمارے لیے بہتر ہے، ان کے واحد اور آخری اندازہ داں صرف ہم ہیں، اور یہ معاملہ ہمارے ہاتھوں میں رہنا چاہیے۔''

(روزنامہ انقلاب، اشاعت 23 فروری 1940ء)

❷ ہندوستان میں برطانوی حکومت کا آخری وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن طے شدہ پروگرام کے مطابق 13 اگست 1947ء کو جہاز کے ذریعے کراچی پہنچا، ایئرپورٹ پر سندھ کے گورنر سر غلام حسین ہدایت اللہ نے ماؤنٹ بیٹن اور لیڈی ماؤنٹ بیٹن کا استقبال کیا۔

آخری انگریز وائسرائے کو اس کے اقتدار کے آخری دن پاکستان کے نامزد گورنر جنرل کے مہمان کی حیثیت سے گورنر جنرل ہاؤس میں ٹھہرایا گیا۔

اس شام گورنر جنرل کی طرف سے لارڈ ماؤنٹ بیٹن اور ان کی اہلیہ کے اعزاز میں ایک ڈنر کا اہتمام کیا گیا۔

اس موقع پر قائداعظم محمد علی جناح نے ایک مختصر تقریر کی۔ اس تقریر کو لارڈ ماؤنٹ بیٹن کا سیکرٹری ''سیاسی نوعیت کی بہت اہم تقریر'' قرار دیتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناح کی خطابت پر اپنے اس ردعمل کا اظہار کرتا ہے:

''ممکن ہے ماؤنٹ بیٹن اس زورِ خطابت سے خوف کھا گئے ہوں۔''

یہ ایک پریشان کن گھڑی تھی، جسے لارڈ ماؤنٹ بیٹن بڑی کامیابی سے سہ گئے۔

قائداعظم محمد علی جناح نے اپنی اس تقریر میں فرمایا:

''آج ہم اقتدارِ کامل کے حصول کے قریب تر پہنچ چکے ہیں، اور 15 اگست تک پاکستان اور ہندوستان



قائداعظم محمد علی جناحؒ احمد آباد میں صوبائی کمیٹی کے ممبران کے ہمراہ-1941ء

کی آزاد خودمختار حکومتیں قائم ہو جائیں گی۔ اس طرح برطانوی دولت مشترکہ کا ایک اصول عملی روپ دھارے گا، جس کے تحت برطانیہ نے اپنے زیراقتدار مختلف خطوں کو آزاد کردینے کا وعدہ کر رکھا ہے، جب ملکہ وکٹوریہ نے ہندوستان کی حکومت سنبھالی، اس وقت یہاں باشندوں سے یہ بھی وعدہ کیا گیا تھا۔ شہنشاہ جارج ششم کے لیے یہ بات فخر کا باعث بنے گی کہ انہوں نے اپنی دادی کے وعدہ کو ایفا کیا۔ اگرچہ ہمارے مابین سیاسی تلخیاں بھی ہوئیں، اور اس عرصے میں جھگڑے بھی ہوئے اور صلح صفائی بھی، تاہم انگریز اپنے پیچھے بہت سی یادگاریں چھوڑ کر جا رہے ہیں، جن میں سے ایک ان کا عدالتی نظام بھی ہے۔''

اپنی تقریر میں قائداعظم محمد علی جناح نے حکومتِ برطانیہ کے وزیراعظم اور آخر میں لارڈ ماؤنٹ بیٹن کا بھی رسمی شکریہ ادا کیا، جنہوں نے ہندوستان کے سیاسی مسئلے کو حل کرنے میں نمایاں حصہ لیا۔

14 اگست 1947ء کو صبح نو بجے دستور ساز اسمبلی کے خاص اجلاس میں لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو اقتدار کی رسمی منتقلی کا اعلان کرنا تھا۔ صبح ہی سے اسمبلی کی عمارت کے سامنے پرجوش عوام کا ایک جم غفیر جمع تھا۔ جب قائداعظم محمد علی جناح اور لارڈ ماؤنٹ بیٹن امیرالبحر کی وردی میں ملبوس ایک مخصوص بگھی میں سوار اسمبلی ہال پہنچے تو عوام نے پرجوش نعروں اور تالیوں سے ان کا استقبال کیا، اسمبلی کی تقریباً تمام نشستیں پر تھیں۔ گیلری میں ممتاز شہری، سیاستدان اور ملکی و غیرملکی اخباری نمائندوں کی بھاری تعداد موجود تھی۔

صدارتی کرسی پر دستور ساز اسمبلی کے صدر قائداعظم محمد علی جناح کے برابر لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی نشست موجود تھی۔ قائداعظم محمد علی جناح اور لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے اپنی نشستیں سنبھال لیں تو کارروائی کا آغاز کیا گیا۔

لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے سب سے پہلے برطانوی شہنشاہ کا پیغام پڑھا، جو قیامِ پاکستان کے موقع پر قائداعظم محمد علی جناح کے نام بھیجا گیا تھا۔ پیغام کے الفاظ یہ تھے:

''میں برطانوی دولت مشترکہ میں عنقریب شرکت کرنے والی مملکت پاکستان کے قیام کے عظیم الشان موقع پر آپ کو دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں، آپ نے افہام و تفہیم کے ذریعے جس طرح آزادی حاصل کی ہے، وہ ساری دنیا کے آزادی پسند عوام کے لیے ایک مثال ہے۔ آپ نے اس روشن مثال کو قائم کیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ دولت مشترکہ کے تمام ارکان پاکستان کا ساتھ دیں گے، مجھے یقین ہے کہ وہ جذبۂ تعاون جو تاریخی واقعہ کا باعث بنا آپ کے مستقبل کی خوشحالی کا ضامن ہوگا۔ میں دعاگو ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے مستقبل کی دشواریوں کو آسان کرے۔ میں ہمیشہ انسانیت کی بہبود کے لیے آپ کے اقدامات کی قدر کروں گا، اور نئے اقدام کا منتظر رہوں گا۔''

شاہی پیغام کے بعد لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے پاکستان دستور ساز اسمبلی کو خطاب کرتے ہوئے اقتدار کی منتقلی کا اعلان کیا۔ اس موقع پر انہوں نے کہا:

''آج میں وائسرائے کی حیثیت سے تقریر کر رہا ہوں، کل سے مملکت پاکستان آپ کے ہاتھوں میں ہوگی، اور میں آپ کی ہمسایہ مملکت کا آئینی گورنر جنرل ہوں گا، کل سے دو نئی اور بااختیار مملکتیں دولتِ مشترکہ میں شامل ہو جائیں گی، لیکن یہ نئی قومیں نہیں ہیں بلکہ پرانی اور قابلِ فخر تہذیبوں کی وارث ہیں، پاکستان کا وجود میں آنا تاریخ کا اہم ترین واقعہ ہے، ہم جو اس کے قیام کی جدوجہد میں شامل رہے، خوش

قسمتی سے یکجا اکٹھے کر دیے گئے تھے۔ اس کا احساس ہمیں اس وقت ہوتا ہے، جب ہم اخلاقی نقطۂ نظر سے اس واقعہ پر نظر ڈالتے ہیں۔''

اسمبلی کی کارروائی اور اعلانِ آزادی کے بعد قائداعظم محمد علی جناح لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے ہمراہ شاہی بگھی میں گورنر جنرل ہاؤس واپس روانہ ہوئے۔

آزادیٔ ہند کا اعلان کر دیا گیا تھا۔ ہندوستان کو دو آزاد مملکتوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ 14 اگست 1947ء کو پاکستان معرضِ وجود میں آیا اور 15 اگست 1947ء کو ہند کو آزادی دے دی گئی۔

آزادیٔ ہند کا مشورہ

انڈیا آفس نے برطانیہ کی جنگی کابینہ کے لیے ایک نوٹ تیار کیا، جس میں ہندوستان میں آئینی تبدیلیوں کے ہندوستانی فوج پر اثر کا جائزہ لیا گیا۔ انڈین آرمی آغازِ جنگ سے اب تک سائز میں قریباً دگنی (دس لاکھ سے زائد) ہو گئی تھی۔ جنگ سے پہلے ہندوستانی سپاہیوں نے ایسی صورت میں جبکہ برطانیہ کانگریسی مطالبات کے آگے ہتھیار ڈال دیتا ہے، اپنے مستقبل کے بارے میں بے چینی کا اظہار کیا تھا، اب بھی ایسے ٹھوس خیالات موجود تھے کہ انگریز افسر کا موجود ہونا سپاہی کی دیانت کی یقینی ضمانت ہے۔

وائٹ ہال نے اپنے نوٹ میں لکھا:

''یہ کہنا مشکل ہے کہ فوجی عملہ کے بارے میں کانگریس کو کیسی مراعات دینی پڑیں گی تا کہ جنگی کوششوں میں مدد مل سکے۔ اس کے برعکس یہ اقدام ہندوستانی فوج، جیسا کہ وہ اس وقت ہے کی تباہی پر منتج ہو سکتا ہے۔''

اس نوٹ کی روشنی میں ریمزے نے وزیراعظم کو مشورہ دیا:

''آئندہ کے لیے ہندوستانی پالیسی پر کسی اعلان میں واضح طور پر یہ بات شامل ہونی چاہیے کہ ہم نے 1940ء میں مسلمانوں اور والیانِ ریاست سے جو وعدہ کیا تھا کہ ان پر کوئی ایسا نظام مسلط نہیں کیا جائے گا جسے وہ قبول نہ کرتے ہوں، ہم اب بھی اس پر قائم ہیں۔ یہ چیز موجودہ حالات میں اشد ضروری ہے تا کہ انڈین آرمی میں مسلمان عناصر پر خوشگوار اثرات مرتب ہو سکیں۔''

کرپس کو فروری میں وار کیبنٹ میں بحیثیت لارڈ آف پریوی سیل شامل کر لیا گیا، اور دارالعوام کا قائد بنا دیا گیا۔ اسے نائب وزیراعظم ایٹلی کی جنگی کمیٹی میں کام کرنے اور اس مسودہ میں مدد دینے کے لیے بھی مقرر کیا گیا، جس میں وعدہ کیا گیا کہ ہز میجسٹی کی حکومت ایک نئی انڈین یونین کی تشکیل کے لیے جو ایک آزاد اور برطانوی دولتِ مشترکہ کے اندر دوسری ڈومینیوں کے ہم مرتبہ ہو گی جلد اقدام کرے گی۔

بہرحال مجوزہ اعلان پر اتفاق رائے سے قبل رنگون جاپانیوں کے قبضے میں چلا گیا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے چرچل کو تار دیا، جس میں کانگریس کے گشتی ایجنٹ سپرو کی بظاہر خوشنما، پراسرار اور بعدازاں زیادہ دھوکہ دینے والی تجاویز سے خبردار کرتے ہوئے کہا گیا تھا:

''اگر برطانوی حکومت کانگریس کے دام میں پھنس گئی تو مسلم ہندوستان کو بہت سنگین نتائج بھگتنے پڑیں گے۔ خصوصاً جنگی کوششیں بہت بری طرح متاثر ہوں گی۔''

22 فروری کو مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کے اجلاس میں قائداعظم محمد علی جناح نے اعلان کیا:

''اگر برطانیہ نے سپرو کی مجوزہ یکطرفہ آئینی سکیم منظور کر لی تو ہم ''راست اقدام'' پر مجبور ہو جائیں گے۔''

اس لیے چرچل نے سوچا کہ کوئی ایسا اعلان جو ہندوستان کو ڈومینین کا درجہ دینے کے آئینی طریقہ کار پر مبنی ہو بہت ہی

خطرناک ہوگا۔ اس کے بجائے اس نے کرپس کو انڈیا بھیجنے کا فیصلہ کیا تا کہ موقع پر فریقین سے مذاکرات کر کے کابینہ کی منظور کردہ تجویز کی بابت ان کے تاثرات جان سکے۔

''جس دستاویز پر ہم نے اتفاق کیا ہے، وہ ہماری متحدہ پالیسی کو ظاہر کرتی ہے۔''

چرچل نے مارچ کے اوائل میں لارڈ لنلتھگو کو مطلع کیا:

''اگر ہندوستانی پارٹیوں نے جن کے فائدے کے لیے یہ اسکیم وضع کی گئی ہے، اسے نامنظور کر دیا تو دنیا پر ہماری نیک نیتی ظاہر ہو جائے گی اور ہم متحد ہو کر اس کا مقابلہ کریں گے، اگر اس کی ضرورت پڑی۔''

آزمائش کی گھڑی

روزنامہ احسان 13 ستمبر 1948ء کی اشاعت میں قائداعظم محمد علی جناح کی رحلت پر جو اداریہ شائع کیا۔ اس کا عنوان تھا ''سنبھلئے اور سنبھالیے''

13 ستمبر 1948ء کو شائع ہونے والے اس اداریے میں اخبار کے مدیر نے قائداعظم کی بے مثال خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے لکھا:

''قائداعظم کی ظاہری زندگی ختم ہو گئی، لیکن ملتِ اسلامیہ کی زندگی کا جو چراغ وہ روشن کر گئے ہیں، وہ کبھی گل نہیں ہوسکتا۔ ان کی ظاہری آنکھیں آج بند ہوگئی ہیں، لیکن ان کی روح ہمیشہ ہمیں دیکھتی رہے گی۔ ان کی وفات نے ہمیں بیچ منجدھار میں اکیلا چھوڑ دیا ہے، لیکن انسانی زندگی کے نہ مٹنے والے نقوش ایک روشن مینار کی طرح ہمیشہ ہمارے سامنے رہیں گے۔ اس کی روشنی کبھی ہمارا ساتھ نہیں چھوڑ سکتی۔

آج جبکہ ہماری کشتی مشکلات کے ہجوم میں چاروں طرف سے گھری ہوئی ہے۔ قائداعظم جیسے ناخدا کا ہم سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو جانا ایک ایسا سانحہ ہے، جسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ اسے بیان کرتے ہوئے قلم کا جگر شق ہوتا ہے، کلیجہ منہ کو آتا ہے، دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہوئے ہیں۔ آہ موت! تیرا بے رحم تیر جب چلتا ہے تو یہ نہیں دیکھتا کہ اس کا نشانہ کون بن رہا ہے۔ تو نے قائداعظم کے جسدِ خاکی کو آرام کی ابدی نیند نہیں سلایا، انسانیت کے اس محسنِ اعظم کو ہم سے چھین لیا، جس نے باطل کی آندھیوں اور ضلالت کے خوفناک طوفانوں میں ہمیشہ صداقت کا چراغ روشن رکھا۔ اس نے اپنی زندگی کو جسمانی راحت کے لیے کبھی وقف نہیں کیا، ورنہ آج اس کی صحت وتندرستی پر موت کا تیر اس آسانی سے اپنا وار نہ چلا سکتا۔ مشکلات کے طوفانوں نے اسے چاروں طرف سے گھیرا، مگر وہ مشکلات کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ہمیشہ آگے ہی بڑھتا چلا گیا۔ اس کا جسم جواب دے رہا تھا، مگر اس کا ہاتھ کام کرنے سے کبھی نہ تھکا۔ اس کا دماغ تھک تھک کے چور ہوجاتا تھا، مگر مظلوم انسانیت کی پکار کا جواب دینے سے وہ کبھی نہ تھکا۔ وہ چاہتا تو پوری زندگی راحت وآرام کی رنگین وادیوں میں گزار دیتا، اور اپنی زندگی کے عارضی لمحوں میں کچھ اور اضافہ کر لیتا، مگر اس نے بے فکری کی زندگی کو ہمیشہ فکرمندی کی زندگی پر قربان کیا۔ پچاس سال تک مخالفتوں اور رقابتوں کا ہجوم ہر طرف سے اس کا دامن کھینچتا رہا، مگر وہ مسکراتا ہوا برابر ان کا مقابلہ کرتا چلا گیا۔ ہندو امپریلزم نے بار بار بھرپور وار کیے، لالچ دیے، ڈرایا دھمکایا، آنکھیں دکھائیں، جھڑکیاں دیں۔ ایک ہاتھ میں جامِ عشرت اور دوسرے میں زہر قاتل کا منظر دکھا کر اصول پسندی کی

کٹھن اور پرخار وادی سے دور ہٹانا چاہا، اپنوں نے چھوڑا، غیروں نے جھنجھوڑا، مگر وہ مردِ حق لالچ اور خوف کی ان تمام طوفانی آزمائشوں کو ٹھکراتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔

ہوا تھی گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا تھا
وہ مردِ درویش جس کو حق نے دیے تھے اندازِ خسروانہ

اس کے سامنے مشکلات کے بیسیوں پہاڑ کھڑے کیے گئے۔ خون آشام زبانیں چاروں طرف لپکیں، بجلیاں چمکیں، شعلے بھڑکے، چمنوں نے ان کے ساقیوں تک کو بدحواس بنا دیا، مگر وہ پہاڑ کی طرح اپنی جگہ اٹل رہا، برابر آگے بڑھتا گیا، تا آنکہ پاکستان کو ایک زندہ مستقل اور پائیدار ملک کی حیثیت سے دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔

پاکستان کے قیام کے بعد ہماری سیاسی زندگی کا ہر رشتہ ٹوٹا ہوا تھا۔ بساط بچھائی گئی تھی مگر ہر مہرے کو موزوں جگہ پر رکھنے کا کام باقی تھا۔ قائداعظم کی ستر سالہ عمر کا تقاضا یہ تھا کہ وہ آرام فرماتے، مگر اس ضعیف العمری کے باوجود انہوں نے نوجوانوں سے زیادہ محنت و ہمت سے کام لیا۔ ٹوٹے ہوئے رشتوں کو جوڑنے اور بکھرے ہوئے دانوں کو سمیٹنے میں دن رات ایک کر دیا۔ اس بے اندازہ محنت نے قدرتی طور پر آپ کی صحت کو کمزور کر دیا، مگر اس کے باوجود آپ نے اس کی پرواہ نہ کی، اور ملک کے الجھے ہوئے حالات کی بناء پر ایک لمحے کے لیے بھی اپنی ذمہ داریوں سے ہاتھ نہ اٹھایا، وہ برابر کام کرتے رہے اور آخر اپنی اس سعی کی راہ میں شہید ہو گئے۔"

آسام

28 فروری 1946ء کو قائداعظم محمد علی جناح بذریعہ ریل کلکتہ سے آسام کے دورے پر روانہ ہوئے۔ ان کے ڈبے میں لاؤڈ سپیکر بھی نصب تھا اس کا مقصد یہ تھا کہ ہر سٹیشن پر قائداعظم محمد علی جناح ان کے اعزاز میں آنے والے مسلمانوں سے خطاب کر سکیں۔

4 مارچ 1946ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے آسام مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے سپاس نامے کے جواب میں حسب ذیل خطاب کیا۔

"آپ نے انتخابات کے لیے جو شاندار کام کیا ہے، اس کے لیے آپ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ آپ منظم اور باضابطہ طور پر اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ طلباء قوم کا خوشنما پھول ہیں۔"

قائداعظم محمد علی جناح نے اس موقع پر سر سعد اللہ خان اور گورنر آسام سے بھی ملاقات کی۔ 5 مارچ 1946ء کو حکومت آسام نے اعلان کیا کہ قائداعظم جہاں بھی جائیں اس روز مقامی تعطیل ہو گی۔"

آسٹریلیوی قوم سے خطاب

19 فروری 1948ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے آسٹریلیا کے عوام کے نام ایک نشری تقریر میں حسبِ ذیل اظہارِ خیال کیا۔

"مغربی پاکستان کو ہندوستان کے تقریباً ایک ہزار میل نے مشرقی پاکستان سے علیحدہ کر رکھا ہے۔ باہر کے ملک کے کسی طالب علم کے ذہن میں جو پہلا سوال پیدا ہو سکتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ کیونکر ممکن ہے؟ اس قدر علیحدہ اور دور افتادہ علاقوں میں حکومت کی

وحدت کیسے قائم رہ سکتی ہے؟ میں اس سوال کا صرف ایک لفظ سے جواب دے سکتا ہوں۔ کہ یقین ہے قادرِ مطلق پر، اپنے آپ پر اور اپنے مقدر پر۔"

آغا شاہی

قائداعظم محمد علی جناح کی ان سے ملاقات اس وقت ہوئی جب وہ لندن سے واپسی پر ملیر چھاؤنی میں قیام پذیر تھے۔ اس وقت آغا شاہی اسسٹنٹ کلکٹر ٹھٹھہ کی حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ قائداعظم محمد علی جناح سے ایک گھنٹہ ان کی ملاقات ہوئی۔ اس دوران انہوں نے کیبنٹ مشن پلان کے بارے میں قائداعظم محمد علی جناح سے کہا:

"کیبنٹ مشن پلان کے بعد اب تین سطحوں پر حکومتیں قائم ہوں گی۔ ① پروونشل ② زونل ③ فیڈرل۔ اور کہیں دس برس کے بعد ہندوستان کے مسلمان ریفرنڈم کے ذریعے یہ فیصلہ کریں گے کہ انہیں پاکستان چاہیے یا نہیں۔"

قائداعظم محمد علی جناح نے تیز نظروں سے انہیں دیکھا اور کہا:

"اب ہماری منزل صرف پاکستان ہے۔ کیبنٹ مشن مر چکا ہے اور یہ دوبارہ کبھی زندہ نہ ہوگا۔ نیز ہندوستان کے مسلمانوں کو مجھ پر پورا پورا بھروسہ ہے اور وہ جانتے ہیں کہ ان کا قائد انہیں کبھی مایوس نہیں کرے گا۔"

آغازِ سیاست

قائداعظم محمد علی جناح کی سیاسی زندگی کا آغاز اس وقت ہوا، جب انہوں نے 1906ء میں اس وقت کی واحد طاقتور سیاسی جماعت کانگریس میں شمولیت اختیار کی۔ وہ خلوصِ دل سے کانگریس کا ساتھ دیتے رہے، وہ سوچتے کہ اگر ہندو اور مسلمان اکٹھے ہو جائیں تو حکومتِ برطانیہ سے آزادی حاصل کی جا سکتی ہے، مگر جلد ہی ان کو یہ احساس ہو گیا کہ کانگریس صرف ہندوؤں کے لیے ہے۔ مسلمانوں کے لیے نہیں، اس کے بعد آپ مسلم لیگ کا بھی ساتھ دینے لگے۔ آپ کی اس مصروف سیاسی زندگی میں آپ کی بہن محترمہ فاطمہ جناح نے بھی آپ کا بھرپور ساتھ دیا۔

(دیکھئے: انتہائے سیاست)

آفریدی قبائل کے نام پیغام

17 ستمبر 1947ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے خیبر ایجنسی کے آفریدی قبائل کے نام حسبِ ذیل پیغام جاری کیا۔

"میرا مشورہ مسلمانانِ پاکستان کو بلکہ تمام مسلمانوں کو جو پاکستان سے باہر ہیں، صرف یہ ہے کہ وہ جہاں کہیں بھی اکثریت میں ہیں بدلے کی کارروائی کرنا یا کسی طرح بھی جذبہ انتقام سے مغلوب ہو کر عمل کرنا انتہائی غیر دانشمندانہ اقدام ہوگا۔ اس قسم کا ہر عمل تعلیماتِ اسلامی کے خلاف بھی ہے، اور ہمارے لیے غیر سودمند بھی اور نہ ہی ایسی کارروائی ان مسلمانوں کی امداد و اعانت کے مقاصد کو نفع پہنچا سکتی ہے، جو ہندوستان میں یا اس برعظیم کے کسی حصے میں بھی اقلیتوں کی صورت میں ہیں اور ان کی تعداد کم ہے۔"

آسمانِ شہرت

(دیکھئے: خراجِ عقیدت)

آغا خان اور جناح

روزنامہ انقلاب اپنے اداریہ اشاعت 15 فروری 1940ء

میں لکھتا ہے:

''ہندوؤں کی حالت عجیب ہے، جب نہرو کے سلسلے میں گاندھی جی اور ان کے رفقاء تمام اسلامی جماعتوں کی رائے رد کر چکے تھے اور نہرو رپورٹ کو ہندوستان کا متحدہ دستور ثابت کرنے کے درپے تھے تو مسلمانوں کی مختلف جماعتوں اور مجالس وضع قوانین کے مسلم نمائندوں کی ایک کانفرنس دہلی میں ہز ہائی نس سر آغا خان کی صدارت میں منعقد ہوئی تھی، اور آل انڈیا مسلم کانفرنس کی تاسیس عمل میں آئی تھی۔ مسٹر جناح کے خیالات اس زمانے میں وہ نہ تھے جو آج ہیں، لہٰذا وہ ابتداء میں مسلم کانفرنس سے الگ رہے تھے، اس وقت سارے ہندو سر آغا خان کی مذمت کے درپے تھے۔ بار بار کہا جاتا تھا کہ انہیں ہندوستان کے مسائل سے کوئی تعلق نہیں، وہ ولایت میں رہتے ہیں، اور ان کی حیثیت نمائندگی بالکل مشتبہ ہے۔ اس کے برعکس مسٹر جناح کو مسلمانوں کا حقیقی لیڈر بتایا جاتا تھا، لیکن آج مسٹر جناح مسلمانوں کی بہت بڑی اکثریت کے مسلمہ لیڈر ہیں، اور مسلمانوں کی ملیت و قومیت کو محفوظ کرنے کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں تو ہندوؤں نے دفعتاً یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ مسٹر جناح کو مسلمانوں میں کوئی اونچا درجہ حاصل نہیں بلکہ سر آغا خان بہت بڑے اسلامی رہنما ہیں۔ جنہیں مسلمانوں میں بڑا رسوخ حاصل ہے، اور حکومت بھی ان کی رائے کو قدر و منزلت کی نگاہوں سے دیکھتی ہے۔''

ہندوؤں کی سیاست کے اصول

اخبار آگے چل کر لکھتا ہے:

''اس فوری انقلاب کی علت کیا ہے؟ یہ کہ سر آغا خان نے ولایت سے تشریف لاتے ہی ایک انٹرویو میں فرما دیا کہ سردار پٹیل نے سورت میں تقریر کرتے ہوئے نمائندہ اسمبلی کی جو تجویز پیش کی، وہ عملی تجویز ہے۔ جس سے ہندوستان کے سارے مسئلے حل ہو سکتے ہیں۔ ''ٹریبیون'' اس پر خوشی اور مسرت کے جوش میں اس درجہ دیوانہ ہو گیا ہے کہ اس نے ایک پورا کالم سر آغا خان کی ستائش اور مسٹر جناح کی مذمت کے لیے وقف کر دیا۔ گویا ہندوستان کی سیاست کا ماحصل یہ ہے کہ جب کسی شخص کی کوئی متفرق بات مفید اغراض نظر آئے تو اسے مسلمانوں کا لیڈر بنا دیا جائے، اور کبھی یہ نہ سوچا جائے کہ قوم و ملت کس کے ساتھ ہے، اور فیصلہ کی حقیقی اور مؤثر تدبیر کیا ہے؟ ہندوؤں کا یہ مسلک آج سے نہیں برسوں سے ہمارے سامنے ہے، اور یہ حقیقت محتاجِ بیان نہیں کہ ہندو لیڈروں کی یہ خود فریبیاں اور عوام فریبیاں فرقہ وار حالات کو بگاڑنے اور خراب کرنے کا بڑا ذریعہ بن رہی ہیں۔''

تفرقہ انگیزی کی کوشش

اخبار لکھتا ہے:

''سر آغا خان بہت بڑے لیڈر ہیں۔ مسلمانوں کے دل میں ان کی بڑی عزت ہے۔ انہوں نے ہمیشہ مسلمانوں کی بڑی عظیم الشان خدمات انجام دی ہیں۔ ان کی کسی رائے پر ہمیں تنقید کی ضرورت نہیں، لیکن اتنا جانتے ہیں کہ آج مسلمانوں کی اور ملت کی رائے وہی سمجھی جائے گی۔ جس کا اظہار آل انڈیا مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے ہوگا۔ سر آغا خان بھی اگر مسلمانوں سے کچھ منوانا چاہیں گے تو ان کے لیے

لیگ کو ہم رائے بنانا ضروری ہوگا، اور ہمیں یہ یقین ہے کہ وہ اس حقیقت سے ناواقف نہیں ہوں گے۔ ہندوؤں کو یہ توقع نہیں رکھنی چاہیے کہ سر آغا خان مسلمانوں میں تفرقہ کا باعث بنیں گے، یا تفرقہ گوارہ کرلیں گے یا ''ٹریبیون'' اور اس جیسے دوسرے ہندو اخباروں کی ستائشوں سے متاثر ہوکر اسلامی سیاست کی قوت کو زائل کرڈالنے کے لیے تیار ہو جائیں گے۔ اس قسم کے اوہام میں مبتلا رہنے سے کوئی اچھا نتیجہ نہیں نکل سکتا، لیکن جن ہندوؤں کے پیش نظر انصاف نہیں، مختلف قوموں کی حق رسی نہیں بلکہ محض اپنی فرقہ وارانہ اغراض ہیں، ان سے کیا امید ہوسکتی ہے کہ وہ کسی سچی بات کو خوشی سے سنیں گے یا اس پر عمل پیرا ہوں گے۔''

متضاد بیانات

اخبار اداریہ میں لکھتا ہے:

''دلچسپی ملاحظہ ہو کہ ایک طرف تو یہ کہا جاتا ہے کہ صرف صوبہ جات متحدہ میں کانگریس کے ممبروں کی تعداد پچیس ہزار ہے۔ اس کے برعکس مسلم لیگ کے تمام ممبروں کی تعداد بھی اتنی نہیں، نیز کہا جاتا ہے کہ لیگ کو سرحد اور سندھ میں اقتدار حاصل نہیں ہوسکا، اور بلوچستان و کشمیر میں اس کا کوئی اثر نہیں، دوسری طرف فرمایا جا رہا ہے کہ موجودہ اسمبلیوں کے نمائندے حقیقتاً نمائندہ حیثیت رکھتے ہیں، لہٰذا انہی کو لے کر نمائندہ اسمبلی بنائی جائے۔

کیا ''ٹریبیون'' نے کبھی سوچا ہے کہ یوپی کی موجودہ اسمبلی میں اس کے پچیس ہزار کانگریسی مسلمانوں کے کتنے نمائندے ہیں، اور جس لیگ کو ''ٹریبیون'' کے قول کے مطابق سارے ہندوستان میں اتنے ممبر حاصل نہیں ہیں، اس کے نمائندوں کی تعداد کتنی ہے؟ لیکن ''ٹریبیون'' کو حقائق سے کیا واسطہ؟ جب کانگریس کو بڑھانے کی ضرورت پیش آئی تو اس نے کہہ دیا کہ لیگ بے حقیقت ہے اور جب سردار پٹیل کی تجویز کی تائید ضروری معلوم ہوئی تو کہہ دیا کہ موجودہ اسمبلیوں کے ممبر ملک کے صحیح نمائندے ہیں۔''

سر آغا خان سے اپیل

اخبار اپنے اداریہ میں لکھتا ہے:

''سر آغا خان سے اپیل کی گئی ہے کہ انہیں حکومت کے کارفرماؤں سے مل کر کہنا چاہیے کہ جو لوگ جمہوری اصول کے خلاف جا رہے ہیں، اور ہندوستان کی ترقی میں روڑے اٹکا رہے ہیں ان کو منہ نہ لگایا جائے اور سردار پٹیل کی تجویز مان لی جائے، یعنی حکومت کو چاہیے کہ مسٹر جناح سے بات نہ کرے اور کانگریسیوں کی تجویزیں مان کر ایک ہندو دستور کا بندوبست کر دے۔ بے شک وہ درجہ مستمرات پر ہی بنی ہو، لیکن ''ٹریبیون'' کو کون سمجھائے کہ مسٹر جناح سے حکومت اگر بات چیت کرتی ہے تو یہ مسلمانوں پر یا مسٹر جناح پر احسان نہیں، بلکہ مسلم لیگ کی قوت، طاقت، اثر اور رسوخ کا تقاضا یہی ہے کہ اس کے لیڈر اور قائد کی رائے ہر امر میں لی جائے، جس کا تعلق ہندوستان کے نظام حکومت سے ہو، جمہوریت کا حکم یہی ہے۔ یہ نہیں کہ نو کروڑ مسلمانوں کو اور ان کے قائد کو نظر انداز کر دیا جائے، اور گاندھی جی کو مختار مطلق مان لیا جائے، جسے چند افراد کے سوا کسی مسلمان کا بھی اعتماد حاصل نہیں۔ ''ٹریبیون'' اور اس کے ہم خیالوں کو

یقین رکھنا چاہیے کہ اس قسم کی چالوں سے ہندوؤں کا کوئی مقصد پورا نہیں ہوسکتا۔ فیصلے کی صورت صرف یہ ہے کہ لیگ کے ساتھ منصفانہ سمجھوتہ کیا جائے۔ اگر لیگ یا اس کے لیڈر کی تجاویز تلخ معلوم ہوتی ہیں تو یہ تلخی گوارہ کرنی پڑے گی، اس لیے کہ انصاف کا تقاضا یہی ہے اور ہندوستان میں نو کروڑ افراد کی ایک مستقل قوم کو نظر انداز کرنا غیر ممکن ہے۔ یہ تلخی خود گوارہ نہ کرو گے تو وقت اسے گوارہ کرنے پر مجبور کر دے گا۔''

غور طلب حقیقتیں

آخر میں اخبار اپنے اداریہ میں لکھتا ہے:

''کانگریسی ہندوؤں یا مہاسبھائی لیڈروں کے احساسات اگر فرقہ پرستی کے جوش میں ماؤف ہو چکے ہوں تو حقیقت حال کے اندازے میں انہیں کوئی دقت پیش نہ آئے۔ یہی مسلمان تھے جو 1927ء میں خاص شرطوں کے ماتحت مخلوط انتخاب قبول کرنے پر تیار تھے، یہی مسلمان تھے جن کے ساتھ گول میز کانفرنس کے موقع پر صرف نشستوں اور طریق انتخاب کا جھگڑا تھا، لیکن ہندوؤں نے ان جھگڑوں کو بڑھا چڑھا کر اور غلط باتوں پر اصرار کر کے آج یہ حالت پیدا کر دی ہے کہ مسلمانوں کا ایک بہت بڑا طبقہ ہندوستان کو ایک وطن نہیں مانتا، اور مسلمانوں کے لیے کامل علیحدگی کا حامی بن گیا ہے، اس لیے کہ گزشتہ دس بارہ سال میں ہندوؤں کی فرقہ پرستی اور تنگ نظری مختلف تکلیف دہ شکلوں میں مسلمانوں کے سامنے آتی رہی ہیں، اور کانگریسی حکومت کا دور اس نقطہ نگاہ سے بدترین دور تھا، جس میں ہندو فرقہ پرستی کی سب تلخیاں انتہائی شدت سے ظاہر ہوئیں، اور مسلمانوں کے ساتھ بار بار افسوسناک بے انصافیاں کی گئیں، اگر ہمارے برادرانِ وطن اپنی ذہنیتوں کو نہیں بدل سکتے، اگر وہ غلط خیالات و افکار اور غلط مقاصد کو نہیں چھوڑ سکتے تو پھر مسلمانوں کے لیے اس کے سوا کیا چارہ کار ہے کہ وہ اپنے لیے الگ دائرہ پیدا کر لیں، اور الگ ہو جائیں تاکہ ہندو اپنے حلقے میں اپنی مرضی کے مطابق کام کریں، مسلمانوں کو ان کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے۔''

(روزنامہ انقلاب، اشاعت 15 فروری 1940ء)

آکنلیک سر کلاڈ، فیلڈ مارشل

1947ء میں بھارت کی جانب سے کشمیر میں فوجی کارروائی کے آغاز پر گورنر جنرل پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے پاک فوج کے کمانڈر انچیف جنرل گریسی کو حکم دیا:

''وہ اپنی افواج کے ساتھ وادی جموں و کشمیر میں پیش قدمی کرے تاکہ بھارتی جارحیت کو روکا جاسکے۔''

کمانڈر انچیف جنرل گریسی نے قائداعظم محمد علی جناح کا یہ حکم ماننے سے انکار کر دیا۔

اس پر موڈی نے ٹیلی فون پر جنرل گریسی کو برا بھلا بھی کہا۔ جنرل گریسی کی درخواست پر جنرل آکنلیک لاہور پہنچے اور قائداعظم محمد علی جناح سے ملے دورانِ گفتگو تلخ کلامی بھی ہوئی اور آکنلیک نے دھمکی آمیز لہجہ میں کہا:

''اگر آپ نے یہ احکامات واپس نہ لیے تو پاک فوج میں تمام انگریز افسروں کو ملازمتوں سے فوری طور پر واپس بلا لیا جائے گا۔''

اس لیے قائداعظم محمد علی جناح کو مجبوراً اپنے احکامات واپس لینے پڑے۔ (حوالہ ''گریناڈ بوائے'' از ہاوسن)

آگ کا دریا

(دیکھیے: عزمِ صمیم)

آگرہ (اجلاس مسلم لیگ)

30، 31 دسمبر 1913ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کا ساتواں سالانہ اجلاس محمد ابراہیم رحمت اللہ کی زیرِ صدارت مشن سکول آگرہ میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں شریک پانچ ہزار افراد سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناں نے حسبِ ذیل تجاویز پیش کیں۔

''سیکرٹری آف سٹیٹ کونسل میں مندرجہ ذیل تبدیلیاں کی جائیں:

1. سیکرٹری کی تنخواہ انگریزی گریڈ کے مطابق ہونی چاہیے۔
2. کونسل کے نصف ارکان کو بذریعہ انتخاب مقرر کیا جائے۔
3. نامزد ارکان میں سے نصف ارکان غیر سرکاری ہونے چاہئیں۔
4. بقیہ نصف سرکاری ارکان کا تقرر اس بنا پر کیا جائے کہ وہ ہندوستان میں دس سال تک ملازم رہے ہوں۔
5. ارکان کے عہدے کی مدت پانچ سال سے زیادہ نہ ہو۔

تمام تجاویز کی منظوری متفقہ طور پر عمل میں آئی۔

قائداعظم محمد علی جناح نے اس اجلاس میں وزیر ہند کے غیر ذمہ دارانہ بیانات کو بھی حدفِ تنقید بنایا۔

13 دسمبر 1942ء کو قائداعظم محمد علی جناح کو آگرہ کے مسلمانوں نے ایک استقبالیہ دیا تھا اس موقع پر انجمن تاجران جفت چرم کے صدر منشی خادم علی خاں نے مسلم لیگ اور تحریکِ پاکستان کے لیے قائداعظم محمد علی جناح کو پانچ ہزار روپے کی تھیلی پیش کی، جس پر قائداعظم محمد علی جناح نے کہا:

''آگرہ میں ایک مسلم کالج کے قیام کی ضرورت ایک عرصہ سے محسوس کی جا رہی ہے۔ مجھے امید ہے کہ اگر آگرہ کے مسلمانوں نے ہمت اور اولوالعزمی سے کام لیا تو کالج ضرور بن کر رہے گا۔ ہم جان کی قربانی نہیں مانگتے بلکہ مال کی قربانی چاہتے ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ جب دوبارہ آگرہ آؤں گا تو جیسے تاج محل کو دیکھتا ہوں ویسے کالج کو بھی دیکھوں گا۔''

قائداعظم محمد علی جناح کے ارشادات کی تکمیل کے لیے ریاض الدین احمد نے کراچی میں جناح کالج کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا۔

علاوہ ازیں انہوں نے 1946ء میں آگرہ میں جناح ٹیکنیکل اینڈ انڈسٹریل کالج بھی قائم کیا۔

آل انڈیا ریڈیو (آخری تقریر)

تقسیم برصغیر کے 3 جون 1947ء کے منصوبے پر آل انڈیا ریڈیو سے قائداعظم محمد علی جناح نے اپنی پہلی اور آخری تقریر کی، قائداعظم محمد علی جناح نے اپنی اس تقریر کے اختتام پر پاکستان زندہ باد کے الفاظ استعمال کیے۔ جس پر کانگریسی رہنماؤں نے شدید ردِعمل کا اظہار کیا، اور اسے پاکستان کی تشہیر سے تعبیر کیا۔

آل انڈیا کانگریس

ابتداء میں قائداعظم محمد علی جناح آل انڈیا کانگریس میں شامل ہوئے۔ اس پلیٹ فارم سے انہوں نے بیسیوں تقریریں کیں، کئی قراردادیں پاس کرائیں، اس دوران انہوں نے ہندو مسلم اتحاد کے لیے حتی المقدور کوششیں کیں۔ اس سارے عرصے میں ان کا کردار بے داغ رہا۔ گاندھی اور نہرو کے برعکس ان کے کسی انگریز وائسرائے یا اس کی لیڈی سے جذباتی یا ذاتی تعلقات نہ تھے عرصہ دراز تک قائداعظم محمد علی جناح کانگریس کے صدر کے ذاتی سیکرٹری بھی رہے۔ کانگریس کے اجلاس

میں انہیں ایک بڑے رہنما کی حیثیت بھی حاصل تھی، مگر جب انہوں نے یہ محسوس کیا کہ ہندو اور مسلم کبھی ایک نہیں ہو سکتے تو انہوں نے کانگریس سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے علیحدگی اختیار کر لی اور یوں ان کے راستے کانگریس سے جدا ہو گئے۔

آل انڈیا مسلم ریلوے ایمپلائز ایسوسی ایشن

متحدہ ہندوستان میں ریلوے کے محکمہ میں چونکہ ہندو ملازمین کی اکثریت تھی اور وہ اپنی یونین ہونے کی بنا پر اپنے تمام حقوق و مطالبات کو اکثریت کے بل بوتے پر منوا لیتے تھے۔ قائداعظم محمد علی جناح نے ریلوے میں ملازم مسلمانوں کے حقوق و مفادات کے حصول کے لیے اس تنظیم کے قیام کی ہدایت فرمائی چنانچہ یہ تنظیم 1944ء میں عمل میں آئی۔

آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن

آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے قیام سے قبل ہندوستانی طلبا کی صرف ایک تنظیم آل انڈیا سٹوڈنٹس فیڈریشن کام کر رہی تھی۔ اگرچہ مسلمان طلباء بھی اس تنظیم کے رکن تھے تاہم اس کی سرپرستی کانگریس کے پاس تھی مسلم لیگ کے ارکان نے اس کمی کو محسوس کیا اور آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن قائم کی۔ تنظیم کے آئینی ڈھانچے کی تکمیل کے سلسلے میں جنوری 1938ء میں کلکتہ میں پہلا اجلاس منعقد ہوا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے بھی اس اجلاس میں شرکت کی اور تنظیم کے دستور کی تدوین کے سلسلے میں اپنے گراں قدر مشورے بھی دیے۔

آل انڈیا مسلم لیگ

(دیکھئے: مسلم لیگ)

آل انڈیا مسلم لیگ الٰہ آباد سیشن

قائداعظم محمد علی جناح 12 اپریل 1942ء کو رات کی ٹرین کے ذریعے بمبئی سے الٰہ آباد کے لیے روانہ ہوئے۔ جہاں 13 اپریل بروز جمعۃ المبارک سے مسلم لیگ کا سالانہ سیشن شروع ہو رہا تھا۔ سنٹرل ریلوے اسٹیشن الٰہ آباد پر لوگوں کا بھاری ہجوم قائداعظم زندہ باد کے نعروں سے ان کا استقبال کرنے کے لیے موجود تھا۔ وہاں سے انہیں ایک جلوس کی صورت میں جلسہ گاہ محمود آباد گارڈن لایا گیا۔ راستہ میں انہیں سینکڑوں آرائشی محرابوں سے گزرنا پڑا۔ انہوں نے سامعین کو کرپس تجاویز کے بارے میں اختصار سے بتایا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے سب سے پہلے اہالیانِ الٰہ آباد کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا:

> ''خواتین و حضرات! میں سچے دل سے آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے ریلوے اسٹیشن پر بڑی دھوم دھام سے میرا استقبال کیا۔ میں یہ حقیقت اپنے لیے باعثِ فخر سمجھتا ہوں کہ مسلم لیگ ہر مہینے ہر سال راہ ترقی پر تیز رفتار ہے۔ میں آل انڈیا مسلم لیگ کا بھی شکر گزار ہوں کہ اس نے اس برس بھی مجھے اپنا صدر انتخاب کر کے معزز فرمایا۔ میں ان تمام کارکنوں اور عہدیداروں کو مبارکباد دیتا ہوں، جو گزشتہ تین ماہ میں مسلسل ان تمام تیاریوں کے لیے محنت کرتے رہے ہیں، جو آج ہمارے سامنے ہیں۔ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ ہماری طاقت روز بروز بیش از بیش ہو رہی ہے، اور ہم اپنی تنظیم کی قوت اور کاروبار کے اعتبار و انصرام میں ترقی کر رہے ہیں۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے سامعین کو کرپس تجاویز کے بارے میں اختصار سے بتایا اور کہا:

> ''میں جانتا ہوں آج سب سے بڑا موضوع جو نہ صرف ہمارے ہندوستان بلکہ دنیا بھر کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے، سر اسٹیفورڈ کرپس کا مشن یا کام اور کوشش ہے، جس پر ملک معظم کی حکومت نے اسے مامور کیا



قائداعظم محمد علی جناحؒ مسلم لیگ کے جلسے میں آمد۔ الٰہ آباد 1942ء

ہے، آپ اس کے متعلق حالات اور واقعات کا روزانہ مطالعہ کرتے رہے ہیں۔ میں نہایت مختصر طور پر اور جہاں تک مجھ سے ممکن ہے۔ مشن مذکور کی تجویز کے ''اعلان بشکل مسودہ'' (ڈرافٹ) کی تشریح کرتا ہوں۔ آپ لفظ ''ڈرافٹ'' کو زیر نظر رکھیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ تجاویز جو ملک معظم کی حکومت کی شرمندۂ فکر و ترتیب ہیں، اور وہ اس نتیجہ پر پہنچ چکی ہے کہ یہ منصفانہ اور آخری ہیں۔ آیئے ہم ان کا منشا سمجھیں اور امتحان کریں، میں تفصیلوں پر بحث نہیں کروں گا، بلکہ صرف بڑے بڑے نکات پر نگاہ ڈالوں گا۔ یہ حسب ذیل ہیں:

اول یہ کہ ان کا مقصد ایک جدید انڈین یونین (مملکت متحدہ ہندیہ) کی تخلیق ہے جو ایک ڈومینین یا مملکت ہو اور برطانیہ کی رفیق اور برطانوی تاج کے زیر نگین ہو، مگر ہر معاملۂ ملکی میں سلطنت برطانیہ کی باقی سب ڈومینین یا مملکتوں کے برابر ہو، اور اپنے داخلی و خارجی معاملات میں کسی طرح بھی ماتحت نہ ہو۔ اس ضمن میں اس جدید انڈین کے اعمال اور اختیارات کے متعلق کچھ شک وشبہ ہوسکتا ہے، مثلاً تین چیزیں بالخصوص قابلِ توجہ اور اہم ترین ہیں۔ ایک تو ''درجہ'' دوسرے ''اختیارات'' اور انجام کار ''عمل اور کام'' مگر یہ ہے وہ معاملہ جس پر اس وقت غور وخوض کرنا ہوگا، جبکہ ہم سلطنت برطانیہ کے کسی ایک ڈومینین یا دو سے یا دو سے زیادہ کے ساتھ معاہدہ اور معاہدات پر دستخط کریں گے۔

میں نے ابھی کرپس کے مشن اور حکومت برطانیہ کی تجاویز کے متعلق بڑے بڑے امور کے آغاز میں پہلی بات یہ بیان کی تھی کہ ان تجاویز کا مقصد ایک جدید انڈین یونین کی تخلیق ہے۔

دوسرا اہم امر یہ ہے کہ جنگ کے خاتمہ کے بعد ہندوستان کے اندر فوراً ایسے اقدامات کیے جائیں گے، جن کے وسیلے ایک مجلس منتخب کی جائے گی، اور اس کے ذمے یہ کام ہوگا کہ ہندوستان کی آئندہ حکومت کے لیے ایک نیا آئین وضع کرے، اور مجلس کی تشکیل کا طریقہ بھی تجاویز میں موجود ہے۔ میں اس کے متعلق اس وقت بحث کروں گا، جبکہ تجاویز کی اس دفعہ پر نگاہ ڈالوں گا، جس میں مجلس مذکورہ آئین ساز مجلس کی ترتیب وتشکیل کے لیے قواعد درج کیے گئے ہیں۔

تیسرا اہم امر یہ ہے کہ ایک شرط اور قاعدہ ایسا بنا دیا گیا ہے، جس سے ہندوستانی ریاستوں کا استقلال مقصود ہے۔

چوتھا اہم امر یہ ہے کہ ملک معظم کی حکومت اقرار کرتی ہے کہ جب اس قسم کا آئین مرتب ہو جائے گا تو فی الفور عمل میں لایا جائے گا۔

چند مستثنیات رکھی گئی ہیں، مگر وہ اس اعلان زیر بحث کے اصولوں بہرحال برقرار رکھتے ہوئے کی جائیں گی، پہلی اور اہم ترین چیز، جو مستثنیٰ ہے یہ ہے:

جب آئین جدید بن چکے تو برطانوی ہند کے ہر صوبے کو اس امر کا حق حاصل ہوگا کہ اگر وہ چاہے تو جدید انڈین یونین میں اس جدید آئین کے ماتحت شامل نہ ہو، اور اپنی موجودہ آئینی حیثیت پر قائم رہے، لیکن ان شرائط کی تعین بھی کر دی گئی ہے، جن کے مطابق کوئی صوبہ جو علیحدہ رہے گا بعد میں مشمول اختیار کر سکے گا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب مجلس آئین ساز جسے اختیاراتِ شاہی کی سرمایہ داری کہنا چاہیے۔

آئین مرتب کرے گی تو جو صوبہ چاہے یوں کہے ''ہم اس آئین سے متفق نہیں۔ پس ہم اس میں شامل نہیں ہوتے۔'' لیکن ہمارے لیے مؤثر ترین اور اہم ترین بات یہ ہے کہ اس حق عدم شمولیت کو کس طرح عمل میں لائیں گے، اور اس کے متعلق خود کس طرح درست فیصلہ کریں گے۔ ان سوالات کا جواب اعلان یا وثیقہ زیر نظر میں نہیں، لیکن سر اسٹیفورڈ نے یہ مشورہ دیا ہے، اگر کسی صوبے کی لیجسلیٹو اسمبلی 60 فیصد کثرت رائے سے شمولیت کے حق میں ہو، تو صوبہ شامل ہو جائے، بلکہ اس پر مجبور ہو، اور اگر اکثریت کو 59 اور اقلیت کو 41 آراء حاصل ہوں تو پھر عامۃ الناس کی رائے براہِ راست لی جائے، گویا تمام عام لوگ اکثریت رائے سے شمولیت یا عدم شمولیت کا فیصلہ صادر کریں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عدم شمولیت کا فیصلہ کرنے کے بعد کسی ایک صوبے یا اس سے زیادہ صوبوں کو اختیار ہوگا کہ وہ اپنی جدا اور علیحدہ انڈین یونین یا متحدہ مملکت یا ڈومینین مرتب کر لیں۔ اس کے بعد وثیقہ میں وہ شرائط درج کی گئی ہیں، جو ہندوستانی ریاستوں اور علیحدہ رہنے والی مملکت یا مملکتوں اور جدید انڈین یونین کے مابین معاہدات پر حاوی ہوں گی۔

اب میں حسبِ وعدہ ان دفعات کو لیتا ہوں، جن میں مجلس آئین ساز کی تعمیر ہوگی۔ اگر دورانِ جنگ میں ہندوستان کے بڑے بڑے فرقے آپس میں سمجھوتہ کر کے مجلس آئین ساز کی تعمیر کی شرائط کا فیصلہ کر لیں تو بہتر، ورنہ جنگ کے خاتمے کے بعد موجودہ آئین کے مطابق جملہ برطانوی صوبوں کی مجالسِ قانون ساز کے لیے انتخابات ہوں گے۔ ان سب کے ممبران کی تعداد تقریباً 1600 ہوگی۔ یہ سب اراکین ایک حلقہ انتخاب متصور ہوں گے، اور وہی متناسب نمائندگی کے اصولِ انتخاب کے مطابق مجلس آئین ساز کے لیے قریباً ایک سو ساٹھ اراکین اپنے میں سے چن لیں گے، یہ ہوگی مجلسِ آئین ساز، جس کو آئین سازی کے لیے کامل حاکمانہ اور شاہی اختیارات حاصل ہوں گے۔

اب ہندوستانی ریاستوں کی سنیئے ان کو دعوت دی جائے گی کہ اپنی آبادی کے تناسب سے اراکین بھیجیں، مگر ان لوگوں کا تقرر بذریعہ انتخاب ہوگا یا نمائندگی؟ اس کے متعلق وثیقہ میں کوئی ذکر نہیں۔ یہ ہے وثیقہ جہاں تک آئندہ کو دخل ہے۔

اب موجودہ وقت کے لیے یعنی دورانِ جنگ میں طرزِ حکومت کی عارضی تبدیلیوں کی کیفیت سنیئے موجودہ نازک وقت سے لے کر نئے آئین کی ترتیب و تعمیر تک ملک معظم کی حکومت لامحالہ ہندوستان کے دفاع کی کامل ذمہ داری اپنے ہاتھ میں رکھے گی، لیکن وہ چاہتی ہے اور اس لیے دعوت دیتی ہے کہ اہلِ ہند کے بڑے بڑے طبقوں کے لیڈر ان مشوروں میں مؤثر اور فوری حصہ لیں، جو ہندوستان اور سلطنتِ برطانیہ اقوامِ متحدہ کے مابین ہوتے رہتے ہیں۔ اس طرح ان کو یہ موقع ملے گا کہ اس کام کے سرانجام میں عملی اور تعمیری امداد دیں، جو ہندوستان کی آئندہ آزادی کے لیے لازم و لابد اور فیصلہ کن ہے۔

خواتین و حضرات! اس دفعہ میں اہم ترین الفاظ یہ ہیں کہ دفاعِ ہند کی کامل ذمہ داری تو ملک معظم کی حکومت کے قبضہ میں ہوگی، اور بڑے بڑے ہندوستانی طبقوں کے لیڈروں کو صرف مشاورت میں شمولیت کی

حفاظت کی جائے، اور جنگ میں ہر طرح سے مدد بہم پہنچائی جائے، مگر ان سب اہم امور کے باوجود ہم زمانۂ حاضر کی خاطر اپنے مستقبل کو فروخت نہیں کر سکتے۔ اگر ہم یہ کام کریں گے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ہم اپنی اولاد اور آنے والی نسلوں کے کروڑہا مسلمانوں کے خلاف ایک سخت جرم کے مرتکب ہوئے۔ (سنیئے! سنیئے)

ان تجاویز کی رو سے مرکزی حکومت اور صوبائی حکومتوں میں فوری تغیرات کیے جائیں گے، اور موجودہ مروجہ آئین کی حدود کے اندر رہ کر، مگر اعلانِ ہذا کے مطالعہ سے ان کے متعلق کسی صاف اور عملی تجویز کا پتہ لگانا مشکل ہے، مگر یہ امر ناگزیر ہے کیونکہ تصویر ابھی تکمیل تک نہیں پہنچی، اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس کی آخری کیفیت اور صورت کیا ہوگی۔ سردست تو یہ وثیقہ محض ایک خاکہ یا ڈھانچہ ہے، اور ظاہر ہے کہ اسے قابلِ قبول بنانے کے لیے بہت سی تفصیلوں کی ضرورت اور تجاویز میں تغیرات اور تکمیل کی حاجت ہے یہ معاملہ ان معاملات میں سے ایک ہے جن میں محض اصولوں کے بیان کر دینے سے کہیں بڑھ کر مؤثر اور دور رس تفصیلات ہوا کرتی ہیں، اس اعلان کے سبب ہمیں سخت تشویش ہو رہی ہے، اور شدید خطرات کا خدشہ تکلیف دے رہا ہے۔ بالخصوص تجویز پاکستان کے متعلق جو مسلمانوں کے لیے حیات و ممات کا مسئلہ ہے۔ اس لیے ہم انتہائی کوشش کریں گے کہ پاکستان کا اصول صاف صاف الفاظ میں اور قطعی طور پر تسلیم کیا جائے، کیونکہ اس وقت تو اعلان میں نہایت معمولی طور پر مانا گیا ہے، اس کے علاوہ مسلمانانِ ہند یہ بھی چاہتے ہیں کہ ہماری اپنی پوری تسلی اور تشفی کے مطابق اس بات کا فیصلہ کیا جائے کہ ہم کس طرح اور کن شرائط سے ایک قوم کی حیثیت میں علیحدہ رہ سکتے ہیں۔ یا اگر چاہیں تو شامل ہو سکتے ہیں۔ ہم اس کے متعلق بھی اپنی شدید کوشش جاری رکھیں گے، ہم نہیں چاہتے کہ جس طرح گزشتہ جنگِ عظیم کے بعد فلسطین کا حشر ہوا تھا، وہی ہم پر اس جنگ کے بعد صادق آئے، جبکہ ہم اپنی آزادی اور علیحدگی کے اقراروں کی قیمت میں روپیہ، خون اور ساز و سامان ادا کر چکے ہوں گے۔ (سنیئے! سنیئے)

اس اعلان سے ثابت ہوتا ہے کہ پاکستان مستقبل کے اندر بہت دور کی ایک چیز ہے، اور اس کی تخلیق کا محض امکان بھی دیر طلب ہے، پھر اس کے مقابلے میں ایک نئی متحدہ ریاست ہند (انڈین یونین) کے لیے قطعی ترجیح موجود ہے، بلکہ اس وقت سب سے بڑا مقصد یہی ہے، چنانچہ اس وقت تک بعض اہم امور ہمارے خلاف جا رہے ہیں، یعنی مجوزہ آئین کے متعلق سیاسی اور آئینی مشورے طریق کار کے قواعد و ضوابط۔ سر اسٹیفورڈ کرپس کے ساتھ ملاقاتیں اور صاحبِ مذکور کی اپنی تشریحات وغیرہ۔ پس ان حالات کے پیشِ نظر میں کہوں گا کہ ہمیں ایک ایسا کھیل کھیلنے پر مجبور کیا جا رہا ہے، جس میں فریق مقابل فریب کاری سے کام لے رہا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ ہماری مجلس عاملہ 27 مارچ سے ان تجاویز کا مطالعہ بڑی احتیاط سے کر رہی ہے، اس وقت سے ان کا امتحان لے رہی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ سر اسٹیفورڈ کرپس اور ملک معظم کی حکومت بلا تامل وہ ضروری تغیرات کر دیں گے، جن سے پاکستان کے اصول قطعی طور پر اور واقعی عمل میں لائے جا سکیں اور

دعوت دی جائے گی اور محض مشورے دینے کا حق یا اختیار حاصل ہوگا۔

خواتین وحضرات! ان میں مختلف طور پر وثیقہ ہٰذا کا مفہوم ومنشا جو میرے ذہن میں آتا ہے پیش کرتا ہوں۔ خواہ ایک ڈومینین یا مملکت یا ایک سے زیادہ کی تخلیق عمل میں آئے، اور اس کا یا ان کا درجہ اور اختیارات کیا ہوں گے، اور ان دو امور سے کہیں بڑھ کر قابل توجہ امر یہ ہے کہ سب سے بڑا مقصد ایک جدید انڈین یونین کی تخلیق ہے۔ سارا معاملہ یہاں سے شروع ہوتا ہے۔ یونین کی تخلیق کا مقصد پورا کرنے کے لیے شاہانہ اختیارات رکھنے والی ایک مجلسِ آئین ساز بنائی جائے گی۔ یہ مجلس بقول سر اسٹیفورڈ کرپس اس امر کو ترجیح دے گی کہ سارے ہندوستان کے لیے ایک اور محض ایک یونین ہے۔

غور کیجیے مجلس آئین ساز کے اراکین ''برطانوی صوبوں کی اسمبلیوں کے ممبروں میں سے لیے جائیں گے، اور انتخاب کا اصول ''متناسب'' ہوگا نہ کہ جدا جدا حلقہ ہائے انتخاب'' کے ذریعے انتخاب میں آئے گا۔ ظاہر ہے اس طرح کی تعمیر شدہ مجلس سے اس کے سوا کوئی توقع میرے وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتی کہ ایک اور ایک محض ایک یونین کو یقیناً ترجیح دے گی اور اس نتیجہ پر پہنچے گی۔ یاد رہے کہ مجلس آئین ساز کی تعمیر کے قواعد وضوابط اس منشا اور مقصد کے لیے بنائے گئے ہیں۔ یہ درست ہے کہ جب مجلس آئین ساز ادنیٰ سے ادنیٰ کثرت رائے کے مطابق مثلاً 51 فیصد تائید کے ساتھ جدید آئین مرتب کرے گی، تو ہر صوبے کے جو آئین جدید کو ناپسند کرے یہ موقع دیا جائے گا کہ اور امتحان میں سے گزرے، جس کا ذکر میں ابھی کروں گا، لیکن اب یاد رکھنا چاہیے کہ حلقہ ہائے انتخاب کی صورت میں بھی مسلمانوں کی تعداد زیادہ سے زیادہ 25 فیصد ہوگی، لیکن ''متناسب نمائندگی'' کے طریق کار سے اس کا کم ہو جانا عین ممکن ہے۔

نتیجہ یہ ہوگا کہ مجلس آئین ساز کا فیصلہ محض ادنیٰ سے ادنیٰ رائے کے مطابق ہوگا؟ اس وثیقہ کے مطالعہ سے میں تو اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہاں ہوگا، کیونکہ اس قسم کے قواعد وضوابط کے وثیقوں میں جب تک ایک مقررہ مقدار کی اکثریت کے لازمی ہونے کا ذکر نہ کیا جائے تو مطلب کم سے کم یا ادنیٰ سے ادنیٰ اکثریت سے ہوتا ہے، اور ایک مقررہ اکثریت کی ضرورت ہو تو واضح طور پر لکھ دیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر مسلم لیگ کا آئین لیجیے۔ اس میں واضح کہا گیا ہے کہ اگر آئین میں تبدیلی کی ضرورت لاحق ہو تو دو تہائی کی اکثریت کی رائے کے بغیر کوئی تغیر نہ کیا جائے گا۔

یہ ہے مجلس آئین ساز کی کیفیت مختصر، اور اس کے متعلق اگر میں کسی رائے کا اظہار کروں تو میں کہوں گا کہ جب مسٹر گاندھی اس مجلس میں آئیں گے تو انہیں کامل یقین ہوگا کہ ہمیں ایک ایسا آئین ضرور مل جائے گا، جو ایک آل انڈیا یونین کے لیے سارے ہندوستان کی ایک نئی ریاست کے لیے ہوگا۔

جب یہ سب کچھ ہو چکے گا تو علیحدگی پسند صوبے یا صوبوں سے یوں خطاب کیا جائے گا:

''سنو! سنو! گھبراؤ نہیں، تمہیں پھانسی پر لٹکائے جانے سے پہلے ایک موقع دیا جاتا ہے۔''

(قہقہہ)

یہ موقع وثیقہ میں درج نہیں، محض سر اسٹیفورڈ کا پیش کردہ مشورہ ہے، اور ہم بھی جب وقت آئے گا تو اس

کے متعلق اپنے مشورے دیں گے، ہاں تو کیا فرماتے ہیں سر اسٹیفورڈ کرپس، وہ یوں کہتے ہیں:
''ادھر دیکھو! اگر تم میں سے 41 فیصد مخالف ہوئے تو عامۃ الناس سے براہِ راست رائے لی جائے گی۔''
اس پر میں پوچھتا ہوں کہ ''کس عامۃ الناس کی رائے؟'' جواب اس کا ظاہر ہے کہ صوبہ متعلقہ کے عام لوگوں کی رائے۔ اس کو ہم یوں بھی بیان کر سکتے ہیں کہ ''کن لوگوں سے آپ ان کا اپنا فیصلہ طلب کرتے ہیں؟ کیا ایک قوم کے لوگوں سے یا دونوں قوموں سے یکجا طور پر؟ (سنیئے، سنیئے) اس پر جواب ملتا ہے، کہ دونوں قوموں کو یکجا کر کے یہ ہے اس موقع کی حقیقت، جو وثیقہ عنایت فرماتا ہے، اس کے معنی یہ ہیں کہ اے علیحدگی پسندو! اگر عامۃ الناس کی رائے تمہارے حق میں ہوئی تو تم ضرور ذبح خانے سے بچ جاؤ گے۔ ایک اور محض ایک یونین بنانے کے خواہش مندوں اور اس لیے کسی صوبے کو علیحدگی سے باز رکھنے کے حامیوں کی قربانی کی باری بعد میں آئے گی۔ (قہقہہ) یہ ہے وہ امر جو اثر و تاثر کی ہمہ گیری کے لحاظ سے مسلمانوں کے لیے اہم ترین ہے۔
میں نے مسودہ قانون کی تشریح کر دی ہے۔ اس کے متعلق میں کہوں گا، اور میں کہتا ہوں کہ میری آواز آپ ہی کے احساسات کی صدائے بازگشت ہوگی کہ مسلمانوں کو سخت ترین مایوسی ہوئی ہے، کیونکہ ان کی قومی وحدت اور یقینی اخلاقی قوت کو واضح طور پر اور صاف صاف الفاظ میں تسلیم نہیں کیا گیا (سنیئے! سنیئے) یہ کوشش قطعی طور پر بنیادی لحاظ سے غلط ہے کہ مسئلہ ہند کے حل کرنے میں امور واقعی سے پہلو تہی کی جائے، اور صوبوں کی وحدت کے قیام پر ضرورت سے زیادہ اصرار کیا جائے، کیونکہ یہ تقسیم برطانوی حکومت کی حکمتِ عملی کا نتیجہ ہے، اور حکومت کے انتظام و انصرام کے لیے کی گئی، (سنیئے! سنیئے) اسلامی ہند کی تسلی و تشفی نہ ہوگی سوا اس کے کہ قومی اختیار فیصلہ متعلقہ آئین کا حق صاف اور قطعی طور پر تسلیم کیا جائے۔ (سنیئے! سنیئے) اس حقیقت کا احساس ہونا چاہیے کہ ہندوستان کسی زمانے میں بھی نہ ایک ملک تھا نہ ایک قوم پر مشتمل تھا۔ اس براعظم تحتی کا مسئلہ بین الاقوامی حیثیت رکھتا ہے، اور تمدنی و معاشرتی، سیاسی اور اقتصادی اختلافات اس قدر شدید اور بنیادی ہیں کہ ہم ان کو نہ دبا سکتے ہیں نہ چھپا سکتے ہیں۔ نہ خلط ملط کر کے مطلب حاصل کر سکتے ہیں۔ ہم سب کے لیے لازم و لابد ہے کہ واقعیت پسند، اہلِ عمل کی طرح ان سے نپٹیں۔
وثیقہ کے مجوزہ آئین کے مطابق وہ نام نہاد اختیار جو اقلیتوں کو علیحدگی عطا کرتا ہے، محض فریب نظر کی حیثیت رکھتا ہے، کیونکہ اہلِ ہند، اس فیصلہ میں غالب قومیت کے حامل ہوں گے کہ سارے ہندوستان کے لیے فقط ایک آل انڈیا یونین (ریاست متحدہ) قائم ہو اور اس میں سب صوبے شامل ہوں، چنانچہ مسلمانانِ پنجاب و بنگال ہر وقت اپنے ہاں کی ہندو اقلیت کے رحم و کرم پر ہوں گے۔ اہلِ ہنود اپنی انتہائی کوشش اس امر پر صرف کر دیں گے کہ مسلمان ہمیشہ ہندوؤں کی گاڑی کے پہیوں سے بندھے رہیں۔ اس طرح تمام صوبوں کے اندر مسلمان تباہ ہو جائیں گے۔
ہمیں اس امر کا کامل احساس ہے کہ اس وقت ہمیں غیر ملکی حملہ آوروں کی جانب سے سخت خطرہ اور اس بات کی تشویش ہے کہ جس طرح ہو سکے ہندوستان کی

مسلمانانِ ہند ایک اور محض ایک قوم کی حیثیت میں اپنی حکومت کے متعلق خود فیصلہ کرنے کے مختار ہوں۔ ہمیں امید ہے کہ انجام کار ان مشوروں اور باہمی صلاح کار سے ایک ایسا منصفانہ سمجھوتہ پیدا ہوگا، جس سے سب کا احترام برقرار رہے گا، اور جسے سب قبول کریں گے۔"

(بلند نعرہ ہائے تحسین)

آل انڈیا مسلم لیگ اور قائداعظم

پارلیمنٹری بورڈ کا قیام

آل انڈیا مسلم لیگ نے اپنے اجلاس منعقدہ بمبئی اپریل 1936ء میں گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935ء پر غور کرنے کے بعد اس کی صوبائی اسکیم کے متعلق یہ فیصلہ کیا کہ اگرچہ اس میں بڑے قابل اعتراض پہلو ہیں لیکن حالات اس کے مقتضی ہیں کہ یہ جیسی بھی ہے اس کو اس طرح ہونا چاہیے کہ اس سے جو فوائد حاصل ہوسکیں وہ کیے جائیں۔ دستور کی مرکزی یعنی وفاقی اسکیم کے متعلق اجلاس نے یہ رائے دی کہ وہ بنیاد ہی سے بری ہے، برطانوی ہند اور دیسی ریاستوں دونوں کے لیے مضر ہے، اور اس لیے وضع کی گئی ہے کہ ہندوستان کو کبھی ذمہ دار حکومت نہ ملے، لہٰذا اس قابل نہیں ہے کہ وہ منظور کی جائے۔ ایک دوسرے رزولیوشن میں یہ طے کیا کہ آل انڈیا مسلم لیگ مرکزی پارلیمنٹری بورڈ قائم کرے جس کے اہتمام سے یہ الیکشن لڑے جائیں جو گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کے ماتحت ہونے والے ہیں اور اس کے صدر مسٹر جناح ہوں۔

اس سے قبل آل انڈیا مسلم لیگ عملی اور عوامی انجمن نہ تھی اور اس کا دستور بھی کچھ ایسا لگا بندھا تھا کہ صرف خواص ہی اس میں داخل ہوسکتے تھے۔ اب یہ مدنظر تھا کہ مسلم لیگ کو عوامی اور فعال انجمن بنایا جائے۔ ابتدائی مشورے دہلی میں ہوئے۔ اس کے بعد قائداعظم محمد علی جناح نے تمام ملک کے دورے کیے، بالآخر پارلیمنٹری بورڈ قائم ہوگیا جو چون (54) ارکان پر مشتمل تھا۔ اس میں یونٹی بورڈ، جمعیت العلما، احرار اور نیشنلسٹ مسلمان، سب ہی کی نیابت تھی۔ مفتی کفایت اللہ، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا احمد سعید اس میں شریک تھے۔ 8 تا 10 جون 1936ء بورڈ کا پہلا اجلاس لاہور میں منعقد رہا۔ مسلم لیگ کا انتخابی منشور اس اجلاس میں پیش اور غور و بحث کے بعد متفقہ طور پر منظور ہوا۔ علماء نے یہ دعویٰ کیا کہ مجالس واضعان قانون میں جو معاملات پیش ہوں ان میں علماء کی رائے فیصلہ کن ہو لیکن یہ کسی نے منظور نہیں کیا۔ ایک تو یہ کہ جمعیت العلماء، صرف ایک گروہ کے عالموں کی نمائندہ تھی اس لیے اس کو ایسے دعوے کا کوئی حق نہ تھا، پھر اگر وہ تمام ہندوستان کے علماء کی بھی نمائندہ ہوتی تب بھی ایسی عمومیت کے ساتھ یہ حق ان کو نہیں دیا جاسکتا تھا، بالآخر وہ اس پر راضی ہو گئے کہ جمعیت العلمائے ہند کی رائے کو واجبی اہمیت دی جائے گی۔

اس کے بعد صوبوں میں پارلیمنٹری بورڈ قائم ہوئے تھے۔ پنجاب، بنگال، صوبہ سرحد، سندھ جو مسلم اکثریت کے صوبے تھے۔ ان کی نظر صرف صوبائی معاملات تک محدود تھی اور وہ نئے آئین کے تحت صرف صوبائی اختیار برتنے کے لیے بے قرار تھے، چنانچہ پنجاب میں سر فضل حسین کی ہدایت کے مطابق ہندوؤں، سکھوں اور مسلمانوں کی مشترکہ پارٹی بنی جس کا نام یونینسٹ پارٹی تھا۔ بنگال میں مسٹر فضل الحق کرشک پرجا پارٹی بنائے ہوئے تھے، اور ان کے مقابلے میں خواجہ ناظم الدین تھے۔ خواجہ ناظم الدین نے مسلم لیگ کی دعوت قبول کی۔ صوبہ سرحد میں عبدالغفار خان اور ڈاکٹر خان صاحب تھے اور یہ کانگریس کا جامہ پہنے ہوئے تھے۔ اس طرح مسلم لیگ کو الیکشن لڑنے کے لیے صرف مسلم اقلیت کے صوبے ہی رہ گئے۔

یو پی میں بڑا بااثر پارلیمنٹری بورڈ بنا اور الیکشن کے لیے

سرگرمیاں شروع ہوگئیں۔ اس سلسلے میں یہ بہت دلچسپ ہے کہ الیکشن کے اہتمام کے دوران میں اور دوران الیکشن مسلم لیگ اور کانگریس کے درمیان کوئی اختلاف نہ تھا۔ جمعیت العلما اور نیشنلسٹ پارٹی کے مسلمانوں کو بلا پس وپیش مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ یوپی میں شرکت کا موقع دیا گیا، اور وہ شریک ہوئے، پھر ان میں سے بہت سے مسلم لیگ کے ٹکٹ پر بھی کھڑے ہوئے اور کامیاب ہوئے۔ الیکشن کے دوران میں مسلم لیگ کے مسلمان حامیوں نے کانگریس کے ہندو امیدواروں کی مدد کی اور ان کے اثرات سے ان کو کامیابیاں ہوئیں۔ مسلم لیگ اور کانگریس کے درمیان اختلاف فرقہ وارانہ حقوق کی تقسیم اور ان کے تعین پر رہا تھا اور اب بھی تھا لیکن وزیر اعظم برطانیہ کے فرقہ وارانہ فیصلے سے مسئلہ نیابت اور طرز انتخاب کی حد تک سر دست یہ رفع ہو گیا تھا اور پھر بھی ہندوؤں اور مسلمانوں کو اس کا اختیار حاصل تھا کہ وہ باہمی اتفاق رائے سے یہ فیصلہ تبدیل کر دیں۔ ہندو لیڈروں سے کہیں زیادہ اس باہمی اتفاق اور سمجھوتے کے لیے مسلمان کوشاں تھے۔ مسلم لیگ نے الیکشن کے لیے جو منشور شائع کیا تھا وہ عام مفاد کے اعتبار سے اس قدر بلند تھا کہ کانگریس کا پروگرام بھی اس سے بہتر نہ تھا۔ ذیل میں اس کا خلاصہ درج ہے:

"تمام جابرانہ قوانین منسوخ کرائے جائیں گے۔ ملک کی اقتصادی لوٹ روکی جائے گی۔ حکومت کے گراں بار اخراجات گھٹائے جائیں گے۔ فوج کو قومی بنایا جائے گا۔ صنعت وحرفت کو ترقی دی جائے گی۔ سکے اور شرح مبادلہ کا خیال رکھا جائے گا۔ زرعی قرضوں کا بار کم کیا جائے گا۔ ابتدائی تعلیم مفت کی جائے گی۔ مسلمانوں کے مذہب، زبان اور حروف کی حفاظت کی جائے گی اور اس کے لیے رائے عامہ پیدا کی جائے گی۔"

مگر ہندو اکثریت کے تمام صوبوں میں کانگریس کو توقع کے خلاف عظیم کامیابی ہوئی۔ وہ ان میں اس قابل ہوگئی کہ بغیر کسی دوسری پارٹی کی مدد و تعاون کے اپنی وزارتیں قائم کرے۔ اس غرور سے کانگریس کے لیڈروں کا سر پھر گیا۔ انہوں نے عہدے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور گورنر جنرل پر اس کے لیے زور ڈالا کہ گورنر جنرل اور گورنروں کو اقلیتوں کے تحفظ کے لیے دستور میں اور انسٹرومینٹ آف انسٹرکشنز میں جو خاص اختیارات دیے گئے ہیں گورنر جنرل وعدہ کریں کہ وہ نہ برتے جائیں گے۔ ابتداً ان صوبوں میں عارضی (انٹیرم) وزارتیں قائم کر دی گئیں، لیکن بالآخر گورنر جنرل صاحب دب گئے اور یقیناً گورنمنٹ برطانیہ کی منظوری سے انہوں نے مسٹر گاندھی کو یہ اطمینان دلایا کہ گورنر اقلیتوں کے تحفظ کے معاملے میں اپنے خاص اختیارات نہ برتیں گے۔ اس معاہدے کو عام طور پر "جنٹل مین ایگریمنٹ" کہا گیا، مگر اس میں شرافت کا کوئی شائبہ نہ تھا۔

کانگریس اور مخلوط وزارتیں

مسلم لیگ کی عوامی تنظیم کا آغاز اسی الیکشن سے ہو رہا تھا، اس لیے مسلم لیگ ہر صوبے میں اور ہر نشست پر الیکشن لڑنے کا اہتمام نہیں کر سکتی تھی اور خصوصاً مسلم اکثریت کے صوبوں میں وہ بہت کمزور تھی۔ ہندو اکثریت کے قریب قریب ہر صوبے میں مسلم لیگ کے امیدوار کامیاب ہوئے تھے اور مسلم لیگ کا سب سے زیادہ زور صوبہ متحدہ میں تھا۔ یہاں سوال پیدا ہوا کہ وزارت میں مسلم لیگ کے نمائندے لیے جائیں، اور اس طرح مخلوط وزارت بنے۔ کانگریس نے نخوت کے ساتھ مخلوط وزارت بنانے سے انکار کر دیا اور مسلمانوں کی شرکت کے لیے مندرجہ ذیل شرائط پیش کیں:

◆ یہ کہ یوپی کی مجلس واضعان قانون میں مسلم لیگ کا گروپ جداگانہ گروپ کی حیثیت سے کام کرنا بند کر دے گا۔

◆ ۲ یہ کہ صوبہ متحدہ کی اسمبلی کی مسلم لیگ پارٹی کے موجودہ ارکان کانگریس پارٹی کا جزو بن جائیں گے اور کانگریس پارٹی کے ارکان کی حیثیت سے تمام مراعات اور پابندیوں میں دوسرے ارکان کے ساتھ پورے طور پر شریک ہوں گے۔ اسی طرح ان کو یہ اختیار دیا جائے گا کہ وہ پارٹی کی کارروائیوں میں شریک ہوں۔ دوسرے ممبروں کی طرح وہ کانگریس پارٹی کے کنٹرول اور ڈسپلن کے پابند ہوں گے اور مجلس واضعان قانون کے کام اور ارکان کے عام طرز عمل کے متعلق کانگریس پارٹی کا فیصلہ ان کے لیے واجب التحصیل ہوگا۔ تمام مسائل پارٹی کی کثرت رائے سے فیصل ہوں گے۔ ہر ممبر کا ایک ووٹ ہوگا۔

◆ ۳ یہ کہ کانگریس کی ورکنگ کمیٹی مجالس واضعان قانون کے لیے جو پالیسی معین کر دے کانگریس پارٹی کے تمام ممبر وفاداری کے ساتھ اس کی تعمیل کریں گے اور یہ ممبر بھی۔

◆ ۴ یہ کہ صوبہ متحدہ میں مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ توڑ دیا جائے گا اور کسی ضمنی الیکشن میں یہ بورڈ کوئی امیدوار کھڑا نہیں کرے گا، اور یہ کہ تمام ممبر اس امیدوار کی تائید کریں گے جس کو کانگریس اس نشست کو پُر کرنے کے لیے نامزد کرے۔

یہ کہ کانگریس کے تمام ممبر کانگریس پارٹی کے ضوابط کی پابندی کریں گے اور اس خیال سے کہ کانگریس کے مفاد اور وقار میں ترقی ہو اپنا پورا مخلصانہ تعاون پیش کریں گے۔ یہ کہ اگر کانگریس پارٹی وزارت یا مجلس واضعان قانون سے استعفیٰ دینے کا فیصلہ کرے تو مذکورہ بالا گروپ کے ارکان بھی اس فیصلے کے پابند ہوں گے۔

مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ ابوالکلام آزاد نے مندرجہ ذیل کا اضافہ کیا:

◆ ۵ یہ امید کی جاتی ہے کہ اگر ان شرائط سے اتفاق کیا گیا اور مسلم لیگ گروپ کے ارکان کامل ممبروں کی حیثیت سے کانگریس پارٹی میں شریک ہو گئے تو یہ گروپ جداگانہ گروپ کی حیثیت سے ختم ہو جائے گا اس صورت میں یہ مناسب سمجھا گیا ہے کہ صوبے کی وزارت کی تشکیل میں ان کی نیابت ہو۔

الیکشن مسلم لیگ اور کانگریس کے باہمی تعاون سے لڑے گئے تھے مسلم لیگ نے ہر جگہ ہندو کانگریسی امیدواروں کی مدد کی تھی۔ نیشنلسٹ مسلم اور جمعیتی امیدوار خود مسلم لیگ کے ٹکٹ پر کھڑے ہوئے تھے۔ خصوصیت سے یوپی میں مسلم لیگ نے مالی امداد ان ہی لوگوں کو زیادہ دی تھی اور یہ کامیاب ہوئے تھے۔ اگر یہی کانگریس جمعیۃ العلماء یا مسلم نیشنلسٹ پارٹی کے ٹکٹ پر کھڑے ہوتے تو ان کو مسلمانوں کے ووٹ ہرگز نہ ملتے اور بعد میں یہ ثابت ہو گیا ان حالات میں وزارت کی تشکیل کے وقت کانگریس کا یہ طرز عمل جو شرائط مذکورہ بالا سے ظاہر ہے بڑا نامعقول تھا۔ مسلم لیگ نے ان شرائط پر وزارت میں شریک ہونے سے انکار کر دیا۔ وہ صرف ایسی شرائط پر شریک ہو سکتی تھی کہ وزارت مخلوط یعنی اس نوعیت کی ہو جسے کوالبرن گورنمنٹ کہتے ہیں۔ مسلم لیگ کا تشخص قائم رہتا اور وہ جداگانہ پارٹی رہتی۔ پالیسی اور پروگرام بنانے میں کانگریس اور مسلم لیگ کا اشتراک ہوتا اور پھر اس کے عمل و تعمیل میں، لیکن ابوالکلام آزاد نے اپنی کتاب ''انڈیا ونس فریڈم'' میں اس واقعے کو اس طرح بیان کیا ہے:

''بمبئی میں مسلم لیگ نے نشستوں کی ایک تعداد حاصل کی تھی لیکن یہ یوپی میں ہوا کہ مسلم لیگ کو سب سے بڑی کامیابی ہوئی جس کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ جمیعت العلمائے ہند نے اس خیال سے مسلم لیگ کی تائید کی کہ انتخابات کے بعد مسلم لیگ کانگریس کے ساتھ مل کر کام کرے گی۔

چودھری خلیق الزماں اور نواب اسمٰعیل خاں اس وقت یوپی میں مسلم لیگ کے لیڈر تھے۔ جب میں وزارت قائم کرنے کے لیے لکھنؤ آیا تو میں نے دونوں سے گفتگو کی۔ انہوں نے مجھے یقین دلایا کہ نہ صرف وہ کانگریس کے ساتھ تعاون کریں گے بلکہ کانگریس کے پروگرام کی پوری تائید کریں گے۔ انہیں طبعاً یہ توقع تھی کہ نئی وزارت میں مسلم لیگ کو کچھ حصہ دیا جائے گا۔ مقامی صورت حال کچھ ایسی تھی کہ ان میں سے کوئی اکیلا گورنمنٹ میں نہیں آ سکتا تھا۔ یا دونوں لیے جاتے یا کوئی نہیں۔ اس لیے میں نے امید دلائی کہ دونوں گورنمنٹ میں لیے جائیں گے۔ اگر وزارت سات ارکان کی ہوتی تو دو مسلم لیگی ہوں گے اور بقیہ کانگریسی اور نو ارکان کی ہوئی تو کانگریس کی اکثریت اور نمایاں ہو جائے گی۔ مجھ سے گفتگو کے بعد ایک نوٹ لکھا گیا کہ مسلم لیگ پارٹی کانگریس کے تعاون میں کام کرے گی اور کانگریس کا پروگرام منظور کرتی ہے۔ نواب اسمٰعیل خاں اور چودھری خلیق الزماں دونوں نے اس پر دستخط کیے اور میں پٹنہ چلا گیا۔

کچھ عرصے کے بعد میں الٰہ آباد واپس آیا اور وہاں معلوم ہوا کہ جواہر لال نے چودھری خلیق الزماں اور نواب اسمٰعیل خاں کو یہ لکھ دیا کہ ان میں سے کوئی ایک وزارت میں لیا جا سکتا ہے۔ اس کا مجھے بہت افسوس ہوا، انہوں نے بھی اظہار افسوس کیا اور لکھا کہ وہ جواہر لال کی پیش کش قبول نہیں کر سکتے۔

یوپی میں یہ نہایت افسوس ناک بات ہوئی۔ اگر یوپی لیگ کی پیش کش قبول کر لی گئی ہوتی تو مسلم لیگ پارٹی تمام عملی مقاصد کے لیے کانگریس میں ضم ہو جاتی۔ جواہر لال کے اس عمل نے یوپی میں مسلم لیگ کو نئی زندگی دے دی۔ ہندوستانی سیاست کے تمام طالب علم جانتے ہیں کہ وہ یوپی ہی تھا جہاں سے مسلم لیگ کی تنظیم شروع ہوئی۔ مسٹر جناح نے اس صورت حال سے پورا کام لیا اور وہ حملہ شروع کیا جس نے بالآخر پاکستان کے قیام کی رہنمائی کی۔''

ابوالکلام آزاد نے یہ جو کچھ بیان کیا اس کا زیادہ حصہ غلط ہے۔ یوپی میں مسلم لیگ اور کانگریس کے درمیان اس پر اختلاف نہیں ہوا کہ وزارت میں مسلم لیگ کے کتنے آدمی لیے جائیں بلکہ مذکورہ بالا نامعقول شرائط پر جو کانگریس نے پیش کیں۔ دو، چار، سات، کسی تعداد میں کانگریس مسلم لیگ کو وزارتیں دیتی ان شرائط کے ساتھ وہ ہرگز قبول نہ کی جاتیں۔ خود ابوالکلام کے نزدیک یہ شرائط ایسی تھیں کہ اگر منظور کر لی جاتیں تو یوپی میں مسلم لیگ ختم ہو جاتی۔ مسلم لیگ کی تنظیم اس لیے نہیں کی گئی تھی کہ وہ وزارتوں پر قربان کر دی جاتی۔

ابوالکلام آزاد نے دوسرے صوبوں میں بھی مسلم لیگ کو ضرر پہنچانے کے لیے اِسی قسم کی سازشیں کیں۔ خود انہی کا بیان ہے:

''پنجاب میں سر سکندر حیات خاں مسلم لیگ کے ساتھ تعاون کرنا چاہتے تھے مگر ابوالکلام صاحب نے ان کو کانگریس کے ساتھ سازباز کرنے پر آمادہ کر لیا اور تمام ہندو اہل الرائے نے ان کے تدبر اور دانائی کی تعریف کی لیکن کمیونسٹوں اور ان کے خاندان کے

لوگوں نے پنڈت جواہر لال نہرو کو ان کے خلاف بھڑکا دیا۔"

صوبہ سرحد میں مسلم لیگ کو محروم کر کے انہوں نے کانگریس کی وزارت قائم کرائی اور سندھ میں بھی اسی قسم کی دراندازیاں کیں۔

پنڈت نہرو کا متکبرانہ دعویٰ

کانگریس کی وزارتیں قائم ہوئیں اور مسلم لیگ صوبوں کی مجالس واضعان قانون میں حزب اختلاف کی حیثیت سے بیٹھی۔ اسی دوران میں پنڈت جواہر لال نہرو نے مدراس میں تقریر فرمائی جس میں کہا کہ ہندوستان میں صرف دو پارٹیاں ہیں ایک کانگریس دوسری گورنمنٹ برطانیہ۔ یہ مسلمانوں کے وجود سے انکار تھا اور مسلم لیگ کے وجود سے بھی انکار۔ اس پر قائداعظم نے کہا:

"نہیں تیسری پارٹی مسلمان ہیں اور مسلم لیگ ہے۔"

یوپی میں پانچ ضمنی انتخاب ہونے والے تھے۔ قائداعظم محمد علی جناح نے اعلان کر دیا کہ اگر کانگریس کو یہ دعویٰ ہے کہ مسلمان اس کے ساتھ ہیں تو مسلم لیگ کے مقابلے میں یہ انتخابات لڑے اور جیت کر دکھائے۔ یہ انتخابات ہوئے۔ ایک طرف کانگریس تھی دوسری طرف مسلم لیگ۔ پانچوں نشستوں پر مسلم لیگ کے امیدوار کامیاب ہوئے۔ سہارنپور، بلند شہر اور مراد آباد وہ مقامات تھے جن میں جمعیت العلمائے ہند کا بڑا اثر تھا۔ جمعیت العلماء نے اپنی تمام قوت صرف کر دی اور کچھ نہ کر سکی۔ اس سے ابوالکلام آزاد کے اس باطل دعوے کی حقیقت کھل گئی کہ یوپی میں مسلم لیگ کو جمعیت العلماء کی تائید سے کامیابیاں حاصل ہوئی تھیں۔

ان پانچ امتحانی الیکشنوں میں فتح حاصل کر کے مسلم لیگ نے یہ ثابت کر دیا کہ صرف مسلم لیگ مسلمانوں کی نمائندہ انجمن ہے، اور کانگریس کا مسلمانوں پر کوئی اثر نہیں۔ اس کے بعد پنڈت جواہر لال نہرو نے مسلمانوں میں ماس کانٹیکٹ کی مہم شروع کی یعنی اس کے لیے کہ براہِ راست عوام سے کانگریس کے روابط قائم کیے جائیں۔ یہ شعبہ کلی طور پر ابوالکلام آزاد کے سپرد تھا۔ کانگریس کا روپیہ تو اس پر بہت خرچ ہوا مگر مسلمانوں میں اس کو مقبولیت حاصل نہ ہوئی۔ ان پانچ کے بعد ہندوستان میں جتنے ضمنی الیکشن ہوئے سب میں مسلم لیگ کو کامیابی ہوئی اور کانگریس ہاری، بالآخر یہ نوبت آ گئی کہ کانگریس نے مسلم لیگ کے مقابلے میں اپنے امیدوار کھڑے کرنے ترک کر دیے۔

کانگریس کی وزارتیں

کانگریس کی وزارتیں قائم ہوتے ہی ہندوؤں نے یہ سمجھ لیا کہ ان کا راج آ گیا۔ یوپی میں، بہار میں اور ہندو اکثریت کے دوسرے صوبوں میں اذان پر، نماز پر، قربانی پر، محرم کے جلوس پر روک ٹوک اور حملے اپنے غلبے کے مظاہرے کے لیے انہوں نے ضروری قرار دے لیے۔ پولیس نے ان ہنگاموں میں لاپرواہی اختیار کی۔ اگر وہ دباتی بھی تو مسلمانوں ہی کو۔ خود کانگریسی حکومتوں نے سرکاری عمارتوں پر کانگریس کے جھنڈے لگوا دیے۔ بندے ماترم کو قومی ترانہ قرار دیا۔ سرکاری اسکولوں میں کانگریس کے جھنڈے کی سلامی جاری کی۔ کانگریسی حکومتوں نے بڑے اہتمام کے ساتھ مسلمانوں کو یہ محسوس کرایا کہ ان کی رائے اور مرضی کوئی چیز نہیں ان کو اس ملک میں ہندوؤں کے تابع ہو کر رہنا ہو گا۔

جب مسلمانوں پر ہندوؤں کے حملے زیادہ بڑھے، سرکاری عمال اور پولیس نے بھی ہندوؤں کی طرفداری کی اور اخبارات میں ان کی رپورٹیں شائع ہوئیں تو میں مضطرب ہو کر ایک روز قائداعظم کے پاس گیا۔ وہ اس وقت دہلی میں مقیم تھے میں



قائداعظم محمد علی جناحؒ خوشگوار موڈ میں

نے ان سے کہا ”یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا اس کا کوئی علاج نہیں؟“

”سینٹرل آفس کیا کر رہا ہے؟ اور سیکریٹری صاحب کیا کر رہے ہیں؟“

قائداعظم محمد علی جناح نے بھڑک کر جواب دیا۔ اس پر میں نے عرض کیا:

”سینٹرل آفس آپ کا ہے اور سیکرٹری آپ کے ہیں۔ آپ ہی کو خبر ہوگی کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ مجھے تو وہاں کچھ ہوتا ہوا نظر نہیں آتا۔“

قائداعظم محمد علی جناح نے بے قراری کے ساتھ دل پر ہاتھ رکھ لیا اور بولے:

”یہ راحت و آرام کا مکان، پر تکلف سامان اور قیمتی کاریں ان میں کوئی تشفی نہیں ہے۔ (دل کو زور سے دبا کر) یہ زخمی ہے اور اس سے خون بہہ رہا ہے۔ مشکل یہ ہے کہ میں چور پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔“

بالآخر مسلم لیگ نے مسلمانوں پر ہندوؤں اور کانگریسی حکومتوں کے مظالم کی شکایتوں کی تحقیقات کے لیے 5 نومبر 1938ء کو ایک کمیٹی مقرر کی جو اس وجہ سے پیرپور کمیٹی مشہور ہوئی کہ اس کے صدر راجہ صاحب پیرپور تھے۔ اس کمیٹی نے تحقیقات کے بعد رپورٹ پیش کی۔ قائداعظم محمد علی جناح نے اس رپورٹ کی بنا پر حکومت سے یہ مطالبہ کیا کہ ان زیادتیوں اور مظالم کی تحقیقات کے لیے ججوں کا ایک رائل کمیشن مقرر کرے جس کا صدر پریوی کونسل کا لارڈ ہو، مگر وائسرائے نے یہ منظور نہیں کیا۔ ابوالکلام آزاد نے کانگریسی وزارتوں کے خلاف ان الزامات کی بڑی شد و مد سے تردید کی ہے کہ انہوں نے مسلمانوں پر مظالم کیے اور صرف اس بنیاد پر کہ وائسرائے اور مختلف صوبوں کے گورنروں نے ان کو غلط کہا۔ ابوالکلام آزاد کانگریس کے پارلیمنٹری بورڈ کے ممبر تھے اور صوبوں کے پارلیمنٹری امور کا ان کے پاس چارج تھا۔ جتنے فرقہ وارانہ معاملات ہوتے تھے وہ ان کے سامنے آتے تھے۔ انہوں نے اپنی کتاب میں لکھا ہے:

”اس لیے ذاتی علم کی بنا پر اور پورے احساس ذمہ داری کے ساتھ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ مسٹر جناح اور مسلم لیگ نے مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں کے ساتھ ناانصافی کے جو الزامات لگائے وہ بالکل غلط تھے۔ اگر ان میں سے کسی میں سچ کا شائبہ بھی ہوتا تو میں اس کا انتظام کرتا کہ ظلم کا مداوا ہو۔ اگر ضرورت ہوتی تو میں ایسے معاملے پر استعفیٰ تک دینے کو تیار تھا۔“

مسٹر وی، پی مینن نے بھی مسلم لیگ کی ان شکایات کو اسی بنا پر غلط قرار دیا ہے کہ گورنروں نے، جن پر اس کی ذمہ داری تھی کہ اقلیتوں کے جائز حقوق کی حفاظت کریں، وزارتوں کے خلاف مسلمانوں پر مظالم کے الزامات کی تردید کی، مگر یہ دلیل نہایت کمزور ہے۔ وائسرائے نے خود اس لالچ میں کہ کانگریس عہدے قبول کرے مسٹر گاندھی کے ساتھ یہ معاہدہ کیا تھا کہ اقلیتوں کی حفاظت کے لیے گورنر جنرل اور وائسرائے کو جو اختیارات دیے گئے ہیں وہ انہیں نہیں برتیں گے۔ مسلمانوں پر مظالم ہوئے اور گورنر جنرل کی ہدایت کے مطابق گورنروں نے یہ اختیارات نہیں برتے۔ یہ گورنر حکومت برطانیہ اور گورنر جنرل کا یہ راز کیسے فاش کرتے کہ انہوں نے اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت کے فرائض انجام دینے سے گورنروں کو روک دیا تھا۔ مظالم ہوتے رہے اور گورنر دیکھتے رہے ان کو تو مسلم لیگ کے الزامات کی تردید ہی کرنی چاہیے تھی اور وہ انہوں نے کی۔ خود وائسرائے نے رائل کمیشن کا تقرر اسی وجہ سے منظور نہیں کیا کہ اس سے اس سازش کا پردہ فاش ہوتا جس میں وہ مسٹر گاندھی کے ساتھ شریک تھے۔ رہا ابوالکلام کا یہ دعویٰ کہ اگر مسلمانوں پر کانگریسی وزارتوں نے ایسے مظالم کیے ہوتے تو وہ ایسے معاملے میں استعفیٰ تک دینے کے لیے تیار تھے۔ انہوں نے

بہار کے قتل عام پر استعفیٰ دے دیا تھا؟ انہوں نے گڑھ مکتیشر کے قتل عام پر استعفیٰ دے دیا تھا؟ انہوں نے مسلمانوں پر اُن صدہا حملوں کے بعد استعفیٰ دے دیا تھا جو تقسیم ہند کے بعد ہوئے؟ اور بالآخر انہوں نے دہلی میں مسلمانوں کے قتل عام پر استعفیٰ دے دیا تھا جو ان کی آنکھوں کے سامنے ہفتوں جاری رہا؟ ابوالکلام آزاد نہایت سکون خاطر سے ان تمام مشوروں میں آخر دم تک شریک رہے جو بھارت میں مسلمانوں کا مذہب، کلچر، زبان اور اقتصادی زندگی کو تباہ کرنے کے لیے کیے گئے۔ تعلیم کا شعبہ انہی کے تحت میں تھا۔ بھارت کی تعلیمی پالیسی ابتدا سے یہی ہے کہ مسلمانوں کو ثقافتی اعتبار سے مسخ کر دیا جائے ابوالکلام نے اس پالیسی کی تعمیل میں کمی نہیں کی۔

مسلم لیگ کی تنظیم عوامی پیمانے پر

عام انتخابات کے دوران میں مسلم لیگ کی آواز دیہات تک پہنچ گئی تھی۔ عوام اور خواص سب کو اس کے ساتھ شغف پیدا ہو گیا تھا۔ اکتوبر (15, 16, 17, 18) 1937ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کا پچیسواں سالانہ اجلاس لکھنؤ میں منعقد ہوا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے اپنے خطبہ صدارت میں مسلم لیگ کی تنظیم اور کام پر تبصرہ فرمانے کے بعد کہا:

''مجھے اعتماد ہے کہ جہاں ایک مرتبہ وہ مسلم لیگ کی پالیسی اور پروگرام سمجھے تمام ہندوستان کے مسلمان مسلم لیگ کے پلیٹ فارم کے گرد اور اس کے جھنڈے کے نیچے مجتمع ہو جائیں گے۔''

کانگریس کے طرزِ عمل کے متعلق انہوں نے کہا:

''کانگریس کی موجودہ قیادت نے اور بالخصوص گزشتہ دس سال کے اندر خالص ہندو پالیسی اختیار کر کے مسلمانوں کو دور سے دور تر کر دیا ہے اور جس وقت سے اس نے ان چھ صوبوں میں جہاں ہندوؤں کی اکثریت ہے حکومتیں قائم کی ہیں اپنے قول، فعل اور پروگرام سے یہ ظاہر کر دیا ہے کہ مسلمان اس سے کسی انصاف اور خوش معاملگی کی توقع نہیں کر سکتے۔''

ہندی اب تمام ہندوستان کی زبان بننے والی ہے اور بندے ماترم قومی ترانہ اور ان کو قبول کرنے کے لیے سب مجبور کیے جائیں گے۔ کانگریس کے جھنڈے کے سامنے سب کو جھکنا اور اس کا احترام کرنا پڑے گا۔ وہ تھوڑا سا اختیار جو ملا ہے اور ذمہ داری حاصل ہوئی ہے ابھی اس کی دہلیز ہی پر ہے مگر فرقہ اکثریت نے اپنا یہ ارادہ اور منصوبہ صاف صاف ظاہر کر دیا ہے کہ ہندوستان صرف ہندوؤں کے لیے ہے:

''یہ بات اچھی طرح ظاہر ہو گئی ہے کہ (صوبوں کے) گورنر اور گورنر جنرل اپنے اختیارات استعمال کرنے سے قاصر رہے جو دستور کے تحت اقلیتوں کی حفاظت کے لیے ان کو دیے گئے اور وزراء کے تقرر کے معاملے میں دستور اور انسٹرومینٹ آف انسٹرکشنز کی روح کی خلاف ورزی میں وہ ایک فریق بنے۔ عام مسلمانوں کے ساتھ رابطے کے بہانے سے کانگریس مسلمانوں میں نفاق ڈالنا، ان کو کمزور کرنا اور توڑنا چاہتی تھی اور یہ کہ انہیں ان کے مسلمہ لیڈروں سے الگ کر لے۔''

اس کے علاوہ قائداعظم محمد علی جناح نے اپنے خطبۂ صدارت میں کانگریس کے مطالبہ کانسٹی ٹوینٹ اسمبلی کو لغو قرار دیا۔ کانگریس کو اس کی دعوت دی کہ فیڈریشن کی مخالفت کرے اور یہ جتایا کہ وہ تنہا یہ نہیں کر سکے گی۔ فلسطین کے مسئلے پر انہوں نے تفصیل سے بحث کی اور یہ کہا:

''برطانیہ نے جنگ کے دباؤ کے تحت ایک اعلان کیا تھا جس میں عربوں کو اس کی ضمانت دی تھی کہ ان کے

وطن میں ان کو کامل آزادی حاصل ہو گی اور ان کے لیے عرب کانفیڈریشن بنائی جائے گی اور اس نے اپنے اس اعلان کی خلاف ورزی کی۔''

خلاصہ قرارداد ھائے اجلاس

اس اجلاس میں آل انڈیا مسلم لیگ نے پندرہ رزولیوشن منظور کیے۔ پہلے رزولیوشن میں ڈاکٹر مختار احمد انصاری، سر فضل حسین، سر راس مسعود، شیخ محمد علی اور خان بہادر مسعود الحسن کی وفات پر اظہار غم کیا گیا۔ دوسرے رزولیوشن میں سیکریٹری کی رپورٹ منظور کی گئی۔ تیسرے رزولیوشن میں یہ اعلان کیا گیا:

''رائل فلسطین کمیشن کی سفارشات اور ان کے بعد وزیر نوآبادیات نے پارلیمنٹ میں جو بیانات دیے وہ مسلمانوں کے جذبات کے خلاف ہیں یہ سفارشات اور بیانات منسوخ کیے جائیں۔''

اس کے بعد فلسطین کی حکم برداری کی تنسیخ کا مطالبہ کیا گیا اور سپریم کونسل اور عرب ہائر کمیٹی اور اس وفد پر اور اس کے لیڈر پر اظہار اعتماد کیا گیا جو 24 اور 25 ستمبر 1937ء کو فلسطین کانفرنس نے مقرر کیا تھا اور ان سب سے، جو فلسطین کے عربوں کے دوست ہیں، اپیل کی گئی کہ ان کی شکایات رفع کرنے کے لیے متحدہ آواز بلند کریں۔ اس رزولیوشن کے آخر میں حکومت برطانیہ کو تنبیہ کی گئی:

''اگر وہ اپنی یہ پالیسی تبدیل کرنے میں ناکام رہی جو یہودیوں کے حق میں طرف دارانہ ہے تو مسلمانانِ ہند دنیائے اسلام کے اتفاق رائے سے برطانیہ کو اسلام کا دشمن سمجھیں گے، اور اسلام کے احکام کے مطابق تمام ضروری تدابیر اختیار کرنے پر مجبور ہوں گے۔''

چھٹے رزولیوشن میں کانگریس کی اس حرکت پر اظہار بیزاری کیا گیا:

''اس نے بندے ماترم کو قومی ترانہ قرار دیا ہے جو صرف اسلام کے خلاف اور بت پرستانہ ہی نہیں بلکہ حقیقی قومیت کی ترقی کے خلاف ہے۔''

ساتویں رزولیوشن میں ان وزارتوں کی تشکیل کو ناپسند کیا گیا اور ان کی مذمت کی گئی جو بعض صوبوں میں کانگریس کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کے الفاظ روح اور انسٹرومنٹ آف انسٹرکشنز کے خلاف قائم کیں اور اس پر گورنروں کی مذمت کی گئی کہ وہ ان اختیارات کو نافذ کرنے سے قاصر رہے جو مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں کے مفاد کی حفاظت کے لیے ان کو دیے گئے ہیں۔

آٹھویں رزولیوشن میں مسلم لیگ نے اپنے نصب العین کی تبدیلی کا اعلان کیا:

''قرار پایا کہ آل انڈیا مسلم لیگ کا مطمع نظر یہ ہے کہ وہ اسی آزاد جمہوری ریاستوں کے وفاق کی صورت میں کامل آزادی حاصل کرے گی جن میں آئین کے اندر مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں کے حقوق اور مفاد مناسب اور موثر طور پر محفوظ ہوں۔''

یوپی رزولیوشن میں آل انڈیا فیڈریشن کی اس اسکیم کو، جو گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ میں تھی، نامنظور کیا گیا اور حکومت برطانیہ سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ اس کو نافذ کرنے سے باز رہے، کیوں کہ وہ تمام ہندوستانیوں اور خصوصاً مسلمانوں کے لیے مضر ہے۔ دسویں رزولیوشن میں کانگریس کی صوبائی حکومتوں کی اس تحریک کے خلاف اظہار رائے کیا گیا کہ میونسپل اور ڈسٹرکٹ بورڈوں میں مخلوط انتخاب جاری کیا جائے۔ گیارہویں رزولیوشن میں اردو کی ترقی، حفاظت، تعلیم اور تمام سرکاری محکموں میں ان کا استعمال قائم رکھنے کا اور جہاں وہ نہیں ہے اس کی ترویج کا مطالبہ کیا گیا۔ تیرہوین رزولیوشن میں یہ مطالبہ کیا گیا کہ آسام کا لائین سسٹم منسوخ کیا جائے۔

چودھویں رزولیوشن میں ورکنگ کمیٹی کو ہدایت کی گئی کہ وہ اقتصادی، معاشرتی اور تعلیمی پروگرام مرتب کرنے کے لیے جلد اقدام کرے۔ اس پروگرام کا خاکہ رزولیوشن میں دے دیا گیا تھا۔ پندرھویں رزولیوشن کے ذریعے سے مسلم لیگ کے لیے وہ آئین منظور کیا گیا جس کی رپورٹ آل انڈیا مسلم لیگ کی اسپیشل کمیٹی نے پیش کی اور جس میں سبجکٹس کمیٹی نے ترمیمات کیں اور مسلم لیگ کی تمام کمیٹیوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ نئے آئین کے مطابق الیکشن کرا کے 4 جنوری 1938ء تک آل انڈیا مسلم لیگ کے دفتر کو مطلع کریں۔

مسلم لیگ کی نئی تنظیم

عوامی پیمانے پر مسلم لیگ کی تنظیم کے اس پہلے سال میں کارکنوں کو سخت دشواریاں درپیش آئی تھیں۔ کانگریس کی طرف سے مخالفتیں، کانگریسی حکومتوں کی طرف سے زبردستیاں، اختیارات کی مدد بالکل حاصل نہ ہوئی، مگر پھر بھی مسلم لیگ کے مقاصد اس کی پالیسی اور اس کا پروگرام انہوں نے لوگوں کو سمجھایا۔ سخت دشواری یہ تھی کہ مسلم لیگ کے پاس روپیہ بالکل نہ تھا اور قائداعظم محمد علی جناح اس وقت تک ہرگز لوگوں سے چندہ مانگنے کے لیے تیار نہ تھے جب تک کہ روپے کی حفاظت اور اس کے صحیح مصرف کی طرف سے کامل اطمینان نہ ہو۔ مولانا شوکت علی اور نواب اسمٰعیل خان نے کونسل کے ایک جلسے میں اس کے لیے کہا مگر قائداعظم محمد علی جناح نے انکار کر دیا، پھر بھی تنظیم کی گئی۔ بالعموم اضلاع میں کارکنوں کی نقل و حرکت اور سرگرمیوں کا خرچ اسی تھوڑی سی رقم سے پورا کیا جاتا تھا۔ جو دو آنہ فی کس رکنیت کی فیس سے وصول ہوتا تھا اور اس کا ایک حصہ صوبہ لیگ کو بھی بھیجا جاتا تھا۔ اس کے باوجود مفصلات اور اضلاع میں لیگ کی شاخیں اس طرح قائم ہوئیں جس طرح پہلی بارش سے اچھی زمین میں روئیدگی ہوتی ہے۔ چند ہی روز کے اندر لوگوں میں مسلم لیگ کے لیے ایسا جوش اور ولولہ پیدا ہو گیا کہ گویا مسلم لیگ کی تنظیم کے سوا ان کے لیے کوئی اور مقصد ہی نہیں۔ اختتام سال تک مسلم لیگ کے ہزاروں نہیں لاکھوں ممبر بن گئے۔

مسٹر گاندھی کا خط

قائداعظم محمد علی جناح کا خطبۂ صدارت پڑھ کر مسٹر گاندھی کو واقعی وحشت ہوئی یا وہ اس پر چڑ گئے کہ ہندوؤں کی تائید میں ان کی متعصبانہ سرگرمیوں کا یہ نتیجہ برآمد ہو رہا ہے کہ بے عمل مسلم لیگ عوامی انجمن بن کر اس قوت سے مصروف کار ہے کہ سوئے ہوئے مسلمانوں کو اس نے پہلی آواز میں بیدار کر دیا۔ مسٹر گاندھی نے 19 اکتوبر 1937ء کو سیگاؤں سے قائداعظم محمد علی جناح کے نام خط لکھا جس میں انہوں نے یہ شکایت کی:

> ”جس طرح میں نے اسے پڑھا ہے آپ کی پوری تقریر اعلان جنگ ہے۔ مجھے صرف یہ امید تھی کہ مجھ غریب کو آپ دونوں کے درمیان پل کے طور پر محفوظ رکھیں گے۔ میں دیکھتا ہوں کہ آپ کو پل کی ضرورت ہی نہیں۔ مجھے افسوس ہے جھگڑا کرنے کے لیے دو آدمی چاہئیں۔ ان میں سے ایک، آپ مجھے نہیں پائیں گے۔ اس صورت میں بھی نہیں کہ میں صلح کرانے والا نہیں بن سکتا۔“

اس کا جواب قائداعظم محمد علی جناح نے 5 نومبر کو دیا جس میں انہوں نے لکھا:

> ”مجھے افسوس ہے کہ آپ میری لکھنؤ کی تقریر کو اعلان جنگ سمجھتے ہیں، وہ بالکل حفاظت خود اختیاری میں ہے۔ مہربانی کر کے اسے دوبارہ پڑھئے اور سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ گزشتہ سال

میں جو واقعات پیش آئے ہیں ان پر آپ کی نظر نہیں رہی ہے۔

رہا یہ معاملہ کہ میں آپ کو پنچ اور ثالث بالخیر کی حیثیت سے الگ رکھوں، تو کیا آپ کا یہ خیال نہیں ہے کہ ان تمام مہینوں کے دوران میں آپ نے جو کامل سکوت قائم رکھا ہے۔ اس کی وجہ سے آپ کانگریس کی قیادت کے ساتھ شریک ہو گئے ہیں، اگرچہ مجھے یہ معلوم ہے کہ آپ کانگریس کے چار آنے والے ممبر بھی نہیں ہیں۔

مجھے افسوس ہے کہ آپ کے خط میں مجھے کوئی قطعی بات یا تعمیری تجویز نہیں ملی، مگر یہ ''خط نیک نیتی سے لکھا گیا ہے اور غمزدہ دل سے'' یہی میری صرف سے بھی ہے۔''

اس کے بعد خط و کتابت بھی رہی۔ قائداعظم محمد علی جناح اس پر مصر رہے کہ مسٹر گاندھی ہندو مسلم اتحاد کے لیے کوئی معین تجویز پیش کریں، اور اس مقصد کے لیے کانگریس پر اپنا اثر استعمال کریں اور مسٹر گاندھی نے اسی قسم کے جھگڑے ڈالنے شروع کیے جیسے انہوں نے راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کے دوران میں ڈالے تھے۔ سب سے پہلے تو یہ کہ جواہر لال سے ملتے اور سوبھاش بوس سے ملتے وہ صدر ہیں، پھر جب ملاقات پر آمادہ ہوئے تو اس پر گفتگو ہوئی کہ ملاقات کہاں ہو۔ پہلے انہوں نے سیگاؤں تجویز کیا، پھر وردھا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے لکھا کہ بمبئی میں میرے مکان پر۔ یہ طے ہو گیا۔ اس کے بعد مسٹر گاندھی نے لکھا:

''میں پہلے ہندو مسلم مسئلے میں ڈاکٹر انصاری کی ہدایت پر چلتا تھا اب ان کی جگہ میں نے ابوالکلام آزاد کی ہدایت قبول کر لی ہے۔ میری تجویز یہ ہے وہ گفتگو کی ابتدا مولانا ابوالکلام آزاد سے ہونی چاہیے۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے اس سے صاف انکار کر دیا اور یہ لکھا:

''آپ پھر وہی کر رہے ہیں جو آپ نے پہلی راؤنڈ ٹیبل کانفرنس سے قبل کیا تھا اور دوسری راؤنڈ ٹیبل کانفرنس میں جس کا اعادہ کیا تھا۔ اب ہم اس منزل پر پہنچ گئے ہیں کہ اس میں کوئی شبہ نہیں رہنا چاہیے کہ آل انڈیا مسلم لیگ کو ہندوستان کے مسلمانوں کی واحد مختار اور نمائندہ انجمن تسلیم کریں، اور دوسری طرف آپ کانگریس اور تمام ملک کے دوسرے ہندوؤں کی نیابت کریں۔ یہ صرف اس بنیاد پر ہو سکتا ہے کہ ہم آگے بڑھیں اور کوئی ایسا نظام پیدا کریں جس کے ذریعے اس مقصد کے لیے کام کیا جائے۔''

مسٹر گاندھی نے اس کے جواب میں لکھا:

''آپ مجھ سے توقع رکھتے ہیں کہ میں کانگریس اور تمام ملک کے دوسرے ہندوؤں کی طرف سے بول سکتا ہوں۔ مجھے خوف ہے کہ میں اس امتحان میں پورا نہیں اتر سکتا۔ نہ میں کانگریس کی نمائندگی کر سکتا ہوں اور نہ ہی معنیٰ میں ہندوؤں کی جو آپ کے ذہن میں ہیں۔ میں باعزت سمجھوتے کے لیے وہ تمام اخلاقی اثرات استعمال کروں گا جو میں کر سکتا ہوں۔''

مسٹر گاندھی نے قائداعظم محمد علی جناح سے دریافت کیا:

''کیا کسی موقعے پر یہ ہو سکتا ہے کہ مولانا ابوالکلام آزاد میرے ساتھ ہوں؟''

اس کے جواب میں قائداعظم محمد علی جناح نے لکھ دیا:

''میں آپ سے تنہا ملنے کو ترجیح دوں گا۔''

یہ طے ہو گیا کہ مسٹر گاندھی بمبئی میں قائداعظم محمد علی جناح کے مکان پر ان سے 28 اپریل کو ملیں گے۔ یہ ملاقات ہوئی اور اس میں عنوان گفتگو یہی تھا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے

درمیان سمجھوتہ ہونا چاہیے۔ مسٹر گاندھی نے اس موقع پر بھی وہی عذر کیا کہ میں نہ ہندوؤں کے نمائندے کی حیثیت سے گفتگو کر سکتا ہوں اور نہ کانگریس کے نمائندے کی حیثیت سے، تاہم اسی ملاقات میں یہ طے ہوا کہ صدر مسلم لیگ اور صدر کانگریس کے درمیان ہندو مسلم مسئلے پر گفتگو ہوگی۔ اس زمانے میں کانگریس کے صدر مسٹر سوبھاش چندر بوس تھے۔

اس سلسلے میں یہ واقعہ بڑا دلچسپ ہے کہ قائداعظم محمد علی جناح اور مسٹر گاندھی کی مذکورہ بالا ملاقات سے قبل ہی پنڈت جواہر لال نہرو نے 18 جنوری 1938ء کو لکھنؤ سے قائداعظم محمد علی جناح کے نام خط لکھا اور اس میں انہوں نے یہ دریافت کیا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان اختلافی مسائل کیا ہیں؟ اپریل 1938ء تک دونوں کے درمیان مراسلت جاری رہی۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے یہ تحریری بحث صرف یہ ثابت کرنے کے لیے شروع کی تھی کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان کوئی متنازعہ فرقہ وارانہ مسئلہ موجود ہی نہیں ہے، اور وہ یہ چاہتے نہیں تھے کہ مسلم لیگ اور کانگریس کے درمیان فرقہ وارانہ مسئلے پر کوئی گفت وشنید ہو، لہٰذا یہ خط و کتابت بالکل فضول ہوئی اور قائداعظم کے لیے تکلیف دہ۔

بالآخر مسٹر گاندھی کی تجویز کے مطابق مسٹر سوبھاش چندر بوس اور قائداعظم محمد علی جناح کے درمیان بالمشافہ گفتگو ہوئی اور کچھ مراسلت بھی۔ قائداعظم محمد علی جناح نے صدر کانگریس کے سامنے وہی تجویز پیش کی کہ کانگریس مسلم لیگ کو مسلمانوں کی واحد اور مختار و مجاز نمائندہ انجمن تسلیم کر کے ہندو مسلم مسئلے میں سمجھوتے کرنے کے لیے رضامند ہو، مگر کانگریس نے یہ منظور نہیں کیا اور وہ اسی پر مصر رہی کہ مسلمانوں کی طرف سے نمائندگی کا اس کو بھی حق ہے اسی پر گفتگو منقطع ہوگئی۔

مسلم لیگ کا خصوصی اجلاس کلکتہ

اس دوران میں شہید گنج کی مسجد کا مسئلہ سامنے آیا۔ مسجد ظاہر ہے کہ مسلمانوں کی تھی اور سکھوں نے اس کو غصب کر لیا تھا۔ عدالت نے مسلمانوں کے خلاف فیصلہ دیا اور سکھوں نے مسجد کو منہدم کر دیا۔ مسلمان سر بکف سامنے آگئے۔ مسجد کی حفاظت کے لیے دوسرے صوبوں سے بھی رضا کار آئے۔ بلوے ہوئے، ہنگامے ہوئے اور فائرنگ ہوئی جن میں فریقین کی جانیں گئیں، مسلمانوں کی زیادہ۔ مسلم لیگ نے اس مسئلے کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ وہ سالانہ اجلاس لکھنؤ میں اس کے متعلق ایک پرزور رزولیشن پاس کر چکی تھی۔ 31 جنوری 1938ء کو دہلی میں کونسل نے یہ طے کیا کہ اس مسئلے پر غور کرنے کے لیے کلکتہ میں مسلم لیگ کا خاص اجلاس طلب کیا جائے، اور 18 فروری 1948ء کو تمام ہندوستان میں یوم شہید گنج منایا جائے۔ یوم شہید گنج اس طرح منایا گیا کہ مسلم لیگ کے عظیم اثر واقتدار کا مظاہرہ ہو گیا۔ کوئی گاؤں، قصبہ، قریہ اور شہر باقی نہ رہا جس نے مسلم لیگ کے حکم کی تعمیل نہ کی۔

کلکتہ میں مسلم لیگ کا خاص اجلاس 18, 19 اپریل 1938ء کو منعقد ہوا۔ اس وقت تک سر سکندر حیات خان وزیر اعظم پنجاب یہ اعلان کر چکے تھے:

> ”سکھوں اور مسلمانوں کے درمیان باعزت فیصلے کے ذریعے اس مسئلے کو طے کرنے کے لیے وہ کوشش کر رہے ہیں اگر اس میں کامیابی نہ ہوئی تو تمام آئینی تدابیر سے گورنمنٹ پنجاب اس مسئلے کو حل کرے گی۔“

مسلم لیگ نے سر سکندر حیات خاں کے اس وعدے پر اعتماد کیا۔ خود قائداعظم محمد علی جناح لاہور تشریف لے گئے اور بالآخر یہ مسئلہ خوش اسلوبی سے طے ہو گیا۔

اسی خاص اجلاس میں وہ جھنڈا، جو اجلاس لکھنؤ میں

قائداعظم محمد علی جناح نے کھولا تھا، مسلم لیگ کا باضابطہ پرچم قرار پایا۔ دوران اجلاس میں یہ اندوہناک خبر آئی کہ علامہ اقبال کا انتقال ہوگیا۔

سالانہ اجلاس آل انڈیا مسلم لیگ پٹنہ

دسمبر 1938ء میں مسلم لیگ کا چھبیسواں سالانہ اجلاس 26 تا 29 تاریخ پٹنہ میں منعقد ہوا۔ یہ لکھنؤ کے اجلاس کے مقابلے میں بہت بڑا تھا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے اپنی صحت کی خرابی کی وجہ سے اجلاس کے لیے خطبۂ صدارت لکھا نہیں بلکہ برجستہ تقریر کی۔ ان کی برجستہ تقریریں بالعموم لکھی ہوئی تقریروں سے بہتر ہوتی تھیں۔

علامہ اقبال کی وفات پر قائداعظم محمد علی جناح نے کہا:
''ڈاکٹر سر محمد اقبال کی موت مسلم ہندوستان کے لیے ناقابل تلافی نقصان ہے۔ وہ میرے ذاتی دوست تھے اور انہوں نے ایسی نظمیں کہیں جو دنیا میں بہترین ہیں۔ وہ اس وقت تک زندہ رہیں گے جب تک اسلام زندہ ہے۔ ان کی اعلیٰ شاعری ہندوستانی مسلمانوں کی تمناؤں کی ترجمان ہے اور اس کے اثرات عالیہ سے ہم نسلاً بعد نسل فوائد حاصل کرتے رہیں گے۔''

مولانا شوکت علی کے انتقال پر انہوں نے کہا:
''مولانا شوکت علی عظیم شخص تھے، ایسے شخص کہ جس مقصد پر ان کو اعتقاد ہوتا وہ اس کے لیے ہر قربانی کرنے کو تیار اور رضامند رہتے تھے۔ وہ میرے ساتھی اور ذاتی دوست تھے۔ وہ جو راہ اختیار کر لیتے تھے اس سے ایک انچ نہیں ہٹتے تھے اور آخر تک وہ مسلم لیگ کی ایسے جوش سے خدمت کرتے رہے کہ اس میں فرق نہیں آیا۔ یہ صرف میرا ذاتی نقصان نہیں بلکہ قومی نقصان ہے جس پر تمام ہندوستان میں غم کیا گیا۔''

کانگریس کے متعلق صدر مسلم لیگ قائداعظم نے کہا:
''میں قائل ہوگیا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ آپ بھی قائل ہوگئے ہیں اور جواب تک قائل نہیں ہوئے ہیں وہ جلد قائل ہو جائیں گے جو دیانت کے ساتھ غلطی میں مبتلا ہیں وہ بھی قائل ہو جائیں گے کہ کانگریس قومی انجمن نہیں ہے، البتہ وہ قائل نہیں ہو سکتے جو اپنے مقاصد میں بددیانت ہیں۔ یہ ہمارے ملک کی بدنصیبی ہے۔ فی الحقیقت یہ ایک المیہ ہے کہ کانگریس کی قیادت عالیہ اس کا تہیہ کیے ہوئے ہے اور بالکل تہیہ، کہ اس ملک کے تمام دوسرے فرقوں اور کلچروں کو مسل ڈالے اور ہندو راج قائم کر دے۔ گفتگو سوراج کی کرتے ہیں اور چاہتے ہیں ہندو راج۔ وہ گفتگو کرتے ہیں قومی گورنمنٹ کی مگر چاہتے ہیں ہندو گورنمنٹ، لیکن یہ بلبلہ جلد ہی توڑ دیا گیا۔ اس طاقت کے نشے میں جو نئے آئین کے تحت ملی ہے اور سات صوبوں کی اکثریت کے ساتھ ہی کانگریس کا فریب ذرا جلد ظاہر ہوگیا۔

میں اس پر زیادہ گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔ جہاں تک کانگریس کا تعلق ہے میں ختم کر چکا۔ مسلمانوں کے متعلق میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ مسلم لیگ کے لیے یہ بات قابل تہنیت ہے کہ وہ مسلمانوں میں نمایاں قومی احساس پیدا کرنے میں کامیاب ہوئی۔ جیسا کہ میں نے پہلے کہا مسلمانوں کی حالت ایک ایسے آدمی کی سی تھی جس نے اخلاق، ثقافتی اور سیاسی احساس کھو دیا ہو، آپ ابھی تک اس اخلاقی، ثقافتی اور سیاسی احساس کی سرحد تک بھی نہیں پہنچے ہیں۔ آپ صرف

اس مقام پر آئے ہیں جہاں بیداری شروع ہوتی ہے۔آپ کے سیاسی احساس میں ابھی صرف حرکت پیدا ہوئی ہے۔
آپ کو ابھی اپنے قومی وجود کو ترقی دینا ہے اور قومی تشخص کو ابھارنا ہے۔ یہ بہت بڑا کام ہے، جیسا کہ میں نے آپ کو بتایا ہم ابھی سرحد پر ہیں لیکن مجھے اپنی قوم کی ترقی کی بڑی امیدیں ہیں۔ جو ترقیاں اب تک ہو چکی ہیں وہ بجائے خود کرامتیں ہیں۔ میں نے خواب میں بھی نہ دیکھا تھا کہ ہم ایسا حیرت انگیز مظاہرہ کر سکیں گے جو ہم آج دیکھ رہے ہیں، مگر پھر بھی ہم مسئلے کے آغاز ہی میں ہیں۔"

خلاصہ قرارداد ہائے اجلاس

اجلاس کے پہلے، دوسرے اور تیسرے رزولیشنوں میں علامہ اقبال، مولانا شوکت علی اور اتاترک غازی مصطفیٰ کمال کی وفات پر اظہارِ غم کیا گیا۔ چوتھے رزولیشن میں ان مظالم کا ذکر کرنے کے بعد جو بہار، یوپی اور سی پی میں مسلمانوں پر ہوئے تھے اور مسلمانوں کی طرف سے تمام آئینی تدابیر کے باوجود ان صوبوں کی حکومتیں ان کا مداوا نہ کر سکی تھیں، آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس نے یہ رائے ظاہر کی کہ اب وقت آ گیا ہے کہ ورکنگ کمیٹی آل انڈیا مسلم لیگ کو یہ اختیار دیا جائے کہ اگر اور جب ضرورت ہو وہ ڈائریکٹ ایکشن شروع کرنے کا فیصلہ کرے۔ پانچواں رزولیشن فلسطین کے متعلق تھا، نہایت مفصل اور پُرزور۔ چھٹے رزولیشن میں فیصلہ کیا گیا کہ مسلم خواتین ہند کی سب کمیٹی بنائی جائے اور یہ قائم کی گئی۔ ساتواں رزولیشن عہدہ داروں کے انتخاب کے متعلق منظور ہوا۔ آٹھواں رزولیشن دیسی ریاستوں میں ہندو انجمنوں کی شورشوں اور شرارتوں پر تھا۔ اس میں مسلم لیگ نے یہ اعلان کیا کہ اگر ہندو انجمنیں باز نہ آئیں تو مسلمانوں کے جائز مفاد کی حفاظت کے لیے مسلم لیگ ضروری اقدامات کرنے پر مجبور ہو گی۔ نویں رزولیشن کے ذریعے مسلم لیگ کے دستور میں ترمیمات کی گئیں۔ دسویں رزولیشن میں مسلم لیگ نے اپنی اس رائے کا اعادہ کیا کہ گورنمنٹ آل انڈیا ایکٹ 1935ء میں وفاق کی جو اسکیم ہے وہ اس قابل نہیں ہے کہ اس کو قبول کیا جائے اور ساتھ ہی صدر مسلم لیگ کو یہ اختیار دیا کہ اگر کوئی نئے حالات پیدا ہوں تو وہ حسب ضرورت ایسا طریقہ اختیار کریں جو مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت کے لیے مناسب ہو۔ گیارھویں رزولیشن میں برما کے ان مسلمانوں کے ساتھ اظہار ہمدردی کیا گیا جن کو ہنگاموں میں نقصان پہنچا تھا۔ بارھویں رزولیشن میں بلوچستان کے لیے آئین کا مطالبہ کیا گیا۔ تیرھویں رزولیشن میں برطانیہ کی اس آگے بڑھنے کی پالیسی کی مذمت کی گئی جو اس وقت اس نے سرحد کے آزاد علاقے میں اختیار کر رکھی تھی۔ چودھواں رزولیشن پارلیمنٹری بورڈوں کے متعلق منظور ہوا اور پندرھویں رزولیشن میں مسلمانوں کو یہ نصیحت کی گئی کہ وہ شریعت اسلامیہ کے مطابق فضول خرچی سے باز آئیں اور زندگی میں سادگی اختیار کریں۔

مسلمانوں کی سرگرمیاں اور فیصلے

1939ء میں واردھا اسکیم اور اسی قبیل کی ایک اور تعلیمی اسکیم جس کا نام ودیا مندر اسکیم تھا مسلمانوں کے لیے بڑی تشویش کا باعث رہیں۔ چنانچہ ناگپور میں ودیا مندر اسکیم کے خلاف مسلمانوں کی طرف سے سول نافرمانی تک کی نوبت آئی۔ نواب صدیق علی خاں اس میں پیش پیش تھے اور انہوں نے واقعی سول نافرمانی کی۔ بالآخر سی پی گورنمنٹ اور مسلم لیگ کے درمیان سمجھوتہ ہوا۔ ورکنگ کمیٹی آل انڈیا مسلم لیگ نے اپنے 26 مارچ 1939ء کے اجلاس میں اس پر اظہار اطمینان

کیا۔ چوتھے رزولیوشن میں گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935ء کی فیڈرل اسکیم کی مخالفت کے ساتھ یہ اعلان بھی کیا گیا کہ اس کی صوبائی اسکیم مختلف صوبوں میں مسلم اقلیت کے ابتدائی حقوق تک کی حفاظت نہ کرسکی اور اسی رزولیوشن کی رو سے صدر مسلم لیگ نے اس غرض کے لیے ایک کمیٹی مقرر کی کہ وہ صوبائی اسکیم کا بدل پیش کرے۔ چھٹے رزولیوشن میں یہ قرار پایا کہ ہر صوبے کے صدر کی زیرنگرانی صوبوں میں مسلم نیشنل کارڈ کی تنظیم کی جائے۔

ریاست راجکوٹ میں آئینی اصلاحات کمیٹی مقرر ہوئی تھی۔ اس میں دو مسلمان تھے۔ مسٹر گاندھی نے اس کمیٹی کے تقرر پر مرنے تک کا فاقہ کیا۔ منجملہ دوسری وجوہ کے اس فاقے کی ایک وجہ ان مسلمانوں کا تقرر بھی تھا۔ مسلم لیگ نے اپنے نویں رزولیوشن میں یہ رائے ظاہر کی کہ اگر ان مقرر شدہ نمائندوں کو تبدیل کیا گیا تو اس سے راجکوٹ کے مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچے گا۔ مسلم لیگ نے اس معاملے میں مداخلت کی اور کامیاب ہوئی۔ حیدرآباد دکن میں ہندو مہاسبھا اور آریہ سماج نظام حیدرآباد، ان کی حکومت اور مسلمانانِ دکن کے خلاف سخت پروپیگنڈا کر رہے تھے اور نہایت انہدامی سرگرمیوں میں مصروف تھے۔ ورکنگ کمیٹی نے حکومتی نظام پر اس اعتماد کا اظہار کیا کہ وہ مسلمانان دکن کی پوری حفاظت کرے گی اور آنے والی آئینی اصلاحات میں پست اقوام کو جن کی تعداد کروڑوں ہے موثر نیابت دے کر ان اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کی غلامی سے ان کو بچا دے گی، جو اب تک تمام ممالک محروسہ نظام میں اختیارات عاملہ پر قابض رہے ہیں۔

ورکنگ کمیٹی آل انڈیا مسلم لیگ منعقدہ 2، 3 جولائی کے چھٹے رزولیوشن میں فلسطین کے متعلق برطانوی وائیٹ پیپر (قرطاس ابیض) پر غور اور وفد فلسطین کے بیانات سننے کے بعد، یہ رائے ظاہر کی گئی کہ وائٹ پیپر مایوس کن ہے اور بالکل اس قابل نہیں ہے کہ اسے قبول کیا جائے، اور حکومت برطانیہ سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ وعدے پورے کرے جو اس نے عربوں سے اور مسلمانوں سے کیے ہیں، اور ساتویں رزولیوشن میں اس نے یہ طے کیا کہ مسلم لیگ فوراً فلسطین امدادی فنڈز قائم کرے تاکہ اس سے ان لوگوں کے پسماندگان کو مدد پہنچائی جائے جنہوں نے اس جہاد میں اپنی جانیں قربان کی ہیں اور نیز وہ قبلہ اول کی حفاظت میں خرچ ہو۔ سولھویں رزولیوشن میں ورکنگ کمیٹی نے واردھا اسکیم کو نامنظور کیا اور اس پر حسب ذیل اعتراضات کیے:

"اس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کا کلچر تباہ کیا جائے۔ کانگریس کے تصورات اور خصوصاً اہنسا کا عقیدہ بچوں کے ذہن نشین کیا جائے، اس کا نصب العین یہ ہے کہ ایک پارٹی یعنی کانگریس کا عقیدہ، پالیسی اور پروگرام بچوں کے دلوں میں بٹھا دیا جائے۔ اس میں مذہبی تربیت کی سہولت کو نظرانداز کیا گیا ہے۔ ہندوستانی کے نام سے وہ ہندی رائج کرنا مقصود ہے جو سنسکرت سے قریب ہے۔ نصاب کی جو کتابیں مقرر کی گئی ہیں وہ مسلمانوں کے نقطۂ نظر سے اس لیے نہایت قابل اعتراض ہیں کہ ان میں صرف ہندو مذہب، فلسفے اور ان کے بڑے آدمیوں کی تعریف ہے۔ اسلام نے دنیا کو جو کچھ دیا ہے اس کو ان میں گھٹا کر دکھایا گیا ہے اور مسلم کلچر، تاریخ اور بڑے مسلمانوں کو نظرانداز کیا گیا ہے، اور ان کے لیے واجبی احترام تک نہیں برتا گیا۔"

(حوالہ: پاکستان ناگزیر تھا، از سید حسن ریاض)

آل انڈیا مسلم لیگ اور قائد اعظم کی تقرری

بطور گورنر جنرل

یہ اگست 1947ء کی بات ہے، متحدہ ہندوستان کے آخری وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی یہ شدید خواہش تھی کہ وہ پاکستان اور ہندوستان کو آزادی ملنے کے بعد دونوں آزاد ممالک کے مشترکہ گورنر جنرل بن جائیں۔ آل انڈیا کانگریس نے تو اس پر رضامندی کا اظہار کر دیا لیکن لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو جب آل انڈیا مسلم لیگ کی منظوری نہ ملی تو ان کے بار بار کے اصرار کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا:

''آل انڈیا مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری لیاقت علی خان لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو آگاہ کریں۔''

چنانچہ نواب زادہ لیاقت علی خان نے 4 جولائی 1947ء کو لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو خط لکھا جس کا متن درج ذیل ہے:

ڈیئر لارڈ ماؤنٹ بیٹن!

مسٹر جناح کو آپ کا 4 جولائی 1947ء کا خط شام کو ساڑھے چھ بجے ملا۔ مجھے اس بات کا اختیار دیا گیا ہے کہ آپ کو مطلع کروں کہ آل انڈیا مسلم لیگ جو کہ جانشین اور واحد اتھارٹی ہے ہز میجسٹی بادشاہ کو یہ مشورہ دیتی ہے کہ وہ پاکستان کے گورنر جنرل کی حیثیت سے مسٹر ایم اے جناح کا نام منظور کر لیں۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ کانگریس آپ کو انڈین ڈومینین کا گورنر جنرل رکھنا چاہتی ہے، اور اگر آپ اسے منظور کر لیں گے تو ہمیں خوشی ہوگی اور ہمیں امید ہے کہ دونوں گورنر جنرل آپس میں مل جل کر اور باہمی تعاون کے ساتھ تقسیم کے معاملات منصفانہ طور پر تکمیل کو پہنچائیں گے۔

آپ کا مخلص

لیاقت علی خان

آل انڈیا مسلم لیگ (ویمن سب کمیٹی)

قائداعظم محمد علی جناح کی ابتداء ہی سے یہ خواہش تھی کہ مسلم ہندوستان کی خواتین بھی اپنے مردوں کے دوش بدوش تحریکِ پاکستان کے سلسلے میں خدمات کی انجام دہی کریں۔ 1937ء میں جب انہوں نے مسلم لیگ میں نئی روح پھونکی تو اس موقع پر قائداعظم محمد علی جناح نے مسلم خواتین کو آزادی کی جدوجہد میں شریک ہونے کی تلقین کی۔ جس کے نتیجے میں 26 تا 29 دسمبر 1938ء آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس پٹنہ میں قائداعظم محمد علی جناح کی زیرِ صدارت منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں خواتین کی ایک سب کمیٹی قائم کی گئی۔ اجلاس میں جو قراردادیں منظور کی گئی تھیں ضروری قرار دیا گیا کہ

خواتین کو ان کی ترقی کے مناسب مواقع فراہم کیے جائیں تاکہ وہ مسلمانانِ ہند کی سماجی، اقتصادی اور سیاسی تحریک آزادی کی جدوجہد میں شریک ہوسکیں، اجلاس میں یہ بھی طے کیا گیا کہ آل انڈیا مسلم لیگ ویمن سب کمیٹی قائم کی جائے جس کے اراکین حسبِ ذیل ہوں گے اور حسبِ ذیل مقاصد کے پیشِ نظر انہیں مزید رکن اپنے ساتھ شامل کرنے کا اختیار ہوگا۔

1. ڈسٹرکٹ مسلم لیگ کے تحت صوبائی اور ضلعی ویمن سب کمیٹیوں کا قیام۔
2. بھاری مقدار میں خواتین کو مسلم لیگ کا رکن بنانا۔
3. تمام ہندوستان کی مسلم خواتین میں زیادہ سے زیادہ سیاسی شعور پیدا کرنے کے لیے زبردست پروپیگنڈا کرنا۔
4. مسلم معاشرے کی بہبود کے لیے ان کی تمام معاملات میں رہنمائی کرنا اور انہیں مشورے دینا جن کا ان سے بخوبی تعلق ہو۔

مسلم لیگ کی پہلی سب کمیٹی میں جن خواتین نے شمولیت اختیار کی صوبہ وار ان کی فہرست یہ ہے:



قیامِ پاکستان کے بعد پہلی عید الفطر کی نماز ادا کرتے ہوئے 18، اگست 1947ء

1. صوبہ پنجاب: بیگم شاہنواز، مسز رشیدہ لطیف، لیڈی جمال خاں، لیڈی عبدالقادر، بیگم وقار النسا نون، بیگم سلمیٰ تصدق حسین۔
2. بمبئی: مس فاطمہ جناح، مسز فیض طیب جی
3. بنگال: بیگم شہاب الدین۔ مسز ایم اصفہانی
4. یو پی: بیگم حبیب اللہ، بیگم اعزاز رسول، بیگم وسیم، بیگم محمد علی، بیگم نواب اسماعیل خاں، مس راحیلہ خاتون۔
5. سی پی: مس نادر جہاں آف سیونی، بیگم نواب صدیق خاں
6. بہار: لیڈی امام، بیگم اختر
7. آسام: مسز عطاالرحمٰن، مسز جے خاں
8. سندھ: مسز طیب جی، لیڈی ہدایت اللہ، بیگم شعبان اور لیڈی ہارون
9. سرحد: بیگم حاجی سعد اللہ خاں، مسز خواجہ اللہ بخش
10. دہلی: مسز حسین ملک، مسز نجم الحسن، بیگم رحمٰن
11. مدراس: مسز عائشہ مورو حاجی، مسز قریشی

آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی (اجلاسِ اوّل)

4 جون 1938ء کو آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کا پہلا اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں ورکنگ کمیٹی کیلئے جن رہنماؤں کے نام منظور کئے گئے وہ حسبِ ذیل ہیں

1. مسٹر جناح۔ صدر آل انڈیا مسلم لیگ
2. نواب زادہ لیاقت علی خاں۔ سیکرٹری مسلم لیگ
3. حاجی سر عبداللہ ہارون (سندھ)
4. عبدالمجید سندھی (سندھ)
5. مولانا شوکت علی (یو پی)
6. سید عبدالرؤف شاہ (سی پی)
7. سر سکندر حیات خاں (پنجاب)
8. سر کریم بھائی ابراہیم (بمبئی)
9. ملک برکت علی (پنجاب)
10. سردار اورنگ زیب (سرحد)
11. کے بی سعد اللہ (سرحد)
12. نواب محمد اسماعیل خاں (یو پی)
13. راجا امیر احمد خاں (یو پی)
14. چودھری خلیق الزماں (یو پی)
15. حاجی عبدالستار سیٹھ (مدراس)
16. عبدالمتین چودھری (آسام)
17. سر اے ایم کے دہلوی (بمبئی)
18. مسٹر فضل الحق (بنگال)
19. ناظم الدین (بنگال)
20. عبدالرحمٰن صدیقی (بنگال)
21. سید عبدالعزیز (بہار)
22. محمد عاشق وارثی (بہار)

کمیٹی کی منظوری سے ان 22 ارکان کو قائداعظم محمد علی جناح نے نامزد کیا تھا، بعدازاں کسی رکن کی موت یا ریٹائرمنٹ پر جو نئے رکن نامزد کیے گئے ان کے نام یہ ہیں:

23. قاضی محمد عیسیٰ خان (بلوچستان)
24. محمد حسن اصفہانی (کلکتہ)
25. سر سعد اللہ (آسام)
26. نواب افتخار حسین ممدوٹ (پنجاب)
27. چودھری کرامت علی (پنجاب)
28. میاں بشیر احمد (پنجاب)
29. بیگم محمد علی (یو پی)
30. مسٹر حسین امام (بہار)
31. جی ایم سید (سندھ)
32. مسٹر آئی آئی چندریگر (بمبئی)
33. سردار عبدالرب نشتر (سرحد)
34. مولانا اکرم خاں (بنگال)

◆ لطیف الرحمٰن (بہار)
◆ خان بخت جمال (سرحد)
◆ مسٹر ایوب کھوڑو (سندھ)
◆ مسٹر ایم ہاشم گزدر (سندھ)
◆ مسٹر غلام حسین ہدایت اللہ (سندھ)

آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی (اولین اجلاس)

5,4 جون 1938ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کی ایگزیکٹو کونسل (ورکنگ کمیٹی) کی میٹنگ بمبئی میں قائداعظم محمد علی جناح کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ اس میٹنگ میں اعلان کیا گیا:

''ہندوستان میں مسلمانوں کی صرف مسلم لیگ واحد جماعت ہے جو مسلمان قوم کی ترجمانی کر سکتی ہے اور کانگریس جو ہندوؤں کی اکثریتی جماعت ہے ہندوؤں کا نکتہ نظر پیش کرنے کی مجاز ہے۔''

فرقہ وارانہ اتحاد

☆ نئی دہلی میں قائداعظم محمد علی جناح کی زیرِ صدارت آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس 31,30 جولائی 1938ء کو منعقد ہوا۔ جس میں مذاکرات برائے فرقہ وارانہ اتحاد کے حوالے سے کانگریس کا مراسلہ منظور کیا گیا۔ مسلم لیگ نے واضح کر دیا:

''کانگریس سے برابری کی سطح پر مذاکرات ہو سکتے ہیں۔''

قرارداد میں ورکنگ کمیٹی کی طرف سے کانگریس کے صدر سبھاش چندر بوس کے وارد ھا سے کیے گئے قائداعظم محمد علی جناح کے نام خط کا جواب بھی شامل تھا جس میں کہا گیا تھا:

''ورکنگ کمیٹی نے آپ کے خط میں دیے گئے دلائل کو بڑی توجہ اور ذمہ داری سے جانچا ہے۔ جس میں آپ نے اصرار کیا ہے کہ قرارداد نمبر 1 جو کہ آپ کو پہلے ہی سے بتا دی گئی ہے کی حالت موجودہ حق پر نہ جتائیں۔ مجھ سے استدعا کی گئی ہے کہ میں آپ کو یہ مطلع کر دوں کہ کونسل کی حیثیت کو واضح کرتے وقت کسی کو برانگیختہ کرنے کے مقصد کا اعتراف نہیں تھا، بلکہ یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت بیان کی گئی ہے۔''

☆ آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کی میٹنگ کراچی میں قائداعظم محمد علی جناح کی صدارت میں 10,8 اکتوبر 1938ء کو منعقد ہوئی۔ قائداعظم نے شرکاء کی ایک بڑی تعداد کی موجودگی میں آل انڈیا مسلم لیگ کا پرچم لہرایا۔ اس موقع پر درج ذیل قرارداد منظور کی گئی۔

◆ ایک قرارداد کے تحت راجہ صاحب محمود آباد اور سر کریم بھائی ابراہیم کو فنڈ کمیٹی کے خزانہ دار نامزد کیا گیا اور ان سے کہا گیا:

''جو بھی فنڈز اکٹھے ہوں، اگلی ہدایات تک وہ بطور ٹرسٹی ان کی نگہبانی کریں۔''

کمیٹی نے کانگریس کے صدر کے خط پر بھی غور کیا اور صدر آل انڈیا مسلم لیگ قائداعظم محمد علی جناح کو اختیار دیا کہ وہ درج ذیل جواب دے دیں:

ہندو مسلم مسئلہ

''یہ کہ آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی اس بات پر سخت افسوس کا اظہار کرتی ہے کہ کانگریس کی ورکنگ کمیٹی نے میرے 2 اگست 1938ء کے خط کو بالکل غلط طور پر سمجھا جو بہت واضح ہے اور جس کی مزید وضاحت یا تشریح کی ضرورت نہیں۔ مسلم لیگ میرے مذکورہ خط کی بنیاد پر اب بھی ہندو مسلم مسئلے کے حل سے متعلق مزید گفتگو کے لیے راضی ہے اور وہ اپنے نمائندے نامزد کرے گی۔ جو کانگریس کی طرف

سے ہماری 25 جون 1938ء کی تین قراردادوں جن کے بارے میں آپ کو پہلے ہی بتا دیا گیا ہے کی بنیاد پر نامزد کی جانے والی کمیٹی سے ملیں گے۔''

☆ آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کا اجلاس قائداعظم کی زیر صدارت 5 دسمبر 1938ء کو دہلی میں منعقد ہوا، اس اجلاس میں گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935ء کے علاوہ ''سی پی'' اور ''برار'' میں جاری کشیدہ صورت حال پر غور کیا گیا۔ دیگر قراردادوں کے علاوہ فیصلہ کیا گیا:

فیڈرل اسکیم

❶ ''مسلم لیگ 1935ء کے ایکٹ میں دی گئی فیڈرل اسکیم کے خلاف ہے جس کی وجوہات بارہا واضح کی جاچکی ہیں۔ یہ اجلاس برطانوی حکومت کو خبر دار کرتا ہے کہ اگر دھمکانے اور دبانے کے کانگریسی حربے برطانوی حکومت کے جھکنے پر منتج ہوئے تو ایسی صورت حال میں مسلمان جہاں ان کے مفادات کے قربان ہونے کا کوئی خطرہ ہوا، انتہائی اقدام کرنے سے گریز نہیں کریں گے۔''

کمیٹی کا قیام

❷ اجلاس نے سر عبداللہ ہارون، راجہ صاحب محمود آباد اور نواب محمد اسماعیل خان پر مشتمل ایک کمیٹی قائم کی کہ وہ مسلم لیگ کی طرف سے مرکزی مجلس قانون سازی میں مولانا شوکت علی کی وفات کی وجہ سے خالی ہونے والی نشست کے لیے موزوں امیدوار کا انتخاب کرے۔

☆ 27 دسمبر 1938ء کو آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کا اجلاس قائداعظم محمد علی جناح کی زیر صدارت پٹنہ میں منعقد ہوا۔ اس میٹنگ میں ودیا مندر اسکیم اور دیگر معاملات زیر بحث آئے۔

◆ اس اجلاس میں دیگر قراردادوں کے علاوہ یہ بھی فیصلہ ہوا کہ آنریری سیکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ کو اختیار دیا جائے کہ وہ سی پی اور برار کے مسلمان قانون ساز اسمبلی ممبران کے ہمراہ سی پی کے وزیراعلیٰ سے ان کی خواہش پر مجوزہ ملاقات میں حصہ لے سکتے ہیں۔

گائے کا ذبیحہ

❷ بہار کے ممبران ایس اے عزیز اور محمد عاشق وارثی نے گائے کے ذبیحہ کا مسئلہ کمیٹی کے سامنے پیش کرتے ہوئے بتایا:

''کس طرح غیر تسلی بخش طریقے سے مقامی حکومت اس مسئلے سے نمٹ رہی ہے۔''

❸ کمیٹی کی رائے تھی:

''بہار صوبائی مسلم لیگ اس سلسلے میں تمام ممکنہ قانونی ذرائع استعمال کرے اور کمیٹی کو اس کی رپورٹ بہم پہنچائے۔''

☆ 25 مارچ 1939ء کو آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کا اجلاس میرٹھ میں منعقد ہوا۔ اس میٹنگ کی ایک قرارداد کے ذریعے ریاستوں کے مسلمانوں کو موثر انداز میں اپنی تنظیم کرنے کی تاکید کی گئی، اور مسلم لیگ کی طرف سے ان کی ہر ممکن امداد کا یقین دلایا گیا۔

اس اجلاس کی صدارت قائداعظم محمد علی جناح نے کی۔

قرار دادیں

''ہر گاہ مسلم لیگ، گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935ء میں دی گئی فیڈریشن کی اسکیم کے خلاف ہے۔ آئین کے صوبائی معاملات کے حوالے سے مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں میں اپنے مستقبل کے بارے میں سخت ہیجان پیدا ہو گیا ہے، کیونکہ صوبائی اسکیم مختلف صوبوں میں مسلمانوں کے بنیادی حقوق کا تحفظ کرنے میں بری طرح ناکام ہو گئی ہے۔

اور ہرگاہ دسمبر 1938ء میں مسلم لیگ نے پٹنہ کے اجلاس میں ایک قرارداد کے ذریعے صدر آل انڈیا مسلم لیگ کو اختیار دیا تھا کہ وہ ایسے اقدامات کرسکتے ہیں، جن سے مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کے مفادات کا تحفظ کیا جا سکے، لہٰذا صدر مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی سے مشاورت کرکے درج ذیل کمیٹی نامزد کی جاتی ہے جو مختلف اسکیموں پر غوروخوض کرکے صدر کو اپنے نقطہ کی جلد سے جلد رپورٹ فراہم کرے۔ کمیٹی کے ارکان کے نام یہ ہیں:

''قائداعظم محمد علی جناح، سرسکندر حیات خان، سید عبدالعزیز، خواجہ ناظم الدین، سرعبداللہ ہارون، سردار اورنگ زیب خان، نواب زادہ لیاقت علی خان۔''

ریاستیں اور مسلمان

دوسری قرارداد کا خلاصہ یہ ہے:

''کانگریس اور دیگر ہندو جماعتوں کی اجارہ داری اور ریاستوں میں مسلمانوں کو دبائے رکھنے کی طے شدہ پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے مسلم لیگ اپنی تشویش کا اظہار کرتے ہوئے ریاستوں میں مسلمانوں کے تحفظ کے پیش نظر ان سے پرزور اپیل کرتی ہے کہ وہ خود کو فوری طور پر منظم کریں تا کہ وہ اپنی آزادی وحقوق اور مفادات کا تحفظ کرسکیں۔ اس عمل میں لیگ ان کے ساتھ بھرپور تعاون کا یقین دلاتی ہے۔''

اس کے بعد سیکرٹری نے سی پی میں ودیا مندر اسکیم کے حوالے سے مسلم لیگ اور سی پی گورنمنٹ کے درمیان مذاکرات کی رپورٹ پیش کی:

''یہ میٹنگ قرارداد کی طرف ایک اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے جس کی اہمیت کو نظرانداز کردیا گیا۔ اس اجلاس میں یہ مطالبہ کیا گیا کہ مسلمانوں کے نقطہ نظر سے ہند کی ازسرنو تقسیم کی جائے۔''

ڈرافٹ اسکیمیں

☆ 26 مارچ 1939ء کو قائداعظم محمد علی جناح کی صدارت میں آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کا اجلاس میرٹھ میں منعقد ہوا۔ ہندوستان میں مسلمانوں کے حقوق ومفادات کو مدنظر رکھتے ہوئے آئینی اصلاحات سے متعلق مختلف ڈرافٹ اسکیموں پر غوروخوض کے لیے ایک کمیٹی نامزد کی گئی جسے ہدایت کی گئی کہ وہ ان ڈرافٹ اسکیموں کا مطالعہ کرے، جلد سے جلد اپنی رپورٹ پیش کرے۔ کمیٹی کے ممبران کے نام یہ ہیں:

''قائداعظم محمد علی جناح، سرعبداللہ ہارون، سردار اورنگ زیب خان اور نواب زادہ لیاقت علی خان۔''

میٹنگ کے سامنے حیدرآباد کے ڈاکٹر سید عبداللطیف کی اسکیم پیش کی گئی۔ مندر اسکیم کے حوالے سے اپنے ناگپور کے دورے کی رپورٹ پیش کی، جو کہ ریکارڈ کرلی گئی۔

ودیا مندر اسکیم

(۱) سی پی حکومت اور مسلم لیگ کے درمیان مجوزہ ودیا مندر اسکیم کے حوالے سے طے پانے والے تصفیے کے بارے میں ورکنگ کمیٹی نے اس امر پر اپنے خیالات کا اظہار کیا کہ سی پی کے مسلمان تعلیمی ترقی کے لیے عملی اقدامات کررہے ہیں اور یہ اپیل کرتی ہے کہ وہ اس مقصد کے لیے قائم کی جانے والی ایسوسی ایشن کی مدد کریں۔

ہندو غلبہ

(۲) کانگریس اور دیگر ہندو جماعتوں کی ہندو غلبہ حاصل کرنے کی طے شدہ پالیسی اور ہندوستان کی ریاستوں میں تشدد اور دھمکی آمیز رویے کے حوالے سے میٹنگ نے مختلف

ریاستوں میں مسلمانوں کے مستقبل پر گہری تشویش کا اظہار کرتے ہوئے ان کو ہدایت کی کہ وہ اپنے حقوق اور آزادی اور مفادات کے تحفظ کے لیے فوری طور پر منظم ہو جائیں، اور اس سلسلے میں لیگ ان کی جدوجہد میں ان کی مکمل مدد کرے گی۔

فیڈرل اسکیم

◆ یہ کہ آل انڈیا مسلم لیگ، گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935ء میں دی گئی فیڈرل اسکیم کے خلاف ہے اور یہ کہ ان کے صوبائی حصے کے طریق کار نے مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں میں ان کے مستقبل کے بارے میں شدید خدشات پیدا کر دیے ہیں کیونکہ صوبائی اسکیم مسلمان اقلیتوں کے بنیادی حقوق کا تحفظ کرنے میں بری طرح ناکام ہوگئی ہے۔

◆ یہ کہ لیگ کے دسمبر 1938ء کے پٹنہ کے اجلاس میں ایک قرارداد کے ذریعے آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر کو اختیار دیا گیا تھا کہ وہ کوئی ایسا موزوں متبادل تلاش کریں جو مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کے تحفظ کی ضمانت دے سکے۔

☆ 3,2 جولائی 1939ء آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کا اجلاس قائداعظم محمد علی جناح کی صدارت میں بمبئی میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں فیڈریشن کے بارے میں خاص طور پر مسلمانوں کے حوالے سے ملک کی عمومی صورت حال اور ملک کے باہر ہندوستان کے باشندوں کی پوزیشن کو مدنظر رکھتے ہوئے بمبئی میں ہونے والے ہندوستانی ریاستوں کی حکمرانوں کے حالیہ فیصلے پر بحث وتمحیص کی گئی۔

یہ اجلاس نو گھنٹے جاری رہا جس میں ہندوستان اور ریاستوں کے بارے میں دور رس اہمیت کے حامل معاملات پر غور وخوض کیا گیا۔ کمیٹی کو جے پور، جودھ پور، بہاولنگر، پٹیالہ اور کچھ دیگر ریاستوں سے مسلمانوں کے ساتھ بدسلوکی کی رپورٹیں موصول ہوئی تھیں۔ کمیٹی نے ان ریاستوں کے حکمرانوں سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنی ریاستوں کی مسلمان رعایا کی شکایات کا ازالہ کریں۔

اس اجلاس میں منظور شدہ قرارداد میں سے ایک یہ کہ ہندوستان کی حکومت اور دوسری صوبائی حکومتوں پر زور دیا گیا کہ وہ حیدرآباد دکن میں ہندو مہاسبھا اور آریہ سماج کی ہیجان انگیز کارروائیوں کو فوری طور پر ختم کرنے کا اقدام کریں۔

ذیل میں آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کی قرارداد کا متن ہے جو اس نے 18 ستمبر 1939ء کو نئی دہلی کی میٹنگ میں جنگ عظیم کے حوالے سے منظور کی:

عالمی جنگ عظیم

◆ ''آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی ہز ایکسی لینسی وائسرائے کے اس اقدام کی تعریف کرتی ہے، جو اس نے قائداعظم محمد علی جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ کو جنگ کے نتیجہ میں بین الاقوامی صورت حال اور خود اپنے خیالات کے اظہار کے لیے ملاقات کی دعوت دی۔ کمیٹی نے ہز ایکسی لینسی کے خیالات جو ان تک لیگ کے صدر کی توسط سے پہنچے ان پر سنجیدہ غور کیا ہے۔ اور برطانیہ کے اعلان جنگ کے بعد وائسرائے کے اعلان اور ان کے 11 ستمبر 1939ء کو مرکزی اسمبلی کے خطاب پر بھی غور کیا ہے۔

کمیٹی کی یہ پختہ رائے ہے کہ آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کی 27 اگست 1939ء کی درج ذیل قرارداد نمبر 8 ہندوستان کے مسلمانوں کی صحیح ترجمانی کرتی ہے۔ کونسل برطانوی حکومت کی اس پالیسی پر سخت افسوس کا اظہار کرتی ہے جس کے ذریعے وہ ہندوستان میں مسلمانوں کی مرضی کے خلاف ان پر اپنا آئین اور خاص طور پر گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935ء مسلط کرنا چاہتی ہے۔ جس کے تحت

ایک مستقل جارح قوم کی اکثریت کو اختیار حاصل ہوگیا کہ وہ اقلیتوں کے مذہبی، سیاسی وسماجی اور معاشی حقوق کو کچل دے۔ یہ کہ وائسرائے اور کانگریسی حکومتوں کو صوبوں میں گورنروں کے صوابدیدی اختیارات کے تحت اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ اور ان کے لیے انصاف کی فراہمی سے عدم تعاون اور عوم توجہی اور فلسطین میں عربوں کے مطالبات ماننے سے انکار کرنے پر برطانوی حکومت کے رویے پر افسوس کا اظہار کرتی ہے اور اگر وہ دنیا کے مسلمانوں اور بالخصوص ہندوستان کے مسلمانوں کی مدد اور تعاون کی خواہش مند ہے تو وہ ہندوستان کے مسلمانوں کے مطالبات مزید تاخیر کیے بغیر قبول کرلے۔

◆ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935ء میں دی گئی فیڈرل اسکیم کے بارے میں ہز ایکسی لینسی وائسرائے کے اعلان کی تعریف کرتی ہے جو کہ ہندوستان بالخصوص مسلمانوں کے مفاد میں ہے۔ مسلمانوں کی خواہش ہے کہ بجائے ملتوی کرنے کے اس کو ختم کر دیا جائے، اور ہزمیجسٹی حکومت کو بتایا جائے کہ وہ ایسا کرنے میں تاخیر نہ کرے۔

کمیٹی اپنی اس خواہش کو واضح کر دینا چاہتی ہے کہ وہ ہزمیجسٹی کی حکومت کی Federal Objective جس کا ہزایکسی لینسی وائسرائے نے مرکزی اسمبلی کو اپنے خطاب میں کیا کی تائید نہیں کرتی اور برطانوی حکومت سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ 1935ء سے ہندوستان کے موجودہ صوبائی آئین کی روشنی میں رونما ہونے والی تبدیلیوں یا اس کے بعد کی تبدیلیوں کے حوالے سے ہندوستان کے مستقبل کے آئین کے سارے مسئلہ پر نظرثانی کرے۔“

☆ 22 اکتوبر 1939ء کو دہلی میں آل انڈیا مسلم لیگ نے ایک طویل قرارداد پاس کی جس میں وائسرائے کے بیان کے مخصوص حصوں کے بارے میں اپنی تشفی کا اظہار کرتے ہوئے مزید وضاحت کے لیے کہا اور قائداعظم محمد علی جناح صدر مسلم لیگ کو اختیار دیا گیا کہ وہ اس وضاحت کے حوالے سے ضروری اقدام کریں۔ اگر وضاحت سے ان کی تسلی ہو جائے تو ان کو اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ برطانوی حکومت کو جنگ عظیم کے حوالے سے تعاون کا یقین دلا سکتے ہیں۔ ذیل میں قرارداد کا متن دیا جاتا ہے:

وائسرائے کا بیان

”17 اکتوبر 1939ء کو ہزایکسی لینسی وائسرائے کے بیان کے بغور مطالعہ کے بعد آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی اس امر پر اظہار خوشی کرتی ہے کہ ہزمیجسٹی کی حکومت نے صاف طریقے سے کانگریس کا یہ دعویٰ مسترد کر دیا ہے کہ صرف وہی سارے ہندوستان کی نمائندگی کرتی ہے، اور کمیٹی اس امر پر اظہار تشفی کرتی ہے کہ ہزمیجسٹی کی حکومت اعتراف کرتی ہے کہ صرف آل انڈیا مسلم لیگ ہی واحد جماعت ہے جو ہندوستان کے مسلمانوں کی نمائندگی کرتی ہے، اور وہی ان کے حقوق و مفادات کی بات کرسکتی ہے۔

کمیٹی اس بات پر بھی تسلی کا اظہار کرتی ہے کہ حکومت نے اقلیتوں کے حقوق اور دیگر اہم مفادات بھی تسلیم کرلیے ہیں۔

کمیٹی بہرکیف مجبور ہو کر یہ واضح کر دینا ضروری سمجھتی ہے کہ مسلم لیگ کے 18 ستمبر 1939ء کے بیان کے اہم نکات کو دوٹوک الفاظ میں قطعی طور پر قبول نہیں کیا گیا، لہٰذا جس طرح کہ ہزایکسی لینسی نے تعاون کا

اظہار کیا ہے یہ کمیٹی برابر کی سطح پر تعاون کرنے کے لیے یہ تجویز پیش کرتی ہے کہ ایسے مسائل جن پر تسلی بخش اقدام نہیں کیا گیا پر مکمل ہم آہنگی پیدا کی جائے کیونکہ وہی مسلم لیگ کو اس امر کا اہل بنائے گی کہ وہ نہ صرف ہندوستان کے مسلمانوں بلکہ سارے ملک کے حوالے سے تعاون کا ہاتھ بڑھائے۔

کمیٹی گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935ء میں وضع کیے جانے والے قوانین کہ جن کا ذکر ہز ایکسی لینسی کے بیان میں ہے کی مکمل طور پر تائید نہیں کرسکتی اور نہ ہی تاریخی طور پر غلط نااہلوں کی بحث میں الجھنا چاہتی ہے۔ مسلم لیگ کی مخالفت 1935ء کے ایکٹ میں دیے گئے پلان کی محض تفصیلات اور نظر ثانی کے بارے میں نہیں لیکن وہ مطالبہ کرتی ہے کہ ہندوستان کے مستقبل کے آئین کا مکمل طور پر مشاہدہ کیا جائے۔

کمیٹی اس امر کا زور دے کر اعادہ کرتی ہے کہ ہندوستان کے آئین کا کوئی مستقبل کا پلان اس وقت تک مسلم لیگ کو قبول نہیں ہوگا جب تک کہ وہ اس کی مکمل منظوری نہ دے۔

کمیٹی نے ہز ایکسی لینسی وائسرائے کی تجویز پر بھی غور کیا، لیکن اس کے بارے میں مکمل تفصیلات جانے بغیر کوئی رائے قائم نہ کرسکی۔ اس معاملے میں ہز ایکسی لینسی کی تجویز پر مزید غور وخوض کو قبول کیا۔

معاملہ کی اہمیت کے پیش نظر کمیٹی صدر کو اختیار دیتی ہے کہ وہ اپنی صوابدید پر اقدامات کریں، اور ہز ایکسی لینسی کے بیان میں پائے جانے والے شکوک کو دور کرنے کی مکمل تسلی کرلیں۔ اگر صدر مکمل طور پر مطمئن ہوں تو کمیٹی انہیں اختیار دیتی ہے کہ وہ ہندوستان کے مسلمانوں کی طرف سے برطانوی حکومت کو جنگ کے دوران مدد اور تعاون کا عندیہ دے سکتے ہیں۔''

ورکنگ کمیٹی نے درج ذیل قرارداد بھی پاس کی:

''ورکنگ کمیٹی صدر کو اختیار دیتی ہے کہ وہ غیر معمولی حالات میں صوبائی اسمبلیوں میں مسلم لیگ کی پارٹیوں کو ہدایات کے احکامات صادر کرسکتا ہے۔ مسلم لیگ پارٹیوں پر لازم ہوگا کہ وہ صدر کی ہدایات کے مطابق عمل درآمد کریں۔''

☆ آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی 1940ء کی پہلی میٹنگ 3 فروری کو دہلی میں شروع ہوئی جو 6 فروری تک جاری رہی۔ اس میٹنگ میں درج ذیل قراردادیں پاس ہوئیں۔

قرارداد نمبر 14

قرارداد نمبر 14 کے مطابق ورکنگ کمیٹی نے مسلمانوں کے مطالبات اور ہندوستان کے مستقبل کے آئین کے سوال پر غور وخوض کیا جس میں طے پایا:

(i) مسلمان ایک اقلیت نہیں بلکہ ایک قوم ہیں۔
(ii) برطانوی جمہوری پارلیمانی نظام ہندوستان کے لوگوں کے مزاج اور حالات کے مطابق موزوں نہیں۔
(iii) وہ زون (علاقے) جو ہندوستان کے اصلی نقشے کے مطابق مسلمانوں کی اکثریت کے علاقے ہیں ان کو برطانیہ کے ساتھ براہ راست تعلق کے تحت ایک آزاد ڈومینین بنا دیا جائے۔
(iv) ایسے زون (علاقے) جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں ان کے اور دیگر اقلیتوں کے مفادات کا موثر تحفظ کیا جائے اس طرح مسلمان اکثریتی زون (علاقوں) میں ہندوؤں اور دیگر اقلیتوں کو بھی تحفظ مہیا کیا جائے۔
(v) ہر زون (علاقے) میں مختلف اکائیاں وفاق کی خودمختار جزو ہوں گی۔

جناح وائسرائے خط و کتابت

"آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی نے قائداعظم محمد علی جناح صدر مسلم لیگ اور ہز ایکسی لینسی وائسرائے کے درمیان آخری خط مورخہ 23 دسمبر 1935ء تک ہونے والی خط و کتابت پر غور کیا۔ کمیٹی کی رائے ہے کہ ہز ایکسی لینسی کے جواب تسلی بخش نہیں ہیں، کیونکہ اب بھی بعض نکات کی مزید وضاحت اور تشریح کی ضرورت ہے۔ اس لیے کمیٹی صدر کو اختیار دیتی ہے کہ وہ ہز ایکسی لینسی کے سامنے کمیٹی کے خیالات پیش کریں اور ان سے درخواست کریں کہ وہ ورکنگ کمیٹی کی 18 ستمبر اور 22 اکتوبر 1939ء کی قراردادوں میں کرائی گئی یقین دہانیوں پر بھرپور غور کریں اور مسلمانان ہندوستان کے اذہان سے شک وشبہ کو دور کریں۔"

قرار دادیں

1. قرار پایا کہ آل انڈیا مسلم لیگ کی طرف سے آنریبل مسٹر فضل الحق وزیراعظم بنگال، سر سکندر حیات وزیراعظم پنجاب، سر ناظم الدین وزیر داخلہ بنگال اور چوہدری خلیق الزمان پر مشتمل وفد برطانوی عوام، برطانوی پارلیمنٹ اور ہز میجسٹی کی گورنمنٹ کے سامنے مسلم انڈیا کا مسئلہ پیش کرنے کے لیے جلد سے جلد برطانیہ کا دورہ کرے۔
2. کمیٹی نے یوم نجات کے حوالے سے مسٹر عبدالرحمٰن صدیقی کے بیان پر غور کیا۔ مسٹر عبدالرحمٰن نے اپنے بیان کی زبان جس سے کہ صدر مسلم لیگ کی شخصیت کے بارے میں غلط تاثر ابھرتا ہو پر گہرے افسوس کا اظہار کیا۔ کمیٹی سمجھتی ہے کہ جب تک کوئی ممبر کمیٹی کا ممبر ہے کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کمیٹی یا صدر کے فیصلے کے بارے میں عوام میں بیان بازی کرے۔
3. کمیٹی نے آل انڈیا نائزیشن کمیٹی میں کام کرنے والے تین مسلم لیگی ممبران کے خلاف تادیبی کارروائی کے حوالے سے آل انڈیا مسلم لیگ کونسل میٹنگ میں 27, 28 اگست 1939ء کو منظور کردہ قرارداد پر غور کیا۔ کمیٹی نے سردار سکندر حیات خان کے پنجاب اسمبلی میں Indo British Trade Agreement کے حق میں کی گئی تقریر کے خلاف بھی غور کیا اور اس نتیجے پر پہنچی کہ آل انڈیا مسلم لیگ کے آئین اور قواعد کے تحت اس ضمن میں دونوں معاملات کے حوالے سے کوئی کارروائی نہ کی جائے۔

سید عبدالعزیز کا استعفیٰ

"کمیٹی نے افسوس کے ساتھ سید عبدالعزیز کا استعفیٰ منظور کیا جو انہوں نے ہز ہائی نس نظام کی حکومت میں بطور لاممبر تعینات ہونے پر دیا۔ کمیٹی آل انڈیا مسلم لیگ کے لیے اور خاص طور پر بہار اور ورکنگ کمیٹی کے لیے جن کے وہ ممبر رہے ہیں۔ ان کی خدمات کا تعریف کے ساتھ اقرار کرتی ہے۔ کمیٹی اس امید کا اظہار کرتی ہے کہ وہ آل انڈیا مسلم لیگ کی ترقی کے لیے باقاعدہ دلچسپی لیتے رہیں گے اور کمیٹی نظام حکومت میں ان کی عظیم ذمہ داری میں کامیابی کے لیے نیک خواہشات کا اظہار کرتی ہے۔"

یوپی مسلم لیگ

"کمیٹی نے بلند شہر سے کنور عبدالسلام خان کی یوپی پروانشل مسلم لیگ کونسل کے فیصلے کے خلاف اپیل پر غور کیا اور کنور عبدالسلام کو ذاتی طور پر اور ان کے وکیل کی زبانی سننے کے بعد اس رائے پر پہنچی ہے کہ یوپی مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کے فیصلے کی تصدیق کی جائے اور متعلقہ پارٹیوں کو فیصلے کے مطابق عمل کرنے کی اطلاع کردی جائے۔"

برھان پور میں مسلمان

"سی پی میں برہان پور کے مقام پر 15 جنوری 1940ء کو مسلمانوں پر پولیس کی فائرنگ کے خلاف کمیٹی مذمت کرتے ہوئے سی پی کے گورنر پر زور دیتی ہے کہ اس واقعہ کی تحقیقات کے لیے غیر جانبدار انکوائری کمیٹی نامزد کی جائے۔"

کمیٹی نے نیشنل گارڈز کمیٹی کی رپورٹ پر بھی غور کیا اور اس کی میٹنگ تک ان پر کارروائی ملتوی کردی۔

راجہ صاحب محمود آباد، نواب محمد اسماعیل خان اور چوہدری خلیق الزمان پر مشتمل ایک کمیٹی نامزد کی گئی تا کہ وہ آسام، پنجاب اور اڑیسہ کی صوبائی مسلم لیگوں کی طرف سے آل انڈیا مسلم لیگ سے الحاق کی درخواستوں پر غور کرے۔

6 فروری 1910ء کو کمیٹی کی آخری نشست کا اختتام ہوا جبکہ قائداعظم محمد علی جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے اپنے اور ہز ایکسی لینسی وائسرائے کے ساتھ میٹنگ کے تاثرات بیان کیے اور اس موقع پر درج ذیل ممبران موجود تھے۔

خواجہ مسٹر ناظم الدین، سر عبداللہ ہارون، چوہدری خلیق الزمان، نواب محمد اسماعیل خان، سردار اورنگ زیب خان، مسٹر عبدالرحمٰن صدیقی، مسٹر عبدالرؤف شاہ، نواب زادہ لیاقت علی خان اور عبدالستار اسحاق سیٹھ۔

اس میٹنگ میں یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ مسلم لیگ کی طرف سے ایک وفد جلد سے جلد برطانیہ کا دورہ کرے جو مسلم انڈیا کا مطمع نظر برطانوی عوام، پارلیمنٹ اور ہز میجسٹی کی حکومت کے سامنے پیش کرے۔ کمیٹی کے ارکان کے اسماء یہ ہیں:

1. اے، کے فضل الحق، وزیراعظم بنگال
2. سر سکندر حیات خان، وزیراعظم پنجاب
3. سر ناظم الدین
4. چوہدری خلیق الزمان

منزل کا تعین

☆ آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کی میٹنگ 22 مارچ 1940ء کو قائداعظم محمد علی جناح کی زیر صدارت لاہور میں منعقد ہوئی، یہی وہ انتہائی اہم میٹنگ تھی جس میں برصغیر جنوبی ایشیاء میں مسلمانوں کے لیے علیحدہ مملکت کے قیام کے لیے غور و خوض کیا گیا۔

یہ اجلاس 11 بجے تا 12.45 دوپہر تک جاری رہا، جو ممدوٹ ولاء لاہور میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں نواب زادہ لیاقت علی خان، سر سکندر حیات خان، ملک برکت علی، حاجی سر عبداللہ ہارون، نواب محمد اسماعیل خان، بیگم محمد علی جوہر، عبدالرحمٰن صدیقی، خواجہ ناظم الدین، سردار اورنگ زیب خان، سر سعد اللہ خان اور عبدالستار اسحاق سیٹھ موجود تھے۔

☆ 16,15 جون 1940ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس بمبئی میں منعقد ہوا جس میں قائداعظم محمد علی جناح کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ ملک کے دفاع کے لیے ہندوستان کے ذرائع کو استعمال کرنے کے لیے جنگی کوششوں کے بروقت اور موثر اقدام کے لیے وائسرائے سے گفت وشنید کا اہتمام کریں۔ قرارداد میں ہر ہندوستانی سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ ملک کے دفاع کے لیے اپنا کردار سنجیدگی سے ادا کریں۔

کمیٹی نے بین الاقوامی صورت حال کا جائزہ لیتے ہوئے نازی حملے کے خطرے کے پیش نظر اپنی تشویش کا اظہار کیا، اور اتحادیوں کے خلاف اٹلی کے بغیر کسی اشتعال کے حملے کو غیر اخلاقی اور ناجائز قرار دیا۔ دارالعوام میں مسٹر ایمری کے بیان اور وائسرائے کے ریڈیو پر اعلان کے حوالے سے کمیٹی نے 27 مئی کو قائداعظم محمد علی جناح کے اخباری بیان کی تائید کی۔ جس میں کہا گیا تھا:

''یہ برطانوی حکومت پر منحصر ہے کہ وہ مسلمان لیڈروں پر اعتماد کا اظہار کرے اور اس حوالے سے کئی طریقے ہیں اور وہ ہمیں با اعتماد دوست سمجھتے ہوئے ہمارا مکمل تعاون حاصل کرسکتی ہے جس میں ہم ناکام ثابت نہیں ہوں گے۔''

اس کے بعد میٹنگ نے درج ذیل قرارداد پاس کی۔

جنگی کوششیں

''آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کی رائے سے ہز ایکسی لینسی کے 10,9 اپریل 1940ء کے خط میں آل انڈیا مسلم لیگ کی طرف سے مانگی گئی مزید وضاحت کو غیر تسلی بخش قرار دیتی ہے اور قائداعظم محمد علی جناح کے 27 مئی کے پریس بیان کی تائید کرتی ہے۔''

دشمن کا حملہ

''ورکنگ کمیٹی نازی حملے کے خطرے کو تشویش کی نظر سے دیکھتی ہے جو نہایت سفاکی سے ایک کے بعد دوسری قوم کی آزادی چھین رہا ہے، اور کمیٹی اتحادیوں کے خلاف اٹلی کی حکومت کے بے جواز حملے ناجائز قرار دیتی ہے، جبکہ اس وقت فرانس نہایت مشکلات کے سامنے بہادری کے ساتھ سینہ سپر ہے۔ کمیٹی ہر ہندوستانی کو جنگ کے حوالے سے سنجیدہ کوششیں کرنے کی تاکید کرتی ہے۔ کمیٹی ہندوستان کی حکومت سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ ملک کو ہر قسم کے ظلم کے خلاف مقابلہ کرنے کے لیے منظم طریقے سے تیار کرے۔

کمیٹی مجبور ہو کر اس امر کا اظہار کرتی ہے کہ ہندوستان کے دفاع کے حوالے سے ہز ایکسی لینسی وائسرائے ،سی این سی اور صوبائی گورنروں کے بیانات موجودہ صورت حال پر قابو پانے کے حوالے سے مکمل طور پر ناکافی ہیں۔ اس لیے کمیٹی اپنے صدر کو اختیار دیتی ہے کہ وہ ہندوستان کے دفاع کی بات موثر طریق کار کے لیے وائسرائے کے ساتھ مذاکرات کریں۔

کمیٹی یہ سمجھتی ہے کہ ملک کو درپیش خطرات کے باعث جب تک صوبائی سطح پر نہیں بلکہ کل ہند کی بنیاد پر حکومت اور مسلم لیگ اور دیگر پارٹیاں جو ہندوستان کے دفاع میں دلچسپی رکھتی ہیں کے مابین مکمل تعاون کا طریقہ کار وضع نہیں کیا جاتا۔ اس وقت تک خطرے کا مقابلہ کرنے کا حقیقی مقصد پورا نہیں ہو سکے گا۔

ورکنگ کمیٹی کی رائے ہے کہ ملک کو درپیش فوری خطرے کے پیش نظر ضلعی اور صوبائی کمیٹیوں میں شامل ہونے سے مسلمان اور دوسرے لوگ کوئی خاص خدمت ادا نہیں کرسکیں گے، اور حقیقی مقصد پورا نہیں ہو سکے گا۔''

جنگی کمیٹیاں

کمیٹی نے ہدایت کی کہ فی الحال مسلمان ان کمیٹیوں میں خدمات انجام نہ دیں اور صدر مسلم لیگ کے وائسرائے کے ساتھ مذاکرات کے فیصلے تک انتظار کریں۔

مسلم وزرائے اعلیٰ کی کانفرنس

پریس میں شائع ہونے والی خبر بحوالہ نام نہاد کانفرنس مابین صدر کانگریس اور مسلم وزرائے اعلیٰ بمقام دہلی مورخہ 3 جون 1940ء کے حوالے سے یہ قرار پایا کہ اس سے پیدا ہونے والی غلط فہمی کی وجہ سے آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کے سامنے سر سکندر حیات خان کے بیان کی روشنی میں یہ بات سامنے آئی ہے



محمد علی جناح گورنر جنرل ہاؤس کراچی کے لان میں۔ 1948ء

کہ یہ سرسکندر حیات کی مولانا ابوالکلام آزاد کے ساتھ ذاتی ملاقات تھی لہٰذا آئندہ کوئی ممبر صدر مسلم لیگ کی اجازت کے بغیر کانگریسی رہنماؤں سے ہندو مسلم مسئلے اور کانگریس لیگ سمجھوتے کے حوالے سے مذاکرات نہیں کرے گا۔"

والنٹیئر آرگنائزیشن

"موجودہ حالات کے پیش نظر آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کی رائے ہے کہ صوبائی مسلم لیگیں مسلم نیشنل گارڈز تنظیم کا احیا کریں اور یہ کمیٹی مسلمانوں سے اپیل کرتی ہے کہ وہ آل انڈیا مسلم لیگ کے پرچم تلے زیادہ سے زیادہ تعداد میں مسلم نیشنل گارڈز میں شامل ہوں۔ کمیٹی کی یہ بھی سوچی سمجھی رائے ہے کہ ضلعی اور صوبائی مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کے ممبران ہفتہ میں ایک مرتبہ تربیت کے لیے وقت نکالیں۔"

سیاسی تعطل

☆ 20جون1940ء، آل انڈیا مسلم لیگ اور آل انڈیا کانگریس کمیٹیوں کے دہلی میں منعقد ہونے والے اجلاس غیر معینہ مدت تک کے لیے ملتوی ہوگئے۔ جس کے نتیجے میں سیاسی مذاکرات تعطل کا شکار ہوگئے اور اب کوئی شبہ باقی نہیں رہ گیا تھا کہ وائسرائے اور کابینہ وفد اس تعطل کی وجہ سے بہت زیادہ مایوس ہوگئے تھے۔

☆ 31اگست تا2 ستمبر1940ء آل اندیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کا اجلاس منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں ایک قرارداد میں فیصلہ کیا گیا کہ ایسے مسلمان عہدیدار جو کمیٹیوں میں محض شامل ہوکر کوئی مفید خدمت سرانجام دے سکتے ہیں وہ بخوشی ان وار کمیٹیوں میں شامل ہوسکتے ہیں۔

مستقبل کا آئین

"ورکنگ کمیٹی وائسرائے کے 8اگست1940ء کے بیان اور 14اگست 1940ء کو دارالعوام میں ہی مسٹر ایمری کے بیان پر غوروخوض کے بعد سمجھتی ہے کہ یہ بیانات ہندوستان کے مستقبل کے آئین کے حوالے سے آل انڈیا مسلم لیگ کے نقطہ نظر کی طرف پیش رفت ہیں۔ ہزمیجسٹی کی گورنمنٹ نے مجموعی طور پر مسلم لیگ کے مطالبہ کی یقین دہانی کراکے عملاً تسلیم کرلیا ہے کہ برٹش حکومت مسلم لیگ کی منظوری کے بغیر مستقبل کے آئین کے حوالے سے کوئی اقدام نہیں کرے گی۔

یہ کمیٹی وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کے ممبران کی تعداد میں اضافہ اور وار ایڈوائزری کونسل کے قیام کے حوالے سے وائسرائے کی دعوت کو قبول کرنے سے قاصر ہے کیونکہ:

1. ایگزیکٹو کونسل میں مزید ممبران کے مجوزہ اضافہ کے حوالے سے نہ تو صدر مسلم لیگ اور نہ ہی ورکنگ کمیٹی سے تبادلہ خیال کیا گیا۔
2. کمیٹی کو ابھی تک یہ علم نہیں کہ ایگزیکٹو کونسل کی ازسرنو کس طرح تشکیل کی جائے گی۔
3. کمیٹی کو علم نہیں کہ دوسری ایسی کون سی پارٹیاں ہوں گی کہ جن کے ساتھ مل کر لیگ کو کام کرنا ہوگا۔

کمیٹی سمجھتی ہے کہ صدر مسلم لیگ کو یہ نہیں بتایا گیا کہ اضافی ممبران کو کون سی ذمہ داریاں سونپی جائیں گی۔

کمیٹی کو صرف یہ بتایا گیا کہ تقریباً 11 ممبران کا اضافہ ہوگا۔ جن کے لیے 4 ناموں کا پینل بھیجا جائے گا جس سے 2 کو منتخب کیا جائے گا، لہٰذا کمیٹی پینل

کے اس طریق کار سے متفق نہیں۔

◆ وار کمیٹی کی تشکیل، ہیئت اور طریق کار کے متعلق کمیٹی کو کوئی علم نہیں سوائے اس کے کہ ان کے 20 ممبران ہوں گے جن کے لیے کمیٹی ایک پینل بھیجے گی۔ جس میں سے وائسرائے 4 ممبران کو نامزد کریں گے۔ اس صورتحال میں کمیٹی اس دعوت کو غیر تسلی بخش سمجھتی ہے اور وائسرائے سے درخواست کرتی ہے کہ وہ اس معاملے میں از سرِ نو غور کریں اور کمیٹی صدر مسلم لیگ کو اختیار دیتی ہے کہ وہ اس سلسلے میں مزید معلومات اور وضاحتیں حاصل کریں۔"

تادیبی کارروائی

آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کی 16 جون 1940ء کی قرارداد کی خلاف ورزی کرتے ہوئے وار کمیٹی میں شامل ہونے والے کونسل کے ممبران کے خلاف ورکنگ کمیٹی نے ایک قرارداد کے ذریعے نواب محمد اسماعیل خان اور نواب زادہ لیاقت علی خان پر مشتمل ایک انکوائری کمیٹی قائم کی تا کہ وہ ان ممبران کے کیسوں کا جائزہ لے اور تادیبی کارروائی کرے۔

☆ 28 ستمبر 1940ء کو نئی دہلی میں منعقد ہونے والی ورکنگ کمیٹی کی میٹنگ قائداعظم محمد علی جناح کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ اس مرتبہ ممبران کی ریکارڈ حاضری تھی اور صرف 3 ممبر غیر حاضر تھے جن میں مولوی فضل الحق اور نواب ممدوٹ اور بیگم محمد علی جوہر جو دونوں بیماری کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے۔ میٹنگ کے شروع میں قائداعظم محمد علی جناح نے 24 ستمبر کو وائسرائے کے ساتھ مذاکرات کی رپورٹ پیش کی۔ اس موقع ڈرافٹ ریزولیشن تیار کرنے کے لیے ایک سب کمیٹی بنائی گئی جس نے درج ذیل قراردادیں پیش کیں، جو ورکنگ کمیٹی میں بحث و تمحیص کے بعد منظور کر لی گئیں۔

گورنر جنرل کونسل

کمیٹی نے وائسرائے کے 14 اگست کے صدر مسلم لیگ کے نام خط جس میں ایگزیکٹو کونسل میں اضافے اور وار ایڈوائزری کونسل کے قیام کی تجویز پر غور کیا اور ہز ایکسی لینسی کو درخواست کی کہ وہ اس ضمن میں دوبارہ غور کریں، اور صدر مسلم لیگ کو یہ اختیار دیا کہ وہ مزید وضاحت کے لیے اقدامات کریں۔

نتیجتاً وائسرائے نے 24 ستمبر کو صدر مسلم لیگ قائداعظم محمد علی جناح سے ملاقات کی۔ 26 ستمبر کو وائسرائے نے باقاعدہ جواب دیا، لہٰذا یہ کمیٹی جنگ اور دفاع کے حوالے سے درج ذیل وجوہات کی بنا پر تعاون کرنے سے قاصر ہے۔

◆ 1 لیگ، ایگزیکٹو کونسل میں لیگ کے 2 ممبران کے اضافے پر راضی نہیں جبکہ اس کی مکمل تعداد اور دیگر ہیئت ترکیبی کے بارے میں کوئی علم نہیں۔

◆ 2 یہ نہیں بتایا گیا کہ بعد میں کسی اور پارٹی کے ممبران بھی کونسل میں شامل کیے جاتے ہیں تو اس وقت کونسل سے ردوبدل کا کیا طریقہ ہوگا۔

◆ 3 ایسے صوبے جو گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935ء کی سیکشن 93 کے تحت گورنر راج کے تحت چل رہے ہیں، میں حکومت غیر سیاسی مشیر نامزد نہیں کر رہی۔ کمیٹی سمجھتی ہے کہ ایسے صوبوں کے انتظامی معاملات میں مسلم لیگ کے نمائندوں کی عدم شرکت کی بنا پر یہ ممکن نہیں ہوگا کہ مسلمانوں کا موثر اور حقیقی تعاون حاصل کیا جا سکے۔

◆ 4 یہ کہ وار ایڈوائزری کونسل ابھی ابتدائی مرحلے میں ہے، اور اس کے بارے میں کوئی اور اطلاع نہیں

دی گئی۔ بجز ان کے کہ یہ ایگزیکٹو کونسل کی تعداد بڑھانے کے بعد قائم کی جائے گی۔

◆ یہ کہ کمیٹی کی 2 ستمبر کی قرارداد کے دیگر نکات میں سے صرف پینل سے متعلق نکتہ قبول کیا گیا ہے۔

پاکستان پلان کی توثیق

☆ آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کا اجلاس 22 فروری 1941ء کو دہلی میں منعقد ہوا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے اس اجلاس کی صدارت کی۔ اس میٹنگ نے آل انڈیا مسلم لیگ کے ''پاکستان پلان'' کی توثیق کی اور کانگریس کی ستیہ گرہ تحریک کی مخالفت کی۔

☆ 24 اگست 1941ء کو آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کا اجلاس قائداعظم محمد علی جناح کی رہائش گاہ پر صبح 11 بجے منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں درج ذیل حضرات موجود تھے۔

قائداعظم محمد علی جناح (صدر) نواب زادہ لیاقت علی خان (جنرل سیکرٹری) سر کریم بھائی ابراہیم، سر عبداللہ ہارون، سردار اورنگ زیب خان، بخت جمال خان، قاضی محمد عیسیٰ، ملک برکت علی، چوہدری خلیق الزمان، نواب محمد اسماعیل خان، ایس اے رؤف شاہ، راجہ آف محمود آباد، آنریبل مسٹر حسین امام، مولوی عظمت الرحمٰن، مسٹر عبدالمتین چوہدری، سر خواجہ ناظم الدین، مولانا اکرم خان، اور حاجی عبدالستار اسحاق سیٹھ۔

آغاز میں قائداعظم محمد علی جناح نے کمیٹی کو وائسرائے کے ساتھ نیشنل ڈیفنس کونسل اور ایگزیکٹو کونسل کے سلسلے میں حالیہ انٹرویو کی تفاصیل سے آگاہ کیا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے پنجاب کے وزیر اعلیٰ سر سکندر حیات خان، بنگال کے وزیر اعلیٰ اے کے فضل الحق اور آسام کے وزیر اعلیٰ سر محمد سعد اللہ خان پر وائسرائے کی ڈیفنس کونسل میں شمولیت کے حوالے سے تنقید کرتے ہوئے ان کے خلاف تادیبی کارروائی کرنے پر زور دیا۔ اس ضمن میں نواب زادہ لیاقت علی خان نے فضل الحق اور سر سعد اللہ کے پیغامات پڑھ کر سنائے، جبکہ سر سکندر حیات نے ذاتی طور پر کمیٹی کو اپنی پوزیشن واضح کی۔

دوسرا دن

آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی نے اگلے روز یعنی 25 اگست 1941ء کو سر سکندر حیات خان، اے کے فضل الحق آنریبل سر سعد اللہ خان سے نیشنل ڈیفنس کونسل سے مستعفی ہونے کی قرارداد متفقہ طور پر پاس کی۔ قرارداد میں کہا گیا:

''سر سکندر حیات خان اور سر سعد اللہ خان نے مستعفی ہونے کا اقرار کرلیا ہے، لہٰذا ان کے خلاف کارروائی نہ کی جائے، جبکہ مسٹر فضل الحق کو مستعفی ہونے کے لیے 10 دن کی مہلت دی گئی ہے اور اگر اس مدت میں تسلی بخش جواب نہ آئے تو صدر مسلم لیگ کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنی صوابدید کے مطابق عملدر آمد کریں۔''

تیسرا دن

وائسرائے کی کوششیں

آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی نے آخری سیشن میں ہز ایکسی لینسی وائسرائے کی طرف سے صدر آل انڈیا مسلم لیگ نے بالا بالا مسلم ممبران کو 8 اگست 1940ء کو دعوت کی روشنی میں ڈیفنس کونسل میں شامل ہونے کے لیے اصرار کرنے کے خلاف اظہار ناپسندیدگی کیا، جبکہ 28 ستمبر 1940ء کو کونسل کے رد کرنے کے فیصلے سے صدر لیگ نے پہلے ہی آگاہ کر رکھا تھا۔

مزید برآں کمیٹی یہ سمجھتی ہے کہ دارالعوام میں سیکرٹری آف اسٹیٹ مسٹر ایمری کے حکم اگست 1941ء کے

بیان کی جس میں انہوں نے کہا کہ وفادار ہندوستانیوں نے ہندوستان کے دفاع کے حق کا عندیہ دیا ہے۔ ایسے لوگوں نے پارٹی کے ڈسپلن کو نقصان پہنچایا ہے۔

ورکنگ کمیٹی وائسرائے کی کونسل کے ممبران کی تعداد بڑھانے اور نیشنل ڈیفنس کونسل قائم کرنے کے فیصلے کو مسلمانوں کے مطالبات کے برعکس ہندوؤں کو رعایت دینے کے مترادف سمجھتی ہے۔

لیگ کی ورکنگ کمیٹی وسیع بنیادوں پر فرقہ وارانہ فسادات کو سخت تشویش کی نظر سے دیکھتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ مسلمانوں کے حقوق کے خلاف ہندوؤں کی تقرری سے پیدا ہونے والی صورتحال کا فوری ازالہ کرے۔

ورکنگ کمیٹی حکومت سے مطالبہ کرتی ہے کہ مسلمانوں کے جائز حقوق کے حوالے سے ان کی تشویش دور کرے، اور ان کے جان و مال کی حفاظت کا اقدام کرے۔

کمیٹی بہار حکومت کی ''بہار ڈے اور بہار شریف انکوائری'' رپورٹ کی اشاعت کے خلاف ہندوستان کی حکومت کی توجہ اس طرف مبذول کراتے ہوئے مطالبہ کرتی ہے کہ مسلمانوں سے انصاف کے لیے شفاف ٹربیونل قائم کیے جائیں۔''

ہندوستان اور برما کا معاہدہ

''آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی ہندوستان اور برما کے درمیان حالیہ معاہدہ کو رد کرتی ہے جس سے ہندوستان کے معاشی نقصان کے علاوہ مسلمانوں کے تجارتی اور معاشرتی مفادات کو سخت نقصان پہنچا ہے۔ لہٰذا کمیٹی گورنر جنرل اور سیکرٹری آف سٹیٹ پر زور دیتی ہے کہ وہ درج بالا معاہدے کے نقصان دہ پہلو کے پیش نظر اس کی توثیق نہ کرے۔

کمیٹی نے بہار پراونشل مسلم لیگ کی بہار حکومت کے خلاف مفادات بہار کے حوالے سے سول نافرمانی کی تجویز کو فی الحال الگ اطلاع دینے تک ملتوی کر دیا۔

ایمری کا بیان

''آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی سیکرٹری آف سٹیٹ مسٹر ایمری کے بیان پر تشویش کا اظہار کرتی ہے جس میں برطانوی وزیر نے بیان دیا ہے، جو سراسر مسلمانوں کے ساتھ طے شدہ معاہدے اور حکومت کی اعلان شدہ پالیسی کے خلاف ہے، یعنی ہز میجسٹی کی حکومت کی طرف سے آئینی مسئلے کا فیصلہ دیا جائے گا بلکہ آئینی مسئلہ کا حل دونوں بڑی پارٹیوں کے درمیان معاہدے کا مرہون منت ہوگا۔

ورکنگ کمیٹی مسٹر ایمری کی دارالعوام میں آل انڈیا مسلم لیگ کی قرارداد لاہور جو قرارداد پاکستان کے عنوان سے معروف ہے کے حوالے سے حالیہ تقریر کو سختی سے رد کرتی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے اس اسکیم کا مطالعہ ہی نہیں کیا۔ جس کے تحت مخصوص حالات میں مسلمان اکثریتی علاقوں میں ہندوستان کو تسلیم کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔''

ورکنگ کمیٹی نے وائسرائے کی کونسل میں شمولیت کرنے پر نواب سر سلطان احمد اور بیگم شاہنواز کو اپنے عہدوں سے مستعفی ہونے کی قرارداد منظور کی۔

☆ 26 اکتوبر 1941ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کمیٹی کا اجلاس قائداعظم محمد علی جناح کی صدارت میں دہلی میں منعقد ہوا۔ اس میٹنگ میں 27 اکتوبر کو شروع ہونے والے سنٹرل اسمبلی

کے اجلاس میں نیشنل ڈیفنس کونسل کے قیام اور گورنر جنرل کی ایگزیکٹو کونسل کے ممبران کی تعداد بڑھانے کے حوالے سے وائسرائے ہز میجسٹی کی حکومت کے رویے کے خلاف مسلم انڈیا کے ردعمل کے اظہار کے طریق کار کے متعلق سوچ بچار کی گئی۔

کمیٹی نے قائداعظم محمد علی جناح (صدر) نواب زادہ لیاقت علی خان، نواب محمد اسماعیل خان، جی ایم سید اور مولانا محمد اکرم پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی، جو مرکزی اسمبلی میں مسلم لیگ پارٹی کے مشورے سے فیصلہ کرے کہ وہاں ہندوستان کے مسلمانوں کے جذبات کا اظہار کس طرح کیا جائے۔

کمیٹی نے مسٹر فضل الحق کے مسلم لیگ سے استعفیٰ کے بارے میں غور کیا۔

☆ 16 نومبر 1941ء کو آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کی میٹنگ دہلی میں 11 بجے شروع ہوئی۔ اس میٹنگ میں درج ذیل اصحاب شریک تھے۔

قائداعظم محمد علی جناح، نواب زادہ لیاقت علی خان، راجہ صاحب محمود آباد، چوہدری خلیق الزمان، نواب محمد اسماعیل خان، قاضی محمد عیسیٰ، ملک برکت علی، مسٹر حسین امام، بیگم محمد علی جوہر اور کریم بھائی ابراہیم۔

اس میٹنگ میں عمومی سیاسی صورت حال اور مسٹر فضل الحق کے خط پر غور وخوض ہوا۔ اس میٹنگ کے دوران درجن بھر خاکساروں کا جھنڈ کتبے اٹھائے لیگ کے دفتر میں گھس آیا اور لیگ سے مطالبہ کیا کہ وہ حکومت سے فوری طور پر مطالبہ کرے کہ وہ علامہ مشرقی کو رہا کردے۔

میٹنگ نے سر فضل الحق کی بیماری کے باعث تاخیر سے جواب دینے پر ان کو معاف کردیا، اور ان کی طرف سے لیگ کے فیصلوں کے مطابق عملدرآمد کرنے کی یقین دہانی اور صدر اور لیگ کے فیصلوں کے مطابق ڈیفنس کونسل سے استعفیٰ کے پیش نظر قرار دیا کہ اس سلسلے میں مزید اقدام نہ کیا جائے۔

ایگزیکٹو کونسل کی توسیع

''آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی حکومت سے اس امر پر اظہار افسوس کرتی ہے کہ اس نے مسلم لیگ کی طرف سے 17 جون 1940ء کی قرارداد کے مطابق دست تعاون بڑھانے کے جذبے کی نہ صرف قدر ہی نہیں کی بلکہ گورنر جنرل کی ایگزیکٹو کونسل میں ایسے اشخاص کو شامل کیا جو ماسوائے اپنی ذات کے کسی کی نمائندگی نہیں کرتے۔ کمیٹی کی رائے میں حکومت کا یہ ناعاقبت اندیشانہ فعل اس امر کا غماز ہے کہ حکومت مسلم لیگ کے مطالبات اس وقت بھی ماننے کو تیار نہ تھی۔ جب کانگریس پارٹی رکاوٹیں پیدا کرکے سول نافرمانی کر رہی تھی، اور موجودہ آئین کے دائرہ کار میں بھی کوئی معاہدہ کرنے پر رضامند نہ تھی۔''

کمیٹیوں کی تشکیل

ایک اور قرارداد کے ذریعے ورکنگ کمیٹی نے نواب محمد اسماعیل خان، مسٹر حسین امام، سر ناظم الدین، قاضی محمد عیسیٰ اور نواب زادہ لیاقت علی خان پر مشتمل ایک پارلیمانی کمیٹی تشکیل دی۔

لیگ کی دیگر برانچوں کی طرف سے دائر کی جانے والی اپیلوں پر فیصلہ صادر کرنے کے لیے نواب محمد اسماعیل خان اور نواب زادہ لیاقت علی خان پر مشتمل ایک سب کمیٹی قائم کی گئی۔

علامہ مشرقی کی رہائی

''ورکنگ کمیٹی حکومت کی توجہ علامہ مشرقی کی بغیر مقدمہ چلائے طویل نظر بندی کی طرف دلانا چاہتی ہے۔ جس کی وجہ سے ناگفتہ بہ حالات پیدا ہوچکے ہیں، اور نہ صرف خاکساروں کے درمیان بلکہ عام مسلمانوں میں بھی ہیجان پیدا ہوگیا ہے۔ بدلتے ہوئے حالات کی روشنی میں کمیٹی حکومت سے مطالبہ

کرتی ہے کہ وہ اپنی پالیسی پر نظر ثانی کرتے ہوئے علامہ مشرقی کو مزید تاخیر کیے بغیر رہا کر دے۔"

☆ 26 دسمبر 1941ء کو آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کی سال 1941ء کی آخری میٹنگ ناگپور میں قائداعظم محمد علی جناح کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ اس میٹنگ میں درج ذیل افراد شریک ہوئے۔

قاضی محمد عیسیٰ (بلوچستان) راجہ آف محمود آباد (یوپی) چوہدری خلیق الزمان (یوپی) مسٹر عبدالمتین چوہدری (آسام) سر خواجہ ناظم الدین (بنگال) مسٹر حسین اصفہانی (بنگال) مسٹر رؤف شاہ (سی پی) مسٹر برکت علی (پنجاب) مسٹر عبدالستار اسحاق سیٹھ (مدراس) مسٹر حسین امام (بہار) اور نواب زادہ لیاقت علی خان (یوپی) سیکرٹری مسلم لیگ۔

اس میٹنگ کی مرکزی قرار داد میں حکومت برطانیہ کو وارننگ دی گئی:

"موجودہ پالیسی اور 8 اگست 1940ء کے اعلان سے گریز نہ کیا جائے اور کبھی کوئی ایسا اعلان حکومت برطانیہ کی طرف سے نہ کیا جائے، جو پاکستان کے مطالبہ پر اثر انداز ہوتا ہو، یا جو ہندوستان کو کل بنیاد پر ایک مرکزی حکومت کے ماتحت ایک یونٹ جبکہ مسلمانوں کو ایک اقلیت ظاہر کرے۔ جس کے خلاف سخت احتجاج کیا جائے گا۔"

سیاسی صورت حال

ورکنگ کمیٹی کلکتہ میں وائسرائے کے 5 دسمبر 1941ء کے بیان پر تسلی کا اظہار کرتی ہے کہ اس میں 8 اگست 1940ء کے اعلان کے مطابق مستقبل کے آئین کے بارے میں پالیسی کا اعادہ کیا گیا ہے۔ آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی نے 22 دسمبر 1940ء کی میٹنگ میں اپنے اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"اس اعلان میں تقسیم ہند کے اصولوں کا اعادہ کیا گیا ہے، جس کے بارے میں مسلمانوں نے اس اعلان سے بہت پہلے 23 مارچ 1940ء کو لاہور میں پاکستان اسکیم کے مطالبہ کے طور پر پیش کیا تھا۔

اس وقت سے تاج برطانیہ کے ذمہ دار مسٹر ایمری اور مسٹر چرچل نے بارہا اعلان اگست کی پالیسی کی توثیق کی ہے اور اس بات کی یقین دہانی کرائی گئی ہے کہ برٹش حکومت ہندوستان کے سیاسی خدوخال کے حقائق سے مکمل طور پر آگاہ ہے اور سمجھتی ہے کہ مسلمانوں کی خواہشات کے مطابق ان کے علیحدہ تشخص کے خلاف کوئی بھی فیصلہ بدترین حالات لانے کا ذمہ دار ہوگا، جو ملکی نظم و نسق کو ناممکن بنا دے گا۔"

برطانوی پریس کا منفی رویہ

"بہرکیف ورکنگ کمیٹی اس بات کا شدت سے احساس کرتی ہے کہ ایک طرف تو برطانوی حکومت کی پالیسی ابھی تک 8 اگست 1940ء کے مطابق ہے، لیکن برطانوی پریس اور سیاستدانوں کے ایک سیکشن میں محوری طاقتوں کے خلاف جنگ اور اس میں جاپان کی شمولیت کی وجہ سے یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ وہ حکومت پر زور دے رہے ہیں کہ اب تک جاری ساری پالیسی کو بدل کر اب کانگریس کی تشفی کے لیے ماضی میں کیے گئے ہندوستان کے مسلمانوں کے ساتھ تمام وعدوں اور بیانات کے برعکس اور ہندوستان کی دو بڑی قوموں ہندو اور مسلمانوں کے درمیان واضح طور پر سیاسی، مذہبی اور ثقافتی اختلافات سے چشم پوشی کرتے ہوئے ایک نیا اعلان کیا جائے۔

اس لیے ورکنگ کمیٹی سمجھتی ہے کہ برطانوی عوام اور حکومت دونوں کو خبردار کیا جائے کہ 8 اگست 1940ء کی پالیسی اور ضابطہ اعلان اور مسلمانوں کے لیے عہدو پیماں کے خلاف کوئی ترمیم شدہ پالیسی یا نیا قانون جو مطالبہ پاکستان کو بری طرح متاثر کرتا ہو یا جو ہندوستان کی مرکزی حکومت کی بنیاد پر ایک یونٹ جس کے تحت ہندوستان میں مسلمان اقلیت رہ جائیں کے خلاف مسلمان سخت احتجاج کریں گے، اور اپنی ساری توانائی کے ساتھ اس کی مزاحمت کریں گے۔ جو جنگی امور کے علاوہ ایسے نازک وقت میں ملک میں جنگ کے لیے کی گئی کوششوں جو مسلم لیگ کی پالیسی کی وجہ سے مسلمانوں کی مدد سے جاری ہیں کے راستے میں سخت رکاوٹ پیدا کردے گی۔''

جنگی کوشش

دوسری قرارداد میں ورکنگ کمیٹی نے جنگ میں محوری طاقتوں کے ساتھ جاپان کی شمولیت کا ذکر کرتے ہوئے ہندوستان کے لیے خطرہ قریب آنے کے پیش نظر کہا:

''وہ ضروری سمجھتی ہے کہ ہندوستان کے دفاع کے لیے اپنا کردار ادا کرنے کی ذمہ داری پوری کرنے کی رضامندی کا پھر معاہدہ کرے۔''

اس سلسلے میں ورکنگ کمیٹی نے ایک قرارداد جس میں اس ضمن میں ماضی کی ساری قراردادوں کا احاطہ کیا اور کانگریس کے رویے کا تذکرہ کیا۔

فضل الحق کے خلاف کارروائی

ایک اور قرارداد کے ذریعے کمیٹی نے مسلمانوں سے عمومی طور پر اور مسلم لیگ کو خاص طور پر دھوکہ دینے کے حوالے سے مسٹر فضل الحق کو مسلم لیگ سے خارج کردینے کے حوالے سے صدر آل انڈیا مسلم لیگ کے اقدام پر اطمینان کا اظہار کیا۔ قرارداد میں ہر لیگی سے کہا گیا:

''جب تک بنگال کی موجودہ برائے نام حق وزارت جو مسلمانوں کے مفاد کے خلاف ہے کو نکال باہر نہیں کیا جاتا اس وقت تک چین سے نہ بیٹھے۔''

نواب صدیق علی خان

''ورکنگ کمیٹی سی پی حکومت پر زور دیتی ہے کہ سیاسی صورتحال کے پیش نظر جس طرح ستیہ گرہ کرنے والوں اور دیگر سیاسی قیدیوں کو رہا کردیا گیا ہے۔ اس طرح نواب صدیق علی خان کے خلاف بھی کارروائی ختم کرے اور ان کو رہا کردے۔''

☆ 21 اور 22 فروری 1942ء کو دہلی میں قائداعظم محمد علی جناح کی زیرصدارت مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی اور مسلم لیگ کونسل کی میٹنگز منعقد ہوئیں۔ ورکنگ کمیٹی کے 23 ممبران میں سے 15 ممبران نے شرکت کی اس میں تین قراردادیں منظور کی گئیں جو یہ تھیں۔

ہندوستان کو جنگ کا خطرہ

ایک قرارداد میں ورکنگ کمیٹی نے ہندوستان کے مسلمانوں کو عمومی طور پر اور صوبائی لیگوں کو خصوصی طور پر ہندوستان پر جنگ کے منڈلاتے خطرات اور اس سے ہونے والے نقصانات کی طرف توجہ دلاتے ہوئے تاکید کی:

''وہ ایسے موقع پر سکون، جرأت اور صبر و تحمل سے ہر ستم کے خطرے کا مقابلہ کرنے کے لیے خود کو تیار کریں۔''

نیز ورکنگ کمیٹی نے مکمل اعتماد کا اظہار کیا:

''خطرے کی کسی بھی صورت میں مسلمان متحد رہیں گے اور بے سہارا قوموں کی امداد کے لیے آگے بڑھیں گے۔''

کمیٹی نے صوبائی لیگوں کو ہدایت کی:
''وہ مسلم لیگ نیشنل گارڈز تنظیم کو مضبوط کریں تا کہ بوقت ضرورت وہ ملک میں امن اور سکون برقرار رکھنے کے لیے موثر کردار ادا کر سکے۔''

مشرق بعید کے مسلمانوں کے مسائل

دوسری قرارداد میں ورکنگ کمیٹی نے ملایا، سنگاپور اور مشرق بعید میں مسلمانوں اور دیگر ہندوستانیوں کے مصائب کا احاطہ کرتے ہوئے سارے ہندوستان کے مسلمانوں کو ہدایت کی:
''وہ ان کی اعانت کے لیے کردار ادا کریں، اور ہندوستان کے مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے مہاجرین کی بھرپور مدد کریں۔''
کمیٹی نے حکومت سے مطالبہ کیا:
''وہ ہر ممکن طریقے سے ان کی مدد کرے۔''

سپرو کانفرنس مطالبہ

تیسری قرارداد میں مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی نے سر تیج بہادر سپرو کی صدارت میں نام نہاد نان پارٹی کی تجاویز کو رد کرتے ہوئے حکومت برطانیہ کو کہا:
''وہ ان تجاویز سے دھوکہ نہ کھا جائے، جو ہندوستان میں ہندو راج قائم کرنے کی طرف واضح اشارہ ہیں۔''
قرارداد میں کہا گیا:
''حکومت مسلمانوں کے ساتھ کیے گئے عہد و پیماں کو سنبھالے اور ہندوستان میں ون یونٹ مرکز کی بنیاد پر کسی قسم کے طریق کار سے اجتناب کرے۔''

☆ 27 مارچ، 11 اپریل 1942ء کو آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کی میٹنگ قائداعظم محمد علی جناح کی صدارت میں نئی دہلی میں منعقد ہوئی۔ اس میٹنگ میں یہ قرارداد منظور کی گئی:
''درج ذیل حضرات پر آل انڈیا مسلم لیگ اور اس کی کسی بھی شاخ کا ممبر بننے پر لگائی گئی پابندیاں فوری طور پر اٹھالی جائیں۔''
مذکورہ خواتین وحضرات کے اسمایہ ہیں:
بیگم حمیدہ مومن، ایم ایل سی، مسٹر مخلص الرحمان ایم ایل سی اور مسٹر قادر بخش ایم ایل سی۔

کرپس تجاویز نامنظور

☆ 12 اپریل 1942ء کو آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کا اجلاس قائداعظم محمد علی جناح کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں اعلان کیا گیا:
''موجودہ صورتحال میں کرپس تجاویز نا قابل قبول ہیں۔''

☆ الٰہ آباد میں 3 سے 6 اپریل 1942ء تک آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کے بعد بمبئی میں مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس 16 تا 20 اگست 1942ء منعقد ہوا۔ جس میں کمیٹی نے ایک طویل قرارداد منظور کی جس میں موجودہ سیاسی صورت حال میں قومی حکومت کے قیام کے سوال کے بارے میں مسلم لیگ کے رویے اور کانگریس کی تحریک کی روشنی میں اظہار رائے کیا۔ ذیل میں قرارداد کا خلاصہ دیا جاتا ہے:

سیاسی صورت حال

''آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی ملک کی موجودہ سیاسی صورت حال پر گہرے غور وخوض کرتے ہوئے آل انڈیا کانگریس کمیٹی کی 8 اگست 1942ء کی قرارداد کو افسوس ناک قرار دیتی ہے اور اسے ''کھلی بغاوت'' کے مترادف سمجھتی ہے کیونکہ تحریک سول نافرمانی کے ذریعے ہندوستان میں کانگریس، ہندو غلبہ قائم کرنے کا مقصد حاصل کرنا چاہتی ہے، جس کی وجہ سے نظم ونسق اور جان ومال کا کافی نقصان ہوا ہے۔

ورکنگ کمیٹی کی سوچی سمجھی رائے ہے کہ اس تحریک کا مقصد نہ صرف برطانوی حکومت پر یہ دباؤ ڈالے تا کہ وہ ہندوؤں کے خودسر طبقے کو اختیار سونپ دے بلکہ اس کا مقصد یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کو مجبور کر دیا جائے کہ کانگریسی شرائط کے سامنے سرتسلیم خم کر دیں۔ جب سے جنگ شروع ہوئی ہے بلکہ اس سے بھی پہلے کانگریس جو کہ ہندوستان کی دوسری اقوام کی بہت ہی قلیل تعداد کی نمائندہ ہے کی یہ کوشش رہی ہے کہ برطانوی حکومت کے ساتھ چاپلوسی اور دباؤ کے ذریعے اختیار حاصل کیا جائے۔ کانگریس کے لیے ہندوستان کے لیے حق خودارادی کا مطالبہ محض لفاظی ہے، بلکہ یہ مسلمان قوم کے حق خوداختیاری کے حق کو مسلسل رد کر رہی ہے جس کے ذریعے وہ اپنی منزل کے تعین کا فیصلہ کر سکیں۔

سرسٹیفورڈ کرپس سے چاپلوسی کر کے کانگریس کے لیے اقتدار حاصل کرنے میں مایوس ہو کر انہوں نے ''ہندوستان چھوڑ دو'' تحریک کے ساتھ تحریک سول نافرمانی شروع کرنے کی دھمکی بھی دی جو محض پردہ ڈالنے کے مترادف ہے بلکہ اس کے پیچھے حقیقی مقصد یہ ہے کہ ملک کی باگ ڈور کا اختیار کانگریس کو حاصل ہو جائے۔

ہندوستان کے مسلمان ملک کی آزادی اور حق خود اختیاری کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں، جو آل انڈیا مسلم لیگ کا مطمع نظر ہے، بہر کیف مسلمانوں کو یقین ہے کہ کانگریس کی موجودہ تحریک ملک کی آزادی کے لیے نہیں بلکہ ہندو راج کے قیام اور مسلمانوں کے مطالبہ پاکستان کو تباہ کرنے کے لیے ہے۔''

☆ 8 نومبر 1942ء کو مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کی میٹنگ قائداعظم محمد علی جناح کی زیر صدارت نئی دہلی میں منعقد ہوئی جس میں 5 ممبران پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی گئی، جو سندھ میں مسلم لیگ کے معاملات کو جانچ کر مناسب اقدام کرے۔ کمیٹی کے ممبران کے نام یہ ہیں۔

چیئرمین نواب محمد اسماعیل خان، مسٹر حسین امام، سرناظم الدین، چوہدری خلیق الزمان اور قاضی محمد عیسیٰ۔

سندھ کے معاملات

''مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی لیجسلیٹو اسمبلی میں سندھ مسلم لیگ پارٹی اور سندھ صوبائی مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کی 22 اکتوبر 1939ء کی قرارداد اور صدر مسلم لیگ کی ہدایت کے باوجود سندھ کی وزارت قائم نہ کر سکنے کی ناکامی پر افسوس کا اظہار کرتی ہے، لہٰذا 19 اکتوبر کے بعد سے بدلتے حالات کے پیش نظر سارا معاملہ (درج بالا) کمیٹی کے سپرد کیا جاتا ہے۔''

اجتماعی جرمانے

''آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کی توجہ اس طرف مبذول کرائی گئی ہے کہ کئی ایک جگہوں پر مسلمانوں پر اجتمائی جرمانے کیے جارہے ہیں، جنہوں نے بحیثیت ایک الگ قوم کے حکومت کی مرضی سے خود کو کانگریسی تحریک سے الگ کر رکھا ہے۔ مسلم لیگ سمجھتی ہے کہ کچھ کانگریسی حکومتوں کا یہ عمل حکومت کی پالیسی سے مطابقت نہیں رکھتا، لہٰذا مختلف صوبائی مسلم لیگوں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ اپنے تمام کیس اکٹھے کر کے متعلقہ صوبائی حکومتوں کے سامنے ازالہ کے لیے پیش کریں اگر وہ انصاف کے حصول میں ناکام رہیں تو ان کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ موزوں اقدام کے لیے اپنا معاملہ آل انڈیا مسلم لیگ کے سیکرٹری کو پیش

کریں۔"

سیاسی صورت حال

مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی نے سندھ اور اجتماعی جرمانوں کی دو قراردادیں منظور کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی 6 گھنٹے کی میٹنگ کے دوران ملک کی سیاسی صورت حال پر بھی غور کیا، اور راج گوپال اچاریہ اور قائداعظم محمد علی جناح کے مابین آئندہ ہونے والی نشست کے حوالے سے بحث و تمحیص کی۔ ورکنگ کمیٹی کی رائے میں مجموعی طور پر بمبئی میٹنگ سے اب تک لیگ کی پوزیشن کے حوالے سے مزید بیان کی ضرورت نہیں رہی، لہٰذا فیصلہ کیا گیا کہ قرارداد بمبئی کو مسلم لیگ کی کونسل کی توثیق کے لیے اگلے دن کی میٹنگ میں پیش کیا جائے۔

☆ 23 اپریل 1943ء کو آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کا اجلاس قائداعظم محمد علی جناح کی زیرِ صدارت نئی دہلی میں منعقد ہوا، اس اجلاس میں فیصلہ کیا گیا:

"نواب محمد اسماعیل خان اور نواب زادہ لیاقت علی خان پر مشتمل ایک دو رکنی کمیٹی تشکیل دی جائے۔ جو لیگ کے آئین پر عملدرآمد کے حوالے سے سابقہ تجربہ کی روشنی میں مشورہ دے۔"

قائداعظم کا خطاب

☆ 24 تا 26 اپریل 1943ء کو آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کا اجلاس دہلی میں منعقد ہوا۔ اس کے دوران مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کی ایک نشست بند کمرے میں ہوئی۔ اس میں اراکین مجلس کو خطاب کرتے ہوئے قائداعظم نے فرمایا:

"مستقبل کے بارے میں دو تجویزیں ہیں، اولاً یہ کہ برطانیہ کو مسلم مطالبات منظور کرنے کے لیے ابھی اور اسی وقت راست اقدام کیا جائے، اور ثانیاً یہ کہ انتظار کیا جائے اور دیکھا جائے۔ انتہا پسندوں کی خواہش تو یہ ہوگی کہ فی الفور برطانیہ کے خلاف اعلان جنگ کر دیا جائے۔ اب ان میں سے ایک مسٹر جی ایم سید نے تو یہ سفارش بھی کر دی ہے کہ مسلمانوں کی ناراضگی کے اظہار کی علامت کے طور پر مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کے ارکان گرفتاریاں پیش کریں، اور اس کے ساتھ ہی مسلم لیگیوں سے یہ کہا جائے کہ وہ وار کمیٹیوں سے علیحدگی اختیار کر لیں، پھر اعتدال پسند ہیں جن کا موقف یہ ہے کہ لیگ کو بنگال، سندھ، آسام اور پنجاب میں (مسلم) وزارتوں کے قیام سے مطمئن ہو جانا چاہیے لیکن کوئی بھی صورت حال کے بارے متوازن اور حقیقت پسندانہ نقطۂ نظر اختیار نہیں کرتا، اس وقت صورتحال یہ ہے کہ کانگریس مسلمانوں سے مبارزت پر تلی ہوئی ہے، لیکن اب اسے خمیازہ بھگتنا پڑ رہا ہے۔ اس کو کچل دیا گیا اور اس نے یہ دعویٰ کرنا چھوڑ دیا ہے کہ وہ مسلمانوں کی بھی نمائندگی کرتی ہے۔ کانگریس ہماری خواہشات کے مطابق عمل نہ کر سکی، لیکن یہ اب ہمیں کوئی نقصان پہنچانے کے قابل نہیں رہی۔ اس نے جو زخم کھائے ہیں انہیں مندمل ہونے میں کچھ وقت لگے گا، لہٰذا ہم اس کی دہشت سے آزاد ہیں۔ اس کے علاوہ موجودہ حالات میں یہ ہمیں کچھ دینے کی پوزیشن میں نہیں۔ ہم پاکستان مانگتے ہیں اور یہ جنس کانگریس کی منڈی میں نہیں بلکہ برطانیہ کی منڈی میں دستیاب ہے۔ دوسرے لفظوں میں سردست کانگریس کا خطرہ ختم ہو چکا ہے، لہٰذا ہمیں اس کی زیادہ پرواہ نہیں کرنی چاہیے بلکہ ہمیں چوکسی اور ہوشیاری کا رویہ اختیار کرنا چاہیے۔ کانگریس کے بعد ہمارا حریف انگریز ہے۔ ہم اس کے مقابلے میں کہاں کھڑے ہیں؟ وہ ہمارے مقصد کے لیے بے کار ہے، کیونکہ



قائداعظم محمد علی جناحؒ جناب اے کے فضل الحق اور جناب عبدالمتین چوہدری کے ہمراہ۔ کلکتہ 1938ء

کانگریس اور وہ دونوں اتنے سنگدل اور منہ زور ہیں جتنا کہ کوئی بھی دشمن ہوسکتا ہے۔ اسے ہمیشہ کانگریس کو خوش رکھنے کی فکر دامن گیر رہی ہے۔ انگریز سمجھتا ہے کہ اس کے استعماری مفادات کا تقاضا ہے کہ وہ مستقل طور پر مسلمانوں کو دبا کے رکھے۔ وہ مسلمانوں کو انتہائی شکوک وشبہات کی نظر سے دیکھتا ہے۔ مسلم طاقت کے عروج میں اسے مشرق میں اپنی بالادستی کا خاتمہ نظر آتا ہے، لہٰذا مسلمان انگریزوں سے نرم الفاظ کے سوا کچھ چیز کی توقع نہیں کر سکتے۔ نہ ہی مسلمان جنگ کے بعد نام نہاد نئے بین الاقوامی نظام سے کوئی زیادہ امیدیں وابستہ کر سکتے ہیں۔ جنگ کے بعد انگریز اپنے ہر اتحادی سے اتنا زیادہ طاقت ور ہوگا کہ بین الاقوامی رائے عامہ جہاں کہیں اس کے استعماری عزائم سے متصادم ہوگی وہ نظر انداز کر دے گا۔ خاتمہ جنگ کے بعد وہ اپنے اتحادیوں سے زیادہ طاقت ور ہوگا، اور اگر واقعی ایسا ہی ہوا اور اس نے ہر طاقت اپنے اتحادیوں کے بل پر حاصل کی تو پھر وہ اپنے کمزور اتحادیوں بلکہ دنیا کے مشوروں پر بھی کان کیوں دھرے گا؟ وہ یہ جنگ اس لیے نہیں لڑ رہا ہے کہ وہ تخیل پرستوں کو یہ مشورہ دینے کی صلاحیت سے بہرہ ور کر دے کہ اسے خود اپنی طاقت کیسے ختم کرنی چاہیے، لہٰذا اب یا آئندہ اس امر کا کوئی امکان نہیں کہ انگریز خوشی سے ہمیں پاکستان کا تحفہ عطا کر دے۔ اس کے برعکس جنگ کے بعد کے زمانہ میں انگریزوں اور مسلمانوں میں وسیع پیمانے پر تصادم کا قوی امکان ہے۔ ایسے کئی مسائل ہیں جو اس قسم کی آویزش کا باعث بن سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر فلسطین، شام یا ایران، مصر اور بغداد سے برطانیہ کے انخلاء کے مسائل ہیں۔ اجتماعی طور پر یہ مسائل ایک عمومی بین الاقوامی مسئلہ کے حصہ کی حیثیت رکھتے ہیں، اور جب یہ نوبت آئے گی تو مختلف ممالک کے مسلمانوں کے سامنے ''ساتھ رہیں گے'' ''ساتھ جئیں گے'' کا انداز اختیار کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہوگا۔ برطانوی سامراج کے لیے ان مسائل ومعاملات کے بارے میں مسلم رائے عامہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ممکن نہیں۔ ان میں سے کوئی نہ کوئی مسئلہ کھلے تصادم کا باعث بنے گا، لہٰذا ہمیں اس بڑے تصادم میں اپنا کردار ادا کرنے کی تیاری کرنی چاہیے۔ قدرتی طور پر ہمیں اس کے تفصیلی انتظامات کی ضرورت ہوگی۔

حال ہی میں سندھ کے گورنر نے ہمیں جن چھوٹی چھوٹی عنایات سے نوازا ہے۔ وہ ہمیں تحفظ کے کسی جھوٹے احساس کی لوریاں نہیں سنا سکتیں۔ یہ مہربانیاں اس لیے روا نہیں رکھی گئیں کہ انگریزوں کو ہم سے محبت ہے۔ اس کا مقصد ہمیں ان عوام کی نظروں میں بے نقاب کرنا ہے۔ جن سے ہم ذمہ نبھانے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ کانگریس کو بھی یہی جل دیا گیا تھا جب انہیں سولی پر چڑھنے کے لیے وزارتوں کی صورت میں لمبی رسی مہیا کر دی گئی تھی۔ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو ایسی ہندو مسلم تلخی پیدا نہ ہوتی جو آج موجود ہے۔ اگر کانگریس عہدے قبول نہ کرتی تو اس کی زرعی اور محنت کش آبادیوں پر گرفت قائم رہتی یا مسلمانوں کے بعض طبقوں میں اس کی سابقہ مقبولیت قائم رہتی۔ وہی جل مسلمانوں کو دیا جا رہا ہے۔ انگریز نے لیگ کی وزارتیں اس لیے قائم کی ہیں تا کہ ہمارے عوام کے وعدوں کی آزمائش ہو سکے، تا کہ ہم محسوس کریں اور اپنے آپ کو لعن طعن کریں، مزید براں مسلم لیگ

میں مقامی اور داخلی پیچیدگیاں پیدا ہوں۔ میں واقعی یہ خدشہ محسوس کرتا ہوں کہ اگر انگریز مسلم لیگ کو مسلم عوام کی خاطر کوئی معقول اقدام نہیں کرنے دیں گے تا کہ ہم اپنے عوام کی نظروں میں بدنام ٹھہریں، لہٰذا ہمیں محض اپنے ہتھیار رکھ کر نہیں بیٹھ جانا چاہیے۔ صرف اس لیے نہیں کہ ہمارے سترہ یا بیس آدمیوں کو صوبائی وزارتوں میں نشستیں مہیا کر دی گئی ہیں۔ ہمیں کیا کرنا چاہیے یا کیا ہم خاموش ہو کر بیٹھ جائیں یا لڑیں؟ ہم اس وقت تک نہیں لڑ سکتے جب تک ہر معاملہ سے جنگی بنیادوں پر عہدہ برآ ہونے کا اہتمام نہ کرلیا جائے۔ ہمیں وزارتیں دے کر حریف یہ سمجھتا ہے کہ اس نے ہماری تقدیر پر مہر لگا دی ہے لیکن آیئے ہم اس کی تقدیر پر ان ہی آلات سے مہر ثبت کردیں۔ آیئے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم صوبوں میں اپنی پوزیشن مستحکم کریں۔ وزارتوں کو اس انداز میں کام کرنے دیجیے کہ وہ اپنا وقار کھونے کی بجائے عوام میں مسلم لیگ کو مقبول بنائیں۔ جن سے محاذ آرائی کا راستہ اختیار کرتے ہوئے امداد واعانت حاصل کرنی ہے۔ آیئے ہم ان وزارتوں سے استعفادہ کریں تا کہ جب حملہ کریں تو محض یہ حقیقت ہمارے وقار میں اضافے کا موجب بنے کہ ہم حملہ کرنے کی غرض سے اپنی وزارتوں سے مستعفی ہو رہے ہیں۔ ہمیں کب حملہ کرنا چاہیے؟ میرے خیال میں اس بارے میں اپنا منصوبہ میں دسمبر تک مکمل کرلوں گا۔ دریں اثنا صوبائی وزارتیں اور لیگیں صوبوں میں اپنا تنظیمی کام مکمل کر کے اپنے آپ کو لڑائی کے لیے تیار کرلیں۔

ہم یہ بھی دیکھ لیں گے کہ موسم گرما میں جنگ کیا صورت اختیار کرتی ہے۔ دسمبر میں ہمارا اجلاس سندھ میں ہوگا۔ اپریل میں ہم پنجاب میں پھر اکٹھے ہوں گے۔ وہاں ہم فیصلہ کریں گے کہ کب حملہ کرنا ہے۔ کہاں حملہ کرنا ہے اور کیسے حملہ کرنا ہے؟ ذاتی طور پر میرا خیال ہے کہ اگر غیر متوقع حالات نے کوئی قدم اٹھانے پر مجبور کیا تو جنگ کے خاتمہ کے فوراً بعد پیش گوئی کردینی چاہیے۔ اس وقت تک ہر کوئی تھک کر چور ہو چکا ہوگا، اور کسی نئی کڑی آزمائش کا سامنا کرنے کے لیے تیار نہیں ہوگا۔ یہ درست ہے کہ اس وقت انگریز کسی اور کے مقابلے میں زیادہ طاقت ور ہوں گے۔ یہ قوت ارادی محض اس حد تک محدود ہوگی کہ وہ اپنے اتحادیوں کا کوئی حکم ماننے کو تیار نہیں ہوں گے۔ یہ اتحادی بھی انگریز کے مقابلے میں نسبتاً کمزور ہوں گے، لیکن انگریز محض اس وجہ سے وسیع پیمانے پر کسی تازہ گڑ بڑ کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں کرے گا۔ نارضامند ہاتھوں سے اپنا گوہر مقصود چھیننے کے لیے ہمیں وسیع پیمانے پر گڑ بڑ کرنی ہے۔ اس طرح سے اس پر اثر انداز ہونے پر مجبور کرنا ہے۔ افغانستان نے اپنی آزادی کس طرح حاصل کی تھی یا اس نے عین اس وقت اعلان جنگ کردیا، جب جنگ عظیم ابھی ختم ہوئی تھی۔ انگلستان تھکا ماندہ تھا اور اس کے تعیش پسند عوام نئی جنگیں لڑنے کی اجازت نہیں دے سکتے تھے۔ ہمیں بھی اگر ضرورت محسوس ہو اور معاملات میں اس وقت تاخیر کردی گئی ہو تو افغانستان کی تقلید کرنی چاہیے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اگر اس سے پہلے ہمیں مشتعل کیا جائے تو ہم ہاتھ نہیں اٹھائیں گے۔ ایسی صورت میں ہمیں پہل کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ ہم نے کانگریس کو پہلے ہی مار

دیا ہے۔ اب انگریز کی باری ہے۔ میرے خیال میں جنگ مزید تین سال تک جاری رہ سکتی ہے۔ اس عرصہ میں ہمیں اپنا گھر درست کر لینا چاہیے۔ اس سلسلے میں کچھ امور پیش نظر رہنے چاہئیں۔

◆ اب جبکہ ہم وزارتوں میں آ گئے ہیں تو جب تک ممکن ہو ہمیں انہیں برقرار رکھنا چاہئے تا کہ انہیں ہم آنے والی جنگ میں صوبوں میں اپنی پوزیشن کے استحکام کے حربے کے طور پر استعمال کر سکیں۔

◆ اگر ممکن ہو تو اس وقت تک انگریز سے نہیں الجھنا چاہئے جب تک نفسیاتی لمحہ آ نہیں جاتا اور ہماری تیاریاں مکمل نہیں ہو جاتیں۔

◆ لیگ کو عوام میں مقبول بنانے کی غرض سے ہمیں ان صوبوں میں جہاں وزارتیں کام کر رہی ہیں کچھ اچھے قوانین منظور کرنے چاہئیں۔ یہ چیز وقت پر کام آئے گی۔

◆ دریں اثنا ایسی ہر چیز کی حوصلہ شکنی کرنی چاہئے جو مسلمانوں کی صفوں میں افتراق پیدا کرے۔ مثال کے طور پر پاکستان میں شہریوں کے بنیادی حقوق کا تعین یا اس سلسلے میں بحث وتمحیص یا پاکستان کے بارے میں کوئی ایسی اسکیم زیر غور لانے سے اجتناب کرنا چاہئے، جو رائے عامہ میں اختلاف پیدا کرنے کا موجب بن سکتی ہے۔

◆ جنگ چونکہ ناگزیر ہے، لہٰذا ہماری تیاری سہو وخطا سے مبرا ہونی چاہئے۔"

رب العزت کا شکر

☆ 15,13 نومبر 1943ء کو دہلی میں قائداعظم محمد علی جناح کی صدارت میں آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کا اجلاس منعقد ہوا۔ اس میٹنگ میں دیگر قراردادوں کے علاوہ اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے قائداعظم محمد علی جناح کی جان بچ جانے پر اللہ رب العزت کا شکر ادا کیا گیا کہ اس نے ہندوستان کے مسلمانوں کی رہنمائی کرنے کے لیے اپنے فضل وکرم سے قائداعظم کی زندگی کی حفاظت فرمائی۔

کشمیر

◆ میٹنگ نے کشمیر کی صورت حال کی بابت سابق وائسرائے ہند صدر لارڈ لنلتھگو کے ساتھ آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر کی خط وکتابت پر بھی غور کیا، اور چوہدری غلام عباس کی رہنمائی میں کشمیر مسلم کانفرنس کے لیڈروں کا موقف سن کر فیصلہ کیا کہ اس سلسلے میں صدر آل انڈیا مسلم لیگ جو ضروری سمجھیں اقدام کریں۔

آئینی کمیٹی کا قیام

◆ "قرار پایا کہ محمد اسماعیل خان، چوہدری خلیق الزمان اور خواجہ ناظم الدین پر مشتمل ایک کمیٹی قائم کی جائے، جو پنجاب قانون ساز اسمبلی میں مسلم لیگ پارٹی کے لیے مرتب کیے گئے آئین کا مطالعہ کر کے مطلع کرے، آیا یہ آئین آل انڈیا مسلم لیگ کے بنیادی قواعد وضوابط، اصول، پالیسی اور پروگرام کے مطابق ہے۔ یہ رپورٹ مرتب کرتے وقت کمیٹی لیگ کے صدر کو نواب افتخار حسین خان ممدوٹ، مسٹر کرامت علی اور مسٹر ممتاز دولتانہ کی طرف سے بھیجے گئے آئین کی بعض دفعات پر لگائے گئے اعتراضات کو بھی پیش نظر رکھے اور اگر ضروری سمجھے تو ضروری ترامیم اور اضافہ جات کرے۔"

دیگر قراردادیں

◆ قرار پایا کہ نواب زادہ لیاقت علی خان، چوہدری خلیق الزمان، حاجی عبدالستار اسحاق سیٹھ پر مشتمل ایک سب کمیٹی قائم کی جائے۔ جو سی پی اور برار میں صوبائی مسلم لیگوں کے معاملات کی انکوائری کرے اور ان میں پائے جانے والے اختلافات کا تصفیہ کرائے تا کہ ساری تنظیم ٹھوس طریقے سے افہام و تفہیم کے ساتھ اپنا کردار ادا کر سکے۔"

◆ "کمیٹی نے اے ایم ایلچانی صاحب کے بارے میں قانونی کارروائی کے خلاف مدراس صوبائی مسلم لیگ کے سیکرٹری کے خط پر غور وخوض کیا اور فیصلہ کیا کہ نواب محمد اسماعیل خان اور نواب زادہ لیاقت علی خان پر مشتمل ایک سب کمیٹی قائم کی جائے جو اس معاملے پر غور کر کے اپنا فیصلہ دے۔"

لیگ کونسل کے انتخابات پر اعتراض

☆ 27,24,23 دسمبر 1943ء کو قائداعظم محمد علی جناح کی صدارت میں آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کا اجلاس کراچی میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں دیگر قراردادوں کے علاوہ اس قرارداد پر بھی غور کیا گیا، جس میں پنجاب صوبائی مسلم لیگ کے بعض ممبران کی طرف سے 5 دسمبر کو لاہور میں ہونے والی کونسل میٹنگ کے دوران کرائے گئے انتخابات کی قانونی حیثیت کو چیلنج کیا گیا تھا۔

لہٰذا قرار پایا:

"نواب محمد اسماعیل خان، قاضی محمد عیسیٰ اور چوہدری خلیق الزمان پر مشتمل ایک کمیٹی قائم کی جائے، اور اس کمیٹی کو یہ اختیار دیا جائے کہ وہ متعلقہ فریقین کا نقطہ نظر سن کر تنازعہ کا فیصلہ کرے۔"

سندھ صوبائی مسلم لیگ

میٹنگ کے دائر کیے گئے اعتراضات پر عارضی طور پر حکم امتناعی نہ دیا۔ اس میٹنگ میں سندھ صوبائی مسلم لیگ کے بعض ممبران کی طرف سے پیش کی گئی عرضداشت پر بھی غور کیا گیا جس میں آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے سندھ کے نمائندوں کے انتخاب پر اعتراض اٹھایا گیا تھا۔

لہٰذا قرار پایا:

(قبل ازیں) پنجاب کی طرف سے پیش کی گئی عرض داشت کے ضمن میں بنائی گئی ایک کمیٹی ہی کو اس معاملے کا بھی فیصلہ کرنے کا اختیار دے دیا جائے۔

کمیٹی کا قیام

صدر آل انڈیا مسلم لیگ قائداعظم محمد علی جناح نے لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ کراچی 24 تا 26 دسمبر 1943ء کی پاس کردہ قرارداد نمبر 1 کی روشنی میں ایک سال کے لیے درج ذیل کمیٹی تعینات کی جس کو یہ ذمہ داری سونپی گئی:

"وہ مسلم لیگ کی تمام ذیلی برانچوں کی تنظیم اور باہمی رابطے کے حوالے سے مسلم لیگ کے پروگرام اور آئین اور قواعد وضوابط کے تحت اپنا فریضہ ادا کرے۔"

کمیٹی ان افراد پر مشتمل تھی۔

1. نواب محمد اسماعیل خان (چیئر مین)
2. نواب زادہ لیاقت علی خان (کنوینر)
3. قاضی محمد عیسیٰ
4. حاجی عبدالستار اسحاق سیٹھ
5. جی ایم سید

مسلم لیگ کے آئین کے تحت ایک سال کے لیے درج ذیل اشخاص پر مشتمل ایک سنٹرل پارلیمانی بورڈ نامزد کیا گیا۔

1. نواب زادہ لیاقت علی خان

۲ آنریبل حسین امام
۳ چوہدری خلیق الزمان

☆ 29 جولائی 1944ء کو آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کا اجلاس قائداعظم محمد علی جناح کی زیر صدارت ممدوٹ ولا لاہور میں منعقد ہوا۔

ورکنگ کمیٹی کے کل 21 ممبران میں سے ماسوائے بیگم محمد علی اور مسٹر سیف الرحمٰن سب نے اس میٹنگ میں شرکت فرمائی۔ میٹنگ سے قبل اور اختتام دونوں مواقع پر ممبران کسی بھی معاملے میں گفتگو کرنے کے لیے رضامند نہ تھے۔ اس موقع پر قائداعظم محمد علی جناح کو بھی صحافی حضرات بشمول دو آسٹریلوی ''War Correspondents'' نے گھیر لیا، لیکن قائداعظم محمد علی جناح نے اگلے روز تک انتظار کرنے کو کہا۔

دوپہر کے کھانے کے بعد کمیٹی کا سیشن دوبارہ شروع ہوا اس موقع پر قائداعظم محمد علی جناح نے تقریر کی اور گزشتہ میٹنگ سے اب تک کی صورت حال کا احاطہ کیا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے میٹنگ کے سامنے مہاتما گاندھی کا خط پیش کیا جس میں سی آر فارمولا اور مسٹر گاندھی سے قائداعظم کی ملاقات کا ذکر تھا۔

ورکنگ کمیٹی کے ممبران نے اس بات پر اظہار مسرت کرتے ہوئے اسے اپنے چیف کی فتح سے محمول کیا۔ کہا گیا:

''اس ضمن میں لیگ کونسل کے آئندہ اجلاس میں قائداعظم محمد علی جناح بیان جاری کریں گے۔''

''ورکنگ کمیٹی لیگ کونسل کے اجلاس کے بعد اپنا اجلاس منعقد کرے گی۔''

مسلم لیگ کی مقبولیت

☆ قائداعظم محمد علی جناح کی صدارت میں 15 جولائی 1945ء کو مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کا اجلاس منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کی فوری طور پر عام انتخابات کرانے کی باقاعدہ قرارداد اس تاثر کا اظہار تھا جو گزشتہ ایام سے مسلم لیگ کے حلقوں میں گردش کر رہا تھا، اور خاص طور پر مسلمانوں میں مسلم لیگ کی مقبولیت کے حوالے سے کانگریس، سرحد اور پنجاب کے وزرائے اعلیٰ کی طرف سے چیلنج کیا گیا تھا۔

مسلم لیگ کے ترجمان نے بتایا:

''لیگ کی آج کی طاقت کو 1936ء، 1937ء کے صوبائی انتخابات اور 1937ء کے مرکزی اسمبلی کے انتخابات کے حوالے سے موازنہ کرنا بے انصافی ہے۔''

انہوں نے کہا:

''ماضی میں ضمنی انتخابات کے نتائج اور بعدازاں اسمبلیوں سے بہت سے ممبران کا لیگ میں شامل ہو جانا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ لیگ نے گزشتہ آٹھ برسوں میں بہت زیادہ طاقت حاصل کر لی ہے۔''

ترجمان نے مزید کہا:

''اس مسئلہ کو طے کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ عام انتخابات کرا دیے جائیں جس سے یہ شک رفع ہو جائے گا کہ لیگ کس درجہ زیادہ مقبولیت اور طاقت حاصل کر چکی ہے۔''

لیگ مرکزی پارلیمانی بورڈ

☆ 9 جون 1946ء کو قائداعظم محمد علی جناح کی صدارت میں مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کا اجلاس دہلی میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں دیگر فیصلوں کے علاوہ یہ قرارداد منظور کی گئی:

''آل انڈیا مسلم لیگ کا مرکزی پارلیمانی بورڈ آئین سازی کی ترتیب دینے والے گروپوں کے لیے امیدواروں کا انتخاب صوبائی مسلم لیگ کے صدر اور مسلم لیگ پارلیمانی پارٹیوں کے لیڈروں سے

مشاورت کرکے کرے گا۔ جس میں آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر کو ترمیم کا حق حاصل ہوگا اور اس کا فیصلہ حتمی ہوگا۔"

مختلف امور پر غور

☆ 29 جنوری 1947ء کو قائداعظم محمد علی جناح کی صدارت میں آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کا اجلاس بندے علی خان تالپور کی رہائش گاہ پر کراچی میں منعقد ہوا جہاں قائداعظم محمد علی جناح بطور مہمان رہائش پذیر تھے۔

اس اجلاس میں پنجاب کی صورت حال، فسادات بہار اور ہز میجسٹی گورنمنٹ کے 6 دسمبر 1946ء کے بیان بشمول آل انڈیا کانگریس کمیٹی کی قرارداد پر غور کیا گیا۔ اس سے قبل ورکنگ کمیٹی کی میٹنگ 28 جنوری 1947ء کو شام ساڑھے پانچ بجے شروع ہو کر رات ساڑھے نو بجے تک جاری رہی۔

کابینہ وفد پلان

☆ 31 جنوری 1947ء کو قائداعظم محمد علی جناح کی زیر صدارت آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کا اجلاس کراچی میں شروع ہوا۔ ورکنگ کمیٹی نے ایک طویل قرارداد کے ذریعے کابینہ وفد پلان کی مقبولیت کا سابقہ فیصلہ واپس لے لیا، اور ہز میجسٹی کی حکومت سے مطالبہ کیا:

"وہ اعلان کرے کہ کانگریس کی عدم مقبولیت کی وجہ سے پلان ناکام ہوگیا ہے۔"

اس قرارداد میں قائداعظم محمد علی جناح کے لندن سے واپسی پر بیان کا بھی ذکر کیا گیا۔ جس میں قائداعظم محمد علی جناح نے آل انڈیا کانگریس ورکنگ کمیٹی کی قرارداد کو محض الفاظ کی قصیدہ گری سے تعبیر کیا۔ جس کے تحت کانگریس نے برطانوی حکومت، مسلم لیگ اور لوگوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کی۔

قرارداد میں مزید کہا گیا:

"اس طرح کانگریس نے ہز میجسٹی کی آخری اپیل کو دستور ساز اسمبلی میں اپنے عمل سے اس کو اپنی مرضی کا ادارہ بنا کر مسترد کر دیا، اور 16 مئی کے بیان اور سمجھوتے کے ہر امکان کی تمام بنیادوں اور اصولوں کو تباہ کر کے رکھ دیا، لہٰذا مسلم لیگ نے اس رائے کا اظہار کیا کہ دستور ساز اسمبلی فوری طور پر تحلیل کر دی جائے۔"

کانگریسی وزارتوں کی نااہلی

دیگر قراردادوں کے علاوہ یہ بھی اعلان کیا گیا:

"چونکہ بمبئی، مدراس، سی پی، بہار، یوپی اور آسام کی کانگریسی وزارتیں مسلمان آبادی کا تحفظ کرنے میں ناکام ہوگئی ہیں، لہٰذا ورکنگ کمیٹی نے ان صوبوں کے گورنروں پر زور دیا کہ وہ مسلمان اقلیت کے مفادات کے تحفظ کے لیے اپنے خصوصی اختیارات استعمال کریں۔"

آل انڈیا مسلم ویمنز سب کمیٹی

قائداعظم محمد علی جناح اس وقت سے خواتین میں بیداری کا جذبہ پیدا کرنے کے حامی تھے جب کہ وہ لندن میں حصولِ تعلیم میں مصروف تھے۔ انہوں نے وہاں عورتوں کو ووٹ کا حق دینے کی زبردست حمایت کی، اور کئی برسوں کے بعد جب وہ نومنظم مسلم لیگ کے صدر منتخب ہوئے تو انہوں نے آل انڈیا مسلم ویمنز سب کمیٹی کے قیام کی قرارداد پیش کی۔ قائداعظم محمد علی جناح کے اس اقدام سے خواتین نے پردہ میں رہ کر اور پردے سے باہر آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاسوں میں شرکت کی، اور مسلم ویمن اسٹوڈنٹس فیڈریشن قائم کی جس کے اجلاس میں طالبات شریک ہوا کرتی تھیں۔

آل انڈیا یونین

یہ 1946ء کا دور تھا۔ برطانوی وفد ہندوستان میں ہندوستانی رہنماؤں سے بات چیت کے لیے آیا ہوا تھا۔ قائداعظم محمد علی جناح کی ان سے متعدد ملاقاتیں ہو چکی تھیں۔ اگلے ہفتے جو ملاقاتیں کی گئیں۔ ان سے مشن کی معلومات میں بہت تھوڑا اضافہ ہوا، البتہ ان متبادل اسکیموں کو بہتر بنانے میں مدد ملی، جو سب سے پہلے 16 اپریل 1946ء کو قائداعظم محمد علی جناح کے سامنے رکھی گئی تھیں۔

وائسرائے ہند لارڈ ویول نے اپنی رپورٹ میں بتایا:

''جناح کے ساتھ انٹرویو سے قبل 20 منٹ تک پریس فوٹوگرافی کی نذر ہو گئے، جبکہ ہم ایک گول میز کے اردگرد بیٹھے رہے اور کوئی کام نہ کر سکے۔ میں پبلسٹی کے لیے اس جدید خبط کو پسند نہیں کرتا۔''

ٹرن بل، ویول اور کرپس تینوں نے اس بارے میں اپنے اپنے ''بریفس'' تیار کر رکھے تھے:

''مسٹر جناح سے بہتر طور پر کیسے نمٹا جائے۔''

یہ گویا ان کی بحث کرنے کی صلاحیتوں کو منفرد خراجِ تحسین تھا۔ لارڈ پیتھک لارنس نے میٹنگ کا افتتاح کرتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناح کو بتایا:

''آپ کے مطالبہ پاکستان کے مکمل اور پورے طور پر منظور ہونے کا کوئی امکان نہیں، اور یہ کہ آپ کو معتدل طور پر اس بات کی امید نہیں کرنی چاہیے کہ مشرق و مغرب میں دونوں خطے پورے کے پورے مل جائیں گے، کیونکہ ان کے زیادہ حصے میں غیر مسلم آباد ہیں۔ اس لیے پلان ''الف'' ہو یا پلان ''ب'' دونوں آپ کے مطالبہ سے مطابقت رکھتے ہیں، آپ کون سے پلان کو ترجیح دیں گے؟''

قائداعظم محمد علی جناح نے پوچھا:

''پاکستان مجوزہ ''آل انڈیا یونین'' کے تحت کیسے آتا ہے۔''

انٹرویو کے خفیہ ریکارڈ سے پتہ چلتا ہے کہ اس سوال کے جواب میں سیکرٹری آف سٹیٹ نے کہا:

''مختصر طور پر دو مفروضے ہیں۔ ایک چھوٹا پاکستان، جسے اقتدار اعلیٰ کے حقوق اور معاہدات کرنے کے اختیارات حاصل ہوں گے، اور دوسرا بڑا پاکستان۔ آخرالذکر ''آل انڈیا یونین'' میں برابر کی بنیاد پر ہندوستان کے ساتھ شامل ہوگا۔''

کرپس نے بتایا:

''دوسرے متبادل کے تحت دو فیڈریشنز تشکیل دی جائیں گی، جو ایک یونین مرکز سے وابستہ ہوں گی، مرکز میں فرقہ وارانہ توازن بعض اقدامات کے ذریعے بحال رکھا جائے گا، خواہ ریاستیں بھی اس میں مل جائیں۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے سوال کیا:

''یونین کی انتظامیہ کیسے بنائی جائے گی؟''

کرپس نے جواب دیا:

''یونین ایگزیکٹو کے ممبران کا انتخاب دونوں فیڈریشنز کریں گی۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے پھر پوچھا:

''اگر دونوں فیڈریشنز کی نمائندگی مساوی ہوئی تو فیصلے کیسے کیے جائیں گے؟''

کرپس نے کہا:

''اگر اتفاق رائے نہ ہو سکا تو ذمہ داری دونوں فیڈریشنز کی طرف لوٹ جائے گی۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے شک کا اظہار کیا:

''شاید یہ انتظام عملی طور پر کام نہ کر سکے۔ ڈیفنس کے

بارے میں امور کو روزانہ طے کرنا ہوگا۔ اب تک جو کچھ کہا گیا ہے، اس سے ہمارے پلے کوئی ایسی بات نہیں پڑی، جس کی بناء پر ہم یہ کہہ سکیں کہ یونین کا تصور غور وفکر کے لائق ہے۔"

انہوں نے مزید کہا:

"کاغذ پر دی گئی مساوات کی کوئی بھی مقدار کام نہیں آئے گی۔ مثال کے طور پر کیا ملازمتوں میں ہر قوم کا مساوی حصہ ہوگا۔"

سیکرٹری آف اسٹیٹ نے کہا:

"ایسا لگتا ہے مسٹر جناح دوسرے متبادل کی طرف جا رہے ہیں۔"

چنانچہ اس نے قائداعظم محمد علی جناح سے اس کے بارے میں ان کی رائے دریافت کی۔

قائداعظم محمد علی جناح بولے:

"ایک دفعہ پاکستان کا اصول تسلیم کر لیا جائے تو پاکستان کے رقبہ سے متعلق سوال پر بحث ہو سکتی ہے۔ وہ چھ صوبوں کے لیے دعویٰ کر رہے ہیں، تاہم رقبہ کی بابت بحث کرنے پر آمادہ ہیں۔ ممکنہ طور پر وہ یہ بات قبول نہیں کریں گے کہ کلکتہ کو محض پانچ یا چھ لاکھ ہندوؤں کی بناء پر بنگال سے نکال دیا جائے۔ جو کہ زیادہ تربیت یافتہ طبقات سے ہیں اور پاکستان میں شمولیت کو ترجیح دیں گے، ان میں سے اکثر درآمد شدہ ضرور ہیں۔"

سیکرٹری آف سٹیٹ نے زور دے کر یہ بات کہی:

"وفد نہیں سمجھتا کہ ان دونوں میں سے کوئی بھی میلان کانگریس کے لیے فوری طور پر قابلِ قبول ہوگا۔"

قائداعظم محمد علی جناح نے کہا:

"اب میں ادب کے ساتھ عرض کروں گا کہ کانگریس کو کچھ نہ کھونے کا پورا یقین ہے۔ ہندوستان کا اتحاد محض افسانہ ہے۔"

قائداعظم محمد علی جناح کی قانونی مستعدی اور جہاندیدہ سوچ اس سے کہیں زیادہ ثابت ہوئی کہ پیتھک لارنس، کرپس یا الیگزینڈر انہیں مات نہ دے سکیں۔ اگرچہ تینوں دانش مند دماغوں نے اپنی پوری کوشش کی۔

آخرکار سیکرٹری آف اسٹیٹ نے تجویز کیا:

"جناح اس معاملے پر مزید سوچ بچار کر لیں۔ امید ہے کہ وفد کی کشمیر سے واپسی پر وہ اپنی رائے سے آگاہ کر دیں گے۔"

پہلا دور ختم ہوگیا۔ اگرچہ قائداعظم محمد علی جناح نے کسی کو چاروں شانے چت نہیں گرایا، تاہم وہ گھنٹی بجنے سے پہلے پوائنٹس پر جیت گئے، اور انہیں مزید آرام کا موقع مل گیا، جس کی انہیں ضرورت تھی۔

آل اولاد

محترمہ فاطمہ جناح جو اپنے بھائی کی زیادہ تر املاک کی وارث بنیں، 9 جولائی 1967ء کو دم واپسیں تک پاکستان میں قیام پذیر رہیں۔ اپنے بھائی کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے مادرِ ملت نے محمد ایوب خان کے خلاف صدارتی انتخاب لڑا، اور ملک کے مشرقی بازو میں بھاری اکثریت حاصل کی، تاہم محمد ایوب خان کی "بنیادی جمہوریت" کی تکنیک نے انہیں ہرا دیا۔ اس کے بعد انہوں نے سیاست سے کنارہ کشی اختیار کر لی، اور اپنے عظیم بھائی کی زندگی پر کتاب لکھنے میں مصروف ہو گئیں۔

قائداعظم محمد علی جناح کی اکلوتی اولاد ان کی صاحبزادی دینا ان کی زندگی میں کبھی پاکستان نہیں آئی، صرف جنازہ کی دعا میں شرکت کے لیے کراچی پہنچی، اور جلد ہی لندن لوٹ گئی۔ جب اس نے پارسی والدین کے ہاں جنم لینے والے عیسائی



قائداعظمؒ اپنی صاحبزادی دینا بائی اور مادرِ ملت محترمہ فاطمہ جناح کے ہمراہ۔

شخص (نیول واڈیا) کے ساتھ شادی کا ارادہ ظاہر کیا تھا تو قائداعظم محمد علی جناح نے اسے باز رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی۔

جسٹس چھاگلہ کی روایت ہے:

"جناح نے حسبِ معمول اپنے نادرشاہی انداز میں دینا سے کہا کہ ہندوستان میں لاکھوں مسلمان لڑکے موجود ہیں اور وہ جسے پسند کرے، اس کے ساتھ شادی کردی جائے گی۔"

اس پر نوجوان صاحبزادی نے باپ کی بات ماننے سے انکار کردیا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے اپنی لاڈلی اور چہیتی بیٹی کی شادی کے بعد اس سے قطع تعلق کرلیا۔

دینا جناح اور نیول واڈیا بمبئی میں رہائش پذیر تھے۔ ان کے دو بچے ہوئے، کچھ عرصہ بعد دونوں میں علیحدگی ہوگئی۔ واڈیا نے جو واڈیا کمرشل و ٹیکسٹائل فرم کا مالک تھا، سارا کاروبار اپنے بیٹے نصلی کے سپرد کردیا۔ نصلی کے دو بیٹے ہیں جو بمبئی میں رہتے ہیں۔ دینا کی ایک بیٹی بھی ہے، جو مین ہیسٹن (برطانیہ) میں رہتی ہے۔ قائداعظم محمد علی جناح کی وفات کے وقت وہ اتنی چھوٹی تھی کہ اپنے نانا کے بارے میں اسے کچھ یاد نہیں۔ نیول واڈیا نے دینا کو طلاق دینے کے بعد ہندوستان کو خیرباد کہا اور سوئٹزرلینڈ میں جابسا۔ دینا نیویارک چلی گئی، اور 1982ء تک وہیں ماڈیسن ریونیو میں اکیلی رہتی تھی، گویا قائداعظم محمد علی جناح کی اصل اولاد میں سے کسی نے بھی پاکستان کو اپنا وطن نہیں بنایا۔

آل پارٹیز کانفرنس

ہندو جتنے غیرت مند ہیں اس کا اندازہ ان کی تاریخ سے خوب ہوتا ہے، لیکن لارڈ برکن ہیڈ کے اس چیلنج کو انہوں نے بہت اچھالا اور مسلمانوں کو بڑی غیرت دلائی کہ وہ اپنے تمام مقاصد اور مفاد چھوڑ کر اس چیلنج کا جواب دینے میں ہندوؤں کے ساتھ شریک ہوجائیں۔ کانگریس کے رزولیوشن کے مطابق فروری اور مارچ 1928ء میں پہلی آل پارٹیز کانفرنس دہلی میں منعقد ہوئی۔ اس میں ہندوؤں، مسلمانوں اور دوسری ہندوستانی اقوام کی انجمنوں کے نمائندے شریک تھے۔ ان انجمنوں کے درمیان یہ طے ہوا کہ آئندہ دستور پر اس تصور کے ساتھ گفتگو کی جائے کہ ہندوستان میں کامل ذمہ دار حکومت قائم ہوگی۔ دوسرا مسئلہ یہ تھا کہ فرقہ وارانہ تناسب اور تعلقات کیا ہوں۔ دو مہینے کے اندر آل پارٹیز کانفرنس کے 25 اجلاس ہوئے اور کچھ طے نہ ہوا، بالآخر دہلی کا ملتوی شدہ اجلاس بمبئی میں 19 مئی کو منعقد ہوا۔ شریک انجمنوں کو ہندوؤں کی حجتوں سے ایسی نفرت ہو چکی تھی کہ سوائے مسٹر گاندھی، پنڈت موتی لال نہرو، ڈاکٹر انصاری، مولانا شوکت علی اور مسز اینی بسنٹ کے اس میں اور کوئی شریک نہیں ہوا۔ چونکہ نمائندے بہت کم تھے اس لیے مسٹر گاندھی نے کانفرنس کے التوا کی تجویز پیش کی۔ بعض ارکان کی رائے یہ ہوئی کہ آل پارٹیز کانفرنس کو توڑ دیا جائے۔ اس پر یہ وہم پیدا ہوا کہ ملک میں مایوسی پھیلے گی۔ آخر میں مسٹر گاندھی نے یہ تجویز پیش کی کہ لارڈ برکن ہیڈ کے چیلنج کا جواب دینے کے لیے ایک چھوٹی کمیٹی بنادی جائے۔ وہ ہندوستان کا دستور مرتب کرے، اور یہ دستور آل پارٹیز کانفرنس میں پیش کیا جائے۔ مولانا شوکت علی نے اس تجویز کی تائید کی۔ کمیٹی کی تشکیل اس طرح عمل میں آئی:

صدر: پنڈت موتی لال نہرو، ارکان: محمد شعیب قریشی، مسٹر آنے، مسٹر جیکر، سبھاش چندر بوس، سردار منگل سنگھ۔ کمیٹی کو اختیار دیا گیا کہ حسب ضرورت ارکان کا اضافہ کرے، مگر کمیٹی نے حسب ضرورت نہیں بلکہ حسب ہندو مصلحت ارکان کا اضافہ کیا۔

نہرو کمیٹی نے رپورٹ مرتب کی، اور اس کے صدر پنڈت موتی لال نہرو نے لکھنؤ میں آل پارٹیز کانفرنس کا اجلاس طلب

کیا جو 28،29،30 اگست 1928ء کو منعقد ہوا۔ یہ بہت بڑی رپورٹ تھی، اور فتنہ وفساد کی جڑ۔ بجائے کامل آزادی کے اس میں ہندوستان کا مطمع نظر ڈومینین اسٹیٹس قرار دیا گیا۔ مسلمانوں کے تمام مطالبات رد کیے گئے۔ نشستوں کے تعین کے بغیر مخلوط انتخاب رکھا گیا۔ صوبوں سے ہر قسم کا اختیار چھینا گیا اور مرکز کو دیا گیا۔ نہ صوبہ سرحد اور بلوچستان کے لیے دوسرے صوبوں کے مساوی اصلاحات یا آئین گوارہ کیا گیا اور نہ سندھ کو بمبئی سے الگ صوبہ قرار دیا گیا۔

رپورٹ کی تائید میں کمیٹی کے ارکان نے خوب جذباتی تقریریں کیں:

"لارڈ برکن ہیڈ نے ہندوستانیوں کی سخت توہین کی ہے، اس وقت تو صرف ان کے چیلنج کا جواب دینا ہے۔ نہرو رپورٹ میں جو دستور پیش کیا گیا ہے اس میں جو خامیاں اور غلطیاں ہیں وہ درست کر لی جائیں گی۔ اس وقت اس کو بلا قیل وقال منظور کیا جائے۔"

مولانا محمد علی اور مسٹر جناح دونوں اس وقت انگلستان میں تھے۔ مسلمانوں میں صرف مولانا شوکت علی اور مولانا حسرت موہانی دو ایسے تھے جن کو ہندوستان کے تمام مسلمانوں کی طرف سے بولنے کا حق تھا۔ مولانا حسرت موہانی نے رپورٹ کی ہر ہر دفعہ پر تنقید کی اور اس کا بدل پیش کیا۔ پنڈت موتی لال نہرو اور ان کے رفقا مولانا حسرت موہانی کے اعتراضات کا جواب دینے کی جگہ ان کا مذاق اڑاتے رہے۔ مولانا حسرت موہانی کی ترمیم تو ایک بھی منظور نہ ہوئی لیکن انہوں نے نہرو رپورٹ کے عیوب ونقائص سے سب کو اچھی طرح آگاہ کر دیا۔ آخر مولانا شوکت علی نے اپنا ہاتھ دراز کر کے، جیسا کہ ان جیسے طویل وعریض آدمی کا ہاتھ ہو سکتا تھا، آستین چڑھائی اور کہا:

"بتا دوں گا کہ مسلمانوں کا نمائندہ کون ہے۔"

مسٹر شعیب قریشی نے پہلے ہی نہایت جرأت سے اس رپورٹ پر اختلافی نوٹ لکھ دیا تھا۔ اس جلسے میں نہرو رپورٹ منظور ہوئی مگر ساتھ ہی مسلمانوں کے لیے یہ ایک مہم پیدا ہو گئی کہ حکومت برطانیہ کو اچھی طرح جتا دیں کہ نہرو رپورٹ میں جو دستور ہے وہ مسلمانوں کو ہرگز منظور نہیں۔

اس سال کانگریس کا اجلاس کلکتہ میں تھا۔ نہرو رپورٹ مرتب کرنے کے انعام میں اور ان کی اہمیت اور زیادہ بڑھانے کے لیے پنڈت موتی لال نہرو کو کانگریس کا صدر منتخب کیا گیا۔ کانگریس کے ساتھ آل پارٹیز کنونشن بھی منعقد ہوا تاکہ ہندوستان کی تمام پارٹیوں کی طرف سے نہرو رپورٹ پر آخری مہر تصدیق ثبت کی جائے۔ کلکتہ ہی میں خلافت کانفرنس کا اجلاس بھی تھا اور مسلم لیگ کا بھی۔ مولانا محمد علی جوہر اپنے معالجے کے لیے یورپ گئے ہوئے تھے۔ ابھی اس کی تکمیل بھی نہ ہوئی تھی کہ نہرو رپورٹ کی وجہ سے وہ واپس آ گئے اور مسٹر جناح بھی واپس آئے۔ مولانا محمد علی جوہر خلافت کانفرنس کے نمائندے کی حیثیت سے کنونشن میں شریک ہوئے اور مسٹر جناح مسلم لیگ کے نمائندے کی حیثیت سے۔ دونوں کی خواہش یہ تھی کہ واجبی ترمیم کے ساتھ نہرو رپورٹ منظور کر لی جائے۔ کنونشن میں اس دفعہ پر بحث شروع ہوئی کہ ہندوستان کا مطمع نظر مرتبہ نو آبادی ہو۔ مولانا محمد علی جوہر نے اس سے اختلاف کیا اور کامل آزادی کی حمایت کی۔ اس میں ان کی زبان سے یہ نکلا:

"جو لوگ آزادئ کامل کے مخالف اور درجہ مستعمرات کے حامی ہیں وہ ملک کے بہادر فرزند نہیں ہیں بلکہ بزدل ہیں۔"

اس پر اجلاس میں شور وغوغا کی اتنی افراط ہوئی کہ کان پڑی بات نہیں سنائی دیتی تھی اور برابر مطالبہ تھا کہ "محمد علی بیٹھ جاؤ۔ ہم نہیں سننا چاہتے۔" مگر انہوں نے تقریر جاری رکھی اور

ڈومینین اسٹیٹس کی سخت مخالفت کی اور اسے ملک کے لیے مہلک قرار دیا۔ مولانا محمد علی جوہر کی تقریر کے بعد دوسروں نے ڈومینین اسٹیٹس کی تائید کی۔ اتنے میں مغرب کا وقت آگیا۔ مولانا محمد علی جوہر نماز کے لیے باہر چلے گئے۔ جب واپس آئے اور ابھی ڈائس پر نہیں پہنچے تھے کہ کسی نے ان سے کہہ دیا کہ ڈومینین اسٹیٹس پاس ہوگیا۔ مولانا محمد علی جوہر نے انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور واپس آگئے۔ اس کے بعد انہوں نے کنونشن میں شرکت نہیں کی۔

مسٹر جناح مسلم لیگ کے صدر تھے۔ انہوں نے انگلستان سے واپس آکر نہرو رپورٹ پر کوئی رائے ظاہر نہیں کی بلکہ یہ مناسب سمجھا کہ مسلم لیگ کی کونسل کا جلسہ طلب کیا جائے، اور اس میں مسلمانوں کی اجتماعی رائے قائم ہو۔ کونسل کے جلسے کے لیے وقت کی ضرورت تھی۔ انہوں نے پنڈت موتی لال نہرو سے یہ خواہش کی کہ کنونشن کی تاریخ کچھ آگے بڑھا دیں تاکہ مسلم لیگ اپنی کونسل کا جلسہ کرلے، مگر پنڈت موتی لال نہرو نے یہ منظور نہیں کیا۔ اس پر مسٹر جناح نے مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس بھی کلکتہ ہی میں طلب کرلیا۔ مسلم لیگ میں اس وقت بڑے اختلافات تھے۔ کانگریسی مسلمان، نیشنلسٹ مسلمان، حکومت کے طرفدار مسلمان، نہرو رپورٹ کے حامی مسلمان، نہرو رپورٹ کے مخالف مسلمان اس میں سب تھے اور ان کی ٹولیاں بنی ہوئی تھیں، اور ان میں مسٹر جناح کو یہ قوت حاصل نہیں تھی کہ ان سب کو ایک خیال پر متحد کر کے نہرو رپورٹ کے متعلق مسلمانوں کی طرف سے کوئی متفقہ رائے پیش کر دیں۔ بڑی کوشش سے یہ ہو سکا کہ آل پارٹیز نیشنل کنونشن میں مسلم لیگ کی نیابت کے لیے ایک کمیٹی قائم ہوگئی اس کمیٹی نے نہرو رپورٹ میں ترمیم کے لیے چند تجاویز مرتب کیں، اور اسے سب کمیٹی کے سامنے پیش کر دیا جو نیشنل کنونشن نے مسلم لیگ کے نمائندوں سے گفتگو کے لیے مقرر کی تھی۔

مسلم لیگ کی طرف سے جو ترمیمات پیش کی گئی تھیں ان میں اہم یہ تھیں: اول یہ کہ مرکزی مجلس واضعان قانون میں مسلمانوں کی نیابت ایک تہائی ہو، دوم یہ کہ پنجاب اور بنگال میں مسلمانوں کو دس سال کے لیے تناسب آبادی کی بنا پر نیابت دی جائے۔ اس شرط کے ساتھ کہ مذکورہ میعاد کے بعد اس پر نظر ثانی ہوگی اور تیسری تجویز یہ تھی کہ اختیارات باقی مرکز کو نہیں بلکہ صوبوں کو حاصل ہوں۔ کنونشن کی سب کمیٹی نے یہ تمام تجاویز مسترد کر دیں، پھر بھی مسٹر جناح 28 دسمبر 1925ء کو کنونشن کے کھلے اجلاس میں شریک ہوئے۔ انہوں نے اس میں مسلم لیگ کی طرف سے ترمیمات پیش کیں۔ مسٹر جناح نے کنونشن میں جو تقریر کی اس کا ذکر ہیکٹر بولائتھو نے ان کے سوانح حیات میں کیا ہے، اور اس کے بعض اقتباسات بھی دیے ہیں۔

> ''طویل تقریر میں، جس کے اندر انہوں نے مسلمانوں کے مطالبات کی تکرار کی اور نفاست کے ساتھ ان پر زور دیا، مسٹر جناح نے اس پر غم اور بیزاری کا اظہار کیا کہ ''نہرو کمیٹی نے اپنی سفارشات میں کوتاہ نظری کی پالیسی اختیار کی جس کی وجہ سے مسلمان ہندوستان کے سیاسی مستقبل میں منصفانہ شرکت سے محروم ہو جائیں گے۔''

انہوں نے کہا:

> ''مجھے سخت افسوس ہے کہ کمیٹی کی رپورٹ سے نہ کوئی مدد ملتی ہے اور نہ وہ بارآور ہے، میرا خیال ہے کہ یہ تسلیم کیا جائے گا کہ ہماری ترقی کے لیے یہ لازمی ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان تصفیہ ہو اور تمام مختلف جماعتیں ہمارے ملک میں دوستانہ ربط و ضبط کے ساتھ رہیں۔''

پھر مسٹر جناح نے کہا:

''اکثریتیں جبر اور ظلم کی طرف مائل ہوتی ہیں اور اقلیتوں کو یہ خوف اور خطرہ ہوتا ہے کہ ان کے مفاد اور حقوق کو ضرر پہنچے گا۔''

تقریر کی مطبوعہ نقل میں جزئیات تو نہیں ہیں مگر پھر بھی یہ صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ انہوں نے بڑی ہنرمندی سے مسلمانوں کے مطالبات کا اعادہ کیا۔ ''مسلم اقلیت کے ساتھ انصاف کیا جائے اور سب پر بالا اتحاد۔'' انہوں نے ایسے دستور کے خطرات سے کنونشن کو متنبہ کیا جس میں اقلیت اپنے کو غیر محفوظ سمجھے اور اس کے اس لازمی نتیجے سے ''کہ انقلاب ہو اور خانہ جنگی ہو۔''

مسٹر جناح نے کنونشن کے اجلاس میں نہرو رپورٹ کی اصلاح کے لیے جتنی ترمیمات پیش کیں وہ سب مسترد کر دی گئیں، اور وہ اس کانگریس سے مایوس واپس آئے جس کی تعمیر میں انہوں نے عظیم خدمات انجام دی تھیں۔

آل پارٹیز مسلم کانفرنس

کلکتہ کے آل پارٹیز کنونشن نے، جب مسلمانوں کے وہ مطالبات مسترد کر دیے جو خود کانگریس مدراس کے سالانہ اجلاس میں منظور کر چکی تھی اور کانگریس نے اس شرط کے ساتھ نہرو رپورٹ قبول کر لی کہ اگر برطانوی پارلیمنٹ نے 31 دسمبر تک نہرو رپورٹ کی سفارشات کو آئندہ دستور کی بنیاد قرار نہ دے دیا تو کانگریس کامل آزادی کے لیے سول نافرمانی اور عدم ادائیگی محصولات کا پروگرام شروع کر دے گی، مسلمان کانگریس سے اور ہندوؤں سے مایوس ہو گئے۔ کانگریس کا یہ رزولیوشن فی الحقیقت حکومت برطانیہ کے لیے اس غرض سے ایک دھمکی اور اس پر ایک دباؤ تھا کہ مسلمانوں کے مطالبات نظر انداز کر کے ہندوستان کے لیے نہرو رپورٹ کا وہ دستور منظور کرے جو مسلمانوں کے لیے تباہ کن تھا۔ اس صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لیے مولانا محمد علی جوہر نے یکم جنوری 1929ء کو تمام مسلم پارٹیوں کی دہلی میں ایک آل انڈیا کانفرنس منعقد کی۔ اس میں مسلم لیگ، خلافت کمیٹی اور جمعیۃ العلماء ہند بھی شریک ہوئیں۔ کانفرنس کے صدر ہز ہائی نس سر آغا خان تھے۔ سر محمد شفیع نے بھی اس کانفرنس کو مسلمانوں کا نمائندہ اجتماع تسلیم کیا۔

چونکہ نصب العین کے معاملے میں ان مسلم انجمنوں کے درمیان اختلاف تھا، بعض کامل آزادی پر مصر تھیں اور بعض برطانیہ کے ماتحت ذمہ دار حکومت پر، اس لیے نصب العین کے مسئلے کو کانفرنس کے دائرۂ بحث سے الگ رکھا گیا۔ ہر انجمن کے لیے یہ آزادی تسلیم کی گئی کہ اس کا جو نصب العین ہو وہ اس پر قائم رہے۔ اس کانفرنس کی غرض و غایت صرف یہ قرار دی گئی کہ مسلمانوں کے حقوق کے تعین اور ان کے تحفظ کے معاملے میں تمام مسلم انجمنوں اور پارٹیوں کے درمیان اتفاق رائے ہو جائے۔ آل پارٹیز مسلم کانفرنس نے متفقہ طور پر نہایت جامع رزولیوشن منظور کیا۔

مسلم لیگ کا وہ اجلاس جو کلکتہ میں ملتوی ہو گیا تھا دہلی میں منعقد ہوا (مارچ 1929ء)۔ مسلم لیگ میں اب بھی کئی گروہ تھے، ایک وہ جس نے سائمن کمیشن کے بائیکاٹ کے معاملے میں اختلاف کیا اور سر محمد شفیع کی قیادت قبول کر لی، دوسرا وہ جو کسی طرح مخلوط انتخاب کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں تھا اور سابقہ تجاویز دہلی کانفرنس منعقدہ 20 مارچ 1927ء کا مخالف، تیسرا وہ جو بلا شرائط نہرو رپورٹ کو قبول کرنے کا حامی تھا اور جس نے جولائی میں نیشنلسٹ مسلم پارٹی قائم کر لی اور چوتھا وہ تھا، جو مسلمانوں کے درمیان اور پھر ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان اتحاد کے لیے کوشاں تھا لیکن بلا ترمیم نہرو رپورٹ کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں۔

مسٹر جناح نے اپنے اس اجلاس کے خطبۂ صدارت میں

کہا:

''آپ حکومت ہند کے آئندہ دستور کے لیے اپنی کوئی پالیسی اور اپنا کوئی پروگرام وضع کریں گے یا نہیں؟ اگر آپ کو کوئی ذمہ داری اپنے کندھوں پر رکھنا ہے، اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ آپ کے فیصلوں کا کوئی وزن ہو، اور آپ یہ چاہتے ہیں کہ مسلم ہندوستان کی مرضی شمار میں آجائے، تو یہ صرف اسی طرح ہو سکتا ہے کہ آپ متحد ہو کر فیصلہ کریں۔''

مسٹر جناح نے ہر گروہ کے لوگوں کی رائے کے لیے گنجائش رکھ کر اس اجلاس کے لیے ایک رزولیوشن لکھا جو بعد میں مسٹر جناح کے 14 نکات کے نام سے مشہور ہوا۔ مسلم کانفرنس کے رزولیوشن میں اور مسٹر جناح کے چودہ نکات میں معناً کوئی قابل ذکر فرق نہیں تھا مگر یہ کہ چودہ نکات اظہار مدعا میں زیادہ صاف ہیں، اور اس کی ایک دفعہ میں یہ مطالبہ بھی تھا کہ آئندہ مرکز میں یا کسی صوبے میں بغیر اس کے کوئی وزارت نہ قائم ہو کہ اس میں کم از کم مسلمانوں کا ایک تہائی تناسب ہو۔

مسلم لیگ میں چونکہ افتراق تھا اس لیے نہرو رپورٹ کی مخالفت اور مسلمانوں کے مطالبات کی تائید میں وہ کوئی عملی جدوجہد کرنے کے قابل نہ تھی، اور ہندوؤں کی طرف سے نہرو رپورٹ کی تائید میں بڑی سرگرمیاں اور کوششیں تھیں۔ اس لیے مناسب سمجھا گیا کہ مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کے لیے آل پارٹیز کانفرنس ہی کو مستقل ادارہ قرار دے دیا جائے۔ مرکز میں ایک بورڈ اور ورکنگ کمیٹی کے تحت تمام صوبوں اور اضلاع میں اس کی شاخیں قائم ہو گئیں، اور اس نے بڑی قوت سے رائے عامہ کی تربیت کی، مگر مسلم کانفرنس میں مجالس واضعان قانون کے ارکان بھی شریک تھے اور وزرا بھی۔

دوسری راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کے دوران 1932ء میں مسلمانوں کو اس پر تشویش پیدا ہوئی کہ دستور کے تمام دوسرے مسائل کا تصفیہ ہوا جا رہا ہے صرف فرقہ وارانہ نیابت کا مسئلہ طے نہیں ہوتا اور یہ طے نہیں ہوتا کہ ہندوستان کا طرز حکومت وفاقی ہو گا اور اس میں اختیارات ماتقی صوبوں کو حاصل ہوں گے۔

اس پر مسلم کانفرنس نے تیور بدلے اور احتجاج شروع کر دیا۔ اس زمانے میں مسلم کانفرنس کے صدر علامہ اقبال تھے۔ لاہور میں مسلم کانفرنس کے بورڈ کا جلسہ ہوا۔ جس میں قرار پایا کہ اگر فلاں تاریخ تک آل پارٹیز مسلم کانفرنس کے رزولیوشن کے مطابق یہ دونوں اہم مسئلے طے نہ ہوں تو مسلمان نمائندگان راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کو چاہئے کہ وہ راؤنڈ ٹیبل کانفرنس اور اس کی تمام کمیٹیوں کا مقاطعہ کریں۔

اس زمانے میں سر فضل حسین وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کے رکن تھے۔ انہوں نے گورنمنٹ کی پالیسی کی تائید میں صوبوں کے وزراء اور ارکان مجالس واضعان قانون کی وساطت سے مسلم کانفرنس میں بڑی مداخلتیں کیں۔ اس وجہ سے مولانا حسرت موہانی اور نواب اسماعیل خاں جیسے آزاد خیال لوگ مسلم کانفرنس سے مستعفی ہو گئے۔

مئی 1929ء میں برطانوی پارلیمنٹ کے عام انتخابات ہوئے، کنزرویٹو پارٹی کو شکست ہوئی۔ اس کی جگہ لیبر پارٹی مسند اقتدار پر آئی۔ لیبر پارٹی ہمیشہ کانگریس کی تائید کرتی رہی تھی۔ اس لیے کانگریس کے لوگوں کو اس کی کامیابی سے بڑی امیدیں پیدا ہو گئیں۔ مسٹر میکڈانلڈ وزیراعظم ہوئے اور مسٹر ویجوڈبین وزیر ہند۔ ہندوؤں کے ساتھ دوستی اور ہمدردی کے لیے یہ دونوں مشہور تھے۔

29 جون کو مسٹر جناح نے مسٹر میکڈانلڈ کے نام خط لکھا جس میں انہوں نے سائمن کمیشن کی مذمت کی اور یہ حقیقت واضح کر دی:

''ہندوستان کو برطانیہ کے قول پر اعتماد نہیں رہا ہے۔ اگر ملک معظم کی گورنمنٹ ہندوستان کے صاحب اثر

نمائندوں کو ایک کانفرنس میں شریک ہونے کے لیے بلائے اور یہ دعوت نامہ وزیراعظم کی طرف سے ہو تو اس کی تعمیل سے انکار نہیں ہو سکے گا۔''

16 اکتوبر کو یہی بات سرجان سائمن نے وزیراعظم کو لکھی جو ابھی کمیشن کی رپورٹ لکھنے میں مصروف تھے اور ان الفاظ میں:

''ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس بات کی ضرورت ہو گی وہ یہ ہے کہ کوئی کانفرنس منعقد کی جائے جس میں ملک معظم کی گورنمنٹ برطانوی ہند کے اور ریاستوں کے نمائندوں سے ملے، اور وہ اس لیے کہ ان کی قطعی تجاویز پر زیادہ سے زیادہ اتفاق رائے حاصل کیا جائے جنہیں پارلیمنٹ میں پیش کرنا ملک معظم کی گورنمنٹ کا فرض ہے۔''

آخر جون میں لارڈ ارون وائسرائے ہند ہزمیجسٹی کی گورنمنٹ سے مشورہ کرنے کے لیے انگلستان گئے، اور 31 اکتوبر 1929ء کو واپس آکر انہوں نے ایک اعلان کیا جس کا مندرجہ ذیل ٹکڑا ہندوستانیوں کے لیے قابل توجہ تھا:

''1919ء کا آئین وضع کرنے میں حکومت برطانیہ کا ارادہ کیا تھا اس کے متعلق ہندوستان میں اور برطانیہ میں شبہات ظاہر کیے گئے ہیں۔ اس وجہ سے ملک معظم کی گورنمنٹ نے مجھے یہ اختیار دیا ہے کہ اس کی طرف سے یہ بیان کروں کہ گورنمنٹ کا اس سے متعلق جو فیصلہ ہے۔ اس کی رو سے 1919ء کے اعلان میں یہ بات صاف ہے کہ اس میں جو کچھ سوچا گیا ہے ہندوستان کی آئینی ترقی کا طبعی نتیجہ مرتبہ نو آبادی کا حصول ہے۔''

اس کے ساتھ ہی لارڈ ارون نے یہ اعلان کیا کہ سائمن کمیشن اور انڈین سنٹرل کمیٹی کی رپورٹیں پیش ہونے کے بعد جب ملک معظم کی گورنمنٹ حکومت ہند کے مشورے سے ان پر غور کر چکے گی تو وہ برطانوی ہند اور ریاستوں کے نمائندوں کو یکجا یا الگ الگ اس مقصد سے طلب کرے گی کہ ایک کانفرنس میں ہندوستان کے مسائل پر بحث و گفتگو کریں۔ اس طرح راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کی بنیاد پڑ گئی۔

ہر گروہ کے ہندوؤں نے اور خود کانگریس کے لیڈروں نے لارڈ ارون کے اس اعلان پر بڑی خوشیاں منائیں۔ ہندوستان کی طرف سے ایک بیان شائع کیا گیا جس پر قریب قریب تمام پارٹیوں کے لیڈروں نے دستخط کیے، اور اس میں وائسرائے کے اعلان پر اظہار اطمینان کیا گیا۔

آل پارٹیز کانفرنس (احمد آباد)

اکتوبر 1916ء میں ملک کے تمام مکاتب فکر اور اعلیٰ صلاحیتوں کے حامل افراد نے صوبائی کانفرنس (صوبہ بمبئی) کا سولہواں اجلاس جو احمد آباد میں منعقد ہوا، میں شرکت کی چونکہ اس میں تمام مکاتب فکر شریک تھے۔ اس لیے اسے آل پارٹیز کانفرنس کا نام دیا گیا۔ یہ کانفرنس قائداعظم محمد علی جناح کی زیر صدارت منعقد ہوئی۔ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناح نے کہا:

''بری اور بحری افواج کے کارڈ کو مکمل طور پر ہندوستانی بنایا جائے۔''

جداگانہ طریق انتخاب کے بارے میں فرمایا:

''ایسا ضرورت کے تحت کیا گیا ہے۔ مسلمانوں کو کونسلوں کے ایوانوں، میونسپل کمیٹیوں اور ڈسٹرکٹ بورڈوں میں نمائندگی دی جانی چاہیے۔''

انہوں نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا:

''میرا عقیدہ ہے کہ تمام باشعور انسان اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ ہماری حقیقی ترقی کا راز برادر اقوام

کی خیر خواہی، نیک سگالی، ہم آہنگی اور باہمی تعاون کے جذبے میں پوشیدہ ہے۔ ان کا اتحاد ہی ان کی ترقی کا نقطہ ماسکہ ہے اور یاد رکھیں کہ یہ معاملہ ایسا ہے جو ہمارے اپنے ہاتھوں میں ہے۔"

آل پارٹیز نیشنل کنونشن

22 دسمبر 1928ء کو آل پارٹیز نیشنل کنونشن کا اجلاس منعقد ہوا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے اس اجلاس میں شرکت فرمائی۔ مسلم لیگ نے اپنے تین نمائندوں کا وفد قائداعظم محمد علی جناح کی سربراہی میں بھیجا۔ اس کانفرنس میں مسلم لیگ کے وفد کی حیثیت سے قائداعظم محمد علی جناح نے تین ترامیم پیش کیں:

1. مرکزی اسمبلی میں مسلمانوں کو ایک تہائی نمائندگی ملنی چاہیے۔
2. پنجاب اور بنگال میں مسلمانوں کو آبادی کے تناسب کے اصول کی بناء پر دس سال کے لیے نمائندگی دی جائے۔
3. باقی ماندہ اختیارات صوبوں کو تفویض کیے جائیں۔

متعصب ہندوؤں نے ان ترامیم کو اپنے اکثریتی ووٹوں کے بل بوتے پر مسترد کر دیا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے اس پر یوں تبصرہ فرمایا:

"نہرو کمیٹی نے اپنی سفارشات پر تنگ نظری کی پالیسی اختیار کی، جس کی وجہ سے مسلمان ہندوستان کے سیاسی مستقبل میں منصفانہ شرکت سے محروم ہو جائیں گے۔ مجھے افسوس ہے کہ کمیٹی کی رپورٹ سے نہ تو کوئی مدد ملتی ہے، اور نہ ہی وہ بارآور ثابت نظر آتی ہے۔"

درج بالا ترامیم بہت حد تک مسلمانوں کے حقوق و مفادات کا تحفظ کر سکتی تھیں، لیکن کانگریس انتہاپسندانہ حیثیت اختیار کر چکی تھی، اس کے مطالبات پر قطعاً توجہ نہ دی، اس پر قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا:

"میں مسلمان کی حیثیت سے یہ کہتا ہوں کہ آزادی کی کشمکش میں سات کروڑ مسلمانوں کو ہمارے ساتھ شانہ بشانہ چلنا چاہیے۔"

آل پاکستان اسپنرز ایسوسی ایشن اور قائداعظم

قائداعظم محمد علی جناح کے مشورے سے 1948ء کے اوائل میں جمشید سروانجی مہتا نے آل انڈیا اسپنرز ایسوسی ایشن کی بنیاد رکھی اس انجمن کے پہلے صدر خود قائداعظم محمد علی جناح تھے اور جنرل سیکرٹری جمشید سروانجی مہتا تھے، اس کا سرمایہ ایک کروڑ روپے رکھا گیا تھا۔

آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس

27 نومبر 1947ء کو کراچی میں یہ کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس موقع پر قائداعظم محمد علی جناح کا پیغام حسب ذیل تھا:

"اگر ہمیں حقیقی تیز رفتار اور نتیجہ خیز ترقی کرنی ہے تو ہمیں تعلیم کے مسئلے پر خصوصی توجہ دینی چاہیے، اپنی تعلیمی پالیسی اور پروگرام کو ایسے خطوط پر چلانا ہے، جو ہمارے لوگوں کے مزاج کے مطابق ہو۔ جو ہماری ثقافت اور تاریخ سے ہم آہنگ ہو جو دنیا بھر میں ہونے والی وسیع ترقیوں اور جدید تقاضوں کے مطابق ہو۔"

آل پاکستان بوائے سکاؤٹ کانفرنس

11 دسمبر 1947ء کو کراچی میں یہ کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس میں بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح سے درخواست کی گئی:

"وہ پاکستان کا چیف سکاؤٹ کا عہدہ سنبھال لیں۔"

قائداعظم محمد علی جناح نے یہ پیشکش قبول کر لی۔

آل پاکستان مسلم لیگ

قیام پاکستان کے وقت قائداعظم محمد علی جناح کے پاس تین عہدے تھے یعنی

1. گورنر جنرل
2. صدر مجلس آئین ساز
3. صدر کل ہند مسلم لیگ

چنانچہ قائداعظم محمد علی جناح نے پاکستان اور ہندوستان کی مسلم لیگوں کے الگ الگ قیام کے لیے کل ہند مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری اور پاکستان کے اولین وزیراعظم نواب زدہ لیاقت علی خاں کو ہدایت کی کہ وہ کل ہند مسلم لیگ کی کونسل کا کراچی میں اجلاس طلب کریں۔

چنانچہ نومبر 1947ء کو کل ہند مسلم لیگ کی کونسل کا اجلاس طلب کرنے کے لیے سرکلر جاری کیا گیا۔ 15 دسمبر کونسل کے اجلاس کے روبرو آل انڈیا مسلم لیگ کو ختم کر کے پاکستان اور ہندوستان کی دو الگ الگ مسلم لیگوں کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اس طرح آل پاکستان مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا۔ آل پاکستان مسلم لیگ کا پہلا چیف آرگنائزر چوہدری خلیق الزمان کو مقرر کیا گیا۔

آل پنجاب اردو کانفرنس

13 فروری 1941ء کو دوسری کل پنجاب اردو کانفرنس کا انعقاد ہوا، اس موقع پر قائداعظم محمد علی جناح کا پیغام حسب ذیل تھا۔

> ''اردو ہماری قومی زبان ہے، ہمیں اس کو ہر قسم کے نقصان سے محفوظ، آلودگیوں سے پاک اور مخالفین کے جارحانہ اور معاندانہ عزائم سے بچائے رکھنے کے لیے اپنی پوری توانائی اور زور لگا دینا چاہیے۔''

آمد کراچی (قیامِ پاکستان پر)

قیامِ پاکستان سے قبل قائداعظم محمد علی جناح دہلی میں رہائش پذیر تھے قیام پاکستان کے اعلان پر قائداعظم محمد علی جناح 7 اگست 1947ء کو محترمہ فاطمہ جناح کے ہمراہ وائسرائے ہند لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے خصوصی طیارے میں نئی دہلی سے کراچی تشریف لائے۔ نئی دہلی سے روانگی پر قائداعظم محمد علی جناح کو مسلمانوں نے بڑے پر جوش انداز میں الوداع کیا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے ہندوستان سے رخصت ہوتے ہوئے یہ تاریخی جملے کہے۔

> ''میں امید کرتا ہوں کہ دہلی کے اس تاریخی شہر میں سب امن سے رہیں گے ماضی کو دفن کر دینا چاہیے اور ہمیں ہندوستان اور پاکستان میں دو آزاد ریاستوں کی طرح از سر نو کام شروع کرنا چاہیے۔''

7 اگست 1947ء کو حکومت نے کراچی میں عام تعطیل کا اعلان کیا تھا۔ شام کو جب قائداعظم محمد علی جناح کا خصوصی طیارہ ایئرپورٹ (ماری پور) پر پہنچا تو ایئرپورٹ پر سب سے پہلے لیاقت علی خاں نے قائداعظم محمد علی جناح کا استقبال کیا۔ بعدازاں ہزاروں افراد نے قائداعظم محمد علی جناح کو خوش آمدید کہا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے سندھ کے وزراء اور افسروں سے مصافحہ کیا، اور پھر یہ قافلہ گورنمنٹ ہاؤس کی طرف روانہ ہو گیا۔

آلۂ کار

(دیکھئے: مخالفت)

آمریت

قائداعظم محمد علی جناح کو بعض حلقوں کو جانب سے آمر کہا

جاتا ہے، یہ قائداعظم محمد علی جناح کی ذات پر کھلی الزام تراشی کے اور کچھ نہیں۔ کانگریس کی طرف سے قائداعظم محمد علی جناح کو مسلم لیگ کا ہٹلر بھی کہا گیا تھا، حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ قائداعظم محمد علی جناح دوسروں پر اپنے خیالات ٹھونسنا یا مسلط کرنا نہیں چاہتے تھے، اس کے برعکس وہ کامل سکون اور اطمینان سے مخالف فریق کے دلائل سنتے اور ان کا مناسب جواب بھی دیتے۔ اگر انہیں کسی طرح آمر قرار دے بھی دیا جائے تو اس کی وجہ یہ تھی کہ دس کروڑ مسلمان انہیں ایسا دیکھنا چاہتے تھے۔

آنریبل جناح

برطانوی پارلیمانی روایت تھی جب کوئی شخص امپیریل لیجسلیٹو اسمبلی کا رکن بنتا اور وہ اپنے اس عہدہ کا حلف اٹھالیتا تو اسی دن سے اُس کے نام سے پہلے آنریبل کا لاحقہ سرکاری طور پر شامل کر دیا جاتا۔ قائداعظم محمد علی جناح کے نام کے ساتھ لفظ آنریبل کا باضابطہ اضافہ 25 جنوری 1910ء کو کیا گیا۔

آنکھوں کا پہلا معائنہ

جب قائداعظم محمد علی جناح کو آنکھوں کی شدید تکلیف لاحق ہوئی تو انہوں نے دہلی کی مشہور عینک ساز فرم لارنس اینڈ میو کمپنی سے آنکھوں کا پہلا معائنہ کرایا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے یہ معائنہ 17 جون 1936ء کو کرایا۔

آئین کی اساس

25 جنوری 1948ء کو عید میلاد النبی ﷺ پر قائداعظم محمد علی جناح نے اپنے پیغام میں کہا:

''کون کہتا ہے کہ پاکستان کے آئین کی اساس شریعت پر نہیں ہوگی، جو لوگ ایسا کہتے ہیں وہ مفسد ہیں۔ ہماری زندگی میں آج بھی اسلامی اصولوں پر اسی طرح عمل ہوتا ہے، جس طرح کہ تیرہ سو سال پہلے ہوتا تھا۔ اسلام نے جمہوریت کی راہ دکھائی ہے۔ مساوات اور انصاف کا سبق دیا ہے، لہٰذا اسلامی اصول پر عمل کرنے سے ہم ہر ایک کے ساتھ انصاف کر سکیں گے۔''

آئینی اور جائز طریقے

(دیکھئے: آزادی اور دیانتداری)

آئینی حدود

قائداعظم محمد علی جناح کے کردار کا ایک مضبوط پہلو یہ تھا کہ آپ نے آئین و قانون کی حدود کے اندر رہتے ہوئے اپنی جدوجہد کی۔ گاندھی تمام عمر قانون شکنی کی تحریکیں چلاتے رہے، ہزارہا لوگ جیلوں میں گئے۔ ان کے کنبے الگ مصیبتیں جھیلتے رہے۔ یہ تحریکیں زیادہ تر ناکام رہیں اور ان سے ہندو عوام میں احساسِ شکست پیدا ہوتا رہا۔

قائداعظم محمد علی جناح جانتے تھے کہ ہندو امیر قوم ہے، وہ ایسے صدمے برداشت کر سکتی ہے، لیکن مسلمان غریب ہیں، اگر انہیں پے در پے آزمائش کی بھٹی میں ڈالا گیا تو ان کی معاشی حالت اور بدتر ہو جائے گی۔ دوسرے ہندو عدم تشدد یا اہنسا کے عقیدے کو اپنا سکتے ہیں، مسلمان اس منافقت کے قائل نہیں۔ ان پر اجنبی راج کی پولیس لاٹھی برسائی گئی تو وہ اینٹ کا جواب پتھر سے دیں گے، اور ایک غیر مسلح قوم کب تک برطانوی سامراج کی پولیس اور افواج کا مقابلہ کر سکے گی۔ تیسری وجہ یہ ہے قانون شکنی کی تحریکیں شدید نظم وضبط کے بغیر نہیں چل سکتیں اور مسلمان ابھی اچھی طرح منظم نہیں ہوئے تھے۔ ان وجوہ کی بناء پر قائداعظم محمد علی جناح نے تحریک پاکستان کو آئین و

قانون کی حدود کے اندر رکھا اور اس وقت باہر آئے، جب لوہا گرم تھا۔بس ایک چوٹ کی کسر تھی۔

آئرسر سی پی رام سوامی

سی پی رام سوامی ٹراونکور کے دیوان تھے۔اس ریاست نے 11 جون 1947ء کو اعلان کیا:

''اسے آزاد ریاست تصور کیا جائے۔''

پاکستان کی طرف سے اس کی آزادی کی حمایت کی گئی۔ 18 جون 1947ء کو آئرسر سی پی رام سوامی نے قائداعظم محمد علی جناح کو تار دیا اس تار میں کہا گیا تھا:

''آپ نے اخبارات میں جو غیر مبہم اور پرجوش بیانات دیے ہیں، میری طرف سے شکریہ قبول کیجئے میں نے تحریکِ پاکستان اور تقسیمِ بھارت کی شد و مد سے مخالفت کی تھی۔آپ نے اپنی قرارداد کے ذریعے یہ اہم مقصد حاصل کرلیا ہے اور اسے ایک اٹل حقیقت بنا دیا ہے میں آپ سے آپ کی رہنمائی میں قائم ہونے والی مملکت کا بقیہ ہند سے تعاون کا امیدوار ہوں۔مشترکہ اور متعلقہ تجارت کو حل کرنے کے لیے دونوں مملکتوں سے سفارتی روابط کی امید رکھتا ہوں۔''

20 جون 1947ء کو نئی دہلی سے قائداعظم محمد علی جناح نے آئرسر سی پی رام سوامی کو جوابی تار بھیجا۔جس کا متن حسبِ ذیل تھا:

''آپ کی تار جس میں آپ نے نیک خواہشات کا اظہار کیا تھا اس کا بہت شکریہ۔''

''پاکستان کو آپ کے ساتھ روابط قائم کرکے بڑی خوشی ہوگی اور ٹراونکور ریاست سے سفارتی تعلقات کے قیام کو تیار ہے۔میں ٹراونکور کی خوشحالی اور بہبود کے لیے اپنی خواہشات کا اظہار کرتا ہوں۔''

آئرلینڈ

یہ 1928ء کا دور تھا۔قائداعظم محمد علی جناح لندن کے سفر پر روانہ ہوئے تو جب جہاز ساؤتھ ہمپٹن کی بندرگاہ پر پہنچا تو قائداعظم محمد علی جناح آئرلینڈ تشریف لے گئے یہ اتفاق کی بات تھی کہ دیوان چمن لال بھی قائداعظم محمد علی جناح کے ہمراہ تھے لیکن وہ پیرس چلے گئے انہیں وہاں جا کر اس بات کا علم ہوا کہ مسز رتی جناح بیمار ہیں چنانچہ انہوں نے پیرس سے بذریعہ تار قائداعظم کو ان کی بیگم کی بیماری کے بارے میں اطلاع دی چنانچہ قائداعظم محمد علی جناح آئرلینڈ سے پیرس روانہ ہوگئے۔

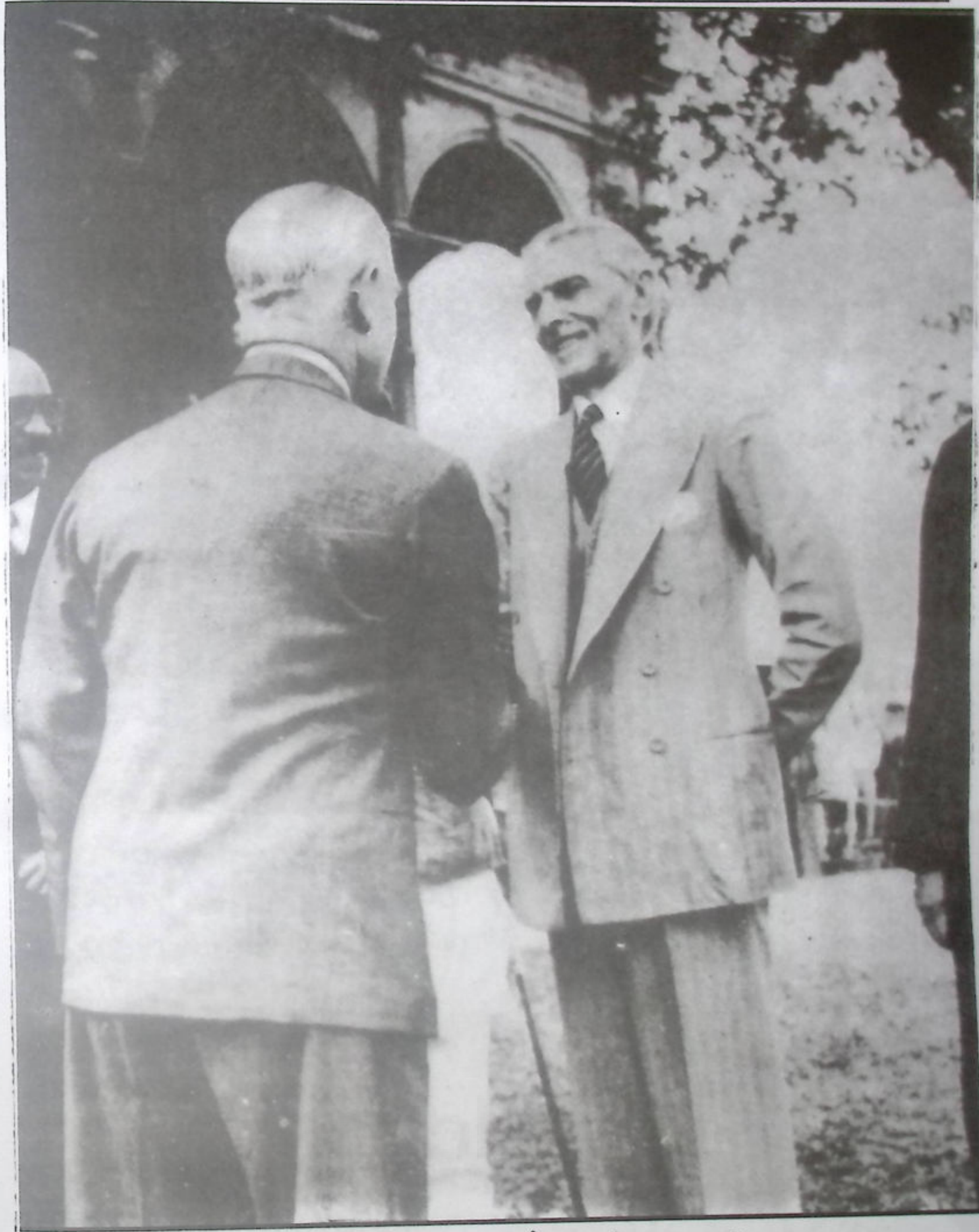
آئس برگ

متحدہ ہندوستان کے آخری وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے قائداعظم محمد علی جناح کو ان کی تحمل مزاجی اور بردباری کی بنا پر آئس برگ (ICEBURG) کا خطاب دیا۔

آئندہ نسل

قائداعظم محمد علی جناح کو آئندہ نسل سے بڑی توقعات وابستہ تھیں اسی لیے قائداعظم محمد علی جناح نے اپنی ایک تقریر میں کہا۔

''آپ کے پاس اس سے بھی بڑی کامیابی کی کنجی ہے وہ کنجی ہے آپ کی آئندہ نسل، اور اپنے بچوں کی اس طرح تربیت کیجیے کہ وہ پاکستان کے قابلِ فخر شہری اور موزوں سپاہی بن سکیں۔آپ نے پاکستان کے لیے بہت سی قربانیاں دی ہیں۔اس پاکستان کے لیے جسے اب ساری دنیا مسلمہ حقیقت تسلیم کرچکی ہے، بس ایک قدم اور آگے بڑھانا ہے۔وہ وقت دور نہیں جب ساری دنیا کی قومیں پاکستان کی تعریف و توصیف



۱۹۴۵ء میں وائسرائے ہند لارڈ ویول نے شملہ میں ہندوستانی لیڈروں کی ایک مشترکہ کانفرنس طلب کی۔
قائداعظمؒ کی آمد پر لارڈ ویول ان کا گرمجوشی سے خیر مقدم کر رہے ہیں۔

کریں گی۔ انشاء اللہ۔"

آئین

قائداعظم محمد علی جناح پاکستان میں اسلامی قوانین کے نفاذ پر یقین رکھتے تھے جس کا ثبوت ان کی بہت سی تصاویر سے ملتا ہے یا چند حوالہ جات حسب ذیل ہیں۔

① "جولائی 1947ء میں قائداعظم محمد علی جناح دہلی میں اپنی رہائش گاہ پر تشریف فرما تھے۔ علامہ شبیر احمد عثمانی اپنے چند رفقاء سمیت قائداعظم محمد علی جناح سے ملاقات کے لیے تشریف لائے تو دونوں کے درمیان اس طرح مکالمہ ہوا۔

علامہ عثمانی: قائداعظم آپ کو قیام پاکستان مبارک ہو۔

قائداعظم: مبارکباد کے مستحق تو آپ لوگ ہیں جنہوں نے تحریک پاکستان کو کامیاب بنانے کے لیے بھرپور جدوجہد کی۔

علامہ عثمانی نے کہا: اب جبکہ اللہ کے فضل و کرم سے پاکستان بن رہا ہے آپ یہ فرمائیں کہ پاکستان میں آئین کون سا ہوگا۔

قائداعظم محمد علی جناح نے بلا جھجک دوٹوک انداز میں کہا:

"پاکستان میں قرآنی آئین ہوگا۔ میں نے قرآن پاک ترجمے سمیت پڑھا ہے اور میں پختہ یقین رکھتا ہوں کہ قرآنی آئین سے بڑھ کر کوئی آئین نہیں ہوسکتا۔"

پھر فرمایا:

"میں نے مسلمانوں کا ایک سپاہی بن کر پاکستان کی جنگ جیتی ہے میں قرآنی آئین کا ماہر نہیں ماہر آپ اور آپ جیسے علماء ہیں۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ دوسرے علماء کے ساتھ سر جوڑ کر بیٹھیں اور اپنے نئے ملک پاکستان کے لیے قرآنی آئین کا مسودہ تیار کریں۔"

② قائداعظم محمد علی جناح نے فروری 1948ء میں امریکہ کے باشندوں کے نام ایک نشری پیغام میں کہا:

"پاکستان کا دستور ابھی پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے بنانا ہے، اور مجھے نہیں معلوم کہ اس دستور کی حتمی شکل کیا ہوگی لیکن مجھے اتنا یقین ضرور ہے کہ یہ دستور جمہوری نوعیت کا ہوگا جس میں اسلام کے تمام بنیادی اصول شامل ہوں گے کیونکہ یہ اصول آج بھی اتنے ہی قابل عمل ہیں جتنے کہ آج سے تیرہ سو سال پہلے تھے۔ یہ اسلام اور اس کے تصورات ہیں جنہوں نے ہمیں جمہوریت کا سبق سکھایا ہے اس نے ہمیں سکھایا ہے کہ تمام انسان برابر ہوتے ہیں اور ہر انسان کے ساتھ حق و انصاف کے ساتھ پیش آنا چاہیے۔"

آئینی اصلاحات

یکم جنوری 1916ء مسلم لیگ کے سالانہ آٹھویں اجلاس میں آپ نے ایک قرارداد پیش کی، جس میں ایک کمیٹی کی تشکیل کے لیے کہا، تاکہ وہ مسلمانانِ ہند کی خواہشات اور ضروریات کے مطابق آئینی اصلاحات کا منصوبہ بنا سکیں، اور انگریزوں کے خلاف ہندوستان کی تمام جماعتوں کو متحد ہو جانے کے لیے کہا کہ کانگریس اور مسلم لیگ ہی ہندوستان کی دو بڑی نمائندہ جماعتیں ہیں۔

آئینی اور قانونی طریق کار

(دیکھئے: عدم تعاون تحریک)

آئینی بیماریاں

قائداعظم محمد علی جناح آخر دم تک اپنی بیماریوں اور ان کی تشخیص سے متعلق سوالات میں الجھے رہے۔ اس طرح وہ دوسری خرابیوں کو بھی بیماریوں کے مفہوم میں استعمال کرنے کے عادی ہو گئے، چنانچہ انہوں نے 19 جنوری 1940ء کو

لندن کے ''ٹائم اینڈ ٹائیڈ'' میں لکھا:

''آئینی بیماریوں کو جن میں آج کل ہندوستان مبتلا ہے، بہتر طور پر ایسی بیماری کی علامت قرار دیا جا سکتا ہے، جو ہمارے جسدِ سیاست کو پہلے سے لاحق ہیں۔ بیماری کی تشخیص کے بغیر علامات کو سمجھنا ممکن نہیں، نہ ہی اس کا علاج ہو سکتا ہے۔ اس لیے پہلے مرض کا پتہ لگائیں، پھر علامات پر غور کریں، اور آخر میں علاج کی طرف آئیں۔''

آئینی ترمیم

18 جولائی 1948ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے ایک نیا حکم جاری فرمایا، جس کے تحت پاکستان کے عارضی آئین کی دفعہ 92 کے بعد دفعہ 92 الف کا اضافہ کیا گیا۔ اس کا مقصد یہ تھا:

''اگر کسی وقت گورنر جنرل پاکستان کو اس بات کا یقین ہو جائے کہ ایسی ہنگامی صورتحال پیدا ہوگئی ہے جو پاکستان یا اس کے کسی حصہ کے تحفظ کے لیے خطرہ بن سکتی ہے یا صوبائی حکومت ایکٹ کے تحت نظم ونسق نہ چلا سکتی ہو تو اسے توڑ سکتا ہے۔''

آئینی جدوجہد

مولانا محمد علی جوہر نے جیل سے باہر آ کر جو دیکھا تھا عرصۂ دراز کے بعد ایک مضمون میں اس کا اس طرح ذکر کیا:

''ہمارے قید ہوتے ہی ہندو مہاسبھائی مہاراشٹر نے مہاتما گاندھی اور عدم تعاون کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ خود مہاتما گاندھی نے حکومت کو الٹی میٹم دے چکنے کے بعد بردولی میں وہ روش اختیار کی جسے ملک نے ہتھیار ڈالنے کے مترادف سمجھا، اور وہ خود بھی ہماری طرح قید کر دیے گئے۔ ان کے قید ہونے کے بعد پنڈت موتی لال نہرو اور دیش بندھو داس آزاد ہوئے اور بجائے سول نافرمانی کرنے کے، جس کا یادش بخیر اب پھر کلکتہ میں نام لیا گیا ہے، انہوں نے گیا میں سوراج کے نام سے وہ علم بغاوت بلند کیا جس نے عدم تعاون کی تحریک کا خاتمہ کر دیا، پھر لطف یہ کہ ہندو مہاسبھائیوں نے شدھی اور سنگھٹن کی تحریکیں شروع کیں جنہوں نے مذہبی تعصبات کی اس آگ کو بھڑکا دیا جسے ہم ٹھنڈا کر چکے تھے۔ اس طرح ہمارا کیا کرایا کام اکارت گیا، اور جب مجھے جیل خانے میں اس کا احساس ہوا تو میں نے اس طرح اس کا اظہار کیا:

''یہ حالت ہوگئی ہے ایک ساقی کے نہ ہونے سے
کہ خم کے خم بھرے ہیں مے سے اور میخانہ خالی ہے
یہ تھی وہ روداد چمن جو دوسری گرفتاری سے رہائی پر میں نے آ کر سنی۔''

سوراج پارٹی نے مختلف مجالس قانون کے لیے 1923ء میں الیکشن لڑے اور مرکزی مجلس واضعان قانون میں 45 سوراجی کامیاب ہو کر آئے۔ یہ بڑی طاقتور پارٹی تھی۔ نیشنلسٹ پارٹی کے ساتھ اس کا اتحاد ہوا۔ اس متحدہ پارٹی کو کئی نمایاں کامیابیاں ہوئیں۔ مسٹر جناح بھی سنٹرل پارٹی کے لیڈر کی حیثیت سے اسمبلی میں موجود تھے۔ وہ ان تمام مسائل میں، جو ملک کی فلاح وترقی کے لیے مفید ہوتے تھے، لبرل یا سوراج پارٹی کی تائید کرتے تھے۔

جس وقت سے مانٹیگو چیمسفورڈ آئینی اصلاحات منظور ہوئی تھیں۔ ہندوستان کی سیاسی پارٹیاں کامل ذمہ دار حکومت کا مطالبہ کر رہی تھیں، چنانچہ جس وقت کلکتہ میں کانگریس اور گورنمنٹ کے درمیان سمجھوتے کی گفت وشنید ہوئی اور پھر احمد

آباد کے اجلاسوں کے بعد بمبئی کی آل پارٹیز کانفرنس نے سمجھوتے کے لیے سلسلہ جنبانی شروع کیا تو کانگریس کی طرف سے، مسئلۂ خلافت میں برطانیہ کی بدعہدیوں اور پنجاب کے مظالم کی تلافی کے ساتھ، سوراج کا مطالبہ بھی تھا، اور مسٹر گاندھی کے ذہن میں سوراج کے معنی ذمہ دار حکومت یا ڈومینین اسٹیٹس کے سوا کچھ اور نہ تھے۔ اس لیے مولانا حسرت موہانی نے احمد آباد میں یہ کوشش کی تھی کہ سوراج کے معنی کامل آزادی معین ہو جائیں۔

اب جو مجالس واضعان قانون کی سرگرمیاں شروع ہوئیں تو ٹی رنگا چاری نے مرکزی اسمبلی میں یہ رزولیشن پیش کیا کہ ملک کا آئینی نظام فوراً تبدیل کیا جائے۔ اس پر پنڈت موتی لال نہرو نے یہ ترمیم پیش کی

> ''ایک راؤنڈ ٹیبل کانفرنس منعقد کی جائے جو ہندوستان کے لیے کامل ذمہ دار حکومت کی سفارش کرے۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے اس ترمیم کی تائید کی۔ اس کے ساتھ ہی ہندوستان میں آئینی سرگرمیاں اور آئینی گفتگو شروع ہو گئی۔ مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ لاہور مئی 1924ء میں قائداعظم محمد علی جناح نے کہا:

> ''ہندوستان میں غیر ملکی حکومت کا آغاز اور اس کا جاری رہنا محض اس سبب سے ہے کہ ہندوستان کی قومیں اور بالخصوص ہندو اور مسلمان متحد نہیں ہیں اور ایک دوسرے پر باہم اعتماد نہیں کرتے۔ میں قریب قریب بالکل یہ کہنے کی طرف مائل ہوں کہ جس دن ہندو اور مسلمان متحد ہو جائیں گے ہندوستان کو نو آبادی کے درجے کی ذمہ دار حکومت مل جائے گی۔''

ملک کی آزادی کے شوق میں قائداعظم محمد علی جناح ہندو مسلم اتحاد کے لیے ایسے مضطر تھے کہ جہاں کہیں ہندوستان کے بڑے لیڈر جمع ہوتے تھے وہ ہندو مسلم اتحاد کے لیے ان سے التجائیں کرتے تھے اور اس معاملے میں انہوں نے اپنی طبعی خودداری اور جذبہ عزت نفس کو بھی سختی سے دبا کر رکھا، مگر تا بکہ، 1926ء کے اجلاس مسلم لیگ میں ان کو یہ صاف کہنا پڑا:

> ''اس حقیقت سے بچنا ممکن نہیں ہے کہ فرقہ واریت اس ملک میں موجود ہے۔ محض جذبات اور استداد زمانہ سے یہ رفع نہیں ہو سکتی۔ صرف مخلوط انتخاب سے قومیت پیدا نہیں ہو سکتی۔''

ہندوؤں کے فرقہ وارانہ مقاصد کی تکمیل میں جو چیز مانع آتی تھی۔ اس کو فرقہ وارانہ اور قومیت کے لیے مضر کہہ کر وہ غل مچاتے تھے، اور اس کے ترک کے نزدیک سب سے زیادہ اہم تھا۔ جس وقت سے سوراج پارٹی مجالس واضعان قانون میں آئی کانگریس کی طرف سے پھر یہی مطالبہ شروع ہو گیا کہ مسلمان جداگانہ انتخاب سے دست بردار ہوں۔ جداگانہ انتخاب میں اس کے سوا اور کوئی برائی نہ تھی کہ ہندو اپنی اکثریت کی قوت سے مسلمانوں کو ان کے حق نیابت سے محروم نہیں کر سکتے تھے اور مسلمان جس کو چاہتے تھے، اس کو اپنا نمائندہ منتخب کر کے نیابی اداروں میں بھیجتے تھے۔ مسلمانوں کی آواز دنیا سن رہی تھی، ان کی مرضی کا اعلان ہو رہا تھا، اور وہ ایک حد تک اپنے حقوق کی حفاظت پر قادر تھے، مگر یہی ہندوؤں کو شاق تھا۔ وہ ہندوستان میں صرف ایک ہندو آواز چاہتے تھے اور ایک ہندو مرضی، اور خالص ہندو اختیار لہٰذا مخلوط انتخاب پر مصر تھے تا کہ مجلس واضعان قانون میں صرف ہندو منتخب ہو کر جائیں، ہندوؤں کی طرف سے بھی اور مسلمانوں کی طرف سے بھی۔ مخلوط انتخاب میں نشستوں کا تعین وہ ناگواری کے ساتھ منظور کر لیتے تھے کیونکہ ان کو یہ اطمینان تھا کہ ہندوؤں کی کثرت رائے سے جو مسلمان منتخب ہوں گے، ان کو آئندہ الیکشن کے دباؤ میں ہندوؤں کی مرضی کے تابع رہنا پڑے گا۔

مرکزی اسمبلی کے اجلاس بجٹ 1927ء کے دوران میں

قائداعظم محمد علی جناح نے بڑی ہمت کر کے یہ کوشش بھی کی کہ ہندوؤں کا یہ حیاء بھی رفع کیا جائے کہ ہندو مسلم اتحاد میں جداگانہ انتخاب مانع ہے۔ اس مقصد کے لیے 20 مارچ 1927ء کو دہلی میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس میں اکثر مسلم زعما، شریک تھے۔ قائداعظم محمد علی جناح نے اس کی صدارت کی۔ طویل بحث وگفتگو اور غور وفکر کے بعد وہ شرائط وضع کی گئیں، جن کی بنا پر مسلمان مخلوط انتخاب ترک کر سکیں۔ وہ یہ تھیں:

''جہاں تک آئندہ کسی دستور کی اسکیم میں مختلف مجالس واضعان قانون کے اندر نیابت کا تعلق ہے مسلمانوں کو مندرجہ ذیل تجاویز کی بنا پر سمجھوتہ قبول کر لینا چاہیے۔''

1. سندھ کو بمبئی سے جدا کر کے علیحدہ ایک صوبہ بنا دیا جائے۔
2. صوبہ سرحد اور بلوچستان میں اسی سطح اور معیار کی اصلاحات نافذ کی جائیں جو دوسرے صوبوں میں ہیں۔
3. اس صورت میں مسلمان اس کے لیے تیار ہیں کہ تمام صوبوں میں جو اس طرح قائم ہوں مخلوط انتخاب منظور کریں۔ مزید برآں وہ اس کے لیے بھی رضامند ہیں کہ سندھ، بلوچستان اور صوبہ سرحد میں ہندو اقلیتوں کو وہی مراعات دیں جو ہندو اکثریت کے صوبوں میں ہندو مسلمانوں کو دینے کے لیے رضامند ہوں۔
4. پنجاب اور بنگال میں نیابت کا تناسب آبادی کے تناسب کے مطابق ہو۔ مرکزی مجلس واضعان قانون میں مسلمانوں کی نیابت ایک تہائی سے کم نہیں ہوگی اور وہ بھی مخلوط انتخاب سے۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے یہ تجاویز ایک یادداشت کی صورت میں مرتب کرائیں، مرکزی مجلس واضعان قانون کے 28 مسلمان ارکان کے اس پر دستخط کرائے، اسے مسٹر گاندھی کے پاس بھیجا اور اس پر آمادگی ظاہر کی کہ مسٹر گاندھی، پنڈت موتی لال نہرو، اور پنڈت مدن موہن مالویہ کے ساتھ وہ تمام ملک کا دورہ کریں گے تاکہ سمجھوتے کی اہمیت لوگوں کے ذہن نشیں کرائی جائے اور ان کی تائید حاصل کی جائے۔ مسٹر گاندھی نے فوراً اسے منظور کیا، پنڈت موتی لال نہرو نے پس وپیش کے ساتھ اور پنڈت مدن موہن مالویہ نے اس یادداشت کو، جس صورت میں وہ تھی، منظور کرنے سے انکار کر دیا، تاہم درج بالا فارمولا کانگریس کی ورکنگ کمیٹی میں پیش ہوا اور جزوی طور پر منظور بھی ہوا۔ ورکنگ کمیٹی نے یہ سفارش کی کہ فارمولا آل انڈیا کانگریس کمیٹی میں پیش ہو۔ بمبئی میں آل انڈیا کانگریس کمیٹی کا اجلاس مئی 1927ء میں ہوا اور اس نے متفقہ طور پر دہلی کانفرنس کی تجاویز منظور کیں۔ اس کے فوراً بعد ہندوؤں نے مسلمانوں کے خلاف بلوے شروع کر دیے۔ مدراس کے اجلاس کانگریس میں بھی یہ تجاویز منظور ہوئیں اور پنڈت مدن موہن مالویہ تک نے ان کی تائید کی، مگر ہندوؤں کی طرف سے پھر بھی ان کی مخالفت جاری رہی اور عموماً بلوؤں کی صورت میں۔

اسی سال کے آخر میں حکومت برطانیہ نے سر جان سائمن کی سرکردگی میں ایک کمیشن کا تقرر کیا جس کے تمام ارکان انگریز تھے۔ کمیشن کے اغراض ومقاصد حسب ذیل تھے:

''کمیشن ہندوستان جائے اور اس کی تحقیقات کرے کہ 1919ء کے آئین کے تحت ہندوستان نے کیا ترقی کی، طرز حکومت کس طرح چلا، تعلیم میں کس حد تک اضافہ ہوا، برطانوی ہند کے نیابی اداروں کی نشوونما کا کیا حال ہے اور جو امور ان سے متعلق ہیں ان کا کیا، نیز یہ اطلاع دے کہ آیا یہ مناسب ہے اور

کس حد تک کہ ہندوستان میں ذمہ دار حکومت کا اصول قائم کیا جائے یا جتنی ذمہ دار حکومت ہندوستان میں اس وقت موجود ہے، اس میں کوئی تبدیل ہونی چاہیے یا کمی۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی بتائے کہ صوبوں کی مجالس واضعان قانون میں دوسرا ایوان یعنی ایوان بالا قائم کرنا مناسب ہوگا یا نہیں۔''

اس کمیشن کے تکرار پر تمام ہندوستان غضبناک ہوگیا۔ غصے کا سب سے بڑا سبب یہ ظاہر کیا گیا کہ کمیشن محض انگریز ارکان پر مشتمل ہے۔ قائداعظم محمد علی جناح بھی بڑے جوش اور ولولے کے ساتھ کمیشن کے بائیکاٹ کے لیے اٹھے۔ 1937ء کا اجلاس مسلم لیگ زیر صدارت سر محمد یعقوب کلکتہ میں منعقد ہوا۔ اس میں یہ خیال پسند نہیں کیا گیا کہ صوبہ سرحد اور بلوچستان کے لیے اصلاحات اور سندھ کی بمبئی سے علیحدگی کے بدلے میں مسلمان جداگانہ انتخاب کے حق سے دست بردار ہو جائیں۔

آئینی طریق کار

اگست 1927ء میں مولانا محمد علی جوہر نے قائداعظم محمد علی جناح کو ٹیلی گرام روانہ کیا تھا۔ اس کے جواب میں قائداعظم محمد علی جناح نے انہیں لکھا:

''جناب کا ٹیلی گرام موصول ہوا ہے، مجھے افسوس ہے کہ میں 18 اگست کو دہلی حاضر نہیں ہوسکتا، میں شکار پور ہوتا ہوا شملہ جا رہا ہوں، جملہ مذاہب کے بانیوں اور پیشواؤں کے متعلق دریدہ ذہنی اور حملہ کرنے والوں کے خلاف احتجاج کرنے کے لیے جو کارروائی کی جائے، میری تائید اس کے شامل حال رہے گی، میری استدعا ہے کہ مسلمان آئینی طریق کار اختیار کریں۔ حکومت پنجاب اور اس کے گورنر سر میلکم ہیلی اس نازک موقع پر نہایت خوبی کے ساتھ عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔ عوام الناس کو بالعموم اور مسلمانوں کو بالخصوص اس مدبرانہ طرزِ عمل کی داد دینی چاہیے۔ جو صورت حال پر قابو پانے کے لیے اختیار کیا گیا ہے۔ عدالت عالیہ کے جدید فیصلے کے بعد ایجی ٹیشن کا خاتمہ ہو جانا چاہیے۔ جسٹس دلیپ سنگھ کی نیت کے متعلق جو کچھ لکھا جا رہا ہے اسے ناپسند کرتا ہوں۔''

آئین وضوابط

(دیکھیے: شہری آزادی)

آئین پر نظر ثانی

ہندو اور مسلمانوں کے درمیان اختلافات کی خلیج بڑھتی جا رہی تھی۔ ہندو مسلم فسادات روز مرّہ کے واقعات بن گئے تھے، کانگریس نے سکوت اختیار کر لیا تھا۔ مجلس خلافت بے اثر ہوتی جا رہی تھی، فرقہ پرستوں کی بن آئی تھی۔ ہندو مسلم اتحاد کا نام لینا اشتعال انگیزی کو دعوت دینا تھا۔

ان حالات میں لیگ کا سالانہ اجلاس سر عبدالرحیم کی صدارت میں بمقام علی گڑھ منعقد ہوا، جناب صدر نے جو خطبۂ صدارت ارشاد فرمایا وہ بھی ایک چیلنج کی حیثیت رکھتا تھا، اس اجلاس میں قائداعظم محمد علی جناح نے بھی شرکت کی تھی، وہ اب تک مایوس نہیں ہوئے تھے۔ وہ اب تک مشترک پروگرام کے حامی اور داعی تھے، انہوں نے ایک تجویز پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

''لازم ہے کہ پہلے ہم خود آپس میں کوئی فیصلہ کر لیں۔ حکومت سے ہمارا صرف یہی مطالبہ ہے کہ موجودہ آئین کی نظر ثانی کرتے ہوئے ایک قانون مرتب کرنے کے لیے کوئی ایسی اسکیم بنائی جائے جس میں ہندوستان کی ترقی کا خاص خیال رکھا گیا ہو۔''

ووٹنگ کے لیے جب اس تجویز کو پیش کیا گیا تو بہت بڑی تعداد کے ووٹ سے یہ پاس ہوگئی۔

آئینی سکیم

(دیکھیے: آزادیٔ ہند کا مشورہ)

آئینی نمونہ

قائداعظم محمد علی جناح نے 25 جنوری 1948ء کو بار ایسوسی ایشن کراچی سے خطاب کے دوران کہا:

''میں ان لوگوں کی بات نہیں سمجھ سکتا جو دیدہ دانستہ اور شرارت سے یہ پروپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں کہ پاکستان کا دستور شریعت کی بنیاد پر نہیں بنایا جائے گا۔ اسلام کے اصول عام زندگی میں آج بھی اسی طرح قابلِ اطلاق ہیں جس طرح تیرہ سو سال پہلے تھے۔ میں ایسے لوگوں کو جو بدقسمتی سے گمراہ ہو چکے ہیں، یہ صاف صاف بتا دینا چاہتا ہوں کہ نہ صرف مسلمانوں کو، بلکہ غیر مسلموں کو کوئی خوف، ڈر نہیں ہونا چاہیے، اسلام اور اس کے نظریات نے ہمیں جمہوریت کا سبق دے رکھا ہے۔ ہر شخص سے انصاف، رواداری اور مساوی برتاؤ اسلام کا بنیادی اصول ہے، پھر کسی کو ایسی جمہوریت، مساوات اور آزادی سے خوف کیوں لاحق ہو جو انصاف، رواداری اور مساوی برتاؤ کے بلند ترین معیار پر قائم کی گئی ہو، ان کو کہہ لینے دیجیے۔ ہم دستور پاکستان بنائیں گے، اور دنیا کو دکھائیں گے کہ یہ رہا ایک اعلیٰ آئینی نمونہ۔''

ا

ابتدائی تعلیم

محمد علی جناح بچپن ہی میں اپنی پھوپھی منی بائی کے ساتھ بمبئی آ گئے تھے۔ بمبئی میں ان کی پہلی بار آمد، قیام اور تعلیم و تربیت کے بارے میں بہت کم معلومات دستیاب ہیں۔ ریکارڈ سے اتنا پتہ ضرور چلتا ہے کہ پھوپھی کے پاس قیام کے دوران انہیں سکول میں داخل کرا دیا گیا۔ آیا یہ مسلم انجمن اسلامیہ کا مدرسہ تھا یا گوکل داس تیج پرائمری سکول۔

مطلوب الحسن سید کے بقول:

''اس کی یقینی صراحت نہیں ملتی، شاید انہوں نے دونوں اسکولوں میں تعلیم پائی۔ پہلے اول الذکر میں داخلہ لیا اور اسے چھوڑ کر آخر الذکر میں آگئے۔''

ایسی پڑھائی کے لیے ننھے قائداعظم محمد علی جناح میں صبر کا مادہ زیادہ نہیں تھا۔ انہیں گھر بیٹھ کر چیزوں کے نام رَٹنے کا کوئی شوق نہ تھا۔ یہ تصور کرنا مشکل نہیں کہ ایک مخصوص طرز کے پرائمری سکول کے کمرۂ جماعت میں پر جوش ذہن کس طرح بغاوت کرتا ہوگا۔ خصوصاً بمبئی میں جو ہندوستان کی سب سے خوب صورت بندرگاہ تھی۔ جس کے حسن کو سفید چمکیلے ریت کے ساحلوں اور ان کے اوپر لہلہاتے کھجور کے درختوں نے چار چاند لگا دیے ہیں۔ خلیج عرب کے عموماً ساکن اور چمکدار پانیوں میں جابجا کماد کی فصل سے شاداب جزیرے ملتے ہیں، چمکتے ہوئے وسیع بازاروں، مثال کے طور پر کرافواڈ مارکیٹ میں انگریز مرد اپنی بیگمات کے ساتھ دنیا بھر سے آئی ہوئی قیمتی اشیاء کے درمیان گشت کرتے نظر آتے۔

ننھے محمد علی جناح میڈن اور اوول، ہائی کورٹ اور یونیورسٹی کے اردگرد وکٹوریہ عہد کی بنی ہوئی عظیم الشان عمارتوں اور ان سب چیزوں کو حیرت سے دیکھتے، جو انگریز راج کے دوران صنعتی ترقی کے نتیجہ میں ہندوستان کو حاصل ہوئیں۔ الفنسٹن سرکل، ٹاؤن ہال، امپریل بنک، چیمبر آف کامرس کی سیر کے لیے ان کی پھوپھی انہیں بار بار لے جاتیں۔

محترمہ فاطمہ جناح اپنی یادداشتوں میں ان ایام کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''اپنے پیارے بیٹے کے بغیر ہماری ماں اداس اور غمزدہ رہتی تھیں۔''

23 دسمبر 1887ء کو انہیں سندھ مدرسہ میں داخل کرا دیا گیا۔ چند سال کے بعد ننھے محمد علی جناح کا نام طویل غیر حاضری کی بنا پر رجسٹر سے کاٹ دیا گیا۔ وہ ریاضی کی مشقیں کرنے کے بجائے اپنے باپ کے تجارتی عربی النسل گھوڑوں پر سواری سے دل بہلایا کرتے۔ وہ اور ان کا دوست قاسم بھائی کلاس سے اکثر غائب رہتے تھے۔ قریب کے ریتلے بنجر علاقوں میں گھوڑے دوڑانا ان کا محبوب مشغلہ تھا، جو انہیں سکول سے غائب ہونے پر اکساتا تھا۔ گھوڑوں، میناروں اور محرابوں سے اس بچے کو قدرتی انس تھا۔ اس زمانے میں انہوں نے شاعری بھی پڑھی، لیکن کسی استاد کے اسباقی منصوبہ کے تحت اور اس کی ہدایت کے مطابق نہیں۔ محض اپنی خواہش اور شوق سے۔ چھوٹی عمر میں بھی مسٹر محمد علی جناح کسی کے رعب داب میں نہیں آتے تھے۔ انہیں کنٹرول کرنا آسان بات نہ تھی،

پھر اس بچے کو لارنس لارڈ کے کرسچین مشن ہائی سکول میں جو گھر کے قریب واقع تھا، داخل کرا دیا گیا۔ والدین کو توقع تھی کہ شاید یہاں اس کے بیتاب ذہن کے لیے زیادہ موافق ماحول میسر آ جائے گا، لیکن اس سکول میں بھی ننھے محمد علی جناح کی پڑھائی کی مدت چند ماہ سے زیادہ نہیں رہی۔

ابتدائی زندگی کے ایام

(دیکھیے: مستقبل کی تعمیر)

ابلیس اور بائبل

مرکزی مجلسِ قانون ساز میں جارج بیل نے تقریر کے دوران صدر امریکہ ابراہام لنکن کا حوالہ دیا، قائداعظم محمد علی جناح نے فوراً فقرہ چست کیا:

"دیکھیے! ابلیس بائبل کا حوالہ دے رہا ہے، حالانکہ اس نے کبھی بائبل کا مطالعہ نہیں کیا۔"

سارا ایوان ہنس دیا۔

ابوالحسن اصفہانی، مرزا

ابوالحسن اصفہانی قائداعظم محمد علی جناح کے معتمد ساتھی تھے۔ آپ 1902ء میں پیدا ہوئے۔ 1920 میں ان کی پہلی ملاقات قائداعظم محمد علی جناح سے ہوئی اس وقت ابوالحسن اصفہانی کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ اس کے بعد قائد سے ان کی بہت سی ملاقاتیں ہوئیں ان کی کتاب "قائداعظم جناح میری نظر میں" ایک کتاب ہے جس میں ان ملاقاتوں سے ابھرنے والے تاثرات قلمبند کیے گئے ہیں۔

ابتدائی تعلیم کلکتہ میں مکمل کی۔ اعلیٰ تعلیم کی غرض سے انگلستان کا ارادہ کیا۔ 1925ء میں اپنے آبائی پیشے تجارت سے منسلک ہوئے۔ 1937ء میں بنگال لیجسلیٹو اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ 1942ء میں غیر منقسم ہند کی مجلس دستور ساز کے رکن بنے۔ 1948ء میں سلامتی کونسل میں مسئلہ کشمیر کے سلسلے میں پاکستان کی نمائندگی کا شرف حاصل ہوا۔ امریکہ اور برطانیہ میں پاکستان کے سفیر رہے۔ آپ نے 18 نومبر 1981 کے دن کراچی میں وفات پائی۔

ابوالحسن اصفہانی جناح خط و کتابت

قائداعظم محمد علی جناح اور ابوالحسن اصفہانی کے درمیان خط و کتابت کا سلسلہ بھی قائم رہا اس کا ثبوت مندرجہ ذیل انیس خطوط ہیں۔

20 مئی 1942ء

ڈیئر مسٹر جناح!

میں آپ کے خط کے لیے شکرگزار ہوں جو مجھے مسٹر پوتھن جوزف نے لا کر دیا ہے۔

میرے بھائی مرزا احمد اب تک بمبئی میں ہیں اور مجھے یقین ہے کہ آپ اس وقت تک ان سے مل چکے ہوں گے، ان کے دفتر کا ٹیلی فون نمبر 22625 ہے، میں بہت ممنون ہوں گا اگر آپ اپنی تجویز پر ان سے بھی تبادلہ خیالات کر لیں، نقصان 4 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہونا چاہیے، تاہم میرا خیال یہ ہے کہ خواہ دہلی میں ہمارا کوئی اخبار ہو یا نہ ہو، ہمیں اسٹار آف انڈیا کو کلکتہ ہی میں جاری رکھنا چاہیے۔ عملہ ہو یا نہ ہو۔ یہ ممکن ہے کہ دہلی میں ایک دفتر مجوزہ روزنامے کو وہاں چلانے کے لیے کھول لیا جائے اور جیسا کہ اسٹیٹ مین نے کر رکھا ہے۔ دہلی سے مشترک اداریے بھی بھیج دیے جایا کریں۔ اس طرح کلکتہ کو اسٹار کے چلانے کے لیے صرف دو نیوز ایڈیٹرز اور ایک سب ایڈیٹر کی ضرورت ہوگی، لیکن ہمیں اس کا بھی لحاظ رکھنا ہے کہ اخباروں کے کاغذ کی مقررہ مقدار روز بروز کم کی جا رہی ہے، چنانچہ یکم جون سے ایک آنے کے اخبار کو چار صفحے سے زیادہ حجم

کی اجازت نہ ہوگی، گویا آئندہ مہینے کے شروع سے اخبار کی تیاری کے لیے بہت کم مواد کی ضرورت ہوا کرے گی۔ یہ بات دریافت طلب ہے کہ آیا حکومت فی الحال کسی نئے اخبار کو مستقل حیثیت سے یا کسی موجودہ روزنامے کے ایڈیشن کے طور پر نکالنے کی اجازت دے گی یا نہیں، کیونکہ اگر مطلوبہ اجازت نہ مل سکے یا اس کام کے لیے کاغذ کا کوٹہ نہ مل سکے تو اسے نکالنے کا خیال بالکل بیکار ہوگا۔ غالباً آپ دہلی میں ضروری استفسارات کر چکے ہوں گے۔

آپ کا مخلص

حسن

30 مئی 1942ء

مائی ڈیئر حسن!

آپ کا 20 مئی کا خط مجھے مل گیا۔ جواب میں تاخیر کا افسوس ہے، لیکن بمبئی میں مسٹر احمد سے میری طویل گفتگو ہوئی تھی، جس کی کیفیت انہوں نے آپ کو ضرور بتائی ہوگی۔ میں اب ان کے ٹھیک ٹھیک جواب کا منتظر ہوں۔ میری یہ پختہ رائے ہے کہ اس وقت ہمیں موجودہ موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہیے، بلکہ ایک روزنامہ ضرور نکالنا چاہیے، اور اسٹار آف انڈیا کو منتقل کرنا ہی ایک قابلِ عمل تجویز ہو سکتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر آپ اس معاملہ میں بیل کو سینگوں سے پکڑ لیں تو وہ قابو میں آجائے گا اور رک جائے گا۔ لوگوں میں بہت جوش و خروش ہے اور آپ کو فوراً مدد مل جائے گی۔ علاوہ ازیں جو بات زیادہ قابلِ غور ہے وہ یہ سوچنا ہے کہ یہ ہمارے مقصد کے لیے بلاشبہ لازمی ہے۔ ہمیں اس سنہری موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہیے، تاہم میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتا۔

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

15 جون

مائی ڈیئر حسن

مجھے آپ کا 10 جون کا خط موصول ہوا۔ جہاں تک میں اندازہ کر سکتا ہوں جن دو مسئلوں پر ہمیں غور و فکر کرنا ہے وہ یہ ہیں:

1. آیا موجودہ مسلم پریس اینڈ پبلی کیشنز لمیٹڈ اسٹار آف انڈیا کو دہلی میں قائم کرے، مسٹر احمد نے مختلف دشواریاں بتائی ہیں۔ اب یہ آپ کا کام ہے کہ آپ اندازہ کریں کہ ان پر غلبہ پایا جا سکتا ہے یا نہیں کیونکہ آپ کو صورت حال سے بہترین واقفیت حاصل ہے۔ آپ کو یہ بھی سوچنا ہے کہ اگر ان دشواریوں کو دور کیا جا سکے تو کیا آپ اسٹار آف انڈیا کو ایک روزنامے کی حیثیت سے دہلی میں منتقل کر دیں گے اور ساتھ ہی اسے کلکتہ سے ایک شام کے اخبار کی حیثیت سے چلاتے رہیں گے۔
2. آیا یہ مناسب ہوگا کہ کسی ایک بالکل نئے ادارے کی مدد سے ہم دہلی میں ایک نیا روزنامہ جاری کریں۔ اگر ایسا ہوا اسٹار آف انڈیا کا نام کچھ زیادہ کارآمد نہ ہوگا اور اس کے بجائے اسے ڈان کہنا بہتر ہوگا اور اس نام کے ہفت روزہ اخبار ہی کو روزنامے میں تبدیل کر دیا جائے گا ہفت روزہ اخبار کی حیثیت سے ڈان کی اشاعت پانچ ہزار تک پہنچ گئی ہے، اور اس سے لوگ پورے ہندوستان بلکہ باہر کے ملکوں میں بھی واقف ہیں لیکن اصلی سوال یہ ہے کہ آپ کیا معین کردار ادا کرنے کو تیار ہیں اور ہماری کتنی مدد کر سکتے ہیں۔

جو معلومات میرے پاس تھیں وہ میں آپ کو پہلے ہی بھیج چکا ہوں۔ لیاقت مزید جزئیات پر غور کر رہے ہیں اور میں نے ان سے درخواست کی ہے کہ وہ آپ سے خط و کتابت کریں۔ اگر آپ اور لیاقت مل کر کوئی روزنامہ جاری کر سکیں جس کی اس وقت ہمیں سخت ضرورت ہے تو یہ آپ کے لیے ایک طرہ امتیاز وافتخار ہوگا۔

مجھے پورا اعتماد ہے کہ آپ کو حتماً نہ صرف دہلی بلکہ پورے



مرزاابوالحسن اصفہانی

ولادت 1902

سینٹ جان کیمبرج سے وکالت کی ڈگری حاصل کی۔ 1925ء میں اپنے خاندانی پیشہ تجارت کو اپنایا' آٹھ برس تک کلکتہ کارپوریشن کے ممبر رہے۔ 1937ء سے 1947ء تک بنگال اسمبلی کے ممبر رہے اور بعد میں پاکستان کی مجلس قانون ساز کے رکن منتخب ہوئے۔ اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی میں اور ہوانا کانفرنس میں پاکستانی وفد کی قیادت کی۔ امریکہ' برطانیہ' افغانستان میں سفیر رہے' مرکزی حکومت میں وزیر صنعت بھی رہے۔

شمالی ہندوستان، بالخصوص پنجاب، بہار اور یوپی میں پرجوش امداد ملے گی۔ اس کام کا درحقیقت یہی وقت ہے، لہٰذا مہربانی سے اس معاملے پر سنجیدگی سے غور کریں اور آپس میں صلاح و مشورہ کر کے مسٹر احمد، سر آدم جی اور دیگر حضرات کو ترغیب دیں اور جتنی بھی مدد و اعانت کر سکتے ہیں ضرور کریں۔

جہاں تک اس دوسری قرارداد کا تعلق ہے، جو آپ نے تجویز کی ہے، اس کا سب انحصار اس چیز پر ہے کہ قرارداد منظور ہو جانے کے بعد آپ کا کیا کرنے کا ارادہ ہے، لیکن بہرحال اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ ڈائریکٹرز کو یہ اختیار دے دیا جائے کہ اسٹار آف انڈیا کے نام کو کسی ایسے اخبار کے لیے ان شرائط پر جو ڈائریکٹر مناسب سمجھیں استعمال کر لیا جائے۔

میں آپ کے اس خط کی نقل جو آپ نے اپنے قانونی مشیروں کو لکھا تھا اور ان کا جواب جو آپ نے ازراہِ عنایت اپنے خط کے ساتھ مجھے بھیجا تھا واپس کر رہا ہوں۔

سلام و دعا

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

22 جون 1942ء

مائی ڈیئر مسٹر جناح!

میں آپ کے 15 ماہ حال کے خط اور اس کے ساتھ کے ملفوفات کے لیے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ دو روز ہوئے مجھے لیاقت کا ایک خط ملا تھا جس میں انہوں نے کہا تھا کہ میں انہیں اسٹار آف انڈیا کو چلانے کے خرچ کے بارے میں کچھ تفصیل بھیجوں، یہ تفصیل انہیں بھیجی جا رہی ہے۔

میرے بھائی نے مجھے آپ کو یہ بتانے کا اختیار دے دیا ہے کہ آپ دہلی میں جس نام سے بھی اخبار نکالنا پسند کریں ہم اصفہانی بڑی خوشی سے اس کی مدد کریں گے، اور ایک نیک مقصد کے لیے حسبِ حیثیت کام کریں گے۔ ہم ایک سال تک ایک ہزار روپے ماہانہ تک کے خسارے کی ذمہ داری لینے کو تیار ہیں۔ جہاں تک آدم جی کا تعلق ہے، ہمارا خیال یہ ہے کہ آپ کو خود ان سے بات کرنا چاہیے اگر آپ ایسا کریں تو بہت بہتر ہوگا۔

آپ کا مخلص

حسن

19 ستمبر 1942ء

ڈیئر مسٹر جناح!

آخرکار میں نے مسٹر پوتھن جوزف کو دہلی جانے پر راضی کر لیا ہے، وہ آئندہ ہفتے کے آخر میں کلکتہ سے روانہ ہو جائیں گے۔ ظاہر ہے کہ ابھی تک اسٹار کے لیے مجھے کوئی ان کا بدل نہیں مل سکا ہے۔

اخباروں کے لیے کاغذ کی صورت حال بہت مشکل ہوتی جا رہی ہے، اور وہ مسئلہ جو آئندہ چھ ماہ میں اخباری کاروبار کے سامنے آئے گا ناقابلِ حل معلوم ہوتا ہے۔ سوائے اس کے کہ حکومت ہند فوراً کافی مقدار میں کاغذ درآمد کرنے کے لیے کوئی اقدام کرے تاکہ اس ملک کے کثیر التعداد اخباروں کو جو کاغذ وہ مقررہ اوقات پر دیتی ہے، اس کے لیے کافی مقدار فراہم ہو جائے۔ ہمارے اخبار کا کاغذ ابھی تک کراچی میں پڑا ہوا ہے اس لیے کہ اسے وہاں سے لانے کی سہولتیں مفقود ہیں۔ دریں اثنا میرا ذخیرہ تیزی سے ختم ہو رہا ہے۔ اپنی کوششوں سے میں اب تک صرف پچاس ریم کی حقیر مقدار حاصل کر سکا ہوں اور ایک دوسرے دکاندار کے ہاں صرف دو سو ریم اور مل سکتے ہیں، لیکن بارہ روپے دس آنے فی ریم کے حساب سے۔

آپ کا مخلص

حسن

19 ستمبر 1942ء

مائی ڈیئر مسٹر جناح!

جوزف میرے ساتھ ایک صبر آزما کھیل کھیلتے رہے ہیں، اور انہیں راضی کرنے کے لیے مجھے اپنے صبر و تحمل کے ایک ایک آؤنس سے کام لینا پڑا ہے، میں نے آپ کو بتایا تھا کہ میں ان سے بخوبی واقف ہوں، وہ ایک اعلیٰ درجے کے صحافی ہیں لیکن جہاں روپے پیسے کی بات آ پڑے تو وہاں ان کی شہرت عجیب و غریب رہی ہے۔ وہ جہاں بھی جاتے ہیں کسی نہ کسی مشکل میں گرفتار ہو جاتے ہیں، اور جب وہ کسی ایسے شخص سے روپیہ وصول کرنا چاہتے ہیں جو ان کے خیال میں دینے کی قدرت رکھتا ہے تو وہ سب اچھے اصولوں کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں۔ وہ یوں بہت دل کش آدمی ہیں لیکن روپے پیسے کے معاملات میں دل شکن واقع ہوئے ہیں۔

تاہم انہوں نے آج روانہ ہو جانے کا وعدہ کیا ہے۔ مجھے انہیں اپنی جیب سے پانچ سو روپے دینا پڑے۔ لیاقت کی یہ اجازت ہے کہ انہیں ڈان کے حساب میں پانچ سو روپے دے دیے جائیں، آج صبح موصول ہوئی۔ جب میں انہیں یہ رقم بھیج رہا تھا تو مجھے ان کا ایک رقعہ ملا جس میں انہوں نے درخواست کی تھی کہ انہیں اکتوبر 1942ء کی تنخواہ بھی دے دی جائے۔ یہ بڑی زیادتی ہے اور میں اسے برداشت نہیں کر سکتا۔ میں نے انہیں آج خط لکھا ہے اس کی نقل ملفوف ہے، اور اگر وہ اب بھی ہوش میں نہ آئے اور یہ سمجھتے رہے کہ ان کی خدمات کے بغیر ہمارا کام نہیں چل سکتا اور لہٰذا وہ جو سُر بھی چھیڑنا چاہئیں ہمیں اس کے ساتھ ناچنا پڑے گا تو میں انہیں یہ ہرگز نہ کرنے دوں گا۔ اگر وہ آج رات دہلی روانہ نہ ہوئے تو میں انہیں ایسے یقینی طور پر جیسے کہ میں زندہ ہوں پیر کی صبح کو نوٹس دے کر ان کی خدمات ختم کر دوں گا۔ میرا ارادہ اٹل ہے انہیں آئندہ سر پھرے بکرے کا کردار ادا کرنے کی اجازت نہ دی جائے گی۔

جوزف کے رویے سے مجھے شرمندگی ہوئی۔ مجھے پوری امید ہے کہ آپ کو میری دشواری کا احساس ہوگا، اور آپ پر یہ حقیقت بھی منکشف ہو جائے گی کہ ڈان کو روزنامے کے طور پر جاری کرنے میں جو تاخیر ہو رہی ہے وہ میری وجہ سے نہیں ہے۔

جی ہاں، میں نے جوزف سے ساڑھے بارہ سو کا وعدہ کیا تھا، کیونکہ لیاقت نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر ضرورت ہو تو میں اس حد تک جا سکتا ہوں۔ انہیں ایک ہزار میں دیتا تھا اور سو روپے ہفت نامہ ڈان سے ملتے تھے، لہٰذا ان سے یہ توقع رکھنا کہ وہ اپنی موجودہ تنخواہ سے کم پر راضی ہو جائیں گے قرینِ مصلحت نہیں تھا۔

اگر جوزف آج روانہ ہو گئے اور مجھے امید ہے اور دعا بھی کرتا ہوں کہ ایسا ہو، تو مہربانی سے ان سے کہہ دیجیے کہ وہ اسٹار آف انڈیا کے سوا کسی اور ہندوستانی روزنامے یا ہفت نامے کے لیے اپنے نام سے کوئی مقالہ نہ لکھیں گے۔ ہم نے اپنے معاہدے میں یہ شرط درج نہیں کی تھی، اور وہ ان بنیادی اصولوں کے علی الرغم جن کی پابندی اعلیٰ درجے کے اخباروں کے مدیروں کے لیے لازمی سمجھی جاتی ہے، اپنے دستخط سے ہندو اور اورینٹ وغیرہ کے لیے مقالات لکھتے رہے ہیں۔ ان کی اجازت نہ ہونا چاہیے، کیونکہ اس سے اس اخبار کی بدنامی ہوتی ہے، جس نے انہیں ملازم رکھا ہے۔

سلام و دعا۔

آپ کا مخلص

حسن

21 ستمبر 1942ء

مائی ڈیئر حسن!

اس تار کے جواب میں جو میں نے انہیں دیا تھا اور جس میں درخواست کی گئی تھی کہ نواب زادہ لیاقت علی خاں نے انہیں ڈان کی طرف سے مدیر کے عہدے کی جو پیشکش کی تھی وہ اسے

قبول کر لیں۔ مسٹر پوتھن جوزف کا تار مجھے کل موصول ہوا۔ اس کے تار سے آپ کو یہ معلوم ہوگا کہ آپ انہیں ساڑھے بارہ سو روپے کی پیشکش کر چکے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو میں اس پر قائم رہوں گا۔ مہربانی سے یہ انتظام کر دیں کہ وہ فوراً دہلی پہنچ جائیں۔

میں دہلی میں خاص طور پر اسی لیے رکا ہوا ہوں کہ یہ معاملہ طے ہو جائے اور سب انتظامات مکمل ہو جائیں۔ میں ان کے جواب کا انتظار کر رہا تھا۔

اس خط کے ہمراہ میں ان کے تار اور اپنے جواب کی نقلیں بھیج رہا ہوں۔

مہربانی سے بذریعہ تار مطلع کیجیے کہ آپ مسٹر پوتھن جوزف کو فوراً بھیجنے کا انتظام کر سکتے ہیں یا پھر ہمیں کوئی اور انتظام کرنا پڑے گا۔ میری سمجھ میں یہ ٹھیک سے نہیں آیا کہ ان کا یہ کہنے سے کیا مطلب ہے کہ میں آپ سے ''ان کی ملازمت کو ختم کرنے کے لیے کہوں اور جب ہی وہ دہلی روانہ ہو سکیں گے۔''

سلام و دعا

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

26 ستمبر 1942ء

مائی ڈیئر حسن!

مجھے آپ کا 11 ستمبر کا خط مل گیا ہے، جس میں آپ نے مجھے مطلع کیا ہے کہ مسٹر پوتھن جوزف یہاں اس ہفتے کے آخر تک آ جائیں گے۔ جہاں تک دوسرے معاملے یعنی اخبار کے کاغذ کا تعلق ہے۔ میں نے آپ کا خط نواب زادہ لیاقت علی خاں کو دے دیا ہے تا کہ وہ آپ سے رابطہ قائم کر سکیں۔ میں آپ کو ایک خط جس کے ساتھ ان تاروں کی نقلیں ملفوف تھیں، جو میرے اور مسٹر پوتھن جوزف کے درمیان آئے، گئے تھے، پہلے بھی لکھ چکا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ یہ اب تک آپ کو مل گیا ہوگا۔

مجھے آپ کا وہ تار بھی مل گیا ہے جس میں آپ نے اطلاع دی ہے کہ مسٹر جوزف یہاں اس ہفتے کے آخر تک پہنچ جائیں گے۔ مہربانی سے ضروری انتظامات کر دیں اور اس کا خیال رکھیں کہ وہ فوراً بلا کسی مزید تاخیر کے روانہ ہو جائیں۔

امید ہے کہ آپ بالکل بخیریت ہوں گے۔ میری اور مس جناح کی طرف سے آپ سب کو دعا و سلام۔

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

10 اورنگ زیب روڈ، نئی دہلی

3 اکتوبر 1942ء

مائی ڈیئر حسن!

مجھے آپ کا 26 ستمبر کا خط مل گیا اور میں اس کے لیے آپ کا بہت شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں نے آپ کے نام جوزف کا خط پڑھ لیا ہے، اور آپ کی خواہش کے مطابق اسے واپس کر رہا ہوں۔ جوزف آ گئے ہیں اور انہوں نے یہ کام سنبھال لیا ہے، اور ہمیں امید ہے کہ ہم عید کے روز روزنامہ ڈان نکال سکیں گے۔

اخباری کاغذ کے بارے میں آپ کے خیالات کے سلسلے میں آپ کا خط میں لیاقت کو بھیج رہا ہوں، اور میں ان سے کہوں گا کہ وہ اس کاغذ کے بارے میں جو آپ نے ڈان کے لیے دہلی میں مہیا کر دیا ہے، آپ کو خط لکھیں۔ مجھے بالکل بھروسہ ہے کہ ایک خاندان کے افراد کی حیثیت سے ہم ایک دوسرے کی مدد کرتے رہیں گے، میں آپ کا اور مسٹر احمد کا اس تمام مدد کے لیے جو آپ دونوں نے کی ہے بہت ممنون ہوں۔

رہی آپ کی وہ ضمانت جو آپ نے جوزف کی تنخواہ کے بارے میں دی ہے تو میری تجویز یہ ہے کہ آپ ہمیں بارہ ہزار کی ایک رقم یک مشت دے دیں، اور اس طرح ہم جوزف اور عملے کے کسی بھی رکن کی تنخواہ دے سکیں گے۔ آپ سے یہ

درخواست کرنے کا سبب یہ ہے کہ ہم نے اس کام کو چند افراد کی مدد ہی سے شروع کیا ہے جنہوں نے کہا ہے کہ وہ نقصانات کی تلافی کا خطرہ مول لینے کو تیار ہیں۔ اس منصوبے کو مسلم لیگ کے فنڈ سے شروع نہیں کیا گیا۔ وہ دو آدمی جنہوں نے زیادہ تر روپیہ دیا ہے ایک تو آپ ہیں، اور ایک دوسرے آپ جیسے ہمدرد عوام اور محبِ وطن مسلم لیگی، لہٰذا ان امدادی رقموں کو میں محض امداد نہیں سمجھتا بلکہ یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے یہ معاونین درحقیقت ایک سنڈیکیٹ کی تشکیل کرتے ہیں، اور جب ہم ایک کمپنی قائم کریں گے، جیسا کہ مستقبل قریب میں کرنا پڑے گا، تو میرا خیال ہے کہ انہیں کم از کم اس رقم یا رقوم کے بقدر حصے ملنا چاہئیں، جو انہوں نے ہمیں دی ہیں۔ اسی وجہ سے یہ تجویز کر رہا ہوں کہ بجائے اس کے کہ آپ ہر ماہ جوزف کی تنخواہ دیتے رہیں، اور اس طرح اپنا روپیہ ضائع کرتے رہیں، یہ بہتر ہوگا کہ ایک رقم یک مشت دے دیں اور کچھ عرصے کے بعد اسے حصوں کی شکل میں واپس لے لیں۔ آپ میری تجویز پر غور کریں اور اسے مسٹر احمد کے سامنے بھی رکھیں، اور پھر مجھے بتائیں کہ آپ کی رائے کیا ہے۔

اس منصوبے کو شروع کرنے اور قائم کرنے میں جو مدد آپ نے دی ہے اور جس دلچسپی کا اظہار کر رہے ہیں۔ اس کے لیے میں آپ کا ایک بار پھر بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ میں اس اخبار کو ایک واقعی اول درجے کا انگریزی روزنامہ بنتے دیکھوں گا، جو ہندوستان کے مسلمانوں کی حقیقی اور سچی آواز ہوگا۔ میری دانست میں اب تک ہر بات ہمارے موافق ہے۔ یہ ایک ایسی چیز ہے جو ہندوستان کے مسلمانوں کو کبھی میسر نہ تھی اور اگر ہم اپنے مقصد کو پورا کر سکے تو اس سے دوسرے صوبوں کو بھی تقلید کا خیال پیدا ہوگا کیونکہ اخبار پڑھنے والے عوام کی تعداد بڑھ رہی ہے، اور لوگ ہندوستان کے مسلمانوں کی خبریں اور خیالات جاننے کے بہت مشتاق ہیں۔

امید ہے کہ آپ سب بعافیت ہوں گے۔ آپ سب کو میری اور مس جناح کی طرف سے بہت بہت سلام و دعا پہنچے۔

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

28 جولائی 1943ء

مائی ڈیئر مسٹر جناح!

ہندوستان کے مسلمانوں پر خدائے تعالیٰ کا بڑا فضل و احسان ہے کہ اس نے آپ کو قاتل کے خنجر کا وار روکنے کے لیے حاضر دماغی عطا کر کے آپ کی جان بچالی۔

خدا کرے کہ آپ جلد تندرست ہو جائیں، اور اپنی قوم کی خدمت اور رہنمائی کے لیے تا دیر زندہ و سلامت رہیں۔

میرے بھائی مرزا احمد ضرور آپ سے ملے ہوں گے۔

آداب و سلام

آپ کا بہت مخلص

حسن

3 اگست 1943ء

مائی ڈیئر حسن!

آپ کے تار اور خط کا بہت بہت شکریہ، فکر نہ کریں، خدا کا شکر ہے کہ میں بالکل ٹھیک ہوں، باقی عندالملاقات، آپ کی ہمدردی و خیر خواہی کا شکریہ۔ احمد یہاں آئے تھے اور ان سے میری طویل گفتگو ہوئی۔ وہ اب لکھنؤ کے لیے روانہ ہو گئے ہیں اور جلد کلکتہ آ کر پورا واقعہ بتائیں گے۔

مس جناح اور میری طرف سے بہت بہت سلام و دعا

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

مائی ڈیئر حسن!

تمہیں معلوم ہوگا کہ مجھے دہلی میں رکنا پڑا تھا۔ اب میں یہاں سے 19 کو چلا جاؤں گا، میں نے اپنی روانگی اس لیے

ملتوی کر دی تھی کہ میں مسٹر جوزف سے ملنا چاہتا تھا وہ آخرکار 12 کو آئے کیونکہ مواصلات کی دشواریوں کی بنا پر انہیں مدراس سے ریل میں جگہ ملنے میں دقت ہوئی اور علاوہ ازیں انہیں یہ بھی خیال تھا کہ میں بمبئی جا چکا ہوں۔

وہ 12 کو آئے اور اگرچہ مجھے اس کا افسوس رہا کہ آپ نہیں آسکے، تاہم دہلی میں جتنی بھی جلدی ممکن ہوا ایک روزنامہ نکالنے کے حق میں یا اس کے خلاف جو بھی باتیں ہیں ہم ان پر تبادلہ خیال کرتے رہیں۔ پہلا سوال یہ تھا کہ آیا ڈان کو روزنامہ کے طور پر جاری کیا جائے اور دوسرا یہ تھا کہ کیا یہ اچھا نہ ہوگا کہ اسٹار آف انڈیا کو دہلی میں منتقل کر دیا جائے۔ سب حالات پر غور وفکر کے بعد ہم یہ رائے قائم کرنے کی جانب مائل تھے کہ اسٹار کو دہلی سے نکالنا چاہیے۔

اس کے اسباب حسبِ ذیل ہیں کہ

1. یہ پہلے سے ہی ایک جائنٹ اسٹاک کمپنی اور مسلم پریس کمپنی کی ملکیت ہے، اور اس کے متممین جو اقدامات بھی مناسب سمجھیں کر سکتے ہیں۔
2. کلکتہ میں حالات ایسے ہیں کہ اسٹار کو یا تو کہیں اور اپنا گھر تلاش کرنا پڑے گا اور یا بالکل بند ہو جائے گا، جو بڑی بدقسمتی کی بات ہوگی، میں نے سنا ہے کہ دوسرے اخبارات بلکہ تجارتی کمپنیاں بھی خوفزدہ ہیں اور انہوں نے ضرورت پڑنے پر اور جگہ منتقل ہو جانے کے انتظامات کر لیے ہیں۔
3. کلکتہ کے موجودہ حالات کی وجہ سے آپ کے اخبار کی اشاعت کم ہو جائے گی، ان کے علاوہ اور بھی کئی وجوہ ہیں جن کی تفصیل سے بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے، لہٰذا ہمارا خیال یہ ہوا کہ جو معینہ تجویز ہم کر سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ:

اس سے پہلے اسٹار آف انڈیا کو کلکتہ میں مجبوراً بند کرنا پڑے، اور اس کے لیے کہیں اور کوئی گھر نہ ہو ہمیں اسے دہلی میں منتقل کر دینا چاہیے۔ ایسا کرنے کی صورت میں ہمارے پیش نظر بعض سرسری اندازے تھے اور میرا خیال ہے کہ جو نقصان غالباً برداشت کرنا پڑے گا اسے اپنی زر کی رسیدیں Debentures جاری کر کے پورا کیا جا سکتا ہے، لیکن ان رسیدوں کے جاری کرنے کی صحیح رقم کا تعین یہ جاننے کے بعد ہی کیا جا سکتا ہے کہ آمدنی اور خرچ کے لحاظ سے اسٹار کی موجودہ حالت کیا ہے۔

خرچ کی بڑی بڑی مدیں یہ ہوں گی:

1. عملہ ادارت وانتظام
2. دفتر کا کرایہ بشمول ٹیلیفون وغیرہ
3. اے پی اور رائٹر سے خبریں لینے کی اجرت
4. طباعت کے اخراجات اور کاغذ کی قیمت

دوسری طرف آمدنی اور بالخصوص اشتہاروں کی مدوں پر، جو بہت اہم ہیں، غور کرنے کی ضرورت ہوگی۔

سرسری طور پر حساب لگانے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ اگر ہم اسٹار آف انڈیا کو دہلی سے چلانا چاہیں تو ممکن ہے کہ تین سے چار ہزار روپے تک کا ماہوار خسارہ اٹھانا پڑے، یعنی تقریباً پچاس ہزار روپے سالانہ کا۔

میرا خیال ہے کہ ایک لاکھ روپے کی واپسی زر کی رسیدیں جاری کرنے کے لیے روپیہ جمع کر لینا دشوار نہ ہوگا، اور اس سے اسٹار کو دو سال تک چلانا ممکن ہو جائے گا اور اگر قسمت نے یاوری کی تو اس سے بھی زیادہ عرصے تک۔ ظاہر ہے کہ آپ کی اور مسٹر احمد کی غیرحاضری میں ہم اس معاملے میں کوئی مزید کارروائی نہیں کر سکتے، سوائے اس کے کہ ہمیں اسٹار کو چلانے کے موجودہ اخراجات اور آمدنی کا صحیح علم ہو اور نہ ہی آپ کی منظوری کے بغیر ہم کچھ کر سکتے ہیں۔ میں 19 کو روانہ ہو رہا ہوں، اور اگر مسٹر احمد بمبئی میں ہوئے تو میں ان سے رابطہ قائم کروں گا آپ بھی مہربانی سے انہیں لکھ دیں۔

اسٹار کو دہلی سے نکالنے کا فائدہ نہ صرف بنگال کو پہنچے گا بلکہ

پورے ہندوستان کو۔ دہلی سے یہ اخبار لیگ کے پیغام کو نہ صرف دارالحکومت میں پہنچائے گا بلکہ پورے شمالی ہندوستان اور بنگال میں بھی۔ یاد رکھئے کہ آخری تجزیے کے بعد یہ دہلی ہی ہے جو بنگال پر متصرف ہے۔ علاوہ ازیں ممکن ہے کہ ان خطرناک حالات کے باعث جن کا ہمیں بنگال میں سامنا کرنا پڑ رہا ہے، اسٹار کلکتہ میں بے چارگی کی حالت میں رہ جائے۔

آج کل نہ صرف دہلی کے بلکہ پنجاب اور یو پی کے مسلمانوں میں بھی ایک قومی جوش اور جذبہ موجود ہے، اور میرا خیال ہے کہ اگر اسٹار کو دہلی سے جاری کیا گیا تو اس کی اشاعت جنگل کی آگ کی طرح پھیل جائے گی۔ آپ کو یہ سن کر تعجب ہوگا کہ اس وقت ہفت نامہ ڈان کی مجموعی اشاعت بھی 3500 ہے، اور اس کی مزید مانگ ہے جسے ہم پورا نہیں کر سکتے۔

جہاں تک مطبع اور دوسری باتوں کا تعلق ہے ہم نے ان پر غور کیا ہے، یہاں ہمارے پورے اطمینان کے مطابق انتظامات ہو سکتے ہیں۔ نیز ایک بہت مرکزی علاقے میں مطبع سے متعلق دفاتر کے لیے مناسب و موزوں جگہ بھی موجود ہے۔

لہٰذا آخر میں اب یہ شکل ہے کہ اگر آپ کو اتفاق ہو تو ہمارے سوچنے کی صرف یہ بات رہ جاتی ہے کہ ہمیں کتنے ماہوار نقصان کی تلافی کرنا پڑے گی، کیونکہ اگر ہم اس کا انتظام کر سکیں تو ہم آگے چل سکتے ہیں۔ قدرتی طور پر میری رائے یہ ہے کہ ہم واپسی زر کی رسیدیں جاری کر کے اس کا انتظام کر سکتے ہیں اور یہاں دہلی میں بہت سے ایسے آدمی ہیں جو ایک دم 35 سے 40 روپے تک کی رسیدیں خریدنے پر تیار ہو جائیں گے، اور اسی طرح پنجاب اور یو پی میں بھی بہت سے لوگ راضی ہو جائیں گے۔

اس طرح اگر ہم مل کر صلاح و مشورہ کریں تو ایک لاکھ روپے کی فراہمی کوئی دشوار کام نہیں اور اس کے ساتھ ہی یہ ہے کہ اسٹار کمپنی کی ملکیت رہے گا اور اس کا انتظام بورڈ آف ڈائریکٹرز کی نگرانی اور تصرف میں رہے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں نے آپ کی اطلاع کے لیے اس کی بخوبی وضاحت کر دی ہے کہ ہماری بات چیت کا خلاصہ کیا تھا، اور ہم اس معاملے کو کہاں تک طے کر سکتے ہیں۔ مزید تفصیلات آپ کو مسٹر جوزف سے معلوم ہو سکتی ہیں کیونکہ وہ اور نواب زادہ لیاقت علی خاں ہمارے مذاکرات کے وقت موجود تھے۔

رہے مسٹر دو تو مجھے معلوم نہیں کہ ان کا کیا ہوا، لیکن مجھے امید ہے کہ آپ نے بتا دیا ہوگا کہ میں نے اپنی روانگی ملتوی کر دی ہے۔ میں بمبئی 19 کو جا رہا ہوں، اور اس تاریخ کے بعد میں ان سے کسی دن بخوشی ملنے کو تیار ہوں۔ برائے مہربانی مجھے مطلع کیجیے کہ ان کے بمبئی آنے کا کب تک امکان ہے، اور ان کے مشاغل کیا ہوں گے۔

آپ کا مخلص
ایم اے جناح

10 ستمبر 1943ء
مائی ڈیئر مسٹر جناح!

جبکہ شیاما پرشاد مکرجی کی قیادت میں حزب مخالف کی طرف سے برابر کیچڑ اچھالی جا رہی ہے، اور اصفہانی کے پاک و صاف نام کو مٹی میں ملانے کی مسلسل کوشش کی جا رہی ہے جبکہ حکومت ان دونوں کے خلاف الزامات کا دنداں شکن جواب دے رہی ہے جبکہ حزب اختلاف کے موقف اور اس کے بیانات کی ہندو اخبار اور خبر رساں ایجنسیاں برابر نشر و اشاعت کر رہی ہیں، اور خبر رسانی کے یہی سب ذرائع حکومت کے موقع پر جزوی یا کلی طور پر پردہ ڈالنے میں مصروف ہیں مجھے آئندہ برے دن نظر آ رہے ہیں۔ ایسے دن جن کو نمودار ہونے سے اس صوبے کی کوئی بھی حکومت خواہ وہ کسی بھی پارٹی کی ہو نہیں روک سکتی سوائے اس کے کہ مرکزی حکومت ان صوبوں سے جہاں صورت حال بہتر ہے بنگال میں مسلسل اور بڑی

مقدار میں اناج کی درآمد کا انتظام کرنے کی سنجیدہ کوشش کرے۔ اقوامِ متحدہ کا بھی فرض ہے کہ وہ ہوشیار ہوں اور بنگال میں جو صورتِ حال پیدا ہو رہی ہے اس پر سنجیدگی سے غور کریں، انہیں چاہیے کہ ان ملکوں سے جہاں زائد از ضرورت غلہ موجود ہے اسے لانے کے لیے جہازوں میں جگہ خالی رکھنے کا انتظام کریں جیسا کہ میں اوپر کہہ چکا ہوں صوبے کی کوئی حکومت بھی معجزہ نہیں دکھا سکتی کوئی معجزہ اتنا اناج پیدا نہیں کر سکتا جو لوگوں کو غذا کے لیے کافی ہو جبکہ کچھ یا تقریباً کچھ بھی دستیاب نہیں ہو رہا، مجھے خوفناک دن آتے نظر آ رہے ہیں، خدا کرے میرا خیال غلط ہو۔ مجھے ڈر ہے کہ ہمیں 15 اکتوبر سے 15 دسمبر تک کے عرصے میں ایک ہولناک بحران میں سے گزرنا ہوگا جس کی نظیر تاریخ میں موجود نہیں ہے۔

غذائی صورتِ حال میں کوئی بہتری نہیں ہو رہی۔ پنجاب کی وزارت جس کے پاس فالتو غذا موجود ہے، بجائے اس کی پوری مدد کرے، بنگال کی کمزوریاں تلاش کرنے اور نقائص بیان کرنے میں مشغول ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ خضر حیات خاں بالکل بنئے چھوٹو رام کے زیر اثر ہیں۔ جو سیاسی اسباب کی بناء پر ہماری مدد کرنے کے لیے نہیں بلکہ پریشان کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔

اگر وہ لوگ جو مدد کر سکتے ہیں اور ان لوگوں میں حکومت ہند، چرچل اور روز ویلٹ کو بھی شامل سمجھتا ہوں، فوراً مدد نہیں کرتے تو بنگال ایک قبرستان بن جائے گا، اور پھر کسی کو اس پر تعجب نہ کرنا چاہیے کہ آئندہ مردم شماری کے وقت صوبے کی مسلمان اکثریت اقلیت میں تبدیل ہو جائے۔

مجھے یقین ہے کہ ہماری اس مصیبت کے وقت آپ بنگال کی مدد کر سکتے ہیں۔ کیا آپ خضر حیات اور وائسرائے ہند سے رابطہ قائم نہیں کر سکتے؟ کیا آپ چرچل اور روز ویلٹ کی توجہ بنگال کی فوری ضرورت کی جانب منعطف نہیں کر سکتے؟ کیا آپ فوری امداد کا مطالبہ نہیں کر سکتے؟ بنگال جاپانیوں کے خلاف اپنا دفاع بن گیا ہے۔ اقوامِ متحدہ کا مقدس فرض ہے کہ وہ اس کی مدد کو پہنچیں۔ انہیں امریکہ، برازیل، کینیڈا اور آسٹریلیا سے چاول اور گیہوں لانا چاہیے کیونکہ ان ملکوں کے پاس اپنی ضرورت سے زیادہ اناج موجود ہے۔

شاید یہاں کے ہمارے بہت سے رہنما اس قدر مایوسی کا اظہار کرنے سے انکار کریں گے جتنا کہ میں نے کیا ہے، لیکن اپنی اس عادت کے مطابق کہ میں اپنے دل کی بات آپ پر صاف ظاہر کر دیتا ہوں، میں یہ سطور لکھ رہا ہوں۔ مہربانی سے مجھے معاف کر دیں۔

آپ کا بہت مخلص
حسن

18 اکتوبر 1943ء
مائی ڈیئر مسٹر جناح!

میں اس خط میں ایک کارٹون ملفوف کر رہا ہوں جو 17 اکتوبر 1943ء کے جگنتر میں نکلا تھا، جگنتر امریتا بازار پتریکا کا بنگالی ایڈیشن ہے اور اسی کمپنی کی ملکیت ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بنگال کی سیاست ذلت و خواری کی کن گہرائیوں تک پہنچ سکتی ہے، کارٹون بنانے والے نے فی الواقع اپنے دیوتاؤں اور دیویوں کا مذاق اڑایا ہے۔

نواب اسماعیل خاں اور نواب زادہ آج کل مشرقی بنگال کا دورہ کر رہے ہیں۔ وہ 23 ماہ حال کو واپس آئیں گے اور 24 کو شمالی بنگال اور مغربی بنگال کے لیے روانہ ہو جائیں گے۔ مجھے توقع ہے کہ یہ دورہ 28 ماہ حال تک ختم ہو جائے گا۔ میں نے انہیں اپنے دورے کے دوران میں ہماری سب امدادی مرکزوں کا معائنہ کرنے کا اختیار دے دیا ہے اور اس کا بھی کہ وہ جو مرکز قائم کرنا چاہیں کر لیں۔ اس کا خرچ مسلم چیمبر آف کامرس برداشت کرے گا، یہ دورہ اور اس کے ساتھ ان دونوں

کا نئے مرکز کھولنا ہماری تنظیم کے حق میں مفید ہوگا، اور جو لوگ مصیبت میں ہیں انہیں یہ احساس ہوگا کہ لیگ ایک اچھی خدمت انجام دے رہی ہے۔

میں خوشی سے آپ کو مطلع کرتا ہوں کہ جب ہمارا آئندہ بلیٹن شائع ہوگا تو ہم حقیقت کی اشاعت کریں گے، کہ مسلم چیمبر آف کامرس نے پورے بنگال میں ساٹھ مفت دودھ اور دلیے کے مراکز قائم کیے ہیں۔ ان مرکزوں میں روزانہ تقریباً اڑتیس ہزار آدمیوں کو کھانا دیا جائے گا۔ یہ کوئی معمولی کارنامہ نہیں ہے۔ اس پیانے پر ہمارا یہ کام ان رقموں کی وجہ سے ممکن ہوگیا ہے جو آپ کی کرم گسترانہ اپیل کی بدولت ہمیں ہندوستان بھر سے ملتی رہتی ہیں۔ مجھے ایک بات کا اطمینان ہے اور وہ یہ ہے کہ جو روپیہ وصول ہو رہا ہے۔ اس کی ایک پائی بھی نہ تو ضائع کی جا رہی ہے اور نہ اس پر کوئی ناجائز تصرف کر رہا ہے۔

مس جناح اور آپ کو آداب وسلام۔

آپ کا بہت مخلص

حسن

ماؤنٹ پلیزنٹ روڈ مالابار ہل

23 اکتوبر 1943ء

مائی ڈیئر حسن

آپ کے خط مورخہ 18 اکتوبر کا جس کے ساتھ وہ تراشہ بھی تھا جس میں جگنتر کا کارٹون ہے، لیکن مجھے ڈر ہے کہ میں بنگالی اتنی اچھی نہیں جانتا کہ میں اسے سمجھ سکوں سوائے اس کے کہ آپ خود اس کی وضاحت کریں، تاہم میں نے اسے رکھ لیا ہے اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کروں گا کہ اس کا مطلب کیا ہے۔

اس سے خوشی ہوئی کہ لیگ کے رہنما آج کل بنگال میں ہیں اور آپ لوگ حتیٰ الامکان ان مصائب کو کم کرنے کے لیے کوشاں ہیں جو تمام بیانات کے مطابق واقعی ہولناک ہیں۔

مجھے ہز میجسٹی شاہ ابن سعود سے دس ہزار روپے کی رقم بطور عطیہ ملی تھی جو میں بھیج چکا ہوں، اور مجھے آپ سے یہ معلوم ہو کر خوشی ہوئی کہ اس رقم کو مناسب طریقے سے صرف کیا گیا ہے جیسا کہ آپ کو معلوم ہے مجلس عاملہ کا جلسہ 13 کو ہو رہا ہے، اور آل انڈیا مسلم لیگ کی کونسل کا اجلاس 14 نومبر کو ہوگا، اس وقت تک ہم یہ زیادہ اچھی طرح جان سکیں گے کہ موجودہ صورت حال کیا ہے، میں نواب اسماعیل خاں کی رپورٹ کا جو آج کل بنگال کا دورہ کر رہے ہیں، منتظر ہوں اور بنگال کی امداد کرنے کے لیے جو کچھ بھی کر سکتے ہیں ضرور کریں گے۔

جہاں تک آپ کی کمپنی کے خلاف بے ہودہ الزامات کا تعلق ہے، ہم اس معاملے پر بھی غور کریں گے، لیکن یہاں بیٹھے ہوئے مجھے یہ محسوس ہوتا ہے کہ فی الحال ان الزامات کو نظر انداز کر دینا چاہیے اور انہیں حقارت سے ٹھکرا دینا چاہیے لیکن اگر آپ کی کمپنی کی نیک نیتی کے خلاف کیچڑ اچھالنے کی کوئی مزید کوشش کی گئی تو پھر ہم دیکھیں گے کہ کیا ہو سکتا ہے، میں اس کارروائی کا حال توجہ سے اور تنقیدی نظر سے اخباروں میں پڑھتا رہا ہوں، اور مجھے یہ معلوم ہے کہ ہمارے مخالفین اس سے محض سیاسی فوائد حاصل کرنا چاہتے ہیں، نیز یہ کہ اس کا سبب کینہ اور دشمنی ہے اور ظاہر ہے کہ ان کا یہ پروپیگنڈہ جو بددیانتی پر مبنی ہے ناکام ہوگا۔

مس جناح کی اور میری طرف سے آپ سب کو بہت بہت سلام دعا پہنچے۔

آپ کا بہت مخلص

ایم اے جناح

29 اکتوبر 1943ء

مائی ڈیئر مسٹر جناح!

آپ کے خط مورخہ 23 ماہ حال کا شکریہ جو مجھے 27 کو ملا۔ جب ہماری ملاقات ہوگی تو میں جگنتر کے کارٹون کی توضیح کر دوں گا۔

آپ نے جو دس ہزار کا چیک بھیجا تھا وہ ابھی موصول نہیں ہوا۔ یہ ضرور راستے میں ہوگا۔ چیمبر فنڈ کے لیے ہمارے پاس عنقریب تین لاکھ کے نقد عطیات اور جنس کی شکل میں ایک لاکھ روپے کے عطیات ہو جائیں گے، مجھے اس سے خوشی ہوئی کہ نواب صاحب اور نواب زادہ اس کام سے خوش ہیں جو کیا جا رہا ہے۔

جہاں تک ہماری شرکت کے خلاف بے ہودہ الزامات کا تعلق ہے، میرا خیال ہے کہ اب کافی کہا جا چکا ہے اور کچھ عرصے سے خاموشی معلوم ہو رہی ہے، جب دہلی میں اجلاس ہوگا تو یہ فیصلہ کرنا آپ کا اور لیگ کا کام ہے کہ آیا لیگ اور عوام کی بے لوث خدمت کا صلہ محض خاموشی ہے اور احتجاج کا ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکالنا چاہیے۔ جہاں تک بنگال کی وزارت کا تعلق ہے۔ اس نے ہمیں بار بار خراجِ تحسین و آفریں پیش کیا ہے اور ہماری قربانیوں اور خدمت کا اعلانیہ اعتراف کیا ہے۔ کیونکہ وزارت کے ارکان یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری خدمت کے بغیر وہ اتنے عرصے تک اپنے عہدوں پر قائم نہیں رہ سکتے تھے، لیکن وزارت کو جانبدار کہا جاتا ہے، اور جو کچھ وہ کہتی ہے یا بیان کرتی ہے اسے ماننے سے ایسی غیر سیاسی ایجنسیاں بھی جیسے کہ اے پی آئی، برسرعام انکار کرتی ہیں۔ خیال فرمائیے کہ یہاں سے 18 اکتوبر کو اے پی آئی بنگالیوں کے بارے میں سہروردی کے حقائق پر مبنی بیان بھیجتی ہے، لیکن سوائے کلکتہ کے سارے ہندوستان میں کوئی بھی اخبار اسے نہیں چھاپتا۔ اب یہ پتا چلا ہے کہ قصور اے پی آئی کے بمبئی دفتر کا تھا۔ اس دفتر نے ہم پر زیرِ ناف وار کیا ہے۔ بنگال کی حکومت یہاں اے پی آئی سے اس کے بارے میں استفسار کر رہی ہے اور اے پی آئی کا جواب یہ ہے کہ اس نے مکمل بیان بھیج دیا تھا۔ بمبئی دفتر ہر تقریر اور بیان کو جو لیگ کے حق میں ہو دبا دیتا ہے، اور بظاہر ہمارے دشمنوں کے ہر قول اور بیان کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کرتا ہے، اور پھر بھی اے پی آئی کو غیر سیاسی ہونے کا دعویٰ ہے۔ ہندوستان کے ہر "قومی" اخبار کے کالموں میں بنگالیوں کی کارروائیوں اور معاملات کے بارے میں کس قدر بیکار اور مہمل باتیں چھپتی رہی ہیں۔ جب ان کے جواب دیے جاتے ہیں اور مبہم الزامات کی تردید کی جاتی ہے، اور ان کے پرخچے اڑا دیے جاتے ہیں تو وہ انہیں چھاپتے ہی نہیں۔ یہ نہ تو انصاف کی بات ہے اور نہ مناسب و زیبا۔ اے پی آئی بمبئی کو اپنے اس رویے کی توجیہہ کرنا پڑے گی۔

اگر مسلم لیگ کے اربابِ حل و عقد ان لوگوں کی کوئی مدد و حمایت نہیں کر سکتے جو لیگ اور عوام کی خدمت کر رہے ہیں، اور ان ناپاک چالبازیوں کے مقابلے میں لڑ رہے ہیں تو پھر اور کون کرے گا؟ اور جب کہا جائے گا تو کون کام کرنے کے لیے تیار ہوگا؟

مس جناح اور آپ کو سلام و آداب

آپ کا بہت مخلص
حسن

10 مارچ 1944ء

مائی ڈیئر مسٹر جناح!

میں ایک سطر محض آپ کو یہ اطلاع دینے کی غرض سے لکھ رہا ہوں کہ آج میں نے آدم جی کو پندرہ ہزار روپے کی وہ رقم لوٹا دی ہے جسے اسٹار آف انڈیا برداشت کر رہا تھا، ہم نے جو روپیہ اب تک لگایا تھا وہ بھی واپس ہوگیا ہے۔

آپ کا مخلص
حسن

18 مئی 1945ء

مائی ڈیئر مسٹر جناح!

الطاف حسین ڈان میں آ رہے ہیں۔ وہ ایک قابل لکھنے والے ہیں اور یقیناً بہت کارآمد ثابت ہوں گے۔ کیا آپ نے

ڈان کو کمپنی کے طور پر رجسٹر کرانے کا فیصلہ کر لیا ہے؟ پندرہ مہینے ہوئے کہ آپ نے مجھ سے اپنے اس ارادے کا اظہار کیا تھا۔ ڈان خوب چل رہا ہوگا۔ میرے نزدیک آئندہ ترقی کے لیے روپیہ بچانے کا یہی وقت ہے۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اخباروں کی موجودہ خوشحالی اور زیادہ عرصہ تک باقی نہ رہے گی۔ گورنمنٹ کی سرپرستی بالخصوص بھرتی وغیرہ کے سلسلے میں اشتہارات کی شکل میں، جس سے آج کل بہت آمدنی ہو رہی ہے۔ بتدریج کم ہوتی جائے گی۔

دعا وسلام

آپ کا بہت مخلص

حسن

گورنر جنرل ہاؤس نمبر 469 بی.جی (سی)

کیمپ کوئٹہ

یکم ستمبر 1948ء

میرے عزیز حسن!

تمہارے اس خط کا شکریہ جس میں تم نے میری صحت کے بارے میں اپنی تشویش ظاہر کی ہے، میری کراچی واپسی کا ابھی کوئی تعین نہیں ہوا تمہیں یہ سوچ کر پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کہ میں کراچی واپس ہونے کے لیے غیر دانشمندانہ طور پر جلد بازی سے کام لوں گا۔ مزید یہ کہ خود ڈاکٹر مجھے ایسا کرنے کی اجازت نہیں دیں گے تمہاری فکرمندی کا بہت شکریہ پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔

تمہارا مخلص

ایم اے جناح

ہز ایکسی لینسی مرزا ابوالحسن اصفہانی

سفیر پاکستان برائے امریکہ

اپالو ہوٹل

قائداعظم محمد علی جناح 1896ء میں بیرسٹری کا امتحان پاس کر کے بمبئی آئے تو ان کے والد جناح پونجا نے اپنے بیٹے کو اپنے گھر کی بجائے ہوٹل میں ٹھہرانا مناسب سمجھا تاکہ وہ علیحدہ رہ کر اپنے وکالتی کاروبار کو خوب چمکا سکیں چنانچہ قائداعظم محمد علی جناح اس ہوٹل کے کمرہ نمبر 110 میں 1898ء کے آخر یعنی 23 ستمبر تک مقیم رہے۔

اپنا بل خود ادا کیا

قائداعظم محمد علی جناح نے کسی موقع پر بھی اصول پسندی کو ہاتھ سے نہ جانے دیا، قیامِ پاکستان سے قبل آپ نے مسلم لیگ کے چندہ کی اپیل کی، اور اس کے لیے تاریخ مؤخر کر دی۔ ایک صاحب جو سیکرٹریٹ میں ملازم تھے، انہوں نے بھی چندہ جمع کرنا شروع کر دیا۔ مقررہ تاریخ گزر چکی تھی، اس خیال سے انہوں نے رقم منی آرڈر کر دی کہ تین روز کی دیر سے کیا فرق پڑتا ہے، مگر قائداعظم محمد علی جناح نے یہ کہہ کر رقم واپس کر دی:

''وقت گزر چکا ہے۔''

قائداعظم محمد علی جناح جب بھی لاہور آتے ان کا قیام ممدوٹ ولاء میں ہوتا۔ ایک مرتبہ آپ نے اصرار کے ساتھ فلیٹیز ہوٹل میں کمرہ بک کرایا۔ مسلم لیگ کے کئی زعماء چاہتے تھے کہ قائداعظم محمد علی جناح ان کے ہاں قیام کریں یا اپنے پروگرام میں ان سے ملاقاتیں وغیرہ رکھیں۔ قائداعظم محمد علی جناح نے ان سب کو صاف صاف بتا دیا کہ وہ طلباء کے مہمان ہیں، اس لیے ان کا تمام پروگرام ان کے نوجوان میزبان کریں گے، گویا اس عظیم رہنما کا یہ ایسا اصول تھا، جس میں بے پناہ خوئے دلنوازی تھی۔ اس طرح اجلاس سے فارغ ہونے کے



قائداعظم محمد علی جناحؒ اور محترمہ فاطمہ جناح احمد آباد ایجوکیشنل کانفرنس کے موقع پر۔ 1945ء

بعد جب قائداعظم محمد علی جناح کی واپسی کا مرحلہ آیا تو جج صاحب اور منتظمین ان کے ساتھ ہوٹل گئے، تاکہ بل ادا کر دیا جائے، مگر انہیں وہاں پہنچ کر حیرت ہوئی، قائداعظم اپنا بل ادا کر چکے تھے، حالانکہ منتظمین جلسہ اس مقصد کے لیے رقم مختص کر چکے تھے۔

اپنی سرزمین کے مالک

قائداعظم محمد علی جناح نے اکتوبر 1938ء کو سندھ مسلم لیگ کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''برطانیہ ہندوستان کے مسلمانوں کو بھیڑ بکریوں کے حوالے کرنا چاہتا ہے، اس میں شبہ نہیں کہ برطانیہ سے وہی بازی لے جا سکتا ہے، جس میں قوت ہو، لیکن ہم ہندو اور برطانیہ دونوں سے لڑیں گے۔''

9 ستمبر 1942ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے مسلم کونسل نئی دہلی میں خطاب میں فرمایا:

''ڈیڑھ سو سال سے جو حکومت یہاں قائم ہے، یہ عوام کی منظوری سے قائم نہیں ہوئی۔ یہ نظامِ جمہوریت ہے جو مغلوں کی حکومت پر غالب آیا، اور برطانوی سنگین اس کی وجۂ جواز بنی نہ کہ عوام کی منظوری، عوام میں بیداری کی لہر پیدا ہو رہی ہے، اور اس بناء پر ہم اپنی آزادی کے طالب ہیں، ہم اپنی سرزمین کے مالک آپ بنا چاہتے ہیں، اور برطانوی تسلط کو خیرباد کہنا پسند کریں گے۔ پاکستان کی تجویز اس سلسلے میں ہندوستان کی حقیقی آزادی اور استقلال کا صرف آغاز ہے۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے لندن میں مذاکرات کے خاتمہ پر کنگز وے ہال میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

''میں خوش ہوں کہ برطانوی عوام نے بالآخر نیند سے ذرا آنکھ کھولی ہے، برطانوی قوم کا معمول یہ ہے کہ یہ اس وقت بیدار ہوتے ہیں، جب خطرہ سامنے آ جائے، میں پوچھتا ہوں کہ مطالبہ پاکستان کے خلاف آخر اعتراض کیا ہے؟ صرف ایک ہی اعتراض کہ ہندو پورا ملک چاہتے ہیں، اگر سارا ملک ان کے سپرد کر دیا جائے تو ہماری حیثیت ایک اقلیت سے زیادہ نہیں ہوگی۔ اس لیے سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا برطانیہ اپنی سنگینوں کے زور پر ہندو سامراج کی سرپرستی کرنا پسند کرے گا۔ اگر ایسا ہوا تو یاد رکھو کہ عزت، راست بازی اور صداقت شعاری کا آخری نشان تک کھو بیٹھو گے، برطانوی حکومت اور برطانوی عوام جس قدر جلد ہندوستان کی حقیقی صورت حال اور حقائق کو سمجھ لیں گے، اتنا ہی ان کے لیے بہتر ہوگا۔ نہ صرف ان کے لیے بلکہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے لیے بھی۔ اس لیے یہ ذمہ داری برطانوی حکومت پر ہے کہ وہ حقائق سے روگردانی اختیار نہ کرے، بلکہ مسائل کا مضبوطی اور صفائی سے مقابلہ کرے۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے جولائی 1946ء کو پریس کانفرنس میں فرمایا:

''ہم جانتے ہیں کہ برطانیہ کے پاس مشین گنیں ہیں، وہ اپنی طاقت کو جس طرح چاہیں استعمال کریں۔ دنیا کی کوئی عدالت نہیں جس کے پاس ہم اس کے خلاف اپیل کر سکیں۔ دوسری پارٹی کانگریس ہے، وہ پوری طرح دوسرے قسم کے ہتھیاروں کو استعمال کرے گی۔ اس لیے ہم اپنے حفظ و بقاء کے لیے آئینی طریقوں کو خدا حافظ کہنے پر مجبور ہیں، اور اب ہم نے طے کر لیا ہے کہ براہِ راست اس اقدام کی تیاریاں اور عمل ہماری پالیسی اور پروگرام کا جزو ہوگا۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے 29 جولائی 1946ء کو مسلم لیگ

ڈائریکٹ ایکشن میں فرمایا:

''لارڈ پیتھک لارنس نے دارالامراء میں کہا ہے کہ ہم مسٹر جناح سے اس پر اتفاق نہیں کر سکتے کہ انہیں مسلم نامزدگان کی اجارہ داری سونپ دی جائے، میں پوچھتا ہوں کہ وزیر ہند کو موجودہ ذمہ داری کس نے عطا کی؟ کیا اسے ہر انگریز کی اجارہ داری حاصل ہے؟ یا پھر ایسی بے تکی ہانکنے سے فائدہ؟ آخر اسے یہ کیونکر حق حاصل ہے کہ وہ برطانوی عوام کی طرف سے جن کی صرف ساٹھ فیصدی تعداد اس کی حکومت کے پیچھے ہے، کوئی گفتگو کرے، ہم اس پر اتفاق نہیں کر سکتے، کہ ملت کے ایک غدار (کوئز لنگ) کو ایگزیکٹو کونسل میں کانگریس کی طرف سے نامزد کیا جائے۔ برطانوی حکومت اپنے ہاں خود جان ایمری اور لارڈ ہاہا جیسے غداروں سے کیا سلوک کر چکی ہے؟ کیا انہیں تخت دار پر نہیں کھینچ دیا گیا، بہت سے انگریز جنہوں نے اپنے ملک سے فریب کیا اور غدار قرار پائے انہیں پھانسی دے دی گئی۔ مجھے بھی یہ منظور نہیں کہ مسلمانوں کے کسی غدار کو ان کی نمائندگی کے لیے نامزد کیا جائے۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے اگست 1946ء کو عید کی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

''مسلم ہندوستان کو برطانیہ کی بدعہدیوں اور وعدہ خلافیوں نے ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے، ہم نے اگست 1940ء کے اعلان کے مطابق ان سے یہ وعدہ لے لیا تھا کہ جب تک ہندوستان کی بڑی سیاسی جماعتوں اور قومی زندگی کے دوسرے اہم عناصر میں کوئی سمجھوتہ نہ ہو جائے، حکومت کے اختیارات کسی ایک پارٹی کے نام منتقل نہیں کیے جائیں گے، اس اعلان میں یہ بھی تحریر ہے کہ جب تک ہندو مسلم سمجھوتہ نہ ہوگا، ہندوستان کے لیے کوئی نیا آئین متشکل نہیں ہوگا، لیکن آج حکومتِ برطانیہ نے اس صاف اور الفاظ اعلان کے پرزے پرزے کر دیے ہیں۔''

اپیل (مسلم لیگ فنڈ)

20 دسمبر 1937ء کو روزنامہ انقلاب میں قائداعظم محمد علی جناح کی جانب سے مسلم لیگ فنڈ کے لیے اپیل شائع ہوئی، مگر یہ اپیل بھی قائداعظم محمد علی جناح نے بحیثیت صدر مسلم لیگ نہیں کی، بلکہ اپیل کے آخر میں لکھا:

''ایم اے جناح
لٹل گبز روڈ مالابار ہل، بمبئی''

وہ اپیل یہ تھی:

''میں کاٹھیاواڑ بالخصوص دھوراجی، بانٹورا، اپلیٹا، جیت پور، کتیانہ، گوندل، منگرول، پور بندر، راندا پور، جام نگر، جوناگڑھ وغیرہ کے مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ مسلم لیگ کی حمایت کے لیے آگے بڑھیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ کاٹھیاواڑ کے مسلمان میری اپیل کا مثبت جواب دیں گے، اور مسلم لیگ کی مالی حالت کو مستحکم کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ رقوم فراہم کریں گے۔''

اتباعِ قرآن

(دیکھیے: تصورِ قرآن)

اتحاد

قائداعظم محمد علی جناح نے 27 مارچ 1948ء کو ریڈیو پاکستان ڈھاکہ سے اپنی نشری تقریر میں کہا:

''ابھی بہت اہم کام ہیں جو ہمیں سرانجام دینے ہیں، اور بہت سے خطرات ہیں جن کا مقابلہ کرنا ہے۔

انہیں ہم سر تو یقیناً کر لیں گے، لیکن ہمارے اتحاد کو کوئی آنچ نہ آنے پائے، اور ایک متحد قوم کی حیثیت سے آگے بڑھنے کے ارادہ میں کوئی خلل نہ آئے تو ہم یہ کام بہت جلد سیکھ لیں گے۔
یہی وہ راستہ ہے، جس پر چل کر ہم پاکستان کے لیے جلد از جلد اور یقینی طور پر دنیا کے ملکوں کی برادری میں ایک اعلیٰ مقام حاصل کر سکتے ہیں۔"

اتحاد، ایمان، تنظیم

قائداعظم محمد علی جناح نے 30 اکتوبر 1947ء کو اپنی نشریاتی تقریر میں کہا:

"میں آپ سے اپیل کرتا ہوں، اور قوم کے نام پیغام دیتا ہوں کہ آپ اپنے اندر جذبہ اور جوش وخروش پیدا کریں، اور حوصلے اور امید کے ساتھ اپنا کام کیے جائیں، انشاء اللہ کامیابی ہماری ہے، کیا ہم مایوس ہو کر بیٹھ جائیں؟ ہرگز نہیں۔
اسلام کی تاریخ اولوالعزمی، حوصلے اور مستقل مزاجی کی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ پس مشکلوں، رکاوٹوں اور مصیبتوں کے باوجود آگے بڑھتے جاؤ، مجھے یقین ہے کہ سات کروڑ کی ایسی متحد قوم جو عظیم ارادے کی مالک ہو، عظیم تہذیب رکھتی ہو، عظیم تاریخ کی مالک ہو، اسے کسی قسم کا خوف نہیں ہونا چاہیے۔
اب یہ آپ پر ہے کہ کام کریں، کام کام کام، کامیابی ہمارا مقدر ہے، اور اپنا یہ نعرہ کبھی نہ بھولیے:
"اتحاد، ایمان، تنظیم۔"

اتحاد کا پیامبر

قائداعظم محمد علی جناح میں کسی دوسرے کی پیروی کرنے کا جذبہ بالکل نہ تھا۔ 1913ء میں ان کی عمر 36 برس کی تھی لیکن اس وقت تک انہیں کسی انسان سے گہری جذباتی وابستگی نہ ہوئی تھی، نہ دوستی میں نہ محبت میں۔ فرصت کے اوقات میں اکثر وہ اپنے پارسی دوستوں کے دیوان خانوں میں آرام کرتے اور ان سے گپ شپ کرتے۔ عورتوں سے وہ جب ملتے تو اکثر ان کی مبالغہ آمیز تعریف وتحسین کرتے اور جو نوجوان مشورے کے لیے ان کے پاس آتے ان کو نصیحت کیا کرتے، تاہم وہ کسی سے بے تکلف نہ ہوتے تھے۔ وہ ابھی تک مجرد تھے اور اپنے آپ میں کھوئے رہتے تھے۔ زیادہ گہرے انسانی تعلقات سے وہ کچھ گھبراتے تھے۔

1913ء میں وہ پہلی دفعہ اپنی خود پسندی کے خول سے نکلے اور انہیں گوپال کرشن گوکھلے سے عقیدت پیدا ہوئی۔ قائداعظم محمد علی جناح کی طرح گوکھلے بھی بڑے عالی کردار شخص تھے، اور ان کا دامن بے داغ تھا۔ وہ 1866ء میں ایک معمولی برہمن خاندان میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کا کردار مضبوط اور شخصیت دل کش تھی۔ انہوں نے ایلفنسٹن کالج بمبئی سے بی، اے کا امتحان پاس کیا اور 1884ء میں ایک طویل مدت تک اپنے آپ کو قومی خدمت کے لیے وقف کر دیا۔ اس سال انہوں نے برائے نام تنخواہ پر فرگیوسن کالج پونا میں تاریخ اور اقتصادیات کی پروفیسری بیس برس کے لیے قبول کر لی۔ 1902ء کے بعد ان کی شان دار سیاسی زندگی کا آغاز ہوا، اور دو سال بعد لارڈ کرزن نے ان کی بے لوث قومی خدمات کے صلے میں ان کو سی، آئی، ای کے خطاب سے نوازا۔ 1906ء میں جان مارلے نے ان کے متعلق یہ رائے ظاہر کی:

"انہوں نے ایک سیاست دان کا دماغ پایا ہے۔ وہ حکومت کی ذمہ داریوں سے بخوبی واقف ہیں اور عملی زندگی کی حکمتوں کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ انہوں نے کبھی یہ بات چھپانے کی کوشش نہیں کی کہ وہ

ہندوستان کو ایک خود مختار نو آبادی کے روپ میں دیکھنا
چاہتے ہیں۔''

Encyclopaedia Britannica میں گھوکھلے پر جو مضمون ہے اس سے ان کے کردار کی یہ تصویر اور بھی واضح ہو جاتی ہے:

''اپنی گہری وطن دوستی، محنت اور واقعات حاضرہ پر
عبور کے باعث گھوکھلے اپنے ہم عصروں میں ممتاز ہو
گئے۔ ترک موالات سے پہلے کے دور میں کانگریس
نے بڑے بڑے سیاست دان پیدا کیے، گوکھلے یقیناً
ان کی صفِ اول میں تھے، اور اپنی اعتدال پسندی،
خوش خلقی اور اعلیٰ کردار کی بدولت نمایاں تھے۔''

قائداعظم محمد علی جناح مسلمان تھے اور گوکھلے ہندو، لیکن ان دونوں مدبروں نے شروع سے ایک دوسرے کو پسند کیا۔ دونوں کا انداز فکر یکساں تھا اور انہیں ایک دوسرے کے خلوص اور نیک نیتی پر پورا بھروسا تھا۔ گوکھلے نے قائداعظم محمد علی جناح کے متعلق کہا تھا:

''وہ بڑا ٹھوس آدمی ہے اور فرقہ وارانہ تعصب سے
بالکل پاک ہے۔ ہندو مسلم اتحاد کی تحریک کی قیادت کا
وہ سب سے زیادہ اہل ہے۔''

اور قائداعظم محمد علی جناح کے لیے تو گوکھلے گویا ایک مثالی انسان تھے۔ انہوں نے ایک موقع پر کہا:

''میں مسلمانوں کا گوکھلے بننا چاہتا ہوں۔''

برسوں کی محنت کے بعد 1913ء میں گوکھلے اور قائداعظم محمد علی جناح دونوں نے ارادہ کیا کہ کچھ دنوں اکٹھے چھٹی منائیں، اور اپریل میں وہ دونوں ایک ساتھ انگلستان روانہ ہو گئے۔ گوکھلے کا سن اس وقت 47 سال کا تھا اور قائداعظم محمد علی جناح ان سے گیارہ برس چھوٹے تھے۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ راستے میں ان دونوں دوستوں میں کیا بات چیت ہوئی اور کون سے مسئلے زیرِ بحث آئے، کیونکہ اس زمانے کے مکاتیب اور روز ناموں میں ہمیں اس سفر کے متعلق کوئی مواد نہیں ملتا، تاہم مسز سروجنی نائیڈو کا قیاس ہے:

''دنیائے عرب کے تاروں بھرے آسمان کے نیچے
اور مصر کے ساحل کے کنارے ان دو وطن دوستوں
نے ملک اور قوم کے متعلق اپنی آرزوؤں اور اُمیدوں
پر تبادلۂ خیالات کیا ہوگا۔''

کہنے کو تو وہ دونوں چھٹی پر انگلستان گئے تھے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ قائداعظم محمد علی جناح کے مصروف ذہن میں چھٹی یا تفریح کے لیے کوئی جگہ نہ تھی، لہٰذا قیامِ لندن کے دوران میں بھی انہوں نے اپنی سیاسی زندگی کے دو اہم کام انجام دیے۔ انہوں نے لندن کی انڈین ایسوسی ایشن کے قیام میں مدد کی، اور وطن لوٹنے سے کچھ پہلے مسلم لیگ میں شرکت منظور کر لی۔ ان کے سیاسی ماضی کے پیشِ نظر مسلم لیگ میں ان کی شمولیت یقیناً غیر متوقع تھی۔

اس سے بیس برس پہلے خود قائداعظم محمد علی جناح بہ حیثیت طالب علم انگلستان میں رہ چکے تھے، لیکن اس اثنا میں ہندوستانی طلبہ کے مسائل کی نوعیت بالکل بدل چکی تھی، اور ان میں بڑی پیچیدگی پیدا ہو گئی تھی۔ جن دنوں محمد علی جناح لنکنز اِن میں قانون کے طالب علم تھے، انگلستان میں ہندوستانیوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔ ان میں سے اکثر اعلیٰ اور امیر خاندانوں کے نوجوان تھے اور ان کو بہ آسانی انگلستان کی یونیورسٹیوں اور قانونی درس گاہوں میں داخلہ مل گیا تھا، چونکہ وہ تعداد میں کم تھے اس لیے ایک غیر ملک میں انوکھے ضرور معلوم ہوتے تھے، لیکن ان کی وجہ سے کوئی مسئلہ پیدا نہ ہوا تھا۔ اب 1913ء میں صورتِ حال بہت مختلف تھی۔ ہندوستان سے نوجوان بڑی تعداد میں انگلستان جانا شروع ہو گئے تھے، اور انگریزی تعلیم کے اثر سے برطانوی حکومت کے خلاف ان کے جذبات میں

زیادہ شدت پیدا ہو رہی تھی۔ قدیم انگلستان کی روایتی خاموشی میں ان غیر معروف نو واردوں نے خاصی ہلچل پیدا کر دی تھی، اور مقامی باشندے اس مداخلت پر جز بز تھے۔ یہ ہندوستانی نوجوان اپنی سیاست کے ساتھ ذات پات کا بکھیڑا بھی ساتھ لائے تھے، اور بجائے اس کے کہ طالب علمی کی اس زندگی سے لطف اندوز ہوں وہ چھوٹے چھوٹے گروہوں میں بٹے ہوئے تھے، اور ہر گروہ کی دل چسپیاں دوسرے سے الگ تھیں۔ ان نو واردوں اور ملکی باشندوں کے درمیان خاصی کشیدگی پیدا ہو گئی تھی اور دونوں کو ایک دوسرے سے شکایتیں تھیں۔ ان حالات کو سدھارنے کے لیے چند ہندوستانی لیڈر اور ان کے انگریز دوست مل بیٹھے اور انہوں نے لندن کی انڈین ایسوسی ایشن کی بنیاد ڈالی۔ ان کا سب سے اہم مقصد یہ تھا کہ برطانوی تعلیم گاہوں میں ہندوستانی طلبہ کے داخلے پر جو پابندیاں تھیں وہ ختم کی جائیں۔ ایک اور مقصد یہ تھا کہ ایک مرکزی کلب قائم کیا جائے جس میں طلبہ مباحثوں اور تفریح کے لیے جمع ہو سکیں۔

یہ مجلس صرف چند سال قائم رہی، اور پھر خود ہندوستانیوں کی عدم توجہ کے باعث ختم ہو گئی، لیکن انجمن کی ناکامی کے باوجود وہ تقریر آج بھی اہم اور دل چسپ معلوم ہوتی ہے جو قائداعظم محمد علی جناح نے کیکسٹن ہال (Caxton Hall) میں کی اور کئی سو ہندوستانی طلبہ نے سنی۔ انگلستان میں قائداعظم محمد علی جناح کی یہ پہلی تقریر تھی۔ انہوں نے پہلے لنکنز اِن میں اپنی طالب علمی کے دنوں کی یاد تازہ کی، پھر صاف صاف یہ کہا:

> ''ہندوستانی طلبہ کی باہمی اجنبیت اور مغائرت کی سب سے بڑی وجہ ذات پات کی لعنت ہے۔''

اس تقریر میں بھی قائداعظم محمد علی جناح نے حسب معمول بڑے غیر جذباتی انداز میں کھری کھری باتیں کیں۔ انہوں نے کہا:

> ''انجمن کے سامنے سب سے بڑا کام یہ ہے کہ وہ ہندوستانی طلبہ میں علیٰحدگی کا جذبہ ختم کرے جس کی وجہ سے وہ انگریزی تعلیم سے پورا فیض حاصل نہیں کر سکتے تھے۔''

انہوں نے طلبہ کو غیر ملکیوں سے الگ تھلگ رہنے پر سخت سست کہا اور پھر سیاسی معاملات میں ٹانگ اڑانے پر انہیں ڈانٹا۔ انہوں نے کہا:

> ''طلبہ کو چاہیے تھا کہ وہ اس تہذیب و تمدن کا مکمل مطالعہ کرتے جس کی تشکیل برطانوی قوم نے صدیوں کی محنت اور جدوجہد سے کی تھی، لیکن ہوا یہ کہ بہت سے لڑکے سیاست کے میدان میں کود پڑے۔ وہ سیاسی معاملات میں سخت الفاظ میں رائے زنی کرنے لگے، اور بعض اوقات شدید اور نامناسب اقدامات کے مرتکب ہوئے۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے اپنے نوجوان دوستوں کو یہ بات بھی جتائی:

> ''ہندوستان کی سیاست میں سب سے زیادہ کام ان لوگوں نے کیا تھا، جنہوں نے انگلستان میں تعلیم حاصل کی تھی اور وہاں سے اپنے ملک کی خدمت کا جذبہ لے کر وطن لوٹے تھے۔''

لیکن انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ ناپختہ نوجوانوں کو سیاست سے الگ رہنا چاہیے کیونکہ ان کے ہاتھوں میں سیاست خطرناک آتش بازی بن جاتی ہے۔ انہوں نے طلبہ کو نصیحت کی:

> ''سیاست میں سخت کلامی اور مجنونانہ تصورات سے پرہیز کریں تاکہ وہ تحصیلِ علم کے بعد قومی ترقی کے نقیب بن کر وطن واپس جائیں۔''

قائداعظم محمد علی جناح کی دوسری تقریروں کی طرح یہ تقریر بھی مرصع فقروں اور خوب صورت الفاظ سے خالی تھی، لیکن

انہوں نے یہ اچھی طرح واضح کر دیا کہ ہندوستان کے طلبہ انگلستان سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔ انہوں نے اپنی یہ رائے بھی اچھی طرح ظاہر کر دی کہ طلبہ کے لیے سب سے اہم چیز تعلیم ہے اور اس کے بعد سیاست۔ انہوں نے طلبہ کو متنبہ کیا کہ اگر انہوں نے عملی سیاست میں حصہ لیا تو ان کے تعلیمی مقاصد کو سخت نقصان پہنچے گا۔

گرمی کی چھٹیوں کا باقی حصہ گوکھلے اور قائداعظم محمد علی جناح نے استراحت اور تفریح میں گزارا۔ یہ معلوم نہیں کہ وہ انگلستان ہی میں گھومتے پھرتے رہے یا انہوں نے باقی یورپ کی بھی سیر کی، مگر انہوں نے پوری چھٹی ساتھ گزاری اور اس سے ظاہر ہے کہ وہ ایک دوسرے کو پسند کرتے ہوں گے۔

وطن روانہ ہونے سے پہلے جو آخری کام قائداعظم محمد علی جناح نے کیا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ چھٹیوں کے دوران میں گوکھلے سے ان کی سیاسی بات چیت بہت خوش گوار اور مصالحانہ انداز میں ہوئی ہو گی۔ ہندوستانی مسلمانوں کے دو ممتاز رہنما، مولانا محمد علی جوہر اور سید وزیر حسن، ان دنوں لندن میں تھے۔ کئی اور مسلمان لیڈروں کی طرح ان کو بھی یہ غم تھا کہ قائداعظم محمد علی جناح نے بار بار مسلم لیگ کی رکنیت قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اب لندن میں وہ قائداعظم محمد علی جناح سے ملے اور انہیں یاد دلایا کہ اسی سال 22 مارچ کو انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ وہ لیگ کی پالیسی کو کانگریس کے قومی اور ترقی پسندانہ مقاصد سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کریں گے۔ انہوں نے قائداعظم محمد علی جناح کو سمجھایا کہ اب کانگریس اور لیگ ایک دوسرے کے بہت قریب آ چکی ہیں، لہٰذا انہیں لیگ میں شریک ہو جانا چاہیے، بالآخر قائداعظم محمد علی جناح رضامند ہو گئے۔ اس واقعہ کی تفصیل ہمیں کسی کتاب یا دوسری تحریر میں نہیں ملتی، صرف مسز سروجنی نائیڈو نے آدھا صفحہ اس کے متعلق لکھا ہے:

''چند مہینے قبل جناح نے اپنی کوشش اور اپنے مثالی رویے سے مسلم لیگ کے نصب العین کی توسیع میں بڑی نمایاں خدمت انجام دی تھی۔ اب لندن میں وہ باقاعدہ مسلم لیگ کے ممبر بن گئے، لیکن ان کو اپنے اصولوں کا اتنا پاس اور اپنی عزت کا اتنا خیال تھا کہ اس معمولی رسمی کارروائی نے بھی ایک مقدس معاہدے کی شکل اختیار کر لی۔ انہوں نے اپنی رکنیت کے دونوں محرکوں سے یہ وعدہ لے لیا کہ مسلم لیگ اور مسلمانوں سے ان کی وابستگی کا ہرگز یہ مطلب نہ لیا جائے گا کہ ہندوستانی قوم کے اجتماعی مقاصد سے ان کی وابستگی کسی طرح کم ہو گئی ہے۔ ان مقاصد کے لیے تو وہ اپنی زندگی وقف کر چکے تھے۔''

وطن لوٹنے کے کچھ عرصے بعد قائداعظم محمد علی جناح کو ایک بے مثال کامیابی نصیب ہوئی۔ وہ گوکھلے کے ساتھ ہندوستان واپس آئے اور دسمبر میں کانگریس کے ایک جلسے میں شرکت کے لیے کراچی گئے۔ وہاں انہوں نے جو تقریر کی اس میں خلافِ عادت وہ کچھ جذباتی ہو گئے۔ تقریر کے آغاز میں انہوں نے کراچی میں اپنے بچپن کے دنوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

''میں آپ کو نہیں بتا سکتا کہ کراچی میں اس پلیٹ فارم پر کھڑے ہو کر مجھے کتنی خوشی ہو رہی ہے، کیونکہ میں اسی شہر میں پیدا ہوا تھا۔''

سامعین نے تحسین کے نعرے لگائے اور قائداعظم محمد علی جناح نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا:

''آج اسی شہر میں مجھے کئی ایسے شخص ملے ہیں جن کے ساتھ میں لڑکپن میں یہاں کھیلا کرتا تھا۔ اپنے بہت سے پرانے سندھی دوستوں کو آج یہاں دیکھ کر میرا جی بہت خوش ہوا۔''

37 برس پہلے اسی شہر میں قائداعظم محمد علی جناح پیدا ہوئے تھے، اور آج وہ وکالت اور سیاست دونوں میدانوں میں نمایاں کامیابی حاصل کر کے وہاں واپس آئے تھے۔ وہاں انہیں اپنی سیاسی دانش مندی اور سوجھ بوجھ کا کچھ صلہ بھی ملا۔ وہ یوں کہ اس اجلاس میں ایک تجویز ایسی منظور ہوئی جس سے ثابت ہوا کہ مسلم لیگ میں اُن کی شرکت مناسب تھی۔ تجویز میں اس امر پر اطمینان اور مسرت کا اظہار کیا گیا کہ مسلم لیگ نے سلطنت برطانیہ میں خود مختار ہندوستان کو اپنا نصب العین قرار دیا ہے۔ مسلم لیگ نے اپنے گزشتہ اجلاس میں بڑے پُر زور الفاظ میں اعلان کیا تھا کہ ملک کے سیاسی مستقبل کا انحصار ہندوؤں اور مسلمانوں کی یگانگت، یک جہتی اور اشتراکِ عمل پر ہے۔ کانگریس کے کراچی والے اجلاس میں مسلم لیگ کے اس اعلان کو بھی گرم جوشی سے سراہا گیا۔

اُس جلسے سے لوٹتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناح شاید اُس سڑک پر سے بھی گزرے ہوں گے جہاں کئی برس پہلے ایک نجومی نے انہیں بتایا تھا کہ بڑے ہو کر وہ بادشاہ بنیں گے۔ اگر اب وہ نجومی وہاں ہوتا تو شاید وہ پھر سڑک کی گرد پر لکڑی کی چھڑی سے جناح کے مستقبل کا زائچہ تیار کرتا اور یہ پیش گوئی کرتا:

> ''دونوں فرقوں کے ملانے کا جو عہد تم نے کیا ہے وہ بالآخر مٹی میں مل جائے گا۔ آج سے 34 برس بعد تم اس شہر میں ''بادشاہ'' بن کر ضرور آؤ گے، لیکن اُس وقت تمہارے ملک کے دو سب سے بڑے فرقے ایک دوسرے سے لڑ کر الگ ہو چکے ہوں گے اور اس ہولناک تصادم میں لاکھوں ہندو اور مسلمان ہلاک ہو چکے ہوں گے۔''

اُس وقت گوکھلے یا قائداعظم محمد علی جناح کے حاشیۂ خیال میں بھی اس قسم کی کوئی بات نہ آسکتی تھی اور یہ قیاس غلط نہ ہوگا کہ جب یہ دو دوست اور رفیق جلسہ ختم کر کے اپنی قیام گاہ پر واپس گئے ہوں گے، تو اُن کے دل اور ذہن پوری طرح ہم آہنگ ہوں گے۔ اس سے کچھ ہی عرصے پہلے گوکھلے نے پیش گوئی کی تھی کہ جناح ہندو مسلم اتحاد کے پیغامبر بنیں گے اور اب 1913ء کے دسمبر میں، یوں معلوم ہوتا تھا کہ قائداعظم محمد علی جناح نے واقعی یہ رتبہ حاصل کر لیا ہے۔

قائداعظم محمد علی جناح کی حیثیت اب تین پہلوؤں سے بڑی مضبوط تھی۔ وہ شاہی مجلس قانون ساز کے ممبر تھے، کانگریس کے لیڈر تھے اور مسلم لیگ میں بھی شریک تھے، جس کے مقاصد کی توسیع کے سلسلے میں انہوں نے بقول مسز سروجنی نائیڈو، غیر معمولی خدمات انجام دی تھیں۔ ان کو ہندو اور مسلمان دونوں فرقوں کے لیڈروں کا مکمل اعتماد حاصل تھا، اور یہ یقیناً بہت بڑا امتیاز تھا۔

مستقبل کے مؤرخین میں اس امر میں اختلاف رائے ہو سکتا ہے کہ قائداعظم محمد علی جناح کی یہ غیر معمولی کامیابی ان کے سیاسی تدبر اور دور اندیشی کا نتیجہ تھی، یا محض قسمت کی بات تھی، کچھ لوگ شاید یہ کہیں کہ انہوں نے برسوں دونوں فرقوں کا اعتماد حاصل کرنے کی کوشش صرف اس لیے کی تھی کہ اس طرح اپنی سیاسی کامیابی کے لیے راستہ ہموار کریں۔ دوسرے یہ کہیں گے کہ انہیں صدقِ دل سے یہ یقین تھا کہ تمام اختلافات و مناقشات کے باوجود ایک دن ہندو مسلمان مل کر ایک متحد اور آزاد ہندوستان کی تشکیل و تعمیر کریں گے۔

مستقبل کے مؤرخ کی بابت تو یقین سے کچھ کہنا مشکل ہے، لیکن سر کاؤس جی جہانگیر، جو قائداعظم محمد علی جناح کو 25 برس کی عمر سے جانتے تھے، اس سوال کا جواب یوں دے چکے ہیں:

> ''میں اُنہیں اس وقت سے جانتا تھا جب وہ پہلی مرتبہ بمبئی آئے۔ اس زمانے میں وہ اس سے زیادہ مغرور

نظر آتے تھے جتنے کامیابی حاصل کرنے کے بعد ہوئے، مگر میں یقین سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ ہندو مسلم اتحاد کی کوششوں کی تہ میں اُن کی کوئی سیاسی چال نہ تھی۔ وہ سچے دل سے اس اتحاد کے خواہاں تھے۔ وہ انسان تھے اور ان کی ذات بے عیب نہ تھی، لیکن سیاسی چال بازی سے اُن کا دامن بالکل پاک تھا۔"

اتحاد کا سفیر

اس کتاب کو مسز سروجنی نائیڈو نے 12 فروری 1918ء کو اپنے تعارفی نوٹ کے ساتھ مرتب کیا۔ یہ کتاب قائداعظم محمد علی جناح کی تقاریر پر مشتمل تھی۔ اس کا دیباچہ سر علی محمد خاں (والد راجا صاحب محمود آباد امیر محمد خاں) نے 30 جنوری 1918ء کو سپردِ قلم کیا۔ مسز سروجنی نائیڈو نے سرورق کے اندرونی صفحے پر چند مصرعے بھی لکھے جن کا مفہوم کچھ اس طرح ہے:

"خود اپنی روح کے قانون کے مطابق زندگی بسر کرنا سیکھ اور اگر لوگ تجھے مرعوب کرنا چاہیں تو کچھ توجہ نہ دے اور اگر لوگ تجھ سے نفرت کریں تو بھی پرواہ نہ کر تو اپنے گیت گائے جا تو اپنے کام کیے جا صرف اپنی امیدوں پر بھروسہ کر، صرف اپنی دعاؤں سے کام رکھ۔"

یہ کتاب مدراس کے اشاعتی ادارے گنیش اینڈ کمپنی سے 1918ء میں شائع ہوئی۔

اتحاد کانفرنس

نومبر 1924ء کو بمبئی میں اتحاد کانفرنس کا اجلاس منعقد ہوا۔ قائداعظم محمد علی جناح بھی اس اجلاس میں شریک تھے۔ اس اجلاس میں 6 رہنماؤں پر مشتمل کمیٹی قائم کی گئی، اس کمیٹی کا مقصد فرقہ وارانہ فسادات کے اسباب معلوم کرنا اور ان کا حل تلاش کرنے کی کوشش تھا۔

اتحاد کی اپیل

قیصر باغ بمبئی میں بسلسلۂ جشنِ عید پر قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا:

"حضرات! "عید مبارک" کا ہدیۂ تبریک پیش کر چکا ہوں، بلاشبہ اسلامی دنیا کے لیے آج کا دن مسرّت و شادمانی کا دن ہے، لیکن ہم حقائق سے چشم پوشی نہیں کر سکتے۔ آج ہمارے سروں پر سیاہ بادل کا ایک ٹکڑا منڈلا رہا ہے۔ ایسے نازک حالات میں میں اسلامیانِ ہند سے درخواست کروں گا کہ وہ آنے والے خطرات کو محسوس کریں، اور اپنے اختلاف کو بھول جائیں شانہ سے شانہ ملا کر سارے ملک میں متحد و منظم ہو جائیں اور اس موقع پر خصوصیت کے ساتھ میں جمعیت العلماء ہند، مجلس احرار، خاکسار اور مسلم مجلس سے کہتا ہوں کہ اسلام کی فلاح و سربلندی کی خاطر متحد ہو جائیں اور مسلم لیگ کے پرچم تلے جمع ہو جائیں۔ ہمارے مخالفین اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ ہم میں اتنی قوت و طاقت نہیں ہے کہ مردانہ وار حالات کا مقابلہ کر سکیں گے۔ ہمیں یہ غلط فہمی دُور کرنی ہے اور انہیں احساس دلانا ہے کہ انہوں نے اسلامیانِ ہند کے عزم و استقلال کا کتنا غلط اندازہ لگایا تھا۔ مجھے کامل یقین ہے کہ اگر ہم متحد و منظم ہو کر مقابلہ کے لیے کمربستہ ہو جائیں تو مخالفین کی تمام طاغوتی سازشوں کو بُری طرح ناکام بنا دیں گے۔ ہمارے مطالبات حق و انصاف پر مبنی ہیں اور خُدا ہمارے ساتھ ہے، دس کروڑ مسلمانوں کی زندہ اور جاوید قوم مٹائی نہیں جا سکتی۔ اگر ہم منظم ہو کر ایک پرچم تلے جمع ہو جائیں تو

اپنے محبوب نصب العین کو حاصل کر کے رہیں گے، خواہ ہمیں کتنی ہی مصیبتوں اور آزمائشوں سے گزرنا پڑے۔ پاکستان کے بغیر مسلمانانِ ہند تباہ و برباد ہو جائیں گے۔

مسلم ہندوستان کو حکومت برطانیہ کی بدعہدیوں اور وعدہ خلافیوں نے ورطہ استعجاب میں ڈال دیا ہے۔ ہم نے اگست 1940ء کے اعلان کے ماتحت اُن سے یہ وعدہ لے لیا تھا، کہ جب تک ہندوستان کی بڑی سیاسی جماعتوں اور قومی زندگی کے دوسرے اہم عناصر میں کوئی سمجھوتہ نہ ہو جائے۔ حکومت کے اختیارات کسی ایک پارٹی کے نام منتقل نہیں کیے جائیں گے۔ اس اعلان میں یہ بھی تحریر ہے کہ جب تک ہندو مسلم سمجھوتہ نہ ہو گا، ہندوستان کے لیے کوئی نیا آئین متشکل نہیں کیا جائے گا، صرف یہ بلکہ جب تک ملک کے قومی زندگی کے اہم عناصر آپس میں سمجھوتہ نہ کر لیں۔ نیا دستور مرتب کرنے کی مشینری بھی معرض وجود میں نہیں آ سکتی، لیکن آج حکومت برطانیہ نے اس صاف اور واضح اعلان کے پُرزے پُرزے کر دیے ہیں۔

اس میں شبہ نہیں کہ اسلامیانِ ہند اور مسلم لیگ کو یہ زبردست دھکا دیا گیا ہے لیکن مجھے کامل یقین ہے کہ ہم اس مستعدی سے آگے بڑھتے جائیں گے۔ ہمارے راستہ میں کوئی چیز مزاحم نہیں ہو سکتی اور نہ کوئی چیز ہمیں اپنے نصب العین سے منحرف کر سکتی ہے۔ ہم تمام رکاوٹوں کا مقابلہ کریں گے۔ مصائب جھیلیں گے یہاں تک کہ آگ کے شعلوں کو بھی پار کر کے آگے نکل جائیں گے۔ راستہ میں ہمیں ناکامیوں سے دوچار ہونا پڑے گا۔ ہمیں نقصانات بھی برداشت کرنا پڑیں گے لیکن کوئی چیز ہمارے راستہ میں حائل نہ ہوگی، کوئی ہمیں مغلوب نہ کر سکے گی۔

وائسرائے کی تقریر جو اُنہوں نے عبوری حکومت کے سلسلہ میں 14 اگست کو دہلی سے نشر کی تھی، بعض لوگوں نے جب اُسے ریڈیو پر سُنا تو بہت متاثر ہو گئے تھے، لیکن جب وہی چیز اخبارات میں شائع ہوئی اور اس پر غور و خوض کیا گیا تو اس کی اصلیت کھل گئی بلاشبہ تقریر کے الفاظ بہت چالاکی سے مُرتب کیے ہوئے تھے۔ وائسرائے نے اپنا وعدہ پورا نہ کر کے اور اس کے ساتھ مسلم لیگ کو نظر انداز کر کے دوہری بدعہدی کا ثبوت دیا۔ میں نہیں جانتا کہ برطانوی حکومت یا مزدور پارٹی اصل حالات سے واقف ہے یا نہیں لیکن مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ برطانوی عوام اور برطانوی پریس کو حقائق کی طرف سے تاریکی میں رکھنے کے لیے درپردہ کوئی تحریک کام کر رہی ہے۔ وائسرائے کا طرزِ عمل 1940ء کے اعلان سے ایک شرارت آمیز انحراف ہے۔ یہ اعلان برطانوی حکومت نے تیار کیا تھا، اور اس کی تربیت میں مزدور پارٹی بھی شریک تھی۔

آج کانگریس خوش ہے کہ اس کی دلی مراد پوری ہو گئی اور مسلم لیگ کو نظر انداز کرانے میں کامیاب ہو گئی اگر برطانوی حکومت کانگریس کی نخوت خود نمائی کو متحرک کر کے خوش ہے اور اس سے سودا بازی کی متمنی ہے تو ہم بھی خوش ہیں ہم اس کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہیں۔

آل انڈیا مسلم لیگ کی کونسل نے غیر مطمئن ہونے کے باوجود طویل المیعاد اور قلیل المیعاد تجاویز کو صرف اس لیے منظور کر لیا تھا کہ وائسرائے کے 3 جون کے

وعدے کے مطابق کوئی قابلِ عمل فیصلہ ہوجائے گا لیکن اس کے بعد اُنہوں نے اصل تجاویز میں تغیر و تبدل کر کے اپنے وعدے سے انحراف کیا۔ اس کے بعد فی الفور مرکز میں عبوری حکومت بنانے کا اعلان کر دیا۔ کانگریس نے قلیل المیعاد اسکیم کو مسترد کر دیا لیکن طویل المیعاد اسکیم کو منظور کر لیا اس کی یہ منظوری محض دکھاوے کی منظوری تھی۔ بہ ایں ہمہ وزارتی کابینہ کے وفد نے بدعہدی کی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس تمام کارروائی کے پیچھے کوئی پُراسرار ہاتھ تھا۔ یہ کانگریس کے ساتھ خفیہ ساز باز تھی میں نہیں سمجھ سکتا کہ وزیرِ ہند اپنے دونوں خصوصی ساتھیوں اور وائسرائے کے ساتھ اپنے وعدوں کی موجودگی میں کسی طرح بدعہدی پر آمادہ ہو گئے۔ اب مسلم لیگ سے بدعہدی کرنے کے بعد وائسرائے نے کانگریس کے ساتھ عہد و پیمان کی تکمیل کر لی ہے اور مسلم لیگ کو نظر انداز کر دیا۔"

اتحاد کی ضرورت

حکومت برطانیہ کی خفیہ دستاویزات میں سے دستاویز نمبر 502 کا متن۔

پاکستان کے بارے میں مسٹر جناح کے رائٹر کے ساتھ انٹرویو کے ریمارکس۔

مسلم لیگ کے صدر ایم اے جناح نے پاکستان (مسلم انڈیا) اور ہندوستان (ہندو انڈیا) کے مابین اتحاد کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ اس وقت جبکہ برطانوی کابینہ انڈیا کے مستقبل کے بارے میں آخری فیصلے پر غور کر رہی ہے کہ اسے اکھنڈ رکھا جائے یا تقسیم کر دیا جائے، مسٹر جناح نے انٹرویو میں یہ وضاحت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مسلم لیگ کے مطالبہ پاکستان کا انڈیا اور باقی دنیا کے لیے کیا مطلب ہوگا۔

دوسرے نکات جو مسٹر جناح سامنے لائے وہ یہ ہیں۔

اول مسلم لیگ پاکستان کے شمال مشرقی حصہ اور شمال مغربی حصوں کو ملانے کے لیے زمینی راستے کا مطالبہ کرے گی۔ دوم مسلم لیگ پنجاب اور بنگال کی تقسیم رکوانے کے لیے ایک ایک انچ پر لڑے گی۔ سوم پاکستان اور برطانیہ کے مابین ایک معینہ رشتہ استوار کیا جائے۔ چہارم پاکستان اور ہندوستان کے مابین دوطرفہ دوستانہ تعلقات قائم ہونے چاہئیں۔ پنجم پاکستان کی حکومت عوامی اور نمائندہ ہوگی۔ ششم پاکستان اقوامِ متحدہ کی رکنیت حاصل کرے گا۔

مسٹر جناح نے کہا:

"مسلح افواج کی تقسیم کی جانی چاہیے۔ میں پاکستان اور ہندوستان کے مابین ایک دفاعی معاہدے کے امکان کو دیکھ رہا ہوں، جو کسی بیرون جارحیت کے مقابلے کے لیے دونوں کے مفاد میں ہوگا۔"

ان سے پوچھا گیا کیا وہ پنجاب اور بنگال کی صورت میں وفاق پاکستان کے حق میں ہے۔ مسٹر جناح نے جواب دیا:

"ہندوؤں کے ایک بلند آواز گروہ کی طرف سے بنگال کی تقسیم اور سکھوں کی طرف سے پنجاب کے بٹوارے کے لیے جو شور مچایا جانے لگا ہے۔ اگر دونوں صوبوں کا بٹورہ ہوا تو اس کے انتہائی تباہ کن نتائج ہوں گے، اور سکھ خاص طور پر پنجاب میں گھاٹے میں رہیں گے۔ اعلیٰ ذات کے ہندو مشرقی پنجاب اور مغربی بنگال میں سب سے زیادہ نقصان اٹھائیں گے۔"

"پاکستان میں مرکزی حکومت اور اس کے وفاقی یونٹوں کے روابط کی بنیاد کا فیصلہ بلاشبہ دستور ساز اسمبلی کرے گی، لیکن پاکستان میں حکومت صرف اور صرف عوام کی منتخب اور نمائندہ اور جمہوری ہو سکتی



مادرِ ملت محترمہ فاطمہ جناح اور راجہ غضنفر علی خان ۔1947ء

ہے۔ اس کی پارلیمنٹ اور پارلیمنٹ کے سامنے جواب دہ کابینہ دونوں آخرکار انتخابی ادارے کو خصوصاً اور عوام کے سامنے عموماً جواب دہ ہوں گی، جس میں مذہب وملت اور ذات پات کا کوئی امتیاز نہیں ہوگا۔''

''جہاں تک ہندوستانی ریاستوں کے بارے میں ہمارے رویے کا تعلق ہے۔ میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ مسلم لیگ کی پالیسی یہ رہی ہے، اور اب بھی ہے کہ ان کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہ کی جائے۔''

''پاکستان کی خارجہ پالیسی تمام دوسرے ممالک سے دوستانہ اور پرامن روابط کی استواری پر مبنی ہوگی، اور ہم اقوامِ متحدہ کی رکنیت حاصل کر کے اپنا رول یقیناً ادا کریں گے۔''

پاکستان کے علاقے میں اقلیتوں کے تحفظ کے بارے میں سوال کے جواب میں انہوں نے کہا:

''ان کا صرف ایک یہی جواب ہے کہ اقلیتوں کا لازماً تحفظ ہونا چاہیے، اور ان کے حقوق کی ضمانت دی جائے، پاکستان میں اقلیتوں کو بلالحاظ مذہب وملت یا نسل و ذات پات برابر کے حقوق حاصل ہوں گے، اور میرے ذہن میں ان کے ساتھ منصفانہ اور مساویانہ طور پر سلوک کے بارے میں رتی بھر شبہ نہیں۔''

''حکومت کے انتظامی اور قانون سازی کے اعداد وشمار پارلیمنٹ کنٹرول کرے گی، اور پارلیمنٹ کا اجتماعی ضمیر بذات خود اس امر کی ضمانت ہوگا کہ اقلیتوں کو کسی قسم کا اندیشہ نہ ہے۔''

اتحاد میں طاقت

قائداعظم محمد علی جناح نے 7 اپریل 1948ء کو قبائلی سرداروں سے خطاب کے دوران کہا:

''ہم مسلمان ایک خدا، ایک رسول ﷺ، ایک کتاب پر یقین رکھتے ہیں، پس یہ لازمی اور ناگزیر ہے کہ ہم ملت کی حیثیت میں بھی ایک ہوں، آپ نے وہ ضرب المثل تو سنی ہوگی کہ اتحاد میں طاقت ہے۔''

اتفاقی نکات

(دیکھئے: دوسری شملہ کانفرنس)

اتنا بڑا آدمی

جمیل یوسف اپنے کالم میں یوں رقمطراز ہیں:

''حضرت قائداعظم محمد علی جناحؒ کی زندگی کے حالات وواقعات پر نظر ڈالی جائے تو حیرت ہوتی ہے کہ ہمارے دور زوال میں ہمارے درمیان اتنا بڑا آدمی کیسے پیدا ہوگیا۔ اتنا بڑا آدمی جس کے افعال و اقوال کی مثال ڈھونڈنے کے لیے ہمیں قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں تک نظر دوڑانی پڑتی ہے۔ اس جیسی امانت، دیانت، فراست، صداقت، اور اولوالعزمی اور راست بازی کی نظیر اور کہیں نہیں ملتی۔ قیام پاکستان کے بعد قائداعظمؒ نے کابینہ کی پہلی میٹنگ بلائی۔ ان کے اے ڈی سی نے پوچھا: ''جناب! شرکائے اجلاس کی تواضع کے لیے چائے کے ساتھ اور کن ماکولات و مشروبات کا اہتمام کیا جائے۔'' قائداعظم نے فرمایا: چائے پلانے کی کیا ضرورت ہے۔ وزراء اور ان کے سیکرٹری صاحبان چائے پینے کے لیے آئیں گے یا سرکاری کام نپٹانے کے لیے۔ ویسے بھی قومی خزانے کی رقم وزراء کی ضیافتوں کے لیے نہیں ہے، یہ عوام کا پیسہ ہے۔''

زیارت میں خنکی بڑھنے لگی تو قائداعظمؒ کے معالج کرنل الٰہی بخش نے کوئٹہ سے ان کے لیے کچھ اونی پاجامے منگوائے۔ قائداعظم کہنے لگے: ''کرنل! یہ تو بہت مہنگے ہیں۔'' ڈاکٹر صاحب نے وضاحت کرتے ہوئے بتایا: ''جناب یہ گورنر جنرل کے ذاتی فنڈ سے خریدے گئے ہیں۔'' قائداعظم نے فرمایا: ''گورنر جنرل کا ذاتی فنڈ بھی تو قوم کی امانت ہے۔ ہمیں اس طرح کی فضول خرچی نہیں کرنی چاہیے۔'' آج قائد اعظمؒ کے جانشین کا خرچہ لاکھوں روپیہ روزانہ ہے، جانشین ہی نہیں ان کے حاشیہ نشین بھی کروڑوں کی بلٹ پروف گاڑیوں میں پھر رہے ہیں۔

زیارت میں ایک نرس جو قائداعظمؒ کی خدمت پر مامور تھی اس نے ان کی تیمارداری میں دن رات ایک کر دیے۔ قائداعظمؒ اس سے بڑے خوش ہوئے فرمانے لگے:

''بیٹی تم نے میری بڑی خدمت کی ہے۔ بتاؤ میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں۔''

اس نے عرض کیا:

''سر میرا تعلق راولپنڈی سے ہے۔ میری ٹرانسفر کروا دیں تاکہ میں اپنے گھر میں رہ سکوں۔''

قائداعظمؒ نے فرمایا:

''بیٹی یہ کام گورنر جنرل کا نہیں۔ تمہارے محکمے کا ہے۔ میں ان کے کام میں مداخلت نہیں کرنا چاہتا۔''

قائداعظمؒ کار میں اپنے ڈرائیور اور اے ڈی سی کیپٹن گل حسن کے ساتھ جا رہے تھے۔ ریلوے کراسنگ کے قریب پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ چوکیدار پھاٹک بند کر رہا ہے۔ کار پھاٹک کے پاس جا کر رک گئی۔ اے ڈی سی کار سے باہر نکلا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا چوکیدار کے پاس پہنچا۔ اسے بتایا گیا کہ کار میں قائد اعظمؒ ہیں۔ انہوں نے وقت پر میٹنگ میں پہنچنا ہے۔ چوکیدار پھاٹک کھولنے لگ گیا۔ جب اے ڈی سی واپس کار میں پہنچا تو قائداعظمؒ نے اسے جھڑکتے ہوئے پوچھا:

''تم چوکیدار سے کیا کہنے گئے تھے؟''

اس نے بتایا تو کہنے لگے:

''تم نے اس کے کام میں کیوں مداخلت کی۔ اسے اس کی ڈیوٹی کرنے دو۔ اگر میں قانون کا احترام نہیں کروں گا تو اوروں سے کیا توقع کی جا سکتی ہے۔''

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ قائداعظم کی کار کے آگے پیچھے پولیس کی کوئی گاڑی نہ تھی۔ گورنر جنرل کا عہدہ سنبھالنے کے چند دن بعد جب ان کے انگریز ملٹری سیکرٹری نے قائداعظمؒ کی توجہ حفاظتی دستے کی ضرورت کی جانب دلائی اور کہا کہ گورنر جنرل کی کار کے آگے پیچھے پولیس کی گاڑیاں ہونی چاہئیں تو انہوں نے اس تجویز سے اتفاق نہ کیا اور فرمانے لگے کہ میں عوام میں سے ہوں۔ مجھے کسی سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ سرکاری تقریبات میں شرکت کے لیے جب تشریف لے جاتے تو پروٹوکول کے لوازمات پورے کرنے کے لیے ان کے آگے پولیس کی ایک وین ہوتی تھی جس میں ڈرائیور کے علاوہ صرف ایک پولیس انسپکٹر سوار ہوتا۔ یہ پولیس انسپکٹر ایک ہندو تھا۔ امریکہ میں پاکستان کے سفیر جناب اصفہانی صاحب نے قائداعظم کو اطلاع دی کہ امریکہ میں تپ دق کا علاج ہو سکتا ہے آپ امریکہ تشریف لے آئیں تو آپ کو انشاءاللہ اس جان لیوا بیماری سے نجات مل سکتی ہے۔ قائداعظمؒ نے دریافت

فرمایا کہ اس علاج پر اور آمد و رفت اور وہاں قیام پر کل کتنی رقم خرچ ہوگی۔

اصفہانی صاحب نے جواب دیا۔ ''تقریباً ستر ہزار روپے۔'' یہ سن کر قائداعظمؒ نے فرمایا:

''میرا غریب ملک اتنے خرچ کا متحمل نہیں ہوسکتا۔''

واضح رہے کہ قائداعظمؒ کے ذاتی اکاونٹ میں جتنے پیسے تھے وہ پہلے ہی قومی خزانے کے حوالے ہو چکے تھے۔

''جناح آف پاکستان'' کے مصنف سٹینلے والپرٹ نے لکھا ہے:

''بہت کم شخصیات ایسی ہوئی ہیں جو تاریخ کے دھارے کا رخ موڑ دیتی ہیں۔ ان سے بھی کہیں کم شخصیات ہوں گی جو دنیا کے نقشے کو بدل کر رکھ دیں مگر ایک نئی قوم اور ایک نئے ملک کی تخلیق کا سہرا شاید ہی کسی کے سر ہو۔ قائداعظمؒ نے یہ تینوں کام کر دکھائے۔''

(اشاعت روزنامہ نوائے وقت، 25 دسمبر 2013ء)

اٹل فیصلہ

قائداعظم محمد علی جناح کوئی فیصلہ کرنے کے بعد اس پر پوری طرح عمل درآمد کرتے تھے، آپ فرمایا کرتے تھے:

''کوئی بھی فیصلہ کرنے سے پہلے خوب سوچو، خوب غور کرو، لیکن جب فیصلہ کرلو تو چٹان کی طرح ڈٹ جاؤ۔''

آل انڈیا مسلم لیگ کا ستائیسواں اجلاس 23 مارچ 1940ء کو لاہور میں ہونا تھا، بدقسمتی سے 19 مارچ 1940ء کو لاہور میں خاکساروں کے جلوس پر گولی چلا دی گئی، جس کے نتیجے میں کئی خاکسار شہید ہو گئے اور بہت سے زخمی۔ اب بڑا نازک مسئلہ یہ تھا کہ ادھر 23 مارچ کو مسلم لیگ کا اجلاس ہونا تھا، جس میں شرکت کے لیے ہندوستان کے ہر حصے سے مندوبین کو جمع ہونا تھا اور دوسری طرف 19 مارچ کو گولی چل چکی تھی۔ یہ بڑی کڑی آزمائش کا وقت تھا۔ دوراندیش لوگوں کو خاص کر فکر لاحق ہوئی کہ اس وقت لاہور میں مسلمانوں کا جمع ہونا خطرے سے خالی نہ ہوگا، چنانچہ لوگ فرداً فرداً قائداعظم سے ملے اور گزارش کی:

''اگر اجلاس کا ہونا لاہور ہی میں ضروری ہے تو تاریخ ملتوی کردی جائے، اور اگر اجلاس کا ہونا ان ہی تاریخوں میں ضروری ہے تو جگہ تبدیل کردی جائے۔''

اس مضمون کے ٹیلی گرام بھی ہندوستان کے کونے کونے سے روانہ کیے گئے، مگر قائداعظم محمد علی جناح کا فیصلہ اپنی جگہ اٹل تھا۔ سر سکندر حیات جو اس وقت پنجاب کے وزیراعلیٰ تھے، انہوں نے بھی قائداعظم محمد علی جناح سے درخواست کی:

''یہ اجلاس ملتوی کردیا جائے۔''

لیکن قائداعظم محمد علی جناح کا اپنا فیصلہ بدستور اپنی جگہ پر برقرار تھا، آخرکار حکومت نے لاہور میں اجلاس میں پابندی لگا دی۔

قائداعظم محمد علی جناح نے فوراً کہا:

''لاہور میں جلوس نہیں نکالا جائے گا۔''

چنانچہ قائداعظم محمد علی جناح لاہور آئے تو اسٹیشن پر موجود کار میں بیٹھ کر سیدھے میو ہسپتال پہنچے جہاں آپ نے زخمی خاکساروں کی عیادت کی۔ بعدازاں جلسہ منعقد ہوا اور کوئی ہنگامہ دیکھنے میں نہ آیا، حالانکہ باہر سے آئے ہوئے ایک لاکھ لوگ لاہور میں موجود تھے۔

قائداعظم محمد علی جناح نے 1939ء میں اینگلو عربیک کالج کے طلباء سے خطاب میں فرمایا:

''میں جب محسوس کروں گا کہ میرے فیصلے پر عمل کرنے کے لیے صرف چند لوگ ہی نہیں بلکہ سارے

مسلمان دل و جان سے تیار ہیں تو پھر میں بڑی خوشی سے آگے بڑھنے کا اعلان کروں گا۔ اگر ایسا ہوگا تو میں گولیوں کی بوچھاڑ کے سامنے بھی سینہ تان کر کھڑا ہوسکتا ہوں، لیکن آگے بڑھنے سے پہلے پوری طرح اطمینان ضروری ہے۔"

اجازت نامہ (برائے قانونی پریکٹس)

19 اپریل 1929ء کو بمبئی ہائی کورٹ نے قائداعظم محمد علی جناح کو پریکٹس کرنے کا اجازت نامہ جاری کیا، جس کا متن یہ ہے:

"ہائی کورٹ آف جوڈیکچر نظام عدالت بمبئی میں

19 اپریل 1929ء

یہ تصدیق کی جاتی ہے کہ مسٹر محمد علی جناح بار ایٹ لاء کا نام جو کہ ایک ایڈووکیٹ تھے کو ہائی کورٹ کے رول آف ایڈووکیٹس کے داخلے کی رو سے 31 دسمبر 1928ء سے انڈین بار کونسل ایکٹ 1928ء سیکشن 8 (2) کے تحت پریکٹس کرنے کا مستحق قرار دیا جاتا ہے۔"

اجتماعی روح

قائداعظم محمد علی جناح نے 26 مارچ 1948ء کو چٹاگانگ میں جلسہ عام سے خطاب کے دوران کہا:

"یہ بات اچھی طرح سے سمجھ لیجیے کہ اخوت، مساوات اور معاشرتی انصاف جیسی اقدار کو اپنانا انسانی ترقی کی معراج پر پہنچنے کے لیے ناگزیر ہے۔ یہ ایک طرف قیامِ پاکستان کا جواز ہیں، اور دوسری طرف ایک مثالی معاشرہ کی تخلیق کے ذمہ دار ہیں، میں پورا زور دیتے ہوئے یہ بات دہراتا ہوں کہ ذات پات پر قائم دقیانوسی سماج سے انسانی سوچ کو جو خطرہ لاحق تھا، وہ قیام پاکستان کو ممکن بنانے کا موجب بنا۔ آج جبکہ ہماری اجتماعی روح تمام زنجیروں کو توڑ چکی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ آگے بڑھیں اور نہ صرف اپنی ریاست بلکہ اپنی قوم کے ہر شعبے اور ہر پہلو کو صیقل کر دیں۔"

اچھا لیڈر......اچھا جرنیل

قائداعظم محمد علی جناح نے صوبہ سرحد کے عوام کے نام اپنے خطاب میں 11 نومبر 1945ء کو فرمایا:

"مسلمانوں سے یہ امید نہ رکھنی چاہیے کہ وہ غلامی کے لیے اپنا خون بہائیں گے۔ جب تک میں زندہ ہوں، ہندوؤں کی غلامی کے لیے مسلمانوں کا ایک قطرہ خون بھی ضائع نہ ہونے دوں گا۔ یہ فیصلہ کرنا لیڈر کا کام ہوتا ہے کہ اس کے پیرو کس وقت اپنے مخالفوں پر چوٹ لگانے کے قابل بنیں گے۔ ایک اچھا جرنیل اس وقت تک حملہ نہیں کرتا جب تک اسے فتح کا یقین نہ ہو، یا کم از کم اسے عزت مندانہ شکست کا یقین ضرور ہونا چاہیے۔ میں اس میں یقین نہیں رکھتا کہ پہلے لوگوں کو گالیاں کھانے اور جیل جانے پر آمادہ کروں اور اس کے بعد جیل سے معصومانہ انداز سے یہ اعلان کروں کہ اس معاملہ میں میرا کوئی ہاتھ نہیں اور جیل سے باہر آؤں تو لوگوں کی قربانیوں کا کریڈٹ حاصل کرنے کی کوشش کروں۔"

اچھوت

قائداعظم محمد علی جناح اقلیتی فرقوں کے مفادات بھی عزیز رکھتے تھے، اور وہ انہیں اپنی حدود کے اندر رہتے ہوئے مکمل آزادی دینے کے خواہش مند تھے۔ قائداعظم محمد علی جناح 12 مارچ 1948ء کو پسماندہ وفد سے بات چیت کرتے ہوئے

فرمایا:

''میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ پسماندہ اقوام کی خوشحالی کے لیے ہمارے دلوں میں بالخصوص خیر سگالی اور دوستی کے جذبات پائے جاتے ہیں۔ اس لیے کہ زمانہ آپ کو صدیوں سے کچلتا رہا ہے۔ آپ دوسرے فرقوں کے مقابلہ میں زیادہ مدد کے مستحق ہیں۔ میں نے ہمیشہ آپ کے مفاد کی حمایت کی ہے، اور آئندہ بھی ایسا کرتا رہوں گا۔''

اس سے قبل اچھوتوں کے ایک وفد نے قائداعظم محمد علی جناح سے 25 ستمبر 1946ء کو بھی ملاقات کی۔ اس وفد نے قائداعظم محمد علی جناح سے درخواست کی:

''ان کا معاملہ بھی وائسرائے کے سامنے پیش کیا جائے۔''

16 اکتوبر 1946ء کو بھی قائداعظم محمد علی جناح نے ان کی مدد کرنے کا اعادہ کیا۔

احساسِ محرومی

قائداعظم محمد علی جناح سے ایک طالب علم نے دورانِ ملاقات کہا:

''سر بڑے دکھ کی بات ہے ہمارا اپنا کوئی انگریزی اخبار نہیں۔''

طالب علم اس وقت بہت حیران ہوا۔ جب یہ بات سن کر قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا:

''بھئی یہ سن کر تو خوشی ہو رہی ہے۔''

پھر ہنستے ہوئے کہنے لگے:

''خوشی اس لیے کہ تمہیں اپنی ایک محرومی کا احساس تو ہے۔ قوم کو محرومی کا احساس ہو تو وہ اس کی تلافی بھی کر لیتی ہے۔''

احکامِ قرآن

قائداعظم محمد علی جناح نے 1948ء میں کراچی میں فرمایا:

''اسلامی حکومت کے تصور کا یہ امتیاز پیش نظر رہنا چاہیے کہ اس میں اطاعت اور وفا کیشی کا مرجع خدا کی ذات ہے، جس کی تکمیل کا ذریعہ قرآن مجید کے احکام اور اصول ہیں۔ اسلام میں اصلاً کسی بادشاہ کی اطاعت ہے نہ پارلیمنٹ کی، نہ کسی شخص یا ادارے کی، قرآن مجید کے احکام ہی سیاست، معاشرت میں ہماری آزادی اور پابندی کی حدود متعین کر سکتے ہیں۔''

احمد آباد

قائداعظم محمد علی جناں نے 12 تا 16 جنوری 1945ء احمد آباد کا دورہ کیا اور اس دوران مختلف تصاویر کیں۔ اس قبل انہوں نے 1940ء میں احمد آباد کا دورہ کیا تھا۔

28 نومبر 1940ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے ایک جلسہ عام منعقدہ منگل داس میموریل ہال میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

''ہندوستان کو تقسیم کر دینا چاہیے تا کہ ہندو اور مسلمان اچھے پڑوسیوں کی طرح رہ سکیں۔ اگر ہندوؤں نے سارا ہندوستان لینے کی کوشش کی تو وہ سارے کا سارا کھو دیں گے۔ اگر انہوں نے ایک تہائی مسلمانوں کو دینے پر رضامندی کا اظہار کیا تو انہیں 2/3 مل جائے گا۔ ہندو صوبوں کی مسلم اقلیتیں اپنی تقدیر پر شاکر و صابر رہیں گی۔ قیامِ پاکستان کے بعد ہندو صوبوں کی مسلم آبادی کو ہجرت عام کی رائے نہیں دوں گا۔ میں جو کچھ چاہتا ہوں صرف یہ ہے کہ مسلم اکثریتی صوبوں میں جہاں اب بھی پاکستان ہے مرکزی حکومت کا

اقتدار ہندو اکثریت کے ہاتھوں میں نہ جانے پائے۔
ہندو مہاسبھا نہایت بے تکے پن سے اقلیم ہند پر ہندو راج کی فکر کر رہی ہے کانگریس کی زبان پر جمہوریت، مشترکہ انتخاب اور قومی حکومت ہے لیکن جمہوریت معنوی اعتبار سے دنیا کے کسی حصہ میں موجود نہیں حتیٰ کہ انگلستان میں بھی اونچا طبقہ حکومت کرتا ہے لیکن ہندوستان میں تو ایسی جمہوریت کا امکان ہی نہیں۔ مذہب کا کیا ذکر مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان تہذیبی یا معاشرتی کوئی شے مشترک نہیں۔ ایک قومی حکومت جو مجلس قانون ساز کے منتخب ارکان کو جوابدہ ہو۔ صرف ایک مشتعل ہندو اکثریت کے تابع فرمان ہو کر تشکیل پا سکتی ہے۔ اس میں مسلمان اور دوسری اقلیتیں قطعی ہندو راج کے رحم و کرم پر ہوں گی۔''

احمد ای جعفر

(دیکھئے: بے ضمیری)

احمد خاں ملک

احمد خاں ملک نے مئی 1938ء میں قائداعظم محمد علی جناح کی خدمت میں مسلم لیگ کی ترقی اور سرگرمیوں سے متعلق مقامی اخبارات کے اقتباسات بھیجے۔ جس کے جواب قائداعظم محمد علی جناح نے انہیں شکریے کا خط بھجوایا جس کا متن حسب ذیل ہے۔

احمد خاں ملک نے قومی سرمایہ کاری کی اسکیم بھی قائداعظم محمد علی جناح کی خدمت میں بھیجی، جو بعدازاں کتابی صورت میں شائع ہوئی۔

قائداعظم بنام احمد خاں، ملک

مالابار ہل

بمبئی

تاریخ ندارد

جناب محترم!

23 اور 28 مئی 1939ء کے خطوط اور مقامی اخبارات کے اقتباسات (جو آپ نے ارسال کیے ہیں) کے لیے میں انتہائی مشکور ہوں۔ بلاشبہ ہمیں ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔ بحالت موجودہ ہم ابھی اپنے مقاصد کی ابتدائی منزل میں ہیں۔ میں نے آپ کے مشوروں کو سمجھ لیا ہے لیکن اگر ان تجاویز میں سے چند ایک پر بھی عملدرآمد اور اس کی اشاعت ہو جائے تو ایک کثیر رقم حاصل ہو سکتی ہے مجھے اس کا احساس ہے کہ مسلم لیگ کی مالی حالت اس قدر مستحکم نہیں ہے، لیکن ہم جس شاہراہ پر بڑھ رہے ہیں وہ آپ کے مجوزہ مشوروں سے موافقت رکھتی ہے مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ آپ مسلم لیگ کے عروج و ترقی کے معاملے میں انتہائی دلچسپی رکھتے ہیں۔

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

احمد علی

قائداعظم محمد علی جناح کے چھوٹے بھائی تھے۔ احمد علی 1880ء میں پیدا ہوئے۔ 2 ستمبر 1947ء کو ان کا انتقال ہوا۔ ان کے مکمل حالات کسی کتاب یا تحریری و تحقیقی مواد میں دستیاب نہیں۔

احمد یار ہائی سکول مستونگ

یہ بلوچستان کا واحد سکول ہے جہاں قائداعظم محمد علی جناح 15 اکتوبر 1945ء کو تشریف لائے اور کتاب میں مندرجہ ذیل تاثرات لکھے۔

اس سکول کی ابتداء 1904ء میں بہ حیثیت پرائمری سکول

ہوئی اسے 1918ء میں مڈل اور 1938ء میں ہائی سکول کا درجہ دیا گیا۔ قیامِ پاکستان تک چاروں ریاستوں کا یہ واحد ہائی سکول تھا۔ اس تقریب میں قائداعظم محمد علی جناں کے ساتھ میر عبدالباقی بلوچ اور کے ایچ خورشید بھی شریک تھے۔ میر عبدالباقی بلوچ نے حاضرین کے ساتھ اقبال کی نظم ''لب پہ آتی ہے دُعا بن کے تمنا میری'' پڑھی۔ اس کے بعد انہیں قائداعظم محمد علی جناح کے سامنے ایک کاغذ پر لکھے ہوئے کچھ اشعار ترنم کے ساتھ پڑھنے کو کہا گیا۔ ان میں سے ایک شعر یہ تھا۔

الٰہی یہ مسلمانانِ ہندوستان کہتے ہیں
ہمیں وہ ملک دے دے جس کو پاکستان کہتے ہیں

جب وہ پڑھ چکے تو قائداعظم محمد علی جناح نے انہیں بلایا اور اشعار والا کاغذ لے کر مسٹر کے ایچ خورشید کو دے دیا۔ اس کے بعد قائداعظم محمد علی جناح نے مختصر تقریر کی اس تقریر کا آخری فقرہ یہ تھا:

''ہم پاکستان جرور (ضرور) حاصل کریں گے۔''

اخبارات

قائداعظم محمد علی جناح کے ہاں اخبارات کی بڑی اہمیت تھی۔ قائداعظم محمد علی جناح کو ابتدا ہی میں مسلم اخبارات کی کمزوری کا احساس تھا۔ اس لیے ان کی کوشش رہی کہ مسلمانوں کا تعلیم یافتہ طبقہ زیادہ سے زیادہ اخبارات کی طرف مائل ہو۔ 1936ء سے قبل برصغیر میں ایک مستحکم مسلم پریس کا وجود نہ تھا۔ قائداعظم محمد علی جناح کو مسلمانوں کی اس خامی یا کمی کا بھرپور احساس تھا چنانچہ ان کی کوشش یہی تھی کہ کسی نہ کسی طرح ایسے مسلم اخبارات میدان میں آ جائیں جن کا اصول غیر متزلزل ہو نتیجتاً لاہور سے روزنامہ احسان اور زمیندار صرف دو ایسے اخبارات تھے جو مسلم لیگ کے سو فیصد حامی تھے۔ انقلاب سر سکندر حیات کے ذاتی رجحانات کے اشارے پر مسلم لیگ کی حمایت کر رہا تھا۔ جب سر سکندر حیات نے مسلم لیگ کی طرف سے نظریں پھیریں تو انقلاب نے بھی اپنی پالیسی بدل دی۔ اس وقت پنجاب میں مسلم لیگ کا کوئی مضبوط پریس موجود نہ تھا۔ اس کے برعکس کانگریس کے پاس ٹریبیون اور ایک حد تک سول ملٹری جیسے مضبوط اور موثر اخبارات تھے، اور اردو کے محاذ ''پرتاپ، ملاپ، تیج اور ویر بھارت'' بھی تھے جو معیار کے لحاظ سے زمیندار اور احسان کے پایہ کے نہ تھے لیکن ان کی عددی حیثیت تھی اور یہ عددی حیثیت پروپیگنڈے کے ماہروں کے لیے ایک طاقتور حربہ تھی۔

قائداعظم محمد علی جناح کی کوششوں سے کلکتہ سے اسٹار آف انڈیا کے نام سے مسلم لیگ کے پہلے اخبار کا اجراء ہوا جس نے مسلمانوں کے حق خوداختیاری، جداگانہ طریق انتخاب اور دوسرے مسائل کی ڈٹ کر ترجمانی کی، اور یو پی، بہار، بنگال میں اسٹار آف انڈیا نے مسلم لیگ کے مقاصد کی بھرپور ترجمانی اور کانگریس کے مسلم دشمن عزائم کی حقیقت واشگاف کر کے مسلم لیگ کے لیے اعلیٰ اور باشعور طبقہ میں راہ ہموار کی۔ قائداعظم محمد علی جناح اس اخبار کی جرأت مندانہ حکمت عملی سے بے حد خوش تھے۔ اگرچہ اسے ملک گیر حیثیت تو حاصل نہ تھی اور نہ ہی یہ اخبار اسٹیٹ مین اور ٹائمز آف انڈیا کے معیار کا تھا۔ قائداعظم محمد علی جناح کو اس پر سخت افسوس تھا کہ مسلمانوں میں اول تو ہندوؤں اور اینگلو انڈینز کے برابر کے صحافی تھے ہی نہیں اور اگر تھے بھی تو کانگریس کی آغوش میں تھے۔ آخرکار ایک طویل عرصے کے انتظار کے بعد الطاف حسین کی ادارت میں دہلی سے روزنامہ ڈان جاری ہوا۔ ڈان کے ساتھ ہی اردو اخبارات نے بھی تحریک پاکستان میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اردو اخبارات اور صحافیوں نے پاکستان کی تحریک کے لیے اپنی تمام متاع داؤ پر لگا دی۔ اگر صحافی نہ ہوتے تو پروپیگنڈہ کی اس جنگ میں

کانگریس اور انگریز کو شکست دینا اکیلے مسلم لیگ کے بس کی بات نہ تھی۔

صحافیوں نے پاکستان کو اپنی زندگی کا مقصد بنالیا تھا اور جس بے جگری کے ساتھ انہوں نے پاکستان کی جنگ لڑی۔ اس کا اعتراف قائداعظم محمد علی جناح نے بھی کیا۔ پنجاب میں زمیندار نے مسلم لیگ اور پاکستان کے لیے جو قربانیاں دیں ان کی نظیر شاید صحافت کی تاریخ میں کہیں نہ ملے۔ حمید نظامی بھی اس جنگ میں پیش پیش تھے۔

اخبار نویس

قائداعظم محمد علی جناح نے عوام کو خوش کرنے اور ان میں ہردلعزیز بننے کا گر کبھی نہیں سیکھا۔ ان کے دل میں ہردلعزیزی کی کوئی قدر نہ تھی، اور نہ ہی آپ اس کے لطف سے آشنا تھے۔

اخباری نمائندوں کے ساتھ آپ کا رویہ ہمیشہ اہانت آمیز ہی ہوتا تھا اور بمبئی کے اخباری دفتروں میں اس سلسلے میں بہت سے دلچسپ واقعات سننے میں آتے، تاہم اخبار نویس قائداعظم محمد علی جناح کا بے حد احترام کرتے تھے۔

ایک پرانے صحافی نے اس تاریخی دور کی یاد تازہ کرتے ہوئے کہا:

''انہوں نے کبھی ہم سے میٹھی میٹھی باتیں کر کے اپنا کام نکالنے کی کوشش نہ کی، بلکہ دوسرے سیاستدانوں کی نسبت وہ بڑے ٹیڑھے آدمی تھے اور ہمارے ساتھ تنک مزاجی سے پیش آتے تھے۔ وہ پریس کانفرنس کے لیے اکثر ہمیں اپنے ہاں مدعو کرتے لیکن کبھی انہوں نے چائے یا سگریٹ پیش نہیں کیے۔ شاید وہ اس قسم کی تواضع کو بھی ایک طرح کی رشوت سمجھتے تھے۔

ایک دن بمبئی میں ایک پریس کانفرنس ختم ہونے کے بعد مسٹر جناح کمرے سے باہر آرہے تھے کہ میرے ایک ساتھی نے ان کے سامنے ایک اور سوال داغ دیا۔ جناح نے اسے فوراً ڈانٹ کر کہا:

''کانفرنس ختم ہو چکی ہے، اب آپ محض اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔''

اختیارات اور آئینی طریقہ

قائداعظم محمد علی جناح نے 21 مارچ 1948ء کو ڈھاکہ میں جلسۂ عام سے خطاب میں کہا:

''یاد رکھیے کسی حکومت کو برقرار رکھنا یا اس کے اختیارات چھین لینا آپ کے ہاتھ میں ہے، لیکن یہ عمل غیر آئینی طور پر ہلڑ بازی سے انجام نہیں دینا چاہیے۔ آپ کو اختیار حاصل ہے مگر اختیارات کو استعمال کرنے کا طریقہ بھی آپ کو آنا چاہیے۔ آپ کو چاہیے کہ پہلے اس مشین کو سمجھنے کی کوشش کریں جس سے آپ کو کام چلانا ہے۔ آئینی طور پر آپ کو اختیار ہے کہ اگر کسی حکومت سے اس حد تک غیر مطمئن ہوں اسے بدل دینا چاہتے ہوں تو اسے برطرف کر دیں، اور اس کی جگہ دوسری حکومت لے آئیں، لہٰذا سب کچھ آپ ہی کے اختیار میں ہے۔''

اخراجات صد سالہ جشن

یکم ستمبر 1976ء کو وفاقی وزیر تعلیم عبدالحفیظ پیرزادہ نے قومی اسمبلی کو بتایا:

''1976-75 اور 76-1977ء کے دوران قائداعظم محمد علی جناح کے صد سالہ یوم پیدائش کی تقریبات کے لیے ایک کروڑ 90 لاکھ روپے مختص کیے گئے۔ اس میں سے 90 لاکھ روپیہ صوبائی حکومتوں نے دیا۔

15 جون 1976ء تک اس پر 15 لاکھ روپے خرچ کیے گئے۔"

ادائیگی فرض

14 فروری 1948ء کو بلوچستان کے سول افسروں سے بی کے مقام پر خطاب کرتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا:

"آج ہم یہاں بڑے اور چھوٹے کے امتیاز کے بغیر مملکت کے خادموں کی حیثیت سے جمع ہوئے ہیں، اور یہ غور کرنے کے لیے کہ عوام اور اپنے ملک کے مفادات کو کس طرح آگے بڑھایا جا سکتا ہے۔ اعلیٰ ترین اور ادنیٰ ترین تک ہم سب مملکت کے خادم ہیں۔ اب پاکستان ایک خودمختار مملکت ہے۔ مطلق اور بغیر کسی دخل اندازی کے اور پاکستان کی حکومت عوام کے ہاتھوں میں ہے۔ جب تک ہم حتمی طور پر اپنا دستور مرتب نہ کرلیں، اور یہ کام صرف مجلس دستور ساز پاکستان ہی سرانجام دے سکتی ہے۔ اس وقت تک ہمارا موجودہ عبوری دستور افسر شاہی یا جبر یا آمریت پر نہیں بلکہ جمہوریت کے بنیادی اصولوں پر ہونا چاہیے۔ آپ افسروں کو محسوس کرنا چاہیے کہ یہ اصول ہیں جو ذہن نشین رہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ ہم نقطہ آغاز سے شروع کر رہے ہیں۔ اگر آپ پاکستان کو قوموں کی برادری میں ایک عظیم ملک بنانا چاہتے ہیں تو آپ کو حتیٰ الامکان آسائشوں کو فراموش کر دینا ہوگا اور جو کام بھی آپ کو سونپا گیا ہے، اس پر جس قدر آپ سے ہو سکے زیادہ سے زیادہ مشقت اور محنت صرف کریں۔"

قائداعظم محمد علی جناح نے مزید فرمایا:

"دیانت اور خلوص سے کام کیجیے اور حکومت پاکستان کے حامی و وفادار رہیے۔ میں آپ کو یقین دلا سکتا ہوں کہ اس دنیا میں کوئی آپ کے اپنے ضمیر سے بڑھ کر نہیں اور جب آپ رب ذوالجلال کے حضور پیش ہوں تو آپ یہ کہہ سکیں کہ آپ نے اپنا فریضہ انتہائی احساسِ وفاداری، دیانت، راست بازی، لگن اور وفاشعاری کے ساتھ سرانجام دیا۔ یقین کیجیے آپ اس طرح بلوچستان کو عظیم بنائیں گے، مجھے علم ہے کہ بلوچستان میں زبردست امکانات موجود ہیں، بلکہ آپ سارے پاکستان کے لیے بھی اپنا کردار ادا کریں گے، اور اس طرح آپ کی مملکت صرف آبادی کے لحاظ سے ہی دنیا کی سب سے بڑی پانچویں مملکت ہی نہ رہے گی، بلکہ پانچ برس کے دوران دنیا کی سب سے عظیم ترین مملکتوں کی صف میں شامل ہو جائے گی۔

اب یہ سب کچھ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اسے ایک مقدس امانت تصور کریں، اپنی توانائیوں اور عزم کو دوگنا کر دیجیے۔ انشاء اللہ کامیابی آپ کے قدم چومے گی۔"

اردو

قائداعظم محمد علی جناح اگرچہ اچھی طرح اردو نہیں بول سکتے تھے تاہم وہ یہ چاہتے تھے کہ ہندوستان کی زبان اردو ہو۔ اس ضمن میں انہوں نے سب سے پہلے 30 دسمبر 1916ء کو لکھنؤ میں آل انڈیا مسلم لیگ کے منعقدہ نویں اجلاس کی صدارت کے دوران دیگر قراردادوں کے ساتھ اردو زبان کو ملکی زبان تسلیم کرانے کے سلسلے میں قرارداد منظور کرائی اس قرارداد میں کہا گیا تھا:

"بعض عناصر اس بات کی کوشش کر رہے ہیں کہ

ہندوستان میں ملکی زبان ہونے کی صورت میں اردو کو جو مقام حاصل ہے وہ نہ رہے۔ لیگ اس کارروائی کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتی ہے اور ان تمام لوگوں سے جو ہندوستانی قومیت کے فروغ و استحکام میں دلچسپی رکھتے ہیں پرزور سفارش کرتی ہے کہ وہ اردو کی حمایت کریں اس لیے کہ تنہا یہ زبان سارے ملک کی مشترکہ زبان بننے کی صلاحیت رکھتی ہے۔''

آل انڈیا مسلم لیگ کے پچیسویں اجلاس میں بھی جو قائداعظم محمد علی جناح کی زیرِصدارت 1937ء میں لکھنؤ میں منعقد ہوا اردو کی حمایت اور سرپرستی کے لیے ایک قرارداد منظور کی گئی جس میں یہ کہا گیا تھا:

''آل انڈیا مسلم لیگ ہندوستان کے تمام اردوداں حضرات سے اپیل کرتی ہے کہ وہ اپنی زبان کے تحفظ کے لیے ہر ممکن کوشش سرانجام دیں اور جن علاقوں میں یہ مروج نہیں ہے۔ وہاں اس کی اشاعت کے لیے موثر انتظامات کیے جائیں اور حکومت کے تمام دفاتر عدلیہ، مققنہ، ریلوے اور محکمہ ڈاک میں اس کے استعمال کی صورتیں پیدا کی جائیں۔''

آل انڈیا مسلم لیگ کے 26ویں اجلاس دسمبر 1938ء میں جو پٹنہ میں منعقد ہوا اپنی انگریزی تقریر کے فوراً بعد قائداعظم محمد علی جناح نے اردو زبان میں تقریر کی۔ یہ پہلا اجلاس تھا جس میں قائداعظم محمد علی جناح نے اردو میں پہلی بار تقریر کی۔ اس میں انہوں نے فرمایا:

''وہ مسلمان جو کانگریس جماعت سے وابستہ ہیں انہیں چاہیے کہ مسلم لیگ میں شامل ہو جائیں اس میں نہ صرف ان کا اپنا فائدہ ہے بلکہ پوری قوم کا فائدہ ہے۔''

قیامِ پاکستان کے بعد قائداعظم محمد علی جناح جب ڈھاکہ گئے تو اس وقت بھی انہوں نے کہا:

''پاکستان کی ایک ہی قومی زبان اردو اور بس اردو ہوگی۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے 24 مارچ 1948ء کو جلسہ تقسیم اسناد ڈھاکہ یونیورسٹی سے خطاب کے دوران کہا:

''اردو وہ زبان ہے، جسے برصغیر کے کروڑوں مسلمانوں نے پرورش کیا ہے، اسے پاکستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سمجھا جاتا ہے، یہ وہ زبان ہے جو دوسری صوبائی اور علاقائی زبانوں سے کہیں زیادہ اسلامی ثقافت اور اسلامی روایات کے قریب سرمائے پر مشتمل ہے، اور دوسرے اسلامی ملکوں کی زبانوں سے قریب ترین ہے۔ یہ بات بھی اردو کے حق میں جاتی ہے، اور یہ بہت اہم بات ہے کہ بھارت نے اردو کو دیس نکالا دے دیا ہے، اور حتیٰ کہ اردو رسم الخط کو ممنوع قرار دے دیا ہے۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے 24 مارچ 1948ء کو ڈھاکہ یونیورسٹی کے کانووکیشن سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

''آزادی کے معنی بے راہ روی کے تو نہیں ہیں کہ جو کچھ تمہارا دل چاہے وہ کرو، اور قوم کے مفاد پسِ پشت ڈال دو، مملکت کی سلامتی کو نظرانداز کر دو، ہمیں ایک متحد قوم بن کر کام کرنا ہے۔ نظم و نسق کو قائم رکھنا ہے اور تعمیری جذبہ کو بروئے کار لانا ہے۔

مجھے افسوس ہے کہ زبان کے مسئلہ پر جھگڑا اٹھایا جا رہا ہے اور اس کے لیے صوبائی عصبیت کا زہر پھیلایا جا رہا ہے، میں دوبارہ اس کی صراحت کر دینا چاہتا ہوں کہ صوبے میں سرکاری استعمال کے لیے تم جو زبان چاہو اختیار کر لو، جو تمہارے نمائندوں کا کام ہے، لیکن مملکت کے مختلف صوبوں کے باہمی رابطہ کے لیے صرف ایک ہی زبان ہوگی، جو اردو اور صرف اردو



مسز رافعہ پیرزادہ، بمبئے مسلم لیگ (خواتین کمیٹی) سے خطاب کرتے ہوئے، سٹیج پر مسز شفیع طیب جی، مسز حسن شیخ، فاطمہ جناح اور قائداعظم محمد علی جناحؒ بھی ہمراہ موجود ہیں

ہونی چاہیے۔"

ارون، لارڈ

وائسرائے ہند لارڈ ارون کا دورِ حکومت 1926ء سے 1931ء کے عرصے پر محیط رہا۔ قائداعظم محمد علی جناح کے ساتھ بھی ان کی خط وکتابت رہی۔

31 اکتوبر 1927ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے انہیں میڈن ہوٹل دہلی سے خط تحریر کیا۔ یہ نجی اور خفیہ قسم کا خط تھا، تاہم شریف الدین پیرزادہ نے اس خط کے مندرجات اپنی کتاب Quaid's Correspondence's میں درج کیے ہیں۔ قائداعظم محمد علی جناح نے اس خط میں ان سے استدعا کی کہ شاہی کمیشن میں دو ہندوستانیوں کو بھی شامل کیا جائے۔

"2 فروری 1928ء کو وائسرائے ہند لارڈ ارون نے لیجسلیٹو اسمبلی کے دہلی سیشن کا افتتاح کیا تو قائداعظم محمد علی جناح نے بھی اس میں شرکت کی۔ مئی 1929ء میں شملہ میں وائسرائے ہند نے جو دعوت دی اس میں قائداعظم محمد علی جناح بھی شامل ہوئے۔ یکم نومبر 1927ء کو لارڈ ارون نے قائداعظم محمد علی جناح کے خط کا جواب دیا۔ 3 دسمبر 1929ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے پھر لارڈ ارون کو خط لکھا۔ اس خط میں انہوں نے لارڈ ارون سے کہا تھا:

"انہوں نے ہندوستان کے دستوری مسائل پر گاندھی اور پٹیل وغیرہ سے انٹرویو لیے ہیں اور میں جانتا ہوں کہ آپ ان سے ملاقات کریں گے۔"

چنانچہ قائداعظم محمد علی جناح کے کہنے پر 23 دسمبر 1929ء کو ملاقات کی۔ 14 دسمبر 1929ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے پھر لارڈ ارون کو خط لکھا اس میں انہوں نے لارڈ ارون سے دریافت کیا:

"ہندوستانی لیڈروں سے ملاقات کے بعد آپ نے کیا نتائج اخذ کیے ہیں۔"

اس کے بعد بھی دونوں رہنماؤں میں خط وکتابت جاری رہی۔

اساسِ محکم

قائداعظم محمد علی جناح نے 8 مارچ 1944ء کو پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

"اسلام اپنے دائرۂ اخوت میں ذات پات کا کوئی امتیاز نہیں کرتا، خود نبی مکرم ﷺ نے ان امتیازات کو ختم کیا، اور سرزمین عرب میں ایک ہیئت اجتماعیہ قائم کی، یہ اس ذاتِ اقدس ﷺ کی قائم کردہ اساسِ محکم تھی، جو مسلمانوں کو اطراف واکنافِ عالم میں بڑھا کر لے گئی، اور ایک دن وہ اسپین کے دروازوں پر دستک دے رہے تھے۔"

14 فروری 1948ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے سبی دربار بلوچستان میں خطاب کرتے ہوئے کہا:

"میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات کا واحد ذریعہ اس سنہری اصولوں والے "ضابطہ حیات" پر عمل کرنا ہے، جو ہمارے عظیم واضعِ قانون پیغمبر اسلام ﷺ نے ہمارے لیے قائم کر رکھا ہے۔ ہمیں اپنی جمہوریت کی بنیاد سچے اسلامی اصولوں اور تصورات پر رکھنی چاہیے، اسلام کا سبق یہ ہے:

"مملکت کے امور ومسائل کے بارے میں فیصلے باہمی مشوروں سے کرو۔"

اسپرٹ آف یوتھ

یہ جریدہ لکھنؤ سے جاری ہوا۔ اس کے اجراء پر قائداعظم محمد علی جناح نے یکم نومبر 1941ء کو حسب ذیل تحریری پیغام ارسال کیا۔

"یہ رسالہ نہ صرف آل انڈیا مسلم لیگ کی پالیسی اور پروگرام کی بلا خوف و خطر اور اخلاص سے وکالت کرے گا بلکہ نوجوانوں کے لیے صحافت کا پیشہ اختیار کرنے کے لیے معاون و مددگار اور تربیت گاہ ثابت ہوگا، جس کی مسلم انڈیا کو اشد ضرورت ہے اور نوجوانوں کے اپنے خیالات و جذبات کے اظہار کا ایک ذریعہ بھی بنے گا۔"

اسپنس، ایس این

اسپنس سندھ مدرسۃ الاسلام ہائی سکول کے پرنسپل تھے۔ سکول کے پرنسپل اسپنس کو اپنے ہونہار طالب علم سے بڑی ہی محبت تھی چنانچہ انہوں نے 23 اکتوبر 1946ء کو قائداعظم محمد علی جناح کو سکول کی صد سالہ جشن میں شرکت کے لیے ایک خط لکھا اور قائداعظم کو اس جشن میں شرکت کی دعوت دی۔ خط کے مندرجہ جات حسب ذیل ہیں۔

کراچی

23 اکتوبر 1946ء

ڈیئر مسٹر جناح!

مجھے یہ جان کر مسرت ہوئی ہے کہ ماہِ نومبر کے ابتدائی دنوں میں آپ کا ارادہ کراچی آنے کا ہے۔ ہم خاص طور پر اس لیے بھی خوش ہیں کہ ہم اس اسکول کا صد سالہ جشن منانے کے انتظامات کر رہے ہیں۔ یہ اسکول اس صوبے کا سب سے پرانا اسکول ہے۔ ہم یہ جشن 9 سے 16 نومبر کے درمیان منا رہے ہیں۔ ہمارے جشن کا افتتاح ہفتہ 9 نومبر کو شام کے ساڑھے پانچ بجے سے ساڑھے سات بجے تک ہوگا۔ یہ جشن ہز ایکسی لینسی گورنر سندھ کی سرپرستی میں منایا جا رہا ہے، کیا آپ براہِ کرم کچھ وقت نکال سکتے ہیں اور اس موقع پر موجود ہو سکتے ہیں، اور حاضرین جلسہ سے مختصراً خطاب کر سکتے ہیں، اور کیا آپ اسکول کے سالانہ کھیلوں کے موقع پر اور انعامات کی تقسیم کے موقع پر صدارت کر سکتے ہیں، جو ہفتہ 16 نومبر سہ پہر کے وقت منعقد ہوگی۔

ہم بڑے فخر کے ساتھ آپ کو اپنے سابق طالب علموں میں شمار کرتے ہیں اور ہمیں یہ جان کر خوشی ہوتی ہے کہ اس اسکول نے ہندوستان کے سب سے ممتاز فرزندوں میں سے ایک فرزند کی ابتدائی تعلیم میں کچھ نہ کچھ حصہ ضرور لیا ہے۔

میں بہت شکرگزار ہوں گا اگر آپ یہ اطلاع دیں کہ آپ نے اس اسکول میں کب تعلیم پائی، اور اس زمانے کی کچھ دلچسپ باتوں کی تفصیلات براہِ کرم اپنی زندگی کی تفصیلات کے لیے اپنی کسی اچھی سوانح حیات کی نشان دہی بھی کر دیں تاکہ آپ کی زندگی کے بارے میں مزید معلومات حاصل ہو سکیں۔

میں عنقریب اسکول کے صد سالہ جشن کا پروگرام آپ کو بھیج رہا ہوں، اور اپنے دعوت نامہ کی قبولیت کا منتظر ہوں۔

آپ کا مخلص

پرنسپل

نوٹ: ہمیں بڑی خوشی ہوگی اگر آپ کی بہن بھی آپ کے ساتھ تقسیم انعامات کی تقریب میں شریک ہوں۔

قائداعظم کا جواب

دہلی

11 نومبر 1946ء

ڈیئر مسٹر اسپنس!

آپ کا 23 اکتوبر کا لکھا ہوا خط ملا۔ شکریہ۔ کاش میں 9 سے 16 تک کراچی میں ہوتا اور اس اسکول کے صد سالہ جشن میں شریک ہو سکتا جس اسکول میں مجھے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملا۔ آپ کے اسکول کے قدیم طالب علم کی حیثیت سے میں اس صد سالہ جشن کی مسرتوں میں پوری طرح شریک ہوں۔

میں صرف ایک کتاب سے واقف ہوں جو ایم اچ سید نے لکھی ہے، اور اس کا نام جناح ہے یا ایک پمفلٹ سے واقف ہوں جسے مسٹر اکبرائے پیر بھائی بمبئی کے بار ایٹ لاء نے لکھا ہے جس میں میری زندگی کا ایک خاکہ لکھا ہوا ہے اور اس کا نام ہے۔ "جناح قاتل کے مقابل"۔

پہلے میرا پروگرام 16 نومبر سے پہلے کراچی آنے کا تھا لیکن بدقسمتی سے 20 نومبر سے پہلے کراچی نہیں آسکوں گا۔

میں اور مس جناح دونوں آپ کی دعوت کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

اسٹیرنگ مین

اسٹیرنگ مین نامی ایک انگریز، بمبئی کا کافی معزز اور سینئر وکیل تھا، ایک مقدمہ میں اسٹیرنگ مین اور قائداعظم محمد علی جناح سے مشورہ کیا گیا، اور اس سلسلہ میں قائداعظم محمد علی جناح کو ایک مرتبہ اسٹیرنگ مین کے دفتر میں جانا پڑا، اس زمانے میں ہندوستانی ساتھیوں کے ساتھ سرپرستانہ انداز میں پیش آنا کسی انگریز کے لیے غیر معمولی بات نہ تھی۔ اسٹیرنگ مین نے قائداعظم محمد علی جناح سے جس لہجے میں بات کی، وہ انتہائی توہین آمیز تھا، اس دن کے بعد انہوں نے اسٹیرنگ مین کے دفتر میں قدم نہ رکھا، بلکہ عدالت یا عدالت سے باہر اس کی مزاج پرسی بھی نہ کی۔

استصوابِ رائے

(دیکھیے: سترہ آنے)

اسٹار آف انڈیا

یہ ایک مشہور انگریزی اخبار تھا، جب 14 اگست 1947ء کو پاکستان قائم ہوا تو اس نے یہ سرخی لگائی۔

Remember today is Pakistan day.

"یاد رکھیے آج کا دن یومِ پاکستان ہے۔"

یہ اخبار 1937ء میں کلکتہ سے جاری کیا گیا۔ یہ مسلم لیگ کا ترجمان اخبار تھا، اور قائداعظم محمد علی جناح کی زیرسرپرستی نکلتا تھا۔

اسٹیٹس مین

اسٹیٹس مین اخبار دہلی سے شائع ہونے والا مشہور انگریزی جریدہ تھا۔ 19 اپریل 1918ء کو اس اخبار نے قائداعظم محمد علی جناح کے ساتھ سرڈنشاء پٹیٹ کی صاحبزادی مس رتی بائی کی شادی کی خبر شائع کی۔ اس موقع پر اخبار نے یہ خبر لگائی:

"سرڈنشاء پٹیٹ کی اکلوتی صاحبزادی مس رتن بائی کل مشرف بہ اسلام ہوگئیں، اور آج ان کا بیاہ آنریبل ایم اے جناح سے رچے گا۔"

اسلاف کی ہند آمد

جناح عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے لغوی معنی پرندے کا "پر یا فوج کا بازو" کے ہیں۔ یہی لفظ بگڑ کر گجراتی زبان میں "جینا" بن گیا۔ جس سے دبلا پتلا شخص مراد لیا جاتا ہے۔ قائداعظم محمد علی جناح اپنی جسمانی ساخت کے اعتبار سے بجا طور پر اس نسبت کے مستحق تھے۔ چنانچہ محمد علی کے ساتھ "جناح" کا لفظ اب ان کے نام کا جزولاینفک بلکہ شناخت بن گیا ہے، اور اکثر و بیشتر اہلِ قلم ان کے اصل نام پر اس خاندانی نصب کو ترجیح دیتے ہیں۔

قائداعظم محمد علی جناح ایک خوجہ مسلمان گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کے آباؤاجداد دسویں سے سولہویں صدی عیسوی کے درمیان کے پرآشوب حالات سے گھبرا کر ہندوستان کے مغربی علاقوں اور دیگر خطوں میں پہنچے اور پھر یہیں کے ہو رہے۔

قائداعظم کے اسلاف نے کس زمانے میں ایران سے ترکِ سکونت کر کے ہندوستان کو اپنا مسکن بنایا؟ اس کی قطعی توضیح معلوم نہیں، تاہم اسلامی فرقوں میں ایک چھوٹا سا فرقہ اور خود ہندوستان میں معمولی مذہبی اقلیت ہونے کے باوجود ایشیاء کے خوجوں نے اپنا جداگانہ تشخص اور ثقافتی شناخت برقرار رکھی۔ شاید یہی چیز قائداعظم کی ''کم آمیزی'' اور لاتعلقی کا موجب بنی۔ جس کا ان کے کردار کے حوالے سے خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔

دنیا کی دیگر تجارت پیشہ اقوام کی طرح خوجے سیر وسفر کے عادی، نئے افکار ونظریات سے جلد مانوس ہو جانے والے اور اجنبی ماحول میں بڑی آسانی سے رچ بس جانے والے لوگ ہیں۔ انہوں نے لسانی مہارت اور اعلیٰ درجہ کی ذہانت کو خوب ترقی دی ہے۔ جس کی بدولت وہ خوب سرمایہ کماتے اور قابلِ رشک زندگی گزارتے ہیں۔

اسلام

قائداعظم محمد علی جناح راسخ العقیدہ مسلمان تھے۔ اسلام کے بہت بڑے شیدائی تھے۔ انہوں نے تحریکِ پاکستان سے قبل اور بعد میں جتنی بھی تقاریر کیں، ان کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے اسلامی تعلیمات کا عمیق مطالعہ کیا تھا اس ضمن میں ان کی تقریروں سے کچھ اقتباسات پیش خدمت ہیں۔

- قائداعظم محمد علی جناح نے اجلاس مسلم لیگ لاہور میں 22 مارچ 1940ء کو فرمایا:

''اسلام کے ''قومی تصور'' اور ہندو دھرم کے سماجی طور طریقوں کے باہمی اختلاف کو محض وہم و گمان بنانا ہندوستان کی تاریخ کو جھٹلانا ہے، ایک ہزار سال سے ہندوؤں کی تہذیب اور مسلمانوں کی تہذیب ایک دوسرے سے دو چار ہیں، اور دونوں قومیں میل جول رکھتی چلی آ رہی ہیں، مگر ان کے اختلافات اسی پرانی شدت سے موجود ہیں، ان کے متعلق یہ توقع رکھنا کہ محض اس وجہ سے انقلاب آ جائے گا، اور ہندو اور مسلمان ایک قوم واحد بن جائیں گے کہ ان پر ایک جمہوری آئین کا دباؤ ڈالا گیا۔ سراسر غلطی ہے۔ جب ہندوستان میں ڈیڑھ سو سال سے قائم شدہ برطانوی وحدانی حکومت اس کام میں کامیاب نہ ہو سکی تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ ہندوستان کی مرکزی حکومت میں فیڈرل نظام کے جبری قیام سے وہ کامیابی حاصل ہو جائے۔''

- قائداعظم محمد علی جناح نے 23 مارچ 1940ء کو مسلم لیگ کے اجلاس لاہور میں فرمایا:

''اسلام اور ہندو محض مذاہب ہی نہیں بلکہ درحقیقت وہ دو مختلف معاشرتی نظام ہیں، چنانچہ اس خیال کو خواب و تصور ہی کہنا چاہیے کہ ہندو اور مسلمان مل کر ایک مشترکہ قومیت تخلیق کر سکیں گے۔''

- 2 نومبر 1940ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا:

''اسلام انصاف، مساوات، معقولیت اور رواداری کا حامل ہے جو غیر مسلم ہماری حفاظت میں آ جائیں، ان کے ساتھ فیاضی کو روا رکھتا ہے، یہ لوگ ہمارے بھائی ہیں، اور اس ریاست میں وہ شہریوں کی طرح رہیں گے، جہاں تک مسلم ہندوستان کا تعلق ہے، ہم نے خود ہی اپنا ایک منشور ترتیب دے لیا ہے، اور وہ

پاکستان ہے، ہم اپنے اس منشور کے بارے میں یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ اس کے لیے ہم اپنا سب کچھ قربان کر دیں گے۔ ہمارے مخالفین اپنے دل و دماغ سے یہ خیال نکال دیں کہ یہ کوئی بازاری لین دین ہے یا کوئی چلتا ہوا فقرہ ہے۔''

◆ ۴ قائداعظم محمد علی جناح نے 24 دسمبر 1947ء کو شرق اردن کے سفیر کے استقبال میں کہا:

''اسلام ہماری زندگی اور ہمارے وجود کا بنیادی سرچشمہ ہے، اسلام نے ہماری ثقافتی اور تہذیبی ماضی اور ہماری گزشتہ روایات کو عرب دنیا سے اتنا وابستہ، گہرا اور قریب کر رکھا ہے کہ اس امر میں تو کسی کو شبہ ہی نہیں ہونا چاہیے کہ ہم عربوں اور ان کے مسائل اور مقاصد سے مکمل ترین ہمدردی رکھتے ہیں۔''

◆ ۵ قائداعظم محمد علی جناح نے 25 جنوری 1948ء کو کراچی بار ایسوسی ایشن سے حسبِ ذیل خطاب کیا:

''اسلام محض رسوم، روایات اور روحانی نظریات کا مجموعہ نہیں، اسلام ہر مسلمان کے لیے ضابطۂ حیات بھی ہے، جس کے مطابق وہ اپنی روزمرہ زندگی، اپنے افعال و اعمال، حتیٰ کہ سیاست اور معاشیات اور دوسرے شعبوں میں بھی عمل پیرا ہوتا ہے۔ اسلام سب انسانوں کے لیے انصاف، رواداری، دیانت اور عزت کے اعلیٰ ترین اصولوں پر مبنی ہے۔ صرف ایک خدا کا تصور اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے ہے۔ اسلام میں انسان انسان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ مساوات، آزادی اور اخوت اسلام کے اساسی اصول ہیں۔''

◆ ۶ قائداعظم محمد علی جناح نے 14 فروری 1948ء کو سبی دربار بلوچستان میں اپنے خطاب کے دوران کہا:

''میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات کا واحد ذریعہ اس سنہری اصولوں والے، ''ضابطۂ حیات'' پر عمل کرنا ہے، جو ہمارے عظیم واضع قانون پیغمبر ﷺ نے ہمارے لیے قائم کر رکھا ہے۔ ہمیں اپنی جمہوریت کی بنیادیں سچے اسلامی اصولوں اور تصورات پر رکھنی چاہیے۔''

اسلام کا سبق یہ ہے:

''مملکت کے امور و مسائل کے بارے میں فیصلے باہمی بحث و تمحیص اور مشوروں سے کیا کرو۔''

◆ ۷ پیغام عید 13 نومبر 1929ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے اپنے پیغام میں کہا:

''معاشی احیاء ہو یا سیاسی آزادی اسے آخر الامر زندگی کے کسی گہرے مفہوم پر مبنی ہونا چاہیے، اور مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجیے کہ ہمارے نزدیک زندگی کا وہ گہرا مفہوم اسلام اور روحِ اسلام ہے۔''

◆ ۸ قائداعظم محمد علی جناح نے پنجاب سٹوڈنٹس فیڈریشن سے 8 مارچ 1944ء کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''یہ حقیقت واضح ہو جانی چاہیے کہ مسلم لیگ کسی کو یہ اجازت نہیں دے گی کہ وہ مسلمانوں میں اس قسم کے ہتھکنڈے بروئے کار لائے، ہمارا اوڑھنا بچھونا صرف اسلام ہے، یہاں شیعہ اور سنی تک کا سوال نہیں، ہم ایک ہیں اور ایک قوم کی طرح حرکت میں آئیں گے، یہی وہ صورت ہے جو حصولِ پاکستان میں کامیابی سے ہمکنار کرے گی۔''

◆ ۹ قائداعظم محمد علی جناح نے اپنے ایک بیان میں کہا:

''کوئی شبہ نہیں کہ بہت سے لوگ ہمارا مدعا پوری طرح نہیں سمجھتے، جب ہم اسلام کا ذکر کرتے ہیں تو اسلام محض چند عقیدوں، روایتوں اور روحانی تصورات کا مجموعہ نہیں، اسلام ہر مسلمان کے لیے ایک ضابطہ

بھی ہے، جو اس کی زندگی اور کردار کو سیاست اور ہمیشہ تک کے معاملات میں انضباط دیتا ہے۔''

۱۰ قائداعظم محمد علی جناح نے پنجاب سٹوڈنٹس فیڈریشن سے مارچ 1944ء کو خطاب کرتے ہوئے کہا:

''ذات برادری کی تقسیم اور شیعہ سنی کی تفریق ہمیں ایک قوم نہیں بننے دے گی، ان تفریقات کو ختم کر دیجیے، یاد رکھیے ہماری کشتی کا لنگر اور ہماری عمارت کی بنیاد اسلام ہے۔''

۱۱ میمن چیمبر آف کامرس بمبئی سے 2 مارچ 1947ء کو خطاب کرتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناح نے کہا:

''اگر کوئی چیز اچھی ہے تو عین اسلام ہے، اور کوئی چیز اچھی نہیں ہے تو یہ اسلام نہیں ہے، کیونکہ اسلام کا مطلب عین انصاف ہے۔''

۱۲ قائداعظم محمد علی جناح نے خالق دینا ہال کراچی میں 11 اکتوبر 1947ء کو خطاب میں ارشاد فرمایا:

''پاکستان کا قیام جس کے لیے ہم گزشتہ دس سال سے مسلسل کوشش کر رہے تھے، اب خدا کے فضل سے ایک حقیقت ثانیہ بن کر سامنے آ چکا ہے، لیکن ہمارے لیے اس آزاد مملکت کا قیام مقصود بالذات نہیں تھا، بلکہ ایک عظیم مقصد کے حصول کا ذریعہ تھا، ہمارا مقصد یہ تھا کہ ہمیں ایک ایسی مملکت مل جائے جس میں ہم آزاد انسانوں کی طرح رہ سکیں اور سانس لے سکیں، اور جس میں ہم اپنی روشنی اور ثقافت کے مطابق نشو و نما پا سکیں اور جہاں اسلام کے عدلِ حکمرانی کے اصول آزادانہ طور پر روبہ عمل لائے جا سکیں۔''

۱۳ 30 اکتوبر 1943ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے لاہور میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

''اپنے میں حوصلہ پیدا کیجیے، موت سے خوف نہ کھائیے، ہمارے مذہب نے ہمیں یہی سکھایا ہے کہ ہمیشہ موت کے لیے تیار رہنا چاہیے، پاکستان اور اسلام کی عزت بچانے کے لیے ہمیں موت کا مقابلہ بہادری سے کرنا چاہیے، مسلمان کے لیے اس سے بہتر وسیلۂ نجات اور کوئی نہیں ہو سکتا کہ حق کی خاطر شہید کی موت مرے۔''

۱۴ قائداعظم محمد علی جناح نے 13 جنوری 1948ء کو اسلامیہ کالج پشاور کے طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''ہم نے پاکستان کا مطالبہ ایک زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کے لیے نہیں کیا تھا، بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے، جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں۔''

۱۵ کراچی بار ایسوسی ایشن سے 25 جنوری 1948ء کو فرمایا:

''اسلام اور اس کی عالی نظری نے جمہوریت سکھائی ہے، اسلام نے مساوات سکھائی ہے، ہر شخص سے انصاف اور رواداری کا حکم دیا ہے، کسی بھی شخص کے پاس کیا جواز ہے کہ وہ عوام الناس کے لیے انصاف اور رواداری پر اور دیانتداری کے اعلیٰ معیار پر مبنی جمہوریت، مساوات اور آزادی سے گھبرائے۔''

۱۶ 25 جنوری 1947ء کو سندھ بار ایسوسی ایشن سے قائداعظم محمد علی جناح نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''میں تو یہ سمجھ ہی نہیں سکا کہ لوگوں کو اس استفسار کی ضرورت کیوں پڑ رہی ہے کہ پاکستان کا آئین اسلامی ہوگا یا نہیں؟ اسلامی اصول تو ایسے ہیں جن کی نظیر دنیا میں کوئی پیش نہیں کر سکتا، یہ اصول آج بھی اسی طرح کارآمد ہیں، جس طرح آج سے تیرہ سو سال پیشتر تھے۔''

۱۷ 21 مارچ 1948ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے ڈھاکہ میں

ایک جلسہ عام سے خطاب کیا۔ آپ نے اس خطاب میں فرمایا:

''اسلام نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے اور میرا خیال ہے کہ آپ سب اس بات میں مجھ سے متفق ہوں گے، ہم خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہوں آخرالامر مسلمان ہیں، لہٰذا اگر تم ایک ملت بننا چاہتے ہو تو خدا کے لیے صوبہ جاتی تفریق کو خیرباد کہیے، صوبہ جاتی تفریق اور مذہبی فرقہ بندیاں، شیعہ، سنی وغیرہ لعنت ہیں۔''

◆ قائداعظم محمد علی جناح نے اپنی پبلک تقریر یکم جولائی 1948ء کو اسٹیٹ بنک کے افتتاح کے موقع پر کی۔ آپ نے اس تقریر میں فرمایا:

''مغرب کے معاشی نظام نے نوعِ انسانی کے لیے لاینحل مسائل پیدا کر دیے ہیں، اس نظام کی رو سے ہم اپنا نصب العین یعنی عوام کی مرفہ الحالی اور اطمینان کبھی حاصل نہیں کر سکتے، لہٰذا ہمیں اپنا راستہ آپ تراشنا چاہیے، اور دنیا کے سامنے وہ نظام پیش کرنا چاہیے، جو انسان کے نوعِ انسانی کی مساوات اور عدل عمرانی کے تصور پر مبنی ہو۔''

◆ قائداعظم محمد علی جناح نے مسلم لیگ کونسل کے اجلاس منعقدہ لکھنؤ میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

''ہم بحث و تمحیص کرتے تھک گئے ہیں، کسی سے مدد مانگنا بے سود ہے، دنیا میں کوئی بھی عدالت نہیں جس سے ہم دادخواہی کر سکیں، ہماری آخری عدالت ملتِ اسلامیہ ہے، اور ہم اس کے فیصلے کی پابندی کریں گے۔''

◆ فروری 1948ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے امریکی نامہ نگار سے انٹرویو میں کہا:

''پاکستان کا دستور ابھی بننا ہے اور جسے پاکستان کی دستور ساز اسمبلی بنائے گی، مجھے نہیں معلوم کہ اس دستور کی شکل و ہیئت کیا ہوگی؟ لیکن اتنا یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ جمہوری نوعیت کا ہوگا، اور اسلام کے بنیادی اصولوں پر مشتمل ہوگا، ان اصولوں کا اطلاق آج کی عملی زندگی پر بھی اسی طرح ہو سکتا ہے، جس طرح تیرہ سو سال پہلے ہوا کرتا تھا، اسلام اور اس کے نظریات سے ہم نے جمہوریت کا سبق سیکھا، اسلام نے ہمیں انسانی مساوات، انصاف اور ہر ایک سے رواداری کا درس دیا ہے۔ ہم ان عظیم الشان روایات کے وارث اور امین ہیں اور پاکستان کے آئندہ دستور کے معمار اور بانی کی حیثیت سے ہم اپنی ذمہ داریوں اور فرائض سے بخوبی آگاہ ہیں۔''

اسلام اور قائداعظم

یہ کتاب محمد حنیف شاہد نے مرتب کی ہے اور مکتبہ زریں نے دسمبر 1976ء میں قائداعظم محمد علی جناح کے صدسالہ جشن کے موقعہ پر شائع کی۔

یہ کتاب 176 صفحات پر مشتمل ہے اور اس کتاب میں ان لوگوں کے لیے مدلل جوابات فراہم کیے گئے ہیں جو کہتے تھے:

''کیا قائداعظم مسلمان تھے، کیا وہ مسلمانوں کے قائد تھے۔''

اسلام سے وابستگی

قائداعظم محمد علی جناح کو اکثر لوگ انگریزی لباس اور زبان بولنے کی وجہ سے سیکولر ذہنیت کا مالک کہتے ہیں، لیکن قائداعظم محمد علی جناح اس کے برعکس ہیں، قائداعظم محمد علی جناح کی شادی محترمہ رتن بائی سے ہوئی، جن کا تعلق ایک پارسی خاندان سے تھا، لیکن قائداعظم محمد علی جناح نے ان سے اس وقت تک شادی نہ کی، جب تک انہوں نے اسلام قبول نہ کر لیا، ان کے

بطن سے ایک بیٹی (دینا) پیدا ہوئی۔

قائداعظم محمد علی جناح کو دینا سے بہت محبت تھی، لیکن والدہ کی وفات کے بعد دینا کی پرورش ننھیال میں ہوئی۔ قائداعظم محمد علی جناح کے سسرال والوں نے ایک سازش اور قائداعظم محمد علی جناح سے بدلہ لینے کی خاطر دینا کو ایک پارسی لڑکے سے شادی کے لیے تیار کر لیا۔ قائداعظم محمد علی جناح کو جب اس کا علم ہوا تو انہوں نے مولانا شوکت علی سے کہا:

''جس طرح بھی ہو میری بیٹی کو اسلام پر قائم رکھا جائے۔''

مولانا شوکت علی نے بڑی کوشش کی، مگر وہ قائداعظم محمد علی جناح کی اس خواہش کی تکمیل میں کامیاب نہ ہو سکے، قائداعظم محمد علی جناح کو اس کا اس قدر رنج ہوا کہ آخری سانس تک دینا کا منہ نہ دیکھا۔

اپنی اولاد ہر انسان کو بہت عزیز ہوتی ہے، اگر وہ اکلوتی ہو تو اس کی محبت اور بھی شدید ہوتی ہے، مگر قائداعظم محمد علی جناح نے اپنی محبت کو اس لیے سینے میں دبا کر اپنی بیٹی سے تعلق توڑ لیا کیونکہ اس نے دینِ اسلام چھوڑ دیا تھا، جبکہ قائداعظم محمد علی جناح کے نزدیک اسلام کی محبت ان کی اولاد کی محبت سے زیادہ تھی، اور انہوں نے اس کا عملی ثبوت فراہم کیا کہ وہ اسلام کی محبت کے لیے اپنی بیٹی کے رشتہ کو بھی قربان کر سکتے ہیں۔

انہوں نے اپنی بیٹی سے قطع تعلق کر لیا اور پیغام بھیج دیا:

''تیرا میرا رشتہ اسلام کے ناطے سے تھا وہ ختم ہو گیا، اب تیرا مجھ سے کوئی رشتہ نہیں۔''

اگرچہ بعض راسخ العقیدہ مسلمان انہیں شک کی نظروں سے دیکھتے ہیں، اور انہیں صحیح العقیدہ سمجھنے سے گریزاں ہیں، لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ قائداعظم محمد علی جناح نے اپنی نجی زندگی اور کردار سے یہ ثابت کر دیا کہ وہ ایک سچے مسلمان ہیں۔

سر آغا خان نے قائداعظم محمد علی جناح کو ان کے اس بے داغ سیرت و کردار کے باعث زبردست خراجِ عقیدت پیش کیا۔

وہ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم علامہ شبیر احمد عثمانی کی روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''میں نے علامہ شبیر احمد عثمانی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ قائداعظم کا اللہ رب العزت پر ایمان لاکھوں نام نہاد مذہبی علماء کی نسبت زیادہ پختہ ایمان تھا، جو مذہبی ارکان اور ان پر عمل پیرا ہونے کے معاملات میں مین میخ نکالنے میں زندگی گزارتے ہیں۔''

یہ ایک زندہ حقیقت ہے کہ جب بھی ملت اسلامی کے خادموں نے قائداعظم کو ''شہنشاہِ پاکستان'' یا ''امیر المومنین'' کے القاب سے خطاب کیا، تو انہوں نے منع فرماتے ہوئے کہا:

''میں اسلام کا خادم ہوں، اور میں پاکستان کا سپاہی ہوں، میں کوئی مولوی ہوں نہ دینیات کا عالم، اور نہ مجھے یہ دعویٰ ہے کہ میں اخلاقیات کا فاضل ہوں، لیکن مجھے اپنے عقیدہ کا تھوڑا بہت علم ضرور ہے اور میں اپنے عقیدے میں راسخ الاعتقاد ہوں۔''

اسلام...... جمہوریت کا داعی

25 جنوری 1948ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے کراچی بار ایسوسی ایشن سے خطاب کے دوران کہا:

''اسلام اور اس کی عالی نظری نے جمہوریت سکھائی ہے، اسلام نے مساوات سکھائی ہے، ہر شخص سے انصاف اور رواداری کا حکم دیا ہے، کسی بھی شخص کے پاس کیا جواز ہے کہ وہ عوام الناس کے لیے انصاف اور رواداری پر اور دیانت داری کے اعلیٰ معیار پر مبنی جمہوریت، مساوات اور آزادی سے گھبرائے۔''

اسلام کا بنیادی مطالبہ

(دیکھئے: پاکستان)

اسلام کا قلعہ

قائداعظم محمد علی جناح نے 30 اکتوبر 1947ء کو لاہور میں جلسۂ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

''اپنے اندر مجاہدوں کا سا جذبہ پیدا کرو جیسا کہ تمہارے آباؤاجداد میں تھا، تم ایک ایسی قوم سے تعلق رکھتے ہو، جس کی تاریخ بلند ہمتی، استقلال، بہادری اور اعلیٰ کردار کی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ اپنی دیرینہ روایات پر عمل کر کے اس میں ایک نئے اور شاندار باب کا اضافہ کردو، پاکستان کو اسلام کا قلعہ بنا دو، ایک ایسی عظیم قوم کا قلعہ جس کا نظریہ اندرونی اور بیرونی امن کا قیام ہو۔''

اسلام کا معیار قیادت

قائداعظم محمد علی جناح کے ساتھ ایک سب سے بڑی ناانصافی یہ ہوتی چلی آئی ہے کہ ان پر لکھنے والوں میں سے کسی نے بھی آپ کو مومنانہ صفات، مذہبی جذبات، دینی تاثرات اور اعلیٰ رجحانات کے آئینہ میں پیش نہیں کیا۔ گویا کہ ''دین و مذہب'' سے آپ کا کوئی واسطہ ہی نہ ہو، حالانکہ آپ کا ہر ارشاد، ہر بیان، ہر تقریر اسلام کے رنگ میں ڈوبی ہوئی ہوتی تھی۔ گو آپ منافقین کی طرح اسلام اسلام کی رٹ نہیں لگاتے تھے، تاہم اٹھتے بیٹھتے ''اسلام'' ہی کو اپنے مخصوص رنگ اور عصری تقاضوں کے مطابق پیش کرتے تھے۔ اگر آپ کی ہر تقریر اور ہر ارشاد کا دیانت دارانہ جائزہ لیا جائے تو وہ ''تبلیغ اسلام'' کی کسوٹی پر پورا اترے گا۔

معرکۃ الآراء کتاب (Speeches & Writing of Mr. Jinnah) کے مرتب جمیل الدین احمد اپنی کتاب کے دیباچہ میں رقمطراز ہیں:

''بہت سے لوگوں کے ذہنوں میں یہ مغالطہ ہے کہ مسٹر جناح کا دین کی ''روح'' سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ یہ سچ ہے کہ انہوں نے اپنے گرد مذہبی تقدس کا ہالہ نہیں بنایا ہوا تھا۔ یہ بھی سچ ہے کہ وہ عوام کے مذہبی جذبات اور تعصبات کا استحصال نہیں کرتے تھے۔ وہ مذہبی رسومات کی نمائش نہ کرتے تھے، اور مذہبی اور منطقی موشگافیوں کا تانا بانا بھی نہیں بناتے تھے، لیکن وہ دین کی ''روح'' سے نہ صرف ''باخبر'' بلکہ پوری طرح ''سرشار'' تھے۔''

چونکہ قائداعظم محمد علی جناح اسلام کے ایک سچے پیروکار تھے۔ بنابریں وہ ''فرقہ پرستی'' یا ''فرقہ بندی'' کے سخت خلاف تھے۔ اللہ رب العزت نے قرآن کریم سورہ الحجرات میں جو حکم فرمایا ہے۔ انہیں اچھی طرح یاد تھا:

يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾

''لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنا دیں تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔'' (سورہ الحجرات: 13)

اس حوالے سے ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم جو قائداعظم محمد علی

جناح کے قریبی دوست، فلسفی، دانشور اور بہت بڑے اقبال شناس تھے، رقمطراز ہیں:

"He was himself born in a "Shia family but he never allowed that label to be put on himself. Nobody ever dared to talk to him on any sectarian basis. He prayed in the congregations of all denominations. Observing the rituals of each, considering to be of secondary importance. He stood for the unity of Islam, as a preparation and model for the unity of humanity. He was a liberal "Theist" and a liberal democrat and islam is primarily a liberal theistic democracy"

اسلام کی تجربہ گاہ

13 جنوری 1948ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے اسلامیہ کالج پشاور سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''ہم نے پاکستان کا مطالبہ زمین کا ایک ٹکڑا حاصل کرنے کے لیے نہیں کیا تھا، بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے، جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں۔''

قائداعظم محمد علی جناح کی نظر میں پاکستان کا خطہ جغرافیائی طور پر اس لیے حاصل کیا جا رہا تھا کہ یہاں اسلامی تہذیب و ثقافت اور اسلامی اصولوں کا تجربہ کیا جا سکے، جس کے بعد دنیا پر یہ ثابت کیا جائے کہ دین حق صرف اور صرف اسلام ہے۔ دیگر تمام ادیان باطل ہیں، وہ نہ تو پنپ سکتے ہیں، اور نہ ہی انسانیت کے کام کر سکتے ہیں۔

قائداعظم محمد علی جناح پاکستان کو ''اسلام کی تجربہ گاہ'' سمجھتے تھے اور اس کے قیام و بقا کی خاطر وہ جان کی بازی لگا دینے سے بھی گریز نہ کرتے تھے۔ حب الوطنی جزو ایمان ہے۔ مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنے وطن کی خاطر شہید ہو جائے۔ مولانا الطاف حسین حالی نے کیا خوب فرمایا ہے:

حب الوطنی کی دولت جس کو نہیں ملی ہے
سمجھو اس آدمی میں ایمان کی کمی ہے

قائداعظم محمد علی جناح پاکستان کو دنیا کی عظیم ترین قوم جانتے تھے، ان کا عقیدہ تھا کہ مسلمان اس مہم کی خاطر شہید ہو جائے، لیکن اس پر آنچ نہ آنے دے۔ ان کا ایقان تھا کہ عزت، وقار اور سرفرازی قربانی دیے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے 30 اکتوبر 1947ء کو لاہور میں ملت اسلامیہ کے نام اپنے پیغام میں فرمایا:

''اس وقت میں آپ سے صرف اس بات کا طلب گار ہوں کہ میرا یہ پیغام جس شخص کے پاس پہنچے، وہ اپنے دل میں اس بات کا عہد کرے کہ ضرورت پڑنے پر وہ پاکستان کو اسلام کی پشت پناہ اور دنیا کی عظیم ترین قوم بنانے کے لیے جس کا نصب العین امن و آشتی ہو، اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک بھی، مسلمانوں کے لیے اس سے بہتر کوئی ذریعہ نجات نہیں ہو سکتا کہ وہ حق کی خاطر شہید ہو جائے۔''

(اسلام اور قائداعظم، محمد حنیف شاہد، صفحہ:116)

اسلام کی عظمت

(دیکھیے: سیاسی دماغ)



مسٹر جناح ایک میٹنگ کیلئے جاتے ہوئے

اسلامی آئیڈیالوجی

(دیکھئے: پاکستان)

اسلامی اقتدار

قائداعظم محمد علی جناح کو اسلام اور اسلامی اقتدار سے بے حد پیار تھا، اور وہ پاکستان میں اسلام کو پھلتا پھولتا دیکھنا چاہتے تھے۔ 10 مارچ 1941ء کو انجمن اتحاد طلباء جامعہ اسلامیہ علی گڑھ کے ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

''علمی لحاظ سے ''پاکستان'' ہی وہ آپ کا واحد مقصد ہے، جس کے ذریعے سے آپ اس ملک میں ''اسلام'' کو قطعاً فنا ہونے سے بچا سکتے ہیں۔ ہمیں ابھی بہت کچھ کرنا ہے، پاکستان موجود تو ہے لیکن اسے حاصل کرنا ہے، آزادی حاصل کرنا، آزادی برقرار رکھنے سے زیادہ آسان ہے۔''

اسلامی تعلیمات

30 دسمبر 1916ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کا نواں اجلاس لکھنؤ میں منعقد ہوا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے صدارت فرمائی۔ آپ نے اپنے خطبہ صدارت میں ''اسلامی تعلیمات کی ترویج واشاعت'' پر زور دیتے ہوئے فرمایا:

''اسلامی تعلیمات کی درخشندہ روایات وادبیات کس امر پر شاہد ہیں؟ دنیا کی کوئی قوم جمہوریت میں مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کرسکتی، جو کہ اپنے مذہب میں بھی جمہوری نکتہ نگاہ رکھتے ہیں۔''

اسلامی طرزِ حکومت

قائداعظم محمد علی جناح پاکستان میں اسلامی طرزِ حکومت چاہتے تھے۔ وہ مغرب کی نام نہاد جمہوریت کو قطعاً ناپسند کرتے تھے۔ نیز ہندوستان میں برطانوی دورِ حکومت جو طرزِ حکومت رائج تھی، اسے بھی پسند نہ فرماتے تھے۔ آپ نے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے 6 مارچ 1940ء کو طلبائے مسلم یونیورسٹی کے اجتماع میں فرمایا:

''جہاں تک میں نے اسلام کو سمجھا ہے، وہ کسی ایسی جمہوریت کی تلقین نہیں کرتا، جس کی بناء پر مسلمانوں کی قسمت کے فیصلوں کا اختیار غیر مسلم اکثریت کے ہاتھ میں چلا جائے۔ ہم کسی ایسی طرزِ حکومت کو قبول نہیں کرسکتے کہ جن میں غیر مسلم محض عددی اکثریت کی وجہ سے ہم پر قبضہ واقتدار حاصل کر کے حکومت کر سکتے ہوں، مجھ سے سوال کیا گیا تھا کہ اگر میں جمہوریت نہیں چاہتا تو پھر کیا چاہتا ہوں۔ فاسطیت، نازیت یا آمریت؟ میں کہتا ہوں ان بھگتوں اور جمہوریت کے پرستاروں نے کیا کِیا ہے؟ انہوں نے 6 کروڑ انسانوں کو تو اچھوت بنا رکھا ہے، اور ایسے اصول کھڑے کیے ہیں جو فاسطی مجلس اعلیٰ کے سوائے اور کچھ نہیں ہیں۔ ان کا آمر کانگریس کا چار آنہ کا رکن بھی نہیں ہے۔ انہوں نے ایسی کٹھ پتلیاں بنائی ہیں، جو مجلس قانون ساز یا رائے دہندگان کو نہیں بلکہ مسٹر گاندھی کی ایک منتخب بزھک کو جواب دہ ہیں۔
مغرب کے مختلف ممالک میں بھی عام طور پر مختلف نوع کی جمہوریت ہوتی ہے، چنانچہ میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہندوستان میں جہاں کے حالات یورپ سے مختلف ہیں، برطانوی جماعتی طرزِ حکومت اور نام نہاد جمہوریت قطعی ناموزوں ہے۔''

قائداعظم محمد علی جناح پاکستان میں اسلامی نظامِ حکومت چاہتے تھے۔ انہیں اسلامی تعلیمات سے بے حد گہرا لگاؤ تھا۔ اور اسوۂ حسنہ کی ترویج واشاعت ان کا مدعا ومقصد تھا۔ اسلام

ہمیں اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ غیر مسلموں کے جان و مال کی حفاظت کی جائے، اگر وہ وفادار اور وفاکیش رہیں گے۔

پاکستان کے نظام حکومت کی وضاحت کرتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناح نے 11 اکتوبر 1947ء کو افسران سے فرمایا:

''پاکستان کے نظامِ حکومت کی بابت میں پھر یہ کہوں گا، اور نہایت پرزور طریقے سے کہوں گا کہ ہم نے اس سلسلہ میں جو پالیسی طے کی ہے، اس پر پوری طرح کاربند رہیں گے۔ پاکستان میں جو اقلیتیں ہیں، ان کی جان و مال کی حفاظت کرتے رہیں گے، اور ان کے ساتھ انصاف کریں گے۔ ہم نہیں چاہتے کہ وہ پاکستان سے چلے جانے پر مجبور کر دیے جائیں۔ جب تک یہ لوگ حکومت کے وفادار اور وفاکیش رہیں گے، ان کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا جائے گا، جیسا پاکستان کے دیگر شہریوں کے ساتھ۔

چونکہ حکومت کی اس پالیسی کو عملی جامہ پہنانے کی ذمہ داری عمال حکومت پر عائد ہوتی ہے، اس لیے یہ دیکھنا ان کا فرض ہے کہ ان پر کماحقہ، عمل ہو رہا ہے یا نہیں تاکہ ہم پر یہ الزام نہ آئے کہ ہم جو کچھ کہتے ہیں، اس پر عمل نہیں کرتے، آپ لوگ ہی عوام کو حکومت کی نیک نیتی کا یقین دلاتے ہیں، مجھے کامل یقین ہے کہ عمال حکومت اس سلسلہ میں ہمیں مایوس نہیں کریں گے۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے مزید فرمایا:

''ہندوستان میں رہنے والے اپنے مسلمان بھائیوں کو میں یہی مشورہ دوں گا کہ وہ جس مملکت میں رہیں، ان کے ساتھ پوری پوری وفاداری کا ثبوت دیں۔ اور ساتھ ہی ساتھ انہیں یہ بھی چاہیے کہ اپنی تنظیم کریں، اور صحیح قسم کی قیادت پیدا کریں، جو اس پر آشوب زمانہ میں ان کی ٹھیک رہنمائی کر سکے۔''

قائداعظم محمد علی جناح کی دلی خواہش تھی کہ پاکستان میں عہد فاروقی (رضی اللہ عنہ) کی تصویر عملی طور پر کھنچ جائے۔ 21 مارچ 1948ء کو آپ نے فرمایا:

''پاکستان قائم ہو چکا ہے، اور یہ مسلمانوں کی قربانیوں سے بنا ہے۔ پاکستان کے مقاصد میں کامیاب ہونے کے لیے ضروری ہے کہ مسلمانوں میں مکمل اتحاد و اتفاق ہو، ہمارا خدا، رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)، کلمہ اور قرآن ایک ہے، پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہم ایک ہو کر اپنے ملک اور مذہب کی اشاعت اور ترقی کے لیے انتھک جدوجہد نہ کریں۔ اگر آپ نے مکمل اتحاد و تعاون اور صحیح اسلامی جوش و خروش سے کام کیا تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اللہ کے فضل و کرم سے پاکستان جلد ہی دنیا کے عظیم ترین ممالک میں شمار ہونے لگے گا۔ تعمیر پاکستان کے لیے مسلمانوں کے تمام عناصر اور طبقوں میں یک جہتی اور اتحاد ضروری ہے۔

میں نے مسلمانوں اور پاکستان کی جو خدمت کی ہے، وہ اسلام کے ایک ادنیٰ سپاہی اور خدمت گزار کی حیثیت سے کی ہے۔ اب پاکستان کو دنیا کی عظیم قوم اور ترقی یافتہ ملک بنانے کے لیے آپ میرے ساتھ مل کر جدوجہد کریں۔

میری آرزو ہے کہ پاکستان صحیح معنوں میں ایک ایسی مملکت بن جائے کہ ایک بار پھر دنیا کے سامنے فاروق اعظم (رضی اللہ عنہ) کے سنہری دور کی تصویر عملی طور پر کھنچ جائے۔ خدا میری اس آرزو کو پورا کرے۔''

26 مارچ 1948ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے چاٹگام میں ایک جلسۂ عام میں اسلامی ریاست کی وضاحت یوں فرمائی:

''ہم ایسی حیات کی تشکیل چاہتے ہیں، جو مساوات

اور سماجی اصولوں پر مبنی ہو۔ اگر ہم دوسروں کے ساتھ انصاف و رواداری کا برتاؤ کر سکتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم آپس میں عدل و انصاف سے کام نہ لیں، اس بے توجہی اور ناروا سلوک کا تدارک ہی پاکستان کے قیام کا سب سے بڑا مقصد ہے۔ آپ کے عزائم، محنت و مشقت اور آپ کی حکومت کی عملی سرگرمیاں ضرور کامیاب ہو کر رہیں گی۔ خدا آپ کا حامی و مددگار ہو۔ آپ میرے اور دوسرے کروڑوں لوگوں کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ جب آپ یہ کہتے ہیں کہ پاکستان کی حکومت، معاشرتی انصاف اور اسلامی سوشلزم کے اصولوں پر مبنی ہونی چاہیے۔ اسلامی سوشلزم کے علاوہ کوئی اور ''ازم'' قابلِ قبول نہیں ہو سکتا۔ اس لیے یہی وہ ''ازم'' ہے جو انسانی اخوت اور مساوات کا درس دیتا ہے۔ آپ جب یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ ریاست کے ہر شہری کو یکساں مواقع ملنے چاہئیں تو آپ میرے دل کی بات کہتے ہیں۔ انسانی اخوت، مساوات اور خیرسگالی ہمارے تمدن کے بنیادی اصول ہیں۔ پاکستان کے حصول اور اس کے لیے جدوجہد بھی انسانی عقیدوں کی جنگ تھی، یہ بے شمار دقتوں اور بے پناہ مشکلات کے باوجود لڑی گئی، اس جدوجہد کے بعد 15 اگست 1947ء کو دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت وجود میں آئی۔ 15 اگست ہماری تاریخ میں ایک اہم دن کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس روز ایک نئی حکومت ہی نہیں قائم ہوئی، بلکہ ایک نیا ملک بھی بنا، اور ایک نئی قوم بھی ابھری۔''

قائداعظم محمد علی جناح چاہتے تھے کہ پاکستان کا اقتصادی نظام اسلامی اصولوں کے مطابق ہو۔ یکم جولائی 1948ء کو سٹیٹ بنک آف پاکستان کی رسمِ افتتاح کے موقع پر اس طرف اشارہ کرتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا:

''سٹیٹ بنک آف پاکستان مملکت کے لیے ایک ٹھوس اقتصادی نظام تیار کرے گا، جو اسلامی اصولوں کے مطابق ہوگا۔ سٹیٹ بنک آف پاکستان کا قیام اس امر کی علامت ہے کہ مالیات کے میدان میں پاکستان پوری طرح خودمختار ہو گیا ہے۔ سٹیٹ بنک آف پاکستان ترقی کرتے کرتے ایک اہم قومی ادارہ بن جائے گا۔ ہمیں اپنا مستقبل اپنے اصولوں پر استوار کرنا چاہیے تاکہ اسلام کے معاشرتی انصاف کے اصولوں پر پاکستان کا اقتصادی اور مالی نظام قائم کیا جائے۔ مسلمان اس طرح اپنا مشن پورا کر سکیں گے، اور امن و صلح کا وہ پیغام بھی دنیا کو دے سکیں گے، جو فلاح و بہبود اور خوشحالی کا وسیلہ بن سکتا ہے۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے پاکستان کی پہلی سالگرہ 14 اگست 1948ء کو پاکستان کے نظامِ حکومت کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

''مجھے امید ہے کہ آپ ہر موقع پر ہم آہنگ ہو کر اسلام کی قابلِ فخر تاریخ اور اسلام کی شاندار روایات کو تازہ رکھیں گے۔ قدرت نے آپ کے ملک کو جو قدرتی وسائل بخشے ہیں۔ آپ کی سلطنت کی بنیاد رکھ دی ہے۔ اب اس کی تعمیر کا انحصار آپ پر ہے، جو بھی آپ سے بن پڑے عزم، خلوص، ایثار و جرأت، نظم و ضبط اور اتحاد و تعاون سے کیے جائیں۔ میں آپ کی کامیابی کے لیے خداوند کریم کی بارگاہ میں دعا کرتا ہوں۔''

قائداعظم محمد علی جناح پاکستان میں اسلامی قانون نافذ کرنا چاہتے تھے۔ مولانا ظفر احمد عثمانی نے اس سلسلے میں جو گفت و شنید کی، اور جو سوال جواب ہوئے۔ قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا:

''باقی رہا نظامِ اسلام کا مسئلہ تو آپ مطمئن رہیں، اور

مجھے مہاجرین کی طرف سے اطمینان ہو جائے، اور اسمبلی کو بھی اطمینان نصیب ہو جائے تو انشاء اللہ بہت جلد دستور پاکستان اصولِ اسلام کے موافق مرتب ہو جائے گا۔ میرا خیال ہے کہ پاکستان میں ایک لارڈ بشپ ہوگا۔"

پھر قائداعظم محمد علی جناح نے ان سے پوچھا:

"اس کا ترجمہ آپ کیا کریں گے؟"

مولانا ظفر احمد عثمانی نے کہا:

"شیخ الاسلام"

قائداعظم محمد علی جناح کہنے لگے:

"ہاں! ایک شیخ الاسلام ہوگا، جو حکومت پاکستان کو کنٹرول کرتا رہے گا کہ کوئی دستور اور کوئی قانون خلاف اسلام پاس نہ ہو سکے۔"

عوام، علماء اور ارکانِ دستور یہ کے درمیان اسلامی آئین کے ضامن صرف قائداعظم محمد علی جناح ہی تھے۔ انہوں نے اگرچہ اپنی ایک ملاقات میں علامہ شبیر احمد عثمانی اور ان کے رفقاء مولانا ظفر احمد عثمانی اور مفتی محمد شفیع سے فرمایا تھا:

"میں پاکستان کے مقدمہ میں مسلمانوں کا وکیل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اس مقدمہ میں کامیاب کیا۔ پاکستان تو مل گیا۔ اب میرا کام ختم ہوا۔ اب مسلمانوں کی اکثریت و جمہوریت کو اختیار حاصل ہے کہ جس طرح کا چاہے نظام قائم کرے اور چونکہ پاکستان میں غالب اکثریت مسلمانوں کی ہے، تو اس کے سوا کوئی دوسری صورت ہو ہی نہیں سکتی کہ یہاں اسلامی اور اسلامی ریاست قائم ہو۔"

مگر اخلاقی طور پر وہ اپنے ان وعدوں کے بھی پابند تھے، جو انہوں نے علامہ شبیر احمد عثمانی اور ان کے رفقائے کار سے کر رکھے تھے۔ اس لیے علماء کرام اور عوام کی امیدیں زیادہ تر قائداعظم محمد علی جناح کی ذات سے وابستہ تھیں نہ کہ ارکانِ دستور یہ سے۔

مگر قدرت کو ملت اسلامیہ کا ابھی ایک اور امتحان منظور تھا اس لیے انہوں نے قائداعظم محمد علی جناح کو فانی دنیا سے ابدی دنیا میں منتقل کرنے کا فیصلہ کر لیا، جس کے آثار دیکھ کر قائداعظم محمد علی جناح کے معالج ڈاکٹروں نے گھبرا کر قائداعظم محمد علی جناح سے کہا:

"اب پاکستان کو ساحلِ مراد پر کون پہنچائے گا؟"

اور ایک فقرہ نے قائداعظم محمد علی جناح کی آنکھوں کے سامنے اس محسن ناشناس قوم کے کردار کی ایک فلم چلا دی۔ جب انہیں ساری قوم میں کوئی شخص بھی ایسا نظر نہ آیا، جو اس ذمہ داری کو سنبھال سکتا تو اس صدمہ سے ایک بڑا سا چکدار آنسو ان کی مسہری پر گر پڑا، اور انہوں نے آہستہ سے یہ فرماتے ہوئے کمبل سے منہ ڈھانپ لیا:

"اے خدا! تو نے مسلمانوں کو آزادی عطا کی ہے، اب تو ہی اس کی حفاظت کرنے والا ہے۔ میری قوم ابھی ابتدائی مراحل طے کر رہی ہے۔ کمزور ہے، ابھی اس کی صفوں کا کج دور نہیں ہوا، تو ہی مدد کرنے والا ہے اور تو ہی ان کا حامی و ناصر ہے۔"

وفات سے قبل قائداعظم محمد علی جناح نے خدا پر بھروسہ کر کے انتھک کوشش اور مسلسل محنت کی اور اپنے جسم کے خون کا آخری قطرہ تک تعمیرِ پاکستان کے لیے صرف کر دیا۔ انہوں نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ انہوں نے اپنی خداداد قابلیت اور سیاسی بصیرت سے سمجھ لیا تھا کہ ان کے دن پورے ہو چکے ہیں۔ تبھی تو انہوں نے فرمایا تھا:

"اب میں تھک گیا ہوں، آرام چاہتا ہوں۔ اب مجھے اپنا فرض ادا کر چکنے کے بعد زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں۔"

انہوں نے ملت اسلامیہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا:
''میں مسلمانوں سے کبھی مایوس نہیں ہوا۔ اسلام کی تعلیمات میں مایوسی کا لفظ تک نہیں۔ زندہ قوموں کو انتہائی مصائب اور مشکلات میں بھی مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ مصائب و آلام کی آندھیوں، مشکلات کے طوفان، دشمن کی مخالفتوں اور ریشہ دوانیوں سے گھبرانا نہیں چاہیے۔ خدا ہمیشہ ان قوموں کو آزمائش میں ڈالتا ہے، جنہیں وہ زمین کی خلافت سونپا کرتا ہے۔ میں جانتا ہوں، مجھے معلوم ہے کہ دو صدیوں کی دوہری غلامی نے مسلمانوں کے دماغوں کو ماؤف کر دیا ہے۔ ابھی انہیں احساس نہیں ہوا کہ وہ اب آزاد ہیں۔ یہ احساس مسلمانوں میں پیدا کرنے کی اشد ضرورت ہے کہ اب وہ ایک آزاد قوم ہیں۔ انہیں آزاد قوم کی طرح ملک کی تعمیر میں حصہ لینا چاہیے۔
جب بھی مسلمانوں میں یہ احساس پیدا ہوگیا اور وہ محسوس کرنے لگے کہ وہ آزاد ہو چکے ہیں، تو اس کے بعد پاکستان کے عظیم ملک بننے میں کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہے گی۔
گو میں آپ میں موجود نہیں ہوں گا، لیکن آپ دیکھ لیں گے کہ پاکستان چند سال میں دنیا کا عظیم ترین ملک بن جائے گا، اور اس کی ترقی اور طاقت دنیا کو ورطہ حیرت میں ڈال دے گی، اور دنیا کا ہر ملک اور ہر قوم اس کی دوستی کے خواہاں ہوں گے۔
قدرت حالات کے مطابق ایسا آدمی پیدا کر دیا کرتی ہے جس کی وقت اور حالات کو ضرورت ہوتی ہے۔
گھبراؤ نہیں خدا پر اعتماد رکھو، اپنی صفوں میں کج نہ آنے دو، اور انتشار پیدا نہ ہونے دو، دیانت اور خلوص کو ہاتھ سے نہ جانے دو، انشاء اللہ قدرت تمہیں مجھ سے زیادہ عقیل اور ذہین رہنما عطا کرے گی، جو امت مرحومہ کو مشکلات کے بھنور سے نکال کر ساحلِ مراد تک کامیابی سے پہنچا دے گا۔
قوم نے جو کام میرے سپرد کیا تھا، اور قدرت نے جس فریضہ کے لیے مجھے مقرر کیا تھا، وہ اب پورا ہو چکا ہے۔ قوم کو جس چیز کی ضرورت تھی، وہ اسے مل گئی ہے۔ پاکستان بن گیا ہے اور اس کی بنیادیں مضبوط ہیں۔ اب یہ کام قوم کا ہے کہ وہ اسے ناقابلِ تسخیر اور ترقی یافتہ ملک بنا دے، اور حکومت کا نظم و نسق چلائے، میں طویل سفر کے بعد تھک گیا ہوں۔ آٹھ سال تک مجھے قوم کے اعتماد و تعاون پر تنہا دو عیار اور مضبوط دشمنوں سے لڑنا پڑا ہے۔ میں نے خدا کے بھروسہ پر انتھک کوشش اور مسلسل محنت کی ہے اور اپنے جسم کا خون کا آخری قطرہ تک تعمیر پاکستان کے لیے صرف کر دیا ہے۔ میں تھک گیا ہوں، آرام چاہتا ہوں، اب مجھے اپنا فرض ادا کر چکنے کے بعد زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں رہی۔''

(اسلام اور قائداعظم، محمد حنیف شاہد)

اسلامی سکالر

(دیکھیے: نجی زندگی)

اسلامی طب

قائداعظم محمد علی جناح نے دہلی میں ایک کانفرنس میں بتایا:
''بچپن میں مجھے جب بھی زکام ہوتا تھا تو دادی مرحومہ جوشاندہ پلایا کرتی تھیں، اب بھی زکام کی حالت میں جوشاندہ استعمال کرتا ہوں۔''

اسلامی فقہ

قیامِ کشمیر کے دوران قائداعظم محمد علی جناح کشمیر ہائی کورٹ میں ایک مقدمے میں بھی پیش ہوئے، یہ وہ زمانہ تھا، جب قائداعظم محمد علی جناح اپنی بڑھتی ہوئی سیاسی مصروفیات کی بناء پر عملاً قانونی پریکٹس ترک کر چکے تھے لیکن مقدمہ کے ایک فریق میر علی انسپکٹر پولیس کی درخواست کو قائداعظم محمد علی جناح رد نہ کر سکے۔

یہ مقدمہ طلاق اور عدت کا تھا، اور چیف جسٹس سر برجو دلال اور جسٹس بوردوراج ساہنی کے ڈویژن بینچ میں زیرِ سماعت تھا، اس مقدمہ کا سری نگر میں پہلے ہی بڑا شہرہ تھا۔ جب اہلِ شہر کو معلوم ہوا کہ قائداعظم محمد علی جناح اس مقدمہ میں پیش ہو رہے ہیں تو مقدمہ کی اہمیت اور بڑھ گئی، عدالت کا کمرہ اور ملحقہ صحن تماشائیوں سے بھر گیا۔ جسٹس سر برجو دلال اور جسٹس بوردورج ساہنی بڑے قابل تھے۔ سر برجو دلال الٰہ آباد ہائی کورٹ کے ریٹائرڈ تھے۔ مقدمہ چونکہ عدت کا تھا۔ اس لیے فقہ سے استمداد کی ضرورت تھی۔ چنانچہ قائداعظم محمد علی جناح نے دلائل پیش کیے اور عدالت کو بتایا:

''مسلمانوں کے قمری سال کے مہینے کی طلوع ہلال سے شمار ہوتی ہے۔''

جسٹس سر برجو دلال نے پوچھا:

''اگر یہ طلوع نہ ہو تو؟''

قائداعظم محمد علی جناح نے جواب دیا:

''مائی لارڈ تب میں اسے طلوع نہیں کر سکتا۔''

یہ برجستہ جواب سن کر جسٹس سر برجو دلال کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور قائداعظم محمد علی جناح مزید دلائل پیش کرنے میں مصروف رہے۔

ایک مرحلہ پر قائداعظم محمد علی جناح نے کسی رولنگ کا حوالہ بھی دیا تو جسٹس سر برجو دلال نے کہا:

''ایسی رولنگ میری نظر کے سامنے سے نہیں گزری۔''

اس پر قائداعظم محمد علی جناح نے بڑے اعتماد سے کہا:

''مسٹر جناح تو یہی کہتا ہے۔''

تو جسٹس سر برجو دلال کے لیے مزید سوال کی گنجائش نہ رہی اور کہا:

''پھر ٹھیک ہے۔''

قائداعظم محمد علی جناح مقدمہ جیت گئے، اور جو فیس قائداعظم محمد علی جناح نے وصول کی وہ سری نگر کے ایک تعلیمی ادارے کو دے دی۔

اسلامی مملکت

◆ 24 اپریل 1943ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ دہلی میں قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا:

''ہمارے متعلق بہت سی غلط فہمیاں پھیلائی جا رہی ہیں، بہت سے فتنے برپا کیے جا رہے ہیں، پوچھا یہ جاتا ہے کہ کیا پاکستان میں اسلامی حکومت قائم ہوگی؟ ان بھلے مانسوں سے کوئی پوچھے کہ کیا یہ بھی کوئی ایسی بات ہے، جس کے متعلق کچھ پوچھنے کی ضرورت پیش آئے گی۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے اپنے ایک خطاب میں فرمایا:

''پاکستان سے یہ مطلب نہیں کہ ہم غیر ملکی حکومت سے آزادی چاہتے ہیں۔ اس سے حقیقی مراد مسلم آئیڈیالوجی ہے، جس کا تحفظ نہایت ضروری ہے، ہم نے صرف اپنی آزادی ہی حاصل نہیں کرنی، اس قابل بھی بننا ہے کہ ہم اس کی حفاظت کر سکیں اور اسلامی تصورات واصولات کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے اپنے ایک خطاب میں فرمایا:

''مسلمان پاکستان کا مطالبہ کرتے ہیں، جہاں وہ اپنے ضابطہ حیات کے مطابق اور وہ خود اپنے تہذیبی ارتقاء، روایات اور اسلامی قوانین کے مطابق حکمرانی کرسکیں۔''

مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ دہلی 24 اپریل 1943ء کو خطاب کرتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا:

''میں اس موقع پر ان جاگیرداروں اور سرمایہ پرستوں کے لیے جو عوام کی محنت سے پھلے پھولے ہیں، یہ انتباہ ضروری سمجھتا ہوں کہ ان کی یہ ذہنیت بدکرداری اور حرام خوری پر مبنی ہے، جس نے انہیں خود غرضی کی انتہا تک پہنچا دیا ہے، کہ ان سے کسی معقول روش کی توقع نہیں کی جاسکتی، عوام کو اپنے مفادات کی خاطر استعمال کرنا، ان کی فطرت میں داخل ہے، وہ اسلام کی ہدایات فراموش کرچکے ہیں، اور اس خود غرضی و مفاد پرستی نے انہیں اغیار کے مقاصد کا آلہ کار بنا رکھا ہے۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے 18 جون 1945ء کو مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''یہ صرف جان توڑ، مسلسل اور ناقابلِ شکست مساعی کے زور پر ممکن ہوگا کہ ہم اپنے عوام میں ایسی قوت پیدا کردیں، جس سے نہ صرف آزادی و استقلال کا حصول ممکن ہو، بلکہ اسے شایانِ شان طور پر متشکل بھی کیا جاسکے، پاکستان کا منشاء و مقصود آزادی اور استقلال تک محدود نہیں۔ یہ ان اسلامی آئیڈیالوجی کا آئینہ دار ہے، جو ہمیں ایک بیش بہا ورثے اور سرمایۂ حیات کے طور پر حاصل ہوئی ہے اور جس کے ثمرات سے دیگر اقوام بھی مستفید ہوں گی۔''

11 اپریل 1946ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے مسلم لیگ ارکان اسمبلی کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''قیامِ پاکستان کے بعد ہم اپنی سلطنت کا آغاز لڑائی جھگڑوں سے نہیں کریں گے، ہمیں خود اپنے لیے بہت کچھ کرنا ہوگا اور انہیں بھی، لیکن اگر انہوں نے اس کا آغاز کردیا، اور اپنے ہاں کی مسلم اقلیت سے برا سلوک کیا تو ہم خاموش تماشائی کی حیثیت اختیار نہیں کریں گے، اگر برطانیہ لارڈ گلیڈ اسٹون کے عہد میں اقلیتوں کے تحفظ کے نام پر آرمینیا کے معاملات میں دخل انداز ہوسکتا ہے تو پھر ہمیں یہ حق کیونکر حاصل نہیں ہوسکتا، اگر ہماری اقلیتوں پر کہیں بھی کوئی دباؤ ڈالا گیا تو ہم وہی راستہ اختیار کریں گے۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے 11 نومبر 1946ء کو قوم کے نام اپیل میں کہا:

''میں خدائے عظیم سے دعا کرتا ہوں کہ مسلمانوں کے دامن پر وہ بدنما داغ نہ لگے، جس کا مظاہرہ مظلوم مسلمانوں پر انسانیت سوز مظالم کرکے بہار میں کیا گیا ہے، ہمیں تہذیب و شرافت کو کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے، مسلمانوں پر جو ظلم ہو رہے ہیں، ان سے ہمارا کلیجہ چھلنی ہو رہا ہے، لیکن ہم مسلم اکثریت والے صوبوں میں بے گناہوں کو مار کر اپنا دل ٹھنڈا نہیں کریں گے، میں مسلمانوں سے پرزور اپیل کروں گا کہ وہ جہاں بھی اکثریت میں ہوں، غیر مسلموں کی حفاظتِ جان اور مال کے لیے جو کچھ بھی ممکن ہو کریں، اقلیت والے صوبوں میں مسلمانوں پر جو مظالم توڑے گئے ہیں، جو بے گناہ مسلمان شہید کیے گئے ہیں، یا مال اسباب لوٹا گیا ہے، ان کی قربانی رائیگاں نہیں جائے گی، وہ سمجھ لیں کہ انہوں نے جنگِ پاکستان اور آزادی کے لیے اپنا حق ادا کردیا ہے۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے اپنے ایک خطاب میں فرمایا:

''ہمارے ملک میں اس وقت دو قسم کے لوگ موجود

ہیں، ایک طبقہ پاکستان کو سیکولر ریاست بنانے کا حامی ہے، اور دوسرا طبقہ پاکستان میں روایتی اسلام کا نظام برپا کرنا چاہتا ہے، میں ذاتی طور پر صحیح اسلامی نظام کا دیانتداری سے خواہش مند ہوں، پاکستان کے علاقوں میں ہم اس قابل ہوسکیں گے کہ اسلام کے ترکے اور اپنے تہذیب وتمدن کی نگہبانی دوسروں کی مداخلت کے بغیر کرسکیں۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے 16 دسمبر 1946ء کو لندن میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

''ہم اپنی جداگانہ مملکت چاہتے ہیں، جس میں ہم اپنے مقدر کے مطابق زندگی بسر کرسکیں، ہندوؤں اور مسلمانوں کے اختلافات ایسے بنیادی ہیں کہ زندگی کا کوئی اہم معاملہ ایسا نہیں جس میں یہ (دونوں) متفق ہوں۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے اگست 1947ء میں لاہور میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

''ہم جانتے ہیں کہ ہمارے ساتھ کیسی کیسی بے انصافیاں اور زیادتیاں روا رکھی گئی ہیں تقسیم کا کام ختم ہو چکا ہے، اور ہمارے علاقوں کو جس قدر کم کیا جاسکتا تھا کر دیا گیا۔ باؤنڈری کمیشن کا فیصلہ نہ صرف غیر منصفانہ ہے، بلکہ بدنیتی پر بھی مبنی ہے، اسے قانونی فیصلہ نہیں کہا جاسکتا، یہ سیاسی فیصلہ ہے، بہرحال اب فیصلہ ہو چکا ہے، ہم نے جو وعدے کیے ہیں وہ پورا کریں گے، ہم اپنے الفاظ پر قائم ہیں۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے 26 مارچ 1948ء میں چٹا گانگ میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

''آپ درحقیقت میرے اور میری طرح لاکھوں مسلمانوں کے دل کی ترجمانی کریں گے، جب آپ کہیں گے کہ پاکستان کی بنیاد عدلِ عمرانی اور اسلامی سوشلزم پر رکھنی چاہیے جو اخوت انسانی پر سب سے زیادہ زور دیتا ہے، آپ ایسا کہنے میں ہی میرے خیالات کی ترجمانی کریں گے کہ یہاں ہر فرد کو نشوونما کے یکساں مواقع میسر ہونے چاہئیں۔''

پشاور میں قبائلی جرگہ سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناح نے 17 اپریل 1948ء کو فرمایا:

''آپ نے میرا جس گرم جوشی سے استقبال کیا ہے، اور جن الفاظ میں میری خدمات کا تذکرہ کیا ہے، میں اس کے لیے آپ کا شکرگزار ہوں، میں نے جو کچھ بھی کیا ہے، اسلام کا خادم ہونے کی حیثیت سے کیا ہے، ہم مسلمان ایک خدا، ایک کتاب قرآن مجید اور ایک رسول ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں، اس لیے ہمیں ایک ملت کی حیثیت سے زندہ رہنا چاہیے اور اس ملک میں غیروں کی حکومت نہیں، اب یہاں مسلمانوں کی حکومت اور مسلمانوں کا راج ہے۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے ایڈورڈ کالج پشاور سے 18 اپریل 1948ء کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''ذرا سوچیے کہ کوئی شخص اس سے بڑھ کر اور کس چیز کی توقع کرسکتا ہے کہ یہ عظیم خطۂ زمین اس اقتدار کے تابع آگئی ہے، جسے اسلامی اقتدار کہا جاسکتا ہے۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے یکم جولائی 1948ء کو سٹیٹ بنک آف پاکستان کی افتتاحی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''ہمارے پیش نظر مقصد یہ ہے کہ یہاں کے عوام خوشحالی اور اطمینان کی زندگی بسر کرسکیں، اس مقصد کا حصول مغرب کے اقتصادی نظام کو اختیار کرنے سے کبھی نہیں ہو سکے گا، ہمیں اپنا راستہ آپ متعین کرنا چاہیے، اور دنیا کے سامنے ایسا نظام پیش کرنا چاہیے جو اسلامی مساوات اور عدلِ عمرانی کے اسلامی

تصورات پر مبنی ہو، صرف یہی طریق ہے جس سے ہم اس فریضے سے عہدہ برآ ہو سکیں گے، جو ہم پر مسلمان ہونے کی حیثیت سے عائد ہوتا ہے، ہم دنیا کو وہ پیغام دے سکیں گے، جو اسے تباہیوں سے بچا لے گا اور نوعِ انسانی کی بہبود و مسرت اور خوشحالی کا ضامن ہو سکے، یہ کام کسی اور نظام سے نہیں ہو سکتا۔''

◆ رانا زاہد اقبال اپنے کالم ''قائداعظم کی منزل سیکولر نہیں اسلامی مملکت'' میں یوں رقم طراز ہیں:

''تشکیلِ پاکستان کی منزل تک پہنچنے والی کہانی اکبر کے دینِ الٰہی کے خلاف مجدد الف ثانی کی تحریک سے شروع ہو کر شاہ ولی اللہ کے دینی و سماجی افکار، اردو ہندی تنازع پر سرسید کی تشویش اور اقبال کے خطبہٗ الٰہ آباد سے ہوتی ہوئی قائداعظم کی بے مثال قیادت تک آتی ہے۔ اقبال کے تصور پاکستان کو قائداعظم نے عظیم اسلامی سلطنت کی صورت میں پروان چڑھایا۔ اقبال نے محض نسلی و علاقائی ریاست کی بجائے اعلیٰ انسانی مقاصد کے حصول کی خاطر نظریاتی ریاست کا تصور دیا، اور اس نقطۂ نظر کا اظہار کیا کہ جو انسانی جمعیت اشتراک کی مادی بنیادوں کے ساتھ ساتھ اعلیٰ انسانی مقاصد پر مبنی کوئی نظریہ حیات بھی رکھتی ہو، صرف اس کو ریاست کی تشکیل کرنی چاہیے۔ اس کے ساتھ اقبال نے یہ بھی واضح کر دیا کہ اس حوالے سے ان کی ترجیح برصغیر کی اسلامی برادری ہے، اور چونکہ مشترکہ ہندوستان کے مسلمان فکری و تہذیبی اور سماجی و ثقافتی اشتراک کے ساتھ ایسے علاقے بھی رکھتے ہیں، جن میں ان کی اکثریت ہے، اسی لیے انہیں ان علاقوں میں اپنی آزاد، خودمختار ریاست یا ریاستیں بنانے کا موقع ملنا چاہیے۔ یوں اقبال انگریزوں کے متوقع انخلاء کے بعد ہندی مسلمانوں کے دینی و تہذیبی تشخص کے بقا و سلامتی اور اپنے نظریہ حیات کے مطابق مستقبل کی تعمیر کی تدبیر کر رہے تھے، اور یہی نظریہ پاکستان کی تخلیق کا باعث بنا، جسے قائداعظم نے آگے بڑھایا۔

اس کو نظریۂ اسلام یا نظریۂ پاکستان کہا جاتا ہے۔ قائداعظم ایک سچے مسلمان تھے، جبکہ آج کچھ نام نہاد دانشور قائداعظم کو سیکولر ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ قائداعظم قراردادِ پاکستان کے نصب العین کے مطابق پاکستان کو ایک جمہوری اسلامی ریاست بنانا چاہتے تھے نہ کہ سیکولر اسٹیٹ۔

9 جون 1947ء کو نمائندہ کونسل کی میٹنگ کے دوران جب ایک مولانا نے قائد سے پوچھا کہ آپ پاکستان بنا رہے ہیں، اس کا آئین کیسا ہوگا، تو بانی پاکستان نے ان کی طرف دیکھا اور کہا ''قرآن وسنت'' اس پر مولانا خاموش ہو گئے۔

اسی طرح امریکی عوام کو اپنے نشری بیان میں مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان کا آئین اسلامی اصولوں کے مطابق ہوگا اور یہ اصول چودہ سو سال پہلے متعین کر دیے گئے تھے، اور انہی پر عمل ہوگا۔ انہوں نے مزید کہا کہ ہم نے اسلام کے نظریات سے جمہوریت کا سبق سیکھا ہے۔ اسلام ہمیں انسانی مساوات، انصاف اور ہر ایک سے رواداری کا سبق دیتا ہے۔ ہم ان عظیم روایات کے امین ہیں۔ آپ نے پاکستان کے آئین کی وضاحت کرتے ہوئے کہا:

''پاکستان کا آئین ابھی بننا ہے۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ جمہوری نوعیت کا ہوگا، ان اصولوں کا اطلاق آج کی عملی زندگی میں بھی اسی طرح ہو سکتا

ہے، جس طرح آج سے تیرہ سو سال پہلے ہوا تھا۔''

قائد کی اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ وفاداری کا عالم یہ تھا کہ 21 نومبر 1945ء کو پشاور میں تقریر کرتے ہوئے کہا: ''جب تک میں زندہ ہوں مسلمانوں کے خون کا ایک قطرہ بھی بے فائدہ نہیں بہنے دوں گا نہ ہی مسلمانوں کو کبھی ہندوؤں کا غلام بننے دوں گا۔''

قائداعظم کو سیکولر کہنے والے ثابت کریں کہ قائداعظم محمد علی جناح نے پاکستان بنانے کی جدوجہد کے دوران یا قیامِ پاکستان کے بعد کوئی ایک فقرہ بھی ایسا کہا ہو جو اسلامی تعلیمات اور اسلامی نظامِ حیات سے متصادم ہو۔ قائداعظم کے راسخ العقیدہ مسلمان ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کو ایک علیحدہ وطن لے کر دیا۔ قائد نے 11 اکتوبر 1947ء کو حکومتِ پاکستان کے افسران سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''ہمارا نصب العین یہ تھا کہ ہم ایسی مملکت کی تخلیق کریں جہاں ہم آزاد انسانوں کی طرح رہ سکیں، جو ہماری تہذیب و تمدن کی روشنی میں پھلے پھولے اور جہاں معاشرتی انصاف کے اسلامی تصور کو پوری طرح کا موقع ملے۔''

منشی عبدالرحمان 1986ء میں چھپنے والی اپنی کتاب ''قائداعظم کا مذہب اور عقیدہ'' میں رقمطراز ہیں:

''قائداعظم کے ایک سابق اے ڈی سی جناب محی الدین نے بتایا کہ ایک دفعہ قائداعظم شیروانی صاحب کے بنگلہ میں مقیم تھے، تین بجے شب کے قریب فرسٹ فلور پر مسٹر جناح کے کمرے میں سے ایک زوردار آواز آئی۔ میں خود برابر والے کمرے میں مقیم تھا۔ اب آواز سن کر وہاں گیا تو میں نے دیکھا کہ محمد علی جناح نیت باندھ کر نمازِ تہجد ادا کر رہے ہیں، اور پانی کی ایک بوتل ٹوٹی پڑی ہے۔ پتہ چلا اپنے خالقِ حقیقی کے سامنے سربسجود ہونے کے لیے اٹھے تو کسی طرح بوتل سے ان کا ہاتھ ٹکرا گیا اور وہ چکنا چور ہو گئی۔''

محترمہ ثریا خورشید اپنی کتاب ''فاطمہ جناح کے شب و روز'' میں بیان کرتی ہیں کہ قائداعظم کے مخالف انہیں ہمیشہ مغربی تہذیب کا دلدادہ سمجھتے تھے۔ ان کی خوش پوشی اور روانی سے انگریزی بولنے کی مہارت سے غلط اندازے لگاتے تھے، لیکن بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ قائداعظم صحیح العقیدہ مسلمان تھے، اور انہیں اپنے مذہب سے والہانہ عقیدت تھی۔ اس لیے ہندو انہیں خرید نہ سکا، اور نہ ہی انگریز کو یہ جرأت ہوئی کہ ان کے نظریات بدل سکے۔

راست باز، مدبر اور عزم و استقلال میں بے مثال اور ذہانت و صداقت میں بے نظیر شخص نے تیز آندھیوں اور طوفانوں کا تنہا مقابلہ کر کے تاریخ کا رخ موڑ دیا۔ قائداعظم کی وفات کے بعد مفاد پرست سیاستدانوں، جاگیرداروں اور نام نہاد دانشوروں کے ایک مخصوص طبقے نے قائداعظم کو سیکولر ثابت کرنا شروع کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک اسلامی نظام کی منزل سے دور ہوتا گیا۔ قائداعظم جن خطوط پر پاکستان کا معاشرتی اور جمہوری نظام قائم کرنا چاہتے تھے، اگر ہم قائد کی وفات کے بعد پاکستان کی تعمیر ان خطوط پر کرتے تو یقیناً آج پاکستان مختلف ہوتا، آج حالت یہ ہے کہ لوگوں میں احساسِ محرومی ہے، مختلف قومیتوں کی باتیں ہو رہی ہیں، جان و مال اور آن محفوظ نہیں ہے۔''

(روزنامہ نوائے وقت، اشاعت 11 ستمبر 2013ء)



قائداعظمؒ سر سٹیفورڈ کرپس سے مصافحہ کرتے ہوئے۔

اسلامیہ کالج پشاور

اسلامیہ کالج پشاور اس درس گاہ کے نوجوانوں نے تحریکِ پاکستان کے ایام میں مسلم لیگ اور قائداعظم محمد علی جناح کا بھرپور ساتھ دیا اور ان کے پیغام کو عام کیا۔

قائداعظم محمد علی جناح نے جن تعلیمی اداروں کو اپنی جائیداد میں سے حصہ دینے کی وصیت کی تھی۔ ان میں اسلامیہ کالج پشاور بھی شامل ہے۔ اس درسگاہ کو صاحب زادہ عبدالقیوم نے ایک مدرسہ دارالعلوم اسلام کی حیثیت سے قائم کیا تھا جسے ایک سال میں ہی ترقی دے کر 1913ء میں کالج کا درجہ دے دیا گیا۔ ازاں بعد پشاور سے 5 میل کی مسافت پر کالج کی نئی اور دیدہ زیب عمارت تعمیر کی گئی۔

اسلامیہ کالج پشاور نے صوبہ سرحد کے عوام میں قومی بیداری اور جذبہ حریت پیدا کرنے میں نہایت اہم خدمات انجام دیں۔

صوبہ سرحد کے نوجوانوں کو دینی علوم کے ساتھ ساتھ مغربی علوم سے روشناس کرانے کے لیے علی گڑھ کالج کی طرز پر صاحب زادہ عبدالقیوم خاں نے جو ان دنوں اسسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ تھے، اپنے اثر ورسوخ سے کام لے کر اس کالج کے قیام کی بنیاد رکھی۔ اس ضمن میں ایک کمیٹی بنائی گئی، اور مئی 1912ء تک 812466 روپے جمع کیے گئے۔ باب خیبر سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر 996 کنال اراضی بہ عوض تیس ہزار ایک سو چھیاسٹھ روپے میں خرید کر دارالعلوم اسلامیہ سرحد کے نام سے ایک تعلیمی ادارے کی بنیاد رکھی گئی۔ اس کا سنگ بنیاد حاجی صاحب ترنگ زئی نے رکھا۔ مارچ 1913ء میں کالجیٹ سکول کا افتتاح ہوا۔

اور درس وتدریس کا کام شروع ہوا۔ ابتداء میں اس کالج میں 25 طلباء نے داخلہ لیا۔ اسلامیہ کالج پشاور کی عمارت مغلیہ طرزِ تعمیر کا شاہکار نمونہ ہے، اسے یہ شرف بھی حاصل رہا ہے کہ قائداعظم محمد علی جناح تین مرتبہ اس کالج میں تشریف لائے۔ پہلی بار 1936ء میں دوسری بار نومبر 1945ء میں اور تیسری بار 12 اپریل 1948ء کو اور طلباء اور اساتذہ سے خطاب بھی فرمایا۔

قائداعظم محمد علی جناح نے اپنی وصیت میں اسلامیہ کالج کے لیے اپنی کل جائیداد میں سے ایک تہائی حصہ وقف کیا تھا۔

1988ء میں اس کالج کی ڈائمنڈ جوبلی منائی گئی۔

اسلامیہ کالج لاہور

اس کالج کو تحریک پاکستان میں نمایاں حصہ لینے کا اعزاز حاصل ہوا۔ تحریک پاکستان کے ایام میں اسلامیہ کالج لاہور کے طلباء نے جو کردار ادا کیا وہ کسی سے پوشیدہ ومخفی نہیں۔ اسلامیہ کالج کے طلباء کو یہ شرف حاصل ہے کہ انہوں نے قائداعظم محمد علی جناح کی ایک آواز پر لبیک کہتے ہوئے سیاست کی پرخار وادی میں قدم رکھا۔ اس کالج کے طلباء نے پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن بھی قائم کی۔ ع۔ع کی عام کتاب ''حیات حمید نظامی'' کے مطابق 1940ء میں اسلامیہ کالج لاہور کے جلسہ تقسیم اسناد کے موقع پر قائداعظم محمد علی جناح نے جلسہ کی صدارت فرمائی اور اس موقع پر طلباء سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

> ''قوم کی تمام امیدیں آپ سے وابستہ ہیں۔ آپ ہی قوم کے اصل معمار ہیں تعلیم کے ساتھ ساتھ اپنے ملی فرائض کو نہ بھولیے۔''

نومبر 1942ء میں قائداعظم محمد علی جناح جب پنجاب کے دورے پر اسلامیہ کالج لاہور کے طلباء کی دعوت پر ریواز ہوسٹل میں تشریف لائے تو اس موقع پر ممتاز صحافی ظہور عالم شہید نے ان کی خدمت میں خطبہ استقبالیہ پیش کیا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے اس وقت طلباء سے مختصر خطاب بھی فرمایا۔ اس کے

علاوہ قائداعظم محمد علی جناح نے 1944ء میں حبیبیہ ہال لاہور میں خطاب فرمایا۔ مارچ 1945ء اور 1946ء میں بھی قائداعظم محمد علی جناح لاہور تشریف لائے۔ 1946ء میں شملہ کانفرنس کے دوران اسلامیہ کالج کے طلباء نے قائداعظم محمد علی جناح کے محافظوں کا کردار ادا کیا۔

مارچ 1946ء میں جلسہ تقسیم اسناد کے موقع پر حکیم آفتاب احمد قرشی نے قائداعظم محمد علی جناح کو جلسہ کی صدارت کرنے کی درخواست کی۔ اپنے صدارتی خطاب میں قائداعظم محمد علی جناح نے اسلامیہ کالج لاہور کے طلباء کی ان خدمات کو سراہا جو انہوں نے تحریک پاکستان کے سلسلے میں انجام دی تھیں۔ قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا:

Last year we met in March (1945) This year we are meeting in march, Let us March, Let us March on.

''گزشتہ برس ہم مارچ (1945ء) میں ملے تھے اس سال ہم مارچ میں ملاقات کر رہے ہیں۔ آیئے ہم آگے بڑھیں۔''

اسلامیہ ہائی سکول (مری روڈ)

قائداعظم محمد علی جناح نے 5 مئی 1936ء کو اس سکول میں ایک جلسہ عام سے خطاب کیا۔

یہ سکول قیامِ پاکستان تک راولپنڈی میں مسلمانوں کا واحد سکول تھا۔ اسے انجمن اسلامیہ (رجسٹرڈ) راولپنڈی نے 1892ء میں کرائے کی عمارت میں قائم کیا، پھر سیٹھ ماموں جی نے عمارت کے لیے چار ہزار روپے دیے۔ اس سکول کی 1899ء میں تعمیر ہوئی، اور اس کا نام ماموں جی اسلامیہ ہائی سکول پڑا۔ موجودہ عمارت 1914ء کو پایہ تکمیل کو پہنچی۔ 1940ء میں سکول کے نام سے ماموں جی کا لفظ حذف کر دیا گیا۔ تحریکِ پاکستان کے سلسلے میں اس سکول کے طلباء نے اہم کردار ادا کیا۔ 26 فروری 1941ء کو نواب بہادر یار جنگ قاضی عیسیٰ، مولانا عبدالحامد بدایونی اور مولانا کرم علی فرخ آبادی نے خطاب کیا۔ یہاں 7، 8 مارچ 1942ء کو پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کا دوسرا سالانہ اجلاس منعقد ہوا۔ 1942، 1943 اور 1944ء میں یومِ پاکستان کے سلسلے میں جلسے ہوئے۔

جون 1944ء میں راولپنڈی ڈسٹرکٹ مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی کانفرنس میں آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عمل کے معزز ارکان نے تقریریں کیں۔

اسلامی ریاست

آل انڈیا مسلم لیگ کا 26 واں سالانہ اجلاس قائداعظم محمد علی جناح کی زیرِصدارت 25 فروری 1940ء کو منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں اسلامی ریاست کی تشکیل کے حوالے سے تجاویز دی گئیں۔

چودھری خلیق الزماں کی تجویز حسب ذیل تھی۔

''حکومت برطانیہ کو انڈیا ایکٹ 1935ء میں ترمیم کرنی چاہیے، لیکن ہم نے تا حال اپنی منزل کا تعین نہیں کیا اور اس سے قبل فیڈریشن کے مسئلے پر انکار کر چکے ہیں لہٰذا غیر وفاقی صورت میں مسلم آبادی والے اکثریتی صوبوں شمال مغربی سرحدی صوبہ، پنجاب، صوبہ سندھ، بلوچستان، بنگال اور آسام پر مشتمل ایک جداگانہ اسلامی ریاست کا مطالبہ کرنا چاہیے اور ہندو اکثریت والے علاقے کانگریس کے لیے رہنے دیے جائیں۔''

سر سکندر حیات نے چودھری خلیق الزماں کی اس تجویز سے اتفاق نہ کیا اور مطالبہ کیا:

''ان کے گزشتہ مطالبات یعنی مسلمانوں کی جداگانہ

مملکت سات علاقوں پر مشتمل ہو یعنی پنجاب اور بنگال کے دو علاقے علیحدہ علیحدہ صوبوں پر مشتمل ہوں اور دونوں اسلامی مملکت میں شامل ہوں۔''

دو گھنٹے تک بحث مباحثے کے بعد چودھری خلیق الزماں کی تجویز کو اتفاق رائے سے منظور کرلیا گیا اور قائداعظم محمد علی جناح نے سر سکندر حیات خاں کی تجویز اکثریت رائے سے نامنظور کر دی۔ اسی تجویز کو بنیاد بنا کر 23 مارچ 1940ء کو لاہور میں قرارداد پاکستان منظور کی گئی۔

اسلم

21 مارچ 1940ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں شرکت کرنے کے لیے قائداعظم محمد علی جناح جب لاہور تشریف لائے یہ بات ان کے علم میں لائی گئی کہ

19 مارچ کے سانحہ میں بہت سے خاکسار ہلاک ہونے کے علاوہ بہت سے زخمی بھی ہو چکے ہیں اور زخمی میو ہسپتال میں زیرعلاج ہیں۔ قائداعظم کو یہ سن کر دکھ ہوا اور وہ اسی روز میو ہسپتال تشریف لے گئے اور زخمیوں کی عیادت کی، زخمی خاکساروں نے ہاتھوں میں بیڑیاں پہنی ہوئی تھیں اور جب قائداعظم ہسپتال میں زخمی خاکساروں کے قریب پہنچے تو سالار کی آواز ''اسلم'' کی گونج بلند ہوتے ہی بیڑیوں والے ہاتھ قائداعظم محمد علی جناح کو پرخلوص سلامی پیش کرنے کے لیے اٹھ گئے اس جذباتی فضا میں قائداعظم محمد علی جناح نے اعلان کیا کہ وہ اس وقت تک لاہور نہیں چھوڑیں گے جب تک مجرموں کو کیفر کردار تک نہیں پہنچایا جاتا۔

قائداعظم محمد علی جناح نے حکومت سے گفت و شنید کے لیے وقت مانگا انہوں نے خاکساروں کو تمام سرگرمیاں بند کر دینے کی ہدایت کی تاکہ صلح کی راہ میں رکاوٹ پیدا نہ ہو۔ حکومت کی عدم دلچسپی پر قائداعظم محمد علی جناح نے کہا:

''حکومت پنجاب خاکساروں کا ایک بھی مطالبہ منظور نہیں کرتی لہٰذا میں بہ حیثیت صدر آل انڈیا مسلم لیگ حکومت پنجاب کو متنبہ کرتا ہوں کہ اگر خاکساروں کا مطالبہ منظور نہ کیا گیا تو میں مسلم لیگ کو بھی خاکساروں میں شامل کر کے دوبارہ محاذ قائم کر دوں گا۔''

(الاصلاح 2 اگست 1942ء)

اسلامی معاشرہ

حافظ عثمان احمد اپنے مضمون میں یوں رقمطراز ہیں:

''اسلامی معاشرہ کے محاسن اور خوبیوں کا احاطہ کیا جائے تو سب سے اہم اور منفرد وصف جو اسے دیگر تمام معاشروں سے ممیز و ممتاز کرتا ہے وہ یہ ہے کہ اسلامی معاشرہ کا خمیر ہی امن سے اٹھتا ہے اور رواداری اس کی اصل پہچان ہوتی ہے۔ خواہ کوئی بھی فرقہ یا طبقہ ہو، کسی بھی رنگ یا نسل کا باشندہ ہو اسلامی معاشرہ میں آ کر حقیقی آسودگی پا لیتا ہے۔ شرط صرف یہ ہے کہ خالص اسلامی روایات اور تعلیمات محمدی ﷺ پر عمل کیا جائے۔ اگر ہم اسلامی تاریخ کا جائزہ لیں تو سب سے پہلے قائم ہونے والی اسلامی مملکت مدینہ طیبہ کے قیام میں بنیاد کا درجہ رکھنے والا معاہدہ یعنی میثاق مدینہ ہمارے لیے روشنی کا مینارہ ثابت ہوتا ہے۔ میثاق مدینہ میں کائنات کے عظیم ترین مصلح اور پیغمبر انسانیت کا رتبہ رکھنے والے تاجدار مدینہ ﷺ نے ہر حوالے سے باشندگان معاشرہ کے حقوق کو تحفظ فراہم کیا۔ جہاں تک اقلیتوں کے حقوق اور ان کے درجے کا تعلق ہے تو اس میثاق میں بڑے واضح اور واشگاف الفاظ میں ان کا تعین کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اگر کتب سیرت کا مطالعہ کیا جائے تو ایسے بہت سے واقعات

ملتے ہیں جن سے نبی اکرم ﷺ کی زندگی کے دو پہلو نظر آتے ہیں جو درحقیقت ایک ہی پہلو کے دو جزو ہیں، یعنی اسلام کی تبلیغ اور اس تبلیغ کو قبول نہ کرنے والوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا برتاؤ۔ انہی شاندار تعلیمات کے امین بنتے ہوئے بانی پاکستان نے پاکستان دستور ساز اسمبلی کے اولین صدر اور قائداعظم کی حیثیت سے قوم کے لیے جو نقش راہ متعین کیا وہ لائق تحسین ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم نے اس ''میگنا کارٹا'' پر عمل کے حوالے سے انتہائی ڈھٹائی کا ثبوت دیا ہے۔ قائداعظم محمد علی جناح کی 11 اگست 1947ء کی 40 منٹ کی تقریر میثاق مدینہ کی تابناک دستوری شقوں سے ہم آہنگ ہے۔

مثلاً قائداعظم نے فرمایا:

''پاکستان میں تمام اقلیتوں کو مساوی حقوق حاصل ہوں گے۔ ان کو جائز حد تک زیادہ سے زیادہ آزادی دی جائے گی۔ اگر ہمیں پاکستان کی اس عظیم الشان ریاست کو خوش اور خوشحال بنانا ہے تو ہمیں اپنی تمام اور قطعی توجہ لوگوں کی فلاح و بہبود کی طرف لگا دینی چاہئے۔ خصوصاً عوام اور غریبوں کی طرف۔''

''میں پاکستان کی اقلیتوں سے بھی یہ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ اگر تم نے تعاون کے جذبے سے کام لیا، ماضی کو بھلا دیا اور جھگڑوں کو بھلا دیا اور جھگڑوں کو دفن کر دیا، تو میں کہہ سکتا ہوں کہ تم سے ہر ایک چاہے تمہارا تعلق کسی بھی فرقے سے ہو، چاہے تمہارا رنگ، ذات اور عقیدہ کچھ بھی ہو، اول بھی اس ریاست کا باشندہ ہو گا اور دوئم بھی اور آخر میں بھی تمہارے حقوق، مراعات اور ذمہ داریاں برابر ہوں گی۔''

قائداعظم نے مستقبل کے منظرنامے کو اپنی بصارت افروز نظر سے بھانپتے ہوئے یہ بھی فرمایا ''حکومت پاکستان میں تم کو اپنے مندروں اور پرستش گاہوں میں جانے کی آزادی ہے۔ آپ کسی بھی مذہب کے مقلد ہوں یا آپ کی ذات اور عقیدہ کچھ بھی ہو، اس سے پاکستان کی حکومت کو کوئی تعلق نہیں ہے۔ یورپ خود کو مہذب کہتا ہے، لیکن وہاں تمیزیں موجود ہیں مگر ہماری ریاست کسی تمیز کے بغیر قائم ہو رہی ہے۔ ایک فرقے یا دوسرے فرقے میں کوئی تمیز نہ ہو گی، نہ ذات اور عقیدہ کی تمیزیں ہوں گی۔ ہم اس بنیادی اصول کے ماتحت کام شروع کر رہے ہیں کہ ہم ریاست کے باشندے اور مساوی باشندے ہیں۔ ہمیں اس اصول کو اپنا مطمعٔ نظر بنا لینا چاہئے اور پھر آپ دیکھیں گے کہ ہندو، ہندو نہیں رہیں گے اور مسلمان، مسلمان نہیں رہیں گے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کے مذہب مٹ جائیں گے کیونکہ مذہب کو ماننا ہر شخص کا ذاتی عقیدہ ہے۔ میرا مطلب سیاسی تمیز ہے، وہ سب ایک قوم کے افراد ہو جائیں گے۔''

ایک اور موقع پر قائداعظم محمد علی جناح نے نئی دہلی میں پریس کانفرنس کرتے ہوئے مملکت پاکستان کی اقلیتوں کو یقین دلایا کہ پاکستان میں ان کے مذہب، عقیدے، مال و جان اور ثقافت کو تحفظ حاصل ہو گا۔ پاکستان میں اقلیتوں کے تحفظ کا یقین دلاتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناح نے 13 جولائی 1947ء کو ایک مرتبہ پھر یہ واضح کیا کہ ''میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ اقلیتوں کے بارے میں، میں نے جو بات بار بار کہی ہے، میں اس سے ہرگز پیچھے نہیں ہٹوں گا۔ اقلیتوں کا تحفظ کیا جائے گا، ان کا تعلق خواہ کسی فرقے سے ہو۔ انہیں اپنے مذہب، عقیدے، اپنی جان اور

اپنی تمدن کا تحفظ حاصل ہوگا۔ وہ بلا امتیاز ذات پات اور عقیدہ ہر اعتبار سے پاکستان کے شہری ہوں گے۔ ان کے حقوق ہوں گے اور انہیں مراعات حاصل ہوں گی اور اس کے ساتھ ساتھ بلاشبہ شہریت کے تقاضے بھی ہیں، لہٰذا اقلیتوں کی ذمہ داریاں بھی ہوں گی۔ وہ اس مملکت کے کاروبار میں اپنا کردار بھی ادا کریں گی۔ جب تک کہ اقلیتیں مملکت کی وفادار ہیں اور صحیح معنوں میں ملک کی خیر خواہ رہیں اور جب تک مجھے کوئی اختیار حاصل ہے انہیں کسی قسم کا اندیشہ نہیں ہونا چاہئے۔''

قائداعظم کے مندرجہ بالا تمام فرامین سے یہ نتیجہ بخوبی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ پاکستان میں بسنے والے اقلیتوں کو ہر سطح پر تحفظ حاصل ہوگا اور اس تحفظ کا دائرہ کار ان کے مال و جان سے لے کر مذہبی آزادی تک ہوگا۔ اگر ہم آج 67 سال بعد قائداعظم کے پاکستان کو دیکھتے ہیں تو یہ فیصلہ کرنا مشکل نہیں لگتا کہ یہ پاکستان قائد اور اقبال کا پاکستان نہیں ہے۔ آج ہم تباہی کے دہانے پر کھڑے ہیں کیونکہ ہم نے اپنے بانیان کے افکار کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ اقلیتوں کے حقوق کا مسئلہ ہو یا معاشرے میں پھیلی ہوئی بدامنی۔ ان تمام خرافات کا خاتمہ صرف اور صرف اپنی اصل کی طرف لوٹ جانے میں ہی مضمر ہے۔''

(ماہنامہ نظریہ پاکستان، اشاعت دسمبر 2013ء)

اسمے لارڈ اور جناح بات چیت

حکومت برطانیہ کی خفیہ دستاویزات میں سے دستاویز نمبر 222 کا متن

لارڈ اسمے اور مسٹر جناح کے مابین بات چیت کا ریکارڈ

24 جولائی 1947ء

''میں نے آغاز میں کہہ دیا ہے کہ میں انتہائی سنجیدہ اور کوئی لگی لپٹی رکھے بغیر بات کرنا چاہتا ہوں۔ یہ مبالغہ نہیں کہ گزشتہ عرصے میں جو واقعات ہوئے ہیں، ان کی بنا پر وائسرائے مسٹر جناح کے ساتھ دوستانہ تعاون سے انتہائی مایوس ہو گئے ہیں۔ جتنا بھی وائسرائے نے جناح کی مدد کرنے اور ان کی توقعات پوری کرنے کی کوشش کی، مسٹر جناح تقریباً ہمیشہ مخالفت ہی کرتے رہے، ہر بار یہی حال رہا۔

سب سے پہلے تو عین آخر وقت پر مسٹر جناح نے اعلان کر دیا کہ پاکستان کے گورنر جنرل وہ خود بننا چاہتے ہیں۔ اس نے وائسرائے کی پوزیشن انتہائی خراب کر دی، اور نتیجتاً تقریباً تمام سیاسی حلقوں میں مسٹر جناح کی حمایت کو دھکا لگا۔ دوسرے وائسرائے نے خاص طور پر مسٹر جناح سے کہا کہ وہ مسلم پریس کو یہ شیخی بگھارنے سے روکیں کہ ہندوستان انگریز گورنر جنرل برقرار رکھ رہا ہے۔ جبکہ پاکستان ''اپنا'' گورنر جنرل لایا ہے۔ مسٹر جناح نے اس کا وعدہ کیا، مگر اسے پورا نہیں کیا۔ ڈان بالکل وہی کرتا رہا، جو وائسرائے نہیں چاہتے تھے۔

تیسرے پرچم کا مسئلہ تھا۔ مسٹر جناح نے یہ تاثر دیا کہ پاکستان کے پرچم کے کونے پر یونین جیک ہوگا، مگر آخر میں صاف جواب دے دیا کہ وہ ایسا نہیں کر سکتے۔

آخر میں مسٹر جناح نے اب یہ کہہ دیا ہے کہ وہ اپنی رہائش گاہ پر وہ جھنڈا نہیں لہرائے گا جو تمام ڈومینین کے گورنر جنرل لہراتے ہیں۔ نیز پاکستان نیوی سفید پرچم نہیں لہرائے گی۔ یہ دونوں انکار سب سے زیادہ غیر مہربان زخم ہے۔ جو ان کی طرف سے لگا ہے اور وائسرائے (ان وجوہات کی بنا پر جنہیں میں نے ذرا تفصیل سے بتایا) نے اسے اس قدر گہرائی سے محسوس کیا کہ انہوں نے وزیراعظم کے نام ٹیلی گرام بھیجنے کے لیے تیار کی، جس میں کہا کہ مسٹر جناح کے ساتھ تعاون کا نتیجہ مایوس کن رہا ہے اور مزید ہدایات مانگیں، تاہم لارڈ ماؤنٹ

بیٹن نے کچھ مزید غور وخوض کے بعد اسے روک لینے کا فیصلہ کیا ہے۔ مسٹر جناح نہایت تحمل سے میری بات سنتے رہے، اور اس کے بعد باری باری میری ہر بات کا جواب دیا۔ پہلی بات کے جواب میں انہوں نے احتجاج کیا کہ آغاز ہی سے انہوں نے مشترکہ گورنر جنرل کی تجویز سے اتفاق نہیں کیا تھا۔ انہیں ہمیشہ یقین رہا کہ یہ تجویز قابلِ عمل نہیں، اور اب بھی ایسا ہی یقین ہے۔ میں نے مداخلت کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں اس پر افسوس نہیں کہ ان کی رائے کیا ہے۔ ہماری شکایت یہ ہے کہ انہوں نے یہ بتانے کے لیے آخری لمحے کا انتظار کیا۔ میں نے انہیں یقین دلایا کہ سر میویل اور میں نے جون کے ابتدائی ایام میں مسٹر لیاقت علی خان سے کہا تھا کہ وہ مسٹر جناح کو جتنی جلدی ہو سکے گورنر جنرل کی نامزدگی کے لیے آمادہ کریں۔ اس صورت میں بہت سی غلطیوں اور پریشانیوں سے بچا جا سکتا ہے۔ مسٹر جناح یہی دہراتے رہے کہ انہوں نے وائسرائے کو کبھی معمولی سا تاثر بھی نہیں دیا کہ میں مشترکہ گورنر جنرل کی تجویز سے متفق ہوں۔ اس لیے اس پر مزید گفتگو کا فائدہ نہیں تھا۔

اس کے بعد وہ مسلم لیگ پریس کے معاملے کی طرف آئے۔ انہوں نے کہا کہ انہوں نے اپنا وعدہ پورا کیا اور مسلم پریس نے کسی قسم کی شیخی نہیں بگھاری تاوقتیکہ کانگریس پریس نے شور مچایا کہ مسٹر جناح پہلے مشترکہ گورنر جنرل پر متفق ہو گئے اور اس کے بعد مکر گئے۔ یہ ناقابلِ برداشت اور جھوٹا پروپیگنڈہ تھا، جس کا جواب دینا ضروری تھا۔ میں نے اندازہ کیا کہ میں سین سے غیر حاضر رہا۔ کافی وقت لندن میں گزارا اس لیے اس مسئلے پر مضامین نہیں دیکھ سکا، لہٰذا اس معاملہ پر بات جاری رکھنے کی پوزیشن میں نہیں تھا، پھر ہم وائسرائے کے پاکستان کے پرچم کے ڈیزائن کی طرف آئے، جس کے اوپر کے کارنر پر یونین جیک بنا تھا۔ مسٹر جناح نے اعتراف کیا کہ شروع میں جب انہیں یہ دکھایا گیا تو اسے منظور کرنے کی طرف مائل تھے، کیونکہ انہیں اس میں کوئی قابلِ اعتراض بات نظر نہیں آئی تھی، مگر کیا کہ بعد میں جب انہوں نے اپنے رفقاء سے مشورہ کیا تو ان سبھی نے فوری طور پر واضح کیا کہ ایک پرچم میں ہلال اور صلیب اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ ماضی کی تمام نفرتیں اور رقابتیں ابھر کر سامنے آ جائیں گی۔ میں نے کہا وائسرائے کو ان کی اس مشکل کا احساس ہے، مگر اپنی رہائش گاہ پر ڈومینین فلیگ لہرانے سے انکار سمجھ میں نہیں آیا۔ اس نقطے پر مسٹر جناح قدرے متزلزل لگے۔ انہوں نے بعض غیر متعلقہ امور سے آغاز کیا۔ مثلاً 15 اگست کے بعد بادشاہ کے لیے ''جارج آر 1'' کے دستخط جاری رکھنا غلط ہے، کیونکہ ہزمیجسٹی شہنشاہ ہندوستان نہیں رہیں گے، اور اگر وہ اس پر مصر رہے تو اس سے عوام میں ناراضگی پھیلے گی۔ انہوں نے اگلی دلیل یہ پیش کی کہ وہ اپنی ذاتی رہائش گاہ پر جو پرچم چاہیں، لہرا سکتے ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ رہائش گاہ ایک طرح سے ذاتی نہیں۔ یہ رہائش بادشاہ کے نمائندے کی ہے، اس لیے مناسب یہی ہے کہ بادشاہ کی علامت اس پر لہرائے۔

اس کے بعد مسٹر جناح نے جمہوریہ آئر کی دستوری پوزیشن کو کھنگالنا شروع کر دیا۔ اس نے کہا کہ پاکستان اور بھارت کا دستور بھی دوسری ڈومینیوں کی بجائے آئر کی طرح کا ہوگا۔ علیحدہ ہونے کے لیے جنہیں ایکٹ آف برٹش پارلیمنٹ کی ضرورت نہیں۔ اس لیے وہ آئر کے نمونے کے حق میں ہے۔ میں نے کہا کہ میں اس بات سے آگاہ نہیں کہ آسٹریلیا یا کینیڈا کو علیحدگی کے لیے برطانوی پارلیمنٹ کے ایکٹ کی ضرورت ہے۔ بہرحال میرا دستور سے زیادہ اس کی عملی تنقید سے ہے۔ کیا مسٹر جناح اصل میں اس قسم کے تعلقات برطانیہ کے درمیان چاہتے ہیں جیسے کہ برطانیہ اور آئر لینڈ کے درمیان ہیں، بلکہ ہم آئر لینڈ کو افسر نہیں فراہم کر رہے، نہ ہی اسلحہ دیتے ہیں اور نہ ہی انہیں ہمارے سٹاف کالجوں میں داخلے کی

اجازت ہے۔ حقیقت میں انہیں کوئی بھی رعایت حاصل نہیں، جو ڈومینین کو ہوتی ہے۔ دوسری طرف مسٹر جناح برطانوی افسروں کو مدد کے لیے بلانے کے طلب گار ہیں اور اس پر مصر ہیں اور چاہتے ہیں کہ پاکستان دولت مشترکہ کا ہمیشہ ممبر رہے۔

اس پر مسٹر جناح نے رخ بدل لیا۔ اس نے کہا کہ اپنی قوم پر مکمل کنٹرول محض اس بنا پر حاصل کیا ہے کہ انہوں نے ہمیشہ ان کے خیالات اور خواہشات کا بھرپور مطالعہ کیا، اور نہایت دیانتداری سے ان کی ترجمانی کی۔ وہ بہت خوش ہوئے جب میں نے ان کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ یہی تو ہے جو مسٹر چرچل 1936ء میں برطانوی عوام کے لیے کرنے کا دعویٰ کرتے تھے۔

انہوں نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا، اگرچہ ذاتی طور پر انہیں ڈومینین فلیگ پر اعتراض نہیں، مگر خدشہ ہے کہ عوام ناپسند کریں گے۔ یہ بہت ناخوشگوار بات ہوگی، اگر ایک بار لہرانے کے بعد پاکستان پارلیمنٹ میں احتجاجات کے نتیجے میں اسے بدلنا پڑا۔

میں نے کہا مجھے مکمل طور پر عدم اتفاق ہے۔ اگر مسٹر جناح نے آغاز میں ڈومینین فلیگ کی جگہ اپنا جھنڈا لہرانا شروع کیا تو برطانوی عوام اسے غیر دوستانہ اقدام قرار دیں گے، جبکہ اگر وہ ڈومینین فلیگ لہرائیں اور پھر پارلیمنٹ میں احتجاج کے نتیجے میں اس کو بدل دیں تو برطانوی عوام اس کا اتنا برا نہیں مانیں گے۔ مسٹر جناح نے کہا کہ وہ اپنے رفقاء سے اس پر گفتگو کریں گے، اور نتیجے سے مجھے آگاہ کر دیں گے۔ آخر میں ہم ''سفید نشان'' کے مسئلے پر پہنچے۔ مجھے حیرت ہوئی جب انہوں نے کہا کہ ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے، کیونکہ ان کا پکا فیصلہ یہ ہے کہ پاکستان نیوی سفید نشان والا پرچم استعمال کرے گا، جو دولت مشترکہ کے بحریوں کے مابین دوستی کا نشان ہے۔ میں نے کہا: ''خدا کا شکر ہے'' اور یہیں پر ہم نے گفتگو ختم کر دی۔

ہماری گفتگو کی تلخ نوعیت کو مدنظر رکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ ملاقات کا ماحول بہت ناگوار رہا۔ گھر سے رخصت ہوتے وقت مسٹر جناح نے ہاتھ میرے کندھے پر رکھا اور انتہائی پرخلوص لہجے میں کہا:

> ''میری درخواست ہے کہ وائسرائے کو یقین دلائیں کہ میں ان کا اور آپ کا دوست ہوں۔ اب بھی ہوں اور ہمیشہ رہوں گا۔ میری التجا ہے کہ وہ میرے کاموں کی بنا پر فیصلہ کریں، الفاظ کی بنیاد پر نہیں۔''

اسمے، لارڈ بنام وائسرائے

حکومت برطانیہ کی خفیہ دستاویزات میں سے دستاویز نمبر 399 کا متن

لارڈ اسمے بنام وائسرائے لارڈ مائونٹ بیٹن

29 جون 1947ء

فضیلت مآب

کل میری دو گھنٹے تک مسٹر جناح سے بات چیت رہی۔ مسٹر لیاقت علی خان بھی موجود تھے، گفتگو کے نکات حسب ذیل ہیں:

1-عبوری حکومت

مسٹر جناح نے بتایا کہ اس نے قانونی رائے حاصل کی ہے، جس کے مطابق وائسرائے کے مجوزہ اقدام غیر قانونی قرار پاتے ہیں۔ میں نے یاد دلایا آپ حکومت برطانیہ کے لاء آفس کی رائے حاصل کرنے پر رضامند ہیں اور یہ کہ اس (مسٹر جناح) نے اپنا کیس پیش کرنے کی ذمہ داری قبول کی ہے۔ انہوں نے اسے تسلیم کیا اور کہا کہ وہ اتوار کی شام تک اپنا کیس بھجوا دیں گے۔

گفتگو جاری رکھتے ہوئے اس نے کہا کہ قانونی حیثیت کا مسئلہ اس نے آپ کو کانگریس سے کیے گئے وعدے سے آزاد

کرانے کے لیے اٹھایا ہے، اور یہ کہ قانون کے ماہرین جو رائے بھی دیں، وہ مجوزہ عبوری حکومت میں شامل نہیں ہوں گے۔ ان کے نمائندوں کی حیثیت جاسوسوں اور چوکیداروں سے زیادہ نہیں ہوگی۔ میں نے سارے پرانے دلائل دہرائے صرف 48 دن باقی ہیں، پاکستان کے مفادات کا پوری طرح تحفظ ہوگا، اور اصل کام ہو جائے گا وغیرہ وغیرہ مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ لیاقت علی خان نے مداخلت کرتے ہوئے کہا کہ وہ وزارتِ خزانہ میں انچارج رہنے کے بعد اب ماتحت رول ادا کرنے پر تیار نہیں ہوگا۔

گفتگو کے اختتام پر میرا تاثر یہ تھا کہ جب موقع آئے گا تو جناح شرکت سے انکار نہیں کرے گا۔

2- حدبندی کمشن

مسٹر جناح نے بتایا کہ کانگریس کے پیش کردہ حد بندی کمشن کے شرائط عمل کے مسودے میں انہوں نے اپنی ترامیم بھجوادی ہیں۔ ان کی ترامیم سے مسودہ 3 جون کے اعلان کے زیادہ مطابق ہو گیا ہے۔ میں نے انہیں بتایا کہ اب نامناسب ہوگا کیونکہ بہت دیر ہو چکی ہے۔ حد بندی کمشن کے کام کو شرائط عمل کے مسئلے پر جھگڑا کھڑا کر کے مؤخر کرنا المیہ ہوگا۔ میں نے مزید کہا کہ میں آپ کے نوٹس میں لے آؤں گا، اور آپ پہلے ہی سے اس پر طویل خط لکھ چکے ہیں۔

3- پورنیا

میں نے پوچھا کہ پورنیا کے معاملے میں کیا ہو رہا ہے۔ اس نے مجھے یاد دلایا کہ اعلان کے بارے میں اس نے آپ کے نام جو خط لکھے ہیں، ان میں سے ایک میں اس نے پورنیا میں ریفرنڈم کے بارے میں کہا ہے، جسے مشرقی بنگال میں شمولیت کا حق ملنا چاہیے۔

میں نے کہا کہ میں اس معاملے سے پوری طرح باخبر نہیں ہوں، لیکن اگر میری یادداشت صحیح ہے تو پھر کانگریس نے سندھ سے جڑے علاقے کا مطالبہ کر رکھا ہے۔ اگر پورنیا کا مسئلہ دوبارہ اٹھایا گیا تو پھر وہ اپنے مطالبے پر زور دیں گے۔ کیا یہ بہتر نہیں کہ مسئلے کو نہ چھیڑا جائے۔ مسٹر جناح اس پر مائل تھے اور میں نے وعدہ کیا کہ آپ کو اس پر رپورٹ پیش کر دوں گا۔

4- صوبہ سرحد میں ریفرنڈم

مسٹر جناح نے کہا کہ وہ مجوزہ پوسٹر کے نمونے سے متفق ہیں۔ اگر اس میں پاکستانی علاقے کو نیلے کی بجائے سبز دکھایا جائے تو میں نے اس پر فوری غور کا وعدہ کیا۔

گورنر سرحد نے آج رپورٹ کیا ہے کہ یہ تبدیلی پہلے کر دی گئی ہے اور اس کی وزارت اس سے متفق ہے۔

5- سر جارج کنگھم

مسٹر جناح نے کہا کہ وہ مسٹر کنگھم کو گورنر سرحد رکھنے کے بارے میں کافی بے چین ہیں۔ وہ انہیں تمام معقول شرائط ملازمت دینے پر تیار ہیں۔ میں نے ان پر شبہ ظاہر کیا کہ سر جارج یہ قربانی دینے کو تیار ہوں، تاہم اس معاملے میں ان سے رابطہ پیدا کرنے کا وعدہ کیا۔ میں نے سر آرچی بالڈ کارٹر کو ٹیلی گرام بھیجا ہے۔

مسٹر جناح نے پوچھا کہ سر آرچی بالڈ فولینڈ کا معاملہ کیسے جا رہا ہے۔ انہیں مشیر مالیات اور ناظم عمومی کے طور پر لانا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا ہم اس سے متعلق نہیں ہیں (میرے خیال میں سر وائر مونگٹن کے ذریعے یہ پیغام انگلینڈ بھیجا گیا)۔ تاہم میں پوزیشن معلوم کروں گا۔ میں نے بتایا کہ 15 اگست سے پہلے تو سر رولینڈ کی خدمات حاصل ہونے کی توقع نہیں، جو حکومت برطانیہ کے ملازم ہیں۔ انہوں نے اس استدلال کو تسلیم کر لیا۔

اسے

اسوہ

بی دربار بلوچستان سے اپنے خطاب 14 فروری 1948ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے کہا:

''اس اسکیم کو پیش کرتے ہوئے جو اصول میرے دل کی گہرائیوں میں جاگزیں تھا، وہ مسلم ڈیموکریسی کا اصول تھا۔ یہ میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات اس ذاتِ اقدس حضور رسالت مآب ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے اتباع میں مضمر ہے۔ جس نے ہمیں قانون (خداوندی) عطا فرمایا۔ آیئے ہم جمہوریت کی بنیاد سچے اسلامی اصولوں پر رکھیں، ہمارے خدا نے ہمیں سکھایا ہے کہ ہماری مملکت کے معاملے باہمی مشاورت سے طے پائیں۔''

اشتراکِ عمل

جون 1914ء قائداعظم محمد علی جناح نے آل انڈیا مسلم لیگ کے سیکرٹری سید وزیر حسن کو ایک مکتوب لکھا۔ جس میں یہ تجویز رکھی گئی:

''آل انڈیا مسلم لیگ کا آئندہ اجلاس بمبئی میں منعقد کیا جائے۔''

مسلم لیگ نے یہ تجویز منظور کر لی، مگر مسلمانوں میں بعض گروہ غلط فہمی کی وجہ سے اس کے مخالف تھے، اور حکومت ہند کو بھی یہ پسند نہ تھا، عام تاثر یہ دیا گیا:

''آل انڈیا مسلم لیگ کو کانگریس میں ضم کیا جا رہا ہے۔''

قائداعظم محمد علی جناح کو اس کی تردید میں یہ صاف بیان دینا پڑا:

''اس سے اشتراکِ عمل مقصود ہے، لیگ کو کانگریس میں ہرگز ضم نہیں کیا جائے گا، اور وہ بدستور جداگانہ اور آزاد انجمن رہے گی۔''

اشرف علی تھانوی، مولانا اور قائداعظم

مولانا اشرف علی تھانوی کے نزدیک قائداعظم محمد علی جناح کس عظیم مرتبہ پر فائز تھے، اس سلسلے میں ملک حبیب اللہ رقم طراز ہیں:

''ہندو ذرائع ابلاغ کھلم کھلا ہرزہ سرائی کر رہے تھے۔ وہ حضرت قائداعظم کو فرقہ پرست، تنگ نظر، مغرور اور شہرت پسند کے الزامات کے علاوہ انگریز حکومت کے حامی ثابت کرنے کی سعیٔ ناکام میں مبتلا تھے۔

1938ء کا یہ دور مسلم لیگ کے لیے بڑا صبر آزما تھا، اس لیے کہ مسلم لیگ پہلی بار عوامی سطح پر سامنے آئی تھی، اس وقت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے زہد، تقویٰ اور ''تبلیغ جہد'' کی روشنی برصغیر پاک و ہند کے تقریباً تمام صوبوں کے علاوہ دیگر مسلم ممالک کے مسلمانوں کے قلوب کو بھی منور کر رہی تھی۔ جگہ جگہ حضرت تھانوی کے خلفاء مجاز، دین کی تبلیغ کے لیے جہاد میں مصروف تھے۔ یہ 1938ء کی بات ہے کہ اہالیانِ امرتسر کی استدعا پر حضرت تھانوی امرتسر تشریف لائے اور مشہور بزرگ اور خلیفہ مجاز حضرت مفتی حسن کے مکان پر ٹھہرے تھے۔ خود ان سے یوں فرمایا:

''محمد حسن! مجھ سے اکثر مجالس میں آج کل کانگریس اور مسلم لیگ کے سلسلے میں سوالات کیے جاتے ہیں۔ کچھ لوگ محمد علی جناح کی شخصیت پر بھی مجھ سے استفسار کرتے ہیں۔ میں ان کے متعلق تو صرف اتنا ہی کہوں گا کہ محمد علی جناح کے ہاتھ میں مسلم لیگ کی قیادت ہے۔ مسلمانانِ ہند میں سیاسی اعتبار سے آپ



بیگم سلمیٰ تصدق حسین

ولادت 1918

آپ گکھڑ میں پیدا ہوئیں۔ اصل نام سلمیٰ محمودہ ہے۔ ڈاکٹر میاں تصدق حسین خالد سے شادی ہوئی۔ 1937ء میں مسلم لیگ میں شامل ہوئیں۔ 1938ء میں خواتین مسلم لیگ کی رکن بنیں۔ 1941ء میں آپ کو آل انڈیا مسلم لیگ کی خواتین سب کمیٹی کا رکن چنا گیا۔ 1943ء میں قحط زدگانِ بنگال کے لیے انتھک کام کیا۔ 1946ء میں مسلم لیگ کی امیدوار کی حیثیت سے انتخابات میں کامیابی حاصل کی۔ آپ 1940ء سے 1948ء تک پنجاب مسلم لیگ خواتین کمیٹی کی سیکرٹری رہیں۔ 1952ء میں اقوام متحدہ میں پاکستان کی نمائندگی کی۔ آپ نے مغربی پاکستان اسمبلی میں شریعت بل بھی پیش کیا۔ آپ کو شعروادب سے بھی کافی رغبت تھی۔ ''آزادی کا سفر'' کے عنوان سے آپ کی تصنیف کافی مقبول ہے۔

قابل ترین شخصیت ہیں۔ اس بات کو مخالفین بھی مانتے ہیں کہ محمد علی جناح سرکاری آدمی نہیں۔ ''مسلمانانِ ہند'' کی ''آزادی کے لیے'' ان کے دل میں ''بے پناہ تڑپ'' ہے۔ ان کا ولولہ اور جذبہ انتہائی مخلصانہ ہے۔ اس لیے برطانوی حکومت اور کانگریس کے مقابلہ میں انہوں نے ہمیشہ ''مسلمانانِ ہند'' کی بہتری کے لیے آواز بلند کی ہے۔ جناح کے متعلق کئی کم فہم مسلمان یہ پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ وہ جاہ و حشم حاصل کرنے کے لیے سب دوڑ دھوپ کر رہے ہیں۔ ایسا پروپیگنڈہ کرنے والوں کو شرم آنی چاہیے۔ اگر محمد علی جناح جاہ و منصب کے متمنی ہوتے تو کسی خطاب یا عہدے کے لیے کوشش کرتے، کیونکہ یہ چیزیں ایسی قابل شخصیت کے لیے حاصل کرنا انتہائی آسان ہیں، لیکن وہ کبھی اس کی خواہش نہیں کرتے۔ وہ ''مخلص'' اور ''دیانت دار مسلمان'' ہیں اور ''اخلاص'' کی روشنی بتا رہی ہے کہ وہ ضرور کامیاب ہوں گے۔ اللہ جل شانہ، مسلمانوں کے لیے علیحدہ ریاست کا سہرا انشاء اللہ محمد علی جناح کے سر باندھیں گے۔ میں نے اپنے تمام معتقدین اور مریدین کو کہہ دیا ہے کہ وہ ''ہر حالت میں'' اور ''ہر بات میں'' محمد علی جناح کا ساتھ دیں۔''

(قائداعظم کا مذہب و عقیدہ، صفحہ: ۲۱۸)

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے خواہرزادے مولانا ظفر احمد عثمانی فرماتے ہیں کہ حضرت تھانوی نے ایک روز طلب فرما کر مجھے فرمایا:

''میں خواب بہت کم دیکھتا ہوں، مگر آج میں نے عجیب خواب دیکھا ہے۔ میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا مجمع ہے، گویا کہ میدانِ حشر سا معلوم ہو رہا ہے۔ اس مجمع میں اولیاء، علماء، صلحا کرسیوں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ مسٹر محمد علی جناح بھی اس مجمع کے ساتھ عربی لباس پہنے ہوئے ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ میرے دل میں خیال گزرا کہ یہ اس مجمع میں کیسے شامل ہو گئے تو مجھ سے کہا گیا، محمد علی جناح آج کل ''اسلام'' کی بڑی خدمت کر رہے ہیں، اس لیے انہیں یہ درجہ دیا گیا ہے۔''

(تعمیر پاکستان اور علماء، صفحہ: ۱۱۱)

4 جولائی 1943ء کو حضرت اشرف علی تھانوی نے مولانا شبیر احمد عثمانی اور مولانا ظفر احمد عثمانی دونوں کو طلب فرما کر ارشاد فرمایا:

''1940ء کی قراردادِ پاکستان کو کامیابی نصیب ہوگی۔ میرا وقت آخر ہے۔ اگر میں زندہ رہتا ضرور کام کرتا۔ مشیت ایزدی یہی ہے کہ مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ خطہ بنے۔ قیامِ پاکستان کے لیے جو کچھ ہو سکے کرنا۔ اپنے مریدوں کو بھی کام کرنے پر ابھارا۔ تم دونوں عثمانیوں میں سے ایک میرا جنازہ پڑھائے گا، اور دوسرا عثمانی جناح صاحب کا جنازہ پڑھائے گا۔''

(قائداعظم کا مذہب و عقیدہ، صفحہ: ۲۴۹)

اشک شوئی

جن دنوں قائداعظم محمد علی جناح امپریل لیجسلیٹو کونسل کے ممبر بنے، آپ نے بجٹ تقریر کرتے ہوئے کہا:

''یہ بجٹ اشک شوئی Eye Wash ہے۔''

اس پر انگریز وزیر خزانہ نے کھڑے ہو کر آپ کی طرف منہ کر کے جواباً کہا:

''دکھتی آنکھوں کے لیے اشک شوئی Eye Wash بھی اچھی چیز ہوتی ہے۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے برجستہ جواب دیا:
''مگر ان کا کیا بنے گا، جن کی آنکھیں ہی نہیں ہیں۔''

اصل تاریخ پیدائش

قائداعظم محمد علی جناح نے کراچی کے وزیر منشن میں 1870ء کے دوران کسی وقت مٹھی بائی کے بطن سے جنم لیا۔ وہ اپنے سات بہن بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ 1879ء سے قبل کراچی میں میونسپلٹی کی طرف سے پیدائش واموات کے سرٹیفکیٹ جاری نہیں کیے جاتے تھے۔ اگرچہ قائداعظم محمد علی جناح نے 25 دسمبر 1876ء کے اپنی صحیح تاریخ پیدائش ہونے پر اصرار کیا ہے، اور اس تاریخ کو سرکاری طور پر ان کا یومِ پیدائش منایا جاتا ہے، تاہم ان کے درست ہونے میں شک کی گنجائش موجود ہے۔

دولت وحیثیت میں ہندوؤں کے ہم پلہ مسلمانوں میں تاریخ پیدائش کو عام طور پر زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی تھی۔ ہندو علم نجوم کے تقاضوں کے تحت بچے کی پیدائش کا دن ہی نہیں وقت بھی نوٹ کرنے میں بڑے محتاط تھے۔ مسلمان بچوں کے والدین سکول میں داخلہ سے پیشتر ان کی تاریخ پیدائش کا ریکارڈ نہیں رکھتے تھے، چنانچہ سکول کے محفوظ کردہ ریکارڈ میں، جہاں قائداعظم محمد علی جناح کو پہلی بار داخل کرایا گیا، ان کی تاریخ پیدائش 20 اکتوبر 1875ء درج ہے۔

اصل خوشحالی

قائداعظم محمد علی جناح نے چٹاگانگ میں اپنے استقبالیہ میں تقریر کرتے ہوئے 26 مارچ 1948ء کو فرمایا:

''انسان کا عزم وارادہ سب کچھ کرسکتا، ترقی کے لیے بے شک سرمائے کی ضرورت ہوتی ہے، لیکن لوگوں کی اصل اور سچی خوشحالی کی ضامن انسانی محنت ہوتی ہے، اور مجھے اس پر فخر ہے کہ پاکستان میں ایک ایسی قوم آباد ہے، جس کے افراد محنتی، باعزم اور باحوصلہ ہیں، اور جن کی روایات سے ظاہر ہے کہ انہوں نے شاندار کارنامے سرانجام دینے میں منفرد، ممتاز مقام حاصل کررکھا ہے۔''

اصول پسند رہنما

جسٹس سجاد احمد کا بیان ہے:
''طالب علمی کے زمانے میں مجھے قائداعظم کو دیکھنے کا موقع ملا، وہ نہایت ہی بااصول رہنما تھے، اور اپنی قوم کے ایک ایک فرد کو بااصول بننے کی تلقین کرتے تھے، فرماتے تھے:
''جب تک قوم میں بااصول افراد پیدا نہ ہوں گے، قوم کے اندر نظم وترتیب اور ڈسپلن پیدا نہیں ہوگا، کسی قوم کے ابھرنے اور آگے بڑھنے کے لیے ڈسپلن بہت ضروری ہے۔''

1937ء کے اجلاس لکھنؤ میں کسی نے یہ تجویز پیش کی کہ کانگریس کی طرح ہم لوگوں کو بھی کھدر پوشی اختیار کرنی چاہیے۔
قائداعظم نے فرمایا:
''دکھاوے کی سیاست اور نمائش تمہارا شیوہ نہیں ہونا چاہیے، اسلام نے تمہیں اصول پسندی کی راہ دکھائی ہے۔''

اصلاحات سرحد

(دیکھئے: مسلم تجاویز)

اظہارِ محبت

یکم مارچ 1940ء کے پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے سالانہ اجلاس کی بات ہے۔ پنڈال میں پرچم کشائی کی تقریب کے بعد ایک بے حد دلچسپ واقعہ پیش آ گیا۔ قائداعظم پرچم لہرا کر چبوترے سے اتر رہے تھے کہ ایک طالب علم نے دفعتاً آگے بڑھ کر قائداعظم کا منہ چوم لیا۔ اپنے قائد کے ساتھ محبت اور پیار کے اس بے مثال مگر قدرے بے باک مظاہرے کے دوران قائداعظم کی ٹوپی گرتے گرتے بچی، پھر بھی وہ ناراض نہیں ہوئے، بلکہ مسکرا دیے اور انہوں نے بڑے پیار سے نوجوان کے گال کو تھپتھپایا، اور دوسرے ہاتھ سے اپنے سفید بالوں کی لٹ کو درست کرتے ہوئے اور مسکراتے ہوئے آگے بڑھ گئے، پھر ایک مجمع کے سامنے تقریر کرتے ہوئے یہ ضرور کہا:

"اظہارِ محبت میں بھی ضبط کا ہونا ضروری ہے۔ محبت بے لگام ہو تو تکلیف کا باعث بن جاتی ہے۔"

اعترافِ غلطی

ایک مرتبہ گاندھی اور قائداعظم میں ایک بات طے ہو گئی، لیکن اگلے ہی دن گاندھی نے یہ اعلان کر دیا:

"میری اندرونی روشنی نے مجھے یہ بتایا ہے کہ یہ فیصلہ درست نہیں۔"

جب قائداعظم کے سیکرٹری نے آپ کی توجہ اس طرف مبذول کرائی تو آپ نے فرمایا:

"جہنم میں جائے اس کے اندر کی روشنی، صاف طور پر کیوں نہیں کہہ دیا کہ مجھ سے غلطی ہوئی۔"

اعتماد اور محنت

9 اگست 1947ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے کراچی کلب سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

"ایک دوسرے پر اعتماد کرو، ایک دوسرے سے تعاون کرو، پاکستان کو صحیح معنوں میں طاقتور بنانے کے لیے اگر ضرورت پڑے تو دن رات کام کرو۔ دن کو بھی رات کو بھی، دوگنی، تگنی محنت!"

اعتماد کا ووٹ

قائداعظم اپنی زندگی میں انتہائی دیانتدار تھے۔ اسی طرح میدانِ سیاست میں بھی ہر قدم نہایت دیانتداری سے اٹھاتے۔ جب مسلمانوں نے چاہا کہ مسلم لیگ کے صدر کا انتخاب ختم کر کے آپ ہی کو مستقل صدر بنانے کی قرارداد منظور کرائی جائے تو آپ نے جواب دیا:

"نہیں، سالانہ انتخابات از حد ضروری ہیں۔ مجھے ہر سال آپ کے سامنے آ کر اعتماد کا ووٹ حاصل کرنا چاہیے۔"

اعزازی ڈگری

قائداعظم محمد علی جناح کسی اعزاز کے کبھی خواہاں نہیں رہے۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ قابلِ ذکر ہے:

"1942ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کورٹ (سینٹ) نے قائداعظم کو ڈاکٹر آف لاز کی اعزازی ڈگری دینے کا فیصلہ کیا۔ ڈاکٹر ضیاء الدین نے جو یونیورسٹی کے وائس چانسلر تھے، قائداعظم کو ایک خط کے ذریعے اس فیصلے کی اطلاع دی۔ قائداعظم نے اس کا کوئی جواب نہ دیا، کچھ عرصہ گزرنے کے بعد وائس چانسلر نے دوبارہ خط لکھا اور قائداعظم سے درخواست کی کہ وہ یونیورسٹی کے خصوصی کانووکیشن کے لیے اپنی سہولت کی کوئی تاریخ بتا دیں۔"

قائداعظم نے اس کا جو جواب دیا، وہ سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے۔ وہ خط یہ ہے:

''ڈیئر ڈاکٹر سر ضیاء الدین!

مجھے آپ کا تیس ستمبر کا خط مل گیا ہے، اور میں مسلم یونیورسٹی کی کورٹ کا ممنون ہوں کہ اس نے مجھے ڈاکٹر آف لاز کی اعزازی ڈگری مرحمت کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ میرا مؤقف یہ ہے کہ میں اب تک سیدھے سادھے مسٹر جناح کے نام سے زندہ رہوں، اور میں اس پر بڑا خوش ہوں کہ میرے نام کے ساتھ کچھ اور نہ لگا ہو۔ مجھے امید ہے کہ میرے جذبات کا پاس کرتے ہوئے کورٹ اپنے فیصلے پر نظرثانی کرے گی، حالانکہ مجھے اس کا پوری طرح احساس ہے کہ کسی شخص کے لیے اس سے بڑا کوئی اعزاز نہیں ہوسکتا جو مسلم یونیورسٹی کی کورٹ نے مجھے عطا کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔''

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

اعصابی دباؤ کا حملہ

محترمہ فاطمہ جناح کہتی ہیں:

''مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس 12 اپریل 1941ء کو مدراس کے پیپلز پارک میں منعقد ہوا۔ جس میں ایک لاکھ سے زیادہ پرجوش مسلمان اپنے قائد کے ارشادات سننے کے لیے جمع ہوئے۔''

اس سلسلے میں محترمہ فاطمہ جناح کا بیان ہے:

''ہماری ٹرین کے مدراس پہنچنے میں چند گھنٹے باقی تھے۔ قائداعظم اٹھے اور دھڑام سے گر پڑے۔ میں تیزی سے ان کے پاس پہنچی، فرش پر گھٹنوں کے بل کھڑے ہوکر پوچھا:

''جن کیا بات ہے؟''

وہ میری طرف دیکھ کر فرسودہ سی ہنسی ہنسنے لگے:

''مجھے اچانک بہت زیادہ تھکاوٹ اور کمزوری محسوس ہوئی۔''

انہوں نے اپنا ہاتھ میرے کندھے پر رکھا، آہستہ آہستہ اٹھے اور پھر لڑکھڑاتے ہوئے برتھ پر لیٹ گئے، اتنے میں کوئی اسٹیشن آ گیا اور گاڑی رک گئی۔ پلیٹ فارم پر ہزاروں سرگرم عقیدت مند مسلمان قائداعظم زندہ باد کے نعرے لگا رہے تھے۔ میں نے آہستہ سے اپنے ڈبہ کا دروازہ کھولا اور لوگوں سے کہا:

''شور نہ مچاؤ، قائداعظم آرام کر رہے ہیں، انہیں بخار ہے اور سخت مضمحل ہیں، ہوسکے تو کسی ڈاکٹر کو بلاؤ۔''

چند منٹ بعد ڈاکٹر آ گیا، اس نے معائنہ کرنے کے بعد بتایا:

''مسٹر جناح پر اعصابی دباؤ کا حملہ ہوا ہے۔ پریشانی کی کوئی بات نہیں، تاہم میرا مشورہ ہے کہ وہ اپنی نقل و حرکت بند کر دیں، اور کم از کم ایک ہفتہ بستر میں آرام کریں۔''

جلد ہی ہم مدراس پہنچ گئے۔ قائداعظم اتنے کمزور تھے کہ افتتاحی اجلاس میں شریک نہ ہو سکے، تاہم اگلے دن اصرار کیا کہ میں اپنا صدارتی خطبہ ضرور پڑھوں گا۔ میں نے اس کی مخالفت کی، لیکن جب محسوس کیا کہ وہ اپنے فیصلے پر قائم ہیں، تو میں نے استدعا کی:

''آپ تقریر کو مختصر کرلیں۔''

انہوں نے یہ بات مان لی۔ تقریر کے نوٹس پہلے سے لکھے ہوئے نہیں تھے۔ ایک دفعہ بولنا شروع کیا تو دو گھنٹے سے زیادہ عرصہ تک بولتے رہے۔ اس موقع پر انہوں نے فرمایا:

''خواتین وحضرات!
سب سے پہلے میں ان ساتھیوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں، جنہوں نے میری علالت سے پریشان ہوکر خیریت دریافت کی۔ مجھے اس قدر پیغامات اور فون کالیں موصول ہوئیں کہ ان سب کا ذاتی طور پر جواب دینا ممکن نہیں۔ مجھے توقع ہے کہ آپ میرا دلی شکریہ قبول کرلیں گے۔''

ان کے پیچھے چمکدار ڈائس پر سبز رنگ کی پوشاک میں ملبوس جناح کے دائیں بائیں مسلم لیگ گارڈز تعینات تھے، جنوبی ہند کے مؤقر رہنما اور کانگریس کی مخالف غیر برہمن جسٹس پارٹی کے صدر ای، وی رام سوامی نائیکر، ڈرائیو یڈن تحریک کے عظیم مذہبی لیڈر نیز قائداعظم کے پرانے دوست اے پی پیٹرو سمیت تامل علاقہ کی سربرآوردہ شخصیات بیٹھی ہوئی تھیں۔

انہوں نے کہا:

''میرے خیال میں مَیں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ سلطنت مغلیہ کے زوال کے بعد سے اب تک مسلم ہندوستان پہلے کبھی اتنا منظم و متحد اور سیاسی طور پر سرگرم وباخبر نہیں تھا جتنا کہ آج کل ہے۔''

جب وہ تقریر کر رہے تھے تو ان کا ایک ہاتھ سفید لینن کی جیکٹ میں تھا اور دوسرا ہاتھ روسٹرم پر۔ انہوں نے جی میں ٹھان رکھی تھی کہ نہ تو سگریٹ پئیں گے، نہ ہی کمزوری سے لڑکھڑا کر گریں گے۔

''ہم نے اپنا جھنڈا، مسلم ہند کا قومی جھنڈا لہرا دیا ہے۔ ہم نے ایک شاندار پلیٹ فارم مہیا کر دیا ہے، جو سارے مسلمانوں کے مکمل اتحاد کا مظاہرہ کرتا ہے۔''

انہوں نے فی البدیہ تقریر کی اور ان کے انگریزی لہجہ میں کوئی خامی واقع نہیں ہوئی۔ ان کا چہرہ، اگرچہ ہڈیوں کا ڈھانچہ تھا۔ آنکھوں کی چمک کے باعث خوشی سے چمکتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

''ہم نے سادہ ترین زبان میں اپنی اس منزل کا تعین کر دیا ہے، جس کے متعلق مسلمان اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے تھے، وہ منزل پاکستان ہے۔ یہ ہمارا ماضی کا پانچ سالہ منصوبہ ہے۔ ہم مسلم لیگ کا وقار اور اس کی شہرت نہ صرف اندرونِ ملک بلکہ دنیا کے انتہائی دور دراز حصوں تک بلند کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں، اور دنیا بھر کی نگاہیں ہماری طرف لگی ہوئی ہیں۔ اب اگلا قدم کیا ہوگا؟ کوئی قوم اپنے مقصد کے حصول میں کامیاب نہیں ہوسکتی، جب تک اس کے لیے کام اور پوری دل جمعی سے کام نہ کرے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ آپ آل انڈیا مسلم لیگ کے مندوبین جو پورے ملک کے کونے کونے سے یہاں جمع ہوئے ہیں، اس بات پر غور کریں اور ایک پنج سالہ منصوبہ بنائیں۔ اس منصوبے کا ایک جزو یہ ہونا چاہیے کہ مسلم ہندوستان کی قومی زندگی کے مختلف شعبوں کو کس طرح پھرتی سے اور بہترین طریقہ سے ترقی دی جاسکتی ہے۔''

انہیں مزید دانش مندانہ، نوجوان اور جری دماغوں، جسموں، پلاٹونوں اور بریگیڈز کی ضرورت اور طلب تھی، جوان کے احکام پر عمل کرسکیں، ان کی تشہیر کرسکیں۔ اور انہیں پوری قوت سے نافذ کرسکیں۔ جہاں تک ان کی اپنی قوت کا تعلق تھا۔ ان کی توانائی تیزی سے ختم ہورہی تھی، اور قدم قدم پر ان کی راہ میں روڑے اٹکا رہی تھی۔ وہ اس رطوبت والے، کھچا کھچ بھرے ہوئے اور بہت زیادہ گرم پنڈال میں تقریر کرتے ہوئے نفسیاتی دباؤ کو صاف محسوس کر رہے تھے۔ بایں ہمہ

انہوں نے اپنے مشن سے پیچھے ہٹنا گوارہ نہیں کیا، ایسا لگتا تھا کہ لوگوں کی پوری توجہ، انہماک اور جذبہ ایثار سے انہیں غیر مرئی قوت حاصل ہو رہی ہے۔ بخار ان کے کمزور جسم کو طاعون بن کر چمٹا ہوا تھا، پھر بھی انہوں نے لوگوں کے اتنے بڑے ہجوم سے منہ موڑنا پسند نہ کیا۔ انہوں نے جنگ شروع ہونے کے بعد سے تاریخ ہندوستان کے مختلف پیچ وخم پر روشنی ڈالی، اور آخر میں اپنے پسندیدہ موضوع کی طرف پلٹتے ہوئے کہا:

''کانگریس کیا چاہتی ہے؟ کانگریس نے ایک ایسی پوزیشن اختیار کر لی ہے۔ جس کے متعلق اب کوئی شک وشبہ نہیں رہا۔ میں ہر اس آدمی سے جو ذرا سی بھی عقل رکھتا ہے، پوچھتا ہوں۔ کیا آپ واقعی سمجھتے ہیں کہ گاندھی نے، جو کانگریس کے سپریم لیڈر، کمانڈر اور جنرل ہیں، یہ ستیہ گرہ محض آزادی اظہار رائے حاصل کرنے کے لیے شروع کی ہے۔ کیا آپ کے خیال میں یہ انگریزوں پر دباؤ ڈالنے اور انہیں بلیک میل کرنے کا ہتھیار نہیں؟ جو اس وقت نرغہ میں آئے ہوئے ہیں، تاکہ وہ اپنی ہار مان لیں اور کانگریس کے مطالبات تسلیم کر لیں۔''

اپنی تقریر کے آخر میں انہوں نے انگریزی حکومت کو خبردار کیا، اس لیے کہ اس ملک پر تسلط اور حکومت بہرحال انہی کی ہے۔ جناح نے کہا:

''براہِ کرم ان کی ناز برداری کا سلسلہ ختم کریں، جو آپ کی جنگی کوششوں کو ناکام بنانے پر تلے ہوئے ہیں، جو جنگ کو جاری رکھنے کی مزاحمت کر رہے ہیں۔ آپ ان سے وفاداری نہیں کر رہے، جو آپ کا ساتھ دینے پر آمادہ ہیں، خلوص کے ساتھ آپ کی مدد کرنا چاہتے ہیں۔ آپ انہیں راضی کرنے کے خواہاں ہیں، جو سیاسی اور اقتصادی میدانوں میں سب سے بڑی خرابی کے ذمہ دار ہیں۔''

محترمہ فاطمہ جناح نے لکھا ہے:

''اس بڑے ہجوم کے جوش وخروش نے طاقت کے ٹانک کا کام کیا، تاہم میں جانتی تھی کہ یہ عارضی ہے۔ کمزوری، تھکاوٹ اور بخار ضرور اپنا کام دکھائیں گے۔''

اعلیٰ درجہ کے وکیل

بیرسٹر بطور وکیل اعلیٰ کارکردگی کے سبب محمد علی جناح کو رفتہ رفتہ باعزت مقام حاصل ہوا۔ جب وہ عدالتوں کے برآمدوں میں آتے جاتے دکھائی دیتے، تو وکیل اور دیگر لوگ انہیں استحسان کی نظر سے دیکھتے اور کہتے:

''یہ ہیں مسٹر ایم اے جناح۔''

وہ سوچتے یہ نوجوان اور نیا بیرسٹر کتنا عجیب شخص ہے، جو عہدہ قبول کرنے سے انکار کر رہا ہے اور جس نے خود اپنی ذاتی صلاحیت کی بنیاد پر اوپر چڑھنے یا نیچے گرنے کا تہیہ کر رکھا ہے۔ بیرسٹر کی حیثیت سے جس زمانے میں انہیں مشکلات کا سامنا تھا، اس وقت بھی انہوں نے کسی کی مدد اور سرپرستی قبول نہ کی۔ وکیل اور مؤکل خود ہی ان کے پاس آتے، وہ کسی کے پاس نہ جاتے تھے۔

جواشم ایلوا نے بیرسٹر کی حیثیت سے ان کی زندگی کے بارے میں لکھا ہے:

''وہ دولت کے پجاری نہیں ہیں، وہ اپنی محنت کے معاوضے سے ایک پیسہ بھی زیادہ نہیں لیتے۔ وکیل کی حیثیت سے جناح نے بڑی مستحکم پوزیشن حاصل کر لی ہے، اور وہ اعلیٰ درجہ کے وکیل ہیں۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے اپنی دیانت داری، فرض شناسی اور بے باکی کے بارے میں اپنی شہرت برقرار رکھی، اور یہی

سبب ہے کہ پورے برصغیر میں ہندوستان بار کے ''لارڈ سائمن'' کے نام سے مشہور تھے۔

اعلانِ آزادی

20 فروری 1947ء کو برطانوی وزیراعظم ایٹلی نے دارالعوام میں اپنے ہم مرتبہ ساتھیوں کو مطلع کیا:

''ہز میجسٹی کی حکومت چاہتی ہے کہ اپنی ذمہ داری ان بااختیار اداروں کو سونپ دے، جو ایسے آئین کی رو سے قائم کیے گئے ہوں، جن کی منظوری ہندوستان کی تمام پارٹیوں نے دی ہو، لیکن بدقسمتی سے سردست ایسے آئین کی تدوین کا بظاہر کوئی امکان نہیں۔ حکومت برطانیہ یہ واضح کر دینا چاہتی ہے کہ یہ اس کی قطعی نیت ہے کہ زیادہ سے زیادہ جون 1948ء تک ہندوستان کے ذمہ دار ہاتھوں کو انتقال اقتدار کو یقینی بنانے کے لیے ضروری اقدامات کیے جائیں گے، اس لیے لازمی ہے کہ سب پارٹیاں اپنے اپنے اختلافات بھلا دیں، تاکہ وہ عظیم ذمہ داریاں سنبھالنے کے لیے تیار ہوسکیں، جو اگلے سال ان کے سپرد ہونے والی ہیں۔''

کانگریس اور مسلم لیگ دونوں نے نئے بیان کو خوش آمدید کہا۔ دوسرے روز ''ہندوستان ٹائمز'' نے اپنے اداریہ میں لکھا:

''حکومت برطانیہ نے بالآخر روشنی کا مشاہدہ کر لیا ہے، اور ایک تاریخی فیصلہ کیا ہے۔ جو آخرکار ہند، برطانیہ کشمکش کو اس سلیقہ سے ختم کر دے گا، جو مہذب قوموں کے شایانِ شان ہوتا ہے۔ اب مسٹر جناح اور مسلم لیگ حقیقت کے سامنے ہیں، کوئی ہندوستانی مسلم قوم کے وجود اور ہندوستان میں اس کے جائز مقام سے انکار نہیں کرنا چاہتا، اب ایسا کرنا ممکن نہیں کیونکہ تیسرا فریق رخصت ہو رہا ہے۔ باہمی سمجھوتہ کا کوئی نعم البدل نہیں۔''

تاہم روزنامہ ''ڈان'' کو اس سے اتفاق نہیں تھا۔ اس کے ادارتی کالم میں اس روز اس ردِعمل کا اظہار کیا گیا:

''لگتا ہے مسٹر ایٹلی اور ان کے رفقائے کار نے آخرکار مسلم لیگ کے اس دعویٰ کو تسلیم کر لیا ہے کہ متحدہ ہندوستان کے لیے ایک متفقہ دستور وضع کرنے کی امید ایک مہمل خواب تھا۔ اس مقصد کے لیے کی گئی تمام کوششیں ناکام ہو چکی ہیں، کیونکہ وہ ایک غیر حقیقت پسندانہ سوچ پر مبنی تھیں۔''

وائسرائے ہند لارڈ ویول نے 21 فروری 1947ء کو نہرو اور لیاقت علی خان سے ملاقات کی۔ وائسرائے نے رپورٹ دی:

''نہرو اس بیان سے صریحاً متاثر ہوئے ہیں، اور انہیں کانگریس پر عائد ہونے والی ذمہ داری کا پورا احساس ہے، انہوں نے خیال ظاہر کیا کہ اگر سمجھوتہ نہ ہوا تو پنجاب اور بنگال کو تقسیم کرنا ہوگا۔''

نواب زادہ لیاقت علی خان مسلم لیگ کی طرف سے ردعمل ظاہر کرنے پر رضامند نہ تھے، اس لیے لارڈ ویول نے مشورہ دیا:

''مناسب ہوگا، آپ مسٹر جناح کو دہلی بلا لیں۔''

ایک ہفتہ بعد لیاقت علی خان نے لارڈ ویول کو بتایا:

''جناح بمبئی میں صاحبِ فراش ہیں، اور وسط مارچ سے پہلے دہلی نہیں آسکیں گے۔''

(تفصیل کے لیے دیکھئے: آزادئ ہند)

اعلانِ پاکستان

(دیکھئے: اقلیتیں)

اعلانِ قائد

دسمبر 1938ء میں پٹنہ میں آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں قائداعظم محمد علی جناح نے جو خطبہ دیا تھا اسے کانگریسی سوچ کے خلاف اعلان جنگ خیال کیا جاتا ہے۔

جولائی 1946ء میں مسلم لیگ کونسل کا ایک نہایت ہی عظیم الشان، یادگار اور تاریخی اجلاس بمبئی میں منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں مسلم لیگ نے کانگریس کی ہٹ دھرمی اور حکومت کی کمزوری سے متاثر ہو کر فیصلہ کیا کہ نہ دستور ساز اسمبلی میں شرکت کی جائے نہ عبوری حکومت سے تعاون کیا جائے، بلکہ اس سے پرامن جنگ لڑی جائے، اور مسلم لیگ کے تمام ممبران اپنے سرکاری خطبات واپس کر دیں۔

مسلم لیگ نے اگرچہ حالات سے مجبور ہو کر جنگ کا فیصلہ کرلیا تھا، لیکن وہ صلح پر اب بھی تیار تھی۔ قائداعظم محمد علی جناح نے اپنے ایک بیان میں فرمایا:

> ''ہم نے اگرچہ مجبور ہو کر جنگ کا فیصلہ کرلیا ہے، لیکن ہم صلح پر اب بھی تیار ہیں۔ کانگریس یا حکومت کی طرف سے پہل یا پیش قدمی ہونی چاہیے، اگر ہمارا جائز اور معقول مطالبہ مان لیا گیا تو ہم بلاتامل جنگ کے خیال سے دستبردار ہو جائیں گے، اور صلح کر لیں گے۔''

لیکن صلح کی تحریک کسی طرف سے نہیں ہوئی، بلکہ مسلم لیگ کے اعلانِ جنگ کا مذاق اڑایا گیا، کہا گیا:

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو ہمارے آزمائے ہوئے ہیں

اعلان کیا گیا:

> ''یہ محض گیدڑ بھبکی ہے۔ خطاب واپس کرنا آسان ہے۔ حکومت سے ٹکر لینا آسان نہیں ہے۔ یہ عیش و عشرت کے خوگر لوگ جنگ نہیں لڑ سکتے، اور اگر لڑیں گے تو ہار جائیں گے۔ اس لیے حکومت بھی ان کے مقابلے کے لیے چوکس ہے، اور ڈٹ کر ان سرکشوں اور باغیوں کا مقابلہ کرے گی۔''

عین اس وقت جب دنیا یہ آس لگائے ہوئے تھی کہ حکومت کی طرف سے صلح کی پیشکش ہوگی، اور حالات سدھر جائیں گے، لارڈ ویول نے مسلم لیگ کو نظرانداز کر کے پنڈت جواہر لال نہرو اور کانگریس کو عبوری حکومت کی تشکیل کی دعوت دی۔

پنڈت جواہر لال نہرو نے یہ دعوت فوراً قبول کر لی۔ وزارت قبول کرنے کا فیصلہ کانگریس کے اجلاس واردھا نے کیا تھا۔ وہاں سے پنڈت جواہر لال نہرو نے وائسرائے کو رضامندی کی اطلاع دی اور اعلان پر اعلان کرنا شروع کر دیا:

> ''جو ہمارے ساتھ شرکت نہ کرنا چاہے، اسے ہم مجبور نہیں کر سکتے۔ اس کا انتظار نہیں کر سکتے۔ ہم اپنا کام جاری رکھیں گے، ہم برابر بڑھتے رہیں گے، ہم دستور سازی کا کام شروع کریں گے۔ ہم عبوری حکومت کو کامیابی سے تنہا چلائیں گے۔''

بجائے اس کے کہ اس کامیابی کے نشہ سے کانگریس بدمست ہوتی۔ اس کے لیے مسلم لیگ کو راضی کرنے کا یہ بہترین وقت تھا، لوگوں نے جواہر لال نہرو سے سوالات کیے:

> ''آپ مسلم لیگ کو شریک کیوں نہیں کرتے؟''

انہوں نے کہا:

> ''ہم انہیں شرکت سے منع کب کرتے ہیں؟''

جلسہ کے بعد پنڈت جواہر لال نہرو بمبئی آ پہنچے۔ یہاں قائداعظم محمد علی جناح سے ملے، اور قائداعظم نے شرکت کے شرائط پیش کیے۔ پنڈت جواہر لال نہرو صبر و تحمل کے ساتھ شرائط صلح سنتے رہے۔ جب ان کے بولنے کا وقت آیا تو انہوں نے ایک ایک کر کے تمام شرائط مسترد کر دیں اور ایک

شرط ماننے پر بھی آمادگی ظاہر نہ کی۔ ان کا ارشاد یہ تھا:

''حکومت میں شرکت غیر مشروط ہونی چاہیے۔''

جبکہ قائداعظم محمد علی جناح کا اصرار یہ تھا:

''شرکت آبرومندانہ ہونی چاہیے۔''

بمبئی سے پنڈت جواہر لال نہرو دہلی پہنچے، اور دوسرے روز دنیا نے دیکھ لیا کہ ہندوستان کا سب سے بڑا باغی نہرو ایوان وائسرائے میں کھڑا ہوا، ملک معظم کا حلفِ وفاداری اٹھا رہا ہے، حالانکہ نہ وہ ملک معظم کا قائل تھا، نہ خدا کا، نہ حلف کا، لیکن اس وقت وہ اپنے اصول اور اعلان کے بالکل خلاف ان تینوں سے پیمانِ وفا باندھ رہا تھا۔

مسلم لیگ کی عدم شرکت کا ردِ عمل کانگریس میں دو طریقوں سے ہونا چاہیے تھا۔

1. مسلم لیگ کے نمائندوں کی جگہ خالی رکھی جاتی۔
2. ان جگہوں پر نیشنلسٹ مسلمانوں کا تقرر کر دیا جاتا۔

لیکن پنڈت جواہر لال نہرو نے ان میں سے کوئی طریقہ بھی اختیار نہ کیا۔ مسلم لیگ کی پانچ جگہوں میں سے تین خالی رکھیں، دو پر نیشنلسٹ مسلمانوں کا تقرر کر دیا۔ ایک پر سید علی ظہیر کا جنہیں ملک کی آزادی سے کبھی کوئی واسطہ نہیں رہا تھا، دوسرے سر شفاعت احمد خاں کا جو خطاب واپس نہ کرنے کی علت میں مسلم لیگ سے مستعفی ہو کر اس کے خلاف ایک محاذ بنا رہے تھے۔

اس اقدام سے مسلم لیگیوں میں بھی اشتعال پیدا ہوا، اور نیشنلسٹ مسلمانوں میں بھی، لیکن ایک بہادر اور نڈر جرنیل کی طرف پنڈت جواہر لال نہرو نے اس اشتعال کی ذرا پرواہ نہ کی۔ وہ برابر آگے بڑھتے رہے۔

گزٹ میں اعلان شائع ہو گیا:

''ملک معظم نے ازراہ عنایت خسروانہ ''آنریبل'' جواہر لال نہرو کا تقرر وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کے ممبر کی حیثیت سے منظور کیا۔''

اور وائسرائے لارڈ ویول نے انگریزی حکومت کی تاریخ میں پہلی بار ایک ہندوستانی آنریبل پنڈت جواہر لال نہرو کو اپنی ایگزیکٹو کونسل کا نائب صدر مقرر کیا۔

حوریاں رقصاں کناں ساغر مستانہ زدند

یہ وہ ایگزیکٹو کونسل تھی، جو 1935ء کے انڈیا ایکٹ کے مطابق قائم تھی، ہندوستان کے یہ وزیراعظم صاحب اسمبلی کے سامنے نہیں، وائسرائے کے سامنے جواب دہ تھے، اور اس طرح ہندوستان کی تاریخ نے پہلی بار یہ مثال پیش کی کہ برس ہا برس سے بے جگری سے لڑنے والا باغی بغیر اختیارات حاصل کیے ہوئے حکومت کی ''ملازمت'' کر لے۔ جس کا ہر فیصلہ وائسرائے مسترد کر سکتا تھا، اور جو اسمبلی کے ہر فیصلہ کو مسترد کر سکتا تھا۔ عوام کا نمائندہ اور غیر عوامی حکومت کا سپہ سالار۔

انقلابات ہیں زمانہ کے!

(دیکھیے: جناح کا اعلان)

اعلانِ لاہور

یہ 1944ء کی بات ہے، اس سال کانگریس کا سالانہ اجلاس حسب معمول کرسمس کے روز (25 دسمبر) لاہور میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں آزادی کامل کی قرارداد منظور کر گئی۔ اس نے ہندوستان کی قومی تحریک میں جسے چلتے ہوئے یہ 29 واں برس تھا، انقلابی روح پھونک دی۔ کرسمس کی تعطیلات کے دوران منعقد ہونے والا کانگریس کا یہ آخری سیشن تھا۔ جس کی صدارت جواہر لال نہرو نے کی۔ اس موقع پر انہوں نے زبردست تالیوں کی گونج میں اعلان کیا:

''چونکہ کانگریس غریب عوام کی جماعت ہے، اور دسمبر کے آخر میں اس کا اجلاس منعقد کرنے سے غریبوں کو گرم کپڑوں کے اہتمام پر بہت زیادہ مالی جدوجہد

برداشت کرنا پڑتا ہے، اس لیے آئندہ سے سالانہ اجلاس دسمبر کے آخر میں نہیں بلکہ 26 جنوری کو ہوا کرے گا۔''

گاندھی نے دس سال قبل جن انقلابی تبدیلیوں کا آغاز کیا تھا، ان کے مقابلے میں کانگریس کی نوجوان قیادت نے برٹش ایمپائر کے خلاف اعلانِ بغاوت کر دیا۔قوم نے انگریز حکمرانوں کی عادات و اطوار، ان کی روایات و اقدار، اداروں اور ٹائم ٹیبل سے ہر قسم کا تعلق منقطع کر لیا۔

ورکنگ کمیٹی نے 26 جنوری (اتوار) کو ''یومِ آزادی کامل'' کا فیصلہ کیا۔اس موقع پر منظور کردہ قرارداد میں کہا گیا:

''ہم اس بات پر مکمل یقین رکھتے ہیں کہ ہندوستان کو برطانیہ کے ساتھ تعلقات لازماً ختم کر کے کامل آزادی حاصل کرنی ہوگی۔''

اس قرارداد کی ملک بھر میں زبردست تشہیر کی گئی، اور چند ہفتوں بعد اس کا چرچا گھر گھر ہونے لگا۔

قائداعظم محمد علی جناح نے بمبئی میں، مالابار ہل سے سرکار کے ظلم و تشدد اور لوگوں کے مسائل سے بے رخی کے خلاف اس اٹھتے ہوئے طوفان کا مشاہدہ کیا۔ جو ملک کے کونے کونے میں بڑی تیزی سے رونما ہو رہا تھا۔اس طوفان کی راہ میں آنے والی بہت سی چٹانیں پاش پاش ہو گئیں۔ بعض نے حالات سے سمجھوتہ کر لیا اور بعض بالکل ڈوب گئیں۔ انقلاب کی ہر آنے والی لہر سمندر میں ایک ہلچل مچا رہی تھی، اور یہ سلسلہ شب و روز جاری تھا۔ قائداعظم محمد علی جناح اس بے مقصد کھیل سے بہت بیزار اور تنگ آ چکے تھے۔ شاید ان کے لیے فیصلہ کی گھڑی آ پہنچی تھی کہ ہندوستان کو ہمیشہ کے لیے خیرباد کہہ جائیں، کیونکہ اب ان کی دلچسپی کا کوئی سامان باقی نہیں رہ گیا تھا۔لندن میں وہ آسانی سے قانون کی پریکٹس کر سکتے تھے، اور خود کو پریوی کونسل میں دائر ہونے والی اپیلوں تک محدود رکھ کر بھی بہت زیادہ آمدنی حاصل کر سکتے تھے۔

قائداعظم محمد علی جناح نے گاندھی کو ''اس طوفان کے اچانک رونما ہونے کا'' ذمہ دار ٹھہرایا۔انہوں نے کانگریس کے نئے پروگرام کو ''سیاسی ہسٹریا'' کا نام دیا، سرتیج بہادر سپرو نے ان کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے جنوری 1930ء کو ایک مراسلہ میں لکھا:

''میں نے آج کے اخبار میں آپ کا انٹرویو پڑھا، میں آپ سے پوری طرح متفق ہوں۔ کانگریس واقعی پاگل ہو گئی ہے، لیکن اس سے بھی زیادہ تشویش ناک بات یہ ہے کہ وہ پورے ملک کو اپنے تباہ کن پاگل پن میں گھسیٹنا چاہتی ہے۔ ہمیں کوئی اقدام کرنا ہوگا۔ ہمیں مل کر عزم کے ساتھ قدم اٹھانا ہوگا۔ ہم اپنے اختلافات خود طے کریں گے۔ مجھے اس میں ذرا شک نہیں کہ اس موقع پر آپ کی صلاحیتیں ملک کے لیے سب سے زیادہ کارآمد ثابت ہو سکتی ہیں۔''

سرتیج بہادر سپرو ایک اور آل پارٹیز کانفرنس منعقد کرنے کے حق میں تھے۔انہوں نے قائداعظم محمد علی جناح کو یقین دلایا:

''میں ذاتی طور پر محسوس کرتا ہوں کہ ہمارے لیے ہندو مسلم مسئلے کا حل تلاش کرنا مشکل نہیں، تاہم آپ کی مدح سرائی کے بغیر میں یہ کہوں گا کہ آپ کے تعاون اور رہنمائی کے بغیر ایسا حل قابلِ عمل نہیں ہوگا۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے ان کی تجویز آزمانے پر رضامندی ظاہر کر دی۔ اس کے بعد سرشفیع اور راجہ صاحب محمود آباد بھی آمادہ ہو گئے۔ مہاسبھا کے لیڈر مجوزہ کانفرنس میں شرکت کے لیے پہلے سے تیار تھے، چنانچہ سرتیج بہادر سپرو کی مساعی اور قائداعظم کے تعاون سے یہ کانفرنس 26 فروری 1930ء کو دہلی میں منعقد ہوئی، جس میں پچاس سے زائد مندوبین نے شرکت کی۔ ان میں اعتدال پسند، مہاسبھائی،



ملک برکت علی

1946 - 1885

لاہور میں پیدا ہوئے۔ خلافت کمیٹی کے نائب صدر اور آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے سیکرٹری رہے۔ 1927ء میں کلکتہ میں منعقدہ آل پارٹیز کنونشن میں قائداعظمؒ کے ہمراہ شرکت کی۔ پنجاب مسلم لیگ کے نائب صدر رہے اور مسلم لیگ کے افکار و نظریات کی ترجمانی کیلئے ایک ہفت روزہ ''نیو ٹائمز'' جاری کیا۔ پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی سرپرستی کرتے رہے۔ 1941ء میں لاہور میں منعقدہ پاکستان کانفرنس کی صدارت کی۔ 1946ء کے انتخابات میں بلا مقابلہ پنجاب اسمبلی کے رکن اور بعد ازاں سپیکر منتخب ہوئے۔ آپ کی وفات پر قائداعظمؒ نے اپنے تعزیتی بیان میں فرمایا: ''آپ شروع ہی سے مسلم لیگ کے ایک سچے اور وفا شعار رکن تھے اور تمام مواقع پر انہوں نے مسلم ہند کی زبردست خدمات انجام دیں۔ ہر نازک مرحلے پر ان کا مشورہ اور ان کی بے لاگ حمایت مسلم لیگ اور میرے لیے بیش بہا اور بے حد قیمتی شے تھی۔ ان کی رحلت سے مسلم ہند ایک مرد عظیم اور میں ان کی وفات سے نہ صرف ایک رفیق کار، ایک ہمنوا بلکہ ایک دوست سے محروم ہو گیا ہوں''۔

کرسچین، اینگلو انڈین، کی جسٹس پارٹی، اچھوت اور مسلم قائدین شامل تھے۔

قائداعظم محمد علی جناح نے اوائل فروری میں ہندومہاسبھا کے لیڈر پنڈت مدن موہن مالویہ سے ملاقات کے دوران فرقہ وارانہ مسئلہ پر تبادلہ خیال کیا تھا، اور انہیں فضا قدرے سازگار محسوس ہوئی تھی، لیکن حقیقتاً فروری 1928ء کے بعد سے فرقہ وارانہ سوچ میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ اتنا فرق ضرور پڑا کہ زیر بحث بے مقصد کانفرنس میں کانگریس شریک ہوگئی۔

قائداعظم محمد علی جناح نے سپرو کی کانفرنس سے زیادہ توقعات وابستہ نہیں کی تھیں، بلکہ انہوں نے اپنی توجہ لندن پر مرکوز رکھی۔ انہوں نے لارڈ اروِن پر زور دیا:

> ''گول میز کانفرنس کے انعقاد کی تاریخ کا اعلان کیا جائے، اور مدعوئین کے نام سرکاری دعوت نامے بھیجے جائیں۔''

افتخار علی، ملک

یہ ملک برکت علی کے صاحبزادے تھے۔ انہیں متعدد بار اپنے والد کے ہمراہ قائداعظم محمد علی جناح سے ملنے کا موقع ملا۔ ملک افتخار علی نے سب سے پہلے لاہور میں 1936ء میں قائداعظم محمد علی جناح سے اس وقت ملاقات کی جب وہ آٹھویں جماعت کے طالب علم تھے۔ دوسری باران کی ملاقات قائداعظم محمد علی جناح سے لاہور ریلوے اسٹیشن پر 1937ء میں ہوئی۔ قائداعظم محمد علی جناح بمبئی سے محترمہ فاطمہ جناح کے ہمراہ لاہور آئے تھے۔

پھر مارچ 1940ء میں وہ قائداعظم محمد علی جناح سے ملے ستمبر 1944ء میں سری نگر میں ان کی ملاقات ہوئی۔

اکتوبر 1944ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کا اجلاس لاہور میں ہوا، قائداعظم محمد علی جناح نے اس اجلاس کی صدارت کی۔ اس اجلاس میں بھی ملک افتخار علی موجود تھے۔ آخری بار انہوں نے قائداعظم محمد علی جناح سے اپریل 1946ء میں دہلی میں ملاقات کی۔

ملک افتخار علی نے قائداعظم محمد علی جناح پر ''قائداعظم محمد علی جناح اے ٹاورنگ اسٹیٹس مین'' کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی یہ کتاب 470 صفحات پر مشتمل ہے اور اسے فیروز سنز نے شائع کیا۔

ملک افتخار علی 1923 میں پیدا ئے جبکہ ان کی تاریخ وفات 4 مئی 1986ء ہے۔

افتراق

ہیکٹر بولائتھو اپنی کتاب ''Jinnah Creator of Pakistan'' میں رقمطراز ہے:

> سرزمین اپنی قیامت کی نفاق انگیز ہے
> وصل کیسا یاں تو ایک قرب فراق آمیز ہے
> (اقبال)

''اس عرصے میں ہندوستانی سیاست کے اسٹیج پر کئی بڑے بڑے ایکٹر بدل چکے تھے۔ 1926ء میں لارڈ ریڈنگ کی جگہ لارڈ ارون (Arwin) (جنہوں نے بعد میں لارڈ ہیلی فیکس کا خطاب پایا) ہندوستان کے وائسرائے مقرر ہوئے۔ 1924ء میں بالڈون (Baldwin) کی حکومت میں لارڈ برکن ہیڈ (Birkenhead) وزیر برائے اُمور ہند ہوئے۔ جناح کی طرح برکن ہیڈ بھی کبھی حکام سے مرعوب نہ ہوئے تھے، اور عدالتوں میں ججوں سے اُن کے بھی بڑے بڑے معرکے ہو چکے تھے۔ چار سال وزیر اُمور ہند رہنے کے بعد وہ ہندوستانی سیاست دانوں کے طویل قضیوں اور اُلجھی ہوئی بحثوں سے تنگ آگئے

تھے۔ سائمن کمیشن کے بائیکاٹ پر خصوصاً وہ بہت جزبز ہوئے۔ ہندوستان کے مستقبل کی طرف سے وہ بہت مایوس تھے۔ 4 دسمبر 1924ء کو انہوں نے وائسرائے ہند، لارڈ ریڈنگ، کو لکھا تھا:

''صاف بات یہ ہے کہ میں تو یہ تصور بھی نہیں کر سکتا کہ ہندوستان کبھی خود مختاری کا اہل ہوسکتا ہے۔''

اور اس کے ایک مہینے بعد انہوں نے لکھا:

''ہندوستان میں برطانوی راج کے حق میں بالآخر یہی سب سے بڑی دلیل ہے کہ خود ہندوستان کے حق میں یہ راج اچھا ہے۔''

لارڈ برکن ہیڈ کا یہ بھی خیال تھا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے باہمی اختلافات کبھی ختم نہیں ہو سکتے اور انہوں نے لکھا:

''کتنی ہی کانفرنسیں کیوں نہ کی جائیں، اختلافات کی یہ خلیج کبھی نہ پٹ سکے گی۔''

تاہم 1928ء کے اوائل میں انہوں نے ہندوستانیوں کو چیلنج دیا:

''تخریبی تنقید و اعتراضات کو چھوڑ کر وہ ملک کے آئین کے متعلق اپنی تجویزیں پیش کریں۔''

اس چیلنج کے جواب میں پہلے بمبئی میں مختلف سیاسی جماعتوں کی ایک کانفرنس ہوئی، اور اس میں پنڈت موتی لال نہرو کی صدارت میں ایک کمیٹی اس مقصد کے لیے قائم کی گئی کہ وہ ملک کے لیے ایک آئین تجویز کرے۔ کمیٹی کی رپورٹ اگست میں شائع ہوئی، اور پھر لکھنؤ میں ''اتحاد کانفرنس'' کے ممبروں کو پیش کی گئی۔ رپورٹ جب شائع ہوئی اُس وقت قائداعظم محمد علی جناح پیرس میں تھے، مگر اس کے بعد جلد ہی وہ وہاں سے چل پڑے، اور جب وہ لندن پہنچے تو رپورٹ کا ایک نسخہ انہیں ملا۔ انہوں نے ضرور اسے فوراً پڑھ ڈالا ہوگا لیکن جب وہ بمبئی اُترے تو انہوں نے اس پر رائے زنی سے گریز کیا اور یہ عذر کیا کہ انہیں ابھی تک رپورٹ پر پوری طرح غور کرنے کا موقع نہیں ملا۔ انہوں نے صرف اتنا کہا:

''رپورٹ کے مصنفین نے، اور اُن لیڈروں نے جو لکھنؤ کانفرنس میں شریک ہوئے تھے، ہندو مسلم اتحاد کے لیے ایک اور کوشش کی ہے، اور یہ کوشش یقیناً قابل داد ہے۔''

لیکن اس تعریف کے ساتھ حسبِ عادت انہوں نے ایک شرط لگادی:

''بہر حال یہ ظاہر ہے کہ نہرو رپورٹ اور لکھنؤ کانفرنس کے فیصلے حرفِ آخر نہیں اور قدیم ویدوں اور ایرانیوں کے قوانین کی طرح اٹل نہیں۔''

اس کے بعد دو مہینے تک قائداعظم محمد علی جناح نے رپورٹ پر کوئی قطعی رائے ظاہر نہ کی۔ 28 دسمبر کو، اپنی باونویں سالگرہ کے تین دن بعد، انہوں نے کلکتہ میں ایک کل جماعتی کانفرنس میں تقریر کی جس میں پہلی مرتبہ کھل کر نہرو رپورٹ کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کیا۔ نہرو رپورٹ کی تکمیل اور کلکتہ کانفرنس میں اس کی پیشی کے درمیان مسلم لیگ نے متعدد ترمیمات تجویز کر کے کمیٹی کی خدمت میں بھیجی تھیں۔ ان میں دو سب سے اہم ترمیمات یہ تھیں کہ مرکزی مقننہ کے دونوں ایوانوں کے منتخب ممبروں میں سے کم از کم ایک تہائی مسلمان ہوں، اور بقیہ اختیارات (Residuary Powers) مرکز کے بجائے صوبوں کے پاس رہیں۔ مقصد یہ تھا کہ جن صوبوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں انہیں زیادہ سے زیادہ خود مختاری

حاصل ہو اور وہ ایک مغلوب الہنود مرکز کے رحم و کرم پر نہ رہیں۔
مگر نہرو کمیٹی نے ان معقول تجاویز کو نظر انداز کر دیا تھا اور اس اصول پر اصرار کیا تھا کہ جہاں کہیں مسلمانوں کے لیے نشستیں محفوظ کرنا ضروری ہوں، اُن کی مخصوص نشستوں کا تناسب اُن کی آبادی کے لحاظ سے ہونا چاہیے۔ اس سے زیادہ مراعات دینے پر کمیٹی تیار نہ ہوئی۔
کلکتہ کانفرنس میں قائداعظم محمد علی جناح نے ایک طویل تقریر کی جس میں انہوں نے بڑے زور اور خوبی سے مسلمانوں کے مطالبات دوہرائے اور نہرو کمیٹی کی تنگ نظری پر غم و غصے کا اظہار کیا۔ اُن کا خیال تھا کہ اگر کمیٹی کی تجاویز منظور کر لی گئیں تو ہندوستان کے سیاسی مستقبل میں مسلمانوں کو قابلِ قدر حصہ نہیں مل سکتا۔
قائداعظم محمد علی جناح نے کہا:
''مجھے بہت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ کمیٹی کی رپورٹ سے کسی فائدے کی اُمید نہیں کی جاسکتی اور ملک کی سیاسی گتھیاں سلجھانے میں وہ کسی طرح ہماری مدد نہیں کر سکتی، اس حقیقت سے انکار کرنا ناممکن ہے کہ ہماری آئندہ ترقی کا سب سے اہم تقاضا یہ ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں سیاسی سمجھوتا ہو جائے اور اس وسیع ملک کے مختلف فرقے اور گروہ یگانگت اور دوستی کی فضا میں زندگی بسر کریں۔''
پھر اکثریت اور اقلیت کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا:
''ہر اکثریت فطرتاً جبر و استبداد کی طرف مائل ہوتی ہے، اور ہر اقلیت کو ہمیشہ یہ اندیشہ رہتا ہے کہ اس کا مفاد نظر انداز کر دیا جائے گا، اور اُس کے حقوق پامال کر دیے جائیں گے۔''
پھر قائداعظم محمد علی جناح نے بڑی ہوشیاری اور قابلیت سے اپنے دو بنیادی مطالبات کا اعادہ کیا۔ مسلم اقلیت کے ساتھ انصاف اور ہندو مسلم اتحاد۔
انہوں نے جس قابلیت سے اپنے ان مطالبات کو پیش کیا اور اُن پر بحث کی، وہ آج بے جان کاغذ پر بھی ان کی چھپی ہوئی تقریر کی سطروں میں جھلکتی ہے۔
انہوں نے کانفرنس کو متنبہ کیا:
''ایسا آئین جو اقلیتوں میں خوف اور بے اعتمادی پیدا کرے اس کا لازمی نتیجہ انقلاب اور خانہ جنگی ہوگا۔''
یہ خوف ناک پیش گوئی اُنیس برس بعد پوری ہوئی، لیکن اُس وقت 1928ء میں، سامعین نے قائداعظم محمد علی جناح کی بات پر کان نہ دھرا۔ ان کی تقریر کے بعد مشہور قانون دان اور لبرل رہنما سر تیج بہادر سپرو نے کانفرنس سے خطاب کیا۔ انہوں نے قائداعظم محمد علی جناح کی اپیل اور ان کی تنبیہ کو ذاتیات میں اُلجھا دیا، اور اگرچہ انہوں نے یہ رائے دی کہ جناح جو کچھ مانگتے ہیں وہ انہیں دے کر قصہ ختم کیا جائے۔''
تاہم ان کا لہجہ خوش گوار نہ تھا، اور قائداعظم محمد علی جناح کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا:
''وہ اس شریر بچے کی طرح ہیں جو زیادہ لاڈ پیار سے بگڑ گیا ہو۔''
کلکتہ میں قائداعظم محمد علی جناح کی یہ یادگار تقریر سننے والوں میں ایک پارسی جمشید نوشیروان جی بھی تھا۔ آگے چل کر یہ شخص شہر کراچی کا میئر (Mayor) اور اس کا معمار اعظم بنا۔ وہ قائداعظم محمد علی جناح کا دوست اور ان کا بڑا مداح تھا۔ اپنے دوست کی یاد

تازہ کرتے ہوئے اُس نے کہا:
''ان کی یاد بڑی دل کش ہے۔ انہیں اپنے اُوپر پورا قابو تھا، اور وہ اپنے جذبات کا اظہار بہت کم کرتے۔ وہ کم آمیز اور باوقار تھے اور ان کی زندگی بہت تنہا تھی، مگر میں 1928ء کی کلکتہ کانفرنس کے متعلق ایک واقعہ سناؤں گا جس سے تصویر کا دوسرا پہلو بھی آپ کے سامنے آجائے گا۔ جناح حسبِ معمول عمدہ اور باوضع کپڑے پہنے تھے جو وہ حال ہی میں انگلستان سے لائے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کے حق میں بڑی زوردار تقریر کی۔ میں جانتا تھا کہ ان کا دل کتنا بڑا ہے ان کا ایمان تھا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں باہمی اتحاد ہوسکتا ہے، اور ان کا دل نفرت کے جذبے سے یکسر خالی تھا۔ مدتوں بعد، جب ہندوستان تقسیم ہو چکا تھا، جناح نے ایک دن مجھ سے کہا کہ ان کی دلی خواہش ہے کہ پاکستان کے مسلمان اقلیتوں سے رواداری برتیں۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ جناح بڑے انسان دوست شخص تھے۔ وہ آنسو بہانے کے عادی نہ تھے، لیکن میں نے انہیں دو موقعوں پر روتے دیکھا۔ تقسیم ہند کے بعد میں ان کے ہمراہ ان ہندوؤں کا ایک کیمپ دیکھنے گیا جو پاکستان میں رہ گئے تھے۔ ان کی مصیبت دیکھ کر جناح رو پڑے۔ میں نے ان کے رخساروں پر آنسو چمکتے دیکھے۔ ان کے رخسار بڑے پُرنور تھے۔

لیکن پہلی مرتبہ میں نے ان کے آنسو 1928ء میں کلکتہ کانفرنس کے بعد دیکھے تھے۔ وہاں انہوں نے بڑی خوبی اور قابلیت سے مسلمانوں کی وکالت کی تھی، مگر ان کے مطالبات رد کر دیے گئے۔ کسی شخص نے ان کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ انہیں مسلمانوں کی طرف سے بولنے کا کوئی حق نہیں کیونکہ وہ ان کے نمائندے نہیں۔ جناح کو اس میں اپنی بڑی سبکی محسوس ہوئی اور وہ اپنے ہوٹل واپس چلے گئے۔

دوسرے دن صبح ساڑھے آٹھ بجے وہ کلکتہ سے روانہ ہوگئے، اور میں اسٹیشن پر انہیں خدا حافظ کہنے گیا۔ وہ اپنے فرسٹ کلاس کے ڈبے کے دروازے پر کھڑے تھے۔ انہوں نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا، اور بولے: ''جمشید یہ افتراق کا آغاز ہے۔''

''اور میں نے دیکھا کہ ان کی آنکھوں میں آنسو چمک رہے ہیں۔''

جن دنوں قائداعظم محمد علی جناح اس سعی لاحاصل میں مصروف تھے، بمبئی کے تاج محل ہوٹل میں ان کی اہلیہ موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا تھیں۔ دو ماہ بعد انہوں نے رحلت کی۔ ابھی وہ اپنے اُنتیسویں سال میں تھیں۔ قائداعظم محمد علی جناح اس وقت بمبئی سے باہر تھے لیکن بیوی کے دفن میں شرکت کے لیے وہ فوراً واپس آگئے۔ وہ سوگواروں کے ہجوم کے پیچھے کانجی دوار کا داس کے بازو میں بیٹھے تھے۔ کچھ دیر تک دونوں بے چین اور خاموش رہے۔

پھر قائداعظم محمد علی جناح نے اپنی سیاسی الجھنوں کا تذکرہ چھیڑ دیا۔ دوار کا داس نے اس بے محل تقریر کا کوئی جواب نہ دیا۔ جب رتن بائی کی نعش قبر میں اتاری جانے لگی اس وقت جناح کا ضبط و تحمل قائم نہ رہ سکا اور اپنے جذبات کو چھپانے کی جو کوشش وہ کر رہے تھے ختم ہوگئی۔ انہوں نے سر جھکا لیا اور سسک سسک کر رونے لگے۔''

پھر وہ مالا بار ہل پر اپنی عالی شان مگر ویران کوٹھی میں واپس چلے گئے۔ تاہم ان کے جھگڑے اور شکر رنجیاں

اب ختم ہو چکیں تھیں، مگر یہ سکون بڑا بے کیف اور تکلیف دہ تھا۔ قائداعظم محمد علی جناح کے دل پر ان دنوں ایک نہیں دو داغ تھے۔ ہندو مسلم اتحاد کی دیرینہ آرزو خاک میں مل چکی تھی۔ محبت ناکام ہو چکی تھی اور ان کی رفیقۂ حیات ہمیشہ کے لیے ان سے جدا ہو چکی تھیں۔ آگے چل کر قائداعظم محمد علی جناح کو بڑا عروج اور اقتدار نصیب ہوا، لیکن 1929ء کے ان تاریک دنوں میں اُمید کی کوئی کرن ان کی زندگی میں نہ تھی۔ وہ اپنی کوٹھی میں بالکل اکیلے تھے، اور اِس طرز زندگی سے ان کی وہ تنہائی پسندی اور بڑھ گئی جس نے ساری عمر ان کا پیچھا نہ چھوڑا۔ ان دنوں ایک پرانے دوست ان سے ملنے آئے اور انہوں نے رتن بائی کی زندگی کا آخری گھڑیوں کا حال انہیں سنانا چاہا لیکن قائداعظم محمد علی جناح کی آنکھوں میں سرد مہری اور ناگواری کے آثار دیکھ کر وہ ٹھٹک گئے۔ رتن بائی نے جن حسین و نایاب چیزوں سے گھر کو سجایا تھا وہ سب قائداعظم محمد علی جناح نے بند کروا دیں اور اس زمانے کی ایک ایک تصویر اور یادگار ہٹوا دی۔ ان کے رنج و الم کی مظہر صرف ایک نشانی رہ گئی، یہ ان کے کوٹ کی آستین پر کالا ماتمی پٹا تھا۔

سیاسی ناکامی اور ذاتی صدمے کے اثر سے قائداعظم محمد علی جناح کا دل چُور ہو گا، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ذہنی صلاحیتوں اور ظاہری ٹیپ ٹاپ میں ان دنوں بھی کوئی فرق نہ آیا۔ مئی 1929ء میں شملہ کے وائسرائے محل میں ایک کھانے کی دعوت ہوئی جہاں ان کی ملاقات ایک انگریز فوجی افسر کی بیوی سے ہوئی۔ اس کے چند ہی دن بعد ان خاتون نے اپنی والدہ کو ایک خط لکھا جس میں اس دعوت کا حال بھی لکھا اور قائداعظم محمد علی جناح سے اپنی ملاقات کا ذکر کیا:

"پچھتر مہمانوں کے لیے کھانا چنا گیا۔ میز پر سونے کی رکابیاں لگائی گئیں۔ کمرے میں سونے کے گل دان سجائے گئے جن میں شوخ سرخ رنگ کے سویٹ پی (ولایتی مٹر) کے پھول تھے...... کھانے کے بعد مجھے مسٹر جناح سے باتیں کرنے کا موقع ملا۔ وہ بہت بڑے شخص ہیں اور نہایت عمدہ انگریزی بولتے ہیں۔ وہ آداب اور وضع میں مشہور اداکار ڈوماریر (Du Maurier) کی پیروی کرتے ہیں، اور انگریزی گفتگو میں ایڈمنڈ برک (Edmund Burke) کی تقریروں کا انداز اختیار کرتے ہیں۔ حکومت کی موجودہ پالیسی یہ ہے کہ رفتہ رفتہ اُونچے اُونچے عہدوں کے دروازے مستحق ہندوستانیوں کے لیے کھول دیے جائیں۔ اگر یہ پالیسی جاری رہی تو مجھے یقین ہے کہ جناح ایک دن ہندوستان کے وائسرائے بنیں گے۔ میں عرصے سے ان سے ملنا چاہتی تھی اور آج میری یہ خواہش پوری ہوئی۔"

افغانستان ایلچی

قائداعظم محمد علی جناح افغانستان کے بارے میں دوٹوک پالیسی کے حامی تھے اور وہ افغانستان کے ساتھ گہرے برادرانہ تعلقات کے حامی تھے۔ دسمبر 1947ء میں قائداعظم محمد علی جناح نے شاہ افغانستان کے ایلچی سے ملاقات کے دوران اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا:۔

"پاکستان کی حکومت اور عوام افغانستان کی مسلم مملکت کے لیے دوستی کے گہرے اور شدید جذبات رکھتے ہیں افغانستان ہمارا سب سے پہلا اور قریبی پڑوسی ہے جس سے پاکستان کے لوگ کئی صدیوں سے اور کئی

نسلوں سے بے شمار مذہبی ثقافتی اور معاشرتی روابط رکھتے ہیں۔''

افکارِ قائداعظم

محمود عاصم کی مرتب کردہ کتاب افکارِ قائداعظم مکتبہ عالیہ لاہور نے 1976ء میں شائع کی۔

محمود عاصم نے اس کتاب میں 1935ء سے 1948ء تک کی وہ تمام تقاریر تاریخ وار شامل کی ہیں اس کتاب کا قاری تحریک پاکستان میں ہونے والی پیش رفت سے سن وار آگاہی حاصل کرسکتا ہے یہ مجموعہ تحریک آزادی اور قائداعظم کے افکار کا آئینہ دار ہے۔

افکارِ قائداعظم (اداریہ)

ماہنامہ نظریہ پاکستان قائداعظم نمبر اشاعت دسمبر 2013ء کے اداریہ ''افکار قائداعظم سے ازسرنو رجوع کی ضرورت'' میں لکھتا ہے:

''قائداعظم محمد علی جناح نہ ہوتے تو پاکستان معرضِ وجود میں نہ آتا۔ حصولِ پاکستان کے لیے انہیں انگریزوں، ہندوؤں اور وطن پرست مسلمانوں سے چومکھی لڑائی لڑنا پڑی۔ اس میں وہ یونہی کامیاب نہ ہو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس مقصد کے لیے باقاعدہ تیار کیا تھا۔ ان کی تعلیم کا اہتمام انگلستان میں کیا گیا جو ہندوستان پر حکمران تھا۔ وہاں رہ کر انہوں نے انگریز سیاستدانوں کے مکر اور چالبازیوں کا قریب سے مشاہدہ کیا۔ ان کی سیاسی زندگی کا آغاز انڈین نیشنل کانگریس سے کرایا گیا جو دعویٰ تو ہندوستان میں بسنے والی تمام اقوام کی نمائندگی کا کرتی تھی مگر بباطن خالصتاً ہندو جماعت تھی۔ بطور رکن کانگریس قائداعظم نے ہندوؤں کی مسلمان دشمنی اور تعصب کے مظاہر دیکھے۔ اللہ تعالیٰ کی اس حکمت عملی کی طرف مفکر پاکستان حضرت علامہ محمد اقبال یوں اشارہ فرماتے ہیں:

مری مشاطگی کی کیا ضرورت حسن معنی کو
کہ فطرت خود بخود کرتی ہے لالے کی حنا بندی

قائداعظم محمد علی جناح اس مسلمان قوم کے نجات دہندہ بنے جو برصغیر میں مغلیہ سلطنت کے زوال کے بعد انگریزوں اور ہندوؤں کی غلامی اور جبر تلے سسک رہی تھی۔ وہ منتشر ہجوم کی مانند تھی۔ مایوس اور بے سمت تھی۔ قائداعظم نے اسے مجتمع کیا، اس کے دل میں اُمید کی شمع روشن کی، ایک نصب العین عطا کیا، منزل کی نشاندہی کی۔ اپنا دن کا چین، رات کا سکون، صحت، ازدواجی زندگی سب کچھ تیاگ دیا مگر اپنے خونِ جگر سے اس کے عارضِ بے رنگ کو گلنار کر دیا، صحرا کو گلزار کر دیا۔ قائداعظم نے مسلمانانِ ہند کو دنیا کی سب سے بڑی نعمت آزادی سے ہمکنار کر دیا۔ اس کی خاطر مسلمانوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کی ان گنت قربانیاں پیش کرنا پڑیں، تب کہیں جا کر عروسِ آزادی کا دیدار نصیب ہوا۔ قائداعظم کی امانت اس مملکت خداداد کی بنیادیں ان لاکھوں شہیدوں کے پاک خون سے سینچی گئی ہیں جنہیں اس کے قیام کی حمایت کی پاداش میں ان کے آبائی علاقوں میں تہ تیغ کر دیا گیا یا جو اس کی طرف ہجرت کرتے ہوئے راستے میں ہی شہید کر دیے گئے۔ بے شک! انہی قربانیوں کے صدقے یہ ملک تمام اندرونی غداروں اور بیرونی دشمنوں کی ریشہ دوانیوں کے باوجود اب تک قائم و دائم ہے۔

قائداعظم کی پکار پر لبیک کہنے والے جانتے تھے کہ اس نو آزاد مملکت میں کوئی ہیرے جواہرات کی کانیں نہیں ہیں جن کی بدولت وہ راتوں رات ارب پتی بن جائیں گے۔ کاروانِ آزادی میں شامل قائداعظم کے پروانوں کے ذہن میں اس مملکت کا یہ تصور جاگزیں تھا کہ وہاں انہیں متعصب اور تنگ نظر ہندو اکثریت کے جبر و اکراہ کے بغیر زندگی گزارنے کے مواقع حاصل ہوں گے، جہاں اسلامی اقدار پر عمل کرنے میں کوئی امر مانع نہ ہوگا۔ قائداعظم نے ان تصورات و جذبات کی ترجمانی یوں فرمائی تھی:

''حصولِ پاکستان بجائے خود منزلِ مقصود نہ تھا بلکہ حصول اور قیام پاکستان تو حصول مقصد اور منزل مراد پالینے کا ایک ذریعہ تھا۔ ہماری خواہش یہ تھی کہ ہمیں ایک ایسی ریاست میسر آ جائے جہاں ہم آزاد انسانوں کی طرح سانس لے سکیں اور زندہ رہیں۔ جہاں ہم اپنے نظریات، اپنی ثقافت اور اسلامی اصولوں کے مطابق زندگی کو فروغ دیں اور جہاں عدل و انصاف کا بول بالا رہے۔ مجھے کسی طرح شک و شبہ نہ تھا کہ ہمیں انتہائی محنت سے کام لینا ہوگا اور بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا ہوگا۔''

آج پاکستان اپنے عشاق سے استفسار کر رہا ہے کہ وہ قومی زندگی کے کسی شعبے کی قائداعظم محمد علی جناح کے تصورات کے مطابق تعمیر میں کامیاب ہو سکے ہیں؟ پاکستان کو قائداعظم کے فکر و عمل کا گہوارہ بنانے میں سب سے بڑی رکاوٹ درحقیقت وہ لوگ ہیں جن کے آباؤ اجداد نے انگریزوں سے وفاداری اور مسلمانوں سے بے وفائی کے صلے میں وسیع و عریض جاگیریں حاصل کیں۔ یہ لوگ پاکستان میں قرآن و سنت پر مبنی سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظام کے قیام کو اپنے مفادات پر ضرب کاری تصور کرتے ہیں۔ ان لوگوں نے کہیں جاگیرداروں تو کہیں سرمایہ داروں، کہیں وڈیروں تو کہیں خوانین کے روپ میں عام پاکستانیوں کو اپنے وضع کردہ استحصالی نظام کے شکنجے میں جکڑ رکھا ہے۔ انہی لوگوں کی سیاہ کاریوں نے ہمارے بنگالی بھائیوں کو احساسِ محرومی میں مبتلا کیا تھا جو ملک کے دولخت ہونے پر منتج ہوا۔ یہ تمام پاکستانیوں کو اپنے برابر تو کیا انسان کا درجہ دینے پر بھی تیار نہیں ہیں اور ان کے حقوق و مفادات، جذبات و احساسات کو کیڑے مکوڑوں کی مانند اپنے پاؤں تلے روندنے کو اپنا پیدائشی حق تصور کرتے ہیں۔ ان ظالم اور استحصالی طبقات کی بقاء اسی میں ہے کہ عوام الناس پسماندہ ترین حالات میں زندگی گزاریں۔ غربت، مہنگائی، بیماری، جہالت اور بے امنی جیسے سنگین مسائل سے پنجہ آزمائی میں مصروف رہیں تاکہ ان کو ردائے وطن تار تار کرنے سے کوئی نہ روک سکے، لیکن آخر کب تک؟ اگر یہ طبقے اپنی روش تبدیل کرنے پر تیار نہیں ہیں تو ظلم و جبر کے آگے گھٹنے ٹیک دینا قائداعظم محمد علی جناح کے نام لیواؤں کا بھی شیوہ نہیں ہے۔ پاکستانی عوام کو آزادی کے حقیقی ثمرات واگزار کرانے کے لیے تحریکِ پاکستان کی طرز پر ایک اور تحریک برپا کرنا ہوگی۔ موجودہ سیاسی منظرنامے پر تو کوئی ایک شخصیت بھی ایسی دکھائی نہیں دیتی جو حقیقی معنوں میں قائداعظم کی پیروکار ہو، لہٰذا قائداعظم محمد علی جناح کے افکار ہی اس تحریک کی قیادت کریں گے اور انشاء اللہ محترم ڈاکٹر مجید نظامی کی راہنمائی میں بننے والا ایوان قائداعظم اس تحریک کا منبع و مرکز ثابت ہوگا۔''

اقبال اور قائداعظم

علامہ اقبال کے متعلق قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا:

''اقبال میرا پرانا دوست ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ آل انڈیا مسلم لیگ ابتدا میں مسلمانوں کی علمی جماعت تھی۔ 1936ء میں ہم میں سے بعض نے خیال کیا کہ اس جماعت کو صحیح پارلیمانی جماعت میں بدل دیا جائے۔ جب میں اپریل 1936ء میں پنجاب آیا تو پہلا شخص جسے میں ملا اقبال تھا۔ میں نے اپنے خیالات اس کے سامنے پیش کیے۔ اس نے فوراً لبیک کہی اور اس وقت سے تادمِ مرگ اقبال میرے ساتھ مضبوط چٹان کی طرح کھڑے رہے، اقبال بہت بڑے آدمی تھے اور بلاشبہ بہت بڑے فلاسفر تھے۔ جب تک مشرقی زبانیں موجود رہیں گی، اقبال کا کلام زندہ رہے گا۔ وہ خود ہندوستانی تھا لیکن دنیا میں شاعرِ اعظم کی حیثیت سے متعارف تھا۔ اقبال نے مسلم سیاسی شعور پیدا کرنے کی گراں قدر خدمات انجام دیں۔ میں اس کی ایک مثال بیان کرتا ہوں۔ ایک مرتبہ میں علی گڑھ میں ریل میں سفر کر رہا تھا۔ راستے میں ایک چھوٹے سے اسٹیشن پر گاڑی ٹھہری تو سینکڑوں کی تعداد میں دیہاتی جمع ہو گئے۔ میں حیران تھا کہ ان کے اجتماع کا مقصد کیا ہے کہ دفعتاً ان سب نے اقبال کا یہ ترانہ پڑھنا شروع کر دیا۔

''چین و عرب ہمارا ہندوستان ہمارا۔''

شعراء عوام میں جان پیدا کرتے ہیں، ملٹن، شیکسپیئر، بائرن وغیرہ نے قوم کی بے حد خدمت کی ہے، لیکن جہاں تک اقبال کا تعلق ہے، اقبال نے سب سے زیادہ خدمت کی ہے، کارلائل نے شیکسپیئر کی عظمت کا ذکر کرتے ہوئے ایک انگریز کا ذکر کیا ہے کہ میں شیکسپیئر کو کسی قیمت پر نہ دوں گا، گو میرے پاس سلطنت نہیں ہے، لیکن اگر سلطنت مل جائے اور اقبال اور سلطنت میں سے ایک کو منتخب کرنے کی نوبت آئے تو میں اقبال کو منتخب کروں گا۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے 2 مارچ 1941ء کو یومِ اقبال کی ایک تقریب میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

''اگر میں اس تقریب (یومِ اقبال) میں شامل نہ ہوتا تو میں اپنی ذات کے ساتھ بڑی ناانصافی کرتا۔ میں اپنی خوش قسمتی سمجھتا ہوں کہ مجھے اس جلسے میں شریک ہو کر اقبال کو عقیدت کے پھول پیش کرنے کا موقع ملا ہے۔ اقبال کی ادبی شہرت عالمگیر ہے۔ وہ مشرق کے بہت بڑے بلند پایہ شاعر اور مفکرِ اعظم تھے۔ مرحوم دورِ حاضر میں اسلام کی تاریخ ہے۔ اس زمانے میں اقبال نے ان کی قیادت میں بحیثیت ایک سپاہی کے کام کیا ہے۔ میں نے اس سے زیادہ وفادار اور اسلام کا شیدائی نہیں دیکھا۔ جس بات کو صحیح خیال کرتے یقیناً وہ صحیح ہوتی تھی، اور وہ اس پر مضبوط چٹان کی طرح قائم رہتے تھے۔''

اقبال بنام جناح

17 اکتوبر 1937ء کو علامہ اقبال نے قائداعظم کو حسبِ ذیل مکتوب تحریر فرمایا:

''فلسطین کے حالات مسلمانوں کے قلوب کو بہت بے چین کیے ہوئے ہیں۔ عوام سے رابطہ پیدا کرنے کا یہ بہت اچھا موقع ہے، ایسے معاملات کی خاطر جو اسلام اور ہندوستان دونوں پر اثر انداز ہوں، جیل جانے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ مشرق کے عین

باب الداخلہ پر مغربی محاذ کی تعمیر خطرہ کی موجب ہے۔''

قائداعظم کے نام علامہ اقبال کے تحریر کردہ خطوط کے مجموعے زیورطبع سے آراستہ ہو چکے ہیں۔

اقبال ڈے

قائداعظم محمد علی جناح کو علامہ اقبال سے بڑی محبت تھی، اور وہ ان کے اسلامی نظریات سے بڑے متاثر تھے مرکزیہ مجلس اقبال نے 24 مارچ 1940ء کو اقبال ڈے منایا قائداعظم محمد علی جناح بھی اس میں شریک ہوئے۔ اس موقع پر قائداعظم محمد علی جناح کو اس تاریخی قرارداد کو پیش کرنے پر مبارکباد دی گئی۔ قائداعظم محمد علی جناح نے مرکزیہ مجلس اقبال کے اراکین کا شکریہ ادا کیا۔

اقبال علامہ، سر، محمد

قائداعظم محمد علی جناح نے علامہ اقبال کے متعلق ایک مرتبہ تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

''علامہ اقبال اگرچہ ایک عظیم شاعر اور فلاسفر تھے، لیکن وہ عملی سیاستدان بھی کم پائے کے نہ تھے، وہ اسلامی اصولوں پر ایمانِ کامل اور یقین محکم کی بنیاد پر ان چند افراد میں سے تھے، جنہوں نے سب سے پہلے یہ تصور پیش کیا کہ ہندوستان کے شمال مغربی اور شمال مشرقی علاقوں کو (جو مسلمانوں کے تاریخی مساکن ہیں) ہندوستان سے الگ کر کے ایک اسلامی مملکت متشکل کی جاسکتی ہے۔''

1937ء میں قائداعظم محمد علی جناح نے علامہ اقبال کو ایک خط لکھا، جس میں تحریر تھا:

''سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کے افلاس کا علاج کیا ہے؟ لیگ کا مستقبل اسی سوال کے حل پر موقوف ہے، اگر لیگ نے اس باب میں یہ نہ کیا تو مجھے یقین ہے کہ عوام اس سے اس طرح بے تعلق رہیں گے، جس طرح اس وقت تک اس سے بے تعلق رہے ہیں۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ اسلامی آئین کے پاس اس مسئلہ کا حل موجود ہے۔ اس آئین کو دورِ حاضر کے تصورات کی روشنی میں مزید نشو ونما دی جاسکتی ہے۔ اسلامی آئین کے طویل اور گہرے مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اگر اس نظام کو اچھی طرح سمجھ کر نافذ کر دیا جائے تو اس سے کم از کم ہر فرد کو سامانِ پرورش ضرور مل جاتا ہے۔ اگر ہندوؤں نے سوشل ڈیموکریسی کو اپنے ہاں مقبول کر لیا تو ہندومت کا خاتمہ ہو جائے گا، لیکن اسلام کے لیے سوشل ڈیموکریسی کو ایسے مناسب انداز سے قبول کر لینا جس سے یہ اس کے اصولوں سے نہ گرائے، اسلام میں کسی تبدیلی کے مترادف نہیں ہوگا، بلکہ اس سے مفہوم یہ ہوگا کہ ہم اسلام کو پھر سے منزہ صورت میں اختیار کر رہے ہیں، جیسا کہ وہ شروع ہو چکا تھا۔''

علامہ اقبال نے 11 جون 1937ء کو قائداعظم محمد علی جناح کو اپنے مکتوب میں لکھا:

''ہندوستان میں آپ ہی کی ذات ایسی ہے، جس سے قوم کو یہ امیدیں وابستہ کرنے کا حق حاصل ہے کہ مستقبل میں جو سیلاب آنے کا خدشہ ہے، اس میں صرف آپ ہی مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کر سکیں گے۔''

قائداعظم محمد علی جناح علامہ اقبال کے معتقد اور ان سے بڑے متاثر تھے۔ علامہ اقبال کے انتقال پر 21 اپریل 1938ء کو فرمایا:

''مجھے علامہ اقبال کی وفات کی خبر سن کر بے حد رنج ہوا وہ عالمی شہرت کے حامل ایک نہایت ممتاز شاعر

تھے۔ ان کی شہرت اور ان کی تخلیقات اور کارنامے ہمیشہ زندہ و تابندہ رہیں گے ملک اور مسلمانوں کی انہوں نے اتنی خدمات سرانجام دی ہیں کہ ان کے ریکارڈ کا مقابلہ عظیم ترین ہندوستان کی خدمت سے کیا جا سکتا ہے جو کبھی پیدا نہ ہوگا حال تک وہ پنجاب کی صوبہ مسلم لیگ کے صدر تھے، جبکہ ایک غیر متوقع علالت نے انہیں مستعفی ہونے پر مجبور کر دیا، وہ کل ہند مسلم لیگ کی پالیسی اور پروگرام کے زبردست حامی تھے۔ میرے لیے وہ ایک رہنما دوست اور فلسفی تھے تاریک ترین لمحات میں جس سے مسلم لیگ کو گزرنا پڑا وہ چٹان کی طرح قائم رہے، اور وہ ایک لمحہ کے لیے کبھی متزلزل نہ ہوئے۔ صرف تین دن قبل انہوں نے اس کامل اتحاد کا پڑھا ہوگا جو کلکتہ میں مسلمان قائدین کے مابین ہوا۔ آج میں فخر و مباہات سے کہہ رہا ہوں کہ مسلمانانِ پنجاب اب پورے طور پر مسلم لیگ کے ساتھ اور مسلم لیگ کے پرچم تلے آ چکے ہیں، جو یقیناً علامہ اقبال کے لیے عظیم ترین اطمینان کا واقعہ تھا۔ اس مفارقت میں میری نہایت مخلصانہ اور عمیق ترین ہمدردیاں ان کے خاندان کے ساتھ ہیں۔ اس نازک وقت میں ہندوستان کو بالعموم اور مسلمانوں کو بالخصوص ناقابلِ تلافی صدمہ پہنچا ہے۔"

حیدر آباد دکن میں علامہ اقبال کی یاد میں ایک تعزیتی جلسہ منعقد ہوا قائداعظم محمد علی جناح نے درج ذیل پیغام ارسال کیا:

"میں اس تعزیتی جلسہ میں آپ کے ساتھ شریک ہوں، مسلمانوں اور ہندوستان کے اقبال کے کھوئے جانے کے غم میں آپ کا برابر کا حصہ دار ہوں۔"

1938ء کے آخری مہینوں میں پٹنہ میں علامہ اقبال کی یاد میں منعقدہ تعزیتی اجلاس منعقد ہوا، قائداعظم محمد علی جناح نے اس اجلاس میں کہا:

"علامہ اقبال کی موت مسلمانانِ ہند کے لیے ناقابلِ تلافی صدمہ ہے، وہ میرے احباب میں سے تھے۔ ان کا شمار دنیا کے بہترین شعراء میں ہوتا ہے۔ جب تک اسلام زندہ ہے ان کا نام بھی زندہ رہے گا۔ ان کی شاعری مسلمانوں کی حقیقی امنگوں کی ترجمان ہے۔ ہم اور ہمارے بعد آنے والی نسلیں ان سے وجدان حاصل کرتی رہیں گی۔"

قائداعظم محمد علی جناح مارچ 1940ء میں لاہور تشریف لائے تو پنجاب یونیورسٹی ہال لاہور میں یومِ اقبال کی تقریب منائی گئی۔ اجلاس کی صدارت شیر بنگال مولوی فضل الحق نے کی، 24 مارچ 1940ء کی یہ تقریب قائداعظم محمد علی جناح کی صدارت میں منعقد ہوئی۔

اس موقع پر قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا:

"اگر میں مسلمانوں کے نصب العین اسلامی ریاست کے حصول تک زندہ رہا، اور اس وقت مجھے اقبال کی تخلیقات اور مسلم ریاست کی حکمرانی میں سے کسی ایک کو چننے کے لیے کہا گیا تو میں بلا تامل اقبال کو منتخب کروں گا۔ اقبال نے ہندوستان کے مسلمانوں میں سیاسی و قومی شعور بیدار کرنے میں بڑی خدمت سرانجام دی ہے، اقبال دنیا بھر میں مشہور ہے اور ان کا شمار عظیم ترین شعراء میں ہوتا ہے، اور ہمیں اپنے ایسے بڑے عظیم الشان شاعر پر بڑا فخر ہے۔ اقبال میرے پرانے دوست تھے۔

میں نے اپنے خیالات ان کے سامنے پیش کیے انہوں نے فوراً لبیک کہا، اور اس وقت سے تا دمِ مرگ اقبال ایک چٹان کی طرح میرے ساتھ کھڑے



علامہ اقبالؒ

1938 - 1877

عالمِ اسلام کے مایۂ ناز مفکر جنہوں نے 30 دسمبر 1930ء کو اپنے مشہور خطبۂ الٰہ آباد میں جنوبی ایشیا میں ایک آزاد مسلم ریاست کا تصور پیش کیا جو بفضلِ خدا اب پاکستان کی شکل میں قائم ہے۔ انہوں نے اپنی بے مثال سحر انگیز شاعری کے ذریعے نوجوانوں کو آزادیٔ وطن کے لئے متحرک کیا اور مسلمانوں میں قومی تشخص کے احساس کو بیدار کیا۔ چند سال انجمن حمایت اسلام لاہور اور پنجاب مسلم لیگ کے صدر اور پنجاب اسمبلی کے منتخب رکن رہے۔ 1931ء میں دوسری گول میز کانفرنس میں شرکت کی۔ تصنیفات میں اردو اور فارسی اشعار کے شہرۂ آفاق مجموعوں کے علاوہ سیاسی، اقتصادی، سماجی اور دینی موضوعات پر تحریریں شامل ہیں۔ قائداعظمؒ سے کئی ملاقاتیں کیں اور خط و کتابت بھی۔ قائداعظمؒ ان سے کتنے متاثر تھے، ان کے اپنے الفاظ میں ملاحظہ فرمایئے: ''اگر میں اس وقت تک زندہ رہا کہ ہند میں مسلم ریاست کا حصول دیکھ سکوں اور اس وقت مجھے کلام اقبالؒ اور مسلم ریاست کی فرمانروائی پیش کی گئی کہ دونوں میں سے ایک کو چن لوں تو میں بلاتامل اول الذکر کا انتخاب کروں گا۔'' دنیا کی ہر قابلِ ذکر یونیورسٹی میں شعبۂ اقبالیات قائم ہے۔

رہے۔ اقبال ایک عظیم شاعر تھے جنہیں دنیا کے بہترین ادب کی تاریخ میں ایک مستقل مقام حاصل ہے۔ اقبال کی شاعری زندہ رہے گی جب تک اردو زبان زندہ ہے۔ اقبال فعال شخصیت بھی تھے جس نے مسلمانوں میں سیاسی شعور پیدا کرنے میں بڑی اہم خدمات سرانجام دیں۔ مسلمانوں کے لیے اقبال شیکسپیئر سے بھی بڑا تھا۔''

22 نومبر 1942ء کو لاہور میں مزارِ اقبال پر قائداعظم محمد علی جناح نے حاضری دی اور فاتحہ خوانی کی۔ اس موقع پر قائداعظم محمد علی جناح نے کہا:

''1936ء میں حکیم مشرق علامہ اقبال کی ذات گرامی سے دل جمعی ہوئی۔ علامہ اقبال نے ہمیں پاکستان کا نظریہ دیا، اور اسی نظریے کے حصول پر ہندی مسلمانوں کی آزادی کا انحصار تھا۔''

1944ء میں لاہور میں یومِ اقبال کی سالانہ تقریب کے موقع پر بھی قائداعظم محمد علی جناح نے ان پیغامات سے ملتا جلتا ایک پیغام بھیجا۔

علامہ اقبال 7 نومبر 1877ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام شیخ نور محمد تھا۔

ابتدائی تعلیم کے بعد سکاچ مشن سکول سے میٹرک امتیاز کے ساتھ پاس کیا اور سکاچ مشن کالج میں داخل ہوئے۔ عربی و فارسی کے متبحر عالم مولوی میر حسن کی تعلیم نے ان کے اندر اعلیٰ علمی و ادبی ذوق پیدا کیا۔ 1895ء میں ایف اے اور جون 1897ء میں ایم اے فلسفہ کی ڈگری لی۔ 13 مئی 1899ء کو اورینٹل کالج لاہور میں میکلوڈ پنجاب عربک ریڈر اور 4 جنوری 1901ء کو گورنمنٹ کالج لاہور میں اسسٹنٹ پروفیسر انگریزی مقرر ہوئے۔ علامہ اقبال 1905ء میں یورپ گئے اور وہاں سے پی ایچ ڈی کی۔ 1928ء میں مدراس کی مسلم ایجوکیشنل ایسوسی ایشن کی دعوت پر جنوبی ہند تشریف لے گئے، اور اسلامی افکار کی جدید تشکیل پر اہم لیکچر دیے۔ 1930ء میں آپ نے آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر کی حیثیت سے الہٰ آباد کے اجلاس میں تصورِ پاکستان کا خاکہ پیش کیا۔ اس اجلاس میں آپ نے جو خطبہ ارشاد فرمایا، تاریخ میں اسے خطبہ الہٰ آباد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ 1931ء میں گول میز کانفرنس میں مسلمانانِ برصغیر پاک و ہند کی نمائندگی کی۔ 1933ء میں سید سلیمان ندوی اور سر راس مسعود کے ہمراہ نادر شاہ کی دعوت پر کابل گئے۔

اقربا نوازی سے نفرت

قائداعظم محمد علی جناح کو اقربا نوازی سے سخت نفرت تھی۔ اس کی مثال اس طرح دی جا سکتی ہے کہ محترمہ فاطمہ جناح اپنی زندگی قائداعظم محمد علی جناح اور مسلم لیگ کے لیے وقف کیے رہیں لیکن قائداعظم نے مسلم لیگ میں انہیں کوئی منصب دینا پسند نہ کیا۔ محترمہ شیریں کا بیان ہے:

''جب مرحوم چندریگر نے قائداعظم کے لائق بھانجے اکبر پیر بھائی کو مقامی مسلم لیگ کی کسی ذیلی کمیٹی کا چیئرمین بنانے کی تجویز قائداعظم کی خدمت میں پیش کی تو انہوں نے اسے یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ اکبر کی سب سے بڑی نااہلیت یہ ہے کہ وہ میرا رشتہ دار ہے۔''

14 اگست 1947ء کو مجلس دستور ساز کے اجلاس میں خطبۂ صدارت میں فرمایا:

''اچھی اور بری دیگر چیزوں کے ساتھ خیانت اور منصبی اور اقربا نوازی کی لعنتیں بھی ہمارے حصے میں آئی ہیں۔ ہمیں ان برائیوں کو بیدردی سے کچل دینا چاہیے، میں یہ امر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ خیانتِ منصبی، اقربا نوازی بالواسطہ یا بلاواسطہ مجھ پر اثر ڈلوانے کی کسی کوشش کو میں ہرگز برداشت نہیں کروں گا۔ جہاں

مجھے معلوم ہوا کہ فلاں جگہ ایسا ہو رہا ہے، برداشت نہیں کروں گا، تو پھر خواہ کتنا ہی بڑا یا چھوٹا کیوں نہ ہو، اسے ہرگز نہ بخشوں گا۔''

اقلیتیں

قائداعظم محمد علی جناح نے اپنی متعدد تقاریر میں اقلیتوں کے حقوق کی پاسداری کو یقینی بنانے پر زور دیا۔ اقلیتوں کے ذکر اور حقوق سے متعلق تصاویر کا مختصر جائزہ حسبِ ذیل ہے۔

1. اپریل 1941ء اجلاس مسلم لیگ مدراس
2. 14 نومبر 1946ء غیر ملکی اخباری نمائندوں سے ملاقات
3. 27 مارچ 1947ء میمن چیمبر آف کامرس بمبئی میں
4. 14 جولائی 1947ء پریس کانفرنس منعقدہ نئی دہلی
5. 11 اگست 1947ء پاکستان دستور ساز اسمبلی کے پہلے خطاب میں
6. 11 اگست 1947ء خطبہ صدارت دستور ساز اسمبلی
7. 11 اگست 1947ء پاک بحریہ سے خطاب
8. ستمبر 1947ء کراچی میں خطاب
9. 30 اکتوبر 1947ء جلسہ عام لاہور
10. 28 مارچ 1948ء پسماندہ اقوام سے خطاب

14 اگست 1947ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے گورنر جنرل کے عہدہ کا حلف اٹھانے اور اعلانِ پاکستان کے لیے کھلی گاڑی میں لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے ساتھ پبلک میں جانا تھا۔ وہاں تقریب تھی۔ وائسرائے ہند لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے قائداعظم محمد علی جناح سے کہا:

''خفیہ اداروں کی رپورٹ ہے کہ آپ پر قاتلانہ حملہ ہو جائے گا، لہٰذا اس طرح کھلے عام نہ جائیں۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے کہا:

''اسلامی نظریاتی مملکت اور نظام کا اعلان ہونا ہے، میں اسے کیسے ترک کر سکتا ہوں۔''

اتنے خطرناک حالات تھے، آپ جلسہ گاہ میں پہنچ گئے، لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے دورانِ تقریر کہا:

''مسٹر جناح! مجھے امید ہے کہ آپ اقلیتوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں گے، جیسا انڈیا میں اکبر بادشاہ نے اقلیتوں کے ساتھ رکھا تھا۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے جواباً کہا:

''مسٹر ماؤنٹ بیٹن! اکبر کیا چیز ہے ہم تو محمد عربی رحمت اللعالمین ﷺ کے پیروکار ہیں، جنہوں نے مدینہ میں غیر مسلموں کے ساتھ اچھا سلوک کیا، اور ہمیں قانون عطا کیا۔''

اتنے واشگاف الفاظ کہنے والے کا حضور ﷺ سے قلبی تعلق اور وابستگی کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ محسنِ انسانیت تھے۔ ان کا مشن انسانوں کی بھلائی اور ان کا حق دلانا تھا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے بچپن ہی سے ایسے اثرات اپنے ذہن میں بٹھا لیے تھے۔ قائداعظم محمد علی جناح کے فرمان کو اگر قرآن کی تعلیم میں دیکھیں تو آپ کو مسرت ہوگی، اور ساتھ حقیقت بھی واضح ہو جائے گی کہ قائداعظم محمد علی جناح کا رجحان، شعور اور نصب العین قرآن اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے عین مطابق تھا۔

آپ نے فرمایا:

''ہماری تہذیب اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان لانا ہے، ساتھ تقویٰ اور عمل جاتا ہے، کیونکہ محض زبان سے اظہار نہیں ہوتا، آخرت پر یقین پختہ ایمان کا حصہ ہے، ہمارے دین میں پرہیزگاری کے علاوہ عہد پورا کرنا بڑا ضروری ہے، کسی کا مال ہتھیانا، جھوٹی قسم کھانا، سب کچھ ہمارے قانون و اخلاق کے خلاف ہے۔''

25 جنوری 1948ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا:

''ہمارے پیغمبر ﷺ بڑے معلم تھے، وہ بہت بڑے قانون عطا کرنے والے تھے، جنہوں نے حکمرانی کی، وہ بڑے سٹیٹس مین تھے، اور مقتدرِ اعلیٰ تھے۔''

اقلیتیں اور قائداعظم

روزنامہ انقلاب اپنی اشاعت 23 نومبر 1942ء میں لکھتا ہے:

''ہندو انجمنوں، ہندو اخباروں اور لیڈروں نے مسٹر محمد علی جناح، مسلم لیگ اور پاکستان کے خلاف جو طوفانِ بے تمیزی برپا کر رکھا ہے، وہ ہرگز مقامِ تعجب نہیں، کیونکہ ہندو ہندوستان کی اکثریت ہیں، اور مسٹر جناح نے اقلیتوں پر اکثریت کے ناجائز دباؤ اور اقتدار کے خلاف اصولی جنگ کا آغاز کر رکھا ہے۔ ہندو دوسری قوموں پر حکومت کے خواہاں ہیں، اور مسلم لیگ اقلیتوں کے حقوق کی سب سے بڑی حامی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جالندھر، لاہور، لائل پور میں اقلیتوں نے قائداعظم کی پذیرائی بے حد خلوص و محبت سے کی۔ ان کی خدمت میں اچھوتوں اور عیسائیوں نے ایڈریس پیش کیے۔ سکھوں نے ان کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے اور ان کی مدارات میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ اس سے ظاہر ہے۔ اقلیتیں مسٹر جناح کو اپنے حقوق کا حامی اور محافظ سمجھتی ہیں، اور ان کی کامیابی کی خواہاں ہیں۔ مسٹر جناح نے بھی ان کو یقین دلایا ہے کہ مسلم لیگ ہر حال میں اقلیتوں کو اکثریت کے استبداد سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرے گی، اور وہ اقلیتیں خواہ مسلم اکثریت کے ماتحت ہوں یا ہندو اکثریت کے زیر اقتدار مسلم لیگ ہر حال میں ان کے حقوق کی حامی رہے گی، اور قراردادِ لاہور اس دعویٰ کی روشن دلیل ہے۔''

(روزنامہ انقلاب، اشاعت: 23 نومبر 1942ء)

اقلیتوں کا لیڈر

(دیکھئے: کشمیر کا جناح)

اقوامِ ایشیاء

9 اپریل 1948ء کو ایرانیوں کے ایک وفد سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا:

''میں اقوامِ ایشیاء اور بالخصوص مسلم اقوام میں ہم آہنگی، مقصد کی وحدت اور مکمل افہام و تفہیم کی ضرورت پر زور دیتا ہوں، کیونکہ ایشیاء اتحاد، عالمی امن اور خوشحالی کے حصول میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔''

اقوام عرب اور پاکستان

رئیس احمد جعفری اپنی کتاب ''قائداعظم اور ان کا عہد'' میں رقمطراز ہیں:

''نیشنلسٹ اور کانگریسی مسلمانوں کی طرف سے عام طور پر مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا حسین احمد صاحب کی طرف سے خاص طور پر یہ پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ ہندوستان کی آزادی عالم اسلام کی آزادی اور خودمختاری کی پیامبر ہوگی، اور پاکستان کا سوال اس امکان کو ختم کر دے گا۔

اس معاملہ میں بہترین ثالث خود اہل عرب ہو سکتے ہیں۔ آیئے دیکھیں وہ پاکستان کے قیام کو اپنی غلامی کا سبب بتاتے ہیں یا پاکستان کا قیام ان کے نزدیک ایک خوش آئند، اور امید افزا چیز ہے؟ ظاہر ہے کہ عالم اسلام سے مراد اہل عرب ہی ہیں، وہی بالواسطہ یا بلا واسطہ طور پر انگریزوں کی گرفت میں ہیں۔ وہ

غلامی پر قانع بھی نہیں ہیں۔ اپنی آزادی اور خود مختاری کے لیے کفن اوڑھ کر میدان میں اتر بھی چکے ہیں، لہٰذا ان کی رائے اس معاملہ میں فیصلہ کن ثابت ہونی چاہیے۔

عرب پروپیگنڈہ کمیٹی کے ایک عہدہ دار شیخ نشاشیبی ممالک عربیہ کا دورہ کر کے لندن پہنچے۔ وہاں آپ نے پاکستان کی حمایت کرتے ہوئے رائٹر کے نمائندہ کو حسب ذیل بیان 30 جون 1945ء کو دیا:

''تمام اقوام عرب سیاست ہند میں دلچسپی لے رہی ہیں۔ جناب محمد علی جناح نے شام و لبنان کے مطالبات آزادی کی ہندوستان میں سب سے پہلے حمایت کی ہے، اور ہمیں یہ بات بھی اچھی طرح یاد ہے کہ جناب جناح نے برطانیہ کی لیبر پارٹی کو ایک تار روانہ کیا تھا۔ جس میں آپ نے فلسطین میں یہودیوں کو آباد کرنے کی پالیسی کے خلاف سخت احتجاج کیا تھا۔ پاکستان کا قیام میرے نزدیک ایک خوش آئند چیز ہے۔ تمام مالک عرب جناب جناح کی پاکستان کی اسکیم کو دل سے پسند کرتے ہیں، کیونکہ جناب جناح نے مسلم حکومت کا جو تصور قائم کیا ہے وہ مستقبل میں عربوں کے لیے بے حد مفید اور ممدو معاون ثابت ہوگا۔''

عرب پروپیگنڈہ کمیٹی کے جنرل سیکرٹری جناب طٰہ نے بیان دیتے ہوئے کہا:

''ہم ہندوؤں کے مقابلہ میں جناب جناح سے بہت زیادہ قریب ہیں۔''

فلسطین اور پاکستان

لندن میں وفد عرب کے ایک رکن انور نشاشیبی نے 29 اگست 1945ء کو لندن مسلم لیگ کے صدر مسٹر عباس علی کے نام ایک خط لکھا:

''اگر پاکستان قائم ہو جائے تو فلسطین کا مسئلہ خود بخود حل ہو جائے گا۔ دس کروڑ ہندوستانی مسلمانوں کی ایک عظیم الشان حکومت کا قیام ایشیاء کی تاریخ کو بدل دے گا، اور عرب حکومتوں کے مسلمانوں کے لیے سب سے بڑی رحمت ثابت ہوگا۔ اگر اس وقت ایسی حکومت موجود ہوتی تو فلسطین کے موجودہ پیچیدہ حالات بھی رونما نہ ہوتے۔ ہندوستان میں اسلامی حکومت کے قیام کے سلسلہ میں مسلم لیگ جو مبارک جدوجہد کر رہی ہے۔ میں اس پر اپنی قوم کی طرف سے پسندیدگی اور تحسین کا اظہار کرتا ہوں۔''

پاکستان کا مطالبہ حق بجانب ھے

اخبار ڈان "DAWN" کے نامہ نگار خصوصی نے اپنا حسب ذیل بحری تار 23 جنوری 1945ء کو لندن سے روانہ کیا:

''میں نے شام کے سابق وزیراعظم الخوری سے ملاقات کر کے یہ دریافت کرنا چاہا کہ وہ ہندوستانی مسلمانوں کی موجودہ سیاسی سرگرمیوں اور تحریکوں سے واقف ہیں؟ مجھے یہ سن کر سخت حیرت ہوئی۔ جب آپ نے فرمایا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی آزاد حکومت کا قیام بے حد پسند کرتا ہوں۔ ہندوستانی مسلمانوں کی یہ آزاد ریاست اسلامی ممالک کے لیے بے حد مفید اور ضروری ہو گی۔ ہمیں یقین ہے کہ انگریز ہندوستانی مسلمانوں کے جذبات اور دوسرے اسلامی ممالک کے جذبات کا پورا پورا احترام کریں گے۔ وہ یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہندوستان کے

دس کروڑ مسلمانوں کو کسی صورت میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، اور نہ کوئی قوم ان کے حقوق کو غصب کر سکتی ہے۔ میں ہندوؤں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ مسلمانوں کی دوستی کی اہمیت کو سمجھیں، کیوں کہ یہ چیز ان کے لیے مفید ثابت ہوگی۔''

اقوامِ متحدہ

30 ستمبر 1948ء میں پاکستان کو اقوامِ متحدہ کی باضابطہ رکنیت ملی۔ اس موقع پر قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا:

''جنگ سے بیزار انسانیت اقوامِ متحدہ کی تنظیم کے ارتقاء کو خوف اور امید سے دیکھ رہی ہے، اس ادارہ کی اہلیت کا انحصار عالمی امن کے لیے خطرات اور جنگ کی وجوہات کے ساتھ کامیابی سے نمٹنے، انسانیت کی بقا اور تہذیب کے مستقبل پر ہوگا۔ پاکستان جو کہ حال ہی میں اقوامِ متحدہ کی تنظیم میں شامل ہوا ہے۔ اپنی حیثیت کے اندر تنظیم کو مضبوط کرنے کے لیے بھرپور کوشش کرے گا اور اس کے مقاصد کے حصول کے لیے اس کی مدد کرے گا۔ اس عہد کی پابندی کے ساتھ ساتھ پاکستان بین الاقوامی امن اور سالمیت کے فروغ، ہتھیاروں کے پھیلاؤ کی روک تھام، نوآبادیاتی نظام کے خاتمے کے لیے بھرپور کوشش کر رہا ہے۔ پاکستان نے اقتصادی، سماجی اور انسانیت سے متعلقہ شعبوں میں نمایاں حصہ لیا ہے۔ اقوامِ متحدہ میں پاکستان کی پوزیشن فوجی اتحادوں سے آزاد ہے۔ اقوامِ متحدہ میں پاکستان کا اسلامی تشخص اس کی ترجیحات کے تعین میں غالب عنصر کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس نے اسلامی دنیا کی دلچسپی کے تمام مسئلوں میں مرکزی کردار ادا کیا ہے، پاکستان کی پوزیشن اصولوں کی طرف داری اور اعتدال پسندی اور تعمیری جذبوں پر مشتمل ہے۔''

اِکّا (Monocle)

قائداعظم محمد علی جناح کی دائیں آنکھ کی بینائی کمزور تھی، اس لیے وہ اکا لگاتے تھے۔ اس سے ان کی شخصیت اور اجاگر ہوگئی تھی، پیشہ ووکالت میں یہ اِکا ان کی پہچان بن گیا تھا۔

اکبراعظم

14 اگست 1947ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے مجلس دستور ساز پاکستان میں لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی تقریر کے جواب میں جو تقریر کی اس میں انہوں نے اکبراعظم کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا:

''شہنشاہِ اکبر نے غیر مسلموں کے ساتھ جو خیر سگالی اور رواداری کا برتاؤ کیا وہ کوئی نئی بات نہ تھی۔ اس کی ابتداء آج سے تیرہ سو سال پہلے ہی ہمارے رسول ﷺ نے کر دی تھی، انہوں نے زبان سے ہی نہیں بلکہ عمل سے بھی یہود و نصاریٰ پر فتح حاصل کرنے کے بعد نہایت اچھا سلوک کیا ان کے ساتھ رواداری برتی اور ان کے عقائد کا احترام کیا۔ مسلمان جہاں کہیں بھی حکمران رہے ایسے ہی رہے۔ ان کی تاریخ دیکھی جائے تو وہ ایسے ہی انسانیت نواز اور عظیم المرتبت اصولوں کی مثالوں سے بھری پڑی ہوگی جن کی ہم سب کو تقلید کرنی چاہیے۔''

اکبر علی پیر بھائی۔ بیرسٹر

قائداعظم محمد علی جناح کے بھانجے تھے، اور پیشے کے لحاظ سے وکیل تھے۔ انہوں نے قائداعظم محمد علی جناح کی زندگی پر

ایک کتاب جناح فیسز اسیسی نیشن لکھی۔ اس کے سرورق پر یہ الفاظ لکھے تھے:

''ایک بیرسٹر کے قلم سے۔''

اکرام تھینیئل، مسز

قائداعظم محمد علی جناح کی لیڈی کمپاؤنڈر جنہیں قائداعظم محمد علی جناح کے آخری ایام میں جب وہ زیارت میں مقیم تھے، سول ہسپتال سبی سے قائداعظم محمد علی جناح کی تیمارداری کے لئے زیارت لایا گیا۔ جہاں انہوں نے پندرہ دن تک خدمات سرانجام دیں۔

اکیس رمضان المبارک

قائداعظم رمضان کے مہینے کو خصوصی اہمیت دیتے تھے۔ اس کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جاسکتا ہے کہ

قائداعظم محمد علی جناح نے ایک بار 21 رمضان المبارک کو گاندھی سے مذاکرات سے انکار کر دیا تھا اس پر مولانا ظفر الملک نے انہیں خط لکھا اور ان کو شیعہ قرار دیتے ہوئے کہا:

''21 رمضان المبارک صرف شیعوں کے مطابق یومِ ماتم ہے۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے خط کے جواب میں انہیں لکھا:

''آپ جیسے تنگ نظر مسلمان اب بھی موجود ہیں۔ یہ معاملہ سنی اور شیعہ کا نہیں تھا، علاوہ ازیں حضرت علی ◆ تمام مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ تھے، اور ان کا سوگ عام مسلمان مناتے ہیں۔''

اس پر مولانا ظفر الملک نے کہا:

''یہ نومسلم درحقیقت سچا مسلمان ہے۔''

اکبر خان، میجر جنرل

میجر جنرل محمد اکبر خان (رنگروٹ) اور متحدہ ہندوستان کے آخری وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کسی زمانے میں پرنس آف ویلز کے اے ڈی سی رہ چکے تھے۔ اس لیے دونوں کے تعلقات بڑے گہرے تھے۔ ایک بار انگلستان جاتے ہوئے ماؤنٹ بیٹن نے ماڑی پور کے ایئرپورٹ پر رکنا تھا۔ اس نے اپنی آمد کی اطلاع دینے کے لیے میجر جنرل محمد اکبر خان کے نام ایک برقیہ روانہ کیا، اور انہیں ایئرپورٹ پر ملنے کے لیے کہا، محمد اکبر خان یہ برقیہ لے کر قائداعظم محمد علی جناح کے پاس پہنچے، اور اجازت طلب کی تو قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا:

"General Cannot be sparred"

''ایک جرنیل کو میں فارغ نہیں کرسکتا۔''

یہ فقرہ قائداعظم محمد علی جناح کے انگریز ملٹری سیکرٹری نے بھی سن لیا۔ اس کو جانے کیا سوجھی کہ اس نے ماؤنٹ بیٹن کو فون پر کہا:

''آپ نے جنرل محمد اکبر خان کے نام تار دیا، اگر صرف اکبر کے نام دیں تو شاید وہ آپ کو ملنے آ سکے۔''

ماؤنٹ بیٹن نے فی الفور دوسرا تار روانہ کر دیا، جس میں جنرل اکبر کے نام سے ''جنرل'' کا لفظ غائب تھا۔ اکبر خان یہ تار لے کر بھی قائداعظم محمد علی جناح کے پاس حاضر ہوئے تو قائداعظم محمد علی جناح مسکرا دیے اور پھر مذاق کے انداز میں کہنے لگے:

"This is better English"

اگر مرنا ہی ہے تو......

قائداعظم محمد علی جناح نے 22 مارچ 1939ء کو مرکزی

اسمبلی میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

''میں تمہیں بتائے دیتا ہوں، تم دونوں کو، کہ تم تنہا یا تم دونوں متحد ہو کر بھی، ہماری روح کو فنا کرنے میں کبھی کامیاب نہ ہو سکو گے۔ تم اس تہذیب کو بھی نہیں مٹا سکو گے، اس اسلامی تہذیب کو، جو ہمیں ورثہ میں ملی ہے۔ ہمارا نورِ ایمان زندہ ہے، ہمیشہ زندہ رہا ہے، اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔ بے شک تم ہمیں مغلوب کرو، ہم پر ظلم و ستم کرو، ہمارے ساتھ برا سلوک روا رکھو، لیکن ہم ایک نتیجے پر پہنچ چکے ہیں، اور ہم نے یہ کڑا فیصلہ کر لیا ہے کہ اگر مرنا ہی ہے تو لڑ کر مریں گے۔''

الامان

الامان تحریک پاکستان کے دور کا مشہور اخبار ہے۔ دہلی سے مولانا مظہر الدین کی ادارت میں شائع ہوتا تھا۔ اس اخبار میں مولانا مظہر الدین نے قائداعظم محمد علی جناح کی قومی خدمات اور مسلمانوں کے اجتماعی وقار کو بلند کرنے کے اعتراف کے طور پر قائداعظم محمد علی جناح کا خطاب دیا۔ یہ سہ روزہ اخبار تھا۔

الفضل ما شہدت بہ الاعداء

(دیکھئے: سحر انگیز شخصیت)

الٰہ آباد

الٰہ آباد ہندوستان کا مشہور شہر ہے۔ اس شہر میں قائداعظم متعدد بار تشریف لے گئے۔ اس شہر میں قائداعظم محمد علی جناح نے کئی اجلاسوں اور تقریبات میں شرکت فرمائی۔ ذیل میں ان کا مختصر اً ذکر کیا جا رہا ہے۔

قائداعظم محمد علی جناح نے امپریل لیجسلیٹو کونسل کارکن بننے کے بعد سب سے پہلے دسمبر 1910ء میں آل انڈیا نیشنل کانگریس کے اجلاس منعقدہ الٰہ آباد میں شرکت کی۔ یہ اجلاس سر ولیم ویڈر برن کی صدارت میں منعقد ہوا تھا اور اس جگہ قائداعظم محمد علی جناح اور موتی لال نہرو کے مابین ہندوستان کے مستقبل پر تبادلہ خیالات ہوا۔ اس کے بعد 1911ء میں اتحاد کانفرنس کا یہاں انعقاد ہوا اس میں بھی قائداعظم محمد علی جناح نے شرکت کی۔ اپریل 1916ء میں الٰہ آباد میں کانگریس نے ایک کمیٹی قائم کی اس کمیٹی کو یہ اختیار دیا گیا:

''وہ مسلم رہنماؤں کے تعاون سے ہندوستان کے لیے حکومت خود اختیاری کی حکمت عملی مرتب کرنے کے لیے مذاکرات کرے۔''

چنانچہ اکتوبر 1916ء میں مسلم لیگ کونسل کا جو اجلاس کلکتہ میں منعقد ہوا اس میں کانگریس کی تجاویز اور مسلم لیگ کی سفارشات بھی زیر بحث آئیں، اور متفقہ مطالبات کی ایک یادداشت ترتیب دی گئی جس پر قائداعظم محمد علی جناح نے بھی دستخط کیے۔ 15 جون 1917ء کو الٰہ آباد میں ہوم رول لیگ کے جلسے میں قائداعظم محمد علی جناح نے ہوم رول لیگ میں اپنی شمولیت کی وجوہات بیان فرمائیں۔

جنوری 1939ء کو قائداعظم محمد علی جناح الٰہ آباد یونیورسٹی کے مسلم طلباء کی دعوت پر الٰہ آباد تشریف لے گئے اور یونیورسٹی کے طلباء سے خطاب کیا۔

اپریل 1942ء میں قائداعظم محمد علی جناح نے مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کی صدارت کی اور کہا:

''ہندوستان کے مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش بنیادی طور پر غلط ہے۔ مسلم ہندوستان بغیر اس کے مطمئن نہیں ہو گا کہ اس کی قومی خود ارادیت واضح طور پر تسلیم کر لی جائے۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے انہی ایام میں یونیورسٹی میں

کانگریسی طلباء کے عمارت پر پرچم لہرانے کے تنازعہ کو بھی نمٹایا کیونکہ مسلم طلباء بھی عمارت پر پرچم لہرانا چاہتے تھے۔

24 اپریل 1943ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کا جو اجلاس دہلی میں قائداعظم محمد علی جناح کی صدارت میں ہوا۔ اس میں بھی انہوں نے الٰہ آباد کے اجلاس کا ذکر کیا۔

کانگریس کا کھیل

آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ 26 تا 29 دسمبر 1938ء بمقام پٹنہ کے صدارتی خطبہ میں قائداعظم محمد علی جناح نے دوٹوک فرمایا:

''تاہم میں ان رہنماؤں کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ وہ مسلمانوں کو مزید فریب نہیں دے سکتے۔ اب مسلمان وہ نہیں ہیں، جو تین برس پہلے تھے، کانگریس کا سارا کھیل یہ ہے، اور یہ رہا ہے کہ وہ اس ملعون، سخت قابلِ اعتراض اور ناقص دستور میں واضح اکثریت حاصل کریں، جس سے وہ لطف اندوز ہونا چاہتے ہیں۔ اگر انہیں اکثریت حاصل ہو جائے تو وہ بہ ہزار مسرت وفاق کو قبول کر لیں گے، اور پھر وہ مسلم ثقافت اور تنظیم کو تباہ کرنے اور کانگریس کی فائٹ طرز پر واحد مطلق العنان تنظیم کے طور پر تعمیر کرنے کے لیے اپنی مذموم ترکیب کو روبہ عمل میں لے آئیں گے، اس پر وہ ہندوستان میں ہندو راج کے قیام کے مقصد کو حاصل کر سکیں گے۔''

اللہ، صرف اللہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ﴿١﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ﴿٢﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ؕ﴿٣﴾ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ؕ﴿٤﴾

''تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے نہایت مہربان اور رحم فرمانے والا ہے، روزِ جزاء کا مالک، ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔'' (سورہ الفاتحہ: 1 تا 3)

چنانچہ اس ارشادِ ربانی کی روشنی میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ 26 تا 29 دسمبر 1938ء بمقام پٹنہ، قائداعظم محمد علی جناح نے اپنے خطبۂ صدارت میں ملت اسلامیہ کو خطاب کرتے ہوئے اعلان کیا:

''میں کہتا ہوں کہ مسلمانوں اور مسلم لیگ کا صرف ایک دوست ہے، اور وہ ہے مسلم قوم اور مدد کے لیے بھی وہ ایک اور صرف ایک ہی طرف دیکھتے ہیں، اور وہ ہے اللہ۔''

اللہ کی حاکمیت

منشی عبدالرحمٰن خان رقمطراز ہیں:

''مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنے ''دارالسلام'' کا جو نقشہ پیش کیا تھا، قائداعظم محمد علی جناح بھی اس کے عین مطابق ''نظامِ پاکستان'' بنانا چاہتے تھے۔ چنانچہ اگست 1941ء میں قائداعظم محمد علی جناح جب حیدرآباد تشریف لے گئے۔ ان سے ''اسلامی حکومت'' کی وضاحت چاہی گئی تو انہوں نے اس سوال کے جواب میں نوجوان طلباء کو بتایا:

''اسلامی حکومت کا یہ امتیاز پیش نظر رہنا چاہیے کہ اس میں اطاعت اور وفا کیشی کا اللہ کی ذات ہے۔ جس کے لیے تعمیل کا مرکز ''قرآن مجید'' کے احکام اور اصول ہیں، اسلام میں اصلاً نہ کسی بادشاہ کی اطاعت ہے نہ کسی پارلیمان کی، نہ کسی اور شخص یا ادارہ کی۔ قرآن کریم کے احکام ہی سیاست و معاشرت میں

ہماری آزادی اور پابندی کے حدود متعین کرتے ہیں۔ اسلامی حکومت دوسرے الفاظ میں قرآنی اصول اور احکام کی حکمرانی ہے۔"

(اسلام اور قائداعظم، صفحہ:118)

غرضیکہ انہی اصولوں پر قائداعظم محمد علی جناح نے پاکستان کی جنگ لڑی۔ انہی اصولوں کی حکومت کے لیے قوم نے پاکستان کے حق میں ووٹ دیا، جو جنگ پاکستان کے ہر مرحلہ پر پوچھتی تھی کہ پاکستان کا مطلب کیا ہے تو اس کا جواب دیا جاتا تھا۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه۔

اسلامی آئین اور شریعت اسلامیہ کے بارے میں اظہارِ خیال کرتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناح نے دوٹوک اور واضح الفاظ میں فرمایا:

"کون کہتا ہے کہ پاکستان کے آئین کی اساس شریعت پر نہیں ہوگی۔ جو لوگ ایسا کہتے ہیں وہ مفسد ہیں۔ ہماری زندگی میں آج بھی اسلامی اصولوں پر اس طرح عمل ہوتا ہے۔ جس طرح تیرہ سو سال پہلے ہوتا تھا، اسلام نے جمہوریت دکھائی ہے۔ مساوات اور انصاف کا درس دیا ہے، لہٰذا اسلامی اصولوں پر عمل کرنے سے ہم ہر ایک کے ساتھ انصاف کر سکیں گے۔"

اسلامی تعلیمات کا خلاصہ ہے کہ مسلمان کو کسی حالت میں بھی مایوس نہیں ہونا چاہیے، اور ہر وقت خدا کی رحمت کا امیدوار رہنا چاہیے۔ یہی کیفیت قائداعظم محمد علی جناح کی تھی، وہ کبھی بھی اور کسی حالت میں بھی مایوس نہیں ہوئے، بلکہ مایوسی اور ناکامی جیسا لفظ تو ان کی لغت میں تھا ہی نہیں۔ ملت اسلامیہ سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا:

"میں مسلمانوں سے کبھی مایوس نہیں ہوا، اسلام کی تعلیمات میں مایوسی کا لفظ نہیں۔ زندہ قوموں کو انتہائی مصائب اور مشکلات میں بھی مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ مصائب و آلام کی آندھیوں، مشکلات کے طوفان، دشمن کی مخالفتوں اور ریشہ دوانیوں سے گھبرانا نہیں چاہیے۔ خدا ہمیشہ ان قوموں کو آزمائش میں ڈالتا ہے۔ جنہیں وہ زمین کی حفاظت سونپا کرتا ہے۔ گھبراؤ نہیں۔ خدا پر اعتماد رکھو، اپنی صفوں میں کجی نہ آنے دو، اور انتشار پیدا نہ ہونے دو۔ دیانت اور خلوص کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔ ملت کے مفاد پر اپنے ذاتی مفاد کو کبھی نہ ترجیح نہ دو۔ انشاء اللہ قدرت تمہیں مجھ سے زیادہ عقیل اور ذہین رہنما عطا کرے گی، جو کشتی امت مرحومہ کو مشکلات کے بھنور سے نکال کر ساحل مراد تک کامیابی سے پہنچا دے گی۔"

ہم مسلمان ہونے کی حیثیت سے اللہ جل جلالہٗ کی "حاکمیت" پر ایمان رکھتے ہیں، اور ہمارا اعتقاد ہے:

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿٢٢﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٢٣﴾ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۭ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٢٤﴾

"وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، غائب اور ظاہر ہر چیز کا جاننے والا، وہی رحمٰن اور رحیم ہے۔ وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ بادشاہ ہے نہایت مقدس، سراسر سلامتی، امن دینے والا،

نگہبان، سب پر غالب، اپنا حکم بزور نافذ کرنے والا اور بڑا ہی ہوکر رہنے والا، پاک ہے اللہ اس شرک سے جولوگ کر رہے ہیں۔ وہ اللہ ہی ہے جو تخلیق کا منصوبہ بنانے والا اور اس کو نافذ کرنے والا اور اس کے مطابق صورت گری کرنے والا ہے۔ اس کے بہترین نام ہیں۔ ہر چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے اس کی تسبیح کر رہی ہے، اور وہ زبرست اور حکیم ہے۔'' (سورہ الحشر: 22 تا 24)

قائداعظم محمد علی جناح کا بھی یہی ایقان تھا، اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کی ''حاکمیت'' پر کامل یقین رکھتے تھے۔ ان کا اعتقاد تھا کہ اللہ ''احکم الحاکمین'' (بادشاہوں کا بادشاہ) ہے۔

اللہ میرا محافظ ہے!

14 اگست 1947ء کی صبح کراچی میں قیامِ پاکستان کی تقریب ہونے والی تھی، قائداعظم محمد علی جناح آخری وائسرائے ہند لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے ساتھ تقریب میں شرکت کے لیے اسمبلی ہال جانے کے لیے تیار تھے، اچانک لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے قائداعظم کو ایک لفافہ دیا اور کہا:

''اسے پڑھ لیجیے۔''

قائداعظم نے اسے کھولا اور سرسری پڑھا، پھر اسے تہ کر کے لفافہ جیب میں رکھ لیا اور کہا:

''اب چلیں۔''

لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے کہا:

''دیکھئے! میں نے آپ کو اطلاع دے دی ہے، اور پھر دہراتا ہوں کہ آپ کی جان خطرے میں ہے، سکھوں نے منصوبہ بنایا ہے کہ جس وقت آپ اسمبلی ہال جائیں گے، تو آپ کو قتل کر دیا جائے گا۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے کہا:

''اگر مجھے قتل کر دیا گیا تو میں شہید ہوں گا، اور مسلمان کے لیے شہید ہونا افضل ترین اعزاز ہے، لہٰذا اس کی فکر نہ کرو۔''

لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے کہا:

''نہیں، نہیں، مجھے آپ کی جان کی بڑی ضرورت ہے، اور میں چاہتا ہوں کہ آپ کی حفاظت کا بندوبست کروں۔''

یہ کہہ کر لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے ایک بار پھر قائداعظم محمد علی جناح سے پروگرام ملتوی کرنے پر اصرار کیا، لیکن قائداعظم نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔

اسمبلی ہال میں تقریب ہوئی، اور کچھ بھی نہیں ہوا۔

واپسی پر لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے کہا:

''مسٹر جناح آپ کو دلی مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ بچ کر آ گئے، غالباً اس لیے کہ میں آپ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے کہا:

''نہیں، اللہ میرا محافظ تھا، اس لیے میں بچ گیا۔''

لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے دراصل قائداعظم محمد علی جناح پر نفسیاتی حملہ کیا تھا۔ وہ بتلانا چاہتا تھا کہ قائداعظم ایک آزاد مملکت کے سربراہ ہونے کے باوجود غیر محفوظ ہیں، لیکن قائداعظم محمد علی جناح نے اس حملے کو ناکام بنا دیا۔

(میجر جنرل محمد اکبر خان)

الٰہی بخش، لیفٹیننٹ کرنل

آپ قائداعظم محمد علی جناح کے خصوصی معالج تھے۔ قائداعظم محمد علی جناح کے ''آخری ایام'' میں ان کے ہمراہ رہے۔ انہوں نے ''قائداعظم کے آخری ایام'' کے عنوان سے ایک کتاب بھی لکھی۔ لیفٹیننٹ کرنل الٰہی بخش 1904ء میں



پیر الٰہی بخش

1985 - 1897

آپ نے علی گڑھ کالج اور جامعہ ملیہ میں تعلیم حاصل کی۔ سندھ میں تحریک خلافت میں حصہ لیا۔ 1932ء سے 1937ء تک سر شاہنواز کے ساتھ سندھ کو بمبئی سے علیحدہ کرانے کی تحریک میں حصہ لیتے رہے۔ 1937ء میں سندھ صوبائی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ آپ 1943ء میں مسلم لیگ میں شامل ہوئے۔ 1941ء میں وزیر تعلیم مقرر ہوئے۔ 1946ء میں سندھ اسمبلی کے رکن بنے۔ 1948ء میں سندھ کے وزیر اعلیٰ منتخب ہوئے اور 1949ء تک اس عہدے پر فائز رہے۔ آپ کراچی یونیورسٹی کے بانیان میں سے تھے۔ 1950ء تک مغربی پاکستان اسمبلی کے رکن رہے۔ آپ 1985ء میں فوت ہوئے۔

چک مغلانی ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے۔ وہیں سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ 1921ء میں لندن سے میٹرک کیا۔ گائینز ہسپتال میڈیکل اسکول لندن سے ایم بی بی ایس اور ایم آر سی پی کی ڈگریاں حاصل کیں۔ 1931ء میں ایم ڈی کیا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد انڈین میڈیکل سروسز میں شمولیت اختیار کی۔ 1936ء میں کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور میں فارماکولوجی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ لیفٹیننٹ کرنل الٰہی بخش وہ پہلے مسلمان تھے جنہوں نے یہ اعزاز حاصل کیا۔ جنگ عظیم دوم کے دوران آپ کو فوجی خدمات کے لیے طلب کیا گیا۔ تھوڑے ہی عرصے کے بعد 1942ء میں ملایا میں جاپانیوں نے آپ کو قید کرلیا۔ آزادی کے بعد آپ نے پروفیسر آف میڈیسن اور پرنسپل کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج کی ذمہ داریاں سنبھالیں۔ اس کے علاوہ میو ہسپتال لاہور اور لیڈی ولنگڈن ہسپتال لاہور کے چیف میڈیکل سپرنٹنڈنٹ بھی رہے۔ میڈیکل ریفارمز کمیشن کے چیئرمین کی حیثیت سے کمیشن کی رپورٹ تیار کی۔ 1960ء میں راولپنڈی میں صدر پاکستان کو پیش کی۔ آپ کی وفات کے بعد جامعہ پنجاب نے اپنے خصوصی اجلاس میں آپ کی ممتاز حیثیت اور خدمات کے پیش نظر آپ کو ڈاکٹر آف لاز۔ آنرس کاز کے درجہ پر فائز کیا گیا۔ آپ قائداعظم محمد علی جناح کے علاوہ علامہ اقبال اور سر عبدالقادر کے معالج بھی رہے۔ جدید طبی علاج پر دو جلدوں میں ایک کتاب لکھی۔

الفاروق

(دیکھیے: فلاحی مملکت)

القاب وخطابات

(دیکھیے: گلاب کی خوشبو)

اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ

قائداعظم محمد علی جناح ممدوٹ ولا لاہور میں بیٹھے تھے۔ رانا ثناء اللہ خان آپ کے پاس تھے۔ قائداعظم محمد علی جناح نے باتوں باتوں میں فرمایا:

"میں نے قرآن حکیم کا ایک انگریزی ترجمہ کئی بار پڑھا ہے۔ مجھے اس کی بعض سورتوں سے بڑی تقویت ملتی ہے۔"

رانا ثناء اللہ خان نے پوچھا:

"مثلاً؟"

قائداعظم محمد علی جناح نے جواب دیا:

"وہ چھوٹی سی سورت ہے، جس میں ابابیلوں کا ذکر ہے۔"

رانا ثناء اللہ خان نے کہا:

"آپ کی مراد اس سورت سے ہے، جو یوں شروع ہوتی ہے۔"

اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ۔

قائداعظم محمد علی جناح نے فوراً فرمایا:

"جی ہاں، جی ہاں۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح کفار کے بڑے لشکر کو ابابیلوں کے ذریعے شکست دی، اسی طرح ہم لوگوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ انشاء اللہ کفار کی قوتوں کو شکست دے گا۔"

الوداع دہلی

قائداعظم محمد علی جناح پاکستان کے نامزد گورنر جنرل کو نئی مملکت کی ذمہ داریاں سنبھالنے اور آزادی کی تقریبات کے انتظامات کی ذاتی نگرانی کرنے کے لیے پاکستان کے قیام سے ایک ہفتہ قبل ہی دہلی کو خیرباد کہنا پڑا۔ دہلی جو دارالحکومت ہونے کے باعث تمام سیاسی سرگرمیوں کا مرکز بنا رہا تھا، اور

جہاں قائداعظم محمد علی جناح نے طویل ترین سیاسی مذاکرات کے بعد پاکستان کی جنگ جیتی تھی، اب وہ تقسیم شدہ ہندوستان کا صدر مقام بننے والا تھا۔ پاکستان کا مرکز یہاں سے بہت دور کراچی تھا، قائداعظم محمد علی جناح کا جائے پیدائش، جواب قائداعظم محمد علی جناح کا مملکت کے سربراہ کے روپ میں استقبال کرنے والا تھا۔

قائداعظم محمد علی جناح نے 7 اگست 1947ء کو دہلی کے شہریوں کو الوداعی پیغام دیا۔ اس پیغام میں انہوں نے ہزاروں افراد کا شکریہ ادا کیا، جنہوں نے پاکستان کی تشکیل پر انہیں تہنیت کے پیغامات ارسال کیے تھے۔ اپنے اس پیغام میں قائداعظم محمد علی جناح نے کہا:

> ''میں دہلی کے باشندوں کو الوداع کہتا ہوں، جن میں ہر فرقے سے تعلق رکھنے والے میرے بہت سے دوست شامل ہیں، ہمیں ماضی کو دفن کر دینا چاہیے، اور ہندوستان اور پاکستان کی دونوں آزاد مملکتوں کو ازسرنو کام کا آغاز کرنا چاہیے۔ میری خواہش ہے کہ اس تاریخی اور عظیم الشان شہر میں لوگ امن و عافیت سے رہیں۔''

دہلی سے قائداعظم محمد علی جناح کی روانگی کا صحیح وقت خفیہ رکھا گیا تھا، اور ان کی روانگی کے وقت انہیں رخصت کرنے کے لیے صرف وائسرائے کا ملٹری سیکرٹری اور ایرانی سفیر موجود تھے۔

قائداعظم محمد علی جناح دن کے بارہ بج کر پینتالیس منٹ پر وائسرائے کے ڈکوٹا ہوائی جہاز میں دہلی سے کراچی کے لیے روانہ ہوئے۔ ان کے ساتھ ان کی ہمشیرہ، بحریہ کا اے ڈی سی، ایس ایم احسن اور فضائیہ کا اے ڈی سی فلائٹ لیفٹیننٹ عطا ربانی محوسفر تھے۔

دہلی سے روانگی کے وقت ایئرپورٹ پر قائداعظم محمد علی جناح نے ایک نظر پلٹ کر دہلی کے تاریخی شہر کی طرف دیکھا، اور زیرلب کہا:

> ''میرا خیال ہے کہ میرے لیے دہلی کا یہ آخری نظارہ ہے۔''

جب جہاز حرکت میں آیا تو قائداعظم محمد علی جناح کی زبان سے جو فقرہ ان کے ہمراہیوں کے کانوں تک پہنچا، وہ یہ تھا:

> ''آج قصہ ختم ہوا۔''

الوداع کانگریس

1915ء میں گوکھلے اور سر فیروز شاہ مہتا کے انتقال سے ملک کی سیاسی زندگی میں ایک خلا پیدا ہو گیا، لیکن ان ہی دنوں ایک آئرش خاتون مسز اینی بیسنٹ (Annie Besant) تصوف اور روحانیت کی دنیا سے سیاست کی وادی میں آئیں۔ وہ 1893ء میں مدراس میں تھیوسوفیکل (theosophical) سوسائٹی کے اجلاس میں شرکت کے لیے آئی تھیں، لیکن اس وقت کے حالات دیکھ کر ہندوستان ہی میں رک گئیں۔ شروع میں انہوں نے اپنے آپ کو تعلیمی، سماجی اور مذہبی کاموں تک محدود رکھا، لیکن کچھ مدت بعد محسوس کیا کہ عوام کی حالت تب ہی بہتر ہو سکتی ہے اگر ان کا اپنے معاملات پر زیادہ سیاسی کنٹرول ہو، چنانچہ پہلے انہوں نے ایک ہفت روزہ ''کامن ویلتھ'' اور ایک روزنامہ ''نیو انڈیا'' جاری کیا۔ اس کے بعد یکم ستمبر 1916ء کو ایک سیاسی پارٹی ''ہوم رول لیگ'' کے قیام کا باضابطہ اعلان کیا۔ جس کا مقصد ہندوستان کے لیے ہوم رول یعنی داخلی خودمختاری کا حصول تھا۔ وہ ایک مدبر اور مفکر ہونے کے علاوہ شعلہ بیان مقررہ بھی تھیں۔ ان کی شخصیت بڑی پراثر تھی۔ کانگریس اور مسلم لیگ اس وقت تک عوام تک نہیں پہنچ سکی تھیں۔ مسز اینی بیسنٹ نے ہندوستان بھر کا دورہ کر کے ملک کے اندر ہوم رول کے مطالبے کی آگ بھڑکا دی۔ ان کی وجہ سے سیاسی دلچسپیاں صرف تعلیم یافتہ طبقے تک محدود نہ

رہیں۔ پہلی دفعہ ہندوستانی خواتین نے ہوم رول لیگ کے پرچم تلے منظم ہونا شروع کیا۔ دسمبر 1917ء میں اینی بیسنٹ کو کانگریس کا صدر بھی منتخب کر لیا گیا۔ 1917ء میں قائداعظم محمد علی جناح بھی ہوم رول لیگ میں شامل ہو گئے۔

گاندھی تقریباً 20 برس جنوبی افریقہ میں رہنے کے بعد جنوری 1915ء میں ہندوستان واپس آئے تو انہوں نے دیکھا کہ قائداعظم محمد علی جناح ہندوؤں اور مسلمانوں کے مشترکہ لیڈر کے طور پر ابھر کر سامنے آ گئے ہیں، چنانچہ انہوں نے لیڈر شپ اپنے ہاتھ میں لینے کے لیے پلاننگ شروع کر دی۔ پہلے کئی سال تو انہوں نے اپنے آپ کو ہندوستان میں سیاسی طور پر مضبوط کرنے کے لیے لگا دیے۔ 1920ء میں انہوں نے مناسب سمجھا کہ وہ رہنمائی کا تاج اپنے سر پر رکھ لیں۔ اس کے لیے انہوں نے کوششیں شروع کر دیں۔ اس وقت سیاسی سطح پر دو فورم ایسے تھے جن میں ہندو اور مسلمان دونوں ممبر ہو سکتے تھے: ہوم رول لیگ (Home Rule League) اور کانگریس۔ قائداعظم محمد علی جناح ان دونوں میں سرگرم تھے۔ گاندھی نے سب سے پہلے ہوم رول لیگ کی طرف توجہ دی کیونکہ اس کی لیڈر شپ حاصل کرنا نسبتاً آسان تھا۔

اس وقت مسز اینی بیسنٹ ہوم رول لیگ کی صدر تھیں۔ ان کے بارے میں تاثر تھا کہ وہ بہت خودسر ہیں اور کسی کی بات نہیں سنتیں۔ 1919ء میں رولٹ ایکٹ کی حمایت اور پھر جلیانوالہ باغ کے قتل عام پر فوجیوں کے حق میں ان کی تحریر نے ان کی شہرت کو داغدار کر دیا تھا۔ کچھ لیڈروں نے مسز اینی بیسنٹ کے بارے میں یہ کہنا بھی شروع کر دیا:

> ''چونکہ وہ ابھی تک برطانوی شہری ہیں، اس لیے انہیں ہندوستانی عوام کے موقف سے کوئی جذباتی تعلق نہیں۔''

چنانچہ ہوم رول لیگ کے سرکردہ ارکان کے ایک طاقت ور گروہ نے ان کی جگہ گاندھی کو صدر چننے کا فیصلہ کیا اور اس سال گاندھی کو اس کا صدر منتخب کر لیا گیا، لیکن جن لوگوں نے گاندھی کو صدر چننے میں نمایاں رول ادا کیا تھا، انہیں بہت جلد معلوم ہو گیا کہ گاندھی تو مسز بیسنٹ کے مقابلے میں کہیں زیادہ خودسر ہیں۔ کے ایم منشی لکھتے ہیں:

> ''(ہوم رول لیگ میں) کوئی قرارداد اس وقت تک منظور نہیں ہو سکتی تھی جب تک اس کا مسودہ خود گاندھی جی تیار نہ کریں۔ ہمیں کسی معاملے پر رائے شماری کرانے کا اختیار نہ تھا۔ دو چار منٹ کی بحث کے بعد ہر شخص کو چپ چاپ منظوری دینی پڑتی، ہم ششدر رہ جاتے۔ ہمارے احساس جمہوریت کو ٹھیس پہنچتی تھی۔''

صدر بننے کے بعد گاندھی نے ہوم رول لیگ پر اپنی گرفت مضبوط کرنا شروع کر دی۔ انہوں نے 3 اکتوبر 1920ء کو بمبئی میں ہوم رول لیگ کا عام اجلاس بلایا اور یہ تجویز پیش کی:

> ''اس کا نصب العین آئینی ذرائع سے سوراج حاصل کرنے کی بجائے جائز اور پرامن ذرائع سے سوراج حاصل کرنا ہو۔''

قائداعظم محمد علی جناح ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے اس تجویز کی ڈٹ کر مخالفت کی اور کہا:

> ''یہ تجویز نہ صرف غلط بلکہ خلاف ضابطہ بھی ہے۔''

گاندھی نے بطور صدر فیصلہ دیا کہ تجویز باضابطہ ہے۔ اس پر 19 رہنماؤں نے قائداعظم محمد علی جناح کی سرکردگی میں اجتماعی طور پر ہوم رول لیگ سے استعفیٰ دے دیا۔ ان 19 حضرات نے اپنے ایک مشترکہ مکتوب میں اس بات پر بھی احتجاج کیا کہ ہوم رول لیگ کے نئے آئین میں جان بوجھ کر برطانیہ سے تعلق کا ذکر نہیں کیا گیا، اور اس میں غیر آئینی اور غیر قانونی سرگرمیوں کی گنجائش رکھی گئی ہے بشرطیکہ یہ سرگرمیاں پرامن اور جائز ہوں۔

گاندھی نے ایک سرکلر مکتوب میں جو مستعفی ہونے والے حضرات کو علیحدہ علیحدہ بھیجا گیا، بڑا زوردار جواب دیا۔ انہوں نے لکھا:

''میں اپنے ملک کے لیے سوراج چاہتا ہوں خواہ برطانیہ سے تعلق رکھنا پڑے یا نہ رکھنا پڑے۔ میں اس تعلق کا مخالف نہیں ہوں لیکن میں اسے اہمیت نہیں دینا چاہتا۔ میں برطانیہ سے اس تعلق کی خاطر ہندوستان کو ایک لمحے کے لیے بھی غلام نہیں رکھوں گا۔ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ بنیادی طور پر کوئی بات آپ کے ضمیر کے خلاف نہیں ہے تو میں آپ کو اور آپ کے ساتھ استعفیٰ دینے والے اصحاب کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اپنے استعفوں پر نظرثانی کریں۔''

اس پر قائداعظم محمد علی جناح نے گاندھی کو جو خط لکھا وہ اپنے نفس مضمون کے لحاظ سے بہت اہم ہے کیونکہ اس میں گاندھی کی سوچ اور طریق کار کے بارے میں قائداعظم محمد علی جناح کے خیالات کا کھلم کھلا اظہار ہے۔ ہم اس خط کا ایک حصہ یہاں نقل کرتے ہیں۔ قائداعظم محمد علی جناح نے لکھا:

''آپ اب تک جتنے اداروں سے بھی متعلق رہے ہیں، آپ کے طریق کار سے ان کا شیرازہ بکھر گیا ہے۔ ملک بھر میں لوگ انتہائی مایوس ہیں۔ آپ کے انتہا پسندانہ پروگرام سے وقتی طور پر زیادہ تر ناتجربہ کار نوجوان، کم فہم اور ناخواندہ افراد متاثر ہوئے ہیں۔ ان تمام باتوں کا مطلب بدنظمی اور افراتفری کے سوا کچھ نہیں۔ میں ان کے نتائج کے تصور سے ہی کانپ جاتا ہوں لیکن مجھے ایک بات پر یقین ہے اور وہ یہ کہ اس کا سبب بنیادی طور پر حکومت کی موجودہ پالیسی ہے۔ جب تک یہ علت دور نہ ہوگی، اثرات موجود رہیں گے۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے جہاں گاندھی کو بدنظمی اور افراتفری کا ذمہ دار ٹھہرایا، وہاں یہ بھی کہہ دیا:

''اس کا سبب بنیادی طور پر حکومت کی موجودہ پالیسی ہے۔''

اس طرح انہوں نے اس تاثر کو قائم ہونے سے پہلے ہی ختم کر دیا کہ وہ صرف گاندھی کی پالیسی کو برائیوں کا ذمہ دار قرار دے کر حکومت کی حمایت کرنا چاہتے ہیں۔

قائداعظم محمد علی جناح کی بات درست نکلی۔ گاندھی کے صدر بننے کے بعد ہوم رول لیگ کی سرگرمیاں ختم ہو گئیں۔ گاندھی نے کانگریس کے متوازی ایک ایسے پلیٹ فارم ہی کو ختم کر دیا جس سے کوئی مسلمان ہندوستانی عوام کی رہنمائی کر سکتا تھا۔

اب گاندھی نے دوسرے فورم یعنی کانگریس کی طرف توجہ دی۔

دسمبر 1920ء میں ناگپور میں بیک وقت کانگریس اور مسلم لیگ کے اجلاس ہوئے۔ تحریک خلافت کے ذریعے گاندھی ہندوستانی عوام پر چھا چکے تھے۔ کانگریس کے اجلاس کی صدارت جنوبی ہندوستان کے سی، وی، چیریر (Chariar) نے کی۔ اجلاس بڑے جوش و خروش سے ہوا اور عام اجلاس میں تقریباً 50 ہزار آدمیوں نے شرکت کی۔ ناگپور اجلاس سے قبل، کانگریس کا نصب العین دستوری اور آئینی طریقوں سے قومی اتحاد کے ذریعے نظم و نسق میں اصلاح کرانا تھا۔ ناگپور اجلاس میں بھی گاندھی نے وہی قرارداد پیش کی جس میں کہا گیا تھا:

''انڈین نیشنل کانگریس کا نصب العین یہ ہے کہ ہندوستانی عوام تمام جائز اور پرامن طریقوں سے سوراج حاصل کریں۔''

سیتل واد نے لکھا ہے:

''جناح نے اس بنیادی تبدیلی کی شدید مخالفت کی اور

حاضرین کی بھاری اکثریت کی دخل اندازی کے باوجود اپنے موقف پر قائم رہے۔''

دیوان چمن لال اس اجلاس میں شریک تھے۔ انہوں نے بولائتھو کو بتایا کہ جناح نے اس موقع پر بڑے اعتماد سے کہا کہ آپ لوگ غلط راستے پر ہیں۔ میرا راستہ ٹھیک ہے کیونکہ آئینی اور قانونی طریق کار ہمیشہ صحیح ہوتا ہے۔ اس کے بعد جناح کانگریس سے الگ ہو گئے۔

اس طرح 1920ء کے آخر تک گاندھی کانگریس اور ہوم رول لیگ کی سیاست پر چھا گئے۔ ان کے زیر اثر دونوں جماعتیں غیر آئینی راہوں پر رواں دواں ہو گئیں اور ان پر ہندو رنگ بھی زیادہ نمایاں ہو گیا۔ جناح اپنے آپ کو اس سے ہم آہنگ نہ کر سکے اور نتیجتاً ان دونوں جماعتوں سے علیحدہ ہو گئے۔ یہی وہ دو جماعتیں تھیں جن سے وہ ایک ہندوستانی لیڈر کے طور پر رہنمائی دے سکتے تھے اور دے رہے تھے۔ ان کے استعفیٰ سے ان کے پاس ایسا کوئی فورم نہ رہا جس سے وہ ہندوستان کے تمام مذاہب کے عوام کی رہنمائی کر سکیں۔ اس طرح ہندوستان کی سیاست میں گاندھی کی آمد کے چند ہی برس بعد، جناح کو یہ محاذ چھوڑنا پڑا۔ ڈاکٹر سیتا رامیہ نے لکھا ہے کہ ناگپور اجلاس گاندھی کی ذاتی فتح کی حیثیت رکھتا ہے۔ مالویہ، جناح، داس اور لالہ جی (لالہ لاجپت رائے) جیسے آزمودہ سیاست دان آسانی سے مغلوب ہو گئے۔

جناح چاہتے تو گاندھی کی قرارداد کی تائید کر کے عوام سے داد تحسین حاصل کرتے نیز ہوم رول لیگ اور کانگریس کے پلیٹ فارم نہ چھوڑتے لیکن ان کی سیاست مفادات کی خاطر نہیں بلکہ اصولوں پر مبنی تھی اور انہوں نے مشکل سے مشکل وقت میں بھی اصولوں کو الوداع نہیں کہا۔

کانگریس کو الوداع کہنے کے بعد جناح کی سیاسی سرگرمیاں کم ہو گئیں۔ وہ ان دنوں امپیریل قانون ساز اسمبلی کے بھی ممبر نہیں تھے۔ اس لیے ان کا زیادہ تر وقت اپنی پیشہ ورانہ مصروفیت ہی میں گزرتا۔ تحریک خلافت اور تحریک عدم تعاون ملک میں بڑے جوش و خروش سے جاری رہیں لیکن جناح خلافت کے حامی اور ترکی کے ہمدرد ہونے کے باوجود ان تحریکوں کے طریق کار سے متفق نہ ہونے کے باعث اس سیاست سے عملی طور پر الگ ہی رہے۔ مسلم لیگ کی یہ حالت ہو چکی تھی کہ مولانا حسرت موہانی کو کہنا پڑا:

''یہ ایک پرانے کیلنڈر کی طرح ہے۔''

14 نومبر 1923ء کو قائداعظم محمد علی جناح ایک دفعہ پھر بلا مقابلہ امپیریل قانون ساز اسمبلی کے رکن منتخب ہو گئے۔ 31 جنوری 1924ء کو اسمبلی کا نئی دہلی میں پہلا اجلاس ہوا۔ وائسرائے کے افتتاحی خطاب کے فوراً بعد قائداعظم محمد علی جناح نے تمام آزاد ارکان کو مشورے کے لیے مدعو کیا، اور ان کے سامنے بنیادی اصلاحات کا ایسا پروگرام رکھا کہ سب نے اکٹھے مل کر کام کرنے کا تہیہ کر لیا۔ اس کے بعد قائداعظم محمد علی جناح نے موتی لال نہرو اور سی-آر-داس سے بات چیت کی، اور آخر کار 36 سرکاری ارکان کے مقابلے پر سوراج پارٹی کے 42 اور آزاد پارٹی کے 23 ارکان نے مل کر ایک نئی نیشنلسٹ پارٹی کی بنیاد رکھ دی۔ اس طرح رات بھر میں ایک نئی پارٹی وجود میں آ گئی۔ قائداعظم محمد علی جناح کے اس کارنمایاں پر وائسرائے ریڈنگ (Reading) حیران و پریشان رہ گئے۔

آئندہ تین سال تک ان کی زیادہ تر سرگرمیاں اسمبلی تک ہی محدود رہیں۔ انہوں نے ہندوستان میں پارلیمانی حکومت کے ارتقا میں بہت مثبت کردار ادا کیا، لیکن تحریک پاکستان میں ان کی لیڈر شپ کے رول نے ان کی باقی کاوشوں کی حیثیت ثانوی کر دی ہے۔

(قائداعظم محمد علی جناح، از محمد سلیم، قومی پبلشرز، لاہور)

الوداعی پیغام

(دیکھیے: الوداع دہلی)

الیگزنڈر

قائداعظم محمد علی جناح نے 26 جون 1946ء کو ان سے طویل ملاقات کی۔

اس ملاقات میں قائداعظم محمد علی جناح کو ان حالات سے آگاہ کیا گیا جن کی وجہ سے کابینہ مشن نے عارضی حکومت کی سکیم کو ملتوی کر دیا۔

امام ضامن

(دیکھیے: ڈان کے حملے)

امپریل کونسل

4 جنوری 1910ء کو قائداعظم محمد علی جناح ''امپریل لیجسلیٹو کونسل'' میں مسلمانوں کی طرف سے غیر سرکاری ممبر کے طور پر بلا مقابلہ منتخب ہوئے۔

امداد، تعاون اور دوستی

قائداعظم محمد علی جناح نے 30 اکتوبر 1947ء کو لاہور کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

''اپنا فرض بجالاتے رہو اور خدا پر بھروسہ رکھو، دنیا کی کوئی طاقت پاکستان کو ختم نہیں کر سکتی، یہ قائم رہنے کے لیے بنا ہے۔

ہمارے اقدامات اور کارنامے دنیا پر ثابت کر رہے ہیں کہ ہم سچائی پر ہیں، اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ دنیا کی ہمدردیاں بالخصوص اسلامی ممالک کی ہمدردیاں آپ کے ساتھ ہیں، ہم بھی ہر اس قوم کے ممنون ہیں جس نے امداد، تعاون اور دوستی کا ہاتھ ہماری طرف بڑھایا۔''

امرتسر

دسمبر 1919ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس حکیم اجمل خاں کی صدارت میں امرتسر میں منعقد ہوا۔ امرتسر میں قائداعظم محمد علی جناح نے بھی امرتسر اجلاس میں شرکت کی۔ قائداعظم محمد علی جناح اس وقت کانگریس کے بھی رکن تھے۔

امر سنگھ کلب

یہ سری نگر کا ایک کلب ہے۔ قائداعظم محمد علی جناح جب وہ مئی 1944ء میں کشمیر کے دورے پر گئے تو علی گڑھ اولڈ بوائز نے ان کے اعزاز میں استقبالیہ دیا۔ یہ استقبالیہ امر سنگھ کلب میں دیا گیا۔ تقریب میں شیخ عبداللہ، مرزا افضل بیگ اور ان کے کچھ ہندوستانی ساتھیوں نے بھی شرکت کی تھی۔ مسٹر مسیح الدین ہمدانی نے قائداعظم محمد علی جناح سے سوالات پوچھنا شروع کیے۔

ہمدانی نے قائداعظم محمد علی جناح سے پوچھا:

''کیا ہندوستان کی ہندو اکثریت پاکستان بننے دے گی؟''

اس پر قائداعظم محمد علی جناح نے جواب دیا:

''اگر مسٹر ڈی ولیرا آئرلینڈ کو الگ کر سکتا ہے تو ہندوستان کے دس کروڑ مسلمان اپنے لیے الگ ملک کیوں نہیں حاصل کر سکتے۔''

پھر مسٹر ہمدانی نے پوچھا:

''کیا پاکستان اقتصادی طور پر کمزور ہوگا؟''

قائداعظم محمد علی جناح نے جواب دیا:

''ہرگز نہیں، تاہم احساس تحفظ کے ساتھ پاکستان کی ایک جھونپڑی میں رہنا اس سے بہتر ہے کہ ہندوستان

میں کسی بنگلے میں احساس تحفظ کے بغیر رہا جائے۔"

مسٹر ہمدانی نے پوچھا:

"مسلم کانفرنس اور نیشنل کانفرنس میں سے ریاست کے مسلمانوں کی بہتر طور پر کون خدمت کرسکتی ہے؟"

قائداعظم محمد علی جناح نے جواب دیا:

"بظاہر تو نیشنل کانفرنس، لیکن یہ بتایئے کہ کتنے ہندو نیشنل کانفرنس میں شامل ہوئے ہیں۔"

اس جواب سے نیشنل کانفرنس دوست بڑے پریشان اور نادم ہوئے۔ قائداعظم محمد علی جناح نے پھر کہا:

"اگر ہندو اور سکھوں نے آپ کے ساتھ شامل ہو کر جدوجہد کی ہوتی تو مہاراجا ایک ہفتہ کے اندر آپ کے مطالبات مان لیتا۔"

امریکی صدر کے نام پیغام

15 اگست 1947ء کو قائداعظم محمد علی جناح کے نام قیام پاکستان کے موقع پر امریکی صدر ہنری ٹرومین نے ایک تہنیتی پیغام میں ایک آزاد ریاست کی حیثیت سے پاکستان کے ظہور کا خیرمقدم کیا۔ امریکی صدر ہنری ٹرومین نے اپنے پیغام میں پاکستان کے عوام اور رہنماؤں کو آزادی کے لیے جدوجہد کو مستقل مزاجی کے ساتھ کامیابی سے ہمکنار کرنے پر خراج تحسین پیش کیا، اور انہیں "مضبوط دوستی اور نیک خواہشات" کا یقین دلایا۔ انہوں نے امید ظاہر کی:

دونوں ملکوں کے درمیان طویل عرصہ تک قریبی اور دوستانہ تعلقات قائم رہیں گے۔

امریکی صدر ٹرومین کے پیغام کا متن درج ذیل ہے:

"آج کے اس تاریخی دن پر جب اقوام عالم میں پاکستان کی نئی مملکت کا ظہور ہو رہا ہے۔ میں آپ کے لیے اور آپ کی وساطت سے وزیراعظم لیاقت علی خان اور پاکستان کے عوام کے لیے امریکی عوام کی طرف سے مخلصانہ اور بہترین خواہشات پہنچانا چاہتا ہوں۔ آپ پر جنہوں نے اس دن کے لیے مستقل مزاجی کے ساتھ محنت کی، اور پاکستان کے دوسرے راہنماؤں اور عوام پر زبردست ذمہ داریوں کا بوجھ آن پڑا ہے۔ میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ اس نئی ریاست کے اس سفر میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی مضبوط دوستی اور خیرسگالی کے جذبات شامل حال ہوں گے۔ امریکی حکومت اور عوام آپ کے ملک کے ساتھ قریبی اور دوستانہ مراسم کی ایک طویل تاریخ مرتب کرنے کی امید رکھتے ہیں۔

ہم پاکستان کے عوام کی بہبود کے کام میں تیز رفتار اضافے کے امکانات پر مسرت کا اظہار کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ عالمی معاملات میں ایک نئی ریاست کی تعمیری شرکت تمام بنی نوع انسان کی فلاح کا باعث بنے گی۔"

قائداعظم محمد علی جناح نے امریکی صدر ہنری ٹرومین کے 15 اگست کے پیغام کا 17 اگست کو حسب ذیل جواب ارسال کیا۔

"پاکستان کی حکومت، عوام اور میں خود مبارکباد اور نیک تمناؤں کے اس گرم جوش پیغام سے بہت متاثر ہوئے ہیں جو آپ نے امریکی عوام کی طرف سے پاکستان کی مملکت کو بھیجا ہے، ہم دوستی اور نیک تمناؤں کے اس اظہار کی بہت قدر کرتے ہیں، اور مجھے اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ یہ پاکستان اور امریکہ کے درمیان قریبی اور دوستانہ تعلقات کے ایک طویل دور کا آغاز ہے۔"

امن کا پیغام

اسٹیٹ بنک آف پاکستان کے افتتاح پر یکم جولائی 1948ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے اپنے خطاب میں کہا:

''میں اشتیاق اور دلچسپی سے معلوم کرتا رہوں گا کہ آپ کی ''مجلس تحقیق'' بنک کاری کے ایسے طریقے کیونکر وضع و اختیار کرتی ہے، جو معاشرتی اور اقتصادی زندگی کے اسلامی تصورات کے مطابق ہوں، مغرب کے معاشی نظام نے انسانیت کے لیے لاینحل مسائل پیدا کر دیے ہیں، اور اکثر لوگوں کی رائے یہ ہے کہ مغرب کو اس تباہی سے کوئی معجزہ ہی بچا سکتا ہے، جو مغرب کی وجہ سے دنیا کے سر پر منڈلا رہی ہے۔ مغربی نظام انسانی کے مابین انصاف کرنے اور بین الاقوامی میدان میں آویزش اور چپقلش دور کرنے میں ناکام رہا ہے، بلکہ گزشتہ نصف صدی میں ہونے والی دو عظیم جنگوں کی ذمہ داری سراسر مغرب پر عائد ہوتی ہے۔ مغربی دنیا صنعتی قابلیت اور مشینوں کی دولت کے زبردست فوائد رکھنے کے باوجود انسانی تاریخ کے بدترین باطنی بحران میں مبتلا ہے، اگر ہم نے مغرب کا معاشی نظریہ اور نظام اختیار کیا تو عوام کی پرسکون خوشحالی حاصل کرنے کے لیے نصب العین میں ہمیں کوئی مدد نہ ملے گی۔

اپنی تقدیر ہمیں اپنے منفرد انداز میں بنانی پڑے گی، ہمیں دنیا کے سامنے ایک مثالی نظام پیش کرنا ہے، جو انسانی مساوات اور معاشرتی انصاف کے سچے اسلامی تصورات پر قائم ہو، ایسا نظام پیش کر کے گویا ہم مسلمانوں کی حیثیت میں اپنا فرض انجام دیں گے، انسانیت کو سچے اور صحیح امن کا پیغام دیں گے کہ صرف ایسا امن ہی انسانیت کو جنگ کی ہولناکی سے بچا سکتا ہے، صرف ایسا امن ہی نوع انسان کی خوشحالی اور خوشی کا امین و محافظ ہو سکتا ہے۔''

امن کا سفیر

قائداعظم محمد علی جناح 1921ء تک کانگریس کے رکن رہے، اس دوران آپ نے ہندو مسلم اتحاد پیدا کرنے کی انتھک کوشش کی، لیکن متعصب ہندوؤں کی مکارانہ حکمت عملیوں اور سازشوں کے پیش نظر آخر قائداعظم محمد علی جناح کو یقین ہو گیا کہ کانگریس ہندوؤں کے مفادات کے لیے کام کر رہی ہے اور مسلمانوں کو اس سے بھلائی کی توقع نہیں کرنی چاہیے۔ قائداعظم محمد علی جناح ہندو مسلم اتحاد کو بہت زیادہ اہمیت دیتے تھے اسی لیے انہیں امن کا سفیر کہا جاتا ہے۔

امن مذاکرات

28 جولائی 1930ء کو لارڈ اروِن نے قائداعظم محمد علی جناح کو مطلع کیا:

''لبرل گورنمنٹ اور کنزرویٹو پارٹیوں کو بھی کانفرنس میں مدعو کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے جواب میں لکھا:

''میں ایک بار پھر آپ کو یقین دلاؤں گا، جیسا کہ میں نے شملہ میں عرض کیا تھا کہ کانفرنس میں کامیابی کے لیے آپ کا لندن میں موجود ہونا بہت ضروری ہے۔''

اس کے علاوہ انہوں نے مزید سیاسی قیدیوں کی رہائی پر زور دیا۔ خصوصاً خان عبدالغفار کے بارے میں، کیونکہ کانفرنس کے لیے صوبہ سرحد سے جو لوگ نامزد کیے گئے تھے۔ ان میں خان صاحب کا نام بھی شامل تھا۔ وہ زیادہ تر انگریزی نہیں جانتے تھے، تاہم پٹھانوں کے ہردلعزیز رہنما تھے۔ کچھ ہی

عرصہ بعد کانگریس کے کٹر اتحادی بن گئے اور ''سرحدی گاندھی'' کے نام سے شہرت پائی۔

سپرو نے 8 اگست کو نینی جیل میں موتی لال نہرو اور جواہر لال نہرو کو بتایا:

''ارون کو انہیں پونا بھیجنے اور گاندھی سے ملاقات کرنے کا موقع دینے پر کوئی اعتراض نہیں۔''

دو دن بعد ایک خصوصی ٹرین انہیں پونا لے گئی۔ 13 سے 15 اگست تک سپرو اور جیکار کی موجودگی میں تینوں کانگریسی رہنماؤں نے تبادلہ خیال کیا، ورکنگ کمیٹی کے بعض دیگر ممبران بشمول سردار ولبھ بھائی پٹیل اور مسز سروجنی نائیڈو بھی مذاکرات میں شامل ہوگئے، لیکن کسی نتیجے پر پہنچے بغیر 15 اگست کو ان کے خاتمہ کا اعلان کر دیا گیا۔

قائداعظم محمد علی جناح کو اپنی کانفرنس کی ناکامی پر بڑا دکھ ہوا تھا۔ جب پراودا جیل میں ہونے والے مذاکرات کی خبریں ان کی نظر سے گزریں۔ جس میں مسلم لیگ شامل تھی، تو لامحالہ ان کی تشویش میں اضافہ ہوا۔ انہوں نے 29 اگست کو لارڈ ارون کے نام ایک اور مراسلہ لکھا جس میں انہیں مشورہ دیا گیا:

''ہندوستان قوم پرستوں کے ساتھ نمٹتے وقت وہ زیادہ ثابت قدمی اور سختی کا مظاہرہ کریں۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے وائسرائے اور سیکرٹری آف سٹیٹ کا سارا بوجھ اٹھا لیا تھا، وہ نہ صرف مسلم اقلیت، ہندوستان کی پوری آبادی، برطانیہ بلکہ پوری دنیا کے مفادات کا تحفظ کرنا اپنی ذمہ داری سمجھنے لگے تھے۔ ان کے خیال میں جواہر لال نہرو ایک خطرناک نوجوان انقلابی تھا، جس کے فیصلوں پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وہ گاندھی کو دماغی لحاظ سے بالکل غیر متوازن سمجھتے تھے۔ وہ اس بات سے بھی آگاہ تھے کہ پراودا جیل گاندھی کے ساتھ بے مقصد ملاقات کے بعد موتی لال نہرو کا بخار اور تیز ہوگیا تھا۔ انہوں نے محسوس کیا کہ بوڑھے نہرو کی قوت فیصلہ نوجوان بیٹے کے حق میں بے بس ہو گئی ہے، جس نے آزادی کا نعرہ لگا کر عوام کو اپنے پیچھے لگا لیا ہے۔

''امن مذاکرات'' سے علیحدہ اور لاتعلق رہ کر انہیں احساس ہوا کہ ہندوستان کی دنیا ان کے لیے تاریک اور اجنبی بن گئی ہے۔ اب ان کی آخری امید لندن میں ہونے والی گول میز کانفرنس سے وابستہ ہو کر رہ گئی تھی۔

لارڈ ارون نے 28 اگست کو شملہ کے وائسریگل لاج سے سپرو اور جیکار کے نام لکھا:

''مجھے اندیشہ ہے، جیسا کہ آپ خود بھی تسلیم کریں گے کہ آپ نے رضا کارانہ طور پر جس کام کا بیڑا اٹھایا ہے، کانگریسی لیڈروں کی طرف سے موصولہ خط نے اس کام کو آگے بڑھانے میں کوئی مدد نہیں دی۔ اس خط میں اختیار کردہ لہجہ اور اس کے مندرجہ دونوں مایوس کن ہیں۔ کانگریس کی پالیسی سے ملک کو جو زبردست نقصان پہنچا ہے۔ ان لیڈروں نے اس کا قطعاً احساس نہیں کیا۔ اس لیے میں نہیں سمجھتا کہ ان کی پیش کردہ تجاویز پر مزید تفصیل کے ساتھ غور کرنے سے کوئی کارآمد نتیجہ برآمد ہوگا، مجھے امید ہے کہ آپ کانگریسی لیڈروں سے دوبارہ ملیں گے تو میرا نقطۂ نظر ان پر واضح کر دیں گے۔''

''امن مذاکرات'' کا پہلا دور اس وقت اختتام کو پہنچا کہ لارڈ ارون نے یکم ستمبر کو قائداعظم محمد علی جناح کے نام خط میں اپنا پختہ ارادہ ظاہر کیا۔ ایک ہفتہ بعد قائداعظم محمد علی جناح کی طرف سے جو جواب دیا گیا۔ اس کے مطالعہ سے ایسا مترشح ہوتا ہے، جیسے کسی افسر بالا نے اپنے ماتحت کے نام چٹھی لکھی ہے:

''مجھے آپ کا یکم ستمبر کا خط ملا، میں اس کے لیے آپ کا بے حد شکر گزار ہوں۔ محض آپ کو اطلاع دینے کے

لیے چند سطریں لکھ رہا ہوں، وہ یہ کہ میں اپنی پیشہ وارانہ مصروفیت کے تحت آج سندھ جا رہا ہوں، اور وہاں سے 18 یا 19 کو بمبئی واپس آؤں گا۔ میں نے اس حقیقت کے پیشِ نظر کہ کانفرنس وسط نومبر تک نہیں ہو رہی، اپنی روانگی کے لیے 4 اکتوبر کی تاریخ مقرر کر دی ہے، باقی باتیں میری واپسی پر ہوں گی۔''

انہیں اپنے سفر پر روانگی سے پہلے بہت سے امور نمٹانے تھے، کیونکہ اگلے کئی برسوں تک لندن میں قیام کی غرض سے جانے کے لیے اب ان کے پاس صرف ایک مہینہ رہ گیا تھا۔ لندن سے واپسی اور بمبئی میں قیام کو 35 سال ہو گئے۔ جوانی میں فنکاری کے خواب دیکھنے والا اب بمبئی کے کامیاب ترین وکلاء میں سے ایک، وائسرائے کا گہرا دوست اور وزیراعظم کا معتمد رفیق بن چکا تھا۔ اب وقت آ گیا کہ وہ واپس لندن جائے۔ سیاست سے حقیقی معنوں میں دستبردار ہونے کے لیے نہیں، بلکہ ایک ایسی فضا میں آباد ہونے اور اس سے لطف اندوز ہونے کے لیے جو ہندوستان کے ماحول سے یکسر مختلف اور بدرجہا بہتر تھی، اپنے نجی معاملات میں ہمیشہ کی طرح محتاط رہتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناح نے روانگی کے ساتھ اپنے آئندہ منصوبوں کا کوئی اعلان نہیں کیا۔ واقف کاروں نے یہی سمجھا کہ وہ گول میز کانفرنس میں شرکت کی تیاریاں کر رہے ہیں، جبکہ انہوں نے شعبہ قانون میں اگلی سیڑھی پر قدم رکھنے کا عزم کر لیا تھا۔

اب وہ برٹش ایمپائر کی اعلیٰ ترین عدالت، پریوی کونسل میں پریکٹس کرنے جا رہے تھے۔ وسط اگست میں انہوں نے ڈاکٹر علامہ اقبال کو دعوت دی:

''آپ مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کی صدارت کریں، جس میں مَیں شریک نہیں ہو سکوں گا۔''

وہ اپنے مسلمان ساتھیوں سے بھی اس قدر مایوس ہو چکے تھے جتنے ہندوؤں سے۔ مسلمان حقیقتاً کسی ایک معاملہ میں بھی متفق نہیں ہو سکتے تھے۔ وہ باہمی جھگڑوں اور نہ ختم ہونے والی بحث سے تنگ آ چکے تھے۔ اس لیے انہوں نے گول میز کانفرنس کے بہانے مستقل طور پر لندن میں منتقل ہونے کی ٹھان لی۔

(دیکھیے: لندن میں قیام اور پریکٹس)

امن مشن

گاندھی جی اپنی ستیہ گرہ کی غیر آئینی تحریک کے نتیجے میں نظر بند تھے۔ ان کی نظر بندی کو ابھی دو ہفتے بھی نہیں گزرے تھے کہ انہوں نے لارڈ ارون کو ''ڈیئر فرینڈ'' کے لقب سے خطاب کر کے ایک خط لکھا، اور ان کے ساتھ مذاکرات شروع کر دیے۔ انہوں نے اپنے ان ''گیارہ نکات'' پر پھر سے زور دیا، جو جنوری میں ریمزے میکڈانلڈ کو بھیجے تھے، اور جن کی بابت کہا گیا تھا کہ سول نافرمانی کی تحریک ختم کرنے کے لیے ان پیشگی شرائط کو پورا کرنا ضروری ہے۔ ان میں سے پہلی شرط یہ تھی کہ شراب نوشی پر مکمل پابندی لگائی جائے۔ چوتھی شرط کی رو سے نمک پر محصول ختم کرنے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ دیگر شرائط کے تحت مالیہ اراضی میں 50 فیصد کمی، اعلیٰ حکام کے مشاہروں میں 50 فیصد کمی، سیاسی قیدیوں کے لیے عام معافی اور پولیس کے کریمنل انٹیلی جنس ڈویژن کو ختم کرنے کے لیے کہا گیا تھا۔ جیل میں دیے گئے ایک انٹرویو میں انہوں نے کہا:

''میں نے جو قدم اٹھایا، اسے غیر دانشمندانہ خطرہ مول لینے کے مترادف قرار دیا جاتا ہے، تاہم یہ ایک قابلِ توجیہ خطرہ ہے۔ خطرہ مول لیے بغیر کوئی عظیم مقصد حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ میں ایک رجائیت پسند ہوں۔ اپنی چالیس سالہ جدوجہد کے دوران مجھے بارہا کہا گیا کہ میں ناممکن کے حصول کی کوشش کر رہا ہوں، لیکن



حکیم محمد اجمل خان

1927 - 1863

آپ دہلی میں پیدا ہوئے۔ پندرہ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کرلیا۔ 1900ء میں علی گڑھ کالج کے ٹرسٹی مقرر ہوئے۔ شملہ وفد میں دہلی کے مسلمانوں کی نمائندگی کی۔ 1906ء میں مسلم لیگ کے تاسیسی اجلاس میں شرکت کی اور دہلی میں مسلم لیگ کو منظم اور مقبول بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ دینی علوم کی عظیم درسگاہ ''ندوۃ العلماء'' کے انتظامی بورڈ کے رکن تھے۔ 1910ء میں مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ دہلی میں نائب صدر مقرر ہوئے۔ قائداعظمؒ کے مشہور چودہ نکات کی تیاری کیلئے مسلم لیگ کا اجلاس حکیم صاحب کے گھر واقع دہلی میں منعقد ہوا تھا۔ آپ ایک بے مثل طبیب تھے۔ جس کی بنیاد پر قوم نے انہیں ''مسیح الملک'' کے خطاب سے نوازا۔ مولانا عبیداللہ سندھی کے ادارہ ''نظارۃ المعارف القرآنیہ'' دہلی کے سرپرست بھی رہے۔

میں نے ہمیشہ اس کے برعکس ثابت کر دکھایا۔"

گاندھی کے اس انٹرویو کی پریس میں اشاعت کے فوراً بعد سپرو اور جیکار نے وائسرائے کو نجی منظوری کے ساتھ اپنا "امن مشن" شروع کر دیا۔ قائداعظم محمد علی جناح کو توقع تھی کہ گول میز کانفرنس کے موقع پر اروِن کسی نرمی کا مظاہرہ نہیں کرے گا۔ وہ اس کانفرنس کو اپنے لیے سیاسی روشنی کی واحد کرن سمجھتے تھے، اس موقع پر انہوں نے وائسرائے کو لکھا:

"میں اس بارے میں بہت پریشان ہوں کہ جن نمائندوں کو مدعو کیا جا رہا ہے، ان کے نام اگست کے آخر یا ستمبر کے شروع تک شائع نہیں ہونے چاہئیں۔ میں آپ سے یہ درخواست بھی کروں گا کہ مدعوئین کی فہرست، ناموں کا حتمی فیصلہ کرنے سے قبل مجھے دیکھنے کا موقع دیا جائے تاکہ میں مناسب تجاویز پیش کر سکوں۔ بہرحال اس بارے میں آخری فیصلہ کامیابی کا ہوگا کہ کن لوگوں کو دعوت دی جائے، اور یہ اس وقت کیا جا سکتا ہے جب میں شملہ میں ہوں گا۔"

وائسرائے کا اصرار تھا کہ جولائی میں اسمبلی کا اجلاس شملہ میں ہونا چاہیے۔ قائداعظم محمد علی جناح کا مشورہ اس کے برعکس تھا۔ یوں اروِن کے ساتھ قائداعظم محمد علی جناح کا تعلق روز بروز قریبی ہوتا گیا۔ اگرچہ ہمیشہ یکساں نہیں رہا۔ دبلے پتلے، خوش پوش و خوش مزاج اور ظاہری تکلفات کا لحاظ رکھنے والے ان دونوں اشخاص میں اتنی گہری یکسانیت تھی کہ گاہ وہ ایک دوسرے کے لیے کشش محسوس کرتے تھے، اور گاہ اشغال میں لے جاتے تھے۔

امورِ مملکت اور شخصی معاملات

قائداعظم محمد علی جناح اس بات کے قائل تھے کہ بنی نوع انسان کو قرآن حکیم کی تعلیمات کے مطابق ان کے حقوق دیے جائیں۔ اس حوالے سے قائداعظم کا ایک بیان حسبِ ذیل ہے۔

"آپ آزاد ہیں، آپ عبادت کے لیے اپنے مندروں میں جانے میں آزاد ہیں، آپ اپنی مسجدوں میں جانے میں آزاد ہیں، آپ مملکت پاکستان میں اپنے عقیدے کے مطابق اپنی عبادت گاہوں میں جانے میں آزاد ہیں۔ آپ خواہ کسی مذہب، فرقے یا عقیدے سے تعلق رکھتے ہوں۔ امورِ مملکت کو اس سے کوئی سروکار نہیں۔ ہم اس زمانے میں آغاز کر رہے ہیں جبکہ دو فرقوں کے درمیان کسی قسم کا امتیاز روا نہیں رکھا جاتا جبکہ ایک فرقے کو دوسرے فرقے پر رنگ یا نسل کی وجہ سے ترجیح نہیں دی جاتی۔ ہم اس بنیادی اصول سے آغاز کر رہے ہیں کہ ہم ایک ہی مملکت کے شہری ہیں اور برابر کے شہری ہیں بس ہمیں اسی نصب العین کو ہر وقت اپنے سامنے رکھنا چاہیے اور آپ وقت کے ساتھ ساتھ دیکھیں گے کہ نہ ہندو، ہندو رہے گا اور نہ مسلمان مسلمان۔ مذہب کے معنوں میں نہیں کیونکہ یہ تو ذاتی عقیدے کا معاملہ ہے بلکہ سیاست کے معنوں میں جب ہر شخص مملکت کا شہری ہوتا ہے۔"

قیامِ پاکستان کے بعد قائداعظم محمد علی جناح کی 26 مارچ 1948ء کی ایک تقریر میں انسانی حقوق کی وضاحت ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

"جب آپ یہ کہتے ہیں کہ پاکستان کی بنیاد معاشرتی انصاف اور اسلامی مساوات کے اصولوں پر رکھی جائے تو آپ بنی نوع انسان کی اخوت و برابری پر زور دیتے ہیں، یوں آپ میرے اور لاکھوں مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ اسی

طرح جب آپ ہر شخص کے لیے مساوی مواقع کا مطالبہ کرتے ہیں تب بھی آپ میرے خیالات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ حقیقی ترقی کے ان اغراض و مقاصد کے متعلق پاکستان میں کوئی اختلاف رائے نہیں کیونکہ ہم نے پاکستان کا مطالبہ اس لیے کیا تھا اس کی خاطر جدوجہد اس لیے کی تھی، اور اسے اس لیے حاصل کیا تھا تاکہ ہم اپنی روایات کے مطابق اپنے معاملات کو حل کرنے میں جسمانی اور روحانی طور پر قطعاً آزاد ہوں۔ اخوت و مساوات اور رواداری یہ ہیں۔ ہمارے دین تمدن اور ثقافت کے بنیادی نکات۔ ہم نے پاکستان کے لیے اسی لیے جنگ کی تھی کہ اس برصغیر میں ہمیں ان بنیادی انسانی حقوق سے محروم کردیے جانے کا خطرہ تھا۔"

امیر المومنین

(دیکھیے: حقیقت پسندی)

امیر شریف الدین، ڈاکٹر

12 اگست 1947ء کو انڈونیشیا کے وزیراعظم ڈاکٹر امیر شریف الدین نے قائداعظم محمد علی جناح اور پنڈت جواہر لال نہرو کو نشری پیغامات بھیجے جن میں جشنِ آزادی میں اپنی مسرت کا اظہار کیا گیا تھا۔ پیغام حسب ذیل تھا۔

"میں آپ دونوں (قائداعظم اور نہرو) رہنماؤں کو دونوں مملکتوں کے قیام پر مبارکباد دیتا ہوں، اور اس عظیم ترین دن میں آپ کی مسرتوں میں برابر کا شریک ہونا چاہتا ہوں۔"

امیر الدین قدوائی

دیکھیے: قدوائی امیر الدین۔

امید کی کرن

قائداعظم محمد علی جناح اپنی بہن محترمہ مس فاطمہ جناح کے متعلق فرماتے ہیں:

"جن دنوں مجھے برطانوی حکومت کے ہاتھوں کسی بھی وقت گرفتاری کی توقع تھی تو ان دنوں میری بہن فاطمہ ہی میری ہمت بندھاتی تھی، اور حوصلہ افزائی کرتی تھی۔ تفکرات، پریشانیوں اور سختی کے زمانے میں جب گھر آتا تو میری بہن روشنی اور امید کی تیز شعاع کی صورت میں میرا خیر مقدم کرتی تھی۔ اگر میری بہن نہ ہوتی تو میرے تفکرات کہیں زیادہ ہوتے، میری صحت کہیں زیادہ خراب ہوتی، اس نے لاپرواہی سے کام نہیں لیا، کبھی شکایت نہیں کی۔ میں آج ایسے واقعات کا انکشاف کرتا ہوں، جو غالباً آپ نہیں جانتے۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ ہمیں ایک عظیم انقلاب کا سامنا تھا۔ ہم گولیوں کی بوچھاڑ میں حتیٰ کہ موت تک مقابلے کا سامنا تھا، آمادہ اور تیار تھے۔ میری بہن نے ایک لفظ بھی زبان سے نہیں نکالا، میرے شانہ بشانہ رہی۔ میری انتہائی معتمد رہی اور مجھے سنبھالے رکھا۔"

امیر منزل (مانا ودر)

قائداعظم محمد علی جناح نے 24 جنوری 1940ء کو مانگرول سے بانٹوا جاتے ہوئے پڑاؤ کیا۔ قیام کے دوران قائداعظم محمد علی جناح کو شاندار چائے پارٹی دی گئی اور مانادور کے حاضرین مجلس نے پریس فنڈ میں چندہ بھی دیا۔

امین الحسینی، الحاج

الحاج امین الحسینی 1896ء میں پیدا ہوئے۔ 1921ء میں مفتیِ فلسطین اور پھر مفتیِ اعظم مقرر ہوئے۔ فلسطین کو یہودیوں کا وطن بنا دینے کی جو تحریک حکومت برطانیہ نے منظور کی تھی۔ انقلابِ فلسطین کے بعد اس پر پورا عمل شروع ہوا تو انہوں نے اس تحریک کو عربوں کے حقوق کے منافی قرار دیا۔

پاکستان کے بہی خواہوں میں سے تھے۔ 1951ء میں کراچی میں جو موتمر عالم اسلامی کی کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کی صدارت کے فرائض بھی انہوں نے انجام دیے۔ پاکستان میں فروری 1974ء میں منعقد ہونے والی دوسری اسلامی سربراہ کانفرنس میں شرکت کی۔

وہ قائداعظم محمد علی جناح کا بے حد احترام کرتے تھے، اور اہم امور کے سلسلے میں ان سے مشاورت کرتے تھے۔ مفتیِ اعظم الحاج امین الحسینی نے قائداعظم محمد علی جناح کو دو خطوط تحریر کیے تھے اور انہوں نے یہ خطوط اپنی فرانس میں نظر بندی سے بچ نکلنے میں کامیابی سے چند روز قبل لکھے، اور اس کی اصل اہمیت یہ ہے کہ یہ خطوط ایک ایسے موقع پر تحریر کیے گئے۔ جب روس اور امریکہ جیسی بڑی طاقتوں اور یہودیوں نے فرانسیسی حکومت پر زبردست دباؤ ڈالا تھا کہ مفتیِ اعظم الحاج امین الحسینی پر نورمبرگ میں مقدمہ چلایا جائے۔ قائداعظم محمد علی جناح کے نام پہلا خط 22 اپریل 1946ء کا ہے جو قائداعظم محمد علی جناح کے خط محررہ 2 جنوری 1946ء کے جواب میں لکھا تھا اس میں انہوں نے قائداعظم محمد علی جناح کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے لکھا تھا:

''آپ فلسطین کے مسلمانوں کے لیے جدوجہد کی جو حمایت کر رہے ہیں وہ قابل تعریف ہے اور فلسطین، لیبیا، انڈونیشیا اور شام کے عوام بھارتی مسلمانوں کی حمایت کرتے رہیں گے۔''

دوسرا خط مئی 1946ء کا ہے۔ اس میں مفتیِ اعظم الحاج امین الحسینی نے لکھا:

''امریکہ اور برطانیہ کے قائم کردہ فلسطین کمیشن کی سفارشات پر آپ کا بیان سنا اس کے لیے شکریہ ادا کرتا ہوں۔''

انہوں نے مزید کہا:

''اس وقت ہم موت اور زندگی کے درمیان معلق ہیں یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں کہ فلسطین سے یہودیوں اور ان کے برطانوی اور امریکی حامیوں کو اکیلے نہیں نکالا جا سکتا اس مقصد کے لیے تمام مسلمانوں کو متحد ہو کر جدوجہد کرنا ہوگی ورنہ فلسطین ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ جہاں ہماری مقدس ترین مسجد اقصیٰ موجود ہے جو سب کے لیے تقدس رکھتی ہے۔''

1974ء میں انتقال کیا۔

انتخابات کا مطالبہ

◆ 16 اگست 1945ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے ٹمبر ایسوسی ایشن بمبئی کی جانب سے منعقدہ جلسہ میں حکومت سے فوری انتخابات کرانے کا مطالبہ کیا اور کہا:

''اس سے کھرے کھوٹے کا فیصلہ ہو جائے گا۔''

اس موضوع پر انہوں نے گاندھی پر بھی شدید تنقید کی۔ کانگریس نے مسلم لیگ کو زک پہنچانے کے لیے اپنے اصولوں کو خیرباد کہہ دیا اور ہندوستان چھوڑ دو کے دعویدار۔ مکمل آزادی کے سورما عالم مایوسی میں ناکام و نامراد شکست خوردہ اس تمنا میں شملہ پہنچے کہ لارڈ ویول کے راستے میں بیٹھ سکیں۔

◆ ویول کانفرنس ختم ہو چکی تھی، لارڈ ویول وائسرائے ہند کا منصوبہ کانگریس اور مسلم لیگ کی طرف سے مسترد کیا جا چکا

تھا، کانگریس کی طرف سے اس لیے کہ وہ سب کچھ لے لینا چاہتی تھی، اور مسلم لیگ کی طرف سے اس لیے کہ وہ اپنے حق سے دستبردار ہونے پر تیار نہیں تھی۔

اب صوبائی مجالس آئین ساز اور مرکزی اسمبلی کے انتخابات ہونے والے تھے، اور انہی انتخابات پر اس امر کا فیصلہ ہونا کہ مسلم لیگ مسلمانان ہند کی واحد نمائندہ جماعت ہے یا نہیں؟ اس کا مطالبۂ پاکستان درخور اعتنا ہے یا نہیں؟ ہندوستان تقسیم کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

کانگریس کی مشینری پوری قوت کے ساتھ حرکت میں آ چکی تھی، یہ اس کے لیے بھی امتحان کا نازک وقت تھا، اب تک وہ دعویٰ کرتی آئی تھی کہ وہ ''قومی'' جماعت ہے، مسلمان بھی اس کے حلقہ بگوشوں میں شامل ہیں، وہ مسلمانوں کی نمائندگی کا بھی حق رکھتی ہے، اب اس دعوے کو پرکھنے کا وقت آیا گیا تھا، آنے والے انتخابات نے فیصلہ کرنا تھا کہ اس کا دعویٰ کہاں تک مبنی برصداقت ہے؟

ویول کانفرنس کی ناکامی کے بعد قائداعظم محمد علی جناح کی یہ پہلی عوامی تقریر تھی، اس تقریر میں انہوں نے اپنا دل کھول کر رکھ دیا۔

اس جلسہ میں ٹمبر ایسوسی ایشن بمبئے نے ایک لاکھ روپیہ نذر کیا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا:

''حضرات! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ میری اپیل کا آپ نے اس قدر خلوص اور گرمجوشی سے جواب دیا ہے۔ انتخابات کی مہم کے سلسلہ میں آپ کی مالی امداد سے مستحکم عزائم کا اظہار ہو رہا ہے۔ شملہ کانفرنس کے دوران میں حکومت اور کانگریس کی اس روش کے باوجود میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مسلم لیگ مسئلہ پاکستان پر ان میں سے کسی کو بھی خاطر میں نہ لائے گی۔ حکومت سے میری یہ خواہش ہے کہ وہ انتخابات کا فوراً اعلان کر دے تا کہ ملت اسلامیہ ہند اس خصوص میں اپنا فیصلہ صادر کر سکے۔

اس کانفرنس میں مسٹر گاندھی نے شرکت کیوں نہیں کی؟ انہوں نے درپردہ ریشہ دوانیوں کے لیے اپنے آپ کو علیحدہ رکھا۔ وہ محض کانگریس کے مشیر بننے پر قانع نہیں تھے، بلکہ انہوں نے اپنے آپ کو وائسرائے کا اور ان کے توسط سے برطانوی قوم کا بھی مشیر بنا لیا تھا، شملہ میں مجلس عاملہ کانگریس کے روح رواں اور ہدایت کار مسٹر گاندھی ہی تھے۔ جب ان کے مفید مطلب ہوتا ہے تو وہ کسی کی نمائندگی نہیں کرتے، وہ محض انفرادی حیثیت میں گفتگو کرتے ہیں۔ وہ چار آنے کے رکن بھی باقی نہیں رہتے اور سیاسی امور تنقیع طلب پر فاقع شروع کر دیتے ہیں اور جب ضرورت ہوتی ہے تو اپنے آپ کو گھٹا کر درجہ صفر تک پہنچا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ اپنی اندرونی آواز پر عمل پیرا ہیں، اور کبھی اس کے خلاف وہ کانگریس کے اعلیٰ ترین اور مطلق العنان آمر بن جاتے ہیں اور سارے ہندوستان کی نمائندگی کا ادعا کرتے ہیں ایسے شخص سے ہم کس طرح سمجھوتہ کر سکتے ہیں، وہ ایک چیتان، ایک معمہ ہیں۔

کانگریسی حلقوں میں مسلمانوں اور مسلم لیگ کے خلاف خوب زہر اگلا گیا۔ اس وقت وہ مقاصد کانگریس کے پیش نظر تھے، اور اس کو حاصل کرنے کے لیے وہ کسی حد تک بھی جانے کے لیے تیار تھے پہلا تو یہ تھا کہ مسلم لیگ کو نیچا دکھایا جائے۔ اس خصوص میں جبر و استبداد کے سارے طریقے آزمائے گئے۔ ہمیں جھکانے اور سرنگوں کرنے کے لیے اُنہوں نے کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ دوسرے یہ کہ ان کی خواہش تھی کہ مسلم لیگ کسی

طرح سے نظر انداز ہو جائے، اور اس کے لیے اُنہوں نے اپنے اصولوں کو بھی خیر باد کہہ دیا۔ درجہ مقبوضات کے مدّعی بھی نہیں، بلکہ ہندوستان چھوڑ دو اور مکمل آزادی کے سورما، جس کو وہ ہر سال عہد و اعلان سے دہرایا کرتے ہیں ایک عالم مایوسی میں ناکام، نامراد، شکست خوردہ اور ہزیمت اُٹھائے ہوئے اس آس میں شملہ پہنچے تھے کہ انہیں لارڈ ویول کے داہنے بازو نشست مل جائے گی۔

پہلے پہل تو انہوں نے مسلم لیگ کو دھمکانے کی کوشش کی پھر لارڈ ویول کی خوشامد کرنے لگے کہ وہی مسلم لیگ کو نظر انداز کر دیں، لیکن ان کی غیر عاقبت اندیشانہ حکمت قطعی ناکام رہی۔ اب انہوں نے لارڈ ویول کو عہد شکنی کا مجرم ٹھہرایا ہے۔ ان کا بیان ہے کہ لارڈ موصوف نے انہیں یقین دلایا تھا کہ لیگ نے خود رائی کی تو وہ اُسے نظر انداز کر دیں گے۔ میں باور نہیں کرتا کہ اُنہوں نے ایسی کوئی ضمانت دی ہو گی، اگر وہ چاہتے بھی تو ایسا نہ کر سکتے تھے۔

وائسرائے کی نشری تقریر کی شرائط کے لحاظ سے اور اس قرطاس ابیض کی رو سے جو وزیر ہند نے جاری کیا ہے۔ ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستان میں دو بڑی جماعتیں ہیں، چنانچہ مسٹر گاندھی کو اور مجھے دونوں اہم جماعتوں کے مسلمہ قائدین کی حیثیت سے مدعو کیا گیا۔ برطانوی اُنہیں جماعتیں کہتے ہیں، حالانکہ دو اقوام ہیں بے شک اور اقلیتیں بھی تھیں، جیسے اینگلو انڈین عیسائی اور پارسی جن کے مفادات کا تحفظ بھی ضروری تھا۔

بہر حال مسلمانوں کا معاملہ اس سے بالکل مختلف ہے وہ ہندوستان کے مغربی اور مشرقی منطقوں میں ایک ٹھوس اکثریت رکھتے ہیں۔ جہاں پاکستان کا قیام عمل میں آئے گا۔

کانگریس ہندو راج کے خواب دیکھ رہی تھی۔ اس کو یہ توقع نہ رکھنی چاہیے کہ جیسے ہی برطانیہ کا اقتدار ہندوستان سے اُٹھ جائے گا۔ مسلمان ہندوؤں کے ہاتھ پڑ جائیں گے۔ اب شملہ کانفرنس کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو چکا ہے۔

اب جب کہ یورپ میں جنگ اختتام کو پہنچ چکی ہے، اس لیے ہندوستان میں کسی عارضی حکومت سے گفت وشنید کو جاری رکھنا بے سود ہو گا۔ برطانوی حکومت اور وائسرائے خوبی خوبی سے اس ملک کے لیے مستقل دستور کی تجویز سوچ سکتے ہیں۔ اگر ہندوؤں اور مسلمانوں کو خود مختاری ملتی ہے تو اس کا واحد اور منصفانہ حل ہندوستان اور پاکستان کا دستور ہے۔ سرمایہ انتخاب میں بڑی تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے، بے شمار غریب مسلمان بھی اس میں بڑے جوش سے حصہ لے رہے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستان سے انہیں کس قدر گہری وابستگی ہے۔''

انتخاب کا یومِ کارزار

(دیکھیے: یادگار انتخاب)

انتخابی جنگ

انتخابی جنگ کے لیے قائداعظم محمد علی جناح نے اگست 1945ء میں کراچی کا دورہ کیا، اور وہاں اپنی تقاریر کے دوران کانگریس پر الزام لگایا:

''وہ ہر حال میں مسلمانوں کو آل انڈیا یونین میں شامل رکھنے کی چال چل رہی ہے۔''

اور تنبیہ کی:

''وہ اپنا کام نکالنے کے لیے انگریزی سنگینوں کی طرف دیکھتے ہیں۔ اس لیے اپنی تدبیر بدلنے اور نئے نئے حربے کام میں لاتے ہیں، گاہ انگریزوں کی چاپلوسی کرتے ہیں۔ کبھی ان کے ظلم کی دہائی دینے لگتے ہیں، گاہ گالیاں بکتے ہیں اور انگریز حکومت کو دھمکیاں دیتے ہیں، ہم کسی ایسے نظام سے متفق نہیں ہو سکتے، جس کا مقصد ہندوؤں کی آزادی، ہندو راج کا قیام اور مسلمانوں کی غلامی و محکومی ہو۔''

سامعین نے ایک ہی دن میں تین لاکھ روپے کی خطیر رقم ان کی نذر کی۔ قائداعظم محمد علی جناح نے ان روپوں کو ''مسلم لیگ کی چاندی کی گولیاں'' قرار دیا۔

انتخابی منشور

◆ 19 ستمبر 1923ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے کونسلوں کے انتخابات میں حصہ لینے کے لیے اپنا انتخابی منشور جاری کیا اس منشور کے اہم نکات یہ ہیں:

''مجھے علم ہے کہ ملک میں اس مسئلہ پر اختلاف رائے موجود ہے، انڈین نیشنل کانگریس اور خلافت کانفرنس اس وقت دہلی میں خصوصی اجلاس منعقد کر رہی ہیں، اور مجھے امید ہے کہ جلد ہی ان کے فیصلے قوم کے سامنے آ جائیں گے، لیکن کونسل میں شمولیت کے بارے میں ان کا فیصلہ انکار میں ہو یا اقرار میں بہرصورت میں ہمیشہ کی طرح اس بات پر قائم ہوں کہ ہمارے لیے بہتر یہی ہے کہ ہم کونسلوں میں اپنے نمائندے بھیجیں۔ میں نے آپ کے حلقے سے اسمبلی کے لیے اپنی نامزدگی داخل کی ہے۔ دراصل میں رائے دہندگان کے خیالات معلوم کرنا چاہتا ہوں، جن کو آخر کار اس سوال کو حل کرنا ہوگا، میں آپ کی حمایت حاصل کرنے کے لیے کسی قسم کے دعوے کرنا نہیں چاہتا، کیونکہ 1906ء کے اجلاس کانگریس سے لے کر اب تک میری سیاسی زندگی اور سرگرمیاں آپ کے سامنے ہیں، میں نے اب تک حتی المقدور عوام کی تمناؤں کی تکمیل کے لیے نہایت خلوص اور نیک نیتی سے خدمات انجام دی ہیں، ایک بات جس کا میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں، وہ یہ ہے کہ عوامی مقاصد اور ہندوستان کی فلاح میرا نصب العین ہوگا، جس طرح سے کہ ماضی میں بھی یہی اصول میرے سرمایہ رہے ہیں، میں حکومت سے کسی خطاب یا عہدے کا خواہاں نہیں۔ میرا مقصد صرف یہ ہے کہ اپنی تمام تر صلاحیتیں ملک کی خدمات کے لیے وقف کر دوں۔''

◆ 12 اپریل 1936ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے اپنے انتخابی منشور کا اعلان کیا جس کے اہم نکات یہ ہیں:

① مسلمانوں کے مذہبی حقوق کی حفاظت۔

② مرکزی اور صوبائی نظم و نسق کے اخراجات میں کمی کر کے تعمیری کاموں پر مصارف بڑھانا۔ تشدد آمیز قوانین کے تنسیخ کی کوشش۔

③ ان تمام قوانین کی مخالفت جو ہندوستان کے حق میں ضرر رساں ہیں۔

④ فوج کو ہندوستانی بنانا اور اس کا خرچ گھٹانا۔

⑤ صنعتوں کو فروغ دینا۔

⑥ سکہ، زر، زرمبادلہ اور قیمتوں کو ملک کے اقتصادی مفاد میں منظم کرنا۔

⑦ دیہی آبادی کی اقتصادی، معاشرتی اور تعلیمی فلاح کی کوشش کرنا۔

⑧ زرعی قرض میں آسانیاں دلانا۔

⑨ ابتدائی تعلیم کو مفت اور لازم بنانا۔

⑩ اردو زبان اور رسم الخط کی حفاظت کرنا۔
⑪ مسلمانوں کی عام حالت اور حیثیت کو بہتر بنانے کی تدابیر اختیار کرنا۔
⑫ محاصل کے بوجھ کو کم کرنا۔

اعدائے اسلام کا مقابلہ

1937ء میں قائداعظم محمد علی جناح نے جب مسلم لیگ کے تن مردہ میں ایک نئی روح پھونکنے کا عزم کیا تو پیسہ اخبار نے اپنی اشاعت 28 اکتوبر 1937ء میں درج ذیل اداریہ میں قائداعظم محمد علی جناح کی ان کوششوں کو سراہتے ہوئے مسلمانوں پر متحدہ قومی محاذ بنانے کے لیے زور دیا، اخبار لکھتا ہے:

''مثل مشہور ہے کہ ''مردے از غیب بیرون آید و کارے بکند''

آج مسلمانانِ ہند کا قومی شیرازہ منتشر ہے جو ایک بے حد قابلِ افسوس امر ہے، کیونکہ ملک میں آئینی تبدیلیاں جلد جلد واقع ہو رہی ہیں، ہندوؤں کی حالت یہ ہے کہ وہ سرمایہ دار اور دولت مند ہونے کے علاوہ کانگریس کے ماتحت اپنی تمام قوتوں کو جمع کر چکے ہیں۔ یہاں تک تو کوئی قابلِ اعتراض بات نہیں تھی، لیکن کانگریسی صوبوں میں جہاں جہاں ہندوؤں کو اکثریت حاصل ہے، اور جہاں جہاں کانگریسی وزارتیں قائم ہوئی ہیں، کانگریسی وزرا نے مسلم حقوق کو بے طرح پامال کرنا شروع کر دیا ہے۔ ساتھ ہی انہوں نے اپنے پیسے کے زور سے مسلمانوں میں نفرتیں پیدا کر دی ہیں۔ ہر جگہ ننگے، بھوکے اور فرومایہ نام نہاد مسلمانوں کو اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔

اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔

آج اللہ تعالیٰ نے مسلم لیگ کو زندہ کر دیا ہے، اور مسٹر جناح ایسی قابل ہستی کو مسلمانانِ ہند کی قیادت و رہنمائی کے لیے مقرر کر دیا ہے، وہ ایک بلند پایہ مقنن، صاحبِ قلم اور جادو بیاں مقرر ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے تحریر و تقریر کا عدیم الشال ملکہ بخشا ہے۔ انہوں نے مسلمانانِ ہند کی تنظیم کی خاطر اپنے ذاتی مشاغل کو خیر باد کہہ کر ملک کا دورہ شروع کر دیا ہے۔ اگر پنڈت نہرو ملک میں دورہ کر کے جابجا کانگریس کمیٹیاں قائم کر سکتے ہیں تو مسٹر محمد علی جناح کے راستہ میں کون سی رکاوٹ حائل ہے کہ وہ ہندوستان کے شہر شہر اور قصبہ قصبہ میں پھر کر مسلم لیگ کی شاخیں قائم نہ کریں، کیونکہ زمانہ اس حقیقت کا قائل ہے کہ قانونی قابلیت، فصاحت و بلاغت اور تحریر و تقریر میں پنڈت نہرو کو مسٹر جناح کے ساتھ دور کی بھی نسبت نہیں ہے، کیونکہ مسٹر جناح ہندوستان کے کامیاب اور لائق ترین بیرسٹر ہیں۔ وہ وکالت میں بڑی بڑی ریاستوں کی طرف سے ان کے مقدمات کی پیروی کر چکے ہیں۔ ان کے وسیع قانونی تجربے نے ان کو قانون کا پتلا بنا دیا ہے، حالانکہ ان کا مدمقابل بیرسٹری کا ایک ناکام کھلاڑی ہے۔ بس ایسے لائق اور قابل لیڈر کے زیر قیادت مسلم لیگ ہی ایک ایسی جماعت ہے، جو آئندہ دستور اساسی میں مسلم حقوق کا تحفظ بوجہ احسن کر سکے گی۔ کانگریس ایسے سرمایہ داروں کی جماعت ہے، جو مسلم حقوق کو غصب کر کے ملک میں خالص ہندو راج قائم کرنے کی کوشش کر رہی ہے، اس لیے ہر مسلمان کا قومی اور اسلامی فرض ہے کہ وہ مسلم لیگ کے جھنڈے تلے آ جاتے، تاکہ اعدائے اسلام کے مقابلے پر ان کا متحدہ قومی محاذ قائم ہو جائے۔ جب مسلم قوتیں ایک نکتہ پر جمع ہو جائیں گی تو اعدائے اسلام کی

مخالفانہ کوششیں انشاء اللہ ناکام ہو جائیں گی۔''

(ہفتہ وار پیسہ اخبار، اشاعت 28 اکتوبر 1937ء)

انٹر ایشین ریلیشنز کانفرنس

تحریکِ پاکستان اپنے اوجِ کمال کو پہنچ چکی تھی، اور پاکستان کا قیام ایک حقیقت بنتا ہوا نظر آ رہا تھا، ایسے میں برطانوی سامراجیوں نے ہندوؤں سے مل کر ایک اور چال چلی جو یہ تھی:

''اگر چہ ملک دو حصوں میں تقسیم ہو جائے مگر اس کا دفاع مشترکہ رہنا چاہیے۔''

اس خواہش سے مغلوب ہو کر پنڈت نہرو نے کہا:

''ہم جناح کو ایک لولہ لنگڑا پاکستان دیں گے جو کچھ دیر زندہ رہ کر دوبارہ ہندوستان کی گود میں آن گرے گا۔''

اس مقصد کو پایہ تکمیل تک پہنچانے اور عالمی رائے عامہ کو گمراہ کرنے کے لیے انٹر ایشین ریلیشنز کانفرنس کا منعقد کی، جس کا قائداعظم محمد علی جناح نے بائیکاٹ کیا۔ کانفرنس کے شرکا میں مولانا محمد حسین آزاد، پنڈت جواہر لال نہرو، مسز سروجنی نائیڈو، سردار بلدیو سنگھ شامل تھے۔ سردار بلدیو سنگھ (ڈیفنس ممبر) نے مسلمان افسران سے کہا:

''وہ کانفرنس کے مندوبین میں یہ بات عام کر دیں کہ افواج بٹوارے کے خلاف ہیں اور مسلمان بھی افواج کی تقسیم نہیں چاہتے۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے جب یہ باتیں سنیں تو فرمایا:

That i have my armed forcesand then Pakistan.

انجام (روزنامہ)

30 اپریل 1947ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے اس روزنامہ کے گمنام منجم کے خط کے جواب میں اپنے کوائف بھجوائے۔

روزنامہ انجام نئی دہلی سے قیامِ پاکستان سے قبل شائع ہونا شروع ہوا۔ تقسیم ہند کے وقت اس کے دفاتر کراچی منتقل کر دیے گئے۔ 1957ء میں اسے بند کر دیا گیا۔ بعدازاں اس کی اشاعت بحال کی گئی لیکن بندش کی وجہ سے اس کے خریداروں میں کمی ہوئی اور اسے شدید خسارے کا سامنا کرنا پڑا، چنانچہ اسے 1966ء میں روزنامہ مشرق کراچی میں ضم کر دیا گیا۔

(ماخذ: روزنامہ حریت 25 دسمبر 1986ء، مضمون رشید ہاشمی العثمانی)

انجمن اسلامیہ راولپنڈی

قائداعظم محمد علی جناح سب سے پہلے 1936ء میں راولپنڈی تشریف لے گئے۔ قائداعظم محمد علی جناح کشمیر جا رہے تھے۔ راولپنڈی میں قائداعظم محمد علی جناح نے انجمن اسلامیہ راولپنڈی کے صدر خان بہادر شیخ محمد اسماعیل سے ملاقات کی اور انہیں اپنا مدعا بیان کیا۔ خان بہادر شیخ محمد اسماعیل نے ایک خط لکھ کر سیکرٹری انجمن اسلامیہ راولپنڈی میاں حیات بخش کو بلایا۔ انہوں نے ایک سو افراد کی فہرست مرتب کی تاہم 32 معززین شہر انجمن کے سکول میں آئے۔ قائداعظم محمد علی جناح نے اس موقع پر معززین پر آئندہ انتخابات کی اہمیت واضح کی اور انہیں تلقین کی:

''وہ آل انڈیا مسلم لیگ کے منشور سے اتفاق کریں۔''

ایک مہمان نے اٹھ کر کہا:

''جناب آپ نئی پارٹی بنانے کی بجائے سر فضل حسین سے تعاون کریں۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا:

''میں انہیں جانتا ہوں وہ مسلمان قوم کی قیادت نہیں کر سکتے، کیونکہ تانگہ کا ڈرائیور کار کا ڈرائیور نہیں بن

سکتا۔"

انجمن حمایت اسلام لاہور

مسلمان ہمیشہ سے تعلیمی میدان میں ہندوؤں سے پیچھے رہے تھے۔ مسلمان بھی تعلیمی میدان میں آگے بڑھنا چاہتے تھے۔ سرسید احمد خاں کی تعلیمی تحریک نے دوسرے صوبوں کے مخیر حضرات کو متاثر کیا چنانچہ انہوں نے بھی اپنے اپنے صوبوں میں سرسید احمد خاں کی تعلیمات کے زیرتحت ایسی تنظیمیں قائم کیں۔ انجمن حمایت اسلام بھی ان میں سے ایک ہے۔ اس تنظیم کی بنیاد مارچ 1884ء میں رکھی گئی۔ اس کے بانیوں میں قاضی خلیفہ محمد حمید الدین، مولانا غلام اللہ قصوری، منشی چراغ دین، منشی پیر بخش، منشی عبدالرحیم خاں دہلوی اور حاجی میر شمس الدین شامل تھے۔ انجمن حمایت اسلام کا پہلا جلسہ 24 ستمبر 1884ء کو ہوا۔

اس تنظیم کے قیام کے درج ذیل مقاصد بیان کیے گئے:

- غیر مسلم تبلیغی اداروں کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنا۔
- مسائل اسلام کی تبلیغ واشاعت۔
- مسلمان بچوں اور بچیوں کو تعلیم سے آراستہ کرنا۔

انجمن حیات الاسلام دہلی

اس ادارے کے بانی مولانا حامد علی قریشی تھے۔ 16 مارچ 1939ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے اس سکول کی سالانہ تقریب میں بطور مہمانِ صدر شرکت کی۔ مستحق بچوں میں انعامات تقسیم کرنے کے بعد قائداعظم نے اپنے خطاب میں کہا۔

"مولانا حامد علی قریشی نے مسلمانوں کو درپیش ایک اہم سماجی مسئلے کو حل کرنے کے لیے ادارہ قائم کر کے مسلمانوں کی بڑی خدمت کی ہے۔ اگر یہ ادارہ قائم نہ ہوتا تو مسلمانوں کے یتیم بچے دہلی کی گلیوں میں بھیک مانگتے پھرتے۔"

انجمن خیر خواہاں جنوبی افریقہ

انجمن خیر خواہان جنوبی افریقہ کی طرف سے قائداعظم کی جدوجہد کی تائید میں ایک بحری تار کے ذریعے ان کی تحسین کی گئی۔ تار کا متن حسب ذیل ہے۔

"ہم جنوبی افریقہ کے مسلمان آپ کو تہ دل سے مبارکباد دیتے ہیں اور آپ کی اور لیگ کی دلیرانہ روش جو اس نے خطرناک اور نازک دور میں اختیار کی ہے، اس کی تائید کرتے ہیں۔ ہم انشاء اللہ کبھی مایوس نہیں ہوں گے بلکہ اس جنگ میں فتح حاصل کریں گے۔ اگرچہ سیاہ بادل چھائے ہوئے ہیں مگر ساتھ ہی ساتھ روشنی کی کرن بھی موجود ہے۔"

انجمن صحافیاں

(دیکھئے: دعا)

انجمن ضیاء الاسلام بمبئی

فروری 1907ء میں قائداعظم محمد علی جناح کو مسلم تنظیم "انجمن ضیاء الاسلام" کی ایگزیکٹو کمیٹی کا ممبر منتخب کیا گیا۔

8 اکتوبر 1907ء کو قائداعظم محمد علی جناح "انجمن ضیاء الاسلام" کے ایک اجلاس میں شریک ہوئے۔

انجمن مسلمانانِ پنجاب

یہ تنظیم 8 جون 1924ء کو کراچی کے غلام حسن خاں اور خاں صاحب حاجی محمد فضل الٰہی (اعزازی مجسٹریٹ) کے ہاتھوں قائم ہوئی اور اس تنظیم کا نام انجمن مسلمانانِ پنجاب رکھا گیا اس کا مقصد لاوارث مسلمانوں کی تجہیز و تکفین تھا۔ اس

ضمن میں انجمن کے عہدے داروں نے ریلوے حکام، جیل اور سول ہسپتال کے حکام سے مل کر یہ طے کرلیا تھا:

"وہ آئندہ کسی لاوارث مسلمان کی میت خاکروبوں کے حوالے نہیں کریں گے۔"

دیکھتے ہی دیکھتے یہ جماعت رفاہی ادارے کی حیثیت اختیار کرگئی۔ اس انجمن نے 1925ء میں کراچی میں قبرستان کے لیے ایک قطعہ اراضی حاصل کیا اور اس کا نام قبرستان نمبر 1 رکھا گیا۔ 1927ء میں حاجی کیمپ میں ڈاک خانہ اور تار گھر قائم کیا گیا۔ 1932ء محرومین کشمیر کے لیے خاصی رقم بھیجی گئی۔ یکم جولائی 1934ء کو اس انجمن نے صدر میں دارالسلام نام سے ایک عمارت تعمیر کرائی۔ 1935ء میں کوئٹہ میں زلزلہ آیا تو اس جماعت کی خدمات حاصل کی گئیں، پھر اس انجمن نے ایک مطبع بھی قائم کیا۔ 1938ء میں کراچی میں سندھ مسلم لیگ کانفرنس کے موقع پر قائداعظم محمد علی جناح کے جلوس کے لیے انجمن نے کارہائے نمایاں ادا کیے۔ اس انجمن کی طرف سے 19 اکتوبر 1938ء کو گاندھی گارڈن میں شرکائے کانفرنس کو شاندار ریسٹ ہوم دیا گیا۔ جس میں قائداعظم محمد علی جناح کے علاوہ سر سکندر حیات خاں، مولوی فضل الحق، خان بہادر اللہ بخش، سید میراں محمد شاہ، راجا صاحب محمود آباد، حاجی عبداللہ ہارون، مولانا غلام بھیک نیرنگ، سیٹھ عبدالستار اور سر غلام حسین، ہدایت اللہ و دیگر حضرات نے شرکت کی۔

1943ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا اس اجلاس میں قائداعظم محمد علی جناح نے بھی شرکت کی۔ اس موقع پر انجمن نے قحط فنڈ کے لیے قائداعظم محمد علی جناح کو ایک تھیلی پیش کی۔ انجمن کی سرگرمیوں سے متاثر ہو کر قائداعظم محمد علی جناح نے اس کی سرپرستی قبول کرلی۔

1947ء میں انجمن نے مہاجرین کی آبادکاری کے لیے کام کیا۔ انجمن کی سرگرمیاں اس کے بعد بھی جاری رہیں۔

(مضمون: امین چغتائی، روزنامہ مشرق لاہور، 20 ستمبر 1971ء)

انڈو برما فنانشل سیٹلمنٹ

28 مارچ 1945ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے انڈو برما فنانشل سیٹلمنٹ کے لیے ٹریبونل کے قیام کی تجویز کو تنقید کا نشانہ بنایا اور کہا:

"کسی ملک سے اچھا سلوک کرنے کا یہ طریقہ درست نہیں ہے، اور ایسے مسائل کے حل کے لیے یہ کوئی مناسب ذریعہ بھی نہیں ہے، بلکہ دونوں برما اور ہندوستان کے لیے ٹریبونل کے قیام کا یہ طریق کار مفادات کے حوالے سے کسی طرح بھی مستحسن نہیں کہا جاسکتا۔"

انڈونیشیا کے مجاہد

جب جاپان کی شکست کے بعد مفرور ڈچ حکومت پھر برسرِ اقتدار آئی تو اس نے انڈونیشیا کو پھر اپنی غلامی میں لے لینا چاہا۔ حکومت برطانیہ نے بھی اپنی فوج ظفر موج کے ساتھ پوری پوری مدد کی، لیکن انڈونیشیا کے جانباز اور سرفروش مجاہد میدان میں اتر آئے، اور انہوں نے دونوں کے چھکے چھڑا دیے۔

22 اکتوبر 1945ء کو ایک بیان دیتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا:

"ہماری ہمدردیاں انڈونیشیا کے محبانِ وطن کے ساتھ ہیں۔ جو آزادی کی جدوجہد میں سر دھڑ کی بازی لگا چکے ہیں۔ اگر وہاں ہالینڈ کی استعماری حکومت برسرِ اقتدار آ گئی تو یہ ایک عظیم سانحہ ہوگا۔ ہم آزادی و حریت کی راہ میں کوشاں ہونے والی سب اقوام کی حمایت کرتے ہوئے ہر قسم کی حکومت پرستی اور استعماریت کے خلاف اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں۔ ان اقوام کی حمایت میں مسلم لیگ ہندوستان کی سب



مسٹر جناح برطانوی آفیسر کے ہمراہ

جماعتوں اور پارٹیوں کے پیش رہے گی۔"

انڈونیشیا نے 1949ء میں ہالینڈ سے آزادی حاصل کی۔ ڈاکٹر احمد سوئیکارنو انڈونیشیا کے صدر بنے پھر جنرل سہارتو برسراقتدار آئے۔

اکتوبر 1947ء میں عوامی جمہوریہ انڈونیشیا نے کارلٹن ہوٹل کراچی میں اپنا سفارتی دفتر قائم کیا۔ ہالینڈ کی حکومت نے عوامی جمہوریہ انڈونیشیا کو ختم کرنے کے لیے جدید ترین مہلک اسلحہ سے لیس ڈچ فضائیہ کا ایک دستہ روانہ کر دیا ہالینڈ کے اس دستے کو کراچی کے ہوائی اڈے سے گزرنا تھا۔ قائداعظم محمد علی جناح کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے فوراً حکم جاری کر دیا:

"ڈچ فضائیہ کے اس دستے کو کراچی کے اڈے پر ہی روک لیا جائے اور جکارتہ روانہ ہونے کی اجازت نہ دی جائے۔"

قائداعظم محمد علی جناح کے اس دلیرانہ اقدام سے جہاں مغربی سامراجیوں کو زبردست دکھ پہنچا وہاں اہلِ انڈونیشیا کے حوصلے اور امیدیں اور زیادہ بلند ہوگئیں۔

انڈیا آفس لائبریری

یہ لائبریری ایسٹ انڈیا کمپنی نے لندن کے برٹش میوزیم میں قائم کی تھی۔ اس کا شمار دنیا کی مشہور لائبریریوں میں ہوتا ہے۔ قائداعظم کے حوالے سے اس لائبریری کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس میں قائداعظم محمد علی جناح سے متعلق دس ہزار فائلیں، اٹھارہ ہزار تصاویر، ستائیس ہزار خطوط، دو لاکھ اخباری تراشے اور دو سو دستاویزی فلمیں محفوظ کی گئی ہیں۔

انڈیا ایکٹ

انڈیا ایکٹ کے نفاذ کے بعد جب صوبائی مجلس آئین ساز کا انتخاب ہوا تو کانگریس نے وزارت قبول کرنے کی شرط یہ پیش کی:

"گورنر کی طرف سے وزارت کے کاموں میں مداخلت نہ کی جائے۔"

اس سوال پر سیاسی تعطل پیدا ہوگیا، اور کانگریس نے وزارت قبول کرنے سے انکار کر دیا، اب قانونی طریق کار یہ تھا کہ گورنروں کی طرف سے کانگریس کے بعد سب سے بڑی جماعت کو وزارت کی تشکیل کی دعوت دی جاتی، چنانچہ بہار، یو پی اور بمبئی وغیرہ کے گورنروں نے مسلم لیگ پارٹی کے لیڈروں کو تشکیل وزارت کی دعوت دی، متعدد صوبوں کے مسلم لیگی لیڈر، وزارت قائم کرنے پر تیار ہو گئے، لیکن قائداعظم محمد علی جناح نے ایک مرتبہ "نہیں" NO کہا اور معاملہ ختم کر دیا۔

روزنامہ خلافت کے ایڈیٹر اور مولانا شوکت علی اس زمانہ میں قائداعظم محمد علی جناح کے بنگلہ پر گئے، اور یہی مسئلہ زیرِ بحث آیا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے اپنے مخصوص انداز میں مولانا شوکت علی سے کہا:

"ایسی وزارت ہم کیونکر قائم کر سکتے ہیں، جو دوسروں کے رحم و کرم پر قائم ہوا آج کانگریسی روٹھے ہوئے ہیں، ہم وزارت بنائیں، کل وہ مان جائیں تو ہم وزارت سے دستبردار ہونے پر مجبور ہو جائیں، میں کسی ایسے صوبہ میں مسلم لیگ کو وزارت قائم کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا، جہاں عملی اکثریت Working Majority ہمیں حاصل نہ ہو، سر علی محمد خاں (لیڈر مسلم لیگ پارٹی بمبئی کو گورنر نے وزارت تشکیل کے سلسلہ میں بلایا، میں نے انہیں ہدایت کر دی کہ وہ یہی عذر کر دیں کہ چونکہ ہمارے پاس عملی اکثریت نہیں ہے، اس لیے ہم وزارت نہیں قائم کر سکتے۔"

سر علی محمد خاں نے قائداعظم محمد علی جناح کی حسبِ ہدایت

گورنر کو یہی جواب دیا، اور دیگر صوبوں کی طرح بمبئی میں بھی مسلم لیگ کی وزارت قائم نہ ہو سکی۔

انڈین بار کونسل ایکٹ

(دیکھیے: اجازت نامہ برائے قانونی پریکٹس)

انڈین فوجداری دلائل

5 مارچ 1913ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے انڈین فوجداری دلائل پر بھرپور اظہارِ خیال کیا، اور یہ سفارش کی:

"مسلمان وقف کے ضمن میں سلیکٹ کمیٹی کی رپورٹ جلد اختیار کی جائے۔"

انڈیا پرابلمز آف ہر کانسٹی ٹیوشن

یہ بات بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ قائداعظم محمد علی جناح مصنف بھی تھے۔ انہوں نے لاہور میں تاریخی قرارداد پاکستان کی منظوری کے بعد چھ ماہ کے عرصہ میں 200 صفحات پر مشتمل ایک کتاب انگریزی میں لکھی۔ اس کی قیمت ایک روپیہ تھی۔ اس کا دیباچہ بھی انہوں نے خود ہی تحریر کیا تھا۔

یہ کتاب اکتوبر 1940ء میں دہلی سے شائع ہوئی۔ اردو دان حضرات نے اسے "ہندوستان کے مستقبل کے قانون کا مسئلہ" کا نام دیا۔

انڈین سینڈ ہرسٹ کمیٹی

قائداعظم محمد علی جناح کی خواہش تھی کہ برصغیر میں کمشنڈ افسروں کی تربیت کے لیے سینڈ ہرسٹ کی طرز پر ایک ملٹری کالج کے قیام کا ادارہ قائم کیا جائے، اور وہ اس کا مطالبہ ایک عرصہ سے کر رہے تھے۔ فروری 1925ء میں مرکزی اسمبلی میں ایک قرارداد کے تحت خصوصی ایک کمیٹی قائم کرنے کی سفارش کی گئی۔ اس کمیٹی نے اگست 1925ء میں کام کا باقاعدہ آغاز کیا۔ کمیٹی کے ارکان میں قائداعظم کے علاوہ لیفٹیننٹ جنرل سر اینڈریو سکین، کیپٹن بنیر جی، پی سیٹھنا، سردار جوگندر سنگھ، سر عبدالقیوم، قائداعظم محمد علی جناح، ڈاکٹر ضیاء الدین احمد، دیوانِ بہادر رام چندر راؤ، کیپٹن ہیرا سنگھ، کیپٹن گل محمد خاں، پنڈت نہرو اور ای برڈن شامل تھے۔ بعدازاں ایک سب کمیٹی قائم کی گئی اس سب کمیٹی کا سربراہ قائداعظم محمد علی جناح کو بنایا گیا۔ کمیٹی نے 1927ء میں حکومت کو اپنی رپورٹ پیش کی۔ قائداعظم محمد علی جناح نے کمیٹی کی سفارشات کے حوالے سے اپنی تقریر میں کہا:۔

"میں یورپ میں جہاں کہیں بھی گیا ہندوستان میں فوجی کالج کی تجویز کا خیرمقدم کیا گیا ماسوائے سینڈ ہرسٹ کالج کے۔"

انڈین فنانس بل

24 مارچ 1927ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے اسمبلی میں انڈین فنانس بل کے تحت نمک پر ڈیوٹی لگانے کی تجویز کے حق میں ووٹ دیا۔

انڈین مسلم ایسوسی ایشن

یہ 1907ء کی بات ہے۔ قائداعظم محمد علی جناح عملی سیاست میں قدم رکھ چکے تھے، ہر آنے والا لمحہ سیاست میں ان کے قدم مضبوط کر رہا تھا۔ 8 جنوری 1907ء کو انہیں انڈین مسلم ایسوسی ایشن کا نائب صدر منتخب کیا گیا۔ اس ایسوسی ایشن کا مقصد سیاسی و معاشی ترقی کے لیے ہندوستان کی دیگر اقلیتوں سے تعاون کرنا، اور مسلمانوں کے بارے میں غلط فہمیوں کا ازالہ کرنا، اور مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ کرنا تھا۔

انداز جرح

اپنی اولوالعزم قابلیت کے سبب قائداعظم محمد علی جناح نے جلد ہی بمبئی کی عدالتوں میں شہرت حاصل کر لی، اور اس بات سے سب کو اتفاق تھا کہ بیرسٹر کی حیثیت سے وہ انتہائی بلند و بالا مقام حاصل کریں گے۔

وکلا کی نشستوں میں ان کے مؤثر اور مدلل انداز خطابت کے چرچے ہوئے۔ وہ جس انداز میں جرح کرتے، ٹھوس دلائل پیش کرتے، اور قانون کی کتابوں اور مقدمات کے حوالے دیتے۔ اس پر عدالت میں موجود ہر شخص، جج، جیوری، وکیل، عش عش کر اٹھتا۔ مشکل ترین حالات کے باوجود ان کا سر ہمیشہ بلند رہتا۔ وہ جو کچھ کہہ دیتے پتھر کی لکیر بن جاتا۔ جج تک انہیں چکمہ نہ دے پاتے۔ ان کی ذہانت و فراست نے انہیں ہر طبقہ میں مقبول بنا دیا، اور دور دور تک ان کا نام مشہور ہو گیا۔

انسانی ترقی

قائداعظم محمد علی جناح نے اپنے ایک خطاب میں ارشاد فرمایا:

''ہم جس قدر جلد خود کو نئے تقاضوں کے مطابق ڈھال لیں، اور جس قدر جلد ہمارے خیال کی نظریں افق کے پاران لامحدود ترقی کے امکانات کو دیکھ سکیں، جو ہماری قوم اور ملک کے لیے موجود ہیں، اتنا ہی پاکستان کے حق میں اچھا ہوگا، اور صرف اس صورت میں ہمارے لیے ممکن ہوگا کہ ہم انسانی ترقی، سماجی انصاف، مساوات اور اخوت کے اصولوں کو عمل میں لا سکیں، جن کی خاطر پاکستان وجود میں آیا تھا، اور ہم اپنی مملکت میں ایک مثالی سماجی نظام قائم کرنے کے لامحدود امکانات کو عملی جامہ پہنا سکیں۔''

انسانیت کے اعلیٰ ترین معیارات

1919ء میں کانگریس اور مسلم لیگ دونوں کے سالانہ اجلاس امرتسر میں منعقد ہوئے۔ مسلم لیگ کے ہندو مسلم اتحاد کو نہ صرف نئی مجوزہ اصلاحات کے لیے، بلکہ اس ساری کارروائی کے لیے جو ہندوستان نے اندرون و بیرون ملک انجام دی تھی، ''کامیابی کا راز'' قرار دیا، اور 1919ء کے کانگریس لیگ میثاق کے نتیجہ میں ایسے اتحاد کی راہ میں حائل بڑی سیاسی رکاوٹ پر قابو پا لیا گیا۔ علی برادران لیگ کے امرتسر اجلاس میں شرکت کے لیے آئے تو لوگوں نے کھڑے ہو کر ان کا پرجوش نعروں سے استقبال کیا۔ مولانا محمد علی جوہر نے خوشی کے ساتھ اشک افشاں سامعین کو یقین دلایا:

''خدا کی حکومت کے سوا کسی کی بادشاہی نہیں چلے گی۔''

قائداعظم محمد علی جناح کو مسلم لیگ کے آئندہ اجلاس کا صدر منتخب کر لیا گیا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے اس سال ستمبر میں کلکتہ کے مقام پر مسلم لیگ کا خصوصی اجلاس طلب کیا۔ انہی دنوں کانگریس کا بھی، اتحادیوں کی طرف سے اعلان کردہ شرائط صلح سے پیدا ہونے والی سیاسی صورت حال، جلیانوالہ باغ کے قتل عام کے بعد برطانیہ کے سخت اور بیدردانہ ردعمل، نیز پنجاب بھر میں سفا کی و بیدردی کی بابت شائع شدہ خبروں پر غور کرنے کے لیے کلکتہ میں ایک ہنگامی اجلاس ہو رہا تھا۔ اس موقع پر مسلم لیگ سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناح نے کہا:

''ہمارے یہاں جمع ہونے کا بنیادی مقصد اس صورتِ حال پر غور کرنا ہے، جو حکومت کی طرف سے صلح نامہ پر دستخط کرنے کے بعد سوچی سمجھی اور مسلسل اپنائی ہوئی پالیسی کے نتیجے میں پیدا ہوئی ہے۔ سب سے پہلے رولٹ بل آیا۔ اس کے ساتھ ہی پنجاب

میں مظالم کا دور شروع ہو گیا، پھر سلطنت عثمانیہ اور خلافت پر دست تظلم صاف کیا گیا۔ ایک اقدام ہماری آزادی پر حملہ آور ہوا تو دوسرے نے ہمارے عقیدہ پر دھاوا بولا، ہر ملک کے سامنے دو اہم اور بڑے کام ہوتے ہیں۔ ایک بین الاقوامی پالیسی میں اپنی آواز بلند کرنا، اور دوسرے اندرونی طور پر انصاف اور انسانیت کے اعلیٰ ترین معیارات کو برقرار رکھنا، لیکن ایک شخص کو یہ حق ہونا چاہیے کہ اس کا نظام حکومت اس کے اپنے ہاتھوں میں ہو، تاکہ وہ اسے اپنی مرضی کے مطابق چلا سکے۔ جہاں تک بین الاقوامی معاملات میں ہماری پوزیشن کا تعلق ہے، مسلمانوں کی متفقہ رائے کے باوجود وزیراعظم کے اقرارہائے صلح سے انحراف کرتے ہوئے، ترکی پر شجاعت و مردانگی کے خلاف اور شرمناک شرائط عائد کردی گئی ہیں۔ اتحادیوں نے مینڈیٹ کے پردہ میں سلطنت عثمانیہ کو لوٹ مار کا نشانہ بنا کر اس کے حصے بخرے کر لیے ہیں۔ خدا کا شکر ہے اس چیز نے بالآخر ہمیں یہ احساس دلا دیا ہے کہ اب ہم بین الاقوامی معاملات میں ہندوستان کی نمائندگی کے لیے حکومت ہند، ہز میجسٹی کی گورنمنٹ اور خود شاہ انگلستان پر بھروسہ نہیں کر سکتے۔

اب ہمیں پنجاب کی طرف آنا چاہیے، سٹار چیمبر میں بنایا گیا وہ قانون، جسے بدنام زمانہ رولٹ کمیٹی کے چیئرمین کے نام پر ''رولٹ ایکٹ'' کا عنوان دیا گیا ہے۔ لارڈ چمسفورڈ کی حکومت نے مرتب کیا تھا۔ یہ ان ''معروف جرائم'' کے ارتکاب کا موجب بنا، جن کی سنگینی کو مردوں کے الفاظ یا عورتوں کے آنسو بھی ختم نہیں کر سکتے۔ وہ اسے ''قوت فیصلہ کی غلطی'' کہتے ہیں۔ اگر یہ حرف آخر ہے تو میں ان سے اتفاق کرتا ہوں کہ یہ قوت فیصلہ کی غلطی ہے، اور انہیں آج نہیں تو کل ضرور اس کی سزا بھگتنی ہوگی۔ یہاں ایک چیز ایسی ہے جس پر کوئی اختلاف نہیں، وہ یہ کہ اس حکومت کو لازماً ختم ہونا چاہیے، اور اس کی جگہ ایک مکمل ذمہ داری حکومت کو لینی چاہیے، کانگریس اور لیگ کے اجلاسوں سے اس پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، ہمیں نامنظوری کی قراردادیں پاس کر کے سیکرٹری آف سٹیٹ برائے ہند کو بھیجنے کے بجائے کسی مؤثر طریقے پر غور کرنا ہوگا، اور ہم یقیناً کوئی نہ کوئی راستہ نکال لیں گے، جیسا کہ فرانس اور اٹلی نے کہا، اور نومولود مصر نے بھی یہی راستہ اپنایا ہے، ہم اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے، جب تک ہمارے ملک کو مکمل سیاسی آزادی نہیں مل جاتی، مسٹر گاندھی نے اپنا عدم تعاون کا پروگرام پیش کیا ہے، جسے خلافت کانفرنس کی تائید حاصل ہے۔ اب یہ آپ کا کام ہے کہ آپ اس کے اصول اور اس کے تفصیلات کو منظور کرتے ہیں یا نہیں، اس اسکیم کے اثرات آپ میں سے ہر ایک کو انفرادی طور پر متاثر کریں گے۔ اس لیے آپ کو کسی نتیجے پر پہنچنے سے پہلے اپنی قوت کا اندازہ لگانا اور موافق و مخالف دلائل کو اچھی طرح جانچنا ہوگا، لیکن ایک بار آپ نے مارچ کا فیصلہ کر لیا تو پھر کسی حال میں بھی قدم پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے۔''

انسانی خدمت کا انعام

قائداعظم محمد علی جناح کے صد سالہ جشن کے سلسلے میں اس کا اجراء کیا گیا۔ شروع میں انعام کی رقم ایک لاکھ روپے تھی جس میں خصوصی انعام 21 اکتوبر 1976ء کو اضافہ کر کے 5 لاکھ

روپے کر دیا گیا۔

انسانی حقوق کے تحفظ اور فروغ کے لیے اعلیٰ ترین انفرادی کوششوں پر اعتراف کے طور پر یہ انعام منتخب افراد کو دیا جاتا ہے۔

انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا

انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا کی جلد نمبر 10، 1974ء کے ایڈیشن میں قائداعظم محمد علی جناح کے بارے میں انتہائی غلط معلومات درج ہیں۔

مثال کے طور پر اس جلد کے صفحہ نمبر 223 پر قائداعظم محمد علی جناح کے میٹرک پاس کرنے اور دادا بھائی نوروجی کی انتخابی مہم میں شریک ہونے کے بارے میں غلط باتیں لکھی گئی ہیں۔ نیز اسی صفحہ پر لکھا ہے:

> ''بعد میں قائداعظم محمد علی جناح نے مشن ہائی سکول میں داخلہ لیا جہاں سے انہوں نے سولہ سال کی عمر میں بمبئی یونیورسٹی کا میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ 1892ء میں وہ لندن آئے اور جب پارسی لیڈر دادا بھائی نوروجی نے انگلستان کی پارلیمنٹ کے انتخاب میں حصہ لیا تو جناح اور دوسرے طالب علموں نے دن رات کام کیا۔''

قائداعظم محمد علی جناح کے بارے میں دستاویزی ثبوت مل چکے ہیں کہ وہ دسمبر 1892ء میں کراچی میں تھے۔

انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا نے یہ بھی لکھا ہے:

> ''قائداعظم محمد علی جناح صرف 19 برس کی عمر میں بار میں پیش ہوئے۔''

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ قائداعظم محمد علی جناح 28 اپریل 1892ء کو بار میں پیش ہوئے۔

انسٹی ٹیوٹ آف انجینئرز

یہ 1947ء کی بات ہے انجینئروں کے ایک وفد نے کراچی میں قائداعظم محمد علی جناح سے ملاقات کی اس موقع پر قائداعظم محمد علی جناح نے وفد کے اراکین کو مشورہ دیا:

> ''آپ بھارت کے طرز پر ملک میں بھی انسٹی ٹیوٹ آف انجینئرز قائم کریں۔''

قائداعظم محمد علی جناح کے مشورہ پر 1948ء میں ڈھاکہ میں انسٹی ٹیوٹ قائم کیا گیا۔

انصار ناصری

جب قائداعظم محمد علی جناح نے 3 جون 1947ء کو آل انڈیا ریڈیو پر تقسیم ہند کے بارے میں وائسرائے ہند کے منصوبہ پر تقریر کی۔ سید انصار ناصری اس وقت آل انڈیا ریڈیو دہلی میں بحیثیت نیوز ریڈر خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ انصار ناصری کو یہ امتیاز حاصل ہوا کہ انہوں نے قائداعظم محمد علی جناح کی تقریر کے فوراً بعد آل انڈیا ریڈیو سے اس کا اردو ترجمہ نشر کیا۔ یہ بھی ایک حسنِ اتفاق ہے کہ 14 اگست 1947ء کو یومِ آزادی پر قائداعظم محمد علی جناح نے جو تقریر کی تھی اس کا اردو ترجمہ کرنے اور نشر کرنے کا اعزاز بھی انصار ناصری ہی کے حصے میں آیا۔

انقلاب، روزنامہ

◆ روزنامہ انقلاب نے 25 مئی 1929ء کی اشاعت میں بعنوان ''مسٹر جناح اور کانگریس پارٹی'' ایک اداریہ لکھا، جس کا متن درج ذیل ہے:

> ''بمبئی کرانیکل اس اطلاع کی ذمہ دار ہے، کہ مسٹر جناح احاطہ بمبئی کمیٹی کے زیراہتمام ایک پارٹی بنا

رہے ہیں، جو آئندہ انتخابات کے سلسلے میں مختلف جماعتوں کو کانگریس کے جھنڈے تلے لانے کی کوشش کرے گی۔ ہمیں مسٹر جناح کے خیالات کے متعلق، جو کچھ معلوم ہوا ہے اسے مدنظر رکھتے ہوئے ہمارے نزدیک یہ اطلاع اس وقت تک قابلِ تسلیم نہیں، جب تک مسٹر جناح کی طرف سے اس کے متعلق ایک خاص اعلان نہ ہو جائے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ آئندہ انتخاب میں کانگریس کی ساری کوشش نہرو رپورٹ کو کامیاب بنانے پر مرتکز رہے گی۔ وہ انہی اصحاب کو انتخابات میں کامیاب بنائے گی، جو حتیٰ المقدور اس کی ہدایات کے مطابق نہرو رپورٹ کے نفاذ کے لیے سعی کرتے رہیں گے، اور جو شخص نہرو رپورٹ کا اشد شدید مخالف ہے، اور اسے بصورتِ موجودہ مسلمانوں کے لیے سخت نقصان رساں سمجھتا ہے۔ وہ انتخابات میں کبھی کانگریس پارٹی کی تائید وحمایت پر آمادہ نہیں ہوسکتا۔ ہمارے علم کے مطابق مسٹر جناح نہرو رپورٹ کو بہ شکل موجودہ منظور کرانے کے لیے عدم تعاون کا سلسلہ شروع کرنے پر آمادہ ہیں، اور جس نے اب تک مسلمانوں کی وسیع اور شدید مخالفت شائستہ اعتنا نہیں سمجھا۔

ہم اس حقیقت سے واقف ہیں کہ مسٹر جناح نے اب تک آل انڈیا مسلم کانفرنس کی قرارداد کے ساتھ کلی اتفاق نہیں کیا، لیکن انہوں نے لیگ کے اجلاس دہلی میں اسلامی حقوق کے متعلق جو مسودہ مرتب فرمایا تھا۔ وہ دراصل آل انڈیا مسلم کانفرنس کی قرارداد ہی کا ایک دوسرا خاکہ ہے، اور اگر دونوں میں کوئی فرق ہے تو وہ بہت جزوی ہے، یا کم از کم نہرو رپورٹ اور مسٹر جناح کے مرتبہ مسودہ میں جو بُعد ہے وہ مسلم کانفرنس کی قرارداد اور مسٹر جناح کے مرتبہ مسودہ میں نہیں ہے، لہٰذا اگر مسٹر جناح اپنی جگہ سے ہٹیں گے تو مسلم کانفرنس کے ساتھ آئیں گے نہ کہ کانگریس کے ساتھ۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مسٹر جناح کو کانگریس کے اس طریق عمل سے شدید اختلاف ہے، جس کے بل بوتے پر نہرو رپورٹ منظور کر لینے کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں، لہٰذا ہم ''بمبئے کرانیکل'' کی محولہ بالا اطلاع کو صحیح نہیں سمجھتے، اور جب تک اس باب میں مسٹر جناح کی طرف سے موافق اعلان شائع نہ ہو، اس وقت تک یہ خبر ہمارے نزدیک غلط متصور ہوتی رہے گی۔''

(روزنامہ انقلاب، اشاعت: 25 مئی 1929ء)

◆ 6 دسمبر 1937ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے اخبار انقلاب کو انٹرویو دیتے ہوئے فرمایا:

''میں یقیناً کاٹھیاواڑ کا دورہ کروں گا لیکن یہ دورہ اس صورت میں نہیں ہوگا کہ مسلم لیگ کا سربراہ ہوں۔''

20 دسمبر 1937ء کے انقلاب میں قائداعظم محمد علی جناح کی طرف سے مسلم لیگ فنڈ کے لیے اپیل شائع ہوئی مگر یہ اپیل بھی قائداعظم محمد علی جناح نے بحیثیت صدر مسلم لیگ نہیں کی بلکہ اپیل کے آخر میں لکھا۔

ایم اے جناح
لٹل گبز روڈ مالابار ہل بمبئی

اس اپیل کا متن یہ تھا:

''میں کاٹھیاواڑ بالخصوص دھوراجی بانٹورا، اپیلٹیا، جیت پور، کتیانہ، گوندل، منگرول، پور بندر، راندا پور، تارسائی، جام نگر، جونا گڑھ وغیرہ کے مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ مسلم لیگ کی حمایت کے لیے آگے بڑھیں۔

میں امید کرتا ہوں کہ کاٹھیاواڑ کے مسلمان میری اپیل کا مثبت جواب دیں گے، اور مسلم لیگ کی مالی حالت کو مستحکم کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ رقوم فراہم کریں گے۔''

انقلابی تبدیلی

(دیکھیے: آزادی اور خود اختیاری)

انقلابی جرائم

6 فروری 1919ء کو سر سڈنی رولٹ کی رپورٹ منظر عام پر آ چکی تھی، جس میں سفارش کی گئی تھی:

''ضابطۂ فوجداری کے قانون میں فوری طور پر کم از کم 6 ماہ کے لیے توسیع کر دی جائے۔''

یہ اپنی نوعیت کا پہلا بل تھا، جو عالمگیر جنگ کے خاتمہ کے بعد مرکزی مقننہ میں پیش کیا گیا، ملک بھر سے اسے کالا قانون قرار دے کر اس کے خلاف نفرت کا اظہار کیا جا رہا تھا۔

6 فروری کو یہ بل مقننہ میں پیش کر دیا گیا، اس بل پر قائداعظم محمد علی جناح کا پہلا ردعمل یہ تھا:

''انقلابی جرائم کے لیے غلط علاج تجویز کیا گیا ہے۔ عدلیہ کی جگہ انتظامیہ نے لے لی تو ان کے لیے وسیع اختیارات کے غلط استعمال کی راہ کھل جائے گی۔ کسی مہذب ملک کی قانونی تاریخ میں ایسے قوانین کے نفاذ کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ اس قانون کے لیے یہ موقع بدترین ہے، کیونکہ لوگوں نے حالیہ اصلاحات سے بڑی بلند توقعات وابستہ کر رکھی ہیں، اگر یہ قوانین منظور کر لیے گئے تو ان سے بہت زیادہ بے چینی، اضطراب اور احتجاج جنم لے گا، اور حکومت و عوام کے مابین تعلقات پر انتہائی خراب اثرات مرتب ہوں گے۔''

حکومت نے اس تنبیہ کا کوئی نوٹس نہ لیا، اور 28 مارچ 1919ء کو رولٹ بل منظور کر لیا گیا بل کی منظوری کے فوری بعد قائداعظم محمد علی جناح نے بمبئی پہنچ کر مالابار ہل سے لارڈ چیمسفورڈ کے نام ایک خط لکھا، جس میں کہا گیا تھا:

''رولٹ ایکٹ کو منظور کر کے آپ کی حکومت نے ہر اس یقین دہانی کی سرگرمی سے نفی کر دی ہے، جو اس نے ایک سال قبل کرائی تھی، جب ''وار کانفرنس'' کے موقع پر ہندوستان سے مدد کی اپیل کی تھی، ان تمام اصولوں کو بے رحمی سے پامال کر دیا گیا ہے، جن کے لیے برطانیہ عظمیٰ نے اعلانیہ طور پر جنگ لڑی تھی، ایسے موقع پر جبکہ ملک کو کوئی حقیقی خطرہ لاحق نہیں ہے، منہ زور اور نااہل انتظامیہ نے جو نہ تو لوگوں کے سامنے جواب دہ ہے، نہ رائے عامہ سے رابطہ رکھتی ہے، انصاف کے بنیادی اصول پسِ پشت ڈال دیے ہیں، اور عوام کے دستوری حقوق سے انحراف کیا ہے، لہٰذا میں آپ کے اس فیصلہ اور آپ کی حکومت کی اس کاوش کے خلاف احتجاج اور اظہار برہمی کے طور پر امپریل کونسل کی ممبری سے استعفیٰ دے رہا ہوں، میں محسوس کر رہا ہوں کہ اندریں حالات نہ تو میں لوگوں کی خدمت کر سکتا ہوں، اور نہ ہی یہ میری ذمہ داری کے مطابق ہے کہ ایسی حکومت کے ساتھ تعاون کیا جائے، جو کونسل میں عوام کے نمائندوں کی رائے کو ایسی بے دردی سے ٹھکرا دیتی ہے، میری رائے میں جو حکومت ایسے قانون کو زمانہ امن میں منظور کرتی ہے یا اس کی توثیق کرتی ہے۔ وہ مہذب حکومت کہلانے کے حق سے محروم ہو جاتی ہے، مجھے اب بھی توقع ہے کہ سیکرٹری آف سٹیٹ برائے ہند مسٹر مانٹیگو ہز میجسٹی کو اس سیاہ قانون کو نامنظور کرنے کا مشورہ دیں گے۔''

انقلابی چھیڑ چھاڑ

(دیکھئے: راہِ جہاد)

انگریز اور پاکستان

حکومت برطانیہ کے نام ڈیلی ورکر کی وساطت سے اکتوبر 1944ء میں قائداعظم محمد علی جناح نے یہ پیام دیا تھا:

''برطانوی قوم اگر واقعی پرخلوص ہے اور یقیناً اس قوم میں بہتیرے ایسے ہیں جن میں خلوص ہے تو ایسے لوگوں کو چاہیے کہ حکومت برطانیہ پر دباؤ ڈالیں کہ وہ اصول پاکستان کو جو ہندوستان کے آئینی مسائل کا واحد حل ہے تسلیم کر لے۔ جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ نہ صرف مسلمان آزاد ہو جائیں گے بلکہ ساتھ ہی ساتھ ہندو اور اس ملک کے دیگر عناصر ترکیبی بھی آزاد ہو جائیں گے۔''

حکومت برطانیہ اور انگریز قوم

حکومت برطانیہ تو بلاشبہ اپنے مخصوص مقاصد و مصالح اغراض و مفادات کے پیش نظر پاکستان کی مخالف ہے، اور آخر تک رہے گی لیکن انگریز قوم کا جہاں تک تعلق ہے وہ اصولی طور پر پاکستان کی مخالفت کر ہی نہیں سکتی۔ انگریزوں سے زیادہ اس حقیقت کو کوئی نہیں جانتا کہ مسلمان ایک غیر مسلم نظام کے ماتحت زندگی بسر کر ہی نہیں سکتے وہ اسی نظام میں امن اور خوشحالی کی زندگی بسر کر سکتے ہیں، جو ان کے مذہب کی تعلیمات کے مطابق ہو اور وہی ماحول رکھتا ہو جس کی اسلام نے تعلیم دی ہے۔

1857ء کے غدر کے معاً بعد، ایک انگریز ہیز نگٹن طامس نے 1858ء میں ایک کتابچہ لکھا تھا۔ مصنف انگریز ہے اور بنگال کا سویلین آفیسر رہ چکا ہے، وہ لکھتا ہے:

''میں نے پہلے بیان کیا ہے کہ غدر 1857ء کے بانی اور اصلی محرک ہندو نہ تھے۔ یہ غدر مسلمانوں کی سازش کا نتیجہ ہے، یہ قوم خلیفہ اول کے وقت سے موجود زمانہ تک یکسانیت کے ساتھ مغرور، غیر روادار، اور ظالم رہی ہے۔ ہمیشہ ان کا مقصد یہ رہا ہے کہ جس ذریعہ سے بھی ہو اسلامی حکومت قائم ہو، اور عیسائیوں کے ساتھ نفرت کے خیالات کی نشوونما ہو، مسلمان کسی ایسی گورنمنٹ جس کا مذہب دوسرا ہو، اچھی رعایا نہیں ہو سکتے۔ اس لیے کہ احکام قرآنی کی موجودگی میں یہ ممکن ہی نہیں۔''

مسلمانوں کے اس دشمن نے بھی ایک بات ضرور لکھ دی یعنی ''مسلمان کسی ایسی گورنمنٹ کے جس کا مذہب دوسرا ہو اچھی رعایا نہیں ہو سکتے۔'' اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ انگریز قوم اس حقیقت کو خوب سمجھتی ہے کہ مسلمان غیر مسلم نظام کو ہنسی خوشی برداشت نہیں کر سکتے۔

جوائنٹ پارلیمنٹری کمیٹی کی رپورٹ

گول میز کانفرنس کے بعد انڈیا ایکٹ 1935ء نافذ ہونے سے پیشتر جوائنٹ پارلیمنٹری کمیٹی کی رپورٹ حکومت کی طرف سے شائع ہوئی۔ اس وقت تک پاکستان کا تخیل سرسبز ہوا تھا، نہ باقاعدہ طور پر حکومت کے سامنے پیش کیا گیا تھا، پھر بھی اس رپورٹ کے واضعین نے اپنے دیباچہ میں صاف طور پر یہ تسلیم کر لیا تھا کہ مسلمان ایک جداگانہ ملی وجود رکھتے ہیں، اور وہ کسی طرح بھی مشترک ملی وجود بن جانے پر مجبور نہیں کیے جا سکتے۔ سچ پوچھئے تو مسلمانوں کو جداگانہ حق انتخاب جو حاصل ہے وہ بھی اسی اصول کے ماتحت ہے ورنہ مخلوط انتخاب کو ترک کرنے کی کوئی اور وجہ نہیں تھی۔ کمیٹی کے ممبر اعضائے حکومت نہیں تھے۔ انہوں نے یہ حقیقت تسلیم کر لی مگر حکومت اس

حقیقت کو سرکاری طور پر شائع کرنے کے باوجود اسے تسلیم کرنے سے گریز کررہی ہے۔

لارڈ اسٹرابولگی کے تاثرات

برطانوی دالامراء کی مزدور پارٹی کے سابق چیف وہپ لارڈ اسٹرابولگی سے اخبار بین طبقہ خوب واقف ہوگا۔ موصوف کانگریس کے اتنے والہ وشیدا تو نہیں ہیں جتنے مسٹر سورنسن جو ایک زرخرید غلام کی طرح کانگریس کی حمایت اور اس کے مخالفوں کی مخالفت کرتے رہتے ہیں، اور جنہوں نے 8 فروری 1946ء کو نئی دہلی سے 11 فروری 1946ء کو کراچی سے انگلستان روانہ ہوتے وقت پاکستان کے خلاف ایک زہریلا لیکن سراسر بے معنی بیان دیا، لیکن ہمیشہ کانگریس کی حمایت کرتے رہے ہیں۔ پنڈت نہرو کے خاص قدر شناسوں میں سے ہیں۔

مسائل ہند پر 19 نومبر 1945ء کو ایک بیان دیتے ہوئے پاکستان اور ہندوستان کی کشمکش پر اظہار خیال کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا:

''اصل حقیقت صاف اور واضح الفاظ میں یہ ہے کہ اگر ہندوستان کی دونوں جماعتیں مسلم لیگ اور کانگریس کسی قسم کے دستور اساسی پر متفق ہو جائیں گی، تو پھر موجودہ یا آئندہ برطانوی حکومت اسے قبول کرنے سے ہرگز انکار نہیں کرے گی۔''

انگریز صحافیوں کے خیالات

جو انگریز صحافی ہندوستان آئے اور انہوں نے کامل غیر جانبداری کے ساتھ ہندوستان کے سیاسی حالات کا جائزہ لیا۔ وہ بھی بالآخر اسی نتیجہ پر پہنچے کہ ہندوستان کے مسائل کا تصفیہ صرف اسی طرح ہوسکتا ہے کہ تقسیم ہند کا اصول مان لیا جائے اور پاکستان کو اصولی طور پر تسلیم کر کے حکومت کے سامنے متفقہ مطالبہ پیش کیا جائے۔

بیورلی نکلسن نے اپنی کتاب مشاہدہ ہند VERDICT ON INDIA میں پاکستان کی اہمیت وافادیت پر سیر حاصل تبصرے کیے ہیں اس صحافی کے خیالات کے مختلف حصے اس کتاب میں پیش کیے جا چکے ہیں اور کچھ آئندہ پیش کیے جائیں گے۔

ڈیلی ایکسپریس (Daily Express) کے نامہ نگار خصوصی مسٹر رائٹ مقیم نئی دہلی نے اپنے اخبار کو، ہندوستان سے متعلق ایک مفصل بیان بھیجا۔ یہ بیان دسمبر 1945ء کے اخبارات میں شائع ہوا اس نے اپنے بیان میں لکھا تھا:

''ہندوستان کی سیاسیات میں پاکستان ایک نئی طاقت کی حیثیت رکھتا ہے، جس کی طاقت ایسے اچانک طو پر بڑھی کہ ہر شخص کا اندازہ غلط ہوگیا۔''

ایک اور انگریز مدبر

ہندوستان کے مشہور انگریزی اخبار اسٹیٹ مین کے سابق ایڈیٹر سر آرتھر مور نے 2 جنوری 1945ء کو اپنے ایک اہم اور طویل بیان میں کہا:

''مسٹر جناح کے قول کے مطابق پاکستان کی پوزیشن وفاق کی طرح ہوگی، اور یہاں کے دونوں وفاق پاکستان اور ہندوستان کامن ویلتھ کے سلسلہ کی دو لڑیاں ہوں گی۔ اس طرح آپس کا اتحاد اور زیادہ مضبوط ہوسکتا ہے۔ اس طرح یورپ کے مستحکم بین الاقوامی نظام کے مقابلہ میں یہ ملک بھی دنیا کی حکومتوں کے دوش بدوش نظر آئے گا۔''

میجر وائٹ اور پاکستان

برطانیہ کی لیبر حکومت نے ہندوستان کے سیاسی احوال و کوائف کا جائزہ لینے کے لیے جو پارلیمنٹری ڈیلی گیشن

ہندوستان بھیجا تھا۔ اس کے ایک رکن میجر وائٹ (H.A. Wyatt) نے 8 فروری 1946ء کو نئی دہلی سے انگلستان روانہ ہوتے وقت ایک بیان دیا جس میں انہوں نے کہا:

''عقل و دانش کا تقاضا یہی ہے کہ ہم ہندوستان کو امکانی قلیل ترین وقت میں آزاد کر دیں، تاکہ ہم اس کی ہمدردیاں حاصل کر سکیں ۔ ہر انگریز کے دماغ میں یہی تصور اور دھن ہے کہ ہندوستان اکھنڈ و متحد رہے لیکن سوال کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ صوبوں کے حدود ایسے طور پر قائم کیے گئے ہیں، اور صوبائی اسمبلیوں میں نشستوں کا تعین کچھ اس طریقہ سے متعین کیا گیا ہے کہ مسلم لیگ کے لیے کسی صوبہ میں بھی وزارت بنانا تقریباً ناممکن ہو رہا ہے لیکن پھر بھی اس کا یہ مطلب نہیں لیا جا سکتا کہ مسلم لیگ کے دعاوی مسترد کیے جا سکتے ہیں، کیوں کہ عین ممکن ہے کہ صوبائی انتخابات ختم ہو جائیں تو مسلمانوں کی اکثریت پاکستان لینے پر تل جائے اس حالت میں اس مطالبہ کو نظر انداز کرنا ناممکن ہو گا۔''

سیاسی تعطل کا واحد حل

پارلیمانی وفد کے ڈپٹی لیڈر مسٹر ہاپکن ماریسن نے ایوننگ نیوز کراچی کے نامہ نگار کو بیان دیتے ہوئے لندن روانہ ہوتے وقت 12 فروری 1946ء کو حسب ذیل بیان کیا:

''دونوں قوموں میں اتحاد کی تمام امیدیں منقطع ہو جانے کے بعد ہندوستان کے سیاسی تعطل کو دور کرنے کا حل صرف پاکستان ہی رہ جاتا ہے۔ میری رائے میں تمام ممبران وفد پاکستان کے حق میں ہیں۔

پاکستان اپنے قیام کے لیے ٹھوس اور وزن دار دلائل رکھتا ہے۔ الیکشن نے ثابت کر دیا کہ مسلمانوں کی کتنی اکثریت پاکستان کے حق میں ہے۔ تاریخ میں ایسی مثالیں موجود ہیں کہ جب کسی قوم کے حقوق کا تحفظ نہیں ہوا تو اس نے اپنی اکثریت کے علاقے میں خود خود اختیاری طلب کی ہے اور وہ انہیں دی گئی۔''

ہر وہ انگریز جو کانگریس کا ایجنٹ (مسٹر مورنس کی طرح) نہیں ہے یہ اس سے مرعوب و دہشت زدہ نہیں ہے وہی رائے رکھتا ہے جو میجر وائٹ کی ہے۔

(قائداعظم اور ان کا عہد، از، رئیس احمد جعفری)

انگریز کی شرمناک مثال (رائل کمیشن)

جناح آف پاکستان (Jinnah of Pakistan) کے مصنف سٹینلے والپرٹ (Stanley Wolpert) رقمطراز ہیں:

''جناح نے محسوس کیا کہ اہلِ پنجاب پر ڈھائے گئے ظلم و ستم کی انکوائری کے لیے جو رائل کمشن مقرر کیا گیا تھا۔ اس نے سراپا نفرت جنرل ڈائر اور اس کے ساتھیوں کو بری الذمہ قرار دے کر اس امر کی ایک اور سنگین اور شرمناک مثال قائم کر دی یہ کہ ایک انگریز اور ہندوستانی کے مابین تنازع کی صورت میں انصاف نہیں ہو سکتا، حکومت ہند نے اپنی تیز حس ظرافت اور مخصوص سادگی کے ساتھ سیکرٹری آف سٹیٹ کے نام اپنے ایک ڈسپیچ میں ایک قرارداد بھیجی، جس میں اس امر کے طرزِ عمل پر تبصرہ کیا گیا تھا، اور اس حقیقت سے آنکھیں بند کر لی گئی تھیں کہ فیصلہ سناتے وقت وہ خود عزم کی حیثیت میں تھے۔

اب ہم ''فیصلہ کی غلطی'' کی طرف آتے ہیں جیسا کہ کابینہ نے اپنے عدالتی فیصلہ میں کہا ہے، جو بجائے خود غلطی سے کم نہیں ہیں یہاں پارلیمنٹری بحث کا ذکر کیے بغیر نہیں رہ سکتا، بلاشبہ مانٹیگو کے پاس ہندوستان

کا کیس ایوان کے روبرو پیش کرنے کا وقت نہیں تھا، کیونکہ وہ ذاتی وضاحتیں پیش کرنے میں حد سے زیادہ مصروف تھے، اس کے علاوہ انگلستان کے بے مغز ٹوری پارٹی والوں نے اپنی شاہانہ عظمت کی خاطر لارڈ فنلے کی رسوائے عالم قرارداد منظور کر لی، وسکاؤنٹ فنلے نے پاگل بریگیڈیئر جنرل آر ای، ڈائر کو جسے ہاؤس آف لارڈ نے ''موجودہ دور کا ہیرو'' کے لقب سے نوازا ہے، اعزاز دینے کی سفارش کی تھی، چنانچہ اسے خطیر رقم اور ہیرے جواہرات جڑی ہوئی ایک تلوار، جس پر پنجاب کا نجات دہندہ کے الفاظ کندہ تھے، بطور انعام پیش کی گئی، اور 129 ممبران نے اس قرارداد کے حق میں ووٹ دیے۔''

جناح نے کہا:

''یہ منہ بولتے اخلاقی جرائم ہیں، آج ہم ایک خطرناک اور انتہائی خراب صورت حال سے دوچار ہیں، اس کا حل آسان نہیں، اور راہ میں بہت سی دشواریاں حائل ہیں، لیکن میں لوگوں سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ پے در پے غلطیوں کے آگے ہتھیار ڈالتے جائیں، پھر بھی میں حکومت سے کہوں گا کہ لوگوں کو مایوسی کی دلدل سے نکالا جائے، ورنہ عوام کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہے گا کہ وہ عدم تعاون کی پالیسی شروع کر دیں، یہ ضروری نہیں کہ وہ مسٹر گاندھی کے پروگرام سے ہم آہنگ ہو۔''

سٹینلے والپرٹ مزید لکھتا ہے:

''اس طرح ''جناح'' انگریزی انصاف اور مغربی تہذیب کے شریف ترین اصولوں پر ذاتی یقین میں بداعتمادی کی آخری حد کو پہنچ گئے، بہر حال وہ آخری جست لگا کر اسے قطعی طور پر مسترد نہیں کر سکے، جیسا کہ گاندھی اور اس کے لاکھوں پیروکاروں نے کر دکھایا تھا کیونکہ ایسا کرنا، خود اپنے آپ کو، جس مقصد کے لیے وہ لڑ رہے تھے اس کو، اور انہوں نے جو حیثیت حاصل کر رکھی تھی اس سب کو کچھ، جھٹلانے کے مترادف ہوتا۔ جناح مہاتما سے بڑے مذہبی لیڈر نہیں تھے۔''

اُنیس کی یادداشت

(دیکھئے: اہم قومی مطالبات)

اوپل پیکارڈ

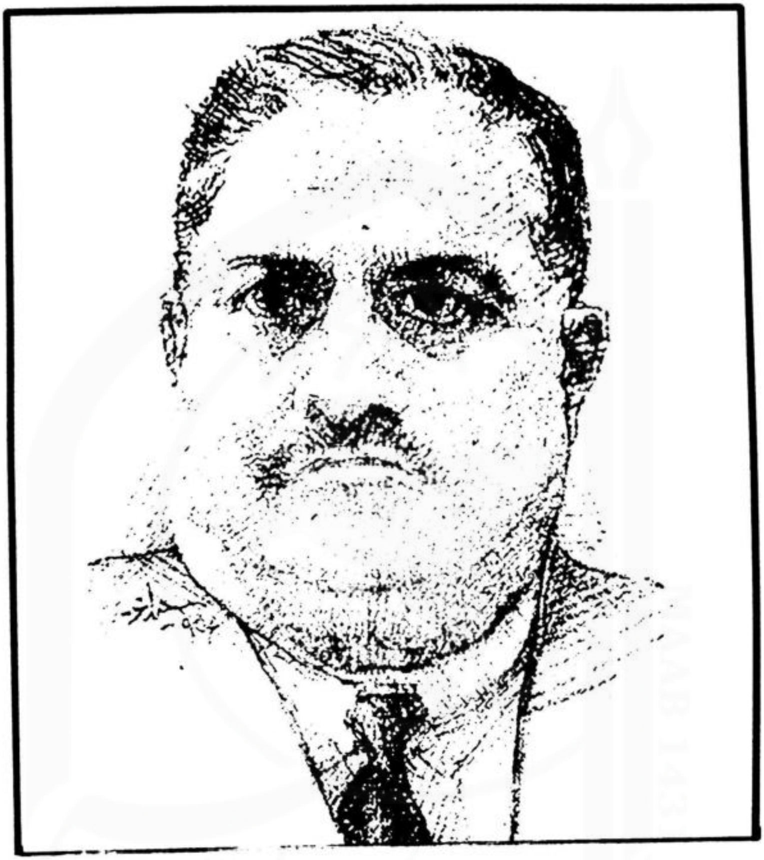
یوں تو قائداعظم محمد علی جناح کے پاس ایک سے زائد گاڑیاں تھیں، لیکن قائداعظم محمد علی جناح زیادہ تر اوپل پیکارڈ میں سفر کرتے تھے، قائداعظم محمد علی جناح کی ذاتی استعمال کی اس گاڑی کا نمبر KAM1327 تھا۔ یہ کار اب مستقل طور پر ''مزار قائداعظم کراچی'' کی زینت ہے۔ اس گاڑی کے ڈرائیور محمد حنیف آزاد ہوا کرتے تھے۔

اوٹا کمنڈ

قائداعظم محمد علی جناح مدراس کے اجلاس میں شرکت کے بعد اپنے ایک دوست کے اصرار پر اوٹا کمنڈ گئے، اور وہاں انہوں نے دو ہفتے گزارے۔ اوٹا کمنڈ میسور سے اسی میل کی مسافت پر ہے۔

اورنگ زیب روڈ

یہ دہلی میں واقع ایک معروف شاہراہ ہے۔ اس شاہراہ پر قائداعظم محمد علی جناح کا وہ مکان تھا جو 10۔ اورنگزیب روڈ کے نام سے جانا پہچانا جاتا تھا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے اسے سردار حکم سنگھ سے بعوض ایک لاکھ روپے میں خریدا تھا اور



سردار اورنگ زیب خان

ولادت 1899

آپ تحصیل کلاچی ڈیرہ اسمٰعیل خان میں پیدا ہوئے۔ علی گڑھ سٹوڈنٹس یونین کے صدر رہے۔ 1937ء میں سر صاحبزادہ عبدالقیوم کے ایماء پر مسلم لیگ میں شامل ہوئے اور تحریک پاکستان کی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیا۔ سرحد کی قانون ساز اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ 1943ء میں ان کی زیر قیادت سرحد میں مسلم لیگ کی وزارت قائم ہوئی اور آپ وزیراعلیٰ منتخب ہوئے۔ قیام پاکستان کے بعد مسلم لیگ صوبہ سرحد کے نائب صدر منتخب ہوئے۔ 1949ء میں برما میں پاکستان کے سفیر مقرر ہوئے۔

21 نومبر 1928 کو اس مکان میں رہائش اختیار کی تھی۔

اورنگ زیب، سردار

سردار اورنگ زیب خان صوبہ سرحد کے ممتاز سیاسی رہنما تھے۔ انہوں نے 23 مارچ 1940ء کو قراردادِ پاکستان کی حمایت کی۔ وہ 1899ء میں ڈیرہ اسماعیل خان کی تحصیل کلاچی میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام محمد ایاز خان تھا۔ ان کا تعلق گنڈاپور قبیلے سے تھا۔ والد زمیندار تھے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم کلاچی میں حاصل کرنے کے بعد ڈیرہ اسماعیل خان مشن سکول سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ میٹرک کے بعد پشاور چلے گئے۔ سردار اورنگ زیب خان چونکہ انتہائی ہوشیار تھے۔ اس لیے سر صاحب زادہ ان کی پوری سرپرستی کرتے۔ یہاں تک کہ سردار اورنگ زیب خان نے پشاور کے مشن کالج سے بی اے کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔ بی اے کے بعد صاحب زادہ نے انہیں علی گڑھ میں داخل کرایا۔ جہاں سے ایل ایل بی کی ڈگری حاصل کی۔ علی گڑھ میں دورانِ تعلیم علی گڑھ سٹوڈنٹس یونین کے صدر بھی رہے۔ اعلیٰ دماغی صلاحیتوں اور بہترین طالب علم کی حیثیت سے علی گڑھ کا سپیشل انعام بھی مبلغ پانچ سو روپے حاصل کیا۔ خوش اخلاقی اور بلند ہمتی کی وجہ سے انہیں یونیورسٹی کے پروفیسرز سے لے کر یونیورسٹی کے اعلیٰ حکام تک قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ سردار اورنگ زیب خان بلند پایا مقرر بھی تھے۔ علی گڑھ سے ایل ایل بی کی ڈگری لینے کے بعد پشاور میں آ کر وکالت کو بطور پیشہ اختیار کیا مگر سر صاحب زادہ کے مشوروں پر پورا پورا عمل کرتے ہوئے سرحد کے لوگوں کو بیدار کرنے کے لیے پوری دلچسپی لیتے رہے۔ سر صاحب زادہ ہمیشہ اہم معاملات میں سردار اورنگ زیب سے مشورہ ضرور لیا کرتے تھے۔ لندن میں گول میز کانفرنس کے موقع پر سردار اورنگ زیب خان سر صاحب زادہ کے پرسنل سیکرٹری کی حیثیت سے کانفرنس میں شریک ہوئے۔ انگلینڈ میں تعلیم حاصل کرنے والے طلباء کو اس بات پر آمادہ کیا:

"وہ مختلف طریقوں سے برطانوی حکمرانوں پر دباؤ ڈالیں کہ سرحد کو اصلاحات دی جائیں۔"

1937ء میں سر صاحب زادہ کے ایما پر مسلم لیگ میں شرکت کی، اور 1937ء میں سرحد لیجسلیٹو اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ کانگریسی وزارت کے قیام کے بعد سر صاحب زادہ اسمبلی میں اپوزیشن لیڈر تھے۔ جب سر صاحب زادہ کا انتقال ہوا تو حزب اختلاف کے لیڈر منتخب ہوئے۔ 1943ء میں ان کی قیادت میں صوبہ سرحد میں مسلم لیگ کی وزارت بنی۔ یہ وزارت 1945ء تک رہی۔ قیام پاکستان کے بعد سرحد میں مسلم لیگ کے نائب صدر منتخب ہوئے۔ تحریک پاکستان کے دوران آل انڈیا مسلم لیگ کی ہدایت پر ہر ممکن عمل کیا۔ قیام پاکستان کے بعد 1949ء میں برما میں سفیر مقرر ہوئے۔ 1953ء تک برما میں سفیر رہے۔ ان کی قائداعظم محمد علی جناح سے خط و کتابت بھی رہی۔

جناح اورنگزیب خط و کتابت

12 جولائی 1940

ڈیئر اورنگ زیب خان!

آپ کے 5 جولائی والے خط کا بہت بہت شکریہ۔ اس خط کے ساتھ سر سکندر حیات خان کا اصل خط یکم جولائی کو انہوں نے آپ کی طرف بھیجا ہے وہ بھی مل چکا ہے میں کیا کہہ سکتا ہوں میں نہیں جانتا کہ سکندر حیات اور مسٹر فضل الحق کیا کھیل کھیل رہے ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے اصل حقائق کو بخوبی معلوم کر لیا ہے جیسا کہ آپ کے خط سے معلوم ہو رہا ہے، اور میں سمجھتا

ہوں کہ سر سکندر حیات کو آپ کا جواب انتہائی مناسب ہوگا۔

مس جناح اور میری طرف سے سلام قبول کریں۔

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

ماؤنٹ پلیزنٹ روڈ، مالابار ہل

بمبئی 19 اگست 1940ء

ڈیئر اورنگ زیب خان!

مجھے آپ کا 2 اور 5 اگست کا خط ملا۔ آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے میری توجہ سر سکندر حیات کی سرگرمیوں کی طرف دلائی۔ اس سلسلے میں صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس کی سرگرمیاں اسے بہت زیادہ نقصان پہنچائیں گی۔ اب تک شاید آپ کو پتہ چل چکا ہوگا کہ 17 اگست کو بمبئی میں ورکنگ کمیٹی کا اجلاس ہو رہا ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ اس میں ضرور شرکت کریں گے۔ والسلام

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

ماؤنٹ پلیزنٹ روڈ۔ مالابار ہل

بمبئی 20 جنوری 1941ء

ڈیئر مسٹر اورنگ زیب خان!

میں نے صوبہ سرحد میں ایک وفد بھیجنے کا انتظام کیا ہے۔ اس وفد میں مولانا عبدالحامد بدایونی، نواب بہادر یار جنگ اور قاضی عیسیٰ ہوں گے۔ یہ وفد تو تقریباً اس ماہ کے آخر تک پشاور پہنچ جائے گا۔ مجھے امید ہے کہ آپ وفد کی ہر ممکن امداد اور حوصلہ افزائی کریں گے۔ میں اس وفد کو اس لیے بھیج رہا ہوں کہ وفد کے ارکان سرحدی عوام کو آل انڈیا مسلم لیگ کے پروگراموں اور پالیسیوں سے روشناس کرا سکیں۔ خاص طور پر قرارداد لاہور جسے قرارداد پاکستان کہا جاتا ہے۔ اس کے مفہوم سے عوام کو آگاہ کیا جا سکے۔

مجھے امید ہے کہ ہمارے مسلم لیگی لیڈر اور سرحد کے دوسرے مسلمان وفد کے ارکان کا گرمجوشی سے استقبال کریں گے۔ میں آپ کے صوبے کی موجودہ سیاسی صورت حال اور مسٹر گاندھی کی تحریک سول نافرمانی کے خلاف آپ کی طرف سے ہونے والی کوششوں کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں، کیونکہ اخبارات کے ذریعے معلومات حاصل کرنا مشکل ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ آپ کی مہربانیوں کا شکریہ

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

انفسٹن لاج

یکم جون 1941ء

ڈیئر اورنگ زیب خان!

آپ کی تار کا بہت بہت شکریہ۔ ہر چیز پر غور کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ فی الحال بمبئی واحد جگہ ہے جہاں پر ورکنگ کمیٹی کا اجلاس منعقد کیا جا سکتا ہے، لہٰذا یہ اطلاع دی جا رہی ہے کہ مذکورہ اجلاس 28 جون کو منعقد ہوگا۔ مجھے امید ہے کہ آپ اور سر سعد اللہ خان اس اجلاس میں ضرور شرکت کریں گے، جو ایک بہت ہی اہم اجلاس ہوگا۔ اس اجلاس میں مَیں اپنے اور وائسرائے کے درمیان ہونے والی خط و کتابت پیش کروں گا۔ مجھے امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ والسلام

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

ماؤنٹ پلیزنٹ روڈ۔ مالابار ہل

بمبئی 15 جولائی 1941ء

ڈیئر مسٹر اورنگ زیب خان!

آپ کے 8 جولائی کے تحریر کردہ خط کا بہت بہت شکریہ، یہ

سن کر بہت صدمہ ہوا کہ آپ کی طبیعت ناساز ہے۔ میری صحت پہلے سے بہتر ہے۔ آپ نے میری صحت کے متعلق جو دریافت کیا ہے اس کا بہت شکریہ۔

صوبہ سرحد میں آپ مسلم لیگ کی ترقی کے لیے جو کوشش کر رہے ہیں میں اس پر فخر محسوس کرتا ہوں۔ اپنے صوبے کے متعلق مجھے مطلع کریں۔

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

کیمپ گیسٹ ہاؤس

حیدرآباد دکن

8 اگست 1941ء

ڈیئر اورنگ زیب خان!

آپ کے 28 جولائی والے خط کا بہت بہت شکریہ۔ مجھے خوشی ہے کہ آپ نے حالات کا بڑی اچھی طرح سے تجزیہ کیا ہے اور مجھے اتفاق سے آپ کے تعاون پر فخر ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ 24 تاریخ کو ورکنگ کمیٹی کے اجلاس میں ضرور شریک ہوں گے۔ مجھے افسوس ہے کہ بہت سے لوگوں کی یہ خواہش تھی کہ دہلی چونکہ بہت زیادہ گرم جگہ ہے۔ اس لیے ورکنگ کمیٹی کا اجلاس بمبئی میں منعقد کیا جائے گا چنانچہ لوگوں کی مرضی کا احترام کیا گیا ہے۔ جی ہاں! میں نے ممدوٹ کے اخباری بیان کا مطالعہ کر لیا ہے۔ میری طرف سے اور مس جناح کی طرف سے آپ کو سلام۔

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

30 جولائی 1942ء

ڈیئر اورنگ زیب خان!

آپ کے 21 جولائی کے خط کا شکریہ۔ آپ کی تمام تجاویز پر میں احتیاط سے غور کروں گا۔ آپ جانتے ہیں کہ میں نے ورکنگ کمیٹی کا اجلاس طلب کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور جب ہی اجلاس ہوگا تو آپ سب مشترکہ طور پر غور کریں گے اور پھر ہم فیصلہ کریں گے کہ اس مسئلے میں آئندہ کیا قدم اٹھایا جایا جائے۔

والسلام

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

10 اورنگ زیب روڈ

دہلی 28 ستمبر 1942

ڈیئر مسٹر اورنگ زیب خان!

آپ کے 16 تاریخ کے خط کا اور صوبہ سرحد کی موجودہ حالت کے بارے میں مکمل معلومات فراہم کرنے کا بہت بہت شکریہ۔ مجھے خوشی ہے کہ آپ میرے 11 ستمبر 1942ء کی پریس کانفرنس کے بیان سے متفق ہیں۔ اس کا صحیح خلاصہ روزنامہ ڈان میں شائع ہو چکا ہے، جو دوسرے تمام اخبارات کے مقابلے میں زیادہ تفصیل سے ہے کیونکہ اس روزنامہ کا نمائندہ قدرتی طور پر اس چیز کو لیتے ہیں، جو ان کے نزدیک بہت اہم ہو۔ میں صوبہ سرحد میں مسلم لیگ کی ترقی کے بارے میں رپورٹوں سے بہت خوش ہوا ہوں۔ اس سے میری کافی حوصلہ افزائی ہوئی ہے۔

والسلام

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

3 فروری 1943ء

ڈیئر اورنگ زیب خاں!

آپ کے تحریر کردہ خطوط جو آپ نے پچھلے مہینے کی 27 اور 28 تاریخ کو بھیجے تھے مجھے مل چکے ہیں۔ میں آپ کی فراہم کردہ اطلاعات کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ بہت احتیاط سے غور کرنے کے بعد میں نہیں سمجھ سکا ہوں کہ میں اس سلسلے میں کیا

کرسکتا ہوں یا ممدوٹ کیا کرسکتا ہے۔ اگر آپ واقعی اس مسئلے پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں تو آپ مجھ سے ٹیلی فون پر بات چیت کرسکتے ہیں یا اگر ضروری سمجھیں تو بمبئی چلے آئیں۔ میں اس مہینے کے تیسرے ہفتے تقریباً 21 تاریخ کو دہلی میں ہوں گا۔ اس اثنا میں آپ اور مسلم لیگ کے دوسرے رہنماؤں کا یہ فرض ہے کہ معاملے کو جس بہترین طریقے سے نباہ سکتے ہیں نباہیں۔

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

10۔اورنگ زیب روڈ

دہلی 11 مارچ 1943ء

ڈیئر مسٹر اورنگ زیب خان!

وہ معلومات جو آپ 28 فروری کو میرے گھر میں چھوڑ گئے ہیں وہ مل گئی ہیں۔ مہربانی کرکے یہ بتائیں کہ کیا میں آپ کے صوبے کی مسلم لیگ پارٹی کی رہنمائی کے لیے کسی آدمی کو پشاور بھیجوں اگر بھیجوں تو کب بھیجوں۔ اگر ممکن ہو تو مجھے اس کے متعلق کسی تاریخ سے مطلع کریں تاکہ اس کا بندوبست کرسکوں۔ والسلام۔

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

ماؤنٹ پلیزنٹ روڈ۔ مالابارہل

بمبئی 24 جون 1945ء

محترم اورنگ زیب خان!

آپ کے 24 جون کے خط کا شکریہ۔ میں سر سکندر حیات خان کے موجودہ طرزِعمل سے بہت زیادہ مایوس ہوا ہوں۔ ان کا طرزِعمل اب ناقابل برداشت ہوچکا ہے۔ وہ ہندوستان کے مسلمانوں کے ساتھ اور اپنے ساتھ بہت زیادتی کررہے ہیں۔ شاید آپ کو علم ہوچکا ہوگا کہ وائسرائے نے مجھے کہا ہے کہ میں ان سے 27 جون 1945ء کو شملہ میں ملاقات کروں، لہٰذا میں کل شام شملہ روانہ ہورہا ہوں۔

والسلام

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

اورینٹ ایئرویز

قائداعظم محمد علی جناح کو پختہ یقین تھا کہ پاکستان قائم ہوکر رہے گا، اور وہ وقت بہت جلد آئے گا۔ چنانچہ ان کی دوررَس نگاہی کے سبب قیامِ پاکستان سے قبل ہی قومی ایئرلائنز کا قیام عمل میں آیا۔ اس کے قیام کی روئیداد یہ ہے:

جون 1946ء میں دہلی میں قائداعظم محمد علی جناح نے ایم اے ایچ اصفہانی کو یہ ہدایت کی:

> ''آپ کلکتہ میں سر آدم جی اور اپنے بھائی احمد سے گفتگو کرکے قومی ایئرلائنز کے قیام کا انتظام کریں۔''

چنانچہ اسی سال ایم اے ایچ اصفہانی، سر آدم جی اور احمد اصفہانی کی کوششوں سے ایک ایئرلائنز کا قیام وجود میں آیا یہ پہلی مسلم ہوائی کمپنی تھی، اور ایک کروڑ مالیت کے حصے برصغیر کے ہر گوشے میں مسلمانوں نے خرید لیے کمپنی کی رجسٹریشن کے بعد ٹیکساس کی ایک فرم ٹمکو (Temco) سے چار جہاز (75 ہزار امریکی ڈالر فی جہاز) خریدے گئے۔ کمپنی کو 10 جون 1947ء کو کلکتہ سے رنگون ہوائی سروس چلانے کی اجازت مل گئی۔ قائداعظم محمد علی جناح نے اپنے حصے کے طور پر پچیس ہزار روپے کا ایک چیک پیش کیا۔ اس کمپنی کا صدر دفتر کلکتہ میں تھا تقسیم ہند کے بعد کراچی منتقل ہوگیا۔ پی آئی اے کے قیام پر یہ کمپنی اس میں ضم کردی گئی۔

قائداعظم محمد علی جناح نے یہ کمپنی قائم کی اور اس کے حصے خود بھی خریدے اور مخیّر مسلمانوں نے بھی خریدے۔ قیام پاکستان سے پہلے یہ سروس کلکتہ اور رنگون کے مابین چلنا شروع

ہوگئی تھی۔ چار ڈکوٹا جہاز اس کمپنی نے خریدے چار دیگر اقسام کے جہازوں کا امریکہ کے ساتھ سودا طے پا گیا، اور وہ 1949ء میں پاکستان کو ملے۔ تقسیم کے عمل میں آنے پر اس کے جہاز مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کے مابین واحد ذریعہ اتصال تھے۔ ان جہازوں نے بھارت سے مسلمان مہاجرین اور پاکستان سے ہندو، سکھ شرناتھیوں کے انخلا کے سلسلے میں اہم خدمات انجام دیں۔ اسی اورینٹ ایئرویز نے بعدازاں پی آئی اے کا نام پایا۔

اورینٹ پریس سروس

تحریکِ پاکستان کے ابتدائی ایام تھے، ان دنوں مسلمانوں کے جذبات و مطالبات کو دوسروں تک پہنچانے کے لیے کوئی موثر ذریعہ موجود نہ تھا ان حالات میں ہندوستانی مسلمانوں کی ترجمانی کے لیے ایک خبررساں ادارے کی اشد ضرورت تھی۔ چنانچہ قائداعظم محمد علی جناح کے ایما پر نواب بہادر یار جنگ نے اورینٹ پریس سروس کے نام سے ایک خبررساں ادارہ قائم کیا۔

اس ادارے کے قیام کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کی آواز حکومت کے ایوانوں تک پہنچنے لگی۔

اوقاف بل

17 مارچ 1911ء قائداعظم محمد علی جناح نے قانون سازی کے لیے اولین اقدام کے طور پر مسلم اوقاف کے جواز کا بل پیش کیا، جو دو سال بعد ہندوستان کی تاریخ میں غیر سرکاری تحریک پر منظور ہونے والے سب سے پہلے قانون کی شکل میں سامنے آیا۔

لندن کی پریوی کونسل نے وقف کی ہوئی جائیداد میں سے ہبہ کے متعلق وصیت کو ناجائز قرار دے دیا تھا، اور آخرکار 1894ء میں مذہبی خیراتی اوقاف کی واپسی کا قانون بن گیا تھا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے اس فیصلے کو غیر قانونی طور پر بدلنے کا مطالبہ کیا، اور اسے اسلامی شریعت کے بنیادی اصولوں کے منافی قرار دیا۔

اولمپک گیمز

23 اپریل 1948ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے پولو گراؤنڈ کراچی میں پاکستان کے پہلے اولمپک گیمز کا افتتاح کیا۔ اس موقع پر اپنی افتتاحی تقریر میں قائداعظم نے ذہنی تربیت کو جسمانی تربیت کا تعلق واضح کرتے ہوئے اپنے خطاب میں مندرجہ ذیل اظہارِ خیال کیا۔

> ''ہم زندگی کے ہر شعبے میں اس وقت کامیاب ہوسکتے ہیں، جب ہمارے ذہن کی صحیح تربیت ہو اور یہ حقیقت ہے کہ ذہن کی تربیت جسمانی تربیت پر منحصر ہے۔''

ان کھیلوں میں 300 کھلاڑیوں نے حصہ لیا۔

اول و آخر مسلمان

اسٹوڈنٹس یونین اسماعیل کالج اندھیری، بمبئی سے خطاب کرتے ہوئے 12 اگست 1939ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا:

> ''مسلم لیگ کا پہلا اور اہم ترین کام مسلمانوں کی تنظیم کرنا ہے، اور انہیں ایک مضبوط اور متحد جسد میں ڈھالنا ہے۔ یہ ازبس ضروری ہے تاکہ فرقہ ملک میں، قومی معاملات میں اپنا جائز مقام حاصل کرسکے، جو اس خیال کے حامل ہیں، ہوسکتا ہے کہ انہیں فرقہ پرست کہا جائے۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے اعلان کیا:

> ''جہاں تک میرا تعلق ہے، میں مسلمانوں کی اس

خدمت کی خاطر فرقہ پرست کہلانے کے لیے آمادہ ہوں، میں ایک پیدائشی مسلمان ہوں، اور انشاء اللہ مسلمان کی حیثیت ہی سے مروں گا۔''

آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے اجلاس منعقدہ اکتوبر 1939ء میں قائداعظم محمد علی جناح نے مخالفین، معاندین اور فاسدین کی بہتان طرازیوں اور بدزبانیوں کے سلسلہ میں فرمایا:

''میں نے دنیا کو بہت دیکھا، دولت، شہرت کے بہت لطف اٹھائے، اب میری زندگی کی واحد تمنا یہ ہے کہ مسلمانوں کو آزاد اور سربلند دیکھوں۔ میں چاہتا ہوں کہ جب مروں تو یہ یقین اور اطمینان لے کر مروں۔ میرا ضمیر اور میرا اللہ گواہی دے رہا ہو کہ جناح نے اسلام سے خیانت اور غداری نہیں کی اور ''مسلمانوں کی آزادی، تنظیم اور موافقت'' میں اپنا ''فرض'' ادا کر دیا۔ میں آپ سے زوردار شہادت کا طلب گار نہیں ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ مرتے دم میرا اپنا ''دل'' میرا ضمیر گواہی دے کہ جناح! تم نے واقعی موافقت اسلام کا حق ادا کر دیا۔ جناح! تم مسلمانوں کی تنظیم، اتحاد اور حمایت کا فرض بجالائے۔ میرا اللہ کہے کہ بے شک تم ''مسلمان'' پیدا ہوئے، اور کفر کی طاقتوں کے ''غلبہ'' میں علمِ اسلام کو سربلند کرتے ہوئے مسلمان مرے۔''

شاہدین کا بیان ہے:

''جناح کے منہ سے یہ رقت آمیز الفاظ سن کر حاضرین زارزار رو رہے تھے۔''

(روزنامہ انقلاب لاہور، 22 اکتوبر 1939ء)

اولین اظہارِ خیال (مجلس دستور ساز)

منٹو کی ان معصوم توقعات پر جلد پانی پھر گیا، جس کا تعلق معاہدہ کے تحت ہندوستانی مزدوروں کی جنوبی افریقہ کو برآمد کے فوری خاتمہ سے تھا، قائداعظم محمد علی جناح اظہارِ خیال کرنے کے لیے پہلی مرتبہ کھڑے ہوئے، اور وائسرائے ہند لارڈ منٹو سے الجھ پڑے، گذشتہ سال ٹرانسوال میں گاندھی کی زیرقیادت چلنے والی ستیہ گرہ (عدم تعاون) تحریک کو کچلنے کے لیے جو تشدد روا رکھا گیا تھا، اس نے ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک غم و غصے کی لہر دوڑا دی تھی۔ اس سلسلے میں کانگریس نے ایک قرارداد منظور کی، جس میں حکومت پر زور دیا گیا تھا کہ جنوبی افریقہ کے کسی علاقے کے لیے ٹھیکے پر ہندوستانی مزدوروں کی بھرتی پر پابندی لگائی جائے، اور وہاں کے حکام کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے، جیسا وہ ہندوستانی مفادات سے کرتے ہیں۔

یہ مسئلہ کونسل میں 25 فروری 1910ء کو زیرغور آیا۔ اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناح نے کہا:

''یہ سب سے زیادہ دردناک مسئلہ ہے، ایسا مسئلہ جس نے بدسلوکی اور ظلم و ستم کی بنا پر جو جنوبی افریقہ میں ہندوستانیوں پر ڈھایا جاتا ہے، تمام طبقات کے لوگوں کی برہمی اور خوف و دہشت کے جذبات کو انتہائی درجہ پر پہنچا دیا ہے۔''

اس پر لارڈ منٹو نے ''ظالمانہ سلوک'' کے الفاظ استعمال کرنے پر قائداعظم محمد علی جناح کو ٹوکتے ہوئے کہا:

''یہ الفاظ اتنے سخت ہیں کہ ان کو کونسل میں برٹش ایمپائر کے ایک دوست ملک کے خلاف استعمال نہیں کیے جاسکتے۔''

اس پر قائداعظم محمد علی جناح نے برملا کہا:

''مائی لارڈ! میں اس سے زیادہ سخت زبان استعمال کرنے کی سوچ رہا ہوں، تاہم میں اس کونسل کے دستور سے بخوبی آگاہ ہوں، اور ایک لمحے کے لیے

بھی اس سے انحراف نہیں کرنا چاہتا، پھر بھی میں یہ ضرور کہوں گا کہ ہندوستانیوں کے ساتھ جو سلوک کیا جاتا ہے، وہ سخت ترین ہے اور اس رائے پر پورا ملک متفق ہے۔''

فقرہ کا یہ مختصر تبادلہ قائداعظم محمد علی جناح کے کمرۂ عدالت نیز کونسل کے چیمبر میں بحث کے اسلوب کی عکاسی کرتا ہے۔ وہ ہمیشہ بڑی احتیاط سے الفاظ چنتے، اور ایک دفعہ کہے ہوئے الفاظ ہرگز نہیں دہراتے تھے۔ ان پر تنقید کرنے والے کو خواہ وہ جج ہوتا، وائسرائے ہوتا یا پنڈت۔ اپنے کسی بھی جملے کے جواب میں عموماً شرمسار کرنے والی زبان میں کوڑے سہنے پڑتے، وہ ہلکی سی سرزنش پر بھی خاموش نہیں رہتے تھے۔ وہ اپنے استرے کی مانند تیز دماغ اور الفاظ کو دلیل اور فہم و فراست کے ان کند ہتھیاروں پر رگڑتے، جنہیں ناقدین کے خلاف بروئے کار لانا مقصود ہوتا۔

قائداعظم محمد علی جناح کے اس جواب سے وائسرائے ہند لارڈ منٹو خوف زدہ ہو گئے، اور ان سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔

اولین یومِ استقلال

(دیکھیے: خدا پر بھروسہ)

اہلِ امریکہ سے خطاب

وزیراعظم برطانیہ کی دعوت پر قائداعظم محمد علی جناح اور پنڈت نہرو وغیرہ لندن پہنچے تو وہاں امریکن براڈ کاسٹنگ کمپنی سے اہل امریکہ کو مخاطب کر کے آپ نے ذیل کی تقریر ارشاد فرمائی:

''ہندوستان میں موجودہ صورتِ حال نہایت خطرناک ہے ہندو اور مسلمان دو الگ الگ اور جداگانہ قومیں ہیں، اور زندگی کے ہر اہم شعبہ میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اگر اس المناک سانحہ کا جس میں ہندوستان چند مہینوں سے مبتلا ہو چکا ہے جلد از جلد سدِّ باب نہ کیا اور برطانوی حکومت اُسی پالیسی پر کاربند رہی تو ہندوستان خانہ جنگی میں گرفتار ہو جائے گا، اور اس کی صدائے بازگشت ساری دُنیا میں گونج کر رہے گی۔ صرف صُوبہ بہار میں ہی ہندوؤں کے منظم گروہ تیس ہزار مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار چکے ہیں، اور پندرہ ہزار مسلمان تباہ حال اور خانماں برباد ہو چکے ہیں۔

اس مختصری تقریر میں میں تفصیلات میں نہیں جا سکتا لیکن پورے غور و فکر کے بعد میں اسی نتیجہ پر پہنچتا ہوں کہ اس مسئلہ کا صرف ایک ہی حل ہے، اور وہ یہ کہ ہندوستان کو پاکستان اور ہندوستان میں تقسیم کر دیا جائے۔ پاکستان میں مسلمانوں کی آبادی سات کروڑ ہو گی اور ہندوؤں کے مقابلہ میں وہ ۷۰ فیصد اکثریت میں ہوں گے۔ ہندوستان میں ہندوؤں کی اکثریت ہے۔ مسلمانوں کے مقابلہ میں وہ ۷۵ فی صد اکثریت میں ہوں گے۔

جتنی جلدی برطانوی حکومت اعلان کر کے اس امر کو عملی جامہ پہنانے کا ارادہ ظاہر کر دے گی۔ اتنی ہی جلدی ان ہولناک بربادیوں سے بچ کر نکلنے کی صورت پیدا ہو سکے گی۔ جن کو میں اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں۔ کئی سالوں سے ''وحدت ہند'' کے حق میں کوششیں جاری ہیں، اور ہر دفعہ انہیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا ہے کیونکہ انہیں ہندوستان کا تین چوتھائی حصہ مل رہا ہے، لیکن اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کو اس برّاعظم کا صرف ایک چوتھائی حصہ ملے گا۔

مسلمانوں کے نقطۂ نظر سے ''وحدتِ ہند'' اعلیٰ ذات

کے ہندوؤں کے تغلب اور تسلط کے ماتحت ایک دوامی غلامی ہے اور مسلم ہندوستان اس کے لیے کبھی رضامند نہ ہوگا۔

آج بالآخر برطانوی حکومت ہندوستان میں موجودہ حالات کی نزاکت کا احساس کر رہی ہے، اور صحیح واقعات سے روشناس ہو رہی ہے۔ مجھے امید ہے کہ اب آپ اس مسئلہ کے صحیح خدوخال کا مطالعہ کر سکیں گے، اور ان کی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔

مجھے اس حقیقت کا پورا علم ہے کہ ہمارے خلاف بے پناہ پروپیگنڈہ جاری ہے، اور مسلم ہندوستان کی غلط نمائندگی کر کے مسلمانوں کو بدنام کیا جا رہا ہے، آزادی کی تڑپ ہمارے دلوں میں سب سے زیادہ ہے۔ ہم بھی برطانوی تسلّط سے استخلاص کے متمنی ہیں، مگر ہم اس بات پر کبھی رضامند نہیں ہو سکتے کہ ہمیشہ کے لیے ہندوؤں کی غلامی میں منتقل کر دیے جائیں۔ ہم ایک آزاد اور خود مختار پاکستان چاہتے ہیں، اور اپنے ہمسایہ ہندوستان کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھنا چاہتے ہیں۔

''مجھے اس بات پر کامل یقین ہے کہ ہندو اس حقیقت کو محسوس کریں گے کہ دس کروڑ مسلمانوں کو ظلم و تشدّد کا نشانہ بنانا ایک غیر ممکن چیز ہے۔ وہ اقلیت نہیں ہیں بلکہ وہ ایک قوم ہیں۔''

اہلِ انگلستان سے خطاب

یہ 13 دسمبر 1946ء کا ذکر ہے۔

ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی کے انعقاد سے چند روز پہلے وزیراعظم برطانیہ مسٹر اٹیلی نے جو ''لیڈرس کانفرنس'' طلب کی تھی وہ ناکامی پر ختم ہوئی۔ کانفرنس ختم ہونے کے فوراً بعد پنڈت نہرو اور سردار بلدیو سنگھ، ہندوستان واپس آ گئے کیونکہ وہ دستور ساز اسمبلی کے انعقاد میں تاخیر، تعویق یا التوا کسی طرح بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ قائداعظم محمد علی جناح نے چونکہ مسلمان ممبران کو اس کے بائیکاٹ کا حکم دے دیا تھا، اس لیے کوئی مسلمان ممبر اس میں شریک نہیں ہوا۔

تاریخ کا یہ کتنا بڑا الم انگیز اور حسرت خیز المیہ ہے کہ 1940ء میں حالت یہ تھی کہ بڑی سے بڑی رشوت بھی مسلمانوں کو خرید نہیں سکتی تھی۔ مرکزی اسمبلی میں کونسل آف اسٹیٹ میں اور صوبائی مجالس آئین ساز میں جتنے مسلمان ممبر تھے، یہ فرشتے نہ تھے، اپنے وقت کے جنید و بایزید نہ تھے۔ جاہ و منصب کی طرف ان کا دل بھی راغب ہوتا تھا، عہدے اور سربلندی کی تمنا، ان کے دل میں بھی چٹکیاں لیتی تھی۔ اقتدار و اختیار کی طلب ان کو بھی تھی، لیکن قائداعظم محمد علی جناح کی قیادت نے ان میں وہ گروہ پیدا کر دیا تھا، جو شعلۂ مستعجل کی طرح اپنی جھلک دکھا کر ختم ہو گیا، ان مسلمان ممبروں کے سامنے وزارت پیش کی جاتی تھی، لیکن یہ ٹھکرا دیتے تھے، جاہ و منصب کی پیش کش ہوتی تھی، لیکن یہ نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھتے تھے، اقتدار و اختیار کا لالچ بار بار انہیں دیا گیا، مگر کیا مجال ہے کہ اُنہوں نے اِدھر توجہ بھی کی ہو۔ یہ اپنے قائد کے فرمانبردار تھے، نہ انہیں وزارت مطلوب تھی نہ اقتدار، نہ انگریز انہیں خرید سکا، نہ کانگریس، اور صرف قائداعظم محمد علی جناح کی وفات کے صرف سات سال بعد یہی لوگ تھے جو جاہ و منصب کی طرف اس طرح لپکتے تھے، جیسے شکر پر مکھی گرتی ہے۔ ڈاکٹر خان صاحب کی ری پبلکن پارٹی نے کیسے کیسے مسلم لیگیوں کو نہیں توڑ لیا؟

پنڈت نہرو نے دستور ساز اسمبلی کا التوا منظور نہیں کیا واپس آ گئے، قائداعظم محمد علی جناح کے حکم سے مسلمان ممبروں نے اس کا مقاطعہ کیا۔ ایک مسلمان بھی شریک نہیں ہوا۔

اب تک اہل انگلستان ہندوستان کی سیاست سے صحیح طور پر واقف ہی نہیں ہوئے تھے۔ اُن کے سامنے تصویر کا صرف ایک رُخ تھا۔ وہ کانگریس ہی کو سب کچھ سمجھتے تھے۔ اُن کے نزدیک کانگریس ہی کو ہندوستان کی نمائندگی کا حق حاصل تھا، جس جمہوری ماحول میں وہ پلے تھے، اس کے مطابق وہ اکثریت اور اقلیت کا وجود سیاسی اور طبقاتی بنیاد پر نہیں، مذہب کی بنیاد پر ہے، طبقاتی اور سیاسی اکثریت کبھی اقلیت بھی بن جاتی ہے، لیکن مذہبی اکثریت ہر حالت میں قائم رہتی ہے، یہی وجہ تھی کہ انگلستان کے لوگ پاکستان، اس کے مضمرات و داعیات اور اسباب و محرکات کو سمجھ ہی نہیں پاتے تھے۔

قائداعظم محمد علی جناح واپس نہیں آئے اُنہوں نے اپنی واپسی چند روز کے لیے ملتوی کر دی، مقصد یہ تھا کہ انگلستان کے تعلیم یافتہ اصحاب اور طبقۂ خواص کو اس بارے میں ضروری معلومات فراہم کر دی جائیں، تاکہ وہ اصل حقیقت کو سمجھ سکیں۔

قائداعظم کی چند تقریروں اور بیانوں سے اس پروپیگنڈے کا اثر زائل نہیں ہوسکتا تھا جو مدّت مدید سے کانگریس کرتی چلی آئی تھی، پھر بھی اس زہر کا تریاق کسی حد تک بہر حال قائداعظم کی تقریروں اور بیان سے ہو گیا۔

قائداعظم محمد علی جناح نے ذیل کی تقریر، کنگسٹن وے ہال میں ارشاد فرمائی تھی، اس تقریر میں کابینہ وفد کی غلط کاریوں کو بھی بے نقاب کیا تھا۔

اس موقع پر قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا:

''میں خوش ہوں کہ مجھے ہندوستان کے متعلق صحیح واقعات پیش کرنے کا موقع دیا گیا ہے۔ دراصل یہ ایک طویل داستان ہے یہاں چند دنوں کے قیام میں میں نے اخبارات کے مطالعہ سے یہ اندازہ لگایا ہے کہ گزشتہ سات آٹھ ماہ کے دوران میں جب مزدور حکومت ہندوستانی مسائل کو حل کر رہی تھی۔ یہاں کے عوام محو خواب رہے ہیں، لیکن اب ان میں کچھ تبدیلی نظر آ رہی ہے اور حقیقتاً یہ ایک نیک فال ہے۔

مجھے اس بات کا اچھی طرح علم ہے کہ ایک عام ناشر اپنے کاروبار میں مصروف ہے اور صحیح نتائج پر پہنچنے کے لیے نہ تو اس کے پاس اتنا وقت ہے اور نہ ہی اسے صحیح واقعات کا علم ہے۔ اس لیے پریس آپ کی زیادہ مدد نہیں کرسکتا، مجھے خوشی ہے کہ صحیح حد تک انگریز اب بیدار ہو چکے ہیں۔ یہ چیز انگریز قوم میں ایک روائتی حیثیت رکھتی ہے کہ جب کبھی واقعی خطرہ ہوتا ہے تو وہ خوابِ غفلت سے چونک اُٹھتے ہیں۔''

''وزارتی مشن کے اراکین مارچ میں ہندوستان آئے۔ انہوں نے وہاں کے معاملات کو سمجھنے کی کوشش کی، اور طویل گفت وشنید اور بحث و تمحیص کے بعد انہوں نے دو تجاویز پیش کیں۔ طویل المیعاد سکیم، قلیل المیعاد سکیم۔

کانگریس نے صحیح معنوں میں طویل المیعاد اسکیم کو کبھی قبول نہیں کیا۔ انہوں نے ذہنی تحقیقات کے ساتھ اپنی تشریحات پر زور دیا، اور اس اسکیم کی سب سے اہم اور ضروری دفعہ ''گروپ بندی'' کی اپنی جداگانہ تعبیر پیش کی۔

ہمیں یہ دیکھ کر بڑی مایوسی ہوئی کہ اس پر وزارتی مشن نے نہایت تعجب انگیز طرزِ عمل کا ثبوت دیا۔ اُنہوں نے تعبیرات کو منظوری سمجھ لیا، اور اسی بات کا ساری دُنیا میں چرچا کر دیا۔ حقیقتاً اُنہوں نے یہ بتا کر کہ کانگریس نے طویل المیعاد سکیم کو منظور کر لیا ہے۔ برٹش پارلیمنٹ کو ایک غلط راہ پر ڈال دیا۔

پہلے انہوں نے یہ کہا کہ ہماری بنیادی تجویز 2:5:5 کی ہے، لیکن اب اس تجویز کو 3:5:5 کی شکل میں

تبدیل کرنا ضروری ہو گیا ہے یعنی پانچ مسلمان، پانچ ہندو، ایک سکھ ایک عیسائی اور ایک پارسی۔ اس تجویز کا اصل منشا محض کانگریس کو خوش کرنا تھا۔ ایک عام انگریز جسے ہندوستان میں کافی عرصہ رہنے کا اتفاق نہ ہوا ہو۔ ان وجوہات کو آسانی کے ساتھ نہیں سمجھ سکتا۔

وزارتی مشن اور جناب وائسرائے نے اب یہ خیال کیا کہ اگر وہ ایک پارسی کو لے لیں تو کانگریسی خوش ہو جائیں گے۔ کیونکہ یہ تقریباً طے شدہ بات تھی کہ پارسی ممبر کانگریس کی طرف ہی جھکے گا، لیکن کانگریس نے رضامندی کا اظہار نہ کیا اور اس تجویز کو بھی رد کر دیا۔

اس کے بعد ہمیں یہ بتایا گیا کہ وزارتی مشن کے ارکان اور جناب وائسرائے اپنی تجاویز کا اعلان کریں گے۔ یہ تجاویز 16 جون کو منصۂ شہود پر آئیں، اور قلیل المیعاد سکیم کے نام سے مشہور ہیں۔

ہمیں یہ بھی بتا دیا گیا تھا کہ یہ آخری تجاویز ہیں، اور ان کی منظوری یا نامنظوری دونوں جماعتوں یعنی مسلم لیگ اور کانگریس کے اختیار میں ہے۔ حضرات! آپ سن کر حیران ہوں گے کہ کانگریس نے ان تجاویز کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ آخری تجاویز 4:5:5 کے فارمولا پر مشتمل تھیں۔''

قائداعظم نے اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

''جب ممبران کے نام بتائے گئے تو کانگریس نے کہا کہ جن ممبران کا آپ نے انتخاب کیا ہے وہ ہمیں منظور نہیں ہیں۔ ہم ان میں رد و بدل چاہتے ہیں، علاوہ ازیں ہمیں یہ بھی منظور نہیں کہ مسلمانوں کو کس قسم کے تحفظات دیے جائیں۔''

''ہمیں فرقہ وارانہ معلومات کے تصفیہ کے سلسلہ میں یقین دلایا گیا، اور اس کا تعلق صرف مسلمانوں کے ساتھ ہی نہیں بلکہ ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کے ساتھ تھا، یعنی کوئی اہم فرقہ وارانہ مسئلہ ہو اور اس پر دونوں قوموں کو اختلاف ہو اور ہندوؤں یا مسلمانوں کی اکثریت اس کے خلاف ہو تو اس فیصلہ کو قابل قبول نہ سمجھا جائے۔''

انہوں نے یہ بھی کہا:

''اس تجویز کو نامنظور کرنے کی اور بھی بہت سی وجوہات ہیں، یہ قلیل المیعاد تجویز جس کا آپ نے اعلان کیا ہے اور جس کو آپ آخری تجویز کہتے ہیں، ہمیں منظور نہیں ہے، چنانچہ انہوں نے 25 جون کو اس تجویز کو رد کر دیا اور اسی دن ہم نے اس اسکیم کو منظور کر لیا۔

اس کے بعد ایک حیرت انگیز واقعہ رونما ہوا۔ انتہائی کوشش کے باوجود میری سمجھ میں ابھی تک یہ بات نہیں آسکی کہ کن اثرات کے ماتحت وزارتی مشن نے اس اسکیم کی نہ صرف دھجیاں اُڑا دیں، بلکہ میں تو یہ کہوں گا کوئی بھی غیر جانبدار یہی فیصلہ دے گا کہ وزارتی مشن نے پیرا کے صحیح مطالب کو مسخ کرنے کی کوشش کی اور اس معاملہ پر تازہ گفت وشنید شروع کرنے کا اظہار کر دیا۔

میں آپ پر یہ حقیقت واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ کانگریس نے اس اسکیم کو تسلیم کر لیا ہے، میرے لیے سخت مشکل ہے کہ میں اپنے الفاظ میں آج آپ کے سامنے اس طرزِ عمل پر کچھ اظہار کر سکوں۔ مسلم لیگ اور مسلمانوں کے ساتھ یہ ایک کھلی بدعہدی تھی۔''

اہم قومی مطالبات

1916ء سے 1918ء کے ادوار میں قائداعظم محمد علی جناح زیادہ پرامید کبھی نہیں رہے۔ قائداعظم پہلے کلکتہ گئے،



اسٹیٹ بنک کے افتتاح کے موقع پر خطاب۔ یکم جولائی 1948ء

جہاں مرکزی دستور یہ کا اجلاس ہنوز جاری تھا۔نئی دہلی کی تعمیر کا کام انتہائی سست رفتاری سے چل رہا تھا کہ وہاں مرکزی کونسل کے اجلاس کا انعقاد 1920ء کی دہائی کے آخر میں بھی مشکل نظر آتا تھا۔اکتوبر کے اختتام سے قبل انہوں نے مرکزی دستور کے 18 دیگر ممبران کو ''انہی کی یادداشت'' پر دستخط کرنے کے لیے آمادہ کرلیا۔

اس کے بعد وہ یادداشت وائسرائے ہند کو پیش کی گئی، اور آخر میں وائٹ ہال کو ارسال کردی گئی، اس میں مطالبہ کیا گیا تھا:

''دستور ساز مجالس کے منتخب ممبران کو یہ حق حاصل ہونا چاہیے کہ وہ تمام ہندوستانی اراکین کا انتخاب کریں، جو آئندہ انتظامی کونسلوں میں جا کر کام کریں، علاوہ ازیں مجالس دستور ساز میں منتخب نمائندوں کی خاصی اکثریت ہونی چاہیے، اور رائے دہی کے اصول کو مسلمانوں اور ہندوؤں کی جہاں کہیں بھی وہ اقلیت میں ہوں، مناسب اور معقول نمائندگی کے ساتھ وسعت دی جائے۔''

کم از کم 150 ممبران پر مشتمل ایک سپریم کونسل اور 60 تا 100 اراکین پر مشتمل صوبائی کونسلوں کی سفارش کی گئی تھی۔ان کونسلوں کو زیادہ تر ذمہ داریاں اور پارلیمانی آزادیاں دی جانی تھیں، اور سیکرٹری آف سٹیٹ کا عہدہ ختم کر کے اس کی جگہ دو انڈر سیکرٹریوں، جن میں سے ایک ہندوستانی ہو، کا تقرر ہونا تھا، اور ان سب کے واجبات برطانوی بجٹ سے ادا کرنے کا مطالبہ بھی کیا گیا تھا۔

فیڈریشن اسکیم کے متعلق کہا گیا تھا:

''ہندوستان کو منتخب نمائندوں کے ذریعے اپنے اوپر آپ حکومت کرنے والی ڈومینیوں کی حیثیت دی جائے، صوبائی حکومتیں خود مختار ہونی چاہئیں۔''

نیز حکومت خود اختیاری کے مکمل قانون کا مطالبہ بھی اس میں شامل تھا۔ ہندوستانیوں کو ہتھیار لے کر چلنے کا ویسا ہی حق ہونا چاہیے جیسا کہ یورپینوں کو حاصل ہے۔

آخر میں استدعا کی گئی:

''ہندوستانی نوجوانوں کو بھی مسلح افواج میں انگریزوں کی طرح رائل کمشن کا اہل شمار کیا جائے۔''

اس یادداشت میں انڈین ڈومینین کے لیے دستوری ڈھانچہ بھی فراہم کیا گیا تھا۔مذکورہ ڈومینین کا قیام محولا بالا تجویز کی منظوری کی صورت میں جنگ عظیم اول کے بعد ''برٹش کامن ویلتھ'' کے اندر رہتے ہوئے عمل میں آنا تھا۔ابھی تک جنگ ختم ہونے کے کوئی آثار دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ہندوستانی دستوں کو عراق، عرب میں ہزیمت اٹھانا پڑ رہی تھی۔ اس کی مکمل رپورٹ ابھی منظر عام پر نہیں آئی تھی۔ انگریزوں کا ہندوستان کی ہر چیز پر سے اعتماد اٹھتا جا رہا تھا۔روس میں رونما ہونے والے انقلاب نے اتحادیوں کو ان کے مشرقی بازو سے محروم کردیا۔ برطانیہ کی جنگی کابینہ میں متحدہ ہندوستان کے پھیلے ہوئے ہاتھ پر توجہ مرکوز کرنے کے لیے بصیرت کی افسوسناک طور پر کمی تھی۔ یا اس میں ایسی خواہش نہ تھی یا قوت سے محروم تھی۔

1916ء کے سرمائے میں برطانیہ عظمیٰ نیز انڈیا کو تاریخ کے شاذ و نادر مواقع میں سے ایک موقع فراہم کیا تھا، جب ایک لہر پر سوار ہو کر خوش آمدید کہنے والے ساحل تک پہنچنا ممکن تھا، اور اسے ضائع کرنے کی صورت میں ان لوگوں کے سروں کو قاتلانہ اثر کے ساتھ پھاڑ دینا تھا، جو بہت زیادہ مصروف، بزدلی یا تیزی سے بدلتے ہوئے لمحات سے بروقت فائدہ اٹھانے کے لیے اچھی طرح تیار نہ تھے۔

قائداعظم محمد علی جناح نے اپنی ساری توجہ ایک ایسے فارمولا پر مرکوز کر دی، جو ان کے قانونی دماغ نے صاف دلی کے ساتھ وضع کیا تھا، اور جسے وسط نومبر میں کانگریس کے صدر اے سی موجمدار نے کلکتہ میں دو روزہ ملاقات کے بعد منظور

کرالیا گیا، اس کے مابین لکھنؤ معاہدہ کی کامیابی کا راز، ہر مجلس قانون ساز کے لیے مقرر کردہ مسلم ممبران کی فیصد تعداد، مرکز اور بمبئی کی نشستوں کا ایک تہائی، پنجاب میں نصف، بنگال میں 40 فیصد، یو پی میں 30 فیصد، بہار اڑیسہ میں 25 فیصد سی پی اور مدراس میں 15 فیصد پر اتفاق رائے پر مضمر تھا۔

بنگال اور پنجاب کو چھوڑ کر جہاں مسلم نمائندگی ان کی آبادی سے قدرے کم تھی۔ اقلیتی برادری کو اس کی آبادی کے مقابلے میں زیادہ نمائندگی حاصل ہو گئی۔ جنہیں یہ خدشہ لاحق تھا کہ مستقبل کے ''ہندوراج'' میں ان کی اسلامی شناخت ختم ہو جائے گی۔ انہیں یقین دلانے کے لیے ایک بہت اہم تحفظ کا اہتمام اس طرح کیا گیا تھا:

''کسی بل، اس کی کسی شق، کسی غیر سرکاری ممبر کی پیش کردہ قرارداد پر، جس سے ایک دوسری قوم متاثر ہوتی ہو، جس کے مسئلہ کا تعین متعلقہ مجلس دستور ساز میں اس قوم کے ممبران کو کرنا ہوگا، کارروائی نہیں کی جائے گی۔ اگر کسی خاص کونسل میں، خواہ وہ مرکزی ہو یا صوبائی، اس قوم کے تین چوتھائی ممبران اس بل، اس کی شق یا قرارداد کے مخالف ہوں گے۔ اس پر بھی کارروائی نہیں ہوگی۔''

اہمیتِ آزادی

مبین صدیقی کا مضمون روز نامہ جہانِ پاکستان کی اشاعت 11 ستمبر 2013ء کو شائع ہوا۔ جو حسبِ ذیل ہے:

''آج ہم جس مملکت میں سانس لے رہے ہیں۔ اسے حاصل کرنے کے لیے ہمارے بزرگوں نے کتنی قربانیاں دی ہیں، کیا کچھ کھویا ہے، ہمیں اس کا احساس اور معلومات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ جس طرح کسی بھوکے انسان کو بغیر محنت تین وقت کا کھانا ملتا رہے، تو اسے معلوم نہیں ہوتا کہ اس کھانے کو پکانے میں کتنی محنت اور وقت لگا ہے۔ اسی طرح نئی نسل بھی اس بات سے ناواقف ہے کہ ہمارے بڑوں نے کتنی قربانیوں کے بعد یہ ملک حاصل کیا ہے، جس کی ہم ناقدری کرتے ہیں۔ ماضی میں جائیں تو معلوم ہوگا کہ مسلمانوں نے کن حالات کا سامنا کیا ہے۔ کتنی کٹھن اور دشوار زندگی گزاری ہے۔

جان و مال سے لے کر عزتوں تک کی قربانی دی ہے، ہر روز مسلمانوں پر شب خون مارا جاتا تھا۔ ان پر زندگی کے دروازے بند کر دیے گئے تھے۔ اسلامی عقائد اور رسومات کی کہیں گنجائش نہ تھی۔ معصوم بچوں کے سر قلم کر کے انہیں نیزوں پر اچھالا جاتا تھا۔ عورتوں کے ساتھ بہیمانہ سلوک کیا جاتا، ان کی عصمتوں کو تار تار کیا جاتا۔ رات تو دور مسلمان دن میں بھی باہر نہیں نکل سکتے تھے۔ ہر طرف خوف و ہراس کی فضا قائم تھی، ظالم و جابر انگریزوں نے پورے برصغیر پر قبضہ کیا ہوا تھا، مسلمانوں کے لیے جینے کی راہیں تنگ ہوتی جا رہی تھیں۔ مسلمان درد و الم کی تصویر بنے مایوسی کے گہرے سمندر میں ڈوبنے لگے تھے کہ ایک مہربان شخصیت نے انہیں اس دلدل سے نکالنے میں اپنا آپ پیش کر دیا، اور انہیں تکالیف سے بچانے کے لیے دن رات ایک کر دیے، اس کڑے وقت میں مسلمانوں کو جن ہاتھوں نے سہارا دیا، اور اپنا سب کچھ ملک و قوم کے لیے تیاگ دیا، اس عظیم شخصیت کا نام قائداعظم محمد علی جناح تھا۔ جنہوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں کی بناء پر مسلمانوں کی تاریک زندگیوں میں ایک بار پھر امید کے دیے روشن کر دیے۔ ان کے لیے پھر سے جینے کا سامان پیدا کیا،

مسلسل کوششوں اور جدوجہد سے مسلمانوں کے لیے ایک نئی اور آزاد مملکت بنائی، جس کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھا گیا۔

مسلمانوں نے کتنی قربانیوں اور اذیتوں کے بعد نئی سرزمین پر آزادی کے جھنڈے گاڑے۔ اس بات کا اندازہ نئی نسل شاید ہی کر پائے، کیونکہ آزادی کی قدر وہی کر سکتے ہیں جنہوں نے غلامی کی صعوبتیں جھیلی ہوں۔ جنہیں سب کچھ تھال سجا ہوا ملے، وہ کبھی اندازہ نہیں کر سکتے کہ غلامی میں جینا اور تکلیف برداشت کرنا کسے کہتے ہیں۔ آج کوئی اور کام کوئی چھوٹا سا کارنامہ انجام دے دے تو نوجوان نسل ان کی تعریفوں میں زمین و آسمان کے قلابے ملانے لگتی ہے۔ ہمارے نوجوانوں کے آئیڈیل غیرملکی اداکار ہیں۔ وہ انہیں اپنا ہیرو مانتے ہیں، ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے انہی کی طرح کا طرزِ عمل اختیار کر لیتے ہیں۔ اس بات سے بے خبر کہ ہمیں غلامی کی زنجیر میں جکڑنے والے یہی لوگ تھے۔ جو کتنا بھی پیار جتائیں اور دوستی کا ہاتھ بڑھائیں، ہمارے ہمدرد کبھی نہیں بن سکتے۔ ہمارے اصل ہیروز تو یہیں پاکستان میں موجود ہیں۔ قائداعظم محمد علی جناح سے بہتر کوئی ہیرو، لیڈر اور سیاسی شخصیت شاید ہی کہیں ہو، جن میں اس قدر وقار تھا کہ انگریز بھی ان کی ذہانت اور حاضر جوابی کے آگے دنگ رہ جاتے تھے۔ جنہوں نے ہمیشہ اپنے مفادات پر ملک و قوم کو ترجیح دی، ان کا ظاہر اور باطن یکساں تھا۔ جو وکالت کے پیشے سے وابستہ ہونے کے باوجود کبھی جھوٹ نہیں بولتے تھے۔ جن کی ہر خواہش پاکستان سے شروع ہو کر پاکستان پہ ہی ختم ہوتی تھی، مسٹر جناح نے اپنی صحت کو پسِ پشت ڈال کر دن رات تھکا دینے والی جدوجہد سے ہمیں پاکستان جیسی نعمت سے نوازا، اور اس کے بدلے میں کچھ نہیں مانگا، لیکن آج ہم یہ بھول گئے ہیں کہ ہم پر ان کے کتنے احسانات ہیں۔ اگر قائداعظم نہ ہوتے تو ہم کبھی بھی انگریزوں کے شکنجے سے آزاد نہ ہو پاتے۔ آزادی کیا ہوتی ہے، ہمیں کبھی علم نہ ہوتا، اور شاید انگریزوں کے ظلم و ستم سے ڈر کر پاکستان کے ساتھ اپنا ایمان بھی کھو بیٹھے ہوتے، لیکن ہم یہ سب سوچنے پر تیار نہیں ہیں۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ نوجوان نسل اپنے رہنماؤں کو جانتی ہی نہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں تاریخ کے حوالے سے معلومات فراہم ہی نہیں کی جاتیں، حالانکہ اگر ہم اپنا احتساب کریں تو معلوم ہوگا کہ ہم وہ خوش نصیب ہیں جنہیں اللہ نے قائداعظم جیسے عظیم رہنما سے نوازا، جن کی قیادت میں ہم نے یہ ملک حاصل کیا، اور غلامی کے طوق سے اپنی گردنیں آزاد کرائیں، بہت کم نوجوان ایسے ہیں جو اپنے لیڈرز اور ان کے کارناموں کے متعلق جانتے ہیں، لیکن اکثریت آج بھی لاعلمی کی زندگی بسر کر رہی ہے، لیکن اس میں قصور ان کا بھی نہیں ہے، بلکہ غلطی ہمارے بڑوں کی ہے، جو بچوں کو اسکول بھیجتے وقت یہ سوچتے ہیں کہ انہیں وہاں سب کچھ سکھایا جاتا ہے، مگر حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا، کسی بھی قوم کی ترقی و کامیابی کے لیے اپنا ماضی یاد رکھنا اشد ضروری ہے، کیونکہ وہ قومیں ہمیشہ زوال کا شکار ہوتی ہیں، جو اپنے ماضی اور لیڈرز کو بھول جاتی ہیں۔

آج ہی سے عہد کر لیں کہ یہ ملک ہمارا اپنا ہے۔ ہمارے لیڈرز جیسی شخصیات کہیں نہیں ہو سکتیں، ان کی کاوشوں اور قربانیوں کو یاد رکھیں، اور صرف چند لمحوں

کے لیے خود کو اس جگہ محسوس کریں جہاں آج سے 67 سال پہلے مسلمان سب کچھ بھول کر آزادی کی جنگ لڑنے میں مصروف تھے، جن کے دلوں میں بس ایک ہی تمنا تھی، اور وہ تمنا پاکستان کا حصول تھی۔ اپنے لیڈرز کی قدر کریں، آزادی کی اہمیت کو جانیں، اور اللہ کا شکر ادا کریں، اور ہمیشہ اس بات پر فخر کریں کہ ہم پاکستانی ہیں، اور ہمارے رہنما قائداعظم محمد علی جناح ہیں، جنہوں نے ہمیں یہ آزاد اسلامی ریاست بنا کر دی، جس میں ہم آزادی سے سانس لے رہے ہیں۔"

اے آمدنت باعث آبادیٔ ما

روزنامہ نوائے وقت اپنی اشاعت 21 مارچ 1946ء میں لکھتا ہے:

"قائدِ اعظم جناح کل لاہور تشریف لا رہے ہیں۔ اس سے پہلے جناح صاحب کئی بار لاہور تشریف لائے ہیں، مگر ان کی کل کی تشریف آوری ایک فاتح کے داخلہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ 1936ء میں وہ لاہور آئے تو کچھ لوگوں نے یہ انتظام کیا تھا کہ ریلوے اسٹیشن پر ان کا استقبال سیاہ جھنڈیوں سے کیا جائے۔ جھنڈیاں بنوا بھی لی گئیں مگر علامہ اقبال کی جرأت ایمانی کی وجہ سے یہ مظاہرہ نہ ہوا۔ پھر اس زمانے میں بھی جناح صاحب لاہور تشریف لائے، جب پنجاب اسمبلی میں لیگ کا صرف ایک ممبر تھا، پھر 1941ء میں ان کا ورود ہمیں یاد ہے۔ جب انہیں یہ انتباہ کیا گیا کہ Hands off Punjab۔ تین سال بعد 1944ء میں مسٹر جناح سے یہی بات ان الفاظ میں کہی گئی کہ پنجاب کے معاملات میں بیرونی مداخلت برداشت نہیں کی جا سکتی۔ پھر اس سال 1946ء میں مسٹر جناح لاہور تشریف لائے، اور ہندو کانگریس کے اخباروں نے لکھا کہ پنجاب مسٹر جناح کے حق میں واٹرلو ثابت ہوگا، مگر اب دو ماہ بعد مسٹر جناح ہمارے مہمان ہیں اور کیسے مہمان ہیں؟ پنجاب کو مسٹر جناح کا واٹرلو بنانے والوں کے سب حساب اور اندازے غلط ثابت ہوئے۔ آج پنجاب اسمبلی کے 79 مسلمان ممبر مسلم لیگ پارٹی کے ممبر ہیں، اور انشاء اللہ اس تعداد میں ابھی اور اضافہ ہوگا۔ پنجاب کے مسلمانوں نے پہلے بھی مسٹر جناح کا استقبال اس جوش و خروش کے ساتھ کیا ہے، لیکن یہ پہلی مرتبہ ہے کہ مسلمانانِ پنجاب فخر سے سربلند کر کے اپنے لیڈر کا استقبال کر سکتے ہیں۔"

(روزنامہ نوائے وقت، اشاعت: 21 مارچ 1946ء)

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ

ایک دن مولانا حسرت موہانی صبح صبح کسی کام سے قائداعظم محمد علی جناح کی کوٹھی پر گئے۔ قائداعظم محمد علی جناح کے ملازم نے کہا:

"اس وقت ہمیں اندر جانے کی اجازت نہیں ہے، آپ تشریف رکھیں، تھوڑی دیر میں جناح صاحب خود باہر تشریف لے آئیں گے۔"

چونکہ مولانا حسرت موہانی کو ضروری کام تھا۔ اس لیے انہیں ملازم پر بے حد غصہ آیا، اور وہ خود کمرے میں چلے گئے۔ ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں پھر تیسرے کمرے میں پہنچے، تو برابر والے کمرے میں انہیں کسی کے بلک بلک کر رونے اور کچھ کہنے کی آوازیں سنائی دیں۔

مولانا حسرت موہانی نے قائداعظم کی آواز پہچان لی۔ اس لیے مولانا حسرت موہانی گھبرا گئے، اور جلدی سے کمرے کا

پردہ ہٹا کر دیکھا تو قائداعظم سجدے میں پڑے بڑی بے قراری سے دعا مانگ رہے تھے، چنانچہ مولانا حسرت موہانی دبے پاؤں وہاں سے لوٹ آئے۔

اے پورٹریٹ آف قائداعظم محمد علی جناح

یہ ایک دستاویزی فلم ہے جسے قائداعظم محمد علی جناح کے صد سالہ جشن کی تقریبات کے سلسلے میں فلم اسٹیٹ اتھارٹی نے تیار کیا۔

اس میں قائداعظم محمد علی جناح کی زندگی کے مختلف ادوار کے بارے میں مستند معلومات و واقعات کی عکس بندی کی گئی ہے۔

اے قائداعظم

وضاحت نسیم نے قائداعظم محمد علی جناح کو منظوم نذرانہ عقیدت اس نظم کی صورت میں پیش کیا:

اے قائد اعظم

ہوتا نہیں یونہی تو کسی بات کا اظہار
تاریخ امر کرتی ہے سچائی کے کردار
یہ ارضِ وطن آپ کا احسان ہے پیہم
اے قائداعظم، اے قائداعظم

اس پاک وطن سے جو عقیدت ہے بہت
اور اپنی عقیدت میں صداقت بھی بہت ہے
پھر بھی ہمیں لگتا ہے بہت جذبۂ دل کم
اے قائداعظم، اے قائداعظم

یہ خاکِ بدن، خاکِ وطن! تیرے لیے ہے
ہر نسل نبھائے گی وہی عہد یہ طے ہے
کہتے تھے نبھانے کو جسے قائداعظم
اے قائداعظم، اے قائداعظم

اسی عنوان کے تحت سید قاسم نوری نے بھی ایک نظم کہی تھی جو روزنامہ امروز کی اشاعت 11 ستمبر 1992ء میں چھپی تھی۔

ایثار و قربانی

قائداعظم محمد علی جناح کو بہت پہلے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ وہ ٹی بی کے مہلک مرض میں مبتلا ہو چکے ہیں، اور انہیں صحت یاب ہونے کے لیے طویل آرام کی ضرورت ہے۔ قائداعظم کے پاس ذاتی سرمائے کی کوئی کمی نہ تھی۔ اگر آپ چاہتے تو دیگر لیڈروں کی طرح یورپ میں اپنا علاج کرا سکتے تھے، لیکن آپ جانتے تھے کہ اگر ایک لمحے کے لیے بھی سیاسی منظر سے ہٹے تو پھر قیامِ پاکستان کے لیے ساری جدوجہد رائیگاں چلی جائے گی۔ چنانچہ قائداعظم محمد علی جناح نے اپنی علالت کا راز کسی اور پر افشاء نہ ہونے دیا، اور پورے جوش و خروش سے تحریکِ پاکستان میں حصہ لیتے رہے۔ یہاں تک کہ تشکیلِ پاکستان کا قطعی مرحلہ سامنے آیا تو آپ کا مرض مہلک صورت اختیار کر چکا تھا۔

آپ کے معالج نے جب ایکسرے کے نتائج سے آگاہ کیا تو قائداعظم محمد علی جناح نے معالج سے کہا:

"اس راز کو خود تک محدود رکھیں۔"

چنانچہ ایکسرے رپورٹ قائداعظم محمد علی جناح کی وفات کے بعد بھی ایک طویل عرصے تک ڈاکٹر کی تجوری میں محفوظ رہی، اور کسی کو خبر نہ ہوئی کہ قائداعظم کتنی مہلک اور جان لیوا بیماری میں مبتلا تھے۔

اے وائی سید

آپ قائداعظم محمد علی جناح کے پرائیویٹ سیکرٹری تھے۔ قائداعظم محمد علی جناح پر جب محمد رفیق صابر نے قاتلانہ حملہ کیا تو اے وائی سید ساتھ والے کمرے میں تھے۔ قائداعظم محمد علی جناح کی آواز پر وہ موقعہ پر پہنچے اور ان کی مدد سے مجرم

گرفتار ہوا۔

ایڈورڈ مارشل ہال

ایک جج جس نے قائداعظم محمد علی جناح کی توہین کی، اور اس جج کو اپنی جان چھڑانا مشکل ہوگئی۔ وہ سر ایڈورڈ مارشل ہال تھے۔

جواشم ایلوا نے قائداعظم محمد علی جناح کی اس خصوصیت پر روشنی ڈالی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے:

''مقدمہ کے فریقین اور وکیلوں کے نزدیک جناح کی خوبی یہ ہے کہ وہ بے مثال فراست اور اپنے مقصد کے حصول کے لیے غیر متزلزل عزم کے مالک ہیں۔''

ایچ ایم پی ایس دلاور

(دیکھئے: دلاور ایچ ایم پی ایس)

ایران پاکستان تعلقات

9 اپریل 1948ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے ایرانی مشن سے ملاقات کرتے ہوئے فرمایا:

''یہ تیسرا موقع ہے کہ ایران نے آپس کے خوشگوار تعلقات کا ثبوت دیا ہے۔''

پہلی دفعہ ایرانیوں نے قائداعظم محمد علی جناح ریلیف فنڈ میں دل کھول کر چندہ دیا۔ دوسری مرتبہ سفارتی نمائندے پاکستان بھیجے۔ قائداعظم محمد علی جناح نے اس موقع پر اس امر پر خاص زور دیا:

''تمام ایشیائی لوگوں میں خصوصاً مسلمانوں میں ہم آہنگی اور ایک دوسرے کو سمجھنے کی اہلیت ہونی چاہیے تاکہ اس سے امن عالم کو تقویت پہنچ سکے۔''

ایرانی صحافی

19 مئی 1948ء کو ایران کے صحافی کراچی پہنچے اور انہوں نے پاکستان کے گورنر جنرل قائداعظم محمد علی جناح سے ملاقات کی اور بین الاسلامی بھائی چارے کے فروغ کے لئے اسلامی ممالک کو متحد ہو کر کام کرنے کی تجویز پیش کی۔

ایئرفورس اکیڈمی رسالپور

قیامِ پاکستان کے بعد قائداعظم محمد علی جناح صوبہ سرحد کے دورہ پر پشاور تشریف لے گئے اور اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود کچھ وقت نکال کر 13 اپریل 1948ء کو ایئرفورس اکیڈمی رسالپور کے معائنہ کے لیے تشریف لے گئے۔ یہ معائنہ اس اعتبار سے بھی بے حد اہم تھا کہ قائداعظم محمد علی جناح نے تینوں مسلح افواج کے کیڈٹوں کے تربیتی اداروں میں سے پاک فضائیہ کے تربیتی ادارے کے معائنہ کو ترجیح دی جبکہ اس وقت ابھی اس کی بنیاد ہی رکھی گئی تھی۔

ایئرفورس اکیڈمی کے معائنہ کے دوران نہ صرف قائداعظم محمد علی جناح نے کیڈٹوں کی پریڈ دیکھی بلکہ رائل پاکستان ایئرفورس سٹیشن رسالپور کا نام بدل کر پاکستان ایئرفورس کالج رکھا جو بعدازاں اکیڈمی بن گیا۔

قائداعظم محمد علی جناح نے وہاں ایک مختصر سی تقریر بھی کی جس نے ایرمینوں کو وہ جذبہ اور روحانی قوت بخشی جس کی بدولت آج پاکستان ایئرفورس کا شمار دنیا کی بہترین فضائی افواج میں ہوتا ہے۔ اس موقع پر قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا:

''جس ملک کی فضائیہ مضبوط نہ ہو وہ حملہ آور کے رحم و کرم پر ہوتا ہے۔ مضبوط فضائیہ کے مقابلہ میں کوئی دوسری چیز نہیں، اس لیے آپ اسے مضبوط بنانے کے لیے انتھک محنت کریں۔'' اس دورے کی روداد سابق

ونگ کے کمانڈر ایس ایم اے اقبال نے لکھی تھی جو بصورت مضمون 11 ستمبر 1984ء کو روزنامہ شرق لاہور میں شائع ہوئی۔

ایس اے حیات

ایس اے حیات پاکستان کے ممتاز مصوروں میں شمار ہوتے ہیں۔ انہوں نے قائداعظم محمد علی جناح کی تصاویر بنائیں۔جن کی نمائش 11 اگست 1986ء کو آرٹس کونسل آف پاکستان میں ہوئی۔اس نمائش کا افتتاح ہمدرد فاؤنڈیشن کے چیئرمین حکیم محمد سعید نے کیا اور اس حوالے سے اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا:

> ”قائداعظم کی زندگی پر ایک جامع مستند اور بھرپور کتاب کی ضرورت ہے۔کوئی مورخ اب تک مستند اور جامع کتاب لکھنے میں کامیاب نہیں ہو سکا جبکہ گاندھی کی شخصیت پر اب تک 127 اور نہرو پر درجنوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔“

ایس ایم احسن

قائداعظم محمد علی جناح کے بحری اے ڈی سی تھے۔

ایس ایم احسن 21 دسمبر 1920 کو حیدرآباد دکن میں پیدا ہوئے۔ نظام کالج حیدرآباد دکن میں سے فارغ التعلیم ہونے کے بعد ہندوستان کے تجارتی بحری بیڑے میں بھرتی ہو کر 1935ء میں تربیتی جہاز ڈفرن پر تربیت کے لیے بھیج دیے گئے۔ انہیں 1940ء میں کمیشن ملا۔ دوسری عالمی جنگ کے ابتدائی دور میں بحراوقیانوس، بحیرہ روم اور بحرہند کی کئی بحری لڑائیوں میں حصہ لیا، اور 1943ء میں ساحل برما کے نزدیک بحری جھڑپ میں نمایاں کارنامہ سرانجام دیا۔ اس کارنامہ کی انجام دہی پر امتیازی سروس کراس تمغہ سے انہیں نوازا گیا۔

قیام پاکستان کے وقت قائداعظم محمد علی جناح کے اے ڈی سی تھے۔ بعد میں کئی جہازوں کی کمان کی۔ جنرل سٹاف میں بھی مختلف عہدوں پر مامور رہے 62-1964ء میں بنکاک میں سیٹو کے فوجی منصوبہ بندی کے دفتر کے سربراہ رہے۔ 1964ء میں مشرقی پاکستان کے اندرون ملک آبی مواصلات کی اتھارٹی کے چیئرمین بھی رہے۔

7 اکتوبر 1966ء کو پاک بحریہ کے کمانڈر انچیف مقرر ہوئے، ایس ایم احسن نے 31 اگست 1969ء تک اس عہدے پر کام کیا۔ اس دوران 25 مارچ 1969ء کو مارشل لاء کے نفاذ پر ڈپٹی مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر مقرر ہوئے۔

ایس ایم کالج (سندھ مسلم کالج)

یہ کالج کراچی میں سندھ مدرسہ بورڈ نے 1943ء میں قائم کیا۔اس کالج کا افتتاح قائداعظم محمد علی جناح کے ہاتھوں ہوا، اس موقع پر قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا:

> ”مجھے مسرت ہے کہ میری مادرِ علمی (سندھ مدرسہ) وسیع ہو کر کالج بن چکی ہے۔“

اس کالج کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ قیامِ پاکستان کے بعد کراچی میں مسلمانوں کا واحد ڈگری کالج تھا۔ 1953ء میں اس میں شعبہ کامرس اور 1957ء میں شعبہ سائنس کا اضافہ کیا گیا۔ ڈاکٹر امیر حسن صدیقی اس کالج کے پہلے پرنسپل تھے۔ کالج سے ملحقہ ایک ہوسٹل ہے۔اس کالج سے بیرونِ ملک طلباء نے بھی استفادہ کیا۔

الیف ای چودھری

انہیں قائداعظم محمد علی جناح کے فوٹوگرافر ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

الیف ای چودھری 1915ء میں سہارنپور میں پیدا ہوئے۔

پھر اپنے خاندان کے ہمراہ ترک وطن کر کے ضلع جہلم میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ بچپن ہی سے فوٹوگرافی کا شوق تھا۔ 1925ء میں پہلی تصویر اپنے ایک دوست کی بنائی۔ 1935ء میں لاہور میں ایک سکول میں استاد مقرر ہوئے، اسی سال انہوں نے قائداعظم محمد علی جناح کی پہلی تصویر بنائی۔ وہ 1940ء تک متعدد اخبارات کو تصاویر بھیجتے رہے۔ 23 مارچ 1940ء کو انہوں نے قراردادِ پاکستان کے موقع پر متعدد تصاویر بنائیں۔ پاکستان ٹائمز کے اجراء پر اعزازی فوٹوگرافر بنے۔ 1942ء میں جب ایس پی سنگھا نے قائداعظم محمد علی جناح کو دعوت دی تو انہیں فوٹوگرافی کے لیے طلب کیا گیا۔ 1949ء میں پاکستان ٹائمز میں ملازمت اختیار کر لی۔ 1973ء میں ریٹائر ہوئے۔ دورانِ ملازمت انہیں متعدد انعامات سے بھی نوازا گیا۔ صدارتی ایوارڈ حسن کارکردگی اور تمغہ خدمت بھی ملا۔

ایفائے عہد

قائداعظم محمد علی جناح کو ایک مرتبہ بمبئی ہائی کورٹ کے روبرو ایک مقدمہ کی اپیل کی پیروی کرنا پڑی، تمام دن بحث جاری رہی، پانچ بجے شام تک عدالت کا وقت تھا، جج صاحبان نے پوچھا:

''مسٹر جناح! آپ کو اپنی بحث مکمل کرنے میں ابھی کس قدر وقت درکار ہوگا۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے کہا:

''مائی لارڈ! زیادہ سے زیادہ پندرہ منٹ اور۔''

سینئر جج نے کہا:

''کیا آپ چند منٹ اور لے کر آج ہی اپنی بحث ختم کرلیں گے؟''

ظاہر ہے کہ جب بھی کوئی جج یہ بات کہتا ہے تو کوئی وکیل اس سے انکار نہیں کرسکتا مگر قائداعظم محمد علی جناح کچھ اور وضع کے وکیل تھے، کہنے لگے:

''مائی لارڈز! میں خود چاہتا ہوں کہ ایسا ہوجائے، لیکن مجھے ایک نہایت ضروری ملاقات کے لیے عین وقت پر پہنچنا ہے، اور یہ تبھی ممکن ہے اگر میں ابھی عدالت سے رخصت ہوجاؤں۔''

اس پر سینئر جج نے اپنے ساتھی جسٹس سے سرگوشی میں کہا:

''یہ مقدمہ آج ہی ختم ہوجانا چاہیے۔''

پھر قائداعظم محمد علی جناح سے مخاطب ہوئے اور کہا:

''بہتر ہے مسٹر جناح! ہمیں بھی ضروری کام ہے، مگر اس کے باوجود ہم اس مقدمے کو آج ہی ختم کرنا چاہتے ہیں تاکہ پیر کے روز فیصلہ سنایا جاسکے۔''

یہ سنتے ہی قائداعظم محمد علی جناح نے برجستہ فرمایا:

''مائی لارڈز! مجھ میں اور آپ میں فرق یہ ہے کہ (اور پھر آپ نے اپنی آواز بلند کرتے ہوئے کہا) میں ہمیشہ اپنے وعدوں کا پاس کرتا ہوں۔''

اس پر تمام جج بھنا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ خیال یہ تھا کہ فل بنچ قائداعظم محمد علی جناح کے طنزیہ رویہ کو برداشت نہ کر سکے گا، اور شاید فیصلے پر اس کا منفی اثر ہوگا، لیکن اگلی پیشی پر تمام جج صاحبان کا رویہ قائداعظم محمد علی جناح کے ساتھ بدستور خوشگوار تھا۔

ایک اللہ، ایک رسولؐ، ایک کتاب

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبیؐ، دین بھی، ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں!

کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں
(کلیاتِ اقبال اردو (بانگ درا) علامہ اقبال صفحہ:202)

ایک قوم، ایک نبی (ﷺ) ایک دین، ایک ایمان، ایک حرم پاک، ایک اللہ اور ایک قرآن۔ یہی وہ سبق، درس اور پیغام ہے، جو علامہ اقبال نے دیا، اور یہی وہ پیغام ہے، جو قائداعظم محمد علی جناح بار بار اور مسلسل ملت اسلامیہ کو دیتے رہے۔

قائداعظم محمد علی جناح کی انتہائی کوشش تھی کہ مسلمان ہر قسم کے امتیازات، رنگ، خون، نسل، فرقہ اور زبان بھلا دیں اور ایک ہو جائیں۔ اور یہی اسلامی تعلیمات کا تقاضا ہے! چنانچہ 22 اکتوبر 1945ء کو ینگ منز کھتری ایسوسی ایشن کراچی کے سپاسنامہ کے جواب میں آپ نے فرمایا:

"آپ بلوچی، سندھی، سید، پٹھان، میمن، خوجہ وغیرہ کے امتیازات بھول جائیں، اور ایک بن جائیں، کیونکہ مسلمانوں کا خدا ایک ہے۔ رسول (ﷺ) ایک ہے، اور کتاب (قرآن کریم) ایک ہے، لہٰذا گروہ ایک قوم بن جائیں تو وہ اپنی منزل مقصود پاکستان جلد حاصل کرلیں گے۔"

مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہر مسلمان کا اولین فرض ہے کہ وہ خداوند بزرگ و برتر کی وحدانیت اور رسول کریم ﷺ کی رسالت کا اقرار کرے۔ فروری 1940ء میں قائداعظم محمد علی جناح نے راج کوٹ میں مسلم لیگ کے کارکنوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"کانگریس اپنی طاقت کے نشے میں مدہوش ہے، مگر ہم یہ نشہ اتارے بغیر چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ ہم اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ کانگریس کے ہاں روپیہ ہے، اثرات ہیں اور تعلیم ہے، مگر ہمیں اس کی پرواہ نہیں، کیونکہ ہمارا اللہ ایک ہے، قرآن ایک ہے، رسول (ﷺ) ایک ہے اور مذہب ایک ہے۔ اس لیے کوئی وجہ نہیں کہ مسلمان ایک ہوں، اور جب مسلمان ایک ہو جائیں گے تو کانگریس تو کیا کوئی بھی ہمارا مقابلہ نہ کر سکے گا۔"

اسی طرح آل انڈیا مسلم لیگ کے اکتیسویں سالانہ اجلاس منعقدہ 24 تا 26 دسمبر 1943ء بمقام کراچی کی صدارت کرتے ہوئے اپنے خطبہ صدارت میں ارشاد فرمایا:

"وہ کون سی چیز ہے جس نے فرد واحد کی طرح مسلمانوں کو متحد کر دیا تھا، اور قوم کا ملجا و ماوا کیا تھا؟"
(قائداعظم محمد علی جناح نے خود ہی جواب دیا)
"اسلام"

پھر مزید کہا:

"یہ عظیم کتاب "قرآن کریم" ہے۔ جو مسلمانانِ ہند کی پناہ گاہ ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جیسے جیسے ہم آگے بڑھتے چلے جائیں گے، زیادہ سے زیادہ یکتائی آتی جائے گی، ایک اللہ، ایک کتاب، ایک رسول (ﷺ) اور ایک قوم۔"

قائداعظم محمد علی جناح کی دلی خواہش تھی کہ پاکستان میں عہد فاروقی کی تصویر عملی طور پر کھنچ جائے۔ 21 مارچ 1948ء کو آپ نے بدعناصر کو مخاطب کر کے فرمایا:

"پاکستان قائم ہو چکا ہے، اور یہ مسلمانوں کی قربانیوں سے بنا ہے۔ پاکستان کے مقاصد میں کامیاب ہونے کے لیے ضروری ہے کہ مسلمانوں میں مکمل اتحاد و اتفاق ہو۔ ہمارا خدا، رسول (ﷺ)، کلمہ اور قرآن ایک ہے، پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہم ایک ہو کر اپنے ملک اور مذہب کی اشاعت اور ترقی کے لیے انتھک جدوجہد نہ کریں، اگر آپ نے مکمل اتحاد و تعاون اور صحیح اسلامی جوش و خروش سے کام کیا تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اللہ کے فضل و کرم سے پاکستان

جلد ہی دنیا کے عظیم ترین ممالک میں شمار ہونے لگے گا۔تعمیر پاکستان کے لیے مسلمانوں کے تمام عناصر اورطبقوں میں یک جہتی اور اتحاد ضروری ہے۔

میں نے مسلمانوں اور پاکستان کی جو خدمت کی ہے۔ وہ اسلام کے ایک ادنیٰ سپاہی اور خدمت گزار کی حیثیت سے کی ہے۔اب پاکستان کو دنیا کی عظیم قوم اور ترقی یافتہ ملک بنانے کے لیے آپ میرے ساتھ مل کر جدوجہد کریں۔

میری آرزو ہے کہ پاکستان صحیح معنوں میں ایک ایسی مملکت بن جائے کہ ایک بار پھر دنیا کے سامنے فاروق اعظم (رضی اللہ عنہ) کے سنہری دور کی تصویر عملی طور پر کھنچ جائے۔خدا میری اس آرزو کو پورا کرے۔

پاکستان میں کسی ایک طبقے کو لوٹ کھسوٹ اور اجارہ داری کی اجازت نہیں ہوگی۔ پاکستان میں بسنے والے ہر شخص کو ترقی کے برابر مواقع میسر ہوں گے۔

پاکستان امیروں، سرمایہ داروں، جاگیرداروں اور نوابوں کی لوٹ کھسوٹ کے لیے نہیں بنایا گیا۔ پاکستان غریبوں کی قربانیوں سے بنا ہے۔ پاکستان غریبوں کا ملک ہے، اور اس پر غریبوں ہی کو حکومت کا حق حاصل ہے۔ پاکستان میں ہر شخص کا معیارِ زندگی اتنا بلند کر دیا جائے گا کہ غریب اور امیر میں کوئی تفاوت باقی نہ رہے گا۔ پاکستان کا اقتصادی نظام اسلام کے غیر فانی اصولوں پر ترتیب دیا جائے گا، یعنی ان اصولوں پر جنھوں نے غلاموں کو تخت و تاج کا مالک بنا دیا۔

ایک عظیم قوم

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی یونین میں 9 مارچ 1944ء کو تقریر کرتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناح نے مسلمان قوم کی صلاحیتوں کی تعریف کی۔رسولِ اکرم ﷺ کا ذکر مبارک کرتے ہوئے انہوں نے کہا:

''حضورِ اکرم ﷺ نے ''اجڈ'' لوگوں کو ایک طاقتور قوم بنا دیا تھا۔ ہماری پشت پر تہذیب و ثقافت کی عظیم روایات موجود ہیں۔''

کمیونسٹ پارٹی کے ضمن میں آپ نے فرمایا:

''ایک اور پارٹی جو کچھ عرصہ سے بہت سرگرم ہوگئی ہے۔ یہ کمیونسٹ پارٹی ہے۔ان کا پروپیگنڈہ مکارانہ ہے، اور میں آپ کو خبردار کرتا ہوں کہ ان کے چنگل میں نہ پھنسیں۔ان کا پروپیگنڈہ ایک سراب اور ایک دام ہے۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟ سوشلزم، کمیونزم، نیشنل سوشلزم اور ہر ازم کی باتیں خارج از بحث ہیں۔کیا آپ سمجھتے ہیں کہ آپ فی الفور کچھ کر سکتے ہیں؟ کب اور کس طرح؟ آپ اس امر کا فیصلہ کر سکتے ہیں کہ آپ کو پاکستان میں کون سا نظام حکومت مطلوب ہوگا؟ کوئی نہ کوئی پارٹی ہم سے کہہ سکتی ہے کہ ہمیں پاکستان میں جمہوری حکومت یا سوشلسٹ یا نیشنلسٹ حکومت کرنی چاہیے۔ یہ سوالات آپ کو فریب دینے کے لیے اٹھائے جاتے ہیں۔اس وقت تو آپ صرف پاکستان کی حمایت کیجیے۔اس کا مطلب ہے کہ سب سے پہلے آپ کو ایک علاقہ اپنے قبضے میں لینا ہے۔ پاکستان ہوا میں تو قائم نہیں ہوسکتا۔ جب آپ اپنے اوطان کا قبضہ لے لیں گے۔تب سوال اٹھے گا کہ آپ کون سا نظامِ حکومت رائج کرنا چاہتے ہیں، لہٰذا آپ ذہن کو ان فضول خیالات سے اِدھر اُدھر نہ بھٹکنے دیجیے۔''

تقریر ختم کرنے سے قبل قائداعظم محمد علی جناح نے ایک



مسٹر جناح اور فاطمہ جناح سرکاری تقریب میں شرکت کیلئے جاتے ہوئے۔

جرمن مصنف موزف ہیل کی کتاب ''عرب قبل از ظہورِ اسلام'' کے ایک باب کا حوالہ دیا۔ مصنف نے کہا:

''عربوں میں دو بڑی خامیاں ہیں۔ اولاً ان میں قومی اتحاد کے شعور کا فقدان ہے۔ ان میں محض قبیلوں اور خاندانوں کا احساس ہے۔ دوم ان میں شعور اطاعت مفقود ہے، اس تنقید کا اطلاق ہند کے مسلمانوں پر بھی ہوتا ہے۔ رسول مقبول ﷺ نے اجڈ لوگوں کو ایک طاقتور قوم بنا دیا تھا، ہماری پشت پر ثقافت اور تہذیب کی عظیم روایات موجود ہیں، اور ہم میں ایک عظیم قوم بننے کی تمام تر صلاحیت موجود ہے۔ ہم اپنی قوم کو عظیم بنا سکتے ہیں، اور انشاء اللہ بنائیں گے، اور جب ہم یہ کر لیں گے تو پاکستان ہمارے قدموں میں ہوگا۔''

ایک سال اٹھائیس دن

15 اگست 1947ء سے 11 ستمبر 1948ء تک قائداعظم محمد علی جناح پاکستان کے گورنر جنرل رہے، اور اس حساب سے یہ عرصہ ایک سال اٹھائیس دن پر محیط ہے۔

ایکسرے رپورٹ

(دیکھئے: ایثار و قربانی)

اے عظیم الشان قائد، تیری عظمت کو سلام

اثر چوہان قائداعظم محمد علی جناح کو اپنا منظوم خراجِ تحسین ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں:

نام محمد ﷺ مصطفےٰ، نام علیؓ، عالی مُقام!
کِتنا با برکت ہے، حضرت قائداعظمؒ کا نام؟
پھر مقدر کھل گیا، اسلامیان ہند کا
قائد ذی شان اُبھرا، صورت ماہ تمام
اُس کی اِک آواز پر، ہم جانب منزل چلے
کر گیا مسحور سب کو حسن ذات، حسن کلام
ٹوٹ کر گرنے لگے، ہر سُو اندھیروں کے صنم
رزم گاہ میں، آیا جب، وہ عاشق خیر الانامؐ
سامراجی مُغ بچے بھی، اور گاندھیؔ کے سپوت
ساتھ میں رسوا ہوئے، فتویٰ فروشوں کے امام
کھا گئی، ثمرات آزادی کو، کس کی نظر بد؟
اپنی کوتاہی سے، ہم نے، کھو دیا اپنا مُقام
ایک آشا ہے امنؔ کی، یا کوئی خونی چڑیل؟
جس کے خنجر ہے بغل میں، اور منہ میں رام رام
پوچھتے ہیں، رُوح قائد سے، فلاکت کے اسیر!
کب تلک جاری رہے گا، بالا دستوں کا نظام؟
خواب ہو کر رہ گیا، روٹی کپڑا اور مکان!
آج کے انسان کی، سب حسرتیں ہوں، کس کے نام
کب طلوع ہو گا، فلاحی مملکت کا آفتاب؟
اے عظیم الشان قائدؒ! تیری عظمت کو سلام!

اے قائداعظم

قائداعظم محمد علی جناح 29 نومبر 1942ء کو جب جالندھر تشریف لائے تو لاکھوں افراد نے ان کا استقبال کیا۔ لاکھوں کے اجتماع میں رسا جالندھری نے اپنی مشہور نظم ''اے قائداعظم'' پڑھی۔

انہوں نے زمانہ طالب علمی میں ہی شعر کہنا شروع کر دیے تھے۔ ان کا پورا نام محمد کبیر خاں تھا۔ 1917ء میں علی گڑھ سے تعلیم ادھوری چھوڑ کر جالندھر آ گئے۔ والد کی وفات کے بعد گھر کی تمام تر ذمہ داری ان پر آن پڑی۔ 1917ء میں صفی لکھنوی کے شاگرد ہوئے۔ 1925ء میں پیرزادہ عبدالحمید ایڈووکیٹ غازی آباد سے جالندھر آئے تو ان کی کوٹھی پر مشاعرے

ہونے لگے۔

1932ء میں سب سے پہلے جالندھر میں بزم اقبال قائم ہوئی۔ 4 اپریل 1977ء کو ساٹھ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ فکر رسا مجموعہ کلام ہے۔ قیام پاکستان کے بعد لاہور آ گئے۔

نومبر 1942ء میں قائداعظم محمد علی جناح جب جالندھر تشریف لے گئے تو رسا جالندھری نے قائداعظم محمد علی جناح کے اعزاز میں منعقد ہونے والے جلسہ عام میں یہ نظم پڑھی:

اے قائداعظم

گو قوم پر طاری ہے غم ویاس کا عالم اے قائداعظم
مل جائے جو تجھ سا کوئی غم خوار تو کیا غم اے قائداعظم
حصے میں ترے آئی ہے اسلام کی دولت، ایمان کی قوت
اس دور معاصی میں غنیمت ہے ترا دم، اے قائداعظم
یہ ہے تیری قربانی وایثار کا صدقہ کردار کا صدقہ
ملت تری ہستی میں ہو جاتی ہے مدغم، اے قائداعظم
ہر لفظ ترا قوم کو پیغام عمل ہے، اک جام عمل ہے
رتبہ ترا اقبال کے رتبے سے نہیں کم، اے قائداعظم
ہیں اور بھی دنیائے سیاست میں مدبر، تدبیر پہ قادر
ہے تیرے تدبر کا تو کچھ اور ہی عالم، اے قائداعظم
کس شان سے تو آیا ہے میدان عمل میں، ایوان عمل میں
بچھنے کو ہے اغیار کے گھر میں صف ماتم، اے قائداعظم
ٹھہریں گے تیرے سامنے کیا سرکش وخودسر، ہو جائیں گے مضطر
آ جائے گا اکڑی ہوئی گردن میں بھی خم، اے قائداعظم
ہونے دے اگر دیر ہے آمادہ تخریب، دل دادۂ تخریب
اسلام کی بنیاد ہوئی جاتی ہے محکم، اے قائداعظم
سونپا ہے خدا نے تجھے تنظیم کا منصب، تقویم کا منصب
باندھے گا تو ہی قوم کا شیرازہ برہم، اے قائداعظم
اللہ کے محبوب کی عزت ہے تیرے ہاتھ، کھونا نہ کہیں بات
اونچا ہی رہے ہند میں اسلام کا پرچم، اے قائداعظم
ہر چند ہیں ہم مورد آلام، مصائب، مطعون معائب
دب دب کے ابھرنا تو ہمارا ہے، مسلم، اے قائداعظم
اس راہ پہ جو تو نے بنائی ہے چلیں گے، ہرگز نہ ٹلیں گے
منزل پر پہنچنا ہے بہرحال مقدم، اے قائداعظم
کیا موت ڈراتی ہے ہمیں راہ طلب میں، جنگاہ طلب میں
جینے کا ارادہ ہو تو مرنے کے نہیں ہم، اے قائداعظم
بے مائیگی عشق ومحبت پر نہ تو جا، کم ہے یہ شرف کیا
کہتے ہیں بندہ سرکار دو عالم، اے قائداعظم
محفل میں درخشانی تخیل رسا دیکھ، پھیلی ہے ضیاء دیکھ
یہ ذرہ ناچیز ہے خورشید کا محرم، اے قائداعظم

ایک طالب علم

قائداعظم محمد علی جناح نے ایک مرتبہ کھیل کے انعامات کی تقسیم کی تقریب میں شرکت فرمائی، ایک طالب علم جسے انعام ملا تھا، قائداعظم محمد علی جناح کے روبرو قدرے گھبرا گیا، اور انعام لینے کے بعد آپ سے ہاتھ ملانا بھی بھول گیا۔

قائداعظم محمد علی جناح نے بری نرمی اور شگفتگی سے اسے واپس بلایا اور مسکراتے ہوئے فرمایا:

''لڑکے تم بھاگے کیوں جا رہے ہو، مجھے یقین ہے یہ انعام تم نے جیتا ہے کسی سے چھینا نہیں۔''

ایک سرزمین دو اقوام

اکتوبر 1916ء میں قائداعظم محمد علی جناح نے احمد آباد میں جو کہ گجراتی ٹیکسٹائل دولت اور قوت کا مرکز تھا۔ بمبئی پراونشل کانفرنس کی صدارت کی۔ اس موقع پر انہوں نے تجویز پیش کی:

''صوبائی حکومتوں کو جیسے کہ بمبئی کی حکومت تھی، ایسی خودمختار انتظامیہ میں تبدیل کیا جائے، جو عوام کے

منتخب نمائندوں کے روبرو جوابدہ ہو، مسلمانوں اور ہندوؤں کو، جہاں کہیں بھی وہ اقلیت میں ہوں، موزوں، کافی اور مؤثر نمائندگی دی جائے۔''

جہاں تک بلدیاتی حکومت کا تعلق ہے۔

قائداعظم محمد علی جناح نے رپن اور مارلے جیسے لبرل رہنماؤں کے دلائل دہراتے ہوئے اس بات پر اصرار کیا کہ وہ ملکی طور پر منتخب ہونے چاہئیں۔ چیئرمین کا انتخاب بورڈ کو کرنا چاہیے، اور بلحاظ منصب صدر کی نامزدگی موقوف کی جائے۔ ایکسائز آمدنی یا آمدنی کا کوئی یقینی حصہ ان اداروں کو دیا جائے تاکہ ان کو اپنے فرائض کی بجا آوری کے لیے معقول وسائل میسر آسکیں۔ اس کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں تھا کہ سب سے زیادہ طاقتور سول سروس کو وفادار ملازمین میں تبدیل کر دیا جائے، جو ہندوستانی رائے عامہ کے سامنے جواب دہ ہو۔

بہرحال تبدیلی کے لیے قائداعظم محمد علی جناح کی انقلابی تجاویز کا سلسلہ یہیں ختم نہیں ہوا، انہوں نے یہ بھی مطالبہ کیا:

''ہندوستانیوں پر قانون اسلحہ کا اطلاق ختم کیا جائے، جیسا کہ یورپی باشندے اس سے مستثنیٰ ہیں۔''

انہوں نے مطالبہ کی:

''پریس ایکٹ اور مارشل لاء کی کمتر صورت ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ کو منسوخ کیا جائے۔''

انہوں نے اس قانون کے حالیہ اطلاق کو بطور خاص تنقید کا نشانہ بنایا، جس کے تحت مسز اینی بیسنٹ کے بمبئی میں داخلے پر پابندی لگائی گئی تھی۔ نیز مفت اور لازمی تعلیم کے لیے فوری قانون سازی پر بھی زور دیا۔

انہوں نے یہ مطالبہ پھر دہرایا:

''بری اور بحری فوج میں ہندوستانیوں کو بھی رائل کمشن ملنا چاہیے۔''

ان کا کہنا تھا:

''اگر ہندوستانی سپاہی اور عام آدمیوں کی حیثیت سے لڑنے میں بہت اچھے ہیں تو وہ افسروں کے مناصب پر فائز ہونے کے اہل کیوں نہیں۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے اپنا خطاب سب سے زیادہ جاذب نظر مسئلہ ''ہندو مسلم اتحاد'' پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے ختم کیا۔ اس سلسلے میں انہوں نے فرمایا:

''مجھے یقین ہے کہ تمام صاحبِ فکر حضرات اس کے دل سے قائل ہیں کہ ہماری اصل ترقی کا راز ایک ہی سرزمین سے تعلق رکھنے والی دو اقوام کے مابین خیرسگالی، میل جول اور تعاون میں مضمر ہے، ترقی کا اصل نقطہ ماسکہ ان کے اتحاد و اشتراک کے درمیان واقع ہے، تاہم اس کا حل مشکل نہیں ہے۔''

قائداعظم محمد علی جناح پوری قوم کے وکیل کی حیثیت سے خطاب کر رہے تھے۔ وہ اپنا سیاسی نظریہ یا ذاتی تجزیہ بیان نہیں کر رہے تھے۔ ان کی دلیل یہ تھی:

''قربانی اکثریتی قوم کو دینی ہوگی۔ انہیں اس کا صلہ بھی حسبِ حال ملے گا، اس لیے میں اپنے ہندو دوستوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ فراخدلی اور اعتدال پسندی سے کام لیں، اور مسلمانوں کی دیگر سرگرمیوں کا خیر مقدم اور ان کی حوصلہ افزائی کریں، خواہ انہیں جداگانہ انتخاب کے معاملہ میں کچھ قربانی کیوں نہ دینی پڑے۔

یہ اختیارات کی بیوروکریسی سے جمہوری نمائندوں کو منتقلی کا مسئلہ ہے۔ آیئے ہم وقتی طور پر اپنی تمام تر توجہ اور قوت محض اس اکیلے سوال پر مرکوز کر دیں۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کو متحد ہو جانا چاہیے، اور اس انتقالِ اختیارات کو بہ عجلت ممکنہ مؤثر بنانے کے لیے ہر آئینی اور جائز وسیلہ بروئے کار لانا چاہیے۔ ہم

ایک سیدھی راہ پر ہیں، ارض موعودہ (راحت بخش مقام) ہماری نگاہوں کے سامنے ہے۔ نوجوان ہندوستان کا نصب العین اور اس کے لیے کھلا راستہ یہی ہے کہ قدم آگے بڑھاؤ۔''

ایک گناہِ عظیم

سید شریف الدین پیرزادہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اور میری بیوی عید کے موقع پر قائداعظم محمد علی جناح سے ملنے گئے۔ قائداعظم محمد علی جناح نے پوچھا:

''کتنے روزے رکھے ہیں۔''

شریف الدین پیرزادہ نے جواب دیا:

''پورے۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا:

''تم پر پورے روزے فرض تھے، آپ نے روزے بھی رکھے اور گناہ کے مرتکب بھی ہوئے۔''

بیگم پیرزادہ یہ سن کر پریشان ہوگئیں اور کہنے لگیں:

''سر ہم نے تو کوئی گناہ نہیں کیا۔''

قائداعظم محمد علی جناح ان کی پریشانی دیکھ کر ہنس دیے اور کہنے لگے:

''آپ اور آپ کے میاں تحریکِ پاکستان سے وابستہ ہیں، اور بقول گاندھی پاکستان کا مطالبہ ایک گناہِ عظیم ہے۔''

اس پر دونوں میاں بیوی ہنس دیے۔

گاندھی نے انہی دنوں مطالبۂ پاکستان کرنے والوں پر گناہ گار ہونے کا مہاتمائی فتویٰ جاری کیا تھا۔

ایلیمنٹری ایجوکیشن بل

اپریل 1912ء میں یہ بل لیجسلیٹو کونسل میں پیش ہوا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے مثبت تنقید کے حق کو اُجاگر کرتے ہوئے اپنی تقریر میں کہا:

''میں نہایت دیانتداری سے یہ کہتا ہوں کہ حکومت یہ بتائے کہ کیا تعلیم کا مطلب بغاوت ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ مملکت کے ہر فرد کا فرض ہے کہ وہ حکومت اور اس کے اقدامات پر بے تکلفی اور آزادی سے تنقید کرے۔ مجھے یہ بھی کہنے دیجیے کہ حکومت کو اس ملک میں اپنے لیے دوست اگر کہیں سے مل سکتے ہیں تو وہ صرف تعلیم یافتہ طبقے ہی سے مل سکتے ہیں، لیکن میرے ان الفاظ کا یہ مطلب بھی لیا جا سکتا ہے کہ میں برطانوی حکومت سے محبت کرتا ہوں حالانکہ ہمیں اپنے ملک سے زیادہ محبت ہے ہم حکومت پر تنقید کرتے ہیں۔ ہم حکومت سے کہتے ہیں کہ آپ غلط راستے پر گامزن ہیں۔ اگر کسی غلطی کی نشاندہی کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ چونکہ غلط ہیں لہٰذا غلطی کرتے ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ صاف ستھری اور آزادانہ تنقید بغاوت نہیں ہے۔''

قائداعظم محمد علی جناح ان ارکان سے متصادم ہوئے جو تعلیم کے خلاف تھے۔ قائداعظم محمد علی جناح کونسل کے رکن نواب عبدالمجید پر برس پڑے جنہوں نے تعلیم کو فروغ دینے کی شدید مخالفت کرتے ہوئے بل پر لایعنی اعتراضات کیے تھے۔

قائداعظم محمد علی جناح نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا:

''میرے دوست نواب عبدالمجید نے کہا ہے کہ پھر ہڑتالیں ہوں گی، اور ہمارے درمیان سوشلسٹ ہوں گے، اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ عزت مآب نواب مجید نے سیاسی خطرات کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اگر تم لوگوں کو تعلیم دو گے تو وہ ایجی ٹیٹر بن جائیں گے۔''

ایم اے جناح روڈ

یہ کراچی کی بندر روڈ کا موجودہ نام ہے۔

مزار قائداعظم محمد علی جناح سے ٹاور اور پھر کراچی پورٹ ٹرسٹ کے دفتر اور نیٹی جیٹی کے پل تک یہ سڑک کراچی کا معروف ترین علاقہ ہے اس پر ٹاور کے قریب ہی کھارادر ہے جس کے تھانے کے قریب نیونیہم روڈ ہے۔ اس سڑک پر مزار قائداعظم، قائداعظم اکیڈمی اور خالق دینا ہال کی دیدہ زیب عمارات بھی واقع ہے۔

ایمی بائی

(دیکھئے: پہلی شادی)

ایمان کا رشتہ

قائداعظم محمد علی جناح کے نزدیک جغرافیائی دوری کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھی۔ اس کا ثبوت پاکستان کے دو حصے یعنی مشرقی اور مغربی پاکستان تھے (افسوس صد افسوس جو یکجا نہ رہ سکے) دونوں حصوں کے درمیان تقریباً ایک ہزار میل کا فاصلہ تھا، لیکن جس چیز نے ان دونوں حصوں کو ایک رشتے اور ایک ہی رسی میں پرو دیا تھا وہ ہے ''رشتہ ایمان'' دونوں حصوں کے باسی مسلمان ایک خدا، ایک قرآن اور ایک رسول ﷺ کے ماننے والے تھے۔

قائداعظم محمد علی جناح نے 19 فروری 1948ء کو آسٹریلیا کے عوام سے ایک نشری خطاب میں اس حقیقت پر اس طرح روشنی ڈالی:

> ''مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان ہزار میل کے قریب بھارتی علاقہ ہے۔ بیرونِ ملک کا کوئی بھی طالب علم سب سے پہلے یہ سوال کرسکتا ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے؟ ایسے علاقوں کی حکومت میں جن کے درمیان اس قدر طویل فاصلہ حائل ہو، اتحاد کیسے ہو سکتا ہے؟ میں اس سوال کا ایک لفظ میں جواب دے سکتا ہوں، اور وہ ہے ''ایمان'' ایمان اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات پر، اپنے اوپر اعتماد اور اپنے مقدر پر بھروسہ، لیکن میں سمجھ سکتا ہوں کہ جو لوگ ہم سے واقف نہیں ہیں، انہیں اس مختصر سے جواب کے مضمرات کو سمجھنے میں شاید دقت محسوس ہو۔ لیجئے میں آپ کے سامنے تھوڑا سا پس منظر بیان کر دیتا ہوں۔
>
> ہماری عظیم اکثریت مسلمان ہے، ہم رسولِ خدا ﷺ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہیں۔ ہم اسلامی ملت و برادری کے رکن ہیں، جس میں حق، وقار اور خودداری کے تعلق سے سب برابر ہیں۔ نتیجتاً ہم میں اتحاد کا ایک خصوصی اور گہرا شعور موجود ہے، لیکن غلط نہ سمجھئے۔ پاکستان میں کوئی نظام پاپائیت رائج نہیں۔ اس طرح کی کوئی چیز نہیں ہے۔ اسلام ہم سے دیگر عقائد کو گوارہ کرنے کا تقاضا کرتا ہے، اور ہم اپنے ساتھ ان لوگوں کے گہرے اشتراک کا پرتپاک خیرمقدم کرتے ہیں، جو خود پاکستان کے سچے اور وفادار شہریوں کی حیثیت سے اپنا کردار ادا کرنے کے لیے آمادہ اور رضامند ہوں۔
>
> نہ صرف یہ کہ ہم میں سے بیشتر لوگ مسلمان ہیں، بلکہ ہماری اپنی تاریخ ہے، رسوم و روایات ہیں اور وہ تصوراتِ فکر ہیں، وہ نظریہ اور جبلت ہے، جس سے قومیت کا شعور ہوتا ہے۔ ہند میں صوبوں سے ہمارا ایک مقام تھا۔ کسی وقت وہ اعلیٰ و ارفع تھا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب مغلوں کا فرمان ساحل تا بہ ساحل جاری و ساری تھا۔ ہم اس عہد کو صرف تاریخی

نقطہ نظر سے دیکھتے ہیں۔ اب ہمارے پاس مقابلتاً کم علاقہ ہے، جو بلحاظ رقبہ انگلستان سے چار گنا ہے۔ یہ ہمارا ہے اور ہم اس پر قانع ہیں۔ ہم اپنے ہمسائیوں کے خلاف جارحانہ عزائم نہیں رکھتے۔ ہم صلح و آشتی کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔ ہم سکون کے ساتھ اور اپنے طریقے سے اپنے مستقبل کو سنوارنا چاہتے ہیں، اور امور عالم میں اپنا جائز حق ادا کرنا چاہتے ہیں۔"

ایمان کی پختگی

(دیکھئے: ریڈیو بمبئی)

اینڈ آف ایمپائر (End of Empire)

زوال سلطنت برطانیہ کی فلم۔

یہ فلم 1985ء میں 14 اقساط میں دکھائی گئی۔ اس فلم میں تحریکِ پاکستان اور قیامِ پاکستان کے لیے کی گئی جدوجہد کو منظر عام پر لایا گیا۔ نیز یہ بھی دکھایا گیا کہ قائداعظم محمد علی جناح مسلمانوں کے واحد ترجمان تھے یہ فلم چینل نمبر 4 پر دکھائی گئی۔

اینگلو عربک کالج دہلی

قائداعظم محمد علی جناح نے 1939ء میں اس کالج کی ایک تقریب میں شرکت کی اور اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا:

"اپریل 1936 میں جب مسلم لیگ کی حیات نو کا آغاز ہوا تو مولانا شوکت علی نے مسلم لیگ کے ذریعہ مسلمانوں کی خدمت کا تہیہ کیا تھا۔ انہوں نے اپنے اس فیصلے پر آخر وقت تک عمل کیا اور 1936ء سے مرتے دم تک وہ میرے بہترین رفیق کار رہے۔ ہر چند کہ اب وہ ہم میں موجود نہیں رہے، لیکن میں بددل یا مایوس نہیں ہوں کیونکہ ہمارے کام کا آغاز ہو چکا ہے، اور کام بہرحال جاری رہے گا خواہ مطلوبہ مقاصد حاصل کرنے میں کتنی مدت ہی کیوں نہ لگ جائے۔ میں سارے مسلمان مردوں اور عورتوں سے مطالبہ کرتا ہوں کہ حالات حاضرہ کو پوری طرح سمجھنے کی کوشش کریں۔"

اینمل ہسبنڈری کالج لاہور

یکم اکتوبر 1947ء کو قیامِ پاکستان کے بعد قائداعظم محمد علی جناح پہلی بار لاہور تشریف لائے تو پنجاب وٹرنری کالج (اب اینمل ہسبنڈری کالج) کے قیوم نامدار اور کالج کے استاد کیمیا و طبیعات غلام صفدر خاں نے رضا کارانہ طور پر پرچمِ ہلالی تیار کیا اور قائداعظم محمد علی جناح کی خدمت میں پیش کیا۔ یہ پرچم بطور یادگار اینمل ہسبنڈری کالج لاہور کی لائبریری میں محفوظ ہے، اور اس کے نیچے بحروف انگریزی یہ تحریر درج ہے۔

"یکم اکتوبر 1947ء کو باغ جناح لاہور کے جلسہ عام میں قائداعظم محمد علی جناح نے پاکستان کے پہلے گورنر جنرل کی حیثیت سے اپنی اولین آمد پر یہ پرچم لہرایا۔"

ایسوسی ایٹڈ پریس آف امریکہ

قائداعظم محمد علی جناح نے یکم جولائی 1942ء کو ایسوسی ایٹڈ پریس آف امریکہ کو ایک انٹرویو دیا جس میں اسلامی ثقافت کو اُجاگر کرتے ہوئے فرمایا:

"ہم اپنی امتیازی روایات مثلاً ثقافت، تہذیب، زبان، ادب، آرٹ، فن تعمیر، قوانین اور اخلاقی اقدار، رسوم و رواج، تقویٰ، تاریخ، روایات، رجحانات اور منفرد حیثیت رکھتے ہیں۔ ہماری زندگی کے تمام نظریات سب سے علیحدہ اور مخصوص قسم کے ہیں۔ اس لیے بین الاقوامی تصورات کی رو سے ہم ایک علیحدہ اور جداگانہ ملت کی

حیثیت رکھتے ہیں۔''

ایمنے اسٹیورٹ

29 فروری 1944ء کو نیوز کرانیکل کے نمائندے ایمنے اسٹیورٹ نے قائداعظم محمد علی جناح سے سوالاً جواباً گفتگو کی۔

سوال جواب حسب ذیل ہیں:

مسٹر ایمنے نے سوال کیا:

''موجودہ صورت حال کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟''

قائداعظم محمد علی جناح نے جواب دیا:

''حکومت موجودہ صورت حال پر مطمئن دکھائی دیتی ہے۔ جہاں تک نئے اقدام کا تعلق ہے ہمارا خیال ہے کہ حکومت مفلوج ہو کر رہ گئی ہے۔ کانگریس کو باغی جماعت قرار دیا گیا ہے۔ اس کے باوجود اس کے نقطہ نگاہ میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی۔''

مسٹر ایمنے نے پوچھا:

''حکومت کانگریس سے مذاکرات کیوں نہیں کرتی۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ راج گوپال اچاریہ قسم کے رہنماؤں کو اس امر پر آمادہ کرے کہ وہ مسٹر گاندھی پر اس غرض کے تحت دباؤ ڈالیں کہ مسٹر گاندھی اپنے رویے میں لچک پیدا کریں۔ راج گوپال اچاریہ آپ (قائداعظم) کے پیش کردہ تقسیم ملک کے مطالبے کو پوری طرح تسلیم کر چکے ہیں۔ اس لیے وہ اس مرحلے پر بہت موثر ثابت ہو سکتے ہیں۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے جواب میں کہا:

''اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب تک مسٹر گاندھی کو آمادہ نہیں کیا جاتا حکومت ہمارے جائز مطالبہ پاکستان کو تسلیم نہیں کرے گی۔ یہ صورت حال ہمیں منظور نہیں۔ جہاں تک حکومت کا تعلق ہے میں نہیں کہہ سکتا کہ اس بارے میں وہ کسی پالیسی پر گامزن ہے، لیکن اگر حکومت آپ کے مشورے پر عمل کرے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جیت کانگریس کی ہوئی اور کانگریس کے بغیر حکومت کا کام نہیں چل سکتا۔''

مسٹر ایمنے نے پوچھا:

''تو پھر کیا کیا جانا چاہیے؟''

قائداعظم محمد علی جناح نے جواب دیا:

''اگر حکومت برطانیہ ہندوستان میں امن قائم کرنے کی مخلصانہ خواہش رکھتی ہے تو اسے چاہیے کہ وہ نیا آئین وضع کرے جس کے تحت برصغیر کو دو علیحدہ خودمختار ریاستوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ مسلمانوں کو جو برصغیر کی آبادی کا ایک چوتھائی حصہ ہیں پاکستان کو دیا جائے، اور ہندوؤں کو ہندوستان دیا جائے جو ملک کے تین چوتھائی حصے پر مشتمل ہوگا۔''

مسٹر ایمنے نے سوال کیا:

''لیکن یہ یقیناً کوئی اچھی بات نہ ہوگی کہ برصغیر کو دو حصوں میں تقسیم کر کے کمزور کر دیا جائے۔ اس طرح برصغیر مستقبل کے خطرات سے دوچار ہو جائے گا اور بیرونی حملے کا خدشہ بڑھ جائے گا۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے جواب دیا:

''میں اس امر سے قطعی متفق نہیں کہ ہندوستان کو جبری اتحاد کے تحت محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔ درحقیقت ایسی صورت میں وہ زیادہ غیر محفوظ ہوگا۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین کبھی سمجھوتہ نہیں ہو سکتا۔ فیڈریشن کا کوئی معاہدہ جس کے تحت ہندو اور مسلمان مل کر ایک وحدت کے طور پر کام کریں ناممکنات میں سے ہے۔ نیوفاؤنڈ لینڈ New Found Land کو مکمل

آزادی کی ضمانت دی گئی ہے۔ اگر نیو فاؤنڈ لینڈ ایسا چھوٹا ملک کینیڈا ایسے بڑے ملک کی موجودگی میں اپنے قدموں پر کھڑا ہو سکتا ہے، تو پھر پاکستان بھی اپنی سات آٹھ کروڑ کی آبادی کے ساتھ جو برطانیہ کی آبادی سے دوگنی ہے یقیناً زیادہ مضبوطی سے اپنا وجود قائم و برقرار رکھ سکتا ہے۔ روس نے اپنے ملک کو سولہ خودمختار ریاستوں میں تقسیم کر رکھا ہے لیکن اس تقسیم سے روس کمزور نہیں ہوا۔ برطانیہ نے ہندوستان میں متحدہ قومیت کے تصور کو مضبوط بنانے کے لیے برسوں جدوجہد کی لیکن وہ اپنی کوششوں میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ اب برطانیہ کو یہ تسلیم کر لینا چاہیے کہ ہندوستان میں دو قومیں آباد ہیں۔''

مسٹر ایمنے نے سوال کیا:

''مگر آپ جانتے ہیں کہ کانگریس اور ہندو اس بات کو ہرگز تسلیم نہیں کریں گے۔ اگر حکومت کسی ایسے منصوبے پر عمل درآمد کرے گی تو کانگریس اور ہندو سول نافرمانی کا آغاز کر دیں گے جس کے نتیجے میں تشدد ہوگا اور ممکن ہے کہ خانہ جنگی شروع ہو جائے؟''

قائداعظم محمد علی جناح نے اپنے جواب میں کہا:

''معاملہ اس کے برعکس ہے اگر آج حکومت برطانیہ پاکستان اور ہندوستان کی الگ الگ ریاستوں کو تشکیل دینے کا اعلان کر دے گا تو کانگریس اور ہندو تین ماہ کے اندر اندر اس صورت حال کو تسلیم کر لیں گے بہ الفاظِ دیگر حکومت کو کانگریس کی شاطرانہ چال کو سمجھ لینا چاہیے۔ درحقیقت پاکستان کے اصول اساسی پر مسلم اکثریت کے پانچ صوبوں میں پہلے ہی سے عمل درآمد ہو رہا ہے جہاں مسلم لیگ کی وزارتوں اور ہندو وزراء بھی شامل ہیں۔ پاکستان کا قیام ہر فریق کے مفاد میں ہوگا، فی الحقیقت پاکستان کو تسلیم کر لینے کے بعد ہندوؤں کو کوئی شکایت نہیں ہوگی، کیونکہ اس طرح وہ ہندوستان کے تین چوتھائی حصے کے مالک بن جائیں گے۔ جو رقبہ اور آبادی کے لحاظ سے روس اور چین سے قطع نظر دنیا کا سب سے بڑا خودمختار ملک ہوگا۔''

مسٹر ایمنے نے سوال کیا:

''ایسی صورت میں یقیناً خانہ جنگی ہوگی آپ برصغیر میں ایک ایسا ہندوستانی آئرلینڈ بنا رہے ہوں گے، جس پر ایک دن ہندو متحدہ ہندوستان کے نام پر حملہ آور ہوں گے۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے کہا:

''میں آپ سے اتفاق نہیں کرتا۔ نئے آئین کے تحت تصفیے اور مناسب رد و بدل کے لیے عبوری دور ہوگا، جس کے دوران مسلح افواج اور سفارتی امور بدستور حکومت برطانیہ کے ماتحت رہیں گے۔ حکومت برطانیہ اور دونوں قوموں کے نئے آئین پر عملدرآمد کی رفتار اس عبوری دور کے وقفے کا تعین کرے گی، بالآخر برصغیر کی دونوں قومیں حکومت برطانیہ سے معاہدہ کریں گی جیسا معاہدہ حکومت مصر نے آزادی حاصل کرتے وقت کیا تھا۔''

مسٹر ایمنے نے اگلا سوال کیا:

''اگر حکومت برطانیہ نے برصغیر چھوڑنے سے محض اس لیے انکار کر دیا کہ ہندوستان اور پاکستان اچھے ہمسایہ ملکوں کی حیثیت سے نہیں رہ سکتے تو پھر کیا صورت حال ہوگی؟''

قائداعظم محمد علی جناح نے جواب میں کہا:

''ایسا بھی ہو سکتا ہے لیکن اس کا امکان بہت کم ہے۔

اگر ایسا ہوا بھی تو ہم پہلے کی نسبت کہیں زیادہ خودمختار ہوں گے کہ ہم حکومت برطانیہ کے ساتھ کوئی معاہدہ کرسکیں گے جو تعطل کی موجودہ حالت میں ممکن نہیں۔''

مسٹر ایمنے نے اگلا سوال کیا:

''کیا آپ کو یقین ہے کہ حکومت برطانیہ اپنے اس قول میں واقعی مخلص ہے کہ وہ ہندوستان کو پہلی فرصت میں آزادی کا پروانہ دینے کی خواہش رکھتی ہے؟''

قائداعظم محمد علی جناح نے جواب دیتے ہوئے کہا:

''میں حکومت برطانیہ کے خلوص کو اس وقت تسلیم کروں گا جب وہ ہندوستان کو تقسیم کر کے ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کو آزادی دے دے گی جیسا کہ جان برائٹ Jhon Bright نے کہا تھا۔''

''انگلستان برصغیر میں کب تک حکومت کرنے کا ارادہ رکھتا ہے کیا کوئی معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والا شخص بھی اس بات کو تسلیم کرنے پر تیار ہے کہ اس قدر بڑے ملک جس میں کئی مختلف قومیں آباد ہیں، اور کئی مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں اس ملک کو کسی بھی صورت میں ایک مضبوط اور دیرپا سلطنت کی حیثیت میں قائم و برقرار رکھا جاسکتا ہے۔''

مسٹر ایمنے نے سوال کیا:

''کیا آپ دہلی میں قیام کے دوران وائسرائے سے ملنا چاہیں گے؟''

قائداعظم محمد علی جناح نے جواب میں کہا:

''اگر وائسرائے مجھ کہے گا کہ میں اس سے ملوں تو میں اس سے بخوشی ملاقات کروں گا۔ اس سے زیادہ میں اور کیا کہہ سکتا ہوں۔''

ایوانِ نوادرات قائداعظم

ایوانِ نوادرات قائداعظم کا قیام 23 مارچ 1988ء کو وفاقی وزیر رہائش و تعمیرات حاجی حنیف طیب کی کوششوں سے عمل میں آیا۔ یہ قائداعظم محمد علی جناح کے مزار سے ملحق ہے، اور اس میں قائداعظم محمد علی جناح کی وہ اشیاء رکھی گئی ہیں جو عرصہ دراز سے بکھری پڑی تھیں۔ یہ ایک بڑا اور ایئر کنڈیشنڈ ہال ہے۔ اس میں قائداعظم محمد علی جناح کی ذاتی کار بھی موجود ہے، اور گورنر جنرل کی حیثیت سے استعمال میں آنے والی کار بھی شامل ہے۔ کاروں کے علاوہ قائداعظم محمد علی جناح کے ملبوسات، چشمے، قلم، گاف اسٹک، لائبریری، لگانے کی چیزیں، کاغذات، دیگر اسٹیشنری، گھریلو استعمال کے ظروف، تحائف میں ملی ہوئی نادر اشیاء اور اسناد وغیرہ موجود ہیں۔ ان کے سوٹ اور شیروانی کے پس منظر میں ایسی تصاویر آویزاں کی گئی ہیں جن میں قائداعظم محمد علی جناح وہی لباس زیب تن کیے ہوئے ہیں۔ ایک ڈائننگ ٹیبل پر برتن اس ترتیب سے رکھے گئے ہیں گویا قائداعظم محمد علی جناح اور ان کے مہمان کھانے پر آنے والے ہیں۔ لائبریری کا گوشہ بھی اسی طرح سجایا گیا ہے قائداعظم محمد علی جناح کی میز پر اسٹیشنری اسی طرح رکھی گئی ہے جس طرح وہ خود رکھتے تھے۔

ایوب کھوڑو، محمد

تحریکِ آزادی کے ممتاز رہنما تھے۔

محمد ایوب کھوڑو کی پہلی ملاقات 1928ء میں سکھر میں اس وقت قائداعظم محمد علی جناح سے ہوئی جب وہ اسپیشل مجسٹریٹ کی عدالت میں پیر صبغت اللہ شاہ پگاڑا کے وکیل کی حیثیت سے پیش ہونے کے لیے آئے تھے۔

محمد ایوب کھوڑو 1901ء میں پیدا ہوئے۔ نہایت نوعمری



محمد ایوب کھوڑو

1980 - 1901

تحریک پاکستان کے ممتاز رہنما محمد ایوب کھوڑو لاڑکانہ کے نزدیک ایک گاؤں عاقل میں پیدا ہوئے آپ نے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز لوکل بورڈ کے رکن منتخب ہونے سے کیا 1923ء میں بمبئی کی مجلس قانون ساز کے رکن منتخب ہوئے اور 1935ء تک اس نشست پر مسلمانان سندھ کی نمائندگی کرتے رہے آپ نے سندھ کو بمبئی سے الگ ایک صوبہ بنانے کی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ 1928ء میں آپ کی پہلی ملاقات سکھر میں قائداعظمؒ سے ہوئی اور آپ نے مسلم لیگ کی سرگرمیوں میں حصہ لینا شروع کیا 1946ء میں قائداعظم کی اپیل پر آپ نے خان بہادر کا خطاب واپس کر دیا قیام پاکستان کے بعد آپ سندھ کے پہلے وزیراعلیٰ منتخب ہوئے آپ 26-اپریل 1948ء تک اس عہدے پر فائز رہے بعدازاں دوبار آپ وزیراعلیٰ بنے آپ مغربی پاکستان کے وزیر اور پھر وفاقی وزیر دفاع بھی رہے۔ مادرِ ملتؒ کے صدر انتخاب کے مہم میں بھی آپ نے بھرپور حصہ لیا۔

میں سیاست کے میدان میں قدم رکھا۔ 1922ء میں سندھ کے نمائندے کی حیثیت سے بمبئی لیجسلیٹو کونسل کے اجلاس میں شرکت کی۔ 1928ء میں سندھ آزاد کانفرنس کے صدر اور سندھ محمڈن ایسوسی ایشن کے نائب صدر منتخب ہوئے۔ 1928ء میں قائداعظم محمد علی جناح سے ملاقات ہوئی۔ 1929ء میں وہ سائمن کمیشن کے سامنے پیش ہوئے، اور سندھ کی بمبئی سے علیحدگی کے بارے میں ایک یادداشت پیش کی۔ جون 1933ء میں لندن میں بھی انہوں نے سندھ کی علیحدگی کے بارے میں دلائل دیے۔ قائداعظم محمد علی جناح 1938ء میں جب سندھ آئے تو انہوں نے جیکب آباد اور لاڑکانہ کا دورہ کرایا۔ 1937ء سے 1958ء تک سندھ اسمبلی اور بعدازاں دستور ساز اسمبلی کے رکن رہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد سندھ مسلم لیگ کے صدر اور تین مرتبہ وزیراعلیٰ رہے۔ قائداعظم محمد علی جناح سے خط و کتابت رہی۔ یہاں صرف وہی خطوط پیش کیے جا رہے ہیں جو قائداعظم محمد علی جناح نے محمد ایوب کھوڑو کو لکھے۔

ایوب کھوڑو جناح مراسلت

ماؤنٹ پلیزنٹ روڈ
مالابارہل۔ بمبئی
یکم اکتوبر 1941ء
ڈیئر مسٹر کھوڑو!

آپ کا 24 ستمبر کا خط موصول ہوا جس میں اخبارات کے تراشے ملفوف ہیں۔ خان بہادر اللہ بخش کو نام نہاد نیشنل کونسل کے ممبر کی حیثیت سے کام کیے جانے کی اجازت دینے پر مسٹر گاندھی اور کانگریس ہائی کمانڈ پر آپ کی تنقید سے مجھے اتفاق ہے، لیکن میں نہیں سمجھ سکتا کہ میں اس سلسلے میں کیا کرسکتا ہوں۔ یہ قطعی طور پر مسلمانانِ سندھ کے اختیار میں ہے۔ آپ نے کہا کہ ہندو اقلیت متحد اور پوری طرح منظم ہے اور مسلم اکثریت میں پھوٹ ڈال کر وہ اپنا کھیل بڑی کامیابی کے ساتھ کھیل رہی ہے۔ درست، یہ ہم پر بھی ظاہر ہے اور یہی سبب ہے کہ میں آپ پر اور مسلم لیگ کی تنظیم کے دوسرے لیڈروں پر زور ڈالتا رہا ہوں کہ اپنے عوام کو منظم کیجیے اور مسلم اکثریت کو تقسیم ہونے سے بچائیے لیکن آپ لوگ نتیجہ برآمد ہونے میں بے صبری سے کام لیتے ہیں۔ آپ چاہتے ہیں کہ نتائج جلد برآمد ہوں۔ میں دوبارہ آپ سے اور مسلم لیگ کے دوسرے لیڈروں سے اپنی پرزور خواہش کا اظہار کرتا ہوں کہ اپنے عوام کو منظم کیجیے تاکہ سندھ کی جو صورت حال آپ کو درپیش ہے۔ آپ اس کا مقابلہ کرسکیں۔ مجھے افسوس ہے کہ پاکستان کے متعلق آپ کے خیالات نہایت مبہم ہیں تاہم میں خوش ہوں کہ آپ نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ قطعی طور پر ایک جداگانہ نوعیت کا مسئلہ ہے۔ میں یقیناً آپ سے اور دوسرے مسلم لیگی لیڈروں سے تبادلہ خیال کرنا پسند کروں گا۔ امید ہے کہ آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے اجلاس میں جو اکتوبر کے آخری ہفتے میں دہلی میں منعقد ہو رہا ہے۔ آپ کثیر تعداد میں شرکت کریں گے۔ ضروری ہوا تو میرے کراچی آنے کا سوال بھی وہاں بحث میں لایا جاسکتا ہے۔

نیک خواہشات کے ساتھ
آپ کا مخلص
ایم اے جناح

خط نمبر 2

ماؤنٹ پلیزنٹ
مالابارہل بمبئی
10 جون 1942ء
ڈیئر مسٹر کھوڑو!

آپ کے خط مورخہ 5 جون کا بہت بہت شکریہ۔ مجھے خوشی ہے کہ سکھر اور جیکب آباد کے ضلعوں میں آپ کا دورہ نہایت کامیاب رہا۔ میں اپنے اور آپ کے دوست میر جعفر علی خاں جمالی کو خط لکھوں گا، اور ان کی گراں قدر امداد اور لیگ کے لیے خدمات پر اظہارِ تحسین پیش کروں گا۔ میں ان سے ایک سے زائد مرتبہ مل چکا ہوں۔ الٰہ آباد میں بھی میری ان سے ملاقات ہوئی تھی میں جانتا ہوں کہ وہ بڑے پکے لیگی ہیں۔ جہاں تک صوبائی مسلم لیگ کے اجلاس کی کارروائی کے متعلق مسٹر راشدی کے بیان کا تعلق ہے، میں اس کی مکمل تفصیلات جاننا چاہتا ہوں۔ مجھے خوشی ہے کہ آپ بیان کی ایک نقل مجھے بھیج رہے ہیں۔ امید ہے کہ آپ بخیر ہوں گے۔

نیک خواہشات کے ساتھ

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

خط نمبر 3

ماؤنٹ پلیزنٹ روڈ

مالابار ہل بمبئی

13 جولائی 1942ء

ڈیئر مسٹر کھوڑو!

آپ کے 6 جولائی کے خط اور صوبائی مسلم لیگ کونسل منعقدہ ماہ مئی کے اجلاس کی ملفوفہ مختصر یادداشت کا بہت بہت شکریہ۔

براہِ مہربانی مجھے وقتاً فوقتاً یاد کرتے رہا کیجیے۔ مسٹر راشدی کے بارے میں یہ ہے کہ چند روز ہوئے وہ مجھ سے ملنے آئے اور میں نے انہیں بتایا کہ ان کے خلاف مختلف حلقوں میں جو رپورٹیں موصول ہوئی ہیں، ان سے قطع نظر اخبارات میں ان کی جو تحریریں شائع ہوئی ہیں۔ وہ میرے خیال میں ان لوگوں کے ذہن میں تشویش پیدا کرنے کے لیے کافی ہیں جو سندھ میں پیدا ہونے والی صورت حال کا مقابلہ کرتے رہے ہیں۔ میں نے ان کو مشورہ دیا کہ اگر وہ اکثریت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نہیں دیکھ سکتے، اور مسلم لیگ کے نظم ونسق کی ذمہ داری اب نئے ہاتھوں میں، تو ان کے لیے مناسب طریق کار یہ ہوگا کہ رضا و رغبت سے ان لوگوں کو متاثر کریں نہ کہ جارحیت پر اتر کر تفریق پیدا کریں، اور اپنا بیشتر وقت اپنے اخبار کو ایک اعلیٰ درجے کا اخبار بنانے میں صرف کریں، اور مسلم لیگ کے معاملات عہدہ داروں اور انتظامیہ کے ہاتھوں میں چھوڑ دیں۔ مجھے امید ہے کہ وہ میرے مشورے پر عمل کریں گے اور کسی قسم کی گڑبڑ پیدا نہ کریں گے، لیکن آپ لوگ خود بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ان کے ساتھ کس طرح پیش آنا چاہیے، اور اس مسئلہ میں کیا کرنا چاہیے۔ میرے سندھ آنے اور ورکنگ کمیٹی یا کونسل کا اجلاس کراچی میں بلانے کے متعلق عرض یہ ہے کہ میں یقیناً آپ کی تجویز پر غور کروں گا، اور سوچوں گا میں اس معاملے میں کیا کر سکتا ہوں لیکن آپ سمجھ سکتے ہیں کہ لوگوں کا کراچی پہنچنا چنداں آسان نہیں ہے کیونکہ وہ کوئی مرکزی مقام نہیں ہے۔ میں آپ کی خواہش کو سمجھ سکتا ہوں کہ آپ ہم سب کو وہاں بلانا چاہتے ہیں۔ اس سے آپ میں سے ان لوگوں میں خاطر خواہ تحریک پیدا ہوگی جو ہمارے مقصد کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں چنانچہ میں آپ کے نقطہ نظر کو پسند کرتا ہوں لیکن آپ کو بھی مشکلات کا اندازہ لگانا چاہیے۔

نیک خواہشات

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

ب

باب الاسلام

(دیکھئے: کراچی)

بابا جناح

معروف سکالر اشفاق احمد مرحوم نے قائداعظم محمد علی جناح کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کیا:

"آپ کی آسانی کے لیے عرض کروں کہ بابا وہ ہوتا ہے۔ جو لینے کی بجائے دینے کے مقام پر ہو۔ بہت سی زبانوں میں بابا کے لفظ کا استعمال ہوتا ہے، تو تھوڑی سی ان کی شکل بدل جاتی ہے۔ کہیں اسے بابد کہتے ہیں۔ اٹالین میں اسے باپک کہتے ہیں۔ انڈونیشین میں اسے باپو کہتے ہیں۔ اس کا زبردست روٹ (root) جو لفظ ہے۔ وہ لفظ بابا سے ہے۔ باپ کی سب سے بنیادی خصوصیات یہ ہوتی ہے کہ وہ گھر کے اندر، اپنے گھروندے کے اندر، اپنے خاندان کے اندر، دینے والا ہوتا ہے۔ لینے والا نہیں ہوتا۔ جو شخص کسی بھی انسانی گروہ کے درمیان دینے کے مقام پر ہو وہ بابا ہے، اور یہ موٹی سی اس کی نشانی ہے۔ جب بھی آپ کسی آدمی کو ایسے مقام پر دیکھیں تو پھر آپ کہیں کہ یہ بابا ہے، اور یہ داتا ہے۔ عطا کرنے والا آدمی ہے اور لینے والا ہو۔ سمیٹنے والا ہو، وہ بالکل اس کے الٹ ہوتا ہے اور عیاری کی بہت ساری منازل طے کر کے ایک گانٹھ کی صورت میں انسان بن کے زندگی بسر کر رہا ہوتا ہے۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ میری زندگی میں جو سب سے پہلے بابا آیا وہ دیر کی بات ہے۔ میں اس وقت سیکنڈر ایئر میں پڑھتا تھا تو میں یہاں لاہور میں تھا لیکن ایک قصبے کے ساتھ تعلق تھا۔ جہاں لمبی چھٹیوں میں لوٹ کر جانا پڑتا تھا۔ وہیں سے میں نے میٹرک کیا تھا تو وہاں کے لوگ دیہاتی لوگ، کسان لوگ، وہ ایک بابے کے عشق میں مبتلا تھے، اور وہ بابا ایسا تھا جسے ان لوگوں نے دیکھا نہیں تھا لیکن وہ جان لیتے تھے، سن لیتے تھے نام کہیں سے، خبر پہنچ جاتی تھی اور وہ اس کو بہت مانتے تھے اور تمنا اور آرزو میں بیٹھے رہتے تھے کہ وہ آئے گا، اور جو ہمارے دکھی دن ہیں ان کو یہ بابا کسی طرح سے ہماری زندگیوں سے دور کر دے گا، لیکن وہ بے چارے اس کے بارے میں زیادہ کچھ جانتے نہیں تھے تو میں بہت حیران ہوا کہ ان سے کہتا تھا کہ تمہارا بابا کیسا ہے جو تمہارے درمیان میں نہیں ہے اور تمہاری بولی نہیں بولتا۔ تم اس کی بولی نہیں سمجھتے تو پھر کیسے تمہارا اور اس کا رابطہ ہو۔ وہ کہتے تھے، بھلے ہم اس کی بات نہ سمجھیں، وہ ہماری بات نہ جانے لیکن دلوں کے اندر جو آرزوئیں پوشیدہ ہوتی ہیں، جو تمنائیں ہوتی ہیں، دل کی زبان ایک سانجھی زبان ہے جو ساری دنیا میں بولی جاتی ہے۔ اس بابے کو وہ قائداعظم کہہ کر پکارتے تھے اور اس کا نام لے کر وہ

اپنی زندگی گزار رہے تھے۔ وہ کہتے بھلے اس کی بولی ہم سے مختلف ہو، یہ بات ہماری جاننے اور سمجھنے لگے گا۔ بالکل اس طرح سے جیسے ہمارے بڑوں کی زبان ہمارے بابوں کی زبان چاہے مختلف ہے لیکن ہم اس سے اچھی طرح سے واقف ہیں اور ہمارے درمیان رابطے کا ایک سلسلہ قائم ہے۔ میں بہت حیران ہوتا تھا کہ اس وقت لوگ تھوڑے سے متزلزل تھے۔ کچھ دبدبے کا شکار تھے کہ کبھی آگے بڑھتے تھے کبھی پیچھے ہٹتے تھے۔

پھر ایک وقت ایسا آیا کہ انہی لوگوں نے لاہور کے اندر پنجاب یونیورسٹی کی سپورٹس گراؤنڈ میں جہاں اب ایک ہوائی جہاز کھڑا ہے اپنے بابے قائداعظم کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کوئی ایک لاکھ کا مجمع۔ بالکل Pindrop Silence میں، بے حس وحرکت خاموش بیٹھا ہوا ہے اور وہ اپنی زبان میں بات کر رہا ہے۔ جتنا بھی اس کا گھنٹے یا ڈیڑھ گھنٹے کا لیکچر ہوا اس میں اور یہ لوگ سارے کے سارے اس زبان سے واقف نہیں تھے۔ ایک ایک بات اپنے اندر سمو کے اپنے رگ و پے میں اتار کر وہاں سے اٹھے۔ باوجود اس کے کہ ان پر بہت مشکل وقت آیا ہوا تھا بات یہ تھی کہ وہ ان معنوں میں بابا تھا کہ وہ عطا کرنے والا آدمی تھا۔ وہ دینے والا آدمی تھا۔ لینے والی آنکھ نہیں تھی۔ اس نے بڑی چوکھی لڑائی لڑ کے برہمن کے خلاف اور انگریز کے خلاف، اپنے ماننے والوں کو ایک ملک لے کر دیا اور جب ملک لے دے چکا تو پھر اس نے اپنا سرمایہ، اپنا ورثہ ان سے چھپا کر نہیں رکھا، اور جب وہ یہاں سے جانے لگا تو اس نے اپنی ساری جائیداد سب کچھ اپنی قوم کو دے دیا۔ سب سے بڑا حصہ اس نے پشاور کے اسلامیہ کالج کو دیا، حالانکہ وہ زیادہ وہاں گئے نہیں تھے لیکن ان کو پسند تھا۔ پھر ایک حصہ علی گڑھ یونیورسٹی کو دیا، پھر سندھ مدرسہ کو دیا۔ جہاں وہ تعلیم حاصل کرتے رہے تھے، اور یوں ہاتھ جھاڑ کے اور فاطمہ جو ان کی بہت چہیتی بہن تھیں، اور بظاہر جس کے لیے انہیں بہت کچھ چھوڑ کے جانا چاہئے تھا۔ اس کی اتنی پرواہ نہیں کی اور وہ سب کچھ جو ان کے گاڑھے خون پسینے کی اپنی کمائی تھی جو انہوں نے وکالت کر کے کمائی تھی۔ یہاں سے کچھ نہیں لیا تھا۔ انہوں نے اپنے اس اکاؤنٹ سے وہ ساری کی ساری رقم اس کو دے کر یہاں سے رخصت ہو گئے۔ اس لیے آپ کے دلوں میں اور (ہم جو آپ سے بڑے ہیں تھوڑے سے غریب) ہمارے دلوں میں ان کی قدر باقی ہے۔''

اس مضمون میں آگے چل کر بیان کرتے ہیں:

''اس طرح بابے جناح نے اپنی زندگی میں بہت کچھ دیا۔ کبھی اللہ آپ کو وقت دے اور بیٹھ کر اس کو جانچنے لگیں تولنے لگیں تو آپ اندازہ نہیں لگا سکیں گے کہ وہ ایک دبلا پتلا، تپ دق زدہ، جسے آخر میں کینسر بھی ہو گیا تھا۔ اس نے کسی کو بتائے بغیر کبھی گلہ کیے بغیر کبھی ہائے یا اف کا لفظ نکالے بغیر۔ اس معاملے میں لگا رہا کہ میں دوں گا، اور اب آج کے سمجھدار سیاست دان، سیاست کے پنڈت، لکھنے والے، ولایت کے لوگ کہتے ہیں کہ ہندوستان نے پچھلے ایک سو برس میں صرف ایک ہی لیڈر پیدا کیا ہے اور اس کا نام محمد علی جناح تھا۔ لیڈر ایک ہی تھا۔ باقی کے لوگ اور بھی بہت سے تھے، گاندھی جی کا ہم احترام کرتے ہیں۔ ٹھیک تھے، لیکن وہ لیڈر نہیں تھے نہرو ایک

لاڈلا بچہ تھا اس کو سیاست میں دلچسپی نہیں تھی۔ادب میں البتہ تھی، اس نے خط وغیرہ لکھے، بڑے کمال کے ، بہت اچھے لکھے، لیکن انگریز کے ساتھ سیاست کی لڑائی میں آج کے سیانے کہتے ہیں۔وہ ایک یہ بندہ تھا جس نے انگریزوں سے کہا کہ آؤ اگر تم میرے ساتھ Constitutional Fight کرنا چاہتے ہو تو میں آئین کی جنگ لڑنے کے لیے تیار ہوں۔ میں ایک ایک باریک بات کھول کر بیان کروں گا۔ ادھر آؤ میں تمہیں آزماؤں تم مجھے آزماؤ۔ ہم بھاگنے والے لوگوں میں سے نہیں ہوں گے۔ تو گاندھی جی نے اپنا لباس تبدیل کیا، لوگوں کو دھرنے کی تعلیم، مرن بھرت، بھوک ہڑتال کئی کچھ کرتے تھے۔ ان کا اپنا انداز تھا لیکن وہ انگریز کے ساتھ آنکھ میں آنکھ ڈال کر ویسی Fight نہ دے سکے۔

قائداعظم کہتے تھے، میں لباس نہیں تبدیل کروں گا تمہاری زبان میں تم سے بات کروں گا، میں تمہارے بنائے ہوئے اصولوں کے مطابق ہی تمہارے قانون کے مطابق تم سے لڑائی لڑوں گا، اور پھر بار انہوں نے کہا۔ پاکستان تو بعد کی بات ہے۔ اللہ کرے آپ اس کو پڑھ سکیں، اور پوری تفصیلات کے ساتھ اس کی طرف جا سکیں تو اس بابے نے جو کہ دیہاتیوں، کسانوں، دہقانوں کا بابا تھا۔اسے قائداعظم کہتے تھے۔ اس نے دینے کے مقام پر کھڑے ہو کر کیا کچھ عطا کیا، ایک آخری بات جو بہت عجیب وغریب ہے۔ وہ یہ کہ میرے بچے، میرے پوتے اور میری پوتیاں اور بہت ہیں۔آپ جیسے لڑکے لڑکیاں، تھوڑے دن ہوئے بیٹھے ہوئے تھے، اور یہ ذکر کر رہے تھے آپس میں کہ اگر اوپر کے لوگ ٹھیک ہو جائیں تو نیچے کے لوگ خود بخود ٹھیک ہو جائیں گے۔تو یہ عام خیال ہے۔

میں نے کہا، مجھے اجازت دو گے، کہنے لگے، نہیں بابا، آپ بالکل الٹی بات کیا کرتے ہیں۔ میں نے کہا، نہیں اتنی سے اجازت دے دو کہنے کی کہ اگر اوپر کے لوگ ٹھیک ہو جائیں اور خدانخواستہ نیچے کے نہ ہوئے تو پھر ہم کیا کریں گے۔ کہنے لگے، دیکھئے یہ مفروضہ نہیں اوپر سے دیکھ کر ہی لوگ متاثر ہوتے ہیں اور وہی کرتے ہیں۔ میں نے کہا، پیارے بچوں یاد رکھو! اور لکھ لو اسے دل کی ڈائری میں کہ ایک ملک بنام پاکستان اور اس کے رہنے والے پاکستانی، دنیا کی ان خوش ترین قوم میں سے ہیں جن کو نہایت نیک، نہایت ایماندار، نہایت Honest، نہایت شفاف، نہایت ذہین، نہایت بڑا سیاست دان، نہایت بہترین، دوسری زبان جاننے والا، نہایت اعلیٰ درجہ کا وکیل عطا کیا ہے، اور جس نے اس قوم سے تانبے کا ایک پیسہ بھی محنت کے طور پر نہیں لیا اور کمال کی اس نے لیڈر شپ فراہم کی۔ جو آپ آج مانگ رہے ہیں، لیکن قوم نے اس کے جواب میں کیا کیا کہ ایئر پورٹ کے آدھے راستے کے اوپر اس کی موٹر کار کا پٹرول ختم ہو گیا، اور اس نے اپنی جان آدھے راستے میں جان آفریں کے حوالے کر دی۔ یہ ہوتا ہے زندگی میں۔ اس بات کی تلاش نہ کرو کہ وہاں سے ٹھیک ہوں گے تو نیچے آئیں گے۔ ہم سب کو اپنے اپنے مقام پر ٹھیک ہونا ہے۔ خدا کے واسطے یہ مت کیا کرو۔ اے پیارے مزدور، کسان، ان پڑھ لوگو! کہ اگر بڑے آدمی نماز پڑھیں گے تو ہم پڑھیں گے ورنہ تب تک ہم بیٹھے ہیں، نماز تو تمہاری اپنی ہے بابا۔

اچھے ہونا تمہارے اپنے بس میں ہے۔ ذمہ داری تو ہماری اپنی ہے۔ یہ کیا بہانہ لے کر بیٹھ گئے، یہ بات جو میں نے اپنے بچوں سے کہی، یہ میں آپ سے بھی کہنا چاہ رہا تھا اور کہہ رہا ہوں، اور بڑی دردمندی کے ساتھ کہہ رہا ہوں، اور دین کی اس ذمہ داری کو جو ہمارے کندھوں کے اوپر ہے اور جس کا ہم مداوا نہیں کر سکتے کہ ہم نے کیا سلوک کیا، وہ شرمندگی ہمارے ساتھ ہے، اور ہمارے ساتھ چلتی رہے گی اور ہم سارے کے سارے اس کے دین دار ہیں۔ کسی ایک بندے کو، یا کسی ایک حکومت کو یا کسی ایک سسٹم کو اس کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔''

اشفاق احمد نے قائداعظم کے بارے میں یہ کس قدر خوب صورت اور دلنشیں باتیں کیں۔

(مضمون از اشفاق احمد بشکریہ ماہنامہ اردو ڈائجسٹ اشاعت اگست 2013ء)

بابائے قوم کا پیغام

چودھری اسد اللہ خان اپنے کالم''بابائے قوم کا پیغام ہم سب کے نام'' میں یوں رقمطراز ہیں:

''صدق ووفا کے پیکر، صاحب کردار، باعمل بیسویں صدی کے برصغیر ہند کے لاثانی مسلم عظیم قائد محمد علی جناح کو اپنی بے لوث انتھک کوشش اور تائید ربانی سے قیام پاکستان سے برسوں پہلے ہی''قیام پاکستان'' کا یقین ہوگیا تھا۔ انہوں نے ہر تاریخی اور اہم موقع پر پاکستان کے حصول، قیام اور بقاء کے لیے ایسے دانش مندانہ اور ابدی نصائح کیے۔ جو آب زریں سے لکھنے کے قابل ہیں۔ اگر ہم ان پر عمل پیرا ہو جائیں تو ہم دنیا کی بہترین، خوشحال اور مضبوط قوم بن سکتے ہیں۔ یہ فرمودات قائد حکمت ودانش کا بحر بیکراں ہے۔ اس سے طلباء، علما، حکماء، اساتذہ، عوام، حکمران، عسکری سبھی رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر چند ایک نذر قارئین ہیں:

1. ہمارا کوئی دوست نہیں ہے۔ نہ انگریز پر بھروسہ نہ ہندو بنئے پر، ہم دونوں کے خلاف جنگ کریں گے۔ خواہ وہ آپس میں متحدہ کیوں نہ ہو جائیں۔

(حوالہ اجلاس پشاور 2 نومبر 1945ء)

2. میرا آپ کو مشورہ ہے کہ لیڈروں کے انتخاب میں ہمیشہ احتیاط کریں۔ آدھی جنگ تو لیڈر کے صحیح انتخاب سے ہی جیت لی جاتی ہے۔

(جلسہ عام حیدرآباد دکن 11 جولائی 1946ء)

3. میں ان جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کو خبردار کرنا چاہتا ہوں جو ہمیں نقصان پہنچا کر پھلے پھولے، ایک ایسے نظام کے تحت جو اس درجہ خباثت سے پر اور موذی ہے، اور جس نے انہیں اس قدر خود غرض بنا دیا ہے۔ عوام کا استحصال کرنا ان کے خون میں داخل ہو چکا ہے۔ یہ اسلام کی تعلیمات کو فراموش کر چکے ہیں۔

(صدارتی خطبہ تیسواں اجلاس مسلم لیگ دہلی 24 اپریل 1943ء)

4. میں بھی انسان ہوں۔ مجھ سے غلطی ہو سکتی ہے، لہٰذا ہر انسان کو اختیار ہے کہ میرے کام کے بارے میں مشورہ دے اور اس پر تنقید کرے۔

(جلسہ عام دہلی 6 نومبر 1946ء)

5. اگر کبھی ایسا وقت آجائے کہ پاکستان کی حفاظت کے لیے جنگ لڑنی پڑے تو کسی صورت میں ہتھیار نہ ڈالیں اور پہاڑوں میں، جنگلوں میں، میدانوں میں اور دریاؤں میں جنگ جاری رکھیں۔

(مسلم یونیورسٹی علی گڑھ 10 مارچ 1941ء)

6. ''میں آپ کو مصروف عمل ہونے کی تاکید کرتا

ہوں۔کام، کام اور بس کام۔''

(آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس کانفرنس جالندھر 15 نومبر 1942ء)

❼ آپ کی ''مجلس تحقیق'' بنکاری کے ایسے طریقے کیونکر وضع و اختیار کرتی ہے، جو معاشرے اور اقتصادی زندگی کے اسلامی تصورات کے مطابق نہ ہوں۔

(سٹیٹ بنک آف پاکستان کا افتتاح، یکم جولائی 1948ء)

❽ ہم جتنی زیادہ تکلیفیں سہنا اور قربانیاں دینا سیکھیں گے۔ انشاء اللہ اتنا ہی زیادہ پاکیزہ، خالص اور مضبوط قوم کی حیثیت سے ابھریں گے، جیسے سونا آگ میں تپ کر کندن بن جاتا ہے۔

(پیغام عید الاضحیٰ 24 اکتوبر 1947ء)

❾ ہماری قوم کے لیے تعلیم زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ دنیا اتنی تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے کہ آپ نے خود کو زیورِ تعلیم سے آراستہ نہ کیا تو صرف یہ کہ آپ پیچھے رہ جائیں گے بلکہ خدانخواستہ بالکل ختم ہو جائیں گے۔ اپنی شاندار روایات کے مطابق زندہ رہیے۔

(حوالہ: طلباء سے خطاب لاہور 30 اکتوبر 1947ء)

❿ اب ہم پاکستانی ہیں۔ نہ پٹھان، نہ سندھی، نہ بنگالی، نہ پنجابی۔ ہمیں پاکستانی اور صرف پاکستانی کہلانے پر فخر کرنا چاہیے۔

(کوئٹہ میونسپلٹی کے استقبالیہ میں 16 جون 1948ء)

⓫ آپ آزاد ہیں۔ آپ کو آزادی ہے کہ اس ریاست پاکستان میں آپ اپنے مندروں میں جائیں۔ اپنی مسجدوں میں جائیں یا کسی دوسری عبادت گاہ میں جائیں۔ ہم سب ایک ریاست کے ایسے شہری ہیں جن کو برابر کے حقوق حاصل ہیں۔

(دستور ساز اسمبلی سے خطاب کراچی 11 اگست 1947ء)

⓬ اسلام ہماری زندگی اور ہمارے وجود کا بنیادی سرچشمہ ہے۔ ہم نے پاکستان کا مطالبہ زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کے لیے نہیں کیا تھا بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں۔

(اسلامیہ کالج پشاور 13 جون 1948ء)

⓭ میں ایسے پاکستان کا تصور بھی نہیں کر سکتا جس میں تاجر نہ ہوں۔ جس طرح کاشت کار یا سرکاری ملازمین کے بغیر پاکستان تصور میں نہیں آتا۔ پاکستان میں تاجروں اور سرمایہ کاروں کا ہمیشہ خیر مقدم کیا جائے گا۔

(چیمبر آف کامرس کراچی 27 اپریل 1948ء)

⓮ لوگوں کو یہ محسوس کرائیے کہ آپ ان کے ملازم اور خادم ہیں، عزت و تکریم، انصاف اور غیر جانبداری کا اعلیٰ ترین معیار قائم کیجئے۔

(سرکاری ملازمین سے خطاب 25 مارچ 1948ء)

⓯ اس میں کوئی شک نہیں کہ جو ملک مضبوط فضائیہ نہیں رکھتا وہ اپنے دشمن کے رحم و کرم پر ہوتا ہے۔ پاکستان کو چاہیے کہ اپنی فضائی طاقت کو مضبوط بنائے۔

(فضائی فوج سے خطاب 13 اپریل 1948ء)

⓰ کبھی نہ بھولیے کہ اتحاد میں بڑی برکت ہے۔ اپنی رجمنٹ پر فخر کیجئے۔ اپنے پاکستان پر فخر کیجئے۔ پاکستان کو آپ پر اعتماد ہے۔ پاکستان آپ پر انحصار کرتا ہے۔

(بری فوج کے نوجوانوں سے خطاب 13 اپریل 1948ء)

⓱ پاکستان کے دفاع کو مضبوط بنانے میں آپ میں سے ہر ایک کو اپنی جگہ انتہائی اہم کردار ادا کرنا ہے۔ اس لیے آپ کا نعرہ ہونا چاہیے: ''ایمان، نظم اور اتحاد۔''

(بحری جہاز دلاور کے افتتاح پر 23 جنوری 1948ء)

اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام فرمودات قائد ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔اگر پاکستانی عوام ،سیاست دان اور حکمران خلوص نیت کے ساتھ ان پر کاربند ہو جائیں تو ہم بہت جلد اپنی خود ساختہ کمزوریوں اور ذلتوں سے نجات پاسکتے ہیں۔خدا کرے کہ ایسا ہو جائے۔(آمین)

(روزنامہ نوائے وقت اشاعت 11 ستمبر 2013ء)

بادشاہی مسجد اور قائد اعظم

◆ 21 فروری 1936ء کو قائد اعظم محمد علی جناح مسجد شہید گنج کے سلسلے میں لاہور تشریف لائے۔اس روز جمعہ کا مبارک دن تھا، چنانچہ قائد اعظم محمد علی جناح نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے بادشاہی مسجد تشریف لے گئے، اور انہوں نے وہاں حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''آپ نے مسجد شہید گنج میں نماز ادا کرنے کی نئی تحریک کو عارضی طور پر میری خواہش کے مطابق بند کردیا ہے۔مسلمانوں نے ثابت کردیا ہے کہ وہ ایک منظم قوم ہیں۔اس تحریک کے عارضی التواء نے قوم کے وقار کو بلند کردیا ہے۔میں آپ حضرات سے اپیل کرتا ہوں کہ آپ لوگ ایسا رویہ اختیار کریں جس سے دوسروں کے جذبات کو ٹھیس نہ لگے۔میں لاہور میں نیم دلی سے نہیں آیا ہوں۔میں پوری کوشش کروں گا کہ مسلمانوں کے لیے کوئی باعزت سمجھوتہ کرادوں۔''

◆ 29 اگست 1947ء کو قائد اعظم محمد علی جناح نے نماز جمعہ ادا کی۔نماز جمعہ کے بعد لاؤڈ سپیکر کی خرابی کی وجہ سے تقریر نہ کرسکے۔

بارات

جی الانا اپنی کتاب ''قائد اعظم جناح'' میں رقمطراز ہیں:

''محمد علی جناح سولہ برس کے سن کو پہنچ چکے تھے مگر ابھی تک اسٹینڈرڈ پنجم میں ہی تھے۔انہیں تعلیم سے زیادہ کھیل کود سے دلچسپی تھی۔ان کے والدین ان کی اس روش سے متفکر تھے، مگر والدہ کو یقین تھا کہ بیٹے کا مستقبل تابناک ہے۔ جناح پونجا کی تجارت خوب چمک رہی تھی، اور ان کا شمار کراچی کے ممتاز تاجروں میں ہونے لگا۔ان کا خیال تھا کہ بیٹا جلد ہی کسی قابل ہوجائے گا تا کہ ان کے ذمہ داریوں کا بوجھ کم ہوسکے۔

گراہم شپنگ اینڈ ٹریڈنگ کمپنی کی معرفت ان کا کاروبار خاصا بڑھ گیا تھا۔ اس جہاز راں کمپنی کے ذریعے ان کا مال یورپ اور مشرق بعید تک برآمد کیا جاتا تھا۔ کاروبار کے سلسلے میں وہ اکثر اس فرم کے جنرل مینجر فریڈرک لیہہ کرافٹ سے ملتے ۔ محمد علی جناح کے بارے میں بھی گفتگو کرتے ۔کرافٹ نے انہیں مشورہ دیا:

''آپ محمد علی جناح کو لندن بھیج دیں۔''

کچھ عرصہ کے بعد باپ نے بیٹے کو اس خیال سے لندن بھیجنے کی ہامی بھرلی کہ شاید اس طرح اس کی زندگی میں کوئی راہ عمل متعین ہوجائے۔

والدہ کو اپنے بیٹے سے بہت محبت تھی، اور لندن کافی دور تھا۔ جہاں سے بیٹے کی واپسی دو تین سال میں ہونے کی توقع تھی۔ بیٹے کے بغیر اتنا طویل عرصہ ماں کی ممتا کس طرح گزار سکتی تھی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنوری 1892ء میں محمد علی جناح نے لندن جانے کے لیے سندھ مدرستہ الاسلام

چھوڑا تھا، اور سکول کے رجسٹر میں یہ اندراج کہ شادی کے لیے کہیں گئے ہیں۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ ان کے والدین نے انگلستان روانگی سے قبل ان کی شادی کردینے کا فیصلہ کیا تھا۔

والدین نے شادی کا فیصلہ تو کرلیا مگر بہو کسے بنائیں؟ ماں نے اس سوال کا جواب تلاش کر رکھا تھا۔ ایک اسماعیلی خوجہ خاندان سے ان کی دور کی قرابت داری تھی، اور اس خاندان میں ایک لڑکی موجود تھی۔ ایمی بائی۔ اس زمانے میں اولاد کی شادی کا بندوبست کرنا والدین کی ذمہ داری تھی، اور لڑکے یا لڑکی کو اس سلسلے میں کچھ کہنے کا کوئی اختیار نہ تھا۔ انہیں اپنے والدین کے تدبر پر اعتماد کرنا ہوتا تھا۔ والدین بھی اپنی اولاد کے برے بھلے کو خوب سمجھتے تھے۔

غالباً قائداعظم کی زندگی میں صرف یہی ایک اہم فیصلہ ہے جو ان کے علاوہ کسی اور شخص نے کیا۔ انہیں دنیاوی معاملات میں اپنے والدین کی دانش مندی اور تدبر پر اعتماد تھا کہ وہ ان کی جانب سے کسی غلطی کا خیال تک دل میں نہیں لا سکتے تھے۔ انہوں نے سعادت مند بیٹے کی طرح والدین کے فیصلے کے آگے سر جھکا دیا اور اس طرح پانیلی کی ایمی بائی سے ان کی منگنی ہوگئی۔ انہیں زندگی کے میدان میں خود آگے بڑھنے اور تجربہ حاصل کرنے کا انتہائی شوق تھا۔ اسی بنا پر انہیں یہ بات ناپسند تھی کہ دوسرے لوگ انہیں یہ بتائیں کہ کیا کرنا چاہئے اور کیا نہیں۔ یا کیا بات ان کے حق میں ہے اور کیا ان کے خلاف، بچپن کی یہ عادت ہی آئندہ ہنگامہ خیز زندگی میں ان کی رہنما بنی، مگر بیوی کے انتخاب کے سلسلے میں انہوں نے ایک سعادت مند اور اطاعت گزار بیٹے کی طرح والدین کے فیصلے کے آگے سر جھکا دیا۔

ماں باپ اور بیٹا کراچی سے کشتی میں ویراول روانہ ہوئے۔ وہاں سے بارات بیل گاڑیوں کے ذریعے پانیلی پہنچی، پانیلی کے لوگوں کو یقین تھا کہ جناح پونجا کراچی جیسے بڑے شہر میں لکھ پتی بن گئے ہیں۔ ان کا سامان تجارت بڑے بڑے سمندری جہازوں کے ذریعے دساور جاتا ہے۔ ان کے پاس بگھیاں گھوڑے اور عالی شان مکان ہیں، گاؤں کے سیدھے سادھے باشندے جناح پونجا کے متعلق اس قسم کی باتیں کرتے پونجا خاندان کو اس پر فخر تھا۔

جناح پونجا اپنے خاندان اور گاؤں کے لوگوں کو نہیں بھولے تھے۔ وہ رشتے داروں، دوستوں اور بزرگوں کے لیے بہت سے تحائف لے کر آئے تھے۔ شادی کے موقع پر خاصا اہتمام کیا گیا تھا۔ ہر طرف پٹاخوں کی گھن گرج تھی، اور دور دور تک آتش بازی کی روشنی دکھائی دیتی تھی۔ اس کے علاوہ نقاروں کی آواز پورے گاؤں ہی میں نہیں آس پاس تک گونج رہی تھی۔

یہ معمولی سا گاؤں خوب سجایا گیا تھا، اور دعوت میں گاؤں کے تمام لوگ مدعو تھے۔ جناح پونجا نے روپیہ پانی کی طرح بہایا، آخر یہ ان کے بڑے بیٹے کی شادی تھی۔''

آگے چل کر جی الانا لکھتے ہیں:

''محمد علی جناح سر سے پاؤں تک پھولوں میں چھپے ہوئے بارات کے ساتھ تھے۔ اپنے دادا کے مکان سے سسر کے مکان تک گئے۔ جہاں چودہ سالہ ایمی بائی دلہن بنی بیٹھی تھی۔ زرق برق لباس میں ملبوس، زیورات سے لدی پھندی، عطر میں بسی ہوئی۔ نکاح

کی رسم ادا ہوئی۔قرآن پاک کی آیات پڑھی گئیں۔
دلہا دلہن رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔
بارات کراچی واپس آئی۔محمد علی جناح اور ان کی بیوی
ایمی بائی پونجا جناح کے مکان میں قیام پذیر ہوئے۔
ان کی روانگی کی تاریخ قریب آ رہی تھی، اور وہ اس
طویل سفر کی تیاری کر رہے تھے۔جس کی منزل ایک
اجنبی اور نامانوس دیس تھا۔''

(جی الانا، قائداعظم جناح، مطبوعہ فیرز دسنز لاہور)

بارہ مولا

قائداعظم محمد علی جناح نے 25 جولائی 1944ء کو کشمیر کے دورے کے دوران بارہ مولا مسلم کانفرنس کے جلسہ میں شرکت فرمائی۔بارہ مولا سری نگر سے تقریباً 30 میل کے فاصلے پر ہے۔اس موقع پر خواجہ غلام دین وانی نے سپاسنامہ پیش کیا۔ جلسہ کے دوران چند افراد نے مقبول شیروانی کی قیادت میں قائداعظم محمد علی جناح کے خلاف مظاہرہ کرنا چاہا، لیکن انہیں پل کے دوسرے سرے پر روک دیا گیا۔

بارہ مولا مقبوضہ جموں و کشمیر کا ایک مشہور شہر ہے اور دریائے جہلم کے کنارے آباد ہے۔سری نگر سے جانب مغرب، شمال مغرب میں 30 میل کی مسافت پر واقع ہے۔ اس وقت اس کی آبادی تقریباً چالیس ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔

باسو، بھوپندر ناتھ

قائداعظم محمد علی جناح نے اپنا مشہور بل مسودہ وقف الاولاد پیش کیا۔ قائداعظم محمد علی جناح کے مسودہ وقف علی الاولاد پر مسٹر بھوپندر ناتھ باسو کے مسودہ جبریہ تعلیم و پرائمری و ترمیم قانون شادی طرح لوکل گورنمنٹوں سے استصواب کیا گیا ہے۔
قائداعظم محمد علی جناح نے 1912ء میں امپریل کونسل میں بھوپندر ناتھ باسو کی جانب سے پیش کردہ پولیس کے نظم ونسق سے متعلق ایک ترجمان بل پر تقریر کی۔ 1913ء میں بھوپندر ناتھ باسو نے مسلم لیگ کی سیلف گورنمنٹ کے قیام کے متعلق قرارداد کی حمایت کی۔ دسمبر 1914ء میں کانگریس کا اجلاس ان کی صدارت میں مدراس میں منعقد ہوا اس میں کانگریس نے قائداعظم محمد علی جناح کی خدمات کو سراہا۔

(از احمد سعید، قائداعظم مسلم پریس کی نظر میں)

بھوپندر ناتھ باسو 1869ء میں کلکتہ میں پیدا ہوئے انہوں نے بیرسٹری کا امتحان پاس کیا، اور 1886ء میں کانگریس میں شمولیت اختیار کی۔ بھوپندر ناتھ باسو نے تقسیم بنگال کی شد و مد سے مخالفت کی۔ 1914ء میں کانگریس کا جو اجلاس مدراس میں منعقد ہوا اس کی صدارت کی۔ ایک عرصہ کلکتہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر رہے بعد ازاں وزیر ہند کی کونسل کے رکن بنے۔ 1942ء میں ان کا انتقال ہوا۔

باغپت

قائداعظم محمد علی جناح باغپت دو مرتبہ تشریف لے گئے وہاں انہوں نے نواب جمشید علی خاں کے ہاں قیام فرمایا۔

باغپت ضلع میرٹھ میں واقع ہے، یہ میرٹھ سے 30 میل دور، دہلی سے 34 میل کی مسافت پر دریائے جمنا کے کنارے واقع ہے۔اس کی آبادی تقریباً بیس ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔

شوکت حمید خان کے پردادا کرم علی خاں کو جن کا تعلق کلانور ضلع روہتک کے مشہور راجپوت خاندان سے تھا انہیں 1870ء میں انگریزی عہد میں ایک بہت بڑی جاگیر باغپت میں ملی، اور پھر باغپت خاندان کی نسل آگے چلی۔

باغ جناح (پشاور)

1948ء میں قیام پاکستان کے بعد قائداعظم محمد علی جناح



قائداعظم محمد علی جناحؒ۔1919ء

پشاور تشریف لے گئے تو انہوں نے قلعہ کے ساتھ باغ میں شہریوں سے خطاب کیا، اس تاریخی واقعہ کے بعد پشاور کے شہریوں نے تشکر کے جذبات کے ساتھ یہاں ایک یادگار تعمیر کی، جس کی نگرانی پشاور میونسپل حکام کے ذمہ ہے۔ اس کا افتتاح گورنر سرحد نے کیا اور اسے باغ جناح کے نام سے موسوم کیا۔

باغ جناح (لاہور)

اکتوبر 1947ء میں جب قائداعظم محمد علی جناح نے لاہور کا دورہ کیا تو اہلِ لاہور نے ایک پرچم قائداعظم محمد علی جناح کی خدمت میں پیش کیا۔ یہ پرچم انہوں نے باغ جناح میں لہرایا۔ 3 ستمبر 1979ء کو یہ پرچم لاہور کے عجائب گھر کو پیش کردیا گیا۔ اب یہ پرچم تحریک پاکستان کی گیلری میں محفوظ ہے۔ قبل ازیں اس گیلری میں قومی پرچم کی کمی محسوس کی جاتی تھی۔ اس لیے اس تاریخی اہمیت کے پرچم کو ان نوادرات میں شامل کرلیا گیا۔

بامعنی مذاق

قائداعظم محمد علی جناح نے ایک بیان میں مسلمانوں سے الیکشن لڑنے کے لیے چاندی کی گولیوں کی اپیل کی تھی تاکہ سرمایہ دار کانگریس کی چالوں کا مقابلہ کیا جاسکے، اور مسلمانوں میں مسلم لیگ کے اغراض ومقاصد کی صحیح تبلیغ کی جائے۔

اس سلسلے میں ایک مخلص مسلمان کا واقعہ خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ یہ پریس کا ایک تار 19 اکتوبر 1945ء کے اخبارات میں شائع ہوا جو یہ ہے:

”آج قائداعظم کے ساتھ ایک دلچسپ مذاق ہوا کہ ایک نامعلوم آدمی نے ان کے پاس چاندی کی دو اینٹیں بھیج دیں، جن کا وزن ساڑھے پانچ ہزار تولہ یعنی ڈیڑھ من کے قریب ہے یہ اینٹیں قائداعظم کی ”چاندی کی گولیوں“ کی اپیل کے جواب میں مسلم لیگ الیکشن فنڈ کے لیے بھیجی گئی ہیں۔“

بانکی پور

آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کا اجلاس دسمبر 1912ء میں پٹنہ (بہار) کے علاقے بانکی پور میں منعقد ہوا، اس اجلاس میں قائداعظم محمد علی جناح نے بھی شرکت کی۔ مسلم لیگ کے کسی اجلاس میں قائداعظم محمد علی جناح کی یہ پہلی شرکت تھی۔ اس اجلاس میں حکومت خود اختیاری کے قیام کے سلسلے میں ایک قرارداد پیش کی گئی۔ دورانِ بحث نواب وقارالملک نے کہا:

”ابھی خودمختاری کا وقت نہیں آیا۔“

قائداعظم محمد علی جناح نے ان کی حمایت کی اور کہا:

”ہم یہ تو نہیں کہہ رہے کہ ہمیں کل ہی آزادی دے دی جائے۔“

پٹنہ (بہار) کے مغربی حصے کا نام بانکی پور ہے جہاں پٹنہ یونیورسٹی ہے، اور جس کی وجہ سے اسے عالمی شہرت حاصل ہوئی۔ یہ عربی، فارسی، اردو وغیرہ کے مخطوطات کا ایک نادر کتب خانہ ہے جو صلاح الدین خدا بخش (متوفی 1908ء) ساکن چھپرا نے عمر بھر کی محنت سے جمع کیا اور اسے وقف کر دیا۔

دسمبر 1912ء قائداعظم محمد علی جناح نے کانگریس کے سالانہ اجلاس اور مسلم لیگ کونسل اجلاس میں شرکت کی۔ یہ دونوں اجلاس بانکی پور کے مقام پر منعقد ہوئے تھے۔ اگرچہ ابھی تک محمد علی جناح ”قائداعظم“ نہیں بنے تھے، اور انہوں نے مسلم لیگ میں باقاعدہ شمولیت بھی اختیار نہیں کی تھی، تاہم انہیں اس جماعت کی کونسل کے اجلاس میں ایک قرارداد کی حمایت میں بولنے کی اجازت دی گئی، جس کی رو سے مسلم لیگ

کے مقاصد میں ایک نئے مقصد ''حکومت خود اختیاری'' کے ایسے نظام کا حصول جو مسلمانوں کے لیے موزوں ہو، دستوری ذرائع سے بروئے کار لایا جائے گا۔ مروجہ انتظام حکومت میں بتدریج اصلاحات کی جائیں گی، اہل ہند کے درمیان قومی اتحاد کو فروغ اور عوامی جذبے کو ترقی دی جائے گی، نیز دیگر اقوام سے اشتراک وتعاون کیا جائے گا'' کو شامل کرنا مقصود تھا۔

چند ماہ بعد وہ لکھنؤ گئے، اور مسز سروجنی نائیڈو کے ساتھ مسلم لیگ کے بڑے اجلاس میں بحیثیت مہمانِ خصوصی شرکت کی، اس اجلاس میں لیگ کے لیے زیادہ معتدل منشور منظور کیا گیا۔ اس موقع پر صدر جلسہ میاں محمد شفیع نے نیا دستور پیش کرتے ہوئے کہا تھا:

''میں یہ خیال کرنے میں اپنے آنریبل دوست محمد علی جناح سے پوری طرح متفق ہوں کہ کونسل کے تجویز کردہ طریق کار کے علاوہ کسی اور طریق کار کو اپنانا دانش مندی نہیں ہوگی۔''

بانی پاکستان

اس کتاب کو مشہور ادیب وصحافی احسان بی اے نے تالیف کیا ہے، اس کتاب میں قائداعظم محمد علی جناح کی شخصیت، ان کی خدمات اور سیاست میں ان کے مقام ومرتبہ کا تفصیلی تذکرہ شامل ہے۔ اس کے علاوہ ان کا خاندانی پس منظر اور ذاتی زندگی کی جھلکیاں اچھوتے انداز میں پیش کی ہیں۔ اس کتاب کی تالیف سے قائداعظم محمد علی جناح کے سلسلے میں لکھے جانے والی کتب میں ایک قابلِ قدر اضافہ ہوا ہے۔ اس کتاب کو شائع کرنے کا اعزاز مکتبہ عالیہ لاہور کو حاصل ہوا۔

بانی پاکستان کے آخری ایام

ڈاکٹر ایم اے صوفی اپنے کالم میں رقمطراز ہیں:

''پروفیسر ڈاکٹر لیفٹیننٹ کرنل الٰہی بخش پرنسپل کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور اور قائد کے خصوصی معالج کی آخری کوششیں ناکام نظر آنے لگیں کہ 11 ستمبر 1948ء کو ایک بج کر پندرہ منٹ پر قائد کی نبض کمزور پڑنے لگی، اور بے قاعدگی سے چلنے لگی اور جسم کے تمام حصوں پر ہلکا ہلکا سا پسینہ آنے لگا۔ کورامین کا ایک ٹیکہ لگایا گیا۔ ساتھ ہی مکسچر پلانے کی کوشش کی گئی مگر وہ حلق سے نیچے نہ اتر سکی۔ چار پائی کے سرہانے والے حصہ کو اونچا کیا گیا۔ قائد کے دونوں پاؤں ہاتھ سے اوپر اٹھائے گئے۔ محترمہ فاطمہ جناح نے کرنل الٰہی بخش صاحب کی اس وقت کافی مدد کی مگر وہ بھی تھکی ہوئی تھیں، اور عظیم بھائی کی ٹانگیں زیادہ دیر اونچی نہ رکھ سکیں۔ چار پائی کے نیچے اینٹوں کی جگہ کتابیں رکھی گئیں، اور ڈاکٹر ریاض علی شاہ کو قائد کی ورید میں آپ کو ٹیکہ لگانے کے لیے کہا تھا، لیکن ورید مشکل سے مل سکی۔ نرس نے قائد کے منہ سے آکسیجن لگائی اور پھر ایک دفعہ منہ کے ذریعے مکسچر پلانے کی کوشش کی مگر یہ کوشش بھی بے کار رہی۔

کورامین طاقت کا ٹیکہ دینے کے بعد معالج نے قائد کو مخاطب کیا، ہم نے یہ طاقت کا ٹیکہ لگا دیا ہے۔ خدا کے فضل سے جلد اثر کرے گا اور آپ اچھا محسوس کریں گے۔

''نہیں اب نہیں'' یہ آخری الفاظ تھے جو کہ آدھ گھنٹہ خاموش ہونے سے پہلے قائد کہہ سکے۔ فزیشن ڈاکٹر ریاض علی شاہ کے مطابق قائد کے آخری الفاظ ''اللہ پاکستان'' تھے۔ محترمہ فاطمہ جناح کے مطابق آخری کمزور قسم کی آواز میں الفاظ یوں تھے ''فاطی خدا حافظ۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' اس وقت کمرے میں تین افراد ڈاکٹر کرنل الٰہی بخش، ڈاکٹر

ریاض علی شاہ، ڈاکٹر ایس ایم عالم موجود تھے۔ ڈاکٹروں کے علاوہ محترمہ مس فاطمہ جناح اور سٹاف نرس موجود تھیں۔

10 بجے پھر کچھ امید ہونے لگی مگر ٹھیک 10 منٹ بعد یہ امید مایوسی میں تبدیل ہوگئی، اور یوں 10 بج کر 20 منٹ پر کلائی کی نبض محسوس نہ کی جا سکی۔ سٹیتھو سکوپ دل پر رکھا گیا مگر آواز نہ آئی اور قائداعظم ہمیشہ کے لیے خاموش ہوگئے۔

مس جناح شفیق بھائی کی کیفیت سے رنجیدہ ہوکر رہ گئیں۔ کرنل الٰہی بخش کی کتاب صفحہ 113 پر قائد کی نبض رکنے کا وقت 10 بج کر 20 منٹ ہے، جبکہ خالد محمود ربانی کے اپنی کتاب ''قائد کے 50 دن اور ان کے ذاتی معالج'' میں جو دستاویزات شائع کی گئی تھیں ان کے مطابق قائد کی وفات کا وقت 10 بج کر 25 منٹ ہے:

''ڈاکٹر ایس عالم قائداعظم کی شخصیت سے بہت متاثر تھے۔ انہوں نے کہا کہ قائداعظم اعلیٰ درجہ کے خلیق انسان تھے۔ بیماری کی حالت میں بھی ہم ان کے پاس علاج یا ایکسریز لینے جاتے تو وہ نہایت عزت بخشتے اور دوستانہ مزاج میں گفتگو کرتے۔ وہ ڈسپلن کے بڑے قائل تھے۔ ان کی شخصیت کی بے شمار خوبیاں تھیں۔ ویسے بھی ان کی شخصیت جاذب نظر تھی۔ اور رعب ودبدبہ تھا، مگر علاج کے دوران وہ نہایت متحمل مزاج رہے۔ ایک صفت ان میں یہ بھی تھی کہ اگر کوئی بات ان کو ناگوار گزرتی تو اس پر کوئی دلیل دی جاتی تھی تو وہ بات دلیل سے مان لیتے تھے۔ نرس کی خدمات کے لیے وہ کبھی تیار نہ ہوتے تھے، تو اپنی بہن فاطمہ جناح پر ان کا زیادہ بھروسہ اور اعتماد تھا، مگر میڈیکل کے حوالے سے دلیل دی گئی تو وہ نرس متعین کرنے پر راضی ہوگئے، اصل میں وہ پاکستان کے خزانہ پر کسی قسم کا بوجھ نہیں ڈالنا چاہتے تھے۔ وہ کہتے تھے فاطمہ سارے کام کر لیتی ہے تو پھر نرس کیوں؟

ڈاکٹر عالم نے بتایا کہ قائد کے ایکسریز اور ہسپتال کا دیگر سارے کا سارا ریکارڈ محترمہ فاطمہ جناح محفوظ رکھنے کے لیے اپنی ساتھ لے گئی تھیں۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے حافظے میں محفوظ یادوں سے کام لیتے ہوئے کہا کہ اس وقت پورٹیبل ایکسریز پلانٹ میرا ذاتی زیارت لے گیا اور رات کو ایکسریز غسل خانہ میں اندھیرا کر کے ہم نے تیار کیے تھے۔ قائداعظم کے دونوں پھیپھڑے بری طرح مرض سے متاثر تھے۔ ایکسریز ہم چار پائی پر لیٹے ہوئے لیتے رہے مگر پھیپھڑوں کا کچھ حصہ صحت مند نہ تھا۔ ڈاکٹر عالم نے کہا کہ مرض قدرے اور ایڈوانس ہو چکا تھا اور علاج ناممکن ہوگیا تھا، حالانکہ انجکشن سپرومائی سین اور دوائی امریکہ سے منگوائی گئی تھی۔ وہ بھی کارآمد نہ ہوسکی۔ آخر میں ڈاکٹر ایم ایم مستری بھی طلب کر لیے گئے تھے، امریکہ سے بلوانے کے لیے مشورے ہوئے، مگر دوری کی وجہ سے کچھ نہ ہوسکا اور خود قائد بیرونی ڈاکٹر پر اعتماد بھی نہیں کرتے تھے۔

قائداعظم کو جب کوئٹہ سے کراچی کے لیے روانہ کیا گیا تو نہایت کمزور اور نیم بے ہوشی کے عالم میں تھے یہی وجہ تھی کہ محترمہ فاطمہ جناح سے مشورہ کے بعد کراچی کے سفر کا فیصلہ کیا اور سفر کو خفیہ رکھا گیا۔

ڈاکٹر ایس ایس عالم نے بتایا کہ میڈیکل ٹیم نہایت تجربہ کار اور قابل ترین افراد پر مشتمل تھی۔ لیفٹیننٹ

کرنل ڈاکٹر الٰہی بخش نے انگلستان سے گریجویشن، پوسٹ گریجویشن اورڈاکٹر آف دی میڈیسن کی تھی۔ وہ ریسرچ ورکر اور کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج کے پرنسپل تھے۔

ڈاکٹر ریاض علی شاہ میو ہسپتال کے شعبہ تپ دق میں پروفیسر تھے۔ ڈاکٹر غلام محمد اسی ہسپتال سے تجربہ کار پتھالوجسٹ تھے، اور ڈاکٹر ایس ایس عالم انگلستان کے ایکسریز کے تربیت یافتہ تھے۔ ان کے ساتھ مس فاطمہ جناح خود ڈینٹل سرجن تھیں۔

پھیپھڑے کا مرض قائداعظم کو 1940ء سے لاحق تھا، مگر اس کو انہوں نے ایک طرف رکھ دیا۔ اگر قائداعظم ڈاکٹروں کی بات مان لیتے تو ڈاکٹر سینی ٹوریم بھجوا دیتے اور اس طرح دشمن کو علم ہو جاتا۔ وہاں ڈاکٹر مکمل آرام تجویز کرتے اور قائداعظم آرام کرتے تو ملک پاکستان کیسے معرض وجود میں آ جاتا۔

ڈاکٹر مستری بمبئی میں پریکٹس کرتے رہے اور بعد میں کراچی آئے۔ وہ کبھی کرنل الٰہی بخش صاحب کے کلاس فیلو تھے۔ کرنل صاحب کے چناؤ کے بارے میں یہ جواب انہوں نے دیا اس وقت کے سب سے اعلیٰ تربیت یافتہ پروفیسر تھے، اور انہوں نے قائداعظم کا علاج بڑے خلوص اور پیار اور محبت سے کیا۔ ڈاکٹر عالم نے کہا کہ زیارت یا کوئٹہ ریذیڈنسی میں پہرہ نام کی کوئی چیز ہم نے نہیں دیکھی کوئی سفید کپڑوں میں ہو تو ٹھیک ہے، ورنہ ہم نے ان کی گاڑی کے آگے کسی قسم کا موٹر سائیکل، جیپ یا ایمبولینس نام کی کوئی چیز نہیں دیکھی تھی۔ ہم گورنر جنرل آف پاکستان محمد علی جناح کو زیارت سے کوئٹہ میں لا رہے تھے۔ اس دوران بغیر کسی سرکاری انتظام خود بخود راستوں پر دونوں طرف کھڑے تھے، جبکہ حکومت کی طرف سے بھی تو اطلاع نہیں دی گئی تھی۔

قائداعظم قومی خزانے سے اپنی ذات پر اخراجات کے خلاف تھے۔ قائداعظم خزانہ کا ایک روپیہ بھی زائد خرچ نہیں ہونے دیتے تھے۔ ایک واقعہ ہے کہ خان آف قلات کے خاص آدمی سید معین الدین کو قائداعظم کی بنیان خریدنے کے لیے بھیجا گیا۔ سید معین الدین دہلی کے ایک معزز گھرانے سے تعلق رکھتے تھے، اور بعد میں انہوں نے کوئٹہ میں لکڑی کا کاروبار شروع کیا۔ وہ قائد کے لیے اچھی بنیان بازار سے خرید کر لے گئے۔ شاید بازار میں ساڑھے چودہ آنے کی تھی اور وہ ایک روپیہ ایک آنے والی لے گئے۔ قائد نے دریافت کیا کتنے کی آئی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ایک روپیہ ایک آنہ۔ قائد نے فرمایا۔ مگر اس کی قیمت تو ساڑھے چودہ آنے ہے۔ آپ کیسے مہنگی لے آئے ہیں یہ آپ نے قومی خزانے سے کیوں زیادہ خرچ کر دیا۔

قائداعظم ریذیڈنسی کی بالائی منزل پر نہایت سادہ مگر صاف ستھرے ماحول میں رہتے تھے۔ وہاں کا فرنیچر سادہ اور عام تھا اور شہنشاہوں والی کوئی بات نہیں تھی۔ ہم نے ریذیڈنسی کے مالی سے پوچھا۔ جناح صاحب کیسا صاحب تھا۔ مالی بولا وہ بہت اچھا صاحب تھا ہم پھول دینے جاتے وہ خوش ہوتا کہ وہ تکلیف نہیں دیتا تھا وہ بہت رحمدل تھا۔ ایک دفعہ ایک واقعہ ہے کہ لیبارٹری اسسٹنٹ عبدالرحیم صاحب سنڈیمن (سول) ہسپتال کوئٹہ سے بلائے گئے قائد نے دیکھا ایک آدمی انتظار کر رہا ہے۔ قائد نے کہا ہم تو پیشاب کر چکے ہیں، سوری اچھا آج تم اور ٹھہر جاؤ آپ نے سیکرٹری

سے کہا کوئٹہ کے سول ہسپتال سرجن کو فون کرو کہ عبدالرحیم بابو کو روک لیا گیا ہے۔ وہ کل آ جائے گا ایک ملازم کا اتنا خیال کہ اس کا بڑا افسر کچھ سزا نہ دے۔(روزنامہ نوائے وقت اشاعت 11 ستمبر 2013ء)

بانیان مذاہب کی ناموس

قائداعظم محمد علی جناح نے مولانا محمد علی جوہر کے ایک تار کا جواب ارسال کرتے ہوئے لکھا:

''3 اگست کی رات کو آپ کا تار موصول ہوا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں 15 اگست کے مجوزہ جلسہ میں شریک نہیں ہوسکتا، البتہ میں اس تدبیر کی تائید کرنے کے لیے تیار ہوں۔ جس کا مقصد بانیان مذاہب کے ناموس اور وقار کا تحفظ ہو۔ میں مسلمانوں سے مخلصانہ اپیل کرتا ہوں کہ وہ آئینی طریق اختیار کرلیں، لہٰذا لیگی گورنر پنجاب اور حکومت نے قابل تعریف تحسین کا کام کیا ہے۔ عامتہ الناس کو علی العموم اور مسلمانوں کو بالخصوص ہز ایکسی لینسی اور ان کی حکومت نے مسلمانوں کے حالات پر قابو پانے کے لیے جو مدبرانہ قدم اٹھایا ہے اس پر اظہار پسندیدگی کریں۔ مقدمہ ورتمان کے فیصلے سے شورش کا سلسلہ بند ہونا چاہیے۔ جسٹس دلیپ سنگھ کی نیت پر جو حملے کیے گئے میں انہیں ناپسند کرتا ہوں۔''

(دیکھیے، توہینِ انبیاء انسداد بل)

باورچی

قائداعظم محمد علی جناح کشمیر میں ایک دعوت میں شریک تھے، دورانِ طعام کسی نے کہا:

''مہاراجہ ہری سنگھ بڑے اچھے کھانے پکانا جانتا ہے۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے مسکراتے ہوئے فرمایا:

''انڈہ تو میں بھی پکا سکتا ہوں، البتہ اگر مہاراجہ پسند کرے تو میں اسے اپنے ساتھ بمبئی لے جانے کو تیار ہوں، مجھے ایک اچھے باورچی کی ضرورت ہے۔''

قائداعظم محمد علی جناح بیک وقت دو باورچی رکھتے تھے۔ ایک وہ جو ہندوستانی کھانے پکانے جانتا تھا دوسرا وہ جو انگریزی کھانے پکانے میں مہارت رکھتا تھا۔ عام طور پر ہندوستانی باورچی بیکار پڑا رہتا تھا لیکن کبھی کبھی بعض اوقات مہینوں کے بعد اس کی باری آتی تھی، اور اس کو حکم ملتا تھا کہ وہ ہندوستانی کھانے تیار کرے مگر قائداعظم محمد علی جناح کو ان سے دلی رغبت نہیں تھی۔

قائداعظم محمد علی جناح ہر قسم کے تعصّبات سے بالاتر تھے۔ اس کا ثبوت یہ بھی ہے کہ ان کا ایک باورچی ہندو بھی تھا۔

باؤنڈری کمیشن

پاکستان اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے قائم ہو چکا تھا۔ قیامِ پاکستان سے قبل دیگر مسائل کے علاوہ ایک بڑا مسئلہ بنگال اور پنجاب کی تقسیم کا بھی متنازعہ بنی ہوئی تھی۔ ایک تجویز یہ تھی کہ

''یہ نازک اور اہم کام اقوامِ متحدہ کے حوالے کر دیا جائے۔''

لیکن پنڈت جواہر لال نہرو نے اس تجویز کو منظور نہیں کیا۔ قائداعظم محمد علی جناح کی تجویز تھی کہ صوبوں کی تقسیم کے لیے جو باؤنڈری کمیشن بنائے جائیں ان میں انگلستان کے تین لاء لارڈز کو شامل کیا جائے اس پر اعتراض یہ ہوا کہ لاء لارڈز کہنہ سال لوگ ہیں اور ہندوستان کی گرمی برداشت نہ کرسکیں گے نتیجہ یہ کہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی نامزدگی پر ایک انگریز وکیل سر سیرل ریڈکلف کو یہ ذمہ داری دی گئی اور بنگال اور پنجاب کی

تقسیم کے لیے جو باؤنڈری کمیشن ترتیب دیے گئے اسے ان دونوں کا مشترکہ چیئرمین نامزد کیا گیا۔

3 جون 1947ء کے منصوبے میں ایک دفعہ یہ رکھی گئی تھی:

''پنجاب اور بنگال کی تقسیم کی صورت میں وائسرائے ایک ایک سرحدی کمیشن مقرر کرے گا۔''

چنانچہ 30 جون 1947ء کو بنگال اور پنجاب کی تقسیم کے لیے الگ الگ باؤنڈری کمیشن قائم کیے گئے۔

بٹوارہ کونسل کا اجلاس

حکومت برطانیہ کی خفیہ دستاویزات میں سے دستاویز نمبر 52 کا متن۔

"بٹوارہ کونسل کا اجلاس"

خفیہ

یہ اجلاس 10 جولائی 1947ء کو صبح 10 بجے ہوا۔ جس میں وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن، مسٹر جناح، مسٹر لیاقت علی خاں، سردار پٹیل، ڈاکٹر راجندر پرشاد، سردار بلدیہ سنگھ، فیلڈ مارشل سر آکنلک، ای میویل، مسٹر ایچ ایم پائل، مسٹر محمد علی، بریگیڈیئر ایلیٹ، لیفٹیننٹ کرنل ارسکان کروم شریک تھے۔

"کیس نمبر: پی سی 47/4/26"

وائسرائے نے باؤنڈری کمشن کے چیئرمین سر سرل ریڈکلف کا مندرجہ ذیل نوٹ پیش کیا اور کہا کہ وہ اس معاملے میں کونسل کی منظوری چاہتے ہیں کہ یہ نوٹ لندن بھیجا جائے تاکہ اس کی روشنی میں قانون میں ضروری ترمیم کی جاسکے۔

''میرے خیال میں انڈین انڈیپنڈنس بل کی شق نمبر 3 اور 4 میں جو ''ایوارڈ آف انڈیپنڈنس کمیشن'' سے متعلق ہے وضاحت کی ضرورت ہے۔''

موجودہ شکل میں بل میں یہ واضح نہیں کہ ایوارڈ سے درحقیقت کیا مراد ہے۔ اس میں نہ صرف اس کا یقین ہونا چاہئے کہ فیصلہ اکثریت رائے بشمول چیئرمین کے خصوصی ووٹ سے ہو بلکہ یہ کہ یہ فیصلوں کا ایک سلسلہ ہوگا، جو کبھی ایک فریق کے حق اور کبھی دوسرے فریق کے حق میں ہوسکتے ہیں۔

جب تک بل میں واضح طور پر ایسا نہیں لکھا جائے گا تو یہ ہوسکتا ہے کہ غیر مطمئن فریق یہ کہنا شروع کردے کہ اکثریت رائے سے فیصلے قانونی طور پر جائز فیصلے نہیں۔

میری تجویز ہے کہ شق نمبر 3 اور 4 کے ساتھ ایک ذیلی شق کا اضافہ کردیا جائے۔ جو یوں ہے کہ:

''اس مقصد کے لیے باؤنڈری کمشن کے ایوارڈ کا مطلب ہوگا وہ سفارشات جو کمشن کا چیئرمین کمشن کی کارروائی کے اختتام پر گورنر جنرل کے نام اپنی رپورٹ میں پیش کرے گا۔''

بحث کے دوران اس نکتے پر زور دیا کہ ''کاسٹنگ ووٹ'' سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ چیئرمین کے دو ووٹ ہوں گے ایک عام ووٹ اور دوسرا کاسٹنگ ووٹ۔ اس بات پر اتفاق ہوا کہ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ چیئرمین کا ایک ہی ووٹ ہوگا۔ تھوڑی بحث کے بعد پوزیشن زیادہ واضح ہوگئی کہ کمیشن کے اراکین کی حیثیت جیوری کے ارکان کی ہوگی اور چیئرمین ایمپائر کے طور پر کام کرتے ہوئے اپنا فیصلہ دے گا۔

اس بات پر اتفاق کیا گیا کہ جو مسودہ تقسیم کیا گیا ہے اس میں یوں تبدیلی کردی جائے:

''اس مقصد کے لیے باؤنڈری کمشن کے ایوارڈ کا مطلب ہوگا چیئرمین کے فیصلے۔''

کیس نمبر: پی سی 47/4/30

وائسرائے نے بتایا کہ مہاراجہ پٹیالہ نے ایسے سکھ فوجیوں کے وفد کے لیے وقت مانگا جنھوں نے ان کی زیر کمان جنگ

میں حصہ لیا تھا۔ ان کے خیال میں یہ وفد شاید پنجاب کے بٹوارے سے پیدا ہونے والی صورتحال کے بارے میں سوال اٹھائے اور یہ ہوسکتا ہے ان سے یقین دہانی حاصل کرنے کی کوشش کرے کہ جو زمین انہیں دی گئی ہے۔ وہ واپس نہیں لی جائے گی۔ انہیں حد بندی کے بارے میں معاملات اٹھانے کی اجازت دینے میں مضمر خطرات کا احساس ہے کیونکہ یہ معاملہ اب ان کے ہاتھ سے نکل چکا ہے۔

مسٹر جناح نے کہا کہ اگر چہ وہ حد بندی کمشن کے فیصلوں کو قبول کر کے وعدے کے تحت مسلمانوں کو قابو میں رکھنے کی ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں، مگر سکھ لیڈر اپنے پیروکاروں کو ایسے فیصلوں کی مزاحمت پر اکسانے میں مصروف بتائے جاتے ہیں۔ جو ان کے خیال میں ان کے حق میں نہ ہوں۔ بتایا جاتا ہے کہ عمل مزاحمت کی تیاریاں ہو رہی ہیں اور مزاحمت کرنے کے لیے حلف اٹھائے جا رہے ہیں۔ مسلمانوں کے ذہن میں یہ تاثر بیٹھ رہا ہے کہ سکھ یہ احتجاج حد بندی کمشن کے فیصلوں پر اثر انداز ہونے کے لیے کر رہے ہیں۔ اس کے نتیجے میں کسی سکھ وفد کی پذیرائی جو حد بندی کمشن کے فیصلوں کے بارے میں گفتگو کے لیے آ رہا ہو، سے بہت ہی ناخوشگوار اثرات پیدا ہوں گے۔

وائسرائے نے اس بات پر زور دیتے ہوئے کہا کہ انہوں نے مہاراجہ پٹیالہ، سردار بلدیو سنگھ، ماسٹر تارا سنگھ، اور دوسرے سکھ لیڈروں پر بار ہا عملاً مزاحمت کے نتائج واضح کیے ہیں کہ کوئی بھی ذمہ دار حکومت ایسی حرکتوں کو ایک لمحے کے لیے برداشت نہیں کرے گی، اور مسلح افواج ان سے نمٹ لیں گی۔ ہوائی جہازوں، ٹینکوں اور دوسرے اعلیٰ اسلحے سے لیس افواج کے مقابلے میں رائفلوں اور دوسرے پرانے ہتھیاروں سے مسلح جو گروہ بھی آئے گا وہ نقصان اٹھائے گا۔ انہوں نے امید ظاہر کی کہ سکھ لیڈر اپنے پیروکاروں کو قابو میں رکھنے کی کوشش کریں گے۔ وائسرائے نے کہا کہ سر سرل ریڈکلف نے یقین دلایا ہے کہ 14 اگست تک وہ رپورٹ دے دیں گے۔ آخر میں وائسرائے نے کہا کہ وہ مہاراجہ پٹیالہ پر واضح کریں گے کہ اگر وفد ملاقات کے لیے آئے تو وہ تقسیم کے بارے میں کوئی سوال نہیں اٹھائے گا۔ انہوں نے واضح کیا کہ وفد سے ملاقات کی صورت میں پریس نوٹ کے ذریعے گفتگو کی تفصیلات سامنے طے کرنی پڑیں گی۔

بچپن کے شوق

بچپن میں قائداعظم محمد علی جناح کو پتنگ بازی سے بڑی دلچسپی تھی۔ ایک دن وہ پتنگ اڑا رہے تھے کہ کسی شریر لڑکے نے نیچے سے ڈور کاٹ دی۔ محمد علی جناح کی نظریں پتنگ پر تھیں، اور ان کو ڈور کٹنے کا کوئی پتا نہ چلا چنانچہ انہوں نے جب پتنگ کو ڈھیل دی تو ڈور ختم ہوگئی، اور اس طرح پتنگ ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ قائداعظم محمد علی جناح نے اس موقع سے ایک بڑا سبق حاصل کیا۔ وہ یہ کہ جب آنکھیں آسمان کی طرف ہوں تو زمین سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔

پتنگ بازی کے علاوہ وہ کرکٹ میں بھی دلچسپی لیتے تھے، اور بچپن میں کرکٹ بھی کھیلتے رہے۔

پتنگ بازی اور کرکٹ کے علاوہ وہ شہسواری بھی کرتے تھے۔

بچپن کے دن

قائداعظم محمد علی جناح کے مشہور سوانح نگار ہیکٹر بولائتھو اپنی کتاب ''محمد علی جناح'' میں رقمطراز ہیں:

''ہندوستان کے مغربی ساحل پر جزیرہ نما کاٹھیاواڑ، کچھ اور کیمبے کی خلیجوں کے درمیان واقع ہے۔ نقشے پر یوں معلوم ہوتا ہے کہ بحر عرب کی سمت کسی قوی شخص کا مُکا کسی کو للکار رہا ہے۔ یہی کاٹھیاواڑ بانی پاکستان محمد

علی جناح کے والدین کا وطن تھا۔
محمد علی جناح کی ولادت سے پہلے اُن کے والدین اپنے وطن سے ہجرت کر کے کراچی چلے گئے تھے۔ کراچی، جو ریگزار سندھ کے حاشیے پر واقع ہے، اُس زمانے میں پچاس ہزار کی آبادی کا ایک چھوٹا سا ماہی گیری بندرگاہ تھا۔ گرم اور گرد آلود ہوائیں صحرا سے اُٹھ کر شہر میں پھیل جاتیں اور لوگوں کی غذا، اُن کے لباس اور اُن کے پھیپھڑوں کو خراب کرتیں۔ بندرگاہ کے ایک طرف خشک اور پیاسی زمین تھی، اور دوسری طرف سمندر تھا، جس سے وہاں کے باشندے اپنی روزی حاصل کرتے۔
کراچی کی پرانی آبادی کی تنگ گلیوں اور دھندلے مکانوں میں محمد علی جناح کا بچپن اور لڑکپن بسر ہوا۔ اس کی بعض گلیاں اتنی تنگ اور مکان اتنے نیچے ہیں کہ گزرتے ہوئے اُونٹ آسانی سے بالائی منزل کی کھڑکیوں میں سے اندر جھانک سکتے ہیں۔ انہی تنگ گلیوں میں سے ایک گلی میں، جس کا نام نیونہم روڈ ہے، وہ مکان واقع ہے جس میں محمد علی جناح نے جنم لیا۔
محمد علی جناح کے قریبی اجداد مسلمان تھے اور آغا خان کے خوجا فرقے میں سے تھے، لیکن ہندوستان کے اکثر مسلمانوں کی طرح ان کا سلسلۂ نسب ہندوؤں سے ملتا تھا۔ گانجی نے مجھے بتایا کہ کئی نسل پہلے جناح کا خاندان ساہیوال کے علاقے سے ہجرت کر کے کاٹھیاواڑ گیا تھا، پھر وہاں سے اٹھ کر وہ کراچی آ گیا جہاں اس کے افراد خوش حالی کی زندگی بسر کرتے تھے۔
محمد علی جناح کو جب کراچی میں مدرسے پڑھنے بھیجا گیا تو وہ چھ برس کے تھے۔ چار برس بعد وہ بذریعہ جہاز بمبئی گئے جہاں ایک سال تک گوکل داس تیج پرائمری اسکول میں زیرِ تعلیم رہے۔ گیارہ سال کی عمر میں کراچی واپس آئے اور سندھ مدرسہ اسکول میں داخل ہو گئے، پھر چار برس بعد 15 سال کی عمر میں وہیں چرچ مشنری سوسائٹی ہائی اسکول میں داخل ہو گئے۔
محمد علی گانجی کے بیان کے مطابق جناح کے والدین نے اسی سال ان کا نکاح رواج کے مطابق کاٹھیاواڑ کی ایک خوجہ لڑکی ایمی بائی سے کر دیا۔ 1892ء میں جناح قانون کی تعلیم حاصل کرنے انگلستان سدھارے اور وہ ابھی ولایت ہی میں تھے کہ ان کی نوجوان دلہن کا انتقال ہو گیا۔ اس کے تھوڑے دن بعد ان کی والدہ نے بھی رحلت کی، اور ان کے والد کی مالی حالت بہت خراب ہو گئی۔
فاطمہ بائی کہتی ہیں ”نیونہم روڈ کے گھر کی بالائی منزل پر ہم آٹھ افراد دو کمروں میں رہا کرتے تھے۔ رات کو جب بچے سو جاتے تو محمد علی جناح دفتی کا ایک تختہ لیمپ کے ساتھ کھڑا کر دیتے تا کہ روشنی سوئے ہوئے بچوں کی آنکھوں پر نہ پڑے، اور پھر وہ رات گئے تک پڑھتے رہتے۔ ایک رات میں ان کے پاس گئی اور کہا: ”بچے اتنا نہ پڑھا کر، بیمار ہو جائے گا۔“ جناح نے جواب دیا:
”بائی، اگر میں اب محنت نہ کروں گا تو زندگی میں کوئی بڑا کام نہ کر سکوں گا۔“
بچپن میں جناح کے ساتھ اسکول میں پڑھا کرتا تھا، لیکن اس زمانے کی صرف یہ بات اسے یاد تھی کہ وہ جناح کے ساتھ گلی میں گولیاں کھیلا کرتا تھا۔

جب جناح 14 برس کے تھے، تو ایک صبح انہوں نے نانجی جعفر سے، جو اس وقت گلی میں کھیل رہا تھا، کہا:
''مٹی میں گولیاں نہ کھیلو، اس سے ہاتھ اور کپڑے دونوں گندے ہو جاتے ہیں۔ ہمیں کھڑے ہو کر کرکٹ کھیلنا چاہیے۔''
نیونہم روڈ کے دوسرے لڑکوں نے اس ہدایت پر عمل کیا۔ انہوں نے گولیاں کھیلنا چھوڑ دیا اور جناح کی رہنمائی میں گندی گلی سے نکل کر کھلے میدان میں پہنچ گئے جہاں جناح نے اپنا کرکٹ کا بلا اور وکٹ ان کو لا کر دیے۔ دو سال بعد جب وہ انگلستان روانہ ہونے لگے تو انہوں نے اپنا بلا نانجی جعفر کو دے دیا اور کہا:
''میری غیر موجودگی میں تم لڑکوں کو کرکٹ کھیلنا سکھاتے رہنا۔''
محمد علی جناح کے کردار کی عظمت اور ان کی کامیابی کا سارا راز لڑکپن کے ان لفظوں میں مضمر ہے کہ زمین پر نہ بیٹھو تا کہ تمہارے کپڑے گندے نہ ہوں اور زندگی کی کشمکش میں تمہارا دامن صاف رہے۔
جناح اپنے لڑکپن کے زمانے کا ایک ہی واقعہ عدالت جانے کا سنایا کرتے۔ وہ اپنے والد کے ساتھ کسی عدالت میں گئے، اور وہاں پہلی دفعہ انہوں نے ایک وکیل کو گاؤن پہنے اور گلے میں پٹا لگائے دیکھا۔ اُسے دیکھ کر بولے: ''میں بیرسٹر بنوں گا۔''
اُن کی سب سے پہلی تصویر میں ہمیں ایک دبلا پتلا لڑکا نظر آتا ہے، جس کے گالوں کی ہڈیاں اُبھری ہوئی ہیں۔ لڑکپن کی اس تصویر میں آنکھوں سے قوت و ذہانت زیادہ ظاہر ہوتی ہے اور حرارت کم۔ ہاتھ نازک اور خوب صورت ہیں۔ بعد میں ان ہاتھوں کو وہ اکثر ایک اداکار کی سی چابک دستی سے چلایا کرتے، اور یہ کیفیت اس وقت تک باقی رہی جب وہ بوڑھے ہو چکے اور ان کے خوب صورت ہاتھ سوکھ کر کانٹا ہو گئے تھے۔
محمد علی جناح کی زندگی کے اس دور کے متعلق ہمیں کوئی مواد نہیں ملتا۔ صرف ایک فقرہ ہے جو تقریباً ہر اس تحریر میں ملتا ہے جس میں ان کا حوالہ ہے:
''ایک لمبا دبلا لڑکا جو ایک عجیب وغریب لمبا زرد رنگ کا کوٹ پہنے رہتا ہے۔''
جس زمانے میں محمد علی جناح نے اسکول کی تعلیم ختم کی ان دنوں فریڈرک لیہ کرافٹ (Frederick Legh Croft) نامی ایک شخص بمبئی اور کراچی میں صرافے پر دلالی کرتا تھا۔ وہ بتیس برس کا غیر شادی شدہ شخص تھا، اور انگلستان کے ایک لارڈ کے خطاب اور جائیداد کا وارث تھا۔ اُس کی ایک عزیزہ کے بیان کے مطابق کرافٹ بڑا بانکا خوش پوش جوان تھا اور ہر صبح اپنے کوٹ پر کارنیشن کا تازہ پھول لگایا کرتا تھا۔ وہ بڑا ظریف الطبع، بذلہ سنج شخص تھا اور لوگوں سے ذرا الگ تھلگ رہتا تھا۔ بچوں سے وہ کچھ گھبراتا تھا اور اُن کی صحبت میں خوش نہ رہتا، لیکن محمد علی جناح کی قابلیت سے وہ خاصا متاثر تھا۔ اُس نے اُن کے والد جناح پونجا کو اس پر آمادہ کر لیا کہ وہ اپنے بیٹے کو قانون کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے انگلستان بھیجیں۔ محمد علی جناح ابھی پورے سولہ برس کے بھی نہ تھے کہ وہ وطن سے روانہ ہو گئے، اور چند ہفتوں میں سات سمندر پار کر کے مغربی دنیا میں پہنچ گئے۔ یہی وہ دنیا تھی جہاں اُن کی ذہنی نشوونما ہوئی اور جس کی زندگی نے ان کے دماغ، ان کی اُمنگوں اور اُن کے مذاق پر وہ اثر کیا جو ساری عمر قائم رہا اور جس نے ان

کی شخصیت، کردار اور زندگی میں وہ مغربیت پیدا کی جو مرتے دم تک باقی رہی۔"

(محمد علی جناح، ہیکٹر بولائتھو، مترجم: زہیر صدیقی)

بحیثیت گورنر جنرل آف پاکستان

(تقاریر کے آئینے میں)

خواجہ رضی حیدر اپنے مضمون قائداعظم بہ حیثیت گورنر جنرل آف پاکستان تقریروں کے آئینے میں رقمطراز ہیں:

"ہوتا یہ ہے کہ بعد پاکستان کا حصول جہاں بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کی ولولہ انگیز قیادت اور اعلیٰ سیاسی بصیرت کا نتیجہ تھا اور بے مثال قومی یک جہتی کا مظہر بھی تھا۔ جس کی تعلیم قائداعظم اپنی قوم کو مسلسل دیا کرتے تھے آپ نے بار بار مسلمانوں سے فرمایا:

"ہماری نجات ہمارے ملکی اتحاد، باہمی اقتصادی اور نظم وضبط میں ہے۔ ہم اس عالم کے لیے اپنا کردار ادا کریں گے۔ پاکستان کی خارجہ حکمت عملی تمام اقدام کے لیے بہت دوستانہ ہوگی۔ دنیا کی کوئی طاقت کسی منظم قوم کے درست فیصلے کی مزاحمت نہیں کر سکتی ہے۔"

17 اگست 1947ء کو آپ نے پاکستان براڈ کاسٹنگ سروس کی افتتاحی تقریب پر قوم کے نام اپنے ایک پیغام میں فرمایا:

"ہم پرامن رہنا چاہتے ہیں اور اپنے قریبی ہمسائیوں اور ساری دنیا سے مخلصانہ اور دوستانہ تعلقات رکھنا چاہتے ہیں۔ ہم کسی کے خلاف جارحانہ عزائم نہیں رکھتے۔ ہم اقوام متحدہ کے منشور کے حامی ہیں اور امن عالم اور عالمی خوشحالی کے لیے اپنا کردار ادا کریں گے۔"

30 اکتوبر 1947ء کو آپ نے یونیورسٹی اسٹیڈیم لاہور میں ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"کوئی قوم ابتلا اور ایثار کے بغیر آزادی حاصل نہیں کر سکتی۔ ہم شدید دشواریوں اور ناگفتہ بہ مصائب میں گھرے ہوئے ہیں۔ ہم قوت اور اذیت کے تاریک ایام سے گزر رہے ہیں لیکن میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اتحاد، حوصلے، خود اعتمادی اور اللہ کی تائید سے کامیابی ہمارے قدم چومے گی۔"

قائداعظم ہر مشکل مرحلے پر اپنی قوم کا حوصلہ بڑھاتے رہے۔ ان کے اندر عزم اور یک جہتی کی روح پھونکتے رہے۔ کیونکہ ان کا ایمان تھا کہ ہم جس قدر عظیم قربانیاں دیں گے اس قدر بہتر عمل اور کردار کا مظاہرہ کریں گے۔

24 اکتوبر 1947ء کو آپ نے ایک پیغام میں فرمایا:

"آپ سب کے لیے میرا پیغام امید، حوصلے اور اعتماد کا پیغام ہے۔ آیئے! ہم باوقار اور منظم طریقے سے اپنے تمام وسائل مجتمع کریں، اور درپیش سنگین مسائل کا اپنے عزم اور نظم وضبط سے مقابلہ کریں جو ایک عظیم قوم کا سرمایہ ہوتا ہے۔"

30 اکتوبر 1947ء کو ریڈیو پاکستان لاہور سے قائداعظم نے ایک تقریر میں فرمایا:

"ایک متحد قوم کو جس کے پاس ایک عظیم تہذیب اور تاریخ ہے کہ کسی سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ اب یہ آپ پر منحصر ہے کہ آپ کام، کام اور کام کریں۔ ہم یقیناً کامیاب ہوں گے۔ اپنے نصب العین یعنی اتحاد ایمان اور تنظیم کو فراموش نہ کیجئے۔"

8 نومبر 1947ء کو قائداعظم نے ایک بیان میں فرمایا:

"میں چاہتا ہوں کہ باوجود ان خطرات کے جو ہمیں



درپیش ہیں۔ آپ سب کامل اتحاد اور یک جہتی کے ساتھ کام کریں۔ مجھے یقین ہے کہ ہم پاکستان کا وقار پہلے سے زیادہ سلیقہ رکھتے ہوئے اور اسلام کی عظیم روایات اور قومی پرچم کو بلند کیے ہوئے ان خطرات کے درمیان میں سے کامیابی کے ساتھ گزر جائیں گے۔''

بانی پاکستان محمد علی جناح کے تقریباً تمام سوانح نگار اس بات پر متفق نظر آتے ہیں کہ پاکستان کا قیام اگرچہ برصغیر کے مسلمانوں کی امنگوں اور آرزوؤں کے عین مطابق اور ان کی منظم جدوجہد کا نتیجہ تھا، لیکن پاکستان کے معرض وجود میں آنے کا سبب قائداعظم محمد علی جناح کی کرشمہ ساز قیادت تھی۔

پروفیسر شریف المجاہد نے لکھا ہے:

''پاکستان ایک انتھک جدوجہد کے بعد انتشار اور افراتفری کے عالم میں قائم ہوا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ دنیا کے مشابہ ہی کسی اور قوم نے اپنی زندگی کے سفر کا آغاز اس قدر محدود وسائل کے ساتھ اور ایسے سنگین اور بدتر حالات میں کیا ہے۔ اسے ورثے میں نہ کوئی مرکزی حکومت ملی تھی نہ اس کے پاس کوئی دارالحکومت تھا، نہ کوئی انتظامی ڈھانچہ تھا، نہ منظم دفاعی فوج۔ خزانہ خالی تھا کیونکہ ہندوستان نے پاکستان کو زرمبادلہ کے بقایاجات کا وہ حصہ ادا کرنے سے انکار کر دیا تھا جو اس کا اپنا حق تھا۔ ان تمام حالات میں پاکستان کا زندہ سلامت رہنا معجزے سے کم نہ تھا۔''

24 دسمبر 1947ء کو قائداعظم نے اردن کے سفیر متعین پاکستان، کے اسناد سفارش قبول کرتے ہوئے فرمایا:

''ہمارے نزدیک اسلام ہماری زندگی اور بقا کا منبع ہے۔ اس کی وجہ سے ہماری ثقافت اور ماضی کی روایات عالم عرب سے منسلک ہیں۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے 19 فروری 1948ء کو آسٹریلوی عوام کے نام اپنے ایک نشری پیغام میں فرمایا:

''ہم اپنے ہمسائیوں کے خلاف جارحانہ عزائم نہیں رکھتے۔ ہم صلح اور آشتی کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں، تاکہ عالمی امور میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔''

اس طرح 1948ء کو آپ نے پاکستان کے فوجی افسروں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''اس مشینی دور میں جب انسان کی سمجھ اور ذہانت ہر روز تباہی کے نت نئے آلات ایجاد کر رہی ہے۔ آپ کو وقت کے ساتھ ساتھ آگے بڑھنا ہوگا۔ ہماری اس سے زیادہ کوئی خواہش نہیں کہ ہم خود بھی امن وسکون سے زندہ رہیں، اور دوسروں کو بھی امن وسکون کی فضاء میں زندہ رہنے کا حق دیں۔''

26 فروری 1948ء کو پاکستان میں متعین امریکہ کے پہلے سفیر کی اسناد سفارش قبول کرتے ہوئے قائداعظم نے فرمایا:

''ہمیں تاریک صورتحال کا سامنا ہے، تاہم ہمیں اس امر پر کوئی شبہ نہیں کہ ہم آزاد اور امن پسند قوم کی حیثیت سے زندہ رہتے ہوئے مشترک مقاصد اور عزم کی وجہ سے ان مشکلات پر کامیابی کے ساتھ قابو پالیں گے۔''

قائداعظم محمد علی جناح ایک امن پسند رہنما تھے، لہٰذا عالمی امن آپ کو ہمیشہ عزیز رہا۔ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کی حیثیت ہمارے قومی استدلال کی بہترین مظہر تھی، اور اس قومی استقلال کے زیراثر جو تعمیری کام پاکستان میں ہوا ہے۔ وہ دراصل قوم کی جانب سے اپنے قائد کی شخصیت کو ایک بہترین خراج عقیدت ہے، گویا پاکستان کی خدمت قائداعظم کی قیادت وشخصیت کے اعتراف کے مترادف ہے، یعنی پاکستان اور قائداعظم رہتی دنیا تک ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں۔ قائداعظم محمد علی جناح نے اپنی زندگی میں وہ

حکمت عملی اور خطوط متعین کر دیے تھے، جو پاکستان کی بقا ،سلامتی اور خوشحالی کی ضمانت دیتے ہیں۔

آپ نے یکم جولائی 1948ء کو سٹیٹ بنک آف پاکستان کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا:

''پاکستان کے عوام کو خوشحال اور فارغ البال بنانے کے لیے مغرب کے اقتصادی نظام اور عملی طریق کار کو اختیار کرنا ہمارے لیے بے سود ہوگا۔ ہمیں چاہئے کہ ہم ایک نئی راہ عمل اختیار کریں، اور دنیا کے سامنے ایک ایسا اقتصادی نظام پیش کریں جو اضافی اخوت اور سماجی انصاف کے صحیح اسلامی نظریات پر مبنی ہو۔ اس طرح نہ صرف ہم اپنی ذمہ داری پوری کر سکیں گے۔ جو ہم پر سامنے آنے کی حیثیت سے عائد ہوتی ہے بلکہ عالم انسانیت کو امن کا وہ پیغام بھی دے سکیں گے، جو عالم انسانیت کو تباہی سے بچا سکتا ہے، اور ملکی خوشحالی اور ترقی کا موجب بھی بن سکتا ہے۔''

پاکستان کے قیام کی پہلی سالگرہ کے موقع پر 14 اگست 1948ء کو اپنے ایک پیغام میں ایک سال کے دوران پاکستان کے مختلف حوالوں سے ترقی کا جائزہ لیتے ہوئے آپ نے فرمایا:

''کسی مملکت کی تاریخ میں ایک سال کا عرصہ اس کے کارناموں کے جائزہ لینے اور اس کے مستقبل کا اندازہ لگانے کے لیے بہت مختصر ہے، لیکن جس طرح ہم نے زبردست مشکلات پر قابو پالیا ہے، اور گزشتہ بارہ ماہ میں جو ٹھوس ترقی کی ہے۔ اس کی بنا پر ہم امید کرنے میں حق بجانب ہیں کہ ہمارا مستقبل شاندار ہوگا۔''

قائداعظم محمد علی جناح کو ہم سے رخصت ہوئے اب نصف صدی سے زائد کا عرصہ بیت گیا ہے۔ اس عرصے میں ہم نے پاکستان کو مستحکم اور خوشحال پاکستان بنانے کے لیے بہ حیثیت قوم کیا کردار ادا کیا، کیونکہ یہی سوال ہم کو مستقبل میں پاکستان کے استحکام اور خوشحالی سے مستعد اور متحرک رکھنے کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔

بانی پاکستان محمد علی جناح نے نہایت بھرپور سیاسی زندگی گزار کر 11 ستمبر 1948ء کو داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ کی رحلت نہ صرف پاکستان اور عالم اسلام کے لیے ایک عظیم سانحہ تھا بلکہ پوری دنیا کے لیے رنج واندوہ کا باعث بنی۔ آپ کے بے حد تعزیتی پیغامات موصول ہوئے۔ ان میں قائداعظم کی جامع الصفات شخصیت، قائدانہ صلاحیتوں اور غیر متزلزل عزم و استقامت کا بھی واضح طور پر اعتراف موجود ہے۔

12 ستمبر 1948ء اور 13 ستمبر 1948ء کے اخبارات دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ دنیا بھر میں مسلمانوں نے قائداعظم کے انتقال پر نہ صرف سوگ منایا بلکہ غائبانہ نماز جنازہ بھی ادا کی۔ کراچی میں آپ کی نماز جنازہ کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے تحریک پاکستان کے رہنما اور ممتاز عالم دین پاکستان شبیر احمد عثمانی نے فرمایا:

''وہ اورنگ زیب عالمگیر کے بعد دوسرے عظیم مسلمان تھے۔''

پاکستان کے پہلے وزیراعظم اور قائداعظم کے دست راست نواب زادہ لیاقت علی خان نے 11 ستمبر 1948ء کو قوم کے نام ایک نشری پیغام میں کہا:

''اللہ تعالیٰ نے قائداعظم کو ایک ایسے وقت میں ہمارے درمیان سے اٹھایا ہے جبکہ ہمیں ابھی قومی بقاء کے دشوار ترین مراحل میں آپ کی رہنمائی کی اشد ضرورت تھی۔ ہم کو اس موقع پر اللہ کے سامنے عہد کرنا چاہیے کہ ہم غیر متزلزل عزم کے ساتھ اس عظیم مقصد سے وابستہ ہو جائیں جس کے لیے قائداعظم نے

حصول پاکستان کے بعد خود کو وقف کر دیا تھا، اور وہ عظیم مقصد یہ ہے کہ ہم نومولود مملکت پاکستان کو ایک عظیم اور طاقت ور ملک بنائیں گے۔ جس کے معمار بلاشبہ قائداعظم محمد علی جناح تھے۔ بانی پاکستان محمد علی جناح کو خراج عقیدت پیش کرنے کا سب سے احسن طریقہ یہی ہے کہ ہم آپ کے اصولوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے پاکستان کو ویسا ہی بنانے کی کوشش کریں جیسا اسے قائداعظم بنانا چاہتے تھے۔''

(روزنامہ دنیا اشاعت 11 ستمبر 2013ء)

بچُّو

یہ قائداعظم محمد علی جناح کے سب سے چھوٹے بھائی تھے۔ وہ 1893ء میں پیدا ہوئے۔ ان کا کسی کتاب میں اس بچے کا پورا نام دستیاب نہیں ہے۔ جب تک زندہ رہے بچُّو کے نام جانے پہچانے جاتے رہے۔

بچے اور قائداعظم

قائداعظم محمد علی جناح چھوٹے بچوں سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ آس پاس بچے ہوتے تو قائداعظم محمد علی جناح سب کچھ بھول کر ان بچوں میں جذب ہونے کی کوشش کرتے، انہیں اپنی اکلوتی بیٹی صوفیہ دینا سے بے حد محبت تھی، یہ درست ہے کہ دینا نے ان کی منشاء کے خلاف ایک پارسی کے ساتھ شادی کر لی، اور باپ سے بے وفائی کی اس پر قائداعظم محمد علی جناح نے عمر بھر اس کا منہ دیکھنا گوارہ نہ کیا، لیکن کبھی کبھی وہ ایک پرانے صندوق سے اپنی بچی کے چھوٹے چھوٹے کپڑے نکلوا کر خاموشی سے دیکھا کرتے تھے۔ مصروف ترین سیاسی زندگی میں جب بھی انہیں سیاسی رفقائے کار کے بچوں سے ملنے کا اتفاق ہوتا، بچوں کے لیے ان کا پیار جاگ اٹھتا، اور وہ کچھ دیر ان کے ساتھ گھل مل کر خوش ہو لیتے۔ کبھی اپنی بہنوں کے گھر جانا ہوتا تو ان کے بچوں کے لیے ضرور کھلونے لے کر جاتے۔

قائداعظم محمد علی جناح کو بچوں سے بڑا پیار تھا اس کا اندازہ ان چند واقعات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

1. ایک دفعہ قائداعظم محمد علی جناح ایک جلوس کے ساتھ جا رہے تھے دو بچوں نے انہیں اپنی چھت پر سے دیکھا تو عقیدت سے قائداعظم زندہ باد کا نعرہ لگایا اور دو سنگترے قائداعظم کی کار میں پھینک دیے۔ قائداعظم محمد علی جناح نے ان سنگتروں کو اٹھایا اور سارے راستے اپنے ہاتھ میں اٹھائے رکھا۔
2. قائداعظم جب کوئٹہ گئے تو کھلونوں کی ایک دکان میں داخل ہوئے۔ لوگوں نے انہیں دیکھ کر نعرے لگائے۔ لوگ اس بات پر حیران تھے کہ قائداعظم محمد علی جناح کھلونوں کی دکان میں کیا کر رہے ہیں بعد میں معلوم ہوا کہ قائداعظم محمد علی جناح کوئٹہ میں جن کے ہاں مقیم تھے وہاں ایک چھوٹا بچہ بھی تھا جسے قائداعظم محمد علی جناح بے حد پیار کرتے اور اس کی میٹھی میٹھی باتوں سے محظوظ ہوتے جب بچے کی ماں اسے لینا چاہتی تو قائداعظم محمد علی جناح کہتے:

   ''اسے میرے پاس ہی رہنے دیں ہم اکٹھے کھیلیں گے۔''
3. ایک بار قائداعظم محمد علی جناح اپنی کار میں کسی دیہات سے گزر رہے تھے۔ دیہاتیوں نے جب قائداعظم محمد علی جناح کو دیکھا تو پاکستان زندہ باد کے نعرے لگانے شروع کر دیے۔ ایک دس سالہ بچے نے یہ نعرہ لگایا۔ پاکستان زندہ باد۔ قائداعظم محمد علی جناح نے اس سے پوچھا:

   ''کیا تم جانتے ہو پاکستان کا کیا مطلب ہے؟''

   بچے نے جواب دیا:

   ''اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان ان علاقوں پر

حکومت کریں گے جہاں ان کی اکثریت ہے۔"

قائداعظم محمد علی جناح نے اس بچے کو پیار کیا اور تھپکی دی۔

◆ روہیل کھنڈ کے قصبہ میں ایک چھوٹی سی لڑکی تھی۔ اس کے گھر والے پردہ کے بڑے پابند تھے۔ اس لڑکی نے ایک ریشمی کپڑا لے کر اس پر ہندوستان کا نقشہ بنایا اور اس پر کڑھائی کی۔ یہ سبز رنگ کا تھا۔ یہ نقشہ کسی طرح قائداعظم محمد علی جناح کے پاس پہنچ گیا قائداعظم محمد علی جناح نے وہ نقشہ وائسرائے ہند لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو دکھایا تاکہ اسے یہ خیال آ جائے کہ پاکستان کی تحریک کس حد تک آگے بڑھ چکی ہے، اور بچوں کے دلوں تک پہنچ چکی ہے۔

◆ ایک بار قائداعظم محمد علی جناح نے کسی بچے سے پوچھا:

"تم کیا بننا چاہتے ہو؟"

اس نے کہا:

"قائداعظم۔"

بچے کا یہ جواب سن کر قائداعظم محمد علی جناح مسکرائے اور کہا:

"پاکستان کو ابھی ایک اور قائداعظم کی ضرورت ہے۔"

بچوں کا جناح

اس کتاب کو ملک کے معروف اشاعتی ادارے مقبول اکیڈمی لاہور نے باراول 1998ء میں طبع کیا۔ یہ بڑے سائز کی بچوں کے لیے ایک مفید کتاب ہے۔ اس میں قائداعظم محمد علی جناح کے بچپن کے حالات بھی شامل ہیں، ان کا تعلیمی زمانہ اور شادی کا زمانہ بھی قلم بند کیا گیا ہے۔ اس کتاب کو بڑے دلچسپ انداز میں تحریر کیا گیا ہے۔ گویا سمندر کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔

بختیار بیگ

قائداعظم محمد علی جناح یکم جون 1945ء کو سیسل ہوٹل شملہ میں قیام پذیر ہوئے تو بختیار بیگ قائداعظم محمد علی جناح کے کھانے کو گرم کر کے میز پر لگاتے۔ انہیں ان کی خدمات کے صلے میں قائداعظم محمد علی جناح نے تعریفی سرٹیفکیٹ بھی دیا۔

اس کا ترجمہ یہ ہے:

سیسل ہوٹل

شملہ

17 جولائی 1945ء

اس کا حامل بختیار بیگ میرے ہوٹل میں قیام کے دوران ایک ماہ کے لیے میری خدمت گزاری میں رہا، اور اس نے مجھے مکمل طور پر مطمئن رکھا۔

محمد علی جناح

1922ء میں بختیار بیگ ہنزہ میں پیدا ہوئے۔ ہوش سنبھالنے پر شملہ چلے گئے، اور وہاں سیسل ہوٹل میں ملازمت اختیار کر لی وہیں 1945ء میں قائداعظم محمد علی جناح شملہ کانفرنس میں شرکت کے لیے تشریف لائے۔ اس دوران 1940ء میں لاہور میں مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی سیسل ہوٹل میں قائداعظم محمد علی جناح کی خدمت کے صلے میں انہیں قائداعظم محمد علی جناح نے ایک تعریفی سرٹیفکیٹ بھی عطا کیا۔

بخش الٰہی

آپ تحریک پاکستان کے ممتاز کارکن تھے، حکومت پنجاب نے 1989ء میں ان کی خدمات کے اعتراف پر تحریک پاکستان گولڈ میڈل دیا۔ وہ مارچ 1922ء میں میاں الٰہی بخش کے ہاں جالندھر میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے بی اے تک تعلیم مکمل کی۔ 1936ء میں مسلم لیگ میں شامل ہوئے اور سٹی مسلم

لیگ کے نائب صدر منتخب ہوئے۔ 1937ء کے انتخابات میں یونینسٹ امیدوار حمید اللہ بیگ کو شکست دی۔

23 مارچ 1940ء کو لاہور میں قرارداد پاکستان کی منظوری کے لیے آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا اس اجلاس میں شرکت کے لیے جالندھر سے 200 کارکنوں کے ہمراہ لاہور آئے۔ جالندھر میں قائداعظم محمد علی جناح کی آمد کے سلسلے میں ہونے والے اخراجات برداشت کیے۔ قائداعظم محمد علی جناح ان کی دعوت پر کپورتھلہ بھی گئے۔ انہوں نے مسلم لیگ کے امدادی فنڈ میں بیس ہزار روپے جمع کرائے۔ مسلم لیگ نیشنل گارڈز کو منظم کیا۔ 1947ء میں خضر وزارت کے دوران قید کاٹی۔

بدرالدین طیب جی

5 جون 1900ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے مسٹر جسٹس بدرالدین طیب جی کو اس وقت خط ارسال کیا جب وہ بمبئی میں قائم مقام پریذیڈنسی مجسٹریٹ کی حیثیت سے تعینات تھے۔ ان کی دستاویزات میں سے حاصل ہونے والی قدیم ترین دستاویز ہے۔

قائداعظم محمد علی جناح کی جسٹس بدرالدین طیب جی سے خط وکتابت بھی رہی۔ ذیل میں قائداعظم محمد علی جناح کا ایک خط دیا جا رہا ہے۔

قائداعظم بنام جسٹس طیب جی

5 جون 1900ء

ذاتی وخفیہ

مائی ڈیئر مسٹر جسٹس طیب جی

مجھے اپنے سربراہ مسٹر سینڈر سلیٹر سے یہ اطلاع پا کر بے حد خوشی ہوئی کہ آپ نے انہیں تحریری طور پر مطلع کیا ہے کہ میرے اور مسٹر ٹی کے مابین جو معاملات ہیں آپ ان کے بارے میں مجھے بخوشی اپنی رائے اور مشورے سے نوازیں گے۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی عار نہیں کہ اگر میں ابھی آپ کو خط لکھ کر آپ سے مشورہ کروں تو ایسی صورت میں میرے لیے آپ کی قیمتی رائے سے بڑھ کر کوئی اور بات باعث اطمینان نہیں ہو سکتی۔ مزید یہ کہ آپ کے مشورے سے بڑھ کر کوئی بات ایسی نہیں جس پر میں فی الفور اور بلا ہچکچاہٹ عمل نہ کروں۔ اس معاملے کے حقائق مختصراً درج ذیل ہیں۔

ایک مقدمے کے سلسلے میں ایک فریق کی طرف سے مسٹر ٹی پیش ہوئے اور دوسرے فریق کی طرف سے ویل نکر۔ اس مقدمے کی سماعت اتفاقِ رائے سے صبح ساڑھے گیارہ بجے ملتوی کر دی گئی جس کے بعد مسٹر ویل نکر تو چلے گئے البتہ مسٹر ٹی عدالت میں موجود رہے تقریباً ایک گھنٹے بعد جب کہ میں ایک زیر سماعت مقدمے کی کارروائی میں مصروف تھا۔ مسٹر ٹی نے اٹھ کر کچھ درخواست پیش کرنا چاہی تاہم میرے سوالات کرنے پر انہوں نے کہا کہ یہ فوری نوعیت کا کوئی معاملہ نہیں ہے، چنانچہ میں نے ان سے کہا کہ مجھے زیر سماعت مقدمے کی کارروائی میں خلل اندازی پسند نہیں اور یہ کہ میں عدالت سے اٹھنے سے قبل دو بجے سہ پہر ان کی بات سنوں گا۔ اس کے بعد مسٹر ٹی عدالت میں بیٹھے رہے۔ دو بجے سہ پہر میرے طلب کرنے پر مسٹر ٹی نے اٹھ کر کہا اس معاملے کی سماعت کے لیے جسے عزت مآب نے آج صبح اتفاق رائے سے ملتوی کر دیا ہے جو تاریخ مقرر کی گئی ہے وہ میرے موکل کے لیے مناسب نہیں ہے۔ اسی لیے میں عزت مآب سے درخواست کرتا ہوں کہ اس تاریخ کو تبدیل کر دیا جائے۔ اس پر میں نے سوال کیا کہ فریق مخالف کی طرف سے کون پیروی کر رہا ہے؟ مسٹر ٹی نے جواب دیا کوئی نہیں میں نے دریافت کیا کہ آیا تاریخ میں تبدیلی کے معاملے پر فریق مخالف نے رضامندی ظاہر کی ہے۔ مسٹر ٹی نے جواب دیا: نہیں جناب عالی! لیکن (اس کی) رضامندی کی

ضرورت بھی نہیں ہے۔ عزت مآب کو یہ اختیار حاصل ہے کہ عدالت کے لیے جو تاریخ مناسب ہو مقرر کر دیں۔ یہ ایک روایت ہے اور اکثر اوقات ایسا ہوا بھی ہے۔ میرا موکل بحری سفر کرتا رہتا ہے اور جب تک تاریخ تبدیل نہ کی جائے اس کے لیے عدالت میں حاضر ہونا ممکن نہیں۔ مسٹر ویل نکر کیونکہ جا چکے ہیں اس لیے اب کوئی اور چارۂ کار نہیں لہٰذا میں عزت مآب سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اپنے اختیارات کو بروئے کار لائیں۔ یہ تمام باتیں سن کر میں نے زبانی احکامات دیتے ہوئے کہا: اس مفروضے کے باوجود کہ مجھے اختیار حاصل ہے میں یک طرفہ طور پر تاریخ تبدیل کرنے پر خود کو آمادہ نہیں پاتا۔ دوسرا فریق حاضر بھی نہیں ہے، اور اس نے تاریخ کی تبدیلی پر رضامندی کا اظہار بھی نہیں کیا ہے اس پر مسٹر ٹی بہت ناخوش ہو کر بیٹھنے والے تھے کہ مسٹر اسپنسر نے ان سے کچھ کہا، چنانچہ انہوں نے کھڑے ہو کر کہا لیکن مسٹر ویل نکر نے تاریخ کی تبدیلی پر رضامندی کا اظہار کیا۔ میں نے جب یہ سنا تو میں نے ان سے کہا: یہ بہت غیر معمولی بات ہے چند سیکنڈ پہلے مجھے بتایا گیا تھا کہ اس پر رضامندی کا اظہار نہیں کیا گیا۔ اس تضاد بیانی پر وضاحت اور مجھے مطمئن کرنے کی بجائے مسٹر ٹی طیش میں آ گئے اور انہوں نے نہایت ہتک آمیز انداز میں کہا۔ کیا آپ میرے الفاظ پر شبہات کا اظہار کر رہے ہیں؟ میں نے انہیں عدالت کا احترام کرنے کے لیے کہا، لیکن انہوں نے پھر یہی سوال دہرایا اس پر میں نے بھی سخت برہم ہو کر کہا کہ اگر وہ اس سے بہتر کوئی اور بات نہیں کر سکتے تو اگر وہ کٹہرے میں کھڑے ہو کر بھی کہیں گے تو میں اس پر یقین کرنے کے لیے آمادہ نہ ہوں گا جب تک وہ یہ رویہ اختیار کیے رہیں گے میں نہ تو ان کی بات پر یقین کروں گا نہ اس کے مطابق کارروائی کروں گا۔ اس کے بعد وہ نہ معلوم کیا کیا الفاظ کہتے رہے جس میں سے صرف میں ایک ایک لفظ سن سکا اور جو یہ تھا۔ (Scandalous) اس پر میں نے ان سے کہا کہ وہ یہ لفظ واپس لیں اور معذرت کریں۔ انہوں نے کہا کہ وہ عدالت کے بارے میں کچھ نہیں کہہ رہے تھے اور (یہ کہ) انہیں یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ ان کی زندگی میں سب سے مقدم چیز کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ اس پر میں نے کہا کہ ایسا لگتا ہے کہ آپ کو یہ بھی احساس نہیں کہ آپ عدالت میں کیا کچھ کہہ رہے ہیں۔ اس کے بعد میں نے اپنی کرسی چھوڑ دی اور اپنے چیمبر میں چلا آیا۔

اب اس تمام معاملے کی اصل حقیقت صرف یہ ہے کہ مسٹر ٹی کسی نہ کسی طور پر تاریخ تبدیل کرانا چاہتے تھے۔ انہوں نے پہلے ایک طریقہ یہ کہتے ہوئے اختیار کیا کہ مسٹر ویل نکر نے رضامندی کا اظہار کر دیا تھا جب میں نے اس پر شبہ کا اظہار کیا تو وہ وضاحت کرنے اور مجھے مطمئن کرنے کی بجائے مشتعل ہو گئے، اور بلاشبہ مجھے بھی غصہ آ گیا اور میں نے ان کے بیان کے مطابق احکام دینے سے انکار کر دیا کیونکہ ان کے الفاظ سے شبہات پیدا ہو گئے تھے، اور جب انہوں نے تضاد بیانی کے اسباب کی وضاحت کرنے سے انکار کر دیا تو صورت حال اور بھی خراب ہو گئی۔

قدرتی طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر مسٹر ٹی نے مجھے گمراہ کرنے کی کیوں کوشش کی، جبکہ انہوں نے مسٹر ویل نکر سے بھی ان کی رضامندی معلوم نہیں کی تھی۔ جہاں تک میرا خیال ہے انہیں یقین تھا کہ وہ مسٹر ویل نکر کی رضامندی حاصل کر لیں گے چنانچہ انہوں نے مسٹر ویل نکر کی رضامندی کا حوالہ دینا اس لیے مناسب سمجھا کہ اس پر اعتراض نہیں ہوگا اور بعد میں اس کے بارے میں وہ مسٹر ویل نکر کو سمجھا دیں گے۔ یہ محض میرا قیاس ہے یا یوں کہہ لیجیے کہ اب مجھے اس کا امکان نظر آتا ہے۔ اس سلسلے میں آپ کو زحمت دینے پر مجھے واقعی بے حد افسوس ہے۔ اس تمام شرارت کے بارے میں آپ کو بہت کچھ بتانا چاہتا ہوں۔ کئی لوگ ایسے ہیں جو میرے اس تقرر کو پسند

نہیں کرتے اور وہی مسٹر ٹی کو شہ دے رہے ہیں، لیکن اب میں آپ کو زیادہ زحمت دینا نہیں چاہتا۔ مجھے اس عہدے پر مستقل ہونے کی کوئی خواہش نہیں ہے لیکن اس کے ساتھ ہی میں کوئی ایسی بات بھی نہیں کرنا چاہتا جو ہماری برادری میں بار کی بدنامی کا باعث ہو۔ میں نے مندرجہ بالا حقائق پورے اعتماد کے ساتھ آپ کی خدمت میں پیش کر دیے ہیں، اور مجھے امید ہے کہ آپ اس بارے میں جلدی اپنی صائب رائے اور مشورے سے نوازیں گے تاکہ میں اسی کے مطابق عمل کر سکوں۔

انتہائی نیک خواہشات کے ساتھ

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

پس تحریر

میں آپ کے علم میں یہ بات بھی لانا چاہتا ہوں کہ موکل کی پیروی کرنے والے وکیل کی درخواست پر میں مقدمات کی سماعت ملتوی کرتا رہتا ہوں۔

بدرالدین طیب جی 10 اکتوبر 1844ء کو بمبئی میں ممتاز تاجر طیب علی کے ہاں پیدا ہوئے۔ انہوں نے الفنسٹن انسٹی ٹیوشن سے میٹرک کیا اور اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلستان گئے، جہاں سات سال گزار کر قانون کی اعلیٰ ڈگری لی۔ وہ پہلے مسلمان طالب علم تھے جنہوں نے اتنی اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ لندن میں بھی اسلامی شعائر کے پوری طرح پابند رہے۔ 1867ء میں واپس آئے۔ 1870ء میں وکالت کا آغاز کیا۔ پہلے بمبئی ہائی کورٹ کے جج پھر چیف جسٹس رہے۔ کانگریس میں شامل رہ کر بھی انجمن اسلام سوسائٹی قائم کی۔

انہوں نے اکتوبر 1906ء میں وفات پائی۔

بدعنوانی ترک کر دو

16 اپریل 1948ء کو صوبہ سرحد کے دورے کے دوران قائداعظم محمد علی جناح بنوں تشریف لے گئے، اور انہوں نے وہاں ایک اجتماع سے خطاب فرماتے ہوئے کہا:

"اس وقت ہمارے ملک کو جن مشکلات کا سامنا ہے عوام کو چاہیے کہ انہیں دور کرنے میں وہ حکومت کی مدد کریں پاکستان حاصل ہو چکا ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی اسے ایک مضبوط سلطنت بنانے کے دشوار کام کا بھی آغاز ہو چکا ہے۔ یہ مقصد بھی حاصل ہو سکتا ہے جب آپ سب مل کر اس کے لیے کوشش کریں، اور ذہنی اور مادی وسائل کو پاکستان کی مضبوط تعمیر کے لیے وقف کر دیں۔"

قائداعظم محمد علی جناح نے اس موقع پر عوامی شکایات کا بھی ذکر کیا اور کہا:

"یہ شکایتیں دو سال کے عرصہ میں دور ہو سکتی ہیں کیونکہ حکومت کو ان شکایات کے کامیاب ازالے کے لیے اتنا عرصہ ضروری ہے۔"

اسی شام کو قائداعظم محمد علی جناح نے بنوں کے قلعہ میں مقامی لوگوں اور قبائلیوں کے سامنے تقریر کی اور ان سے اپیل کی:

"رشوت ستانی، باہمی رقابت اور بدعنوانیوں کو ترک کر دیں۔"

بنوں میں قائداعظم محمد علی جناح کی خدمت میں کریسنٹ پنجاب رجمنٹ کے آفیسر کمانڈنگ نے قائداعظم ریلیف فنڈ میں 1106-5136 روپے کا چیک پیش کیا۔ میرانشاہ اور ٹوچی سکاؤٹس کے آفیسر کمانڈنگ نے بالترتیب 8000 اور 6805 روپے پیش کیے۔

براڈوے، جسٹس

قائداعظم محمد علی جناح کو علم الدین شہید کے مقدمہ کے

سلسلے میں بمبئی سے لاہور بلایا گیا تھا۔ اس ضمن میں قائداعظم محمد علی جناح نے عدالت عالیہ سے 15 جولائی 1929ء سماعت کی تاریخ مقرر کرنے کی درخواست کی، چنانچہ جب وہ لاہور آئے تو انہوں نے پنجاب ہائی کورٹ سے علم الدین شہید کے مقدمہ میں پیش ہونے کی اجازت طلب کی۔ پنجاب ہائی کورٹ کے جج مسٹر جسٹس براڈوے نے شدید مخالفت کی کہ ایک ہائی کورٹ کا وکیل دوسرے ہائی کورٹ میں پریکٹس نہیں کر سکتا، لیکن اس کے باوجود چیف جسٹس سر شادی لعل نے قائداعظم محمد علی جناح کو پیش ہونے کی اجازت دی۔

قائداعظم محمد علی جناح نے 15 جولائی کو عدالت عالیہ کے سامنے علم الدین شہید کی بے گناہی ثابت کی قائداعظم محمد علی جناح نے عدالت میں عینی گواہ کدارناتھ کے بارے میں بتایا:

"گواہ مقتول راج پال کا ملازم ہے اس لیے اس کی گواہی قابلِ قبول نہیں ہونی چاہیے۔"

قائداعظم محمد علی جناح نے یہ بھی ثابت کیا:

"کدارناتھ جھوٹا ہے۔"

اسی طرح انہوں نے بھگت رام وزیر چند نانک چند اور پرمانند کے بیانات پر تنقید کی اور بحث کے بعد ثابت کیا کہ کوئی بیان بھی قابلِ اعتماد نہیں ہے۔

براعظم کی آزادی

قائداعظم محمد علی جناح نے بہ نفسِ نفیس انتخابی مہم سر کرنے کے لیے سرحد، سندھ اور بلوچستان کا دورہ کیا، تاکہ مسلمانوں کو مسلم لیگ کے پیام اور اس کی اہمیت سے روشناس کرائیں۔

مسلمانوں کے راستے میں قدم قدم پر مشکلات تھیں۔ سندھ میں ایک جماعت غداری پر تلی ہوئی تھی، سرحد میں کانگریسی وزیراعظم ڈاکٹر خان آزادی سے انتخاب کی مہم سر کرنے کے لیے سرگرمیوں کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ اس کے اثر سے حکام و عمال بھی مداخلت کر رہے تھے۔ گورنر سے فریادیں کی جا رہی تھیں، مگر وہ رائیگاں جا رہی تھیں۔ یہی صورت حال پنجاب میں تھی۔ قائداعظم محمد علی جناح مسلمانوں کا حوصلہ بڑھا رہے تھے کہ وہ ان مشکلات کو خاطر میں نہ لائیں۔ عزم و استقامت کے ساتھ اپنے نصب العین کے حصول کی سعی میں سرگرم عمل رہیں۔ قوت و طاقت سے ذرا بھی مرعوب اور دہشت زدہ نہ ہوں، اپنا فرض مشکلات و مواقع کے ہجوم میں ادا کریں۔

17 جنوری 1946ء کو اسلامیہ کالج لاہور میں ایک دل افروز اور دل آراء تقریر قائداعظم محمد علی جناح نے ارشاد فرمائی جس میں صوبہ کے اہم اور تشویش انگیز حالات پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور کہا:

"پاکستان کا مطلب صرف مسلمانوں کی آزادی نہیں، بلکہ اس سے پورے براعظم کی آزادی ہے، اس وقت ہندو ہی اس ملک کی آزادی و خودمختاری کے راستے میں کھڑے ہوئے ہیں۔ وہ جے ہند، بھارت ماتا اور اکھنڈ ہندوستان کا خواب دیکھ رہے ہیں۔ کیا یہ احمقانہ خواب نہیں ہے۔ ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ پاکستان کو تسلیم کیے بغیر آزادی نہیں مل سکتی (نعرے اور تالیاں) پنجاب میں طلبہ نے مسلم لیگ کے فروغ و استحکام میں بڑا نمایاں حصہ لیا ہے۔ انہوں نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ مسلم لیگ کا پیام مسلمانوں تک پہنچایا۔ پنجاب میں مسلم لیگ کی کامیابی اور کامرانی کے سب سے بڑے ستون یہی ہونہار نوجوان ہیں۔"

اس نوجوان نسل کو مخاطب کرتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناح نے کہا:

"مجھے آج یہ کہتے ہوئے بڑی مسرت ہے کہ تمام پنجاب میں انقلاب برپا ہو گیا ہے، پنجاب کی جو

حالت آج ہے، وہ پہلے کبھی نہ تھی۔ یہاں کے لوگ ایک زمانہ میں پاکستان کا لفظ زبان پر لاتے ہوئے ڈرتے تھے۔تمہارے دل زور زور سے دھڑکتے تھے۔تمہاری روح تڑپتی تھی، مگر حالت ایسی تھی کہ تم اپنے جذبات کو ظاہر نہیں کر سکتے تھے۔اب تم میں تازہ روح پیدا ہوگئی ہے۔تمہارا صرف خوف ہی دور نہیں ہوگیا، بلکہ تم کو آزادی فکر کی دولت مل گئی ہے۔ جس کا مظاہرہ تم موجودہ انتخابی مہم میں کر رہے ہو۔ اس وقت ملک سیاسی تبدیلی سے دوچار ہے۔ اس وقت کام کی ضرورت ہے۔ مسلم طلباء کا فرض ہے کہ وہ میدانِ جنگ میں آجائیں، اور لیگ کا پیغام ہر گاؤں، ہر ضلع، ہر حلقے اور ہر وفد تک پہنچائیں۔''

برٹش میوزیم لندن

انگلستان میں قانون کی تعلیم حاصل کرنے کے دوران قائداعظم محمد علی جناح اکثر و بیشتر مطالعہ کی غرض سے برٹش میوزیم لندن جایا کرتے تھے۔ یہ برطانیہ کا سب سے بڑا اور اہم عجائب گھر ہے۔ 1753ء میں پارلیمنٹ کے ایک بل کے ذریعے اس کی بنیاد رکھی گئی۔ اس میں سر رابرٹ ہینز سلون اور سر رابرٹ بروس کاٹن کے کتب خانے اور ہالین لائبریری جارج دوم اور جارج سوم کے شاہی کتب خانے ہیں۔ 1759ء یہ بلومزبری مانٹیگو ہاؤس میں کھولا گیا۔

سر رابرٹ سمائرک نے اس میں موجودہ عمارتوں کا اضافہ کیا۔ بعد میں 1857ء میں ریڈنگ روم اور شمالی حصے ایڈورڈ ہفتم گیلری کی عمارت میں اضافہ کیا گیا 1881ء میں قدرتی تاریخ کا عجائب گھر ساؤتھ کنسنگٹن میں تبدیل کر دیا گیا، اور بالترتیب 1906ء اور 1932ء میں صوبائی اور لندن کے اخبارات کالنڈیل میں ذخیرہ کر دیے گئے۔

برٹش میوزیم کی اپنی لائبریری ہے جس میں برطانیہ میں شائع ہونے والی ہر کتاب کے نسخے رکھے جاتے ہیں۔اس وقت لائبریری میں کم و بیش 8 لاکھ کتابیں موجود ہیں۔

بُرج

قائداعظم محمد علی جناح 25 دسمبر کو پیدا ہوئے۔ 22 دسمبر تا 20 جنوری پیدا ہونے والوں کا برج جدی ہے، لہٰذا قائداعظم محمد علی جناح کا بُرج بھی جدی تھا۔ اس برج سے متعلقہ لوگ ذہنی اور جسمانی اعتبار سے انتہائی متحرک ہوتے ہیں۔نت نئے خیالات اور نظریات کی تلاش میں ہمیشہ بے چین رہتے ہیں۔ ان کا ذہن نت نئی سوچ میں ہمہ وقت مصروف رہتا ہے۔ان کی شخصیت کی نمایاں خصوصیات یہ ہیں: ❶ مستعد ❷ ہوشمندی ❸ ثابت قدمی ❹ غیر یقینی۔

برج جدی کے حامل افراد قناعت پسند نہیں ہوتے۔ نظم و ضبط کے پابند ہوتے ہیں دھن کے پکے اور جہدِ مسلسل سے اکثر اپنے مقاصد کے حصول میں کامیابی حاصل کرتے ہیں۔

برجستگی

کسی مقدمہ کے دوران بحث طول پکڑ گئی۔ انگریز مجسٹریٹ نے تھکاوٹ محسوس کرتے ہوئے اور کچھ قائداعظم محمد علی جناح کو اپنے طنز کا نشانہ بناتے ہوئے کہا:

''مسٹر جناح! میں آپ کی باتوں کو ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے اڑا دیتا ہوں۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے برجستہ جواب دیا:

''جناب والا! آپ کے دونوں کانوں کے درمیان کی جگہ غالباً خالی ہے۔شاید اسی لیے۔''

برصغیر کے عظیم سیاسی رہنما

نیاز سواتی اپنے مضمون ''محمد علی جناح برصغیر کے عظیم سیاسی رہنما میں رقمطراز ہیں:

''تقدیر جتنی بڑی ہوتی ہے اسے اتنے ہی فاصلے سے دیکھنا پڑتا ہے۔قائداعظم برصغیر پاک وہند کی تاریخ کے وہ عظیم ترین رہنما ہیں جن کے جامع کمالات کا جائزہ شاید ان کے اپنے دور میں ممکن نہ تھا۔قائداعظم کوان کے عظمت کے حوالے سے قدرے فاصلے سے دیکھنا پڑا ہے۔

ارسطو کا کہنا ہے:

''کسی چیز کا جائزہ اس وقت تک نہیں لیا جاسکتا جب تک کہ اس کی تمام تر تفصیلات واثرات سامنے نہ آ جائیں۔''

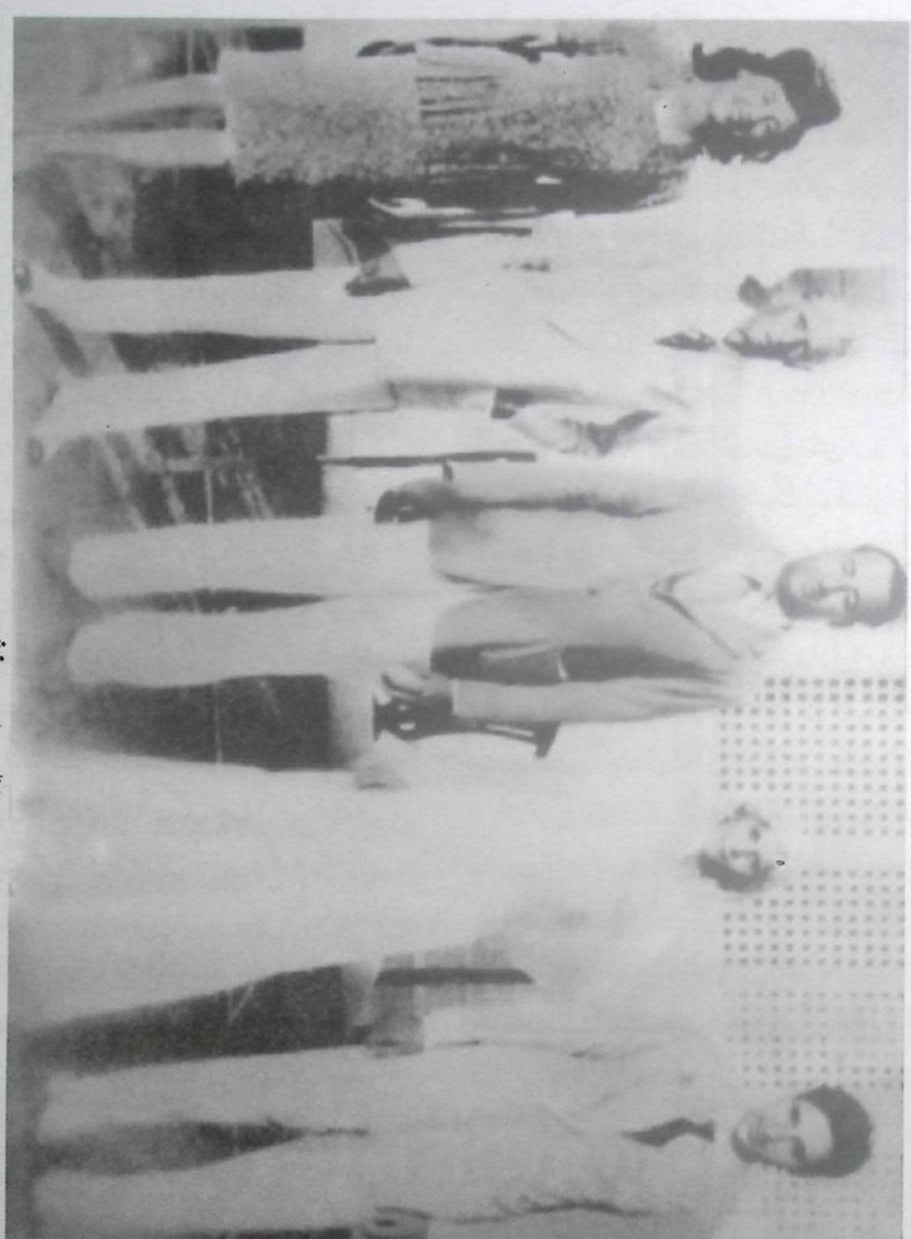
اس حوالے سے دیکھا جائے تو آج تحریک پاکستان اور قائداعظم کے کردار وشخصیت کے جائزے کا یہ مناسب ترین وقت ہے۔

دنیا میں بہت کم ایسے قائدین پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے عام سیاسی مسائل سے ہٹ کر کسی خطرے کی بنیاد پر ریاست کے قیام کی جدوجہد کی ہو، اور ایسے قائد کی تعداد تو بہت ہم کم ہے جو اس ریاست کو وجود پذیر ہوتے ہوئے دیکھ پائے۔ قائداعظم اپنی خدا داد صلاحیتوں کی بنیاد پر نہ صرف ایک ریاست قائم کرنے میں کامیاب ہوئے بلکہ اس ریاست کے پہلے سربراہ بھی قرار پائے، اور تاریخ ساز شخصیت کا ارتقائی جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ قائداعظم ہمیشہ سے دوقومی نظریہ کے حامی نہیں رہے، بلکہ اپنی سیاسی زندگی کے آغاز میں آپ دادا بھائی نوروجی، سرفیروز شاہ مہتہ اور سب سے بڑھ کر گوپال کرشنا گوکھلے سے متاثر تھے۔ یہ تمام لوگ لبرل جمہوریت نواز، دستوریت پسند (Constitutionalist) اور قوم پرستوں میں شمار کیے جاتے تھے۔

1906ء میں مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا مگر مسلم لیگ کی قدامت پرستانہ اور متفاد پالیسیوں کی وجہ سے ابتداء میں قائداعظم نے اس تنظیم میں کوئی کشش محسوس نہ کی۔ یہ صورت حال 1913ء تک قائم رہی۔ یہاں تک مسلم لیگ نے دستور میں ترمیم کرتے ہوئے اپنے نصب العین کی وضاحت کردی، اور اسے برصغیر کے لیے ایک مناسب نظام کا قیام خودمختاری کی ضمانت دیتے ہوئے اپنی جدوجہد کی بنیاد بنا لیا۔ قائداعظم سمجھتے تھے کہ ہندو مسلم اتحاد کے بغیر برطانوی حکمرانوں سے کسی مطالبے کی منظوری ناممکن ہے۔

دیگر عوامل کے علاوہ قائداعظم کی مسلسل کوششوں کے نتیجے میں کانگریس اور مسلم لیگ نے 1916ء میں ''میثاق لکھنؤ'' پر دستخط کیے۔ جس کی رو سے صوبوں میں اکثریت کی حامل ذمہ دار حکومتوں کے قیام کا مطالبہ کیا گیا۔ اس کے علاوہ قائداعظم کی ماہرانہ سفارت کاری اس نے کانگریس کو مسلمانوں کے لیے جداگانہ انتخابات پر رضا مند کر کے ایک سنگ میل طے کرلیا۔ ہندو مسلم اتحاد کے لیے قائداعظم کی مخلصانہ کوششوں کو ہندوستان کے تمام حلقوں میں سراہا گیا۔ قائداعظم برصغیر کی فرقہ وارانہ فضا میں ٹھہراؤ لانے کی کوشش کرتے رہے، مگر یہ کوشش ایک تاریخی دستاویز قرار پانے کے باوجود برصغیر کی فضا کو تبدیل کرنے میں ناکام رہی۔

1936ء اور 1937ء کے صوبائی انتخابات میں مسلم



قائداعظم محمد علی جناح نیشنل گارڈز کے ہمراہ-1945ء

لیگ کو بنگال اور کچھ مسلم اکثریتی صوبوں کے علاوہ ہندوستان بھر میں زبردست شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ ہندو اکثریتی صوبوں میں قائم ہونے والی کانگریسی حکومتوں نے مسلمانوں کے خلاف بے جا تعصب اور جانبداری کا رویہ اختیار کیا۔ کانگریسی حکومتوں کے متعصبانہ رویے نے مسلمانان ہند کے ذہنوں میں تاثر پختہ کردیا کہ کانگریس کی حکومت کا مطلب دراصل ہندو انتہا پسندوں کا تسلط ہی ہوگا۔

کانگریس راج کے تجزیے نے قائداعظم کے دل میں مسلمانوں کی علیحدگی بات کے خیال کو جاگزیں کردیا۔ مارچ 1940ء کو لاہور میں منعقد ہونے والے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس نے بحثیت سیاسی جماعت دونوں نظریے کو مسلم لیگ کا بنیادی نظریہ قرار دے دیا اس اجلاس نے برصغیر کی تاریخ کو نئے سرے سے مرتب کیا۔ مسلم لیگ نے اگلے سال اپنی سیاست کا محور قیام پاکستان کو قرار دیا۔ 1945ء میں مسلم لیگ نے ''بن کے رہے گا پاکستان'' پر ایک ہنگامی ایجنڈے پر انتخابات میں حصہ لیا، اور مسلمانوں کے لیے مختص کی گئی تمام 30 نشستوں پر بھرپور کامیابی حاصل کی۔

جون 1946ء میں مسلم لیگ نے قیام پاکستان کے امکان کو نظر انداز کرتے ہوئے وزارتوں کے منصوبے کو منظور کرلیا۔ کیبنٹ مشن پلان کی مسلم لیگ کی طرف سے منظوری میں مقامی ہند کے مسلم راہنماؤں کا بھی اہم کردار تھا۔ اس کا سبب مسلم اقلیتی صوبوں کے لیے تقسیم کے بغیر ہی زیادہ سے زیادہ حقوق کا حصول تھا کیبنٹ مشن کا منصوبہ سطحی طرز حکومت کا خاکہ پیش کرتا تھا۔ جس میں مرکز کو صرف تین محکمے یعنی دفاع، خارجہ اور مواصلات (بمعہ ضروری مالیات) دیے گئے۔ اس منصوبے کا سب سے بڑا فائدہ یہ تھا کہ اس کی تجویزیں صوبوں کی گروپنگ میں پنجاب اور بنگال جیسے مسلم اکثریتی صوبوں کو تقسیم کیے بغیر ایک دوسرے سے منسلک کرنے کی پوری پوری گنجائش موجود تھی۔ اس طرح کیبنٹ مشن قیام پاکستان کے ایک سنگ میل کے طور پر قبول کیا گیا تھا۔ بہت سے غیر جانبدار محققین کے نزدیک کیبنٹ مشن کی تجاویز برصغیر کے مسئلے کا بہترین حل پیش کرتی تھیں۔

اس لیے قائداعظم کے دور رس ذہن نے اس منصوبے کی مخالفت سے گریز کیا لیکن کانگریس کے رویے نے اس منصوبے کو تکمیل سے ہم کنار نہ ہونے دیا۔ ان تاریخی حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے قائداعظم کی شخصیت کے ان پہلو کو اجاگر کرنے کی ضرورت ہے کہ انہوں نے برصغیر کی آزادی کے لیے اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔ ان کا مطمع نظر برصغیر سے برطانوی سامراج کا خاتمہ تھا۔ وہ اس خطے کو غلامی کی زنجیروں سے آزاد کروانا چاہتے تھے۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے سیاسی حریفوں سے مصالحت کی ہر ممکن کوشش کی، اور ان کاوشوں میں ناکامی کے بعد ہی انہوں نے مطالبہ پاکستان کو سیاسی حل کے طور پر قبول کیا، اور اس پر ثابت قدم رہے۔''

(روزنامہ ایکسپریس اشاعت 11 ستمبر 2013ء)

برطانوی پارلیمنٹ

(دیکھیے: برطانیہ)

برطانوی حکومت اور پاکستان

برطانوی حکومت ہندوستان کی آزادی کی اتنی مخالف نہیں تھی جتنی پاکستان کی تھی۔ ہندوستان کی آزادی کو تو وہ چارو ناچار برداشت بھی کر سکتا تھا، لیکن پاکستان کا قیام اس کے مقاصد و مصالح کے قطعاً خلاف تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اگر پاکستان قائم ہو گیا تو اس سے اخلاقی طور پر ہمسایہ اسلامی ممالک کی قوت میں اضافہ ہو جائے گا، ہوسکتا ہے کہ پاکستانی وفاق ایک کنفیڈریشن قائم کر لے، جس کے اعضاؤ جوارح پاکستان، افغانستان، ایران اور دیگر ممالک عربیہ و اسلامیہ ہوں اور یہ کنفیڈریشن حکومت روس سے مضبوط و مستحکم بنیاد پر ایک اصولی مفاہمت کر لے۔ اگر ایسا ہوا تو یہ حکومت کے مصالح کے لیے قطعاً نا قابل برداشت ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ حکومت برطانیہ کے سربرآوردہ ممبران نے اگرچہ ایوان پارلیمنٹ تک میں اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ وہ ہندو کانگریس کا دور حکومت ہے جس نے پاکستان کا تخیل پیدا کیا۔ مسٹر ایمرے سابق وزیر ہند نے تو صاف صاف ایوان پارلیمنٹ میں یہ باتیں کہیں، لیکن جب حکومت نے محسوس کر لیا کہ یہ مطالبہ اب اہمیت اور نزاکت اختیار کرتا جاتا ہے تو اس نے اس کی صاف صاف مخالفت شروع کر دی۔ 1942ء کے آغاز میں جب سر کرپس اپنی تجاویز لے کر دہلی تشریف لائے تو وہ اصولاً پاکستان کی حمایت کر چکے تھے، یعنی انہوں نے پاکستان کے ہر صوبے کو کامل آزادی دے دی تھی، اور یہ اصول طے کر لیا تھا کہ وفاق ایک سے زائد بن سکتے ہیں، لیکن 1942ء کے آخر میں جب حکومت نے کانگریس کی ٹکر جھیلی تو وہ اپنے یہ وعدے فراموش کر گئی، اور اس وقت کے وائسرائے لارڈ لنلتھگو نے دسمبر 1942ء میں کلکتہ کے ایسوسی ایٹڈ چیمبر آف کامرس کے سالانہ خطبہ میں ارشاد فرمایا:

''ہندوستان کی جغرافیائی وحدت قائم رکھنا ضروری ہے۔''

لارڈ لنلتھگو جب تک بعد از خرابی بسیار ہندوستان سے رخصت نہیں ہو گئے یہی فرماتے رہے پھر لارڈ ویول تشریف لائے انہوں نے آتے ہی فرمایا اور بڑے سپاہیانہ انداز میں فرمایا:

''کسی ملک کے جغرافیہ میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا۔''

شاید لارڈ لنلتھگو اور لارڈ ویول یہ سمجھ رہے تھے کہ مسلمان یہ نطق ہمایونی سن کر سجدہ میں گر پڑیں گے اور ''انت ربنا الاعلیٰ'' کا نعرہ بلند کریں گے اور آداب و تسلیمات و کورنش بجالا کر عرض پیرا ہوں گے:

''ہماری آنکھیں کھل گئیں۔ جہالت کے پردے اٹھ گئے۔ واقعی ایسا اندھیر کبھی نہیں ہوسکتا کہ کسی ملک کا جغرافیہ بدل جائے ہم اپنے مطالبہ سے دستبردار ہوتے ہیں۔ اب کبھی پاکستان کا نام آپ کے سامنے نہیں لیں گے۔''

لیکن ان دونوں حضرات کی یہ تمنا پوری نہ ہو سکی۔ مسلمان چٹان کی طرح اپنے فیصلہ پر جمے ہوئے تھے۔ وہ پاکستان کے حصول کی کوششوں میں اور زیادہ سرگرم ہو گئے۔ ان کا جوش اور جذبہ پہلے سے اور زیادہ بڑھ گیا۔ ان کے عزم میں پہاڑ کی سی استقامت پیدا ہو گئی۔ انہوں نے فاش و برملا، وائسرائے کی اس روش کے خلاف احتجاج کیا۔ آخر وائسرائے کو نسبتاً احتیاطی روش اختیار کرنی پڑی، اور دسمبر 1945ء میں ویول نے کلکتہ کے ایسوسی ایٹڈ چیمبر آف کامرس میں جو خطبہ دیا اس میں ہندوستان کے لیے ''ایک یا ایک سے زیادہ حکومتیں'' تسلیم کر لینے پر آمادگی ظاہر کی۔

لیگ کو بنگال اور کچھ مسلم اکثریتی صوبوں کے علاوہ ہندوستان بھر میں زبردست شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ ہندو اکثریتی صوبوں میں قائم ہونے والی کانگریسی حکومتوں نے مسلمانوں کے خلاف بے جا تعصب اور جانبداری کا رویہ اختیار کیا۔ کانگریسی حکومتوں کے متعصبانہ رویے نے مسلمانان ہند کے ذہنوں میں تاثر پختہ کردیا کہ کانگریس کی حکومت کا مطلب دراصل ہندو انتہاپسندوں کا تسلط ہی ہوگا۔

کانگریس راج کے تجزیے نے قائداعظم کے دل میں مسلمانوں کی علیحدگی بات کے خیال کو جاگزیں کردیا۔ مارچ 1940ء کو لاہور میں منعقد ہونے والے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس نے بحثیت سیاسی جماعت دونوں نظریے کو مسلم لیگ کا بنیادی نظریہ قرار دے دیا اس اجلاس نے برصغیر کی تاریخ کو نئے سرے سے مرتب کیا۔ مسلم لیگ نے اگلے سال اپنی سیاست کا محور قیام پاکستان کو قرار دیا۔ 1945ء میں مسلم لیگ نے ''بن کے رہے گا پاکستان'' پر ایک ہنگامی ایجنڈے پر انتخابات میں حصہ لیا، اور مسلمانوں کے لیے مختص کی گئی تمام 30 نشستوں پر بھرپور کامیابی حاصل کی۔

جون 1946ء میں مسلم لیگ نے قیام پاکستان کے امکان کو نظر انداز کرتے ہوئے وزارتوں کے منصوبے کو منظور کرلیا۔ کیبنٹ مشن پلان کی مسلم لیگ کی طرف سے منظوری میں مقامی ہند کے مسلم راہنماؤں کا بھی اہم کردار تھا۔ اس کا سبب مسلم اقلیتی صوبوں کے لیے تقسیم کے بغیر ہی زیادہ سے زیادہ حقوق کا حصول تھا کیبنٹ مشن کا منصوبہ سطحی طرز حکومت کا خاکہ پیش کرتا تھا۔ جس میں مرکز کو صرف تین محکمے یعنی دفاع، خارجہ اور مواصلات (بمعہ ضروری مالیات) دیے گئے۔ اس منصوبے کا سب سے بڑا فائدہ یہ تھا کہ اس کی تجویزیں صوبوں کی گروپنگ میں پنجاب اور بنگال جیسے مسلم اکثریتی صوبوں کو تقسیم کیے بغیر ایک دوسرے سے منسلک کرنے کی پوری پوری گنجائش موجود تھی۔ اس طرح کیبنٹ مشن قیام پاکستان کے ایک سنگ میل کے طور پر قبول کیا گیا تھا۔ بہت سے غیر جانبدار محققین کے نزدیک کیبنٹ مشن کی تجاویز برصغیر کے مسئلے کا بہترین حل پیش کرتی تھیں۔

اس لیے قائداعظم کے دور رس ذہن نے اس منصوبے کی مخالفت سے گریز کیا لیکن کانگریس کے رویے نے اس منصوبے کو تکمیل سے ہم کنار نہ ہونے دیا۔ ان تاریخی حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے قائداعظم کی شخصیت کے ان پہلو کو اجاگر کرنے کی ضرورت ہے کہ انہوں نے برصغیر کی آزادی کے لیے اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔ ان کا مطمع نظر برصغیر سے برطانوی سامراج کا خاتمہ تھا۔ وہ اس خطے کو غلامی کی زنجیروں سے آزاد کروانا چاہتے تھے۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے سیاسی حریفوں سے مصالحت کی ہر ممکن کوشش کی، اور ان کاوشوں میں ناکامی کے بعد ہی انہوں نے مطالبہ پاکستان کو سیاسی حل کے طور پر قبول کیا، اور اس پر ثابت قدم رہے۔''

(روزنامہ ایکسپریس اشاعت 11 ستمبر 2013ء)

برطانوی پارلیمنٹ

(دیکھیے: برطانیہ)

برطانوی حکومت اور پاکستان

برطانوی حکومت ہندوستان کی آزادی کی اتنی مخالف نہیں تھی جتنی پاکستان کی تھی۔ ہندوستان کی آزادی کو تو وہ چارو ناچار برداشت بھی کرسکتا تھا، لیکن پاکستان کا قیام اس کے مقاصد ومصالح کے قطعاً خلاف تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اگر پاکستان قائم ہوگیا تو اس سے اخلاقی طور پر ہمسایہ اسلامی ممالک کی قوت میں اضافہ ہوجائے گا، ہوسکتا ہے کہ پاکستانی وفاق ایک کنفیڈریشن قائم کرلے، جس کے اعضاؤ جوارح پاکستان، افغانستان، ایران اور دیگر ممالک عربیہ واسلامیہ ہوں اور یہ کنفیڈریشن حکومت روس سے مضبوط و مستحکم بنیاد پر ایک اصولی مفاہمت کرلے۔ اگر ایسا ہوا تو یہ حکومت کے مصالح کے لیے قطعاً ناقابل برداشت ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ حکومت برطانیہ کے سربرآوردہ ممبران نے اگرچہ ایوان پارلیمنٹ تک میں اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ وہ ہندو کانگریس کا دور حکومت ہے جس نے پاکستان کا تخیل پیدا کیا۔ مسٹر ایمرے سابق وزیر ہند نے تو صاف صاف ایوان پارلیمنٹ میں یہ باتیں کہیں، لیکن جب حکومت نے محسوس کرلیا کہ یہ مطالبہ اب اہمیت اور نزاکت اختیار کرتا جاتا ہے تو اس نے اس کی صاف صاف مخالفت شروع کردی۔ 1942ء کے آغاز میں جب سر کرپس اپنی تجاویز لے کر دہلی تشریف لائے تو وہ اصولاً پاکستان کی حمایت کرچکے تھے، یعنی انہوں نے پاکستان کے ہر صوبے کو کامل آزادی دے دی تھی، اور یہ اصول طے کرلیا تھا کہ وفاق ایک سے زائد بن سکتے ہیں، لیکن 1942ء کے آخر میں جب حکومت نے کانگریس کی ٹکر جھیلی تو وہ اپنے یہ وعدے فراموش کرگئی، اور اس وقت کے وائسرائے لارڈ لنلتھگو نے دسمبر 1942ء میں کلکتہ کے ایسوسی ایٹڈ چیمبر آف کامرس کے سالانہ خطبہ میں ارشاد فرمایا:

> ”ہندوستان کی جغرافیائی وحدت قائم رکھنا ضروری ہے۔“

لارڈ لنلتھگو جب تک بعد از خرابی بسیار ہندوستان سے رخصت نہیں ہوگئے یہی فرماتے رہے پھر لارڈ ویول تشریف لائے انہوں نے آتے ہی فرمایا اور بڑے سپاہیانہ انداز میں فرمایا:

> ”کسی ملک کے جغرافیہ میں کوئی تبدیلی نہیں کرسکتا۔“

شاید لارڈ لنلتھگو اور لارڈ ویول یہ سمجھ رہے تھے کہ مسلمان یہ نطق ہمایونی سن کر سجدہ میں گر پڑیں گے اور ”انت ربنا الاعلیٰ“ کا نعرہ بلند کریں گے اور آداب وتسلیمات وکورنش بجالا کر عرض پیرا ہوں گے:

> ”ہماری آنکھیں کھل گئیں۔ جہالت کے پردے اٹھ گئے۔ واقعی ایسا اندھیر کبھی نہیں ہوسکتا کہ کسی ملک کا جغرافیہ بدل جائے ہم اپنے مطالبہ سے دستبردار ہوتے ہیں۔ اب کبھی پاکستان کا نام آپ کے سامنے نہیں لیں گے۔“

لیکن ان دونوں حضرات کی یہ تمنا پوری نہ ہوسکی۔ مسلمان چٹان کی طرح اپنے فیصلہ پر جمے ہوئے تھے۔ وہ پاکستان کے حصول کی کوششوں میں اور زیادہ سرگرم ہوگئے۔ ان کا جوش اور جذبہ پہلے سے اور زیادہ بڑھ گیا۔ ان کے عزم میں پہاڑ کی سی استقامت پیدا ہوگئی۔ انہوں نے فاش و برملا، وائسرائے کی اس روش کے خلاف احتجاج کیا۔ آخر وائسرائے کو نسبتاً احتیاطی روش اختیار کرنی پڑی، اور دسمبر 1945ء میں ویول نے کلکتہ کے ایسوسی ایٹڈ چیمبر آف کامرس میں جو خطبہ دیا اس میں ہندوستان کے لیے ”ایک یا ایک سے زیادہ حکومتیں“ تسلیم کرلینے پر آمادگی ظاہر کی۔

جناح کا بیان

ڈیلی ورکر لندن (Daily Worker) کے نامہ نگار خصوصی کو بیان دیتے ہوئے 15 اکتوبر 1944ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا:

''برطانیہ کا حکمران طبقہ پاکستان کے بروئے کار آنے کا سب سے زیادہ مخالف ہے کیونکہ میرے خیال میں (ہندوستان کے) آزادی حاصل کرنے کی سب سے یقینی اور زوداثر ترکیب یہی ہے۔ یہ طبقہ جب متحد ہندوستان کا نام لیتا ہے تو اس کی مراد یہ ہوتی ہے کہ برطانوی شہنشاہیت کا تسلط ابداً قائم رہے۔ برطانوی حکومت تقریباً سو سال سے ہمیں اس ڈھرے پر لگائے ہوئے ہے۔ وہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو غیر فطری اور مصنوعی طور پر ایک رکھنے کی کوشش کرتی رہتی ہے، اور ہندوؤں کو ایک قومی وحدت کی حیثیت سے ہندوستان کی وحدانی جمہوری اور پارلیمانی حکومت کے خواب دکھاتی رہتی ہے۔ جس کا شرمندہ تعبیر ہونا قطعاً ناممکن ہے۔ اب باتوں سے حکومت کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جس طرح 1935ء میں انڈیا ایکٹ کے نفاذ کے وقت اس نے کہا تھا اب پھر کہہ سکے کہ ہم تمہارے آپس کے جھگڑوں کی وجہ سے یہ گوارا نہیں کر سکتے کہ ہندوستان کی فلاح و بہبور معرض تاخیر میں پڑی رہے۔ خدا کے برگزیدہ بندے ہونے کی حیثیت سے ہمارا ایک مقصد حیات ہے، اور ہم تمہاری باہمی مفاہمت کے انتظار میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے نہیں رہ سکتے، لہٰذا مابدولت جو بہ حیثیت آقائے بالائے دست ایک دستور مرتب کر کے تم باہمی لڑنے والوں پر نافذ کریں گے۔ ظاہر ہے کہ اس طرح نافذ کیے ہوئے دستور کی رو سے نہ ہندو آزاد و خودمختار ہو سکتے ہیں نہ مسلمان، نہ عوام کا کوئی اور طبقہ۔''

لارڈ ویول اور پاکستان

ایسوسی ایٹڈ چیمبر آف کامرس کے سپاسنامہ کا جواب دیتے ہوئے 14 دسمبر 1944ء کو لارڈ ویول نے کہا:

''اگر ہندوستان سیاسی اختلاف کے بخار میں مبتلا رہا، اور اس کے سیاسی ڈاکٹروں نے فیصلہ کیا کہ اس کے جسم پر بڑا آپریشن ہونا چاہیے۔ جیسا کہ پاکستان تو ہندوستان ایک بہترین موقع کھو دے گا، اور یہ عظیم ملک خوشحالی اور فلاح کی جنگ میں ناکامیاب رہے گا!''

قائداعظم محمد علی جناح نے لارڈ ویول کی معنویت کو سمجھ لیا، 13 جنوری 1945ء کو احمد آباد میونسپلٹی کے سپاسنامہ کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے فرمایا:

''مجھے یقین ہے، اور میرا یہ اعتقاد ہے کہ ہندوستان کی آزادی اور باشندگان ہند کی نجات مختصرترین راستہ نظریہ پاکستان سے اتفاق کرنے ہی میں پوشیدہ ہے، شاید ایک دن اس حقیقت کو آپ اچھی طرح محسوس کر لیں گے کہ میرے اس تخیل کی مزاحمت اور مخالفت وطنی جماعتوں سے زیادہ حاکم قوم کی طرف سے ہو گی۔''

پھر احمد آباد ہی میں 15 جنوری 1945ء کو اسٹوڈنٹس یونین کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے لارڈ ویول کا جواب قائداعظم محمد علی جناح نے زیادہ صاف اور واضح الفاظ میں دیا، انہوں نے فرمایا:

''پاکستان ہی آزادی کا واحد راستہ اور جان بل کو صحیح راہ پر لانے کا واحد طریقہ ہے۔ پاکستان کے لیے

جدوجہد ہندوؤں کے خلاف نہیں بلکہ برطانوی حکومت کے خلاف جدوجہد کرنا۔ متحدہ ہندوستان کی دلیل بازی برطانوی سازش کا نتیجہ ہے، کیوں کہ آپ جو چاہیں کہیں موجودہ متحدہ ہندوستان کو ہم نہیں برطانوی مشین گنیں قائم کیے ہوئے ہیں۔ مسلمان وائسرائے کی دلیل قبول نہیں کر سکتے، کیوں کہ جب انگریز متحدہ ہندوستان کا ذکر کرتے ہیں تو ان کی مراد عارضی طور پر ظلم و جور سے ہندو مسلمانوں کو ملا دینا ہوتا ہے، تا کہ ہم سب کے سر پر وہ خود مسلط رہیں، برطانیہ اور آئر لینڈ کے درمیان ہندو اور مسلمانوں کے درمیان مشترک باتوں سے زیادہ مشترک باتیں موجود ہیں، پھر بھی دونوں الگ الگ ہیں۔''

مسٹر ایٹلی وزیر اعظم برطانیہ نے، پارلیمنٹ میں ہندوستان والے وزارتی وفد کے حدود و عمل پر روشنی ڈالتے ہوئے 15 مارچ 1946ء کو فرمایا:

''کسی اقلیت کو اس کی اجازت نہیں دی جائے گی کہ وہ اکثریت کے سیاسی ارتقاء کی راہ میں سنگ گراں بن کر حائل ہو سکے۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے ہندو پروپیگنڈے سے مسموم وزیر اعظم کے بیان کا مفصل و مدلل جواب دیتے ہوئے 14 مارچ 1946ء کو ارشاد فرمایا:

''اگر حکومت سے حق منوانے کا واحد طریقہ یہی ہے کہ خون بہانے کی دھمکیاں دی جائیں تو وقت آنے پر مسلمان بھی بتا دیں گے کہ کون زیادہ خود بہا سکتا ہے۔''

اس سے پہلے بھی امن پسند جناح کلکتہ میں کہہ چکے تھے:

''اگر پاکستان نہ ملا تو مسلمان بغاوت کر دیں گے۔''

نمائندہ پریس نے پوچھا:

''بغاوت سے مطلب کیا ہے آپ کا؟''

جواب ملا:

''بغاوت!''

(قائداعظم اور ان کا عہد، از رئیس احمد جعفری)

برطانوی حکومت کو خدا حافظ

مسلم لیگ کونسل کے اجلاس میں 9 نومبر 1942ء کو خطاب کرتے ہوئے کہا:

''ہندوستان کبھی ایک نہیں رہا، ایک قوم نہیں رہا، ایک ملک نہیں رہا۔ پورے برصغیر پر کوئی طاقت بزورِ شمشیر بھی ایک حکومت قائم نہیں کر سکی۔ یہ مختلف قوموں کا ایک ذیلی براعظم ہے، انگریز بھی پورے خطے کو اپنے زیر نگیں نہ لا سکا، نظم و نسق کی یکسانیت خالص برطانوی پیداوار ہے۔ اس ذیلی براعظم کی یہ ذیلی حکومت جو ایک سو ساٹھ سال یا ایک سو پچاس سال سے قائم ہے، ایسی حکومت نہیں جو عوام کی منظوری سے قائم ہوئی ہو۔ اس کی منظوری عوام نے نہیں بلکہ برطانوی سنگینوں نے دی ہے۔

اب جبکہ عوام میں سیاسی شعور پیدا ہو چکا ہے، ہم آزادی چاہتے ہیں کہ اپنے ملک کے آپ مالک بنیں۔ اب ہم برطانوی حکومت کو خدا حافظ کہہ دینا چاہتے ہیں۔ ہمارے مطالبۂ پاکستان میں ہی ہندوستان کی آزادی اور خود مختاری مضمر ہے۔''

برطانوی دولتِ مشترکہ

9 جون 1947ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے دہلی کے تاج ہوٹل میں مسلم لیگ کونسل کے آخری اجلاس میں فرمایا:

''انہوں نے پاکستان کے لیے نو آبادیاتی درجہ محض

عبوری دور کے لیے منظور کیا ہے اور اس فیصلہ کا انحصار پاکستان کی دستور ساز اسمبلی پر ہے کہ آیا وہ برطانوی دولتِ مشترکہ میں رہنا چاہتے ہیں یا نہیں۔''

برطانیہ

قائداعظم محمد علی جناح 1893ء میں وکالت کی تعلیم کے لیے لندن تشریف لے گئے اور 1892ء تک وہاں قیام فرمایا۔ 1913ء میں قائداعظم محمد علی جناح دوبارہ انگلستان گئے وہاں مولانا محمد علی جوہر اور سید وزیر حسن نے ان سے ملاقات کی، اور مسلم لیگ میں شمولیت پرزور دیا۔ اس دورے کے دوران انہوں نے لندن میں انڈین ایسوسی ایشن کی ازسرِنو تنظیم کی۔ دوم لندن میں واپسی سے پہلے مسلم لیگ کی رکنیت اختیار کر لی۔ مئی 1914ء میں قائداعظم محمد علی جناح کانگریس وفد کے قائد کی حیثیت سے لندن گئے، اور انہوں نے کونسل آف انڈیا بل سے متعلق بل پر برطانوی پارلیمنٹ کے ایوانِ بالا میں بحث کی۔

6 اگست 1914ء کو مسز سروجنی نائیڈو نے گاندھی جی کے اعزاز میں لندن میں دعوت دی تو اس میں قائداعظم محمد علی جناح بھی شریک ہوئے۔ 1919ء میں مسلم لیگ کے وفد کے ہمراہ قائداعظم محمد علی جناح پھر انگلستان گئے۔ 1930ء میں گول میز کانفرنس میں شرکت کے لیے قائداعظم محمد علی جناح لندن تشریف لے گئے، اور 20 نومبر کے اجلاس میں شریک ہوئے۔ اس کے بعد قائداعظم محمد علی جناح لندن سے 1931ء میں واپس ہندوستان آئے۔ 1932ء میں کیمبرج کی انڈین مجلس نے قائداعظم محمد علی جناح کے اعزاز میں دعوت دی۔ 2 مارچ 1932ء کو لندن سے قائداعظم محمد علی جناح نے مسلم سیاست دان چودھری عبدالمتین کے نام خط لکھا۔ جون 1932ء میں انہوں نے انڈین مجلس کیمبرج کی ایک اور دعوت میں شرکت کی۔ 6 اگست 1933ء کو لندن میں متحدہ صوبہ جات کے رہنما نواب محمد یامین خاں نے قائداعظم محمد علی جناح سے ملاقات کی، اور اس ضمن میں انہوں نے اپنی سوانح نامۂ اعمال کا تفصیل سے ذکر کیا۔ یہ اتوار کا دن تھا۔ 1935ء میں قائداعظم محمد علی جناح وطن واپس آئے۔ یکم دسمبر 1946ء کو قائداعظم محمد علی جناح آخری بار لندن گئے۔

برطانوی شہریت

ابوصارم نے قائداعظم محمد علی جناح کی شہریت کے حوالے سے درج ذیل مضمون لکھا:

''2013ء کے آغاز کی بات ہے۔ سپریم کورٹ نے ایک مقدمہ میں فیصلہ دیا کہ دوہری شہریت رکھنے والے پاکستانی اہم قومی عہدوں پر فائز نہیں ہوسکتے کیونکہ وہ دوسرے ملک کی حکومت سے وفادار رہنے کا حلف اٹھا لیتے ہیں۔ ظاہر ہے کسی برطانوی شہریت رکھنے والے پاکستانی کو پاکستان کا وزیرِداخلہ یا وزیر خارجہ بنا دیا جائے تو وہ بعض ازحد خفیہ معلومات تک رسائی حاصل کرسکتا ہے۔ ایسے امور صرف پاکستان میں قیام پذیر پاکستانیوں ہی کو معلوم ہونے چاہئیں۔ سپریم کورٹ کے درج بالا فیصلے پر مختلف حلقوں کی جانب سے تنقید ہوئی۔ خصوصاً ان پاکستانی سیاست دانوں نے شور مچایا جو بیرون ملک مقیم ہیں۔

جنوری 2013ء میں جناب الطاف حسین نے اپنی دانست میں یہ انکشاف کر کے سیاسی ڈرون حملہ کیا کہ قائداعظم محمد علی جناح بھی برطانوی پاسپورٹ رکھتے تھے، اور یہ کہ انہوں نے بھی برطانوی بادشاہ سے وفادار رہنے کا حلف اٹھایا تھا۔ گویا موصوف نے بانی پاکستان کا سہارا لے کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ

دوہری شہریت رکھنا جائز ہے اور اس میں کوئی قباحت نہیں۔

پہلی بات تو یہ کہ قائداعظم نے کبھی برطانوی پاسپورٹ نہیں رکھا، اور نہ ہی آپ برطانیہ کی شہریت رکھتے تھے۔ حالانکہ وہ چاہتے تو بآسانی برطانوی شہریت حاصل کر سکتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ قائداعظم نے ہمیشہ اپنے پاس برٹش انڈیا کا پاسپورٹ ہی رکھا، حتیٰ کہ جب وہ ہندوستانی سیاست سے بددل ہو کر انگلستان میں مقیم ہوئے تب بھی یہی پاسپورٹ ان کے پاس رہا۔

قائداعظم کے نام آخری برٹش پاسپورٹ 1946ء میں کراچی سے جاری ہوا۔ تب ہندوستان برطانوی سلطنت کا حصہ تھا۔ اس میں صفحہ نمبر 1 بی سی نیشنل سٹیٹس/نیشنلٹی کے نیچے واضح طور پر درج ہے:

''برٹش سبجیکٹ بائی برتھ'' یعنی برطانوی شہری بذریعہ پیدائش کیونکہ قائداعظم کراچی میں پیدا ہوئے تھے۔

دوسری حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کے بننے کے بعد بھی بیرون ملک جانے والے پاکستانی اگلے تین سال تک برطانوی ہند کا پاسپورٹ ہی استعمال کرتے رہے۔ خود قائداعظم کا پاسپورٹ 1951ء تک قابل استعمال تھا، تاہم گورنر جنرل بننے کے بعد وہ کبھی اس پاسپورٹ پر بیرون ملک تشریف نہیں لے گئے۔

یاد رہے، پاکستان کا پہلا پاسپورٹ نومسلم علامہ محمد اسد (لیوپولڈ) کو جاری کیا گیا۔ تب وہ پاکستانی وزارت خارجہ میں ڈپٹی سیکرٹری کی حیثیت سے تعینات تھے۔ وزیراعظم لیاقت علی خان کی ہدایت پر علامہ محمد اسد کو 1951ء میں پاکستانی پاسپورٹ دیا گیا تاکہ وہ مشرق وسطیٰ جا کر پاکستان کا اثر و رسوخ بڑھا سکیں۔ اس پاسپورٹ میں ''پاکستان کے شہری''، واضح طور پر درج تھا۔

تیسری قابل ذکر بات یہ ہے کہ قائداعظم کو برطانیہ کی شہریت لینے کے بارے میں مواقع ملے، لیکن انہوں نے اس ملک کو کبھی اپنا وطن نہیں بنایا۔ حالانکہ وہ ایک غلام مملکت میں پیدا ہوئے تھے۔ مگر انہوں نے اپنے ہم وطنوں کے ساتھ رہنا پسند کیا۔

اپنے مضمون میں آگے جا کر لکھتے ہیں:

''بانی پاکستان وہ عظیم شخصیت ہیں جن کی تعریف و توصیف میں نامی گرامی برطانوی مدبرین کے قول ملتے ہیں۔ اس سے زیادہ اور کیا پذیرائی ہو گی کہ لندن میں لنکنز ان کے صدر دروازے کی دیوار پر قائداعظم کی تصویر نصب ہے۔ یاد رہے کہ لنکنز ان قانون کی تعلیم دینے والے چار بڑے بڑے برطانوی اداروں میں سے ایک ہے۔ ممتاز امریکی پروفیسر ''اسٹینلے والپرٹ'' نے بانی پاکستان کی سوانح حیات تحریر کی تو انہوں نے منفرد انداز میں قائداعظم کو خراج تحسین پیش کیا۔ کم ہی افراد تاریخ کا دھارا بدل چکے ہیں۔''

(مضمون از ابو صارم بشکریہ اردو ڈائجسٹ اشاعت اگست 2013ء)

برطانیہ میں نئے انتخابات

شملہ کانفرنس ختم ہونے کے بعد انگلستان میں نئے انتخابات ہوئے اور ہیروشیما میں ایٹم بم کا وحشیانہ حملہ ہوتے ہی جاپانیوں نے شکست قبول کر لی ان دو واقعات سے دنیا کا سیاسی منظر تبدیل ہو گیا۔

کانگریس نے اپنی پیدائش کے دن سے اپنے انگریز مربیوں کی مدد کے اعتماد پر تمام سیاسی پروگرام چلائے تھے اور اپنے تمام سیاسی مقاصد کی بنیاد رکھی تھی۔ انگلستان کے ان عام

انتخابات میں مسٹر چرچل کو شکست فاش ہوئی اور لیبر گورنمنٹ برسر اقتدار آئی۔ اس میں کلیمنٹ ایٹلی وزیراعظم ہوئے اور لارڈ پیتھک لارنس وزیر ہند۔ یہ دونوں کانگریس کے پرانے مربی تھے۔ کانگریس کے حلقوں میں بڑی خوشیاں منائی گئیں اور عموماً ہندوؤں کے حوصلے بڑھ گئے۔ واقعہ یہ ہے کہ پوری لیبر پارٹی ہی کانگریس اور ہندوؤں کی مربی تھی۔ صدر کانگریس نے مسٹر ایٹلی کو تار دیا:

''برطانیہ عظمیٰ کے باشندوں کو انتخابات کے ان نتائج پر دلی مبارکباد جس سے اس کا مظاہرہ ہو رہا ہے کہ انہوں نے پرانے خیالات ترک کر دیے اور نئی دنیا قبول کر لی۔''

مسلم لیگ کو اس سے کوئی دلچسپی نہ تھی کہ گاؤ آمد وحریرہ اس کے لیے چرچل اور ایٹلی، کنزرویٹو اور لیبر دونوں ایک سے تھے۔ ایک تسلط پسند اور دوسرے ہندو پرور۔ اس کو صرف اپنی جدوجہد اور منصفانہ دعوے پر اعتماد تھا اور اللہ کی ذات پر بھروسہ۔

17 جولائی کو شملہ کانفرنس کی ناکامی پر، اسٹیفورڈ کرپس نے رائٹر کے نمائندے کو بیان دیا تھا:

''یہ کہیں بہتر ہے کہ وہ ذرائع اور وسائل اختیار کیے جائیں جن سے مستقل بندوبست ہو اور اس میں سب سے بڑی تنقیح پاکستان کا سوال ہونا چاہیے۔ یہ صحیح نہیں ہوگا کہ کسی اقلیت کو خواہ وہ کتنی ہی بڑی اور اہم ہو یہ اجازت دی جائے کہ ہندوستان کے لیے اپنی حکومت قائم کرنے میں مانع آئے اور اسی طرح یہ بھی صحیح نہیں ہوگا کہ مسلم اکثریت کے صوبوں کو اپنے نئے آئینی انتظام میں جبراً داخل کیا جائے جس پر ان کو اصولی اور بنیادی اعتراض ہو۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے شملہ کانفرنس کے آخری اجلاس ہی میں یہ کہہ دیا تھا کہ مستقبل ہند کے لیے مستقل فیصلہ کیا جائے، ہم عارضی انتخابات میں شریک نہیں ہوں گے۔ پھر 6 اگست کو انہوں نے بمبئی کے ایک جلسے میں فرمایا:

''اس کا موقع دیا جائے کہ مستقل آئینی بندوبست کے لیے ہم آگے بڑھیں۔ ہم کسی کے مقابلے میں پاکستان سے دستبردار نہیں ہوں گے، کیوں کہ ہمارا یہ مطالبہ منصفانہ ہے اور حق پر مبنی اور یہی ہندوستان کا آخری حل ہے۔

ہم الیکشن لڑنا چاہتے ہیں، اور اس لیے کہ جن کو ہماری نمائندہ حیثیت میں شبہ ہے ان کو ہمیشہ کے لیے اس کا یقین دلا دیں۔ اگر آپ ٹھیک ٹھیک اپنی تنظیم کر لیں تو اپنے عام لوگوں کی مدد سے ہم پولنگ اسٹیشن صاف کر دیں گے۔ آج مسلم لیگ کا نام ساری دنیا میں گونج رہا ہے اور مسلمان قومیت کے نئے احساس کے ساتھ بیدار ہیں۔ اگر کانگریس مسلم لیگ کو نظر انداز کرانے میں کامیاب ہوگئی ہوتی تو میں الیکشن لڑنے کے لیے آپ سے روپے کو نہ کہتا۔ میں پاکستان کا نصب العین حاصل کرنے کے لیے آپ سے پوری قربانی کرنے کو کہتا۔''

سابقہ انتخابات مرکز کے لیے 1934ء میں اور صوبوں کے لیے 1936ء میں ہونے تھے اور یہ 1945ء تھا۔ اگر جنگ نہ ہوتی تو تیسری مرتبہ انتخابات کی نوبت آ چکتی۔ اس لیے مسلم لیگ کا یہ مطالبہ برمحل تھا کہ انتخابات کیے جائیں۔ وائسرائے نے 21 اگست 1945 کو دو اعلان کیے ایک یہ کہ آئندہ موسم سرما میں مرکزی اور صوبائی مجالس واضعان قانون کے لیے عام انتخابات ہوں گے، اور دوسرا یہ کہ ملک معظم کی گورنمنٹ سے مشورے کے لیے وہ خود عنقریب انگلستان جائیں گے۔ یہ دونوں اچھے اعلان تھے۔ ہندوستان کی ہر پارٹی کو توقع ہوگئی کہ

سیاسی قبض رفع ہونے کی کوئی صورت پیدا ہوگی۔ 24 اگست 1945ء کو لارڈ ویول انگلستان گئے اور 16 ستمبر کو دہلی واپس آ گئے۔ 19 ستمبر کو شاہ انگلستان کی حکومت کی طرف سے انہوں نے مفصل اعلان کیا:

''ہز میجسٹی کی گورنمنٹ نے قطعی تہیہ کر لیا ہے کہ ہندوستانی رائے کے لیڈروں کے اشتراک سے وہ اس کے لیے سعی بلیغ کرے گی کہ ہندوستان کو سیلف گورنمنٹ حاصل ہو جائے۔ میرے دوران قیام لندن میں اس نے مجھ سے ان اقدامات پر گفتگو کر لی ہے جو اس سعی میں کیے جائیں گے۔ آئندہ موسم سرما میں الیکشن ہوں گے۔ ہز میجسٹی کی گورنمنٹ کو یہ توقع ہے کہ تمام صوبوں میں سیاسی لیڈر وزارتی ذمہ داریاں قبول کر لیں گے۔ اس کے بعد گورنمنٹ کا یہ ارادہ ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو کانسٹی ٹوینٹ اسمبلی منعقد کرے۔ اس کے بعد مجلس واضعان قانون کے نمائندوں سے اس پر گفتگو کی جائے گی کہ آیا 1941ء کے اعلان میں جو کچھ درج ہے وہ اس قابل ہے کہ قبول کیا جائے یا کوئی دوسری اسکیم ہو۔ مجھ کو یہ اختیار بھی دے دیا گیا ہے کہ جیسے ہی صوبوں کے انتخابات ختم ہوں، میں ایسی ایگزیکٹو کونسل قائم کروں جس کو تمام بڑی ہندوستانی پارٹیوں کی تائید حاصل ہو۔''

لارڈ ویول نے اس اعلان کے بعد ذاتی حیثیت سے بھی ایک بیان دیا جس میں ہندوستانیوں کو یہ جتایا کہ نیا آئین وضع کرنے کی تمام دشواریوں پر قابو حاصل کیا جائے۔ اسی روز مسٹر ایٹلی نے ایک نشری تقریر میں یہ کہا کہ اگرچہ کرپس تجاویز ہندوستانی پارٹیوں نے قبول نہیں کی تھیں لیکن حکومت برطانیہ انہی کی اسپرٹ میں عمل کر رہی ہے۔ حکومت برطانیہ اس مجوزہ معاہدے میں (جو ہندوستان اور برطانیہ کے درمیان ہونے والا ہے) کوئی ایسی بات نہیں کرے گی جو ہندوستان کے مفاد کے خلاف ہو، اور انہوں نے ہندوستان کی تمام پارٹیوں سے اپیل کی کہ یہ کوئی ایسا دستور وضع کریں جس کو ہندوستان کی تمام پارٹیاں اور مفاد منصفانہ سمجھیں۔

کانگریس کے لیڈروں نے یہ طے کیا کہ اب مسلم لیگ سے کوئی گفتگو کرنی نہیں ہے، راست مسلم عوام سے رابطہ قائم کیا جائے۔ ایسا ہی تہیہ ایک مرتبہ 1936ء میں کانگریس نے کیا تھا۔ جمعیت العلما، کانگریسی اور نیشنلسٹ مسلمانوں کی وساطت سے اس نے بڑی کوشش کی تھی، مگر اس کا نتیجہ یہ برآمد ہوا تھا کہ مسلم لیگ کے مقابلے میں وہ تمام قطعی الیکشن ہاری اور ثابت ہو گیا کہ پنڈت جواہر لال نہرو کا یہ دعویٰ جھوٹا تھا کہ ہندوستان میں صرف دو پارٹیاں ہیں، ایک کانگریس اور دوسری حکومت برطانیہ۔ تمام دنیا نے دیکھ لیا تھا کہ تیسری پارٹی مسلمان تھے، اور ان کی واحد نمائندہ انجمن مسلم لیگ تھی۔ اب دوسری مرتبہ پھر اہل کانگریس اپنی وہی تدبیر آزمانے کے لیے کھڑے ہوئے اور کانگریس کے پاس روپیہ بہت تھا۔ جب روپیہ خرچ کرنے کے لیے خوب ملے تو جمعیت العلما اور نیشنلسٹ مسلمان اور احرار سب بڑے بااثر اور کارگزار بن جاتے تھے۔

برکت علی محمڈن ہال

قائداعظم محمد علی جناح نے اس ہال میں بھی مسلم لیگیوں سے خطاب کیا۔ اسے انجمن اسلامیہ پنجاب نے 1905ء میں مکمل کرایا۔ اس کا نام انجمن کے بانی خان بہادر محمد برکت علی خاں کے نام پر رکھا گیا جو یوپی کے باشندے تھے۔

محمد برکت علی خاں ملازمت کے سلسلے میں لاہور آئے اور پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔

1947ء تک یہ مسلمانوں کی اجتماعی سرگرمیوں کا مرکز رہا۔ 1967ء میں ڈیڑھ لاکھ روپے کی لاگت سے اس کی تعمیر نو کی

گئی، اوراس کا نام برکت علی اسلامیہ ہال رکھا گیا یہ ہال موچی دروازہ لاہور کے بالمقابل اپنی خوبصورت عمارت کے ساتھ آج بھی واقع ہے۔

برکت علی، ملک

1936ء میں قائداعظم محمد علی جناح نے لاہور میں ان کی دعوت پر ملک برکت علی کے بڑے بیٹے ملک شوکت علی کی دعوتِ ولیمہ میں شرکت کی۔ برکت علی نے قائداعظم محمد علی جناح کوایک پارٹی دی اور اس میں قائداعظم محمد علی جناح کے سامنے وہ کیک رکھا گیا جو ہندوستان کے نقشے کے مطابق تیار کیا گیا تھا، اور اس میں پاکستان کے حصے میں آنے والے علاقوں کوسبز رنگ میں دکھایا گیا تھا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے بڑی احتیاط سے کیک کا سبز حصہ کاٹ کرعلیحدہ کر دیا کسی نے کہا:

''حضور ذرا سا اور حصہ کاٹ دیجیے۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے جواب دیا:

''میں اس طرح کا تجاوز ہرگز پسند نہیں کرتا۔''

ملک برکت علی پنجاب مسلم لیگ کے مشہور رہنما تھے۔ ابتداء میں سرکاری ملازمت کی پھر لاہور سے انگریزی اخبار آبزرور کے مدیر رہے خود بھی ہفت روزہ اخبار جاری کیا۔ یونینسٹ پارٹی کے سخت مخالف تھے قائداعظم محمد علی جناح سے ان کی وفاداری بڑی پختہ تھی وہ قائداعظم محمد علی جناح کے ساتھیوں میں سے تھے۔ 15 اپریل 1946ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے آل انڈیا مسلم لیگ کنونشن میں ان کی وفات پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا تھا:

''وہ شروع ہی سے مسلم لیگ کے سچے اور وفادار رکن تھے، انہوں نے ہر موقع پر اسلامی ہند کی گراں مایہ خدمات انجام دیں۔ ہر نازک مرحلہ پر ان کا مشورہ اور برملا حمایت نہ صرف میرے بلکہ مسلم لیگ کے لیے انتہائی گراں مایہ تھے۔ ان کی وفات سے اسلامی ہند ایک عظیم شخصیت سے محروم ہوگیا۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے ان کے صاحب زادے ملک افتخار علی سے اظہارِ تعزیت کرتے ہوئے دہلی میں فرمایا:

''میں ایسا محسوس کرتا ہوں کہ تمہارے والد کی موت سے میرا بایاں بازو کٹ گیا ہے۔ انہوں نے میری رفاقت ایسے نازک وقت میں چھوڑی جب مجھے ان کی سخت ضرورت تھی، لیکن مشیت ایزدی کو یہی منظور تھا اور اللہ تعالیٰ کی حیثیت کے سامنے کوئی دم نہیں مار سکتا۔''

ملک برکت علی یکم اپریل 1885ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے ایف سی کالج لاہور میں تعلیم حاصل کی، اوراسلامیہ کالج لاہور میں اسسٹنٹ پروفیسر کی اسامی پر فائز ہوئے۔ ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر، مجسٹریٹ (1908-1914ء) اور نائب صدر خلافت کمیٹی اور آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے سیکرٹری بھی رہے سرکاری ملازمت سے علیحدہ ہونے کے بعد وکالت شروع کی۔ انہیں صحافت سے بھی دلچسپی تھی چنانچہ لاہور کے انگریزی اخبار آبزرور کی ادارت بھی سنبھالی، اور پھر خود بھی ایک ہفتہ وار انگریزی اخبار جاری کیا۔ مسلم لیگ کے سرگرم رکن تھے اور قائداعظم محمد علی جناح سے ان کی وفاداری بہت پختہ تھی ان کو پنجاب کی یونینسٹ پارٹی کی سیاست سے شدید اختلاف تھا۔ چنانچہ یونینسٹوں کے دورِ عروج میں بھی مسلم لیگ سے ان کی وفاداری نہایت مستحکم رہی۔ 5 اپریل 1946ء کو انتقال کیا۔

بروقت انتباہ

روزنامہ نوائے وقت اپنی اشاعت 30 جنوری 1946ء میں لکھتا ہے:

''قائداعظم محمد علی جناح کا بیان (یہ بیان آج صفحہ اول پر درج ہے) برطانوی حکومت کو ایک بروقت انتباہ ہے۔ مسلم لیگ کی پوزیشن بالکل منصفانہ اور منطقی ہے کہ یہ کسی عارضی انتظام حکومت میں شرکت پر آمادہ نہیں۔ ہر عارضی حکومت تھوڑے یا زیادہ عرصہ کے لیے مسلمانوں کے قومی مطالبہ پاکستان کے معرض التواء میں ڈالنے کا موجب ہوگا۔

مسلم لیگ کو وزارتوں اور ایگزیکٹو کونسل میں نشستوں کے بدلے میں بھی التوا منظور نہیں۔ مسلم لیگ وزارتوں اور ایگزیکٹو کونسلوں کی بھوکی نہیں۔ اس کا مطالبہ ہندوستان میں آزاد وخودمختار مسلم ریاستوں کے قیام کا مطالبہ ہے۔''

قائداعظم نے یہ اعلان کرکے کہ مسلم لیگ کی ایسے عارضی انتظام میں شرکت نہیں کرے گی جو مطالبہ پاکستان کو معرض التوا میں ڈالے۔ مسلم قوم کی باوقار نمائندگی کا حق ادا کردیا ہے۔ ان کا یہ اعلان بھی بروقت انتباہ ہے کہ مسلم لیگ سارے ہندوستان کے لیے ایک آئین ساز اسمبلی کو نہیں مانے گی، اور اس میں شرکت نہیں کرے گی۔ ایک آئین ساز اسمبلی کے اصول کو ماننے کا منطقی نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک قوم ایک حکومت کے نظریہ کو بھی مانا جائے۔ پاکستانی علاقوں کے معاملات اس سوال کا فیصلہ کہ وہ ہندوستان میں رہیں گے یا پاکستان میں۔ اس ہندو کانگریس کے نمائندوں پر کیونکر چھوڑ سکتے ہیں جو انہیں آئندہ ہندوستان میں ہندو اکثریت کا غلام بنا کر رکھنا چاہتی ہے۔

مسٹر جناح کا یہ بیان اس لحاظ سے ہندوستان کی سیاسی تاریخ کا ایک نہایت اہم ترین واقعہ ہے کہ اس نے برطانوی حکومت کے گرام کو غلط کرکے رکھ دیا ہے۔ اب یہ فیصلہ کرنا برطانوی مدبروں کا کام ہے کہ وہ دس کروڑ کی عظیم الشان مسلمان قوم پر اس کی مرضی کے خلاف کوئی آئین ٹھونسنا ممکن ہے یا ناممکن۔''

(روزنامہ نوائے وقت، اشاعت 30 جنوری 1946ء)

اس ضمن میں رونامہ نوائے وقت نے اپنی اشاعت 23 فروری 1946ء کو لکھا:

''قائداعظم کا ایک اخباری انٹرویو آج کی اشاعت میں دوسری جگہ درج ہے۔ قائداعظم سے ایک اخباری نمائندہ نے یہ پوچھا کہ آپ نے یہ اعلان کیا ہے کہ اگر برطانیہ نے مسلمانوں سے بدعہدی کی تو مسلمان بغاوت کردیں گے۔ بغاوت سے آپ کی کیا مراد ہے؟ مسٹر جناح نے اس سوال کا وہ جواب دیا جو صرف مسٹر جناح سے ہی متوقع ہے۔ آپ نے فرمایا:

''بغاوت سے میری مراد بغاوت ہے''

مسٹر جناح مہاتما نہیں اور نہ وہ گول مول، مبہم اور ذومعنی باتیں کرنے کے عادی ہیں۔ وہ جو بات کہتے ہیں خود اپنے قول کے مطابق ایک سو ایک مرتبہ سوچنے کے بعد کہتے ہیں۔ مسلمان انصاف پسند، امن پسند اور آزادی پسند ہیں۔ مسلمانوں نے برطانیہ کی مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سیاسی بلیک میل کی کوشش نہیں کی، اور اس وقت جب کہ برطانیہ کی حالت سخت مخدوش تھی۔ سودا بازی نہیں کی۔ مسلمانوں نے ملک کے امن کو برباد کرنے کے لیے کوئی قدم نہیں اٹھایا، مگر مسلمان غلامی پر قناعت کے لیے بھی آمادہ نہیں۔ اگر برطانوی حکومت نے اپنے وعدوں اور مسلمانوں کی مرضی کے خلاف ان پر کوئی آئین ٹھونسنے کی کوشش کی تو نتائج کی ذمہ داری برطانوی حکومت

ہوگی۔ مسلمانوں کے لیڈر نے اپنی قوم کی پوزیشن بالکل واضح کردی ہے، اور برطانیہ کو بروقت متنبہ کردیا ہے۔''

(روزنامہ نوائے وقت اشاعت 23 فروری 1946ء)

بروس روڈ (کوئٹہ)

(دیکھئے: جناح روڈ کوئٹہ)

بریلی

17 مارچ 1939ء کو قائداعظم محمد علی جناح بریلی کے مسلمانوں کی دعوت پر بریلی پہنچے تو ریلوے اسٹیشن پر ہزاروں افراد نے قائداعظم محمد علی جناح کا استقبال کیا۔ اسٹیشن سے قائداعظم محمد علی جناح کو جلسہ گاہ میں لایا گیا۔ جلسہ میں بدایوں، مراد آباد اور شاہجہاں پور سے لوگ آئے۔ جلسہ میں فارسی میں گورنمنٹ ہائی سکول بریلی کے ہیڈ مولوی بنے خاں سرخ پوش رامپوری نے ایک نظم پڑھی۔ اس نظم کا مطلع یہ ہے:

جناح آمد بریلی را بہار اندر بہار آمد
برائے پیشوائی صد ہزار اندر ہزار آمد

قائداعظم محمد علی جناح نے اردو میں خطاب فرماتے ہوئے کہا:

''انگریز کی حکمت عملی یہ ہے کہ ہندو یہ چاہتے ہیں کہ انگریز کے زیرسایہ ہم مسلمانوں پر حکومت کرتے رہیں، لیکن ہم نہ انگریز کے غلام رہنا چاہتے ہیں اور نہ ہندوؤں کے بلکہ ہندوستان میں ایک آزاد قوم کے طور پر رہنا چاہتے ہیں۔''

بزرگ

23 مارچ 1940ء کی قراردادِ پاکستان کے بعد نیشنل گارڈز صوبہ بمبئی ہر سال 23 مارچ کو یومِ پاکستان اور 25 دسمبر کو قائداعظم محمد علی جناح کی سالگرہ مناتے۔ اس موقع پر اگر قائداعظم محمد علی جناح بمبئی میں موجود ہوتے تو نیشنل گارڈز کے دستے 6 ماؤنٹ پلیزنٹ روڈ لان میں فال ان یعنی قطاروں میں کھڑے کردیے جاتے۔ سالار اندر جا کر قائداعظم محمد علی جناح سے شرف ملاقات حاصل کرتا۔ قائداعظم محمد علی جناح باہر تشریف لاتے تو بڑے منظم طریقے سے انہیں سلامی دی جاتی۔ ایسے ہی ایک موقع پر ایک وارڈ سیکرٹری جو باریش تھے اور صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے، فرطِ جذبات سے مغلوب ہو کر قائداعظم محمد علی جناح کے ہاتھوں کو بوسہ دینے کے لیے جھکے تو انہوں نے فرمایا:

''یہ عمل تو مجھے آپ کے ساتھ کرنا چاہیے کیونکہ آپ بزرگ ہیں۔''

بڑی توپ

عبدالستار صدیق سی پی مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے سیکرٹری تھے۔ بمبئی میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ قائداعظم محمد علی جناح سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئے۔ یہ لڑکے نواب صدیق علی خان کو ہمراہ لانا چاہتے تھے، مگر کسی وجہ سے وہ نہ آسکے۔ تعارف کے بعد پہلا سوال قائداعظم محمد علی جناح نے یہ کیا:

''آپ مجھے یہ بتائیں کہ آپ نواب صدیق علی خان کو اپنے ہمراہ کیوں لا رہے تھے؟''

پھر مذاق کے انداز میں فرمایا:

''کیا آپ لوگ مجھے اس بڑی توپ سے خوف زدہ کرنا چاہتے تھے؟''

تمام لڑکے کھلکھلا کر ہنس دیے۔



نورالصباح بیگم

ولادت 1908

آپ یوپی کی ریاست رام پور میں پیدا ہوئیں۔ تحریکِ پاکستان کی بے لوث کارکن تھیں۔ دہلی مسلم لیگ خواتین سب کمیٹی کی صدر کی حیثیت سے دہلی میں مسلم لیگ کی کئی شاخیں قائم کیں اور گڑھ مکتیشر میں مسلمانوں کے قتلِ عام کے دوران امدادی کارروائیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ 1947ء میں پنجاب میں خضر وزارت کے خلاف تحریکِ سول نافرمانی میں حصہ لیا اور گرفتار ہوئیں۔ قیامِ پاکستان کے بعد سندھ صوبائی مسلم لیگ کی مجلسِ عاملہ کی رکن، کراچی مسلم لیگ شعبۂ خواتین کی آرگنائزر اور آل پاکستان مسلم لیگ کونسل کی رکن رہیں۔ کئی سماجی تنظیموں کی روحِ رواں اور بڑے ادبی ذوق کی حامل تھیں۔ ان کے مضامین مختلف رسائل و جرائد میں شائع ہوتے رہتے تھے۔

بساطِ سیاست

اپنی عظیم جدوجہد کے درمیان قائداعظم محمد علی جناح کو مختلف سیاسی محاذوں کے سیاسی قائدین کے مخصوص مزاج، رویے اور سیاسی قلابازیوں کے پیشِ نظر براہِ راست بالواسطہ مخاطب ہونا پڑا، اور بعض اوقات ان کی پوری شخصیت اور سیاسی ہیئت کو ایک شعر سے، کسی تلمیح یا ایک طنزیہ یا مزاحیہ فقرے میں یوں سمیٹ دیا کہ پھر انہیں قائداعظم محمد علی جناح کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے عام طور پر محتاط رویہ اختیار کرنا پڑا۔

ان میں ہندو مسلم، اپنے پرائے، مختلف جماعتیں سب ہی شامل تھے، کبھی کبھی ہنسی مذاق میں اس لپیٹ میں قریب ترین رفقائے کار بھی آگئے، لیکن یہ مذاق کا نہایت ہی لطیف پیرایہ تھا۔

قائداعظم محمد علی جناح نے کانگریس پارٹی کے لیڈروں کو بعض اوقات بڑی بے ساختگی کے ساتھ ایسے خطابات اور ناموں سے نوازا، جو ان کی اصل شخصیت کو بے نقاب کرنے کے لیے اتنے مؤثر ثابت ہوئے کہ عام لوگوں کی گفتگو میں یہ نام روزمرہ قرار پائے۔

ابوالکلام آزاد کانگریس کے صدر تھے، قائداعظم محمد علی جناح نے ان کے لیے Show Boy of the Congress کے الفاظ کہے تھے۔ یہ الفاظ مولانا کے لیے ان کی سیاسی افتادِ طبع اور عامۃ المسلمین کی خواہش کے برعکس رویے کے اظہار کے باعث بہت ہی بجے تلے اور مناسب تھے، ممکن ہے مولانا ابوالکلام آزاد واقعتاً قوم پرست ہوں، مگر کانگریس نے ہمیشہ ان کی نمائش کرتے ہوئے ان کی ذات سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ شو بوائے کا نام مولانا ابوالکلام آزاد پر ایسا چسپاں ہوا کہ مدتوں ان کے نام کا جزو بنا رہا۔

1936ء میں ایک خبر شائع ہوئی کہ قائداعظم محمد علی جناح مسلم لیگ کو متعارف کرانے کے لیے ہندوستان بھر کا دورہ کرنے جا رہے ہیں۔ اس دورے میں سرحد کا نام شامل نہیں تھا۔ جب قائداعظم محمد علی جناح لاہور پہنچے تو پشاور مسلم لیگ کے ارکان میں سے آغا سید لال بادشاہ اور پیر بخش ایڈووکیٹ نے ایک اجلاس میں فیصلہ کیا کہ آپ کو پشاور آنے کی دعوت بھی دی جائے، چنانچہ قائداعظم محمد علی جناح کو بذریعہ تار مطلع کر دیا گیا اور عبدالعزیز خوش باش کو ایک تعارفی خط دے کر لاہور بھیجا گیا کہ اگر قائداعظم محمد علی جناح پشاور کا دورہ کرنے پر رضامند ہو جائیں تو ان کے ہمراہ آئیں۔ وہ حسبِ پروگرام فلیٹیز ہوٹل میں قائداعظم سے ملے۔ قائداعظم محمد علی جناح نے بڑی گرمجوشی سے عبدالعزیز سے ہاتھ ملایا اور پوچھا:

"Do you know English"

عبدالعزیز نے جواب دیا:

"No sir"

اس جواب میں قائداعظم محمد علی جناح بے ساختہ ہنس دیے اور کہا:

''اگر تمہیں انگریزی نہیں آتی تو پھر انگریزی میں جواب کیسے دے دیا۔''

(مزید دیکھئے: ملت کا پاسباں)

بسترِ علالت

عزیز ظفر آزاد اپنے مضمون ''قائداعظم کی بسترِ علالت میں استقامت'' میں یوں رقمطراز ہیں:

''بابائے قوم حضرت قائداعظم محمد علی جناح کی حیات با صفات کے کسی گوشے کسی حصے پر نظر ڈالیں تو عام لوگوں خصوصاً اپنے ہم عصر حضرات سے بالکل مختلف و منفرد نظر آتے ہیں۔ آپ کی ابتدائی زندگی ہو یا جوانی، محمد علی جناح بطور طالب علم دیکھیں یا بحیثیت وکیل پرکھیں، آپ کا ایک انسان کے حوالے سے

جائزہ لیں یا ایک قومی رہنما کے کینوس پر اتارا جائے۔ آپ ہر زاویہ فکر ونظر سے ایک مضبوط شخصیت کے مالک انسان نظر آتے ہیں۔ گفتگو میں ٹھہراؤ، موقف، مدلل اور فیصلوں میں پختگی ملے گی یعنی آپ کی زندگی سچائی، دیانت، محنت اور ہمت سے عبارت نظر آتی ہے۔ محمد علی جناح بے لوث، بے خوف ہونے کے ساتھ مردم شناسی اور فیصلہ سازی میں بھی کمال قدرت کے مالک تھے۔ زندگی کے نازک ترین موڑ پر بھی پائے استقامت میں لغزش نہیں پائی گئی۔ اسی اولوالعزمی، بے غرضی کی بدولت آپ کڑے سے کڑے مرحلے میں کامیاب و کامران ہوتے چلے گئے۔ تحریک پاکستان مسلمانان برصغیر کی قیادت کا نقشہ جو علامہ اقبالؒ نے اپنے شعر میں پیش کیا۔

نگاہ بلند سخن دلنواز جان پرسوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لیے

حضرت علامہ کی پرکھ پر پورا اترنے والا ہی ایک ریاست کی تخلیق کے معجزے کا اعزاز حاصل کرسکتا ہے۔ حضرت قائد اعظم کا عزم واستقلال آخری سانس تک دیدنی رہا۔ آپ ایک عرصہ سے معدے کی خرابی کا شکار تھے، مگر مسلم قوم کو متحد کرنے انگریزوں اور ہندو سے نبرد آزما ہونے کی صورت میں باقاعدہ علاج کے لیے وقت ہی نہ تھا۔ ایک مرتبہ دوران سفر تکلیف حد سے بڑھ گئی تو مادر ملت کے اصرار پر فیملی ڈاکٹر سے مکمل چیک اپ کرایا گیا، اس دوران ایکسرے سے معلوم ہوا کہ میدان عمل میں چوکھی جنگ لڑنے والے مسلمانوں کے عظیم سالار کے پھیپھڑے ٹی بی جیسے موذی مرض میں بری طرح مبتلا ہیں۔ پریشان ڈاکٹر نے جب مریض سے اس مہلک بیماری اور اس کے فوری نتائج سے آگاہ کرتے ہوئے مکمل آرام کا مشورہ دیا تو مریض کا اطمینان و استقلال دیکھنے کے قابل تھا۔ حضرت قائد نے ڈاکٹر کی فکرانگیزی کو مسکراہٹ میں اڑا کر ڈاکٹر سے کہا:

''میں تمہارے پیشے کے تقدس اور روایت کا حوالہ دے کر کہتا ہوں کہ تمہارے سوا میری صحت کے بارے میں کسی کو کچھ علم نہ ہوسکے۔''

بعد ازاں قائد نے ایکسرے اور ڈاکٹر کی رپورٹ کو کسی ایسی جگہ منتقل کردیا کہ کوئی دیکھ نہ پائے، حدتو یہ ہے کہ آپ کی ہمشیرہ محترمہ کو بھی اس کا ادراک نہ ہو سکا لہٰذا آپ کی صحت کے متعلق یہ راز کسی پر عیاں نہ ہو پایا۔ میرے عظیم قائد اپنی جان پر تکلیف جھیلتے رہے صرف اس لیے کہ ان کی قوم اور آنے والی نسلیں آزادی کی نعمت سے بہرہ مند ہوسکیں، آپ نے 23 مارچ 1940ء کو مسلمانان ہند کے لیے جس منزل کا تعین کیا تھا۔ اس کے حصول کی خاطر اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر جتے رہے۔ حصول وطن کے بعد تعمیر اور استحکام پاکستان کے مرحلوں نے علاج کی مہلت دی نہ آرام کا موقع میسر آیا۔ میرے عظیم قائد نے میرے آج کے لیے اپنی زندگی کا آخری سانس تک لگا دیا۔

حضرت قائد کی بیماری میں شدت تب بڑھی جب ہندو اور انگریز مل کر مسلم ریاستوں پر قبضہ کر رہے تھے۔ حیدرآباد دکن، جونا گڑھ، منا وادر کے بعد کشمیر کی جانب بھارتی فوجوں کا رخ ہوا تو حضرت قائد کے حکم پر کمانڈر انچیف جنرل گریسی نے کشمیر میں پاک فوج بھیجنے سے انکار کیا۔ اس دوران آپ لاہور گورنر ہاؤس میں ٹھہرے تھے یہ صدمہ عجب تھا ایک طرف کشمیر جسے وہ پاکستان کی شہ رگ گردانتے تھے جو

دشمن کے ہاتھ میں جا رہی تھی۔ دوسرے انہی کا کمانڈر انچیف حکم عدولی کا مرتکب ہو رہا ہے۔ آپ اس عالم میں ایک ماہ سے زیادہ لاہور میں قیام پذیر رہتے ہوئے کار ہائے ریاست سر انجام دیتے رہے۔ایک موقع پر اپنے ڈاکٹر کرنل الٰہی بخش کو بتایا کہ تین ہفتہ سے سردی لگ جانے سے بخار اور کھانسی کی شکایت ہے۔

کوئٹہ کے سول سرجن نے پنسلین کی ٹکیاں تجویز کیں اس وقت سے وہی استعمال کر رہا ہوں۔ڈاکٹر کرنل الٰہی بخش نے اپنی معاونت کے لیے ڈاکٹر ریاض شاہ، ڈاکٹر عالم اور ڈاکٹر غلام محمد کے ساتھ ضروری آلات اور ادویات زیارت طلب کیں تا کہ با قاعدہ علاج ہو سکے۔ جتنے ڈاکٹر آپ کی صحت کے حوالے سے پریشان تھے حضرت قائد اعظم اتنے ہی بے نیاز بتائے جاتے ہیں۔

سرکاری فائلوں کی پڑتال کے ساتھ ملاقاتیوں سے محو گفتگو رہتے ۔دوسری جانب ہندو سازشوں کے ساتھ ساتھ ففتھ کالمسٹوں کی افواہیں کہ پاکستان چل ہی نہیں سکتا آگے بڑھ ہی نہیں سکتا دوبارہ ہندوستان میں شامل ہو جائے گا یہ سب کچھ سننے کے بعد ہمالیہ جیسی ہمت عظمت کے مالک قائد اور ان کے جانثار رفقاء کے بلند پایہ ایثار و اخلاص پر مبنی کردار نے تمام موشگافیوں اور بدگمانیوں کو فتح و کامرانی میں تبدیل کر دیا۔

ریاستی امور نہایت سادگی اور کفایت شعاری سے انجام دیتے ہوئے مخلص اور تجربہ کار افراد پر مشتمل سلیکشن بورڈ بنایا، جو نئی ریاست کے اداروں کی بنیاد رکھے۔ ترقیاتی امور کی منصوبہ بندی کے لیے الگ بورڈ تشکیل دیا۔ ملازمین کی سہولت کے لیے پے کمیشن بنایا گیا۔ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی سے عبوری طور پر 1935ء کے ایکٹ میں ترمیم کر کے سربراہان کے حلف سے برطانوی بادشاہ سے وفاداری کو حذف کرنے اور سرکاری مناصب پر نامزدگیوں کا اختیار گورنر جنرل کو دیا گیا۔ مملکت خداداد کے تمام کام ان کا بیمار قائد اپنی قوت ارادی اور جذبہ ایمانی کے بل بوتے پر انجام دیتا رہا کہیں کمی بیشی قطعاً برداشت نہ تھی۔

بیماری کی شدت کے عالم میں جب بہن ڈاکٹر سے مشورے کی بات کرتیں تو حضرت قائد اعظم فرماتے:
"مجھے بہت کام کرنا ہے، میں وقت ضائع نہیں کر سکتا۔"

پندرہ روز بعد ہر صوبے کی رپورٹ گورنر جنرل کے پاس آتی۔ انتہائی نقاہت کے عالم میں سٹیٹ بنک کے افتتاح کی تقریب میں شامل ہوئے۔ سرکاری خزانے کے معاملے میں بڑے محتاط اور کفایت کے قائل تھے۔ مملکت کے پیسے کے ضیاع کو گناہ کبیرہ تصور کرتے۔

حصول وطن کے بعد ایک سال چند دن زندہ رہے، مگر نئی ریاست کے تمام بنیادی امور شدید علالت اور نقاہت کے باوجود نمٹانے میں مصروف رہتے۔ ادارہ سازی کے لیے بنیادیں وضع کر گئے۔ ملکی دفاع کی بات ہو یا داخلہ و خارجہ کے امور، ہمسایہ ممالک ہوں یا عالم اسلام سے تعلقات سب سے برابری کی بنیاد کے قائل تھے۔ کسی بڑی طاقت سے ہدایت لینے کے سخت خلاف تھے۔ بابائے قوم حضرت قائد اعظم نے قوم کو غیرت، خودداری اور خود انحصاری کا وہ عملی نمونہ

پیش کیا جو قیامت تک ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔
آپ نے آخری سانس تک قیادت کا حق ادا کر دیا۔
بقول ڈاکٹر کرنل الٰہی بخش آپ کو کشمیر پر بھارتی تسلط کا بڑا قلق تھا۔ آپ کے آخری الفاظ جو موجود افراد سمجھ سکے تھے:

''اللہ...... پاکستان''

11 ستمبر 1948ء کو عالم اسلام کا فرزند عظیم جس نے کروڑوں غلام مسلمانوں کو آزادی کی فضاؤں میں بسنے کا حق دلایا، اپنی اس تمنا کو پورا کرتے ہوئے جہاں فانی سے عالم بقا منتقل ہو گیا۔

آپ نے 21 اکتوبر 1939ء اجلاس آل انڈیا مسلم لیگ کونسل سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''اب میری زندگی کی واحد تمنا یہ ہے کہ میں مسلمانوں کو آزاد اور سر بلند دیکھوں۔ میں چاہتا ہوں جب میں مروں تو یہ یقین اور اطمینان لے کر مروں کہ میرا ضمیر اور میرا خدا گواہی دے رہا ہو کہ جناح نے اسلام سے خیانت اور غداری نہیں کی۔ مسلمانوں کی آزادی، تنظیم اور مدافعت میں اپنا فرض ادا کر دیا۔ میں چاہتا ہوں کہ مرتے دم میرا اپنا دل میرا اپنا ایمان اور میرا اپنا ضمیر گواہی دے کہ جناح تم نے واقعی مدافعت اسلام کا حق ادا کر دیا۔ جناح تم مسلمانوں کی تنظیم اتحاد اور حمایت کا فرض بجا لائے۔ میرا خدا یہ کہے بے شک تم مسلمان پیدا ہوئے اور کفر کی طاقتوں کے غلبے میں اسلام کے علم کو بلند رکھتے ہوئے مسلمان مرے۔''

(پاک جمہوریت اشاعت ستمبر، اکتوبر 2013ء)

بشارت

(دیکھیے، مملکت خداداد پاکستان)

بشیر احمد میاں

آپ جسٹس میاں شاہ دین کے صاحبزادے تھے، آپ ممتاز ادیب اور سفارتی رہنما تھے۔ 1943ء میں میاں بشیر احمد کو قائداعظم محمد علی جناح نے ایک خط میں لکھا:

''علامہ اقبال کے نام میرے خطوط کی نقول تلاش کریں جو 1930ء سے 1938ء کے درمیان لکھے گئے اور جن کی تاریخی اہمیت بہت زیادہ ہے۔''

میاں بشیر احمد 29 مارچ 1893ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے کیا۔ آکسفورڈ یونیورسٹی سے بی اے آنرز اور بیرسٹری کی ڈگری حاصل کی۔ میاں بشیر احمد وطن واپس آکر اسلامیہ کالج لاہور میں بلا معاوضہ تاریخ پڑھاتے رہے۔ جنوری 1922ء میں حکیم الامت علامہ اقبالؒ کے مشورہ اور ایماء پر ماہنامہ ہمایوں جاری کیا جو 35 برس تک جاری رہا۔ 1936ء میں انجمن اردو پنجاب کی بنیاد رکھی۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی کورٹ کے رکن اور انجمن ترقی اردو کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کے رکن رہے۔

1936ء سے 1940ء تک پنجاب یونیورسٹی کے فیلو رہے 1942ء-1946ء آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے رکن فروری 1946ء میں مجلسِ قانون ساز پنجاب کے رکن منتخب ہوئے۔ آزادی کے بعد ترکی میں پاکستان کے سفیر متعین ہوئے۔ طلسم زندگی، کارنامہ اسلام اور مسلمانوں کا ماضی حال اور مستقبل تصانیف میں ''ملت کا پاسباں قائداعظم محمد علی جناح'' نامی لکھ کر برصغیر پاک و ہند میں شہرت پائی۔ یہ نظم 22 مارچ 1940ء کے جلسہ میں پڑھی گئی۔ میاں صاحب اس جلسہ میں سٹیج پر قائداعظم کے ساتھ موجود تھے کیونکہ وہ مجلسِ انتظامیہ کے سیکرٹری تھے۔ 3 مارچ 1971ء کو انتقال کیا۔

بشیر فاروق

تحریکِ پاکستان کے کارکن تھے۔

بشیر فاروق نے بچپن کوئٹہ میں گزارا وہیں تعلیم حاصل کی۔ تحریکِ آزادی اور قیامِ پاکستان کے سلسلہ میں مسلم لیگ کے سرگرم رکن کی حیثیت سے کام کیا۔ مسلم لیگ کے جلسوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔ 1943ء سے بلوچستان مسلم لیگ کونسل کے رکن رہے۔ مسلم لیگ کے جلسوں میں اپنی نظمیں پڑھتے رہے۔ قائداعظم محمد علی جناح کے زیر صدارت جلسوں میں مسلم لیگ اور قائداعظم محمد علی جناح کی شان میں نظمیں سناتے رہے۔ قائداعظم محمد علی جناح کی کوئٹہ میں جولائی 1943ء میں آمد پر بہت سی نظمیں لکھیں اور پڑھیں جن میں یہ نظمیں کافی مقبول ہوئیں۔

مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ، اسلام کا نشان ہیں محمد علی جناح، سپہ سالارِ ملت ہیں ہمارے قائداعظم، پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ۔ ان نظموں کو سننے کے بعد خطیب ملت نواب بہادر یار جنگ نے کوئٹہ سے روانگی کے وقت کہا تھا:

> ''بشیر فاروق کی مسلم لیگ سے بے پناہ محبت اور قائداعظم سے عقیدت نے بے حد متاثر کیا ہے۔ آپ واقعی شاعرِ ملت ہیں۔''

انہوں نے بلوچستان میں مسلم چیمبر آف کامرس کی بنیاد رکھی۔ بزمِ اقبال کے سیکرٹری بھی رہے۔ آپ کا کلام ہفتہ وار دارالاسلام میں شائع ہوتا رہا۔

کلام کے دو مجموعے ''مینائے غزل'' اور ''حرفِ جنوں'' شائع ہو چکے ہیں۔

بقائے اصلح

قائداعظم محمد علی جناح پاکستان میں اسلامی نظام حیات رائج کرنا چاہتے تھے۔ ان کے مطابق یورپ کا جمہوری نظام مسلمانوں کے لیے زہر قاتل کی حیثیت رکھتا تھا۔ وہ پاکستان میں اسلامی جمہوریت کا ارتقاء واحیاء چاہتے تھے۔ قائداعظم محمد علی جناح چاہتے تھے کہ پوری ملت اسلامیہ اسلامی جمہوریت کے لیے وقف ہو جائے۔

21 فروری 1948ء کو اپنے اس نظریہ کی وضاحت کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا:

> ''ہم نے پاکستان کی جنگ آزادی جیت لی ہے، مگر اسے برقرار رکھنے اور مضبوط و مستحکم بنیادوں پر قائم کرنے کی سنگین ترین جنگ ابھی جاری ہے، اور اگر ہمیں ایک بڑی قوم کی حیثیت سے زندہ رہنا ہے تو اس جنگ میں کامیابی حاصل کرنی ہوگی۔ فطرت کا اٹل اور سفاک قانون ہے ''بقائے اصلح'' ہمیں خود کو اس نئی آزادی کا اہل ثابت کرنا ہوگا۔ فاشیت کے خطرات سے دنیا کو بچانے اور اسے جمہوریت کے لیے محفوظ بنانے کی خاطر کرۂ ارض کے دور دراز کے حصوں میں جا کر آپ نے میدان جنگ میں داد شجاعت حاصل کی ہے، مگر اب آپ کو اپنے ہی وطن عزیز کی سرزمین پر اسلامی جمہوریت، اسلامی معاشرتی عدل اور سالمیت انسان کے اصولوں کی پاسبانی کرنی ہے۔ آپ کو ان کے لیے بر وقت تیار رہنا پڑے گا۔ ہمہ تن ہوشیار رہنے کا موقع ابھی تو نہیں آیا۔ یقین محکم، ضبط و نظم اور ادائیگی فرض کی دھن ایسے اصول ہیں کہ اگر آپ اس پر کاربند رہے تو کوئی شے جسے آپ حاصل نہ کرسکیں۔''

بقائے روح اسلام

2 مارچ 1941ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے پنجاب

سٹوڈنٹس فیڈریشن کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

''ہم مادی فوائد کے لیے نہیں بلکہ بقائے روحِ اسلام کی جنگ لڑ رہے ہیں یہ سودابازی نہیں ہے۔''

اہلِ ہالینڈ کی ایک ضرب المثل کا حوالہ دیتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناح نے کہا:

''آدمی روپیہ کھو دیتا ہے تو کچھ ضائع نہیں ہوتا لیکن حوصلہ کھو دینے سے سب کچھ حتیٰ کہ آبرو بھی کھو دیتا ہے۔''

بل مسترد

23 مارچ 1925ء کو داخلہ ممبر سرالیگزینڈر موڈی مین نے اسمبلی میں یہ بل پیش کیا تو قائداعظم محمد علی جناح نے اسے تشدد آمیز قرار دیا اور کہا:

''یہ ایک خطرناک اقدام ہے اور تمام ہندوستانیوں کو اس کی مذمت کرنی چاہیے۔''

چنانچہ ایوان نے یہ بل مسترد کر دیا۔

بکاؤ مال

(دیکھیے: رشوت کی پیشکش)

بکس آن قائداعظم

یہ کتاب کراچی یونیورسٹی کی ڈاکٹر محمود حسین لائبریری میں موجود ان کتب کی خصوصی فہرست ہے جن کا تعلق قائداعظم محمد علی جناح سے ہے۔ کتاب کے پیش لفظ میں شیخ الجامعہ پروفیسر احسان رشید نے اس بات کی وضاحت کر دی کہ اسے قائداعظم کی صد سالہ سالگرہ کی مناسبت سے شائع کیا گیا، اس کتاب کو ایم عادل عثمانی نے مرتب کیا اور 150 صفحات کی اس کتاب کی قیمت 35 روپے مقرر کی گئی۔ کتب کی فہرست دو حصوں میں ہے۔ پہلے حصے میں یورپی زبانوں کی تفاصیل ہیں اور دوسرے میں مشرقی زبانوں کی۔ ہر حصے میں ترتیب کا اہتمام درج ذیل ہے:

وہ کتابیں جو قائداعظم محمد علی جناح پر لکھی گئیں۔

وہ کتابیں جن پر قائداعظم محمد علی جناح کے تذکرے ہیں۔

قائداعظم محمد علی جناح پر حوالے کی کتابیں

اشاریے عنوانات

ایم عادل عثمانی نے کتاب کی قدر و قیمت میں اضافہ کے طور پر ایک ایسا باب بھی شامل کیا ہے جس میں قائداعظم محمد علی جناح کی پیدائش کے دن سے وفات کے لمحے تک تمام اہم واقعات تاریخ وار بیان کر دیے ہیں۔

بلوچ رجمنٹ

یہ پاکستان کی قدیم ترین رجمنٹ ہے۔

قائداعظم محمد علی جناح کو اس رجمنٹ نے اس وقت گارڈ آف آنر پیش کیا جب قائداعظم محمد علی جناح نے 15 اگست کو پاکستان کے پہلے گورنر جنرل کی حیثیت سے اپنے عہدے کا حلف اٹھایا تو اس موقع پر نیوی اور بلوچ رجمنٹ نے ان کی خدمت میں گارڈ آف آنر پیش کیا۔

بلوچستان میں آئینی اصلاحات

20 مارچ 1927ء کو قائداعظم محمد علی جناح کا بلوچستان سے براہِ راست رابطہ اس وقت ہوا جب قائداعظم محمد علی جناح نے بلوچستان میں برصغیر کے دیگر صوبوں کی طرح آئینی اصلاحات کے نفاذ کا مطالبہ کیا۔ اس کے بعد مارچ 1929ء میں اپنے مشہور چودہ نکات میں قائداعظم محمد علی جناح نے ایک بار پھر اس بات کا اعادہ کیا۔

1936ء میں غلام بھیک نیرنگ نے ہندوستان کی مرکزی اسمبلی میں بلوچستان کے لیے صوبائی خودمختاری کے سلسلے میں ایک قرارداد پیش کی جسے ناکام بنا دیا گیا۔ اس صورتِ حال سے نمٹنے کے لیے بلوچستان کے رہنماؤں نے صوبے میں مسلم لیگ کے قیام کے لیے راہ ہموار کی۔ 1938ء میں کوئٹہ میں ملک جان محمد خان کانسی کی صدارت میں ایک جلسہ ہوا۔ اس جلسہ میں مسلم لیگ کے قیام کا اعلان کیا گیا۔ جان محمد خان کانسی مسلم لیگ نیشنل گارڈ کے سالار مقرر ہوئے۔

جنوری 1939ء میں بیرسٹر قاضی محمد عیسیٰ نے قائداعظم محمد علی جناح سے بمبئی میں ملاقات کی۔ اس ملاقات میں قائداعظم محمد علی جناح نے بلوچستان میں مسلم لیگ کے قیام کی ہدایت کی۔ 10 اور 11 جون 1939ء کو کوئٹہ میں قاضی محمد عیسیٰ کی زیر صدارت مسلم لیگ کانفرنس منعقد ہوئی جس میں قائداعظم محمد علی جناح کی جانب سے پیغام پڑھ کر سنایا گیا۔ اسی اجلاس میں قاضی محمد عیسیٰ کو ستمبر 1939ء میں بلوچستان مسلم لیگ کا صدر منتخب کیا گیا۔ ستمبر 1939ء میں اس کا الحاق مسلم لیگ سے ہوگیا۔

23 مارچ 1940ء کو لاہور میں قیامِ پاکستان کے سلسلے میں آل انڈیا مسلم لیگ نے جو قرارداد پیش کی قاضی محمد عیسیٰ نے بلوچستان کی طرف سے اس قرارداد کی تائید کی۔ اس موقع پر انہوں نے کہا:

> ''آج 27 سال بعد مسلمان اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ انہیں آزاد اسلامی مملکت میں زندگی بسر کرنی چاہیے۔ ہمارے قائداعظم گزشتہ تین سال سے یہ سوچ رہے تھے کہ مسلمانوں کی آئندہ پوزیشن کیا ہونی چاہیے، بالآخر وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ کم از کم ان صوبوں میں مسلمانوں کو آزادی ملنی چاہیے جہاں ان کی اکثریت ہے۔ اسی طرح کم از کم چھ کروڑ مسلمان تو آزاد ہو جائیں گے۔''

اس اجلاس کے بعد قاضی محمد عیسیٰ کو آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کا کارکن مقرر کیا گیا۔

وہ صوبہ سرحد میں مسلم لیگ کے اختلافات کو دور کرانے کے لیے دیگر راہنماؤں کے ساتھ سرحد گئے۔ واپسی پر قائداعظم محمد علی جناح نے کہا:

> ''شاباش میرے بیٹے! سرحد کے حالیہ ضمنی انتخابات کی فتح تمہاری دستار میں ایک اور طرۂ امتیاز ہے۔''

26، 27 اور 28 جولائی 1940ء کو کوئٹہ میں مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں قائداعظم محمد علی جناح شریک نہ ہو سکے تاہم نواب زادہ لیاقت علی خاں، نواب بہادر یار جنگ اور مولانا ظفر علی خاں تشریف لائے۔

جون 1943ء میں قائداعظم محمد علی جناح نے پہلی بار بلوچستان کا دورہ کیا۔ 3 جولائی 1943ء کو کوئٹہ میں قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا:

> ''یاد رکھو مسلمانوں کا خدا ایک ہے قرآن ایک اور رسول (ﷺ) ایک ہمارا پلیٹ فارم بھی ایک ہے اور ہمارا نصب العین صرف پاکستان۔''

اس دورے میں قائداعظم محمد علی جناح کو ایک تلوار بھی پیش کی گئی۔ ستمبر 1945ء میں قائداعظم محمد علی جناح نے محترمہ فاطمہ جناح کے ہمراہ بلوچستان کا پانچ ہفتے کا دورہ کیا۔

1946ء میں نواب محمد خاں جوگیزئی بلوچستان مسلم لیگ کے امیدوار بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئے۔

3 جون منصوبے کے تحت 29 جون 1947ء کو یہاں ریفرنڈم ہوا۔ نواب محمد خاں جوگیزئی، میر جعفر خاں جمالی اور قاضی محمد عیسیٰ نے اس میں بھرپور کردار ادا کیا لیکن گورنر جنرل کے حکم سے ریفرنڈم ایک دن کے لیے ملتوی کر دیا گیا تاہم نواب محمد خاں جوگیزئی نے اعلان کیا:



''ہمیں فیصلے کے لیے مزید وقت درکار نہیں کیونکہ شاہی جرگہ کے سردار پاکستان کے حق میں فیصلہ کر چکے ہیں۔''

لہٰذا مسٹر جیفرے براڈ ایجنٹ ٹو گورنر جنرل کو یہ فیصلہ تسلیم کرنا پڑا اور اس نے وائسرائے کو بذریعہ تار مطلع کر دیا۔

قیامِ پاکستان کے بعد قائداعظم محمد علی جناح نے سبّی دربار سے خطاب کیا۔

بلوچستان کا دروازہ

قائداعظم محمد علی جناح تحریکِ پاکستان کے ممتاز کارکن میر جعفر خاں جمالی کو ''بلوچستان کا دروازہ'' کہا کرتے تھے اور لوگوں نے میر جعفر خاں جمالی کو ندائے ملت کا خطاب دیا۔

وہ روجھاں جمالی ضلع نصیر آباد میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے پاکستان کے قیام و استحکام اور قومی یکجہتی کے لیے تاریخی کردار ادا کیا۔ پاکستان کے حق میں ریفرنڈم کرانے میں ان کی مجاہدانہ اور والہانہ کوششوں کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ کانگریس کی پرفریب چالوں کو ناکام بنانے اور لالچی عناصر پر مالی ترغیبات کے پرکشش عمل کو روکنے کے لیے بے پناہ ایثار کا مظاہرہ کیا۔

قیامِ پاکستان سے دس سال قبل قائداعظم محمد علی جناح سے ان کے تعلقات قائم ہوئے، انہوں نے جدوجہد آزادی، تحریکِ پاکستان اور مسلم لیگ کے لیے مخلصانہ کام کیا۔

1967ء میں وفات پائی۔

بلوچستان مسلم لیگ

3 جولائی 1943ء کو قاضی محمد عیسیٰ کی زیرِ صدارت بلوچستان مسلم لیگ کا تیسرا سالانہ جلسہ کوئٹہ میں منعقد ہوا تھا۔ اس موقع پر قائداعظم محمد علی جناح بھی تشریف فرما تھے اور انہوں نے ایک دل نشیں تقریر بھی ارشاد فرمائی تھی جو درج ذیل ہے:

''ہم ایک اضطراری دَور سے گزر کر ایک جادۂ مستقیم پر گامزن ہو گئے ہیں۔ اسلامی اکثریت کے تمام صوبوں میں مسلم لیگ کی وزارتیں قائم ہو چکی ہیں، بنگال، پنجاب، سندھ اور صوبہ سرحد سے سب معاشرتی اصلاحات اور ثقافتی و اقتصادی ترقی کے لیے کوشاں ہیں، آسام کی وزارت میں بھی مسلم لیگ ہی کا اقتدار ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ مسلمان آج سے پہلے کبھی اس قدر متحد نہیں ہوئے تھے۔

اب وقت آ گیا ہے کہ مسلمانانِ بلوچستان بھی اپنی گراں خوابی سے چونکیں اور اُمتِ مسلمہ کی صفوں میں شامل ہو جائیں۔ آپ کے صوبے میں بھی مسلم لیگ کا نظام روز بروز وسیع تر ہوتا جا رہا ہے۔ آپ کی یہی بیداری قومی تعمیر کی خشت اوّل ہو گی۔ کسی قوم کو بیدار کرنا ایک بڑی عظمت ہے۔ اس کو منظم کرنا اس سے بھی بڑی عظمت ہے۔ بس اب اٹھو اور دوسرے صوبوں کے شانہ بشانہ صف آرا ہو جاؤ!

باہمی حسد و کینہ پروری اور اپنے ہی کنبوں کے فائدوں کو نظر انداز کر دو، ذرا ذرا سے اختلافات، نجی قضیے اور قبیلوں کی توہم پرستیوں کو خیر باد کہہ دو۔ اگر تم نے اتنا کر لیا تو یقیناً بلوچستان آگے بڑھ کر ہندوستان میں اپنا باعزت مقام حاصل کر لے گا۔

میں بلوچستان کے نوابوں کو یہ مخلصانہ مشورہ دوں گا کہ وہ دنیا کے بدلتے ہوئے حالات کو پیش نظر رکھیں۔

بلوچستان میں تعلیمی فقدان کی تمام تر ذمہ داری موجودہ نظم و نسق کی مجرمانہ غفلت پر عائد ہوتی ہے۔ یہاں کی آمدنی و شہری ترقی درجۂ صفر پر ہے، کوئٹہ جیسے مقام پر بھی مقامی حکومت خود اختیاری نہیں دی گئی ہے، حالانکہ ایسے شہروں میں جو کوئٹہ سے کمتر درجہ کے ہیں

منتخب بلدیات اور مقامی مجالس قائم ہیں۔ میں مرکزی مقننہ کی مسلم لیگی جماعت کو اس کی پوری اطلاع دوں گا۔

لیکن ان مشکلات سے باشندگانِ بلوچستان کو پست ہمت نہ ہونا چاہیے۔ ان کو چاہیے کہ اپنی تنظیم کریں اور مسلم لیگ کے پرچم تلے جمع ہو جائیں۔ دوسرے صوبوں کے سارے مسلمانوں نے مسلم لیگ میں شریک ہو کر اُسے ایک مستحکم تنظیم بنا دیا ہے۔

کانگریس نے مسلم لیگ میں اختلال پیدا کرنے کے لیے بڑی باریک چالیں چلیں، لیکن آخر میں وہ سب ناکام ہو گئیں۔ جب ہم ہندوؤں کی برائی نہیں چاہتے، اور ان میں افتراق نہیں پیدا کرتے تو پھر وہ کیوں اپنے اعمال سے باز نہیں رہتے؟"

اسی کانفرنس کے دوسرے اجلاس میں مسلمانانِ بلوچستان نے قائداعظم محمد علی جناح کی خدمت میں ایک تاریخی تلوار پیش کی، جس کے متعلق یہ بیان کیا جاتا ہے:

"متعدد اسلامی محاربات میں اس سے کام لیا گیا ہے۔"

قائداعظم محمد علی جناح نے اس تحفہ کو قبول کرتے ہوئے بلوچیوں کی بیداری پر اظہارِ مسرت فرمایا اور حسب ذیل تقریر فرمائی:

"آپ کی منظور کردہ قرارداد سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو اپنی مشکلات اور ذمہ داریوں کا احساس ہے۔ اب تک آپ ظلمت اور تاریکی میں تھے۔ مسلم لیگ اس تاریکی کو منور کرنے کے لیے ایک شمع نور لائی ہے۔ ہندوستان کے دوسرے مسلمانوں کی طرح آپ کے قوائے عقلی بھی مضمحل اور مفلوج ہو چکے تھے اور احساسِ زیاں جاتا رہا تھا۔ مسلم لیگ نے آپ کو صورتِ حال سے آگاہ کیا اور آپ کو صحت و توانائی کا پیام پہنچایا ہے۔

اگر آپ سب لیگ کے پرچم تلے جمع ہو جائیں تو نہ صرف آپ اپنی ہی رکاوٹوں کا خاتمہ کر دیں گے بلکہ اسلامی ہندوستان کے حقیقی اقتدار کا ذریعہ ثابت ہوں گے۔ یہ پرچم آپ کا محافظ ہے، اور یہی آپ کو اقتدار بھی عطا کرے گا۔

یہ تلوار جو آپ نے مجھے عنایت کی ہے۔ صرف حفاظت کے لیے اٹھے گی، لیکن فی الحال جو سب سے ضروری امر ہے وہ تعلیم ہے۔ علم تلوار سے بھی زیادہ طاقتور ہے جایئے اور علم حاصل کیجیے۔ میں جانتا ہوں کہ اگر وقت آجائے تو ہم اپنی جان اور سب کچھ قربان کر دیں گے لیکن پہلے اس کی تیاری تو کر لو! ہم بے کار اور بے مقصد قربانی نہیں چاہتے۔"

وفاق مسلم طلباء بلوچستان کے سپاسنامے کا جواب دیتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا:

"ہندوستان اور دنیا کے سیاسی تغیرات اور مسائل حاضرہ کا مطالعہ بھی تمہاری تعلیم کا ایک لازمی جزو ہونا چاہیے۔ تم اپنے قومی ادارے کل ہند مسلم لیگ کی حکمت عملی اور لائحہ عمل کا بغور مطالعہ کیا کرو۔ تمہارے ملک کی ایک عظیم الشان تاریخ ہے۔ گردشِ ایام نے اس ملک میں بڑے بڑے انقلاب کیے ہیں، لیکن تم کم و بیش صدیوں پہلے کی سی زندگی بسر کر رہے ہو۔ تم اس سے بالکل بے خبر رہے ہو کہ تمہارے پڑوس میں کیا ہو رہا ہے، بلکہ اس سے بھی ناواقف ہو کہ خود تمہیں کیا ہو گیا ہے۔

دُنیا سے دُور تم اپنی ہی مخصوص دنیا میں تنہا رہتے ہو، جیسا کہ صدیوں پہلے ہوتا تھا۔ اگر آج بھی تم بلوچستان پر نظر ڈالو تو دیکھو گے کہ واقعی تم نے کوئی ترقی نہیں کی ہے۔"

بلوچستان میں اصلاحات

1927ء میں گوہاٹی میں آل انڈیا نیشنل کانگریس کا اجلاس منعقد ہوا اس اجلاس کی صدارت سری نواس آئنگر نے کی۔ انہوں نے قائداعظم محمد علی جناح کے دوست کی حیثیت سے برصغیر میں فرقہ وارانہ کشیدگی کا خاتمہ کرنے کے لیے چند تجاویز پیش کیں۔ قائداعظم محمد علی جناح نے ان تجاویز پر غور کرنے کے لیے 20 مارچ 1927ء کو دہلی کے ویسٹرن ہوٹل میں مسلمانوں کے 30 سرکردہ رہنماؤں کا اجلاس بلایا، اس اجلاس میں راجا صاحب محمود آباد، سر شفیع، مولانا محمد علی جوہر، سر یعقوب، ڈاکٹر انصاری، نواب محمد اسمٰعیل شامل تھے اجلاس میں ایک متفقہ قرارداد کے ذریعے مطالبات میں کہا گیا:

- سندھ کو بمبئی سے علیحدہ کر کے اسے صوبے کی حیثیت دی جائے۔
- صوبہ سرحد اور بلوچستان میں بھی ان اصلاحات کو رائج کیا جائے جن سے برصغیر کے دوسرے صوبے متمتع ہیں۔
- پنجاب اور بنگال میں اساس نیابت آبادی کا تناسب ہو۔
- مرکزی اسمبلی میں مسلمانوں کی نمائندگی ایوان کی ایک تہائی تعداد سے کم نہ ہو۔
- مسلمانوں کی اقلیت کے صوبوں میں ان کا تشخص برقرار رکھا جائے۔

ان تجاویز کو تجاویز دہلی کا نام دیا گیا تھا۔

بلوچستانی سجّی

قائداعظم محمد علی جناح کوئٹہ کی طرف محوِ سفر تھے، کوئٹہ جاتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناح بیل پٹ کے ریلوے اسٹیشن پر بھی رکے، یہ 25 جون 1943ء کا دن تھا۔ وڈیرہ مہر دل خاں جھلگری جمالی میرا جھنڈا خان جھلگری جمالی، رئیس موسیٰ خاں، رئیس غلام محمد خاں چاچڑ (نیابت لہری) اور سانول خاں نے قائداعظم محمد علی جناح کا وہاں دیگر بہت سے لوگوں کیساتھ میں استقبال کیا، اور اپنی روایت کے مطابق قائداعظم محمد علی جناح نو بلوچی روایات کے مطابق دو بکروں اور دو دنبوں کے کباب (جنہیں بلوچستان میں سجی کہا جاتا ہے) اور پھلوں کا ایک ٹوکرا ان کی خدمت میں پیش کیا۔

قائداعظم محمد علی جناح نے اس مہمان نوازی اور عوامی محبت کا شکریہ ادا کیا، اور ایک مختصر سی تقریر میں حصولِ تعلیم پر زور دیا اور فرمایا:

> ''اقتصادی اور تعلیمی حالت کو بہتر بنانے کے لیے آپ لوگوں کو ایک انجمن بنانی چاہیے، جن لوگوں کی انجمن نہیں ہوتی ان کی آواز کمزور ہوتی ہے۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے اپنی تقریر باہمی اتحاد اور تنظیم پر زور دیتے ہوئے ختم کی۔

بلیگڈن، جسٹس

یہ بمبئی ہائیکورٹ کا انگریز جج تھا۔ جس نے قائداعظم محمد علی جناح پر قاتلانہ حملہ کے بارے میں اپنا یہ فیصلہ جیوری کے سامنے سنایا:

> ''آپ نے اخباروں میں چاہے کچھ بھی پڑھا ہو اور اس مقدمے کے بارے میں اس عدالت کی چار دیواری کے باہر کسی بھی ذریعے سے جو کچھ سنا ہو اسے آپ کو مکمل طور پر اپنے دماغوں سے نکال دینا چاہیے۔ آپ کو شہادتوں کے مطابق ایک ایسا فیصلہ سنانا ہے جس کی بنیاد عدالت کی گواہی اور ان چیزوں پر ہو جو آپ کے سامنے پیش کی گئی ہیں۔
> حضرات! گواہی وہ نہیں جو گپ شپ سے بنتی ہے، اور گواہی وہ بیانات بھی نہیں جو آپ انجمن وکلاء کے

فاضل رکن سے سنتے ہیں۔ آپ حضرات کو یاد ہوگا کہ سوم جی صاحب نے استغاثہ کی طرف سے اس مقدمے کا افتتاح کرتے ہوئے یہ ثابت کرنے کا وعدہ کیا تھا کہ ملزم نہ صرف یہ کہ خاکساری نامی ایک جماعت کا رکن ہے، بلکہ اس میں ممتاز حیثیت بھی رکھتا ہے جسے جانباز کہا جاتا ہے۔

اس مقدمے کے سلسلے میں جو شہادتیں ہمارے سامنے آئی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ سوم جی صاحب اپنے وعدے کو پورا نہ کر سکے اور یہ بات اکثر مقدموں میں پیش آتی ہے سچ پوچھا جائے تو آپ کے سامنے ایک بھی شہادت ایسی نہیں جس کی بنا پر آپ کہہ سکیں کہ یہ شخص خاکسار تحریک کا رکن ہے۔"

(ہفت روزہ الاصلاح، لاہور میں یہ تمام روداد 22 اکتوبر 1976ء کو قائداعظم پر قاتلانہ حملہ کس نے کیا کے زیرِ عنوان شائع ہوتی تھی۔

بلیئرڈ

یہ قائداعظم محمد علی جناح کا پسندیدہ کھیل تھا۔

یہ ایک اندرونی کھیل ہے جسے چھڑی اور گیند کی مدد سے مستطیل شکل کے میز پر کھیلا جاتا ہے۔ ہر کونے پر اور لمبائی کے رخ درمیان میں کیسے (Pockets) ہوتے ہیں۔ میز کی سطح پر ڈی کی شکل کا نیم دائرہ ہوتا ہے جس میں 4 نشانات لگے ہوتے ہیں۔ تینوں گیندوں (ایک سرخ اور دو سفید) کی مدد سے یہ کھیل کھیلا جاتا ہے۔ چھڑی کی مدد سے پوائنٹ حاصل کیے جاتے ہیں۔

بلیئرڈ اور سیاست کا کھیل

اندرونِ خانہ کھیلوں میں قائداعظم محمد علی جناح کو صرف بلیئرڈ پسند تھی۔ کبھی کبھی جب ان کو اس کھیل سے شغل فرمانے کی خواہش ہوتی تو وہ بلیئرڈ روم کھلوانے کا حکم دیتے۔ صفائی یوں تو ہر کمرے میں روز ہی ہوتی تھی، مگر جب آپ خاص کمرے میں جانے کا ارادہ فرماتے، ملازمین آپ کے داخلہ سے پہلے اپنا اچھی طرح اطمینان کر لیتے کہ ہر چیز صاف ستھری اور ٹھیک ٹھاک ہے۔

بلیئرڈ روم میں بارہ گیندیں قائداعظم محمد علی جناح کی خدمت میں پیش کر دی جاتیں۔ ان میں سے وہ انتخاب کرتے اور کھیل شروع ہو جاتا۔ محترمہ فاطمہ جناح پاس ہوتیں۔ جس گیند کو ٹھوکر لگانا ہوتی تھی۔ اسے جانچتے اس جانچ پڑتال میں وہ کئی منٹ صرف کرتے۔ کبھی ایک زاویے سے دیکھتے، کبھی دوسرے زاویے سے ہاتھ میں کیو کو تولتے۔ اپنی پتلی انگلیوں پر اسے سارنگی کے گز کی طرح پھیرتے۔ زیرِ لب کچھ کہتے، نشست باندھتے مگر کوئی دوسرا مناسب وموزوں زاویہ ان کے ذہن میں آجاتا تو آپ اپنی ضرب روک لیتے۔ ہر طرح سے اپنا پورا اطمینان کرنے کے بعد جب گیند کے ساتھ ٹکراتے، اور نتیجہ اس کے مطابق ٹھیک نکلتا تو اپنی بہن کی طرف دیکھ کر فاتحانہ انداز میں مسکرا دیتے۔

سیاست میں بھی قائداعظم محمد علی جناح اسی طرح محتاط تھے۔ آپ یکدم کوئی فیصلہ نہیں کرتے تھے۔ ہر مسئلے کو آپ بلیئرڈ کی میز پر پڑی ہوئی گیند کی طرح ہر زاویے سے بغور دیکھتے تھے، اور صرف اسی وقت اپنی کیو کو حرکت میں لا کر ضرب لگاتے تھے، جب ان کو اچھی طرح اس کے کارگر ہونے کا پورا وثوق ہوتا تھا، وار کرنے سے پہلے شکار کو اپنی نگاہوں میں اچھی طرح تول لیتے تھے، اس کی نشست کے تمام پہلوؤں پر غور کر لیتے تھے۔

وہ ایسے نشانچی نہیں تھے کہ پستول اٹھایا اور داغ دیا۔ اس یقین کے ساتھ کہ نشانہ خطا نہ ہو جائے، نشانچی کی ہر ممکن شست باندھنے سے پہلے ان کی پیشِ نظر رہتی تھی۔

بلیک اینڈ وائٹ شوز

بیگم رعنا لیاقت علی خان کا کہنا ہے کہ ایک مرتبہ قائداعظم ان کے ہاں ''گلِ رعنا'' میں قیام فرما ہوئے۔ ایک روز وہ لائبریری میں تشریف فرما تھے کہ انہوں نے شربت پینے کی خواہش کا اظہار کیا۔ نواب زادہ صاحب ان کے لیے شربت لینے کے لیے چلے گئے۔

اس دوران قائداعظم ان کے تین سالہ بیٹے اشرف کے ساتھ چہلیں کرنے لگے۔ اپنے بلیک اینڈ وائٹ شوز اشرف کو دکھاتے ہوئے کہنے لگے:

''دیکھوتمہارے پاس تو ایسے بوٹ ہیں ہی نہیں۔''

بچے نے کہا:

''نہیں نہیں، میرے پاس بھی ہیں۔''

وہ دوڑ کر اپنے ایسے ہی جوتے اٹھالایا، قائداعظم نے کہا:

''بہت خوب، بہت اچھے، اب مجھے سیلوٹ کرو۔''

ننھے بچے کا ہاتھ ماتھے کی بجائے صرف آنکھ تک جا سکا، قائداعظم ہنس پڑے، بچے نے سمجھا اس کا مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ اس نے قائداعظم کو زور سے ران پر مکا مارا اور بھاگ گیا۔ اتنے میں نواب صاحب شربت لے کر اندر داخل ہوئے، یہ سب کچھ انہوں نے دیکھ لیا اور اشرف کو بلایا، اور پھر اسے معافی مانگنے کے لیے کہا۔ بچے نے انکار کر دیا۔ قائداعظم نے مسکرا کر کہا:

''بہت شریر ہے۔''

نواب صاحب نے بچے سے کہا:

''قائداعظم کو سلام کرو۔''

بچے نے ایسا کرنے سے بھی انکار کر دیا۔ قائداعظم ننھے اشرف کے شرارتی رویے سے بہت محظوظ ہوتے رہے۔

بمبئی

1887ء میں قائداعظم محمد علی جناح سب سے پہلے کراچی سے بمبئی گئے اس وقت وہ سندھ مدرسۃ الاسلام میں زیر تعلیم تھے۔ بمبئی میں جا کر انہوں نے انجمن اسلام ہائی سکول میں داخلہ لیا۔ دوسری بار 1892ء میں لندن سے بیرسٹری کا امتحان پاس کر کے بمبئی آئے اور اپالو ہوٹل میں قیام فرمایا۔ وہاں انہوں نے پریکٹس شروع کی۔ 1900ء میں ان کا تقرر بمبئی پریذیڈنسی میں مجسٹریٹ کی حیثیت سے ہوا۔ وہیں انہیں لارڈ سائمن کہا جانے لگا۔ 1907ء میں بمبئی کے شہریوں نے قائداعظم محمد علی جناح کو ایک مقدمے کے سلسلے میں وکیل کیا۔ قائداعظم محمد علی جناح یہ مقدمہ ہار گئے۔ دسمبر 1909ء میں قائداعظم محمد علی جناح بلا مقابلہ بمبئی میں امپیریل لیجسلیٹو کونسل کے رکن منتخب ہوئے۔ 1913ء میں پھر رکن نامزد کیے گئے۔ 1915ء میں قائداعظم محمد علی جناح نے مسلم لیگ کو بمبئی میں سالانہ اجلاس منعقد کرنے کو کہا۔ 30 جولائی 1917ء ہوم رول لیگ کے صدر کی حیثیت سے قائداعظم محمد علی جناح نے بمبئی میں ایک جلسہ عام سے خطاب کیا۔ ان کی تقریر سے گویا ایک زلزلہ سا آ گیا۔ 18 اپریل 1918ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے بمبئی میں جلسہ سے خطاب کیا۔ 3 اکتوبر 1930ء کو بمبئی میں گاندھی کی صدارت میں ہوم رول لیگ کے اجلاس میں اس کا نام تبدیل کر کے سوراج سبھا رکھنے کی تجویز پیش کی گئی تو اس پر قائداعظم محمد علی جناح نے اس اجلاس کا بائیکاٹ کر دیا اور 25 اکتوبر 1920ء کو اپنے ساتھیوں سمیت ہوم لیگ روم سے مستعفی ہو گئے۔

19 فروری 1921ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے مسٹر کرشن گوپال گوکھلے کی چھٹی برسی پر سرونٹس آف انڈیا سوسائٹی کی جانب سے منعقدہ ایک تقریب میں شرکت کی۔ قائداعظم محمد علی

جناح نے کرشن گوپال گھوکھلے کی زندگی اور خدمات کا ذکر بھی کیا۔

14، 15 اور 16 جنوری 1922ء کو بمبئی میں کل جماعتی کانفرنس کے سیکرٹری کی حیثیت سے شریک ہوئے۔ 19 ستمبر 1923ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے ایک آزاد رکن کی حیثیت سے انتخاب میں حصہ لینے کے لیے اپنا انتخابی منشور بمبئی سے جاری کیا۔ 14 نومبر 1923ء کو قائداعظم محمد علی جناح بلا مقابلہ قانون ساز اسمبلی کے رکن بن گئے۔ دسمبر 1924ء میں مسلم لیگ کا اجلاس سید رضا علی کی زیرِ صدارت منعقد ہوا۔ اس میں قائداعظم محمد علی جناح نے صوبہ سرحد میں مکمل اصلاحات جاری کرنے کی تحریک کی زبردست حمایت کی۔ قائداعظم محمد علی جناح نے پبلک سروسز کے بارے میں بھی ایک تجویز دی 1927ء میں قائداعظم محمد علی جناح نے سندھ کو بمبئی سے علیحدہ کرنے کی تجویز کی حمایت کی۔ 19 نومبر 1927ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے شاہی کمیشن کے خلاف بمبئی میں ایک اجلاس سے خطاب کیا۔ شاہی کمیشن کو سائمن کمیشن بھی کہا جاتا ہے۔ 26 اکتوبر 1928ء کو قائداعظم محمد علی جناح انگلستان سے بمبئی واپس آئے۔ 1929ء میں اہلیہ کی بیماری کی خبر سن کر بمبئی گئے۔ سر وزیر حسن کی صدارت میں بمبئی میں اپریل 1936ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کا چوبیسواں سالانہ اجلاس ہوا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے اس میں ایک قرارداد بھی پیش کی۔ 28 اپریل 1938ء کو قائداعظم محمد علی جناح کلکتہ سے واپس آئے تو انہوں نے یوم نجات کے جلسے میں شرکت کی۔ دسمبر 1940ء میں پھر قائداعظم محمد علی جناح بمبئی آئے اور وہاں سے احمد آباد گئے احمد آباد میں انہوں نے اجتماع سے خطاب کیا اور کہا:

''ہندوستان کو تقسیم کر دینا چاہیے۔''

3 جنوری 1941ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے انجمن ترقی مسلمین اور مجلس مسلم نوجوانان بمبئی کے ایک مشترکہ جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

''مسلم لیگ اپنی حکومت چاہتی ہے۔''

جولائی 1941ء میں پھر قائداعظم محمد علی جناح بمبئی آئے۔ 24 جنوری 1943ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے ایک جلسے سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

''موجودہ تعطل کو دور کرنے کا اختیار مسٹر گاندھی اور کانگریسی رہنماؤں کو ہے مجھے یقین ہے کہ ہندوستان کے دس کروڑ مسلمان بلاشبہ ایک عظیم انقلاب بپا کر دیں گے۔''

26 جولائی 1943ء کو قائداعظم محمد علی جناح پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ قائداعظم محمد علی جناح نومبر تک بمبئی میں مقیم رہے پھر دہلی چلے گئے۔ 9 دسمبر کو قائداعظم محمد علی جناح نے بمبئی میں عید کا تہوار منایا۔ اگست 1944ء میں قائداعظم محمد علی جناح بمبئی پہنچے جہاں 9 ستمبر کو ان کی گاندھی سے ملاقات ہوئی۔ ملاقاتوں کا یہ سلسلہ 27 ستمبر تک جاری رہا۔ 14 فروری 1945ء کو سندھی رہنما جی ایم سید نے بمبئی میں قائداعظم محمد علی جناح سے ملاقات کر کے سندھ کے مسائل پر تبادلہ خیالات کیا۔ اسی سال قائداعظم محمد علی جناح شملہ سے بمبئی گئے۔ 6 اگست کو ٹمبر ایسوسی ایشن نے قائداعظم محمد علی جناح کے اعزاز میں جو دعوت دی۔ اس میں قائداعظم محمد علی جناح نے شرکت کی۔ 12 اگست کو قائداعظم محمد علی جناح نے قیصر باغ کے ایک جلسے سے خطاب کیا۔ اگست کے تیسرے ہفتے میں بیمار ہو گئے چنانچہ کراچی چلے گئے۔ 8 نومبر 1945ء کو بمبئی کے مسلمانوں کی طرف سے مسلمانانِ فلسطین کی حمایت میں قیصر باغ میں منعقدہ جلسہ کی صدارت کی اور فلسطینی مسلمانوں کے موقف کی حمایت کی۔ 27 جولائی 1946ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے

مسلم لیگ کونسل سے خطاب کیا اور کہا:

''کیبنٹ مشن کانگریس کا آلہ کار بن گیا ہے۔''

اسی اجلاس میں کونسل نے 16 اگست کو پورے ہندوستان میں یومِ راست اقدام منانے کا فیصلہ کیا۔ قائداعظم محمد علی جناح 28 فروری 1947ء کو بذریعہ ہوائی جہاز کراچی سے بمبئی گئے۔ 4 اپریل کو واپس دہلی پہنچے، پھر کبھی قائداعظم محمد علی جناح بمبئی نہ گئے۔

بمبئی بھارت کا بہت بڑا شہر اور بندرگاہ ہے۔ یہ سطح سمندر سے 25 فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ شہر ایک جزیرے پر واقع ہے۔ بہت بڑا صنعتی، تجارتی اور مالیاتی مرکز ہے۔ کلکتہ کے بعد یہ سب سے بڑا تجارتی مرکز ہے۔ بندرگاہ سے روئی، چنا اور تیل نکالنے والے بیج برآمد کیے جاتے ہیں جبکہ دھاتیں فالتو پرزہ جات اور مشینیں درآمد کی جاتی ہیں۔

بمبئی کا ریلوے ورکشاپ اور چمڑا رنگنے کے کارخانے اور فلمی مرکز بھارت بھر میں مشہور ہے۔ اسے بھارت کا ہالی وڈ بھی کہا جاتا ہے۔

اہم تاریخی عمارات میں رائل انسٹی ٹیوٹ آف سائنس اور بمبئی یونیورسٹی قابلِ ذکر ہیں۔ 1957ء میں یہاں ایک ایٹمی ری ایکٹر نصب کیا گیا۔

بمبئی کا لفظ ہندوؤں کی دیوی بمبا سے منسوب ہے۔ اس کی بنیاد 1669ء میں رکھی گئی تھی۔ آبادی 8500000 نفوس پر مشتمل ہے۔ آج کل اس شہر کو ممبئی کہا جاتا ہے۔

بمبئی، آل انڈیا ریڈیو

قائداعظم محمد علی جناح نے 13 نومبر 1939ء کو آل انڈیا ریڈیو بمبئی سے اپنی ایک تقریر نشر کی اس میں انہوں نے کہا:

''معاشی احیاء اور سیاسی آزادی کا منطقی انحصار ایک ایسی چیز پر ہے جس کا زندگی سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ اگر آپ مجھے کہنے کی اجازت دیں تو وہ اسلام اور اسلامی جذبہ ہے، حق کی راہ میں اور اپنے عقیدے کی نشو ونما کے لیے قرآن شریف سے بہت مناسب اور معقول مطالب اخذ کرنے چاہئیں۔ اگر ہم اپنے حق کے جذبے میں غیر متزلزل ہیں تو یقیناً از خود اپنی منزل پالیں گے۔''

بمبئی پریذیڈنسی

3 مئی 1900ء کو قائداعظم محمد علی جناح کو جبکہ ان کی عمر صرف 24 سال تھی بمبئی پریذیڈنسی میں مجسٹریٹ مقرر کیا گیا۔ قائداعظم محمد علی جناح چھ ماہ تک اس عہدہ پر فائز رہے۔ اس دوران قائداعظم محمد علی جناح نے 73 مقدمات کا فیصلہ کیا، جو بمبئی کے اخباروں اور بمبئی گزٹ میں محفوظ ہیں۔

قائداعظم محمد علی جناح کی یہ تقرری ایک انگریزی ایڈووکیٹ جنرل مسٹر میکفرسن کی سفارش پر عمل میں آئی۔ انہوں نے چارلس الیونٹ (لامبر) سے سفارش کی تھی۔

3 نومبر 1900ء کو قائداعظم محمد علی جناح کے عہدے کی معیاد ختم ہوگئی۔ عہدے کی مدت ختم ہوئی تو سر چارلس الیونٹ نے پندرہ سو روپے ماہوار پر قائداعظم محمد علی جناح کو مستقل مجسٹریٹ لگانے کی پیشکش کی لیکن قائداعظم محمد علی جناح نے کہا:

''میں روزانہ پندرہ سو روپیہ کمانا چاہتا ہوں۔''

بمبئی پریذیڈنسی ایسوسی ایشن

یہ 1905ء کی بات ہے، کانگریسی رہنماؤں نے برطانوی انتخابات میں ہندوستان کی حکومت خود اختیاری کا مسئلہ پیش کرنے کے لیے ایک وفد تشکیل دیا اس میں قائداعظم محمد علی جناح بھی شامل تھے اس ضمن میں قائداعظم محمد علی جناح ستمبر

1905ء میں گوکھلے اور دیگر رہنماؤں کے ساتھ لندن گئے۔ اس اعتبار سے انہوں نے بمبئی پریذیڈنسی ایسوسی ایشن کے نمائندے کی حیثیت سے حصہ لیا۔

بمبئی کرانیکل

اس اخبار کا اجراء سر فیروز شاہ مہتہ نے کیا۔ اس کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کے چیئرمین وہ خود ہی تھے۔ 1915ء میں ان کا انتقال ہوا تو قائداعظم محمد علی جناح بورڈ آف ڈائریکٹرز کے چیئرمین بنے۔ اس اخبار نے قائداعظم محمد علی جناح کی پالیسیوں کو بڑا سراہا۔

بمبئی میونسپل کارپوریشن

قائداعظم محمد علی جناح کو کارپوریشن کے پریذیڈنٹ مسٹر میکڈانلڈ نے 1903ء میں ایک ہزار روپے ماہوار پر کارپوریشن کا قانونی مشیر مقرر کیا، اور اس کے ساتھ ہی پرائیویٹ پریکٹس کی اجازت بھی دی۔

بمبئی میل

قائداعظم محمد علی جناح نے اکتوبر 1936ء میں پشاور سے لاہور تک کا واپسی سفر بمبئی میل میں کیا۔

بمبئی ہائی کورٹ

قائداعظم محمد علی جناح 1896ء میں لندن سے بیرسٹری کا امتحان پاس کر کے بمبئی آئے تو انہوں نے 24 اگست 1896ء کو بمبئی ہائی کورٹ میں بیرسٹر کی حیثیت سے اپنا نام درج کرایا۔

بندے ماترم

بندے ماترم ہندوؤں کا ترانہ ہے، اس کا لفظی مطلب ماں کو سلام ہے۔ اب یہ ہندوستان کا قومی ترانہ ہے۔

اس ترانے کو بینکم چندر چیٹر جی نے 1882ء میں لکھا۔ 1896ء میں، پہلے پہل کانگریس کے سالانہ اجلاس میں گایا گیا۔ برطانوی عہد میں اسے سرکاری مدارس میں بطور دعا گانے سے ممنوع قرار دیا گیا لیکن 1937ء میں کانگریسی وزارتوں کے قیام پر اسے مدارس میں رائج کر دیا گیا۔ اقلیتی صوبوں کے مسلمانوں نے اس کے خلاف احتجاج کیا۔ 1938ء کی قائداعظم محمد علی جناح نہرو مراسلت میں یہ زیر بحث آیا۔

قائداعظم محمد علی جناح نے لکھنؤ اور اپریل 1938ء میں کلکتہ اور دسمبر 1938ء میں پٹنہ کے اجلاسوں میں بندے ماترم کو قومی گیت بنانے پر شدید احتجاج کیا اور کہا:

> ''ہندو کانگریس نے بے صبری کے باعث قبل از وقت ہم پر یہ ظاہر کر دیا ہے کہ ہندوستان فقط ہندوؤں کا ہے، اور سوراج سے مراد ہندو راج ہے۔ کانگریس کے رویے سے متحدہ قومیت کے ہوائی نعروں کا غبار بڑی جلدی چھٹ گیا ہے۔''

1941ء میں مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ مدراس میں بھی بندے ماترم کے قومی گیت بنائے جانے پر دکھ کا اظہار کیا گیا۔

بنگال

1916ء میں لکھنؤ میں آل انڈیا مسلم لیگ کا جو اجلاس منعقد ہوا اس میں صوبوں میں نمائندگی کا ذکر آیا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے اس موقع پر ایک مدلل تقریر کی۔ 25 جنوری 1925ء کو دہلی میں گاندھی کی صدارت میں سیاسی اور فرقہ وارانہ یک جہتی کے علاوہ خودمختاری کے لیے جو سب کمیٹی مقرر کی گئی اس کے اجلاس سے قائداعظم محمد علی جناح نے خطاب کیا اور فرقہ وارانہ فسادات کی وجوہات پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی۔ 1927ء میں قائداعظم محمد علی جناح نے دہلی تجاویز

کی حمایت کی، اور بنگال کی مجلس قانون ساز میں مسلمانوں کی نمائندگی ان کی آبادی کے تناسب سے مقرر کرنے کا فیصلہ کیا۔ 31 دسمبر 1928ء کو کلکتہ میں آل پارٹیز کنونشن میں قائداعظم محمد علی جناح نے نہرو رپورٹ پر نکتہ چینی کی اور اس میں تین ترامیم پیش کیں۔ 17 اپریل 1937ء کو کلکتہ میں صوبائی مسلم لیگ کا جو جلسہ منعقد ہوا اس سے قائداعظم محمد علی جناح نے خطاب کرتے ہوئے کہا:

''ہندوستان کے مختلف حصوں کا دورہ کرنے کے موقع پر مجھے اس بات سے بے حد خوشی ہوئی کہ مسلمانوں میں ایک عام سیاسی بے چینی پیدا ہو چکی ہے، اور ہر شخص مسلم لیگ کے جھنڈے کے نیچے آ جانے کے لیے بے قرار اور جذبہ شوق سے سرشار ہے۔ لوگوں پر جو ظلم کیا جا رہا تھا اس سے کسی حد تک ہم نے انہیں خلاصی دی ہے، اپنی جدوجہد میں عورتوں کو بھی شریک کار بنانے کے لیے کوشش کر رہے ہیں۔''

18 نومبر 1943ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے بنگال میں قحط سالی ختم کرنے کے سلسلے میں کہا:

''اس ضمن میں ہم حکومت کی پوری مدد کریں گے۔''

15 فروری 1946ء کو قائداعظم محمد علی جناح صوبائی انتخابات کے سلسلے میں کلکتہ چلے گئے، اور انہوں نے گورنر بنگال سے ملاقات کی۔ قائداعظم محمد علی جناح نے مرزا ابوالحسن اصفہانی کے مکان پر قیام فرمایا۔ 20 فروری کو انہوں نے کلکتہ سے یہ بیان جاری کیا:

''مسلمانوں کا مطالبہ اور نعرہ پاکستان ہے۔ پاکستان کے بغیر کسی سمجھوتے کی گنجائش نہیں۔''

17 اگست 1946ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے کلکتہ کے فسادات پر سخت افسوس کا اظہار کیا اور مطالبہ کیا:

''اس فساد کے ذمہ دار عناصر کو قانون کے مطابق سزا دی جائے۔''

بنگال آرڈیننس کی مخالفت

لیجسلیٹو اسمبلی میں بنگال آرڈیننس کا مسئلہ پیش ہوا تو قائداعظم محمد علی جناح نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے کہا:

''اس قسم کی کارروائی ایک شائستہ حکومت کے لیے سوائے ذلت کے اور کیا ہے؟ تمام ہندوستان نے حکومت کی اس کارروائی پر اظہارِ ناپسندیدگی کیا ہے۔ یہ قانون چھ ماہ کے لیے بنایا گیا ہے، اور ابھی اس کی معیاد پوری نہیں ہوئی، لیکن حکومت کی ضد ملاحظہ ہو کہ عوام کی مخالفت کے باوصف اس نے خاص قانون کی پناہ لی ہے، اور اس معاملہ کو اس مجلس کے سامنے پیش نہیں کیا۔ میرا فرض ہے کہ میں ملک معظم کا وفادار رہوں لیکن مجھے اس وفاداری کا صلہ کیا ملتا ہے۔ اس کے عوض میں میرا مطالبہ کیا ہے۔ اپنے جان و مال کی حفاظت اپنی آزادی کی حفاظت! یہ نہیں ہونا چاہیے کہ حکومت میری آزادی کو مناسب عدالتی کارروائی کے بغیر سلب کر لے، مجھے یہ موقع دینا چاہیے کہ میں عدالت کے روبرو اپنی صفائی پیش کر سکوں۔ اس قانون کا مدعا یہ ہے کہ اگر میں کلکتہ میں بود و باش اختیار کرتا ہوں تو مجھے اپنی وفاداری ملک معظم کی بجائے مسٹر ٹیگرٹ کمشنر کو سونپ دینی چاہیے کیونکہ میری حفاظت یہی ایک شخص کر سکتا ہے نہ کہ عدالت عالیہ یا ملک معظم کی عدالت۔''

بنگال آئل ملز

2 فروری 1948ء کو کراچی میں قائداعظم محمد علی جناح نے بنگال آئل ملز کا افتتاح اور افتتاحی خطاب میں پاکستان کی

آئندہ معیشت کے حوالے سے حسب ذیل خیالات کا اظہار کیا۔

''ہر نئے کارخانے کا مطلب ہے پاکستان کے معاشی استحکام اور عوامی خوشحالی کی شاہراہ پر ایک اور قدم۔ ان تباہ حال لوگوں (مہاجرین) کو دوبارہ ان کے پاؤں پر کھڑا کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ ملک میں جلد از جلد صنعت وحرفت کو فروغ دیا جائے اس سے روزگار کے نئے نئے وسیلے فراہم ہوں گے۔ قدرت نے ہمیں خام مال کی دولت سے مالا مال کر رکھا ہے اب یہ ہم پر منحصر ہے کہ ہم وطن عزیز اور اپنے عوام کے بہترین مفاد کے لیے قدرتی وسائل کو بہترین طریقے سے استعمال میں لائیں۔''

بنگال کریمینل لاء میں ترمیم

23 جنوری 1925ء کو دہلی میں لیجسلیٹو اسمبلی کے اجلاس میں بنگال کریمینل لاء امینڈمنٹ آرڈیننس زیر بحث آیا۔ اس کی مخالفت میں مسٹر سوامی آئینگر نے ایک تحریک پیش کی۔ قائداعظم محمد علی جناح نے اس تحریک کی نہ صرف حمایت ہی نہ کی بلکہ اس کی مذمت بھی کی۔ انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا:

''وہ اس آرڈیننس کو واپس لے لے اور اسے اپنے وقار کا مسئلہ نہ بنائے۔''

بنگال لیگ پارلیمانی بورڈ

12، اپریل 1936ء کو مسلم لیگ کی قرارداد کے مطابق قائداعظم محمد علی جناح کو سنٹرل پارلیمانی بورڈ کے قیام کا اختیار دیا گیا۔

بنیادی اوصاف

(دیکھئے: پانچویں بڑی مملکت)

بنیادی صنعتیں

قائداعظم محمد علی جناح نے 8 نومبر 1945ء میں ایسوسی ایٹڈ پریس آف امریکہ سے انٹرویو میں کہا:

''میرا ایمان ہے کہ پاکستان بننے پر موجودہ دور کی ضروری اور بنیادی نوعیت کی صنعتوں کو سرکاری تحویل میں لینا ہوگا، اور یہی عمل عوامی ضروریات کے تحت بعض دیگر شعبوں میں کرنا ہوگا۔''

بولائتھو، ہیکٹر

قائداعظم محمد علی جناح کی سرکاری سوانح عمری کے مصنف تھے۔

ہیکٹر بولائتھو 1898ء میں آک لینڈ نیوزی لینڈ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے بیس برس کی عمر میں صحافت کے میدان میں قدم رکھا۔ تیس سال کی عمر میں سڈنی آسٹریلیا سے شائع ہونے والے اخبار سنڈے نیوز کے مدیر بن گئے۔ ایک سال کام کرنے کے بعد انگلستان چلے گئے۔ جہاں آئندہ پانچ برسوں میں انہوں نے دو ناول لکھے۔ 1932ء اور 1951ء کے درمیان انہوں نے ملکہ وکٹوریہ، ان کے شوہر شہزادہ ایلبرٹ اور جارج ششم کے متعلق کتب لکھیں۔ 1951ء میں انہوں نے برطانیہ کے شاہی خاندان کی ایک صدی کی تاریخ لکھی، اور 1955ء میں دوسری جنگ عظیم کے متعلق اپنے مشاہدات قلمبند کیے۔ باقی عمر انگلستان میں ہی گزاری۔ انہوں نے محمد علی جناح کے نام سے انگریزی میں قائداعظم محمد علی جناح کی سوانح عمری لکھی۔ اس ضمن میں وہ بمبئی گئے، جہاں وہ

قائداعظم محمد علی جناح کے جاننے والے مشہور پارسی رہنما سرکاوس جی جہانگیر سے ملے نیز قائداعظم محمد علی جناح کے پرانے دوستوں سے بھی ملاقات کی، پھر پاکستان آئے۔ ڈاکٹر کرنل الٰہی بخش سے مواد حاصل کیا، چنانچہ محترمہ فاطمہ جناح کے تعاون سے انہوں نے 1952ء - 1954ء کے دوران یہ سوانح عمری مکمل کی۔ 1975ء میں ان کا انتقال ہوا۔

بولٹن مارکیٹ

جنوری 1948ء میں کراچی میں فرقہ وارانہ فسادات پھوٹ پڑے اس موقع پر قائداعظم محمد علی جناح نے متاثرہ علاقوں کا بہ نفس نفیس دورہ کیا اور بولٹن مارکیٹ کے نواح اور مسلمانوں کے مشتعل ہجوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

''احکامِ خداوندی اور فرمانِ نبوی ﷺ کے مطابق مسلمان آپس میں بھائی اور غیر مسلم حقوق ہمسائیگی کے مطابق مسلمانوں کے دوست ہیں۔ اس لیے دوست کا تحفظ ہمارا اسلامی اور اخلاقی فریضہ ہے، لہٰذا آپ لوگ فوراً منتشر ہو جائیں۔''

چنانچہ قائداعظم محمد علی جناح کا حکم سنتے ہی پورا مجمع بغیر لاٹھی چلائے یا آنسو گیس چھوڑے منتشر ہو گیا۔

بہادر انسان

قائداعظم محمد علی جناح نے قوم کے نام اپنے خطاب 11 نومبر 1946ء میں فرمایا:

''ہم اپنے دشمنوں کو معاف کر دینے والے بہادر، ایماندار اور سچے مسلمان ہیں، پاکستان میں غیر مسلم اپنی جان و مال اور عزت کی حفاظت خود مسلمانوں سے بڑھ کر پائیں گے۔ اگر مسلمانوں نے دامنِ صبر کو ہاتھ سے چھوڑ دیا اور اپنا توازن کھو دیا، اور اسلام نے جو عدیم المثال سبق دنیا کو سکھایا ہے۔ اسے بھلا دیا تو سمجھ لیجیے کہ آپ نے نہ صرف مطالبۂ پاکستان کو کھو دیا، بلکہ ہندوستان میں وہ کشت و خون ہوگا، جس سے ہماری آزادی کے دن دور ہو جائیں گے، اور ہم اپنی غلامی کی بیڑیاں اپنے ہی ہاتھوں سے مضبوط کریں گے۔''

بہادر، تیج سپرو

یہ 1941ء کی بات ہے۔ قائداعظم محمد علی جناح آرام کی غرض سے نندی ہل اسٹیشن گئے، اور سر تیج بہادر سپرو اور قائداعظم محمد علی جناح کے درمیان جو خط و کتابت ہوئی وہ یہیں سے جاری کی گئی تھی۔ یہ مقام ضلع بنگلور میں واقع ہے۔

بہادر خاں، سردار

انہوں نے تحریکِ پاکستان میں حصہ لیا۔ ان کی قائداعظم محمد علی جناح کے ساتھ خط و کتابت بھی رہی۔

سردار بہادر خاں ضلع ہزارہ کی تحصیل ہری پور کے ایک گاؤں ہریانہ میں 5 جولائی 1908ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم سرائے صالح میں حاصل کی۔ میٹرک ہری پور سکول سے کیا۔ 1936ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے ایل ایل بی کی ڈگری حاصل کی۔ علی گڑھ میں دورانِ تعلیم مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے ممبر کی حیثیت سے مسلم لیگ کی تنظیم کے لیے بھرپور جدوجہد کی۔ وکالت کا امتحان پاس کرنے کے بعد ایبٹ آباد میں پریکٹس شروع کی۔ ایک کامیاب وکیل کی حیثیت سے ہزارہ اور سرحد میں شہرت کی بلندیوں کو چھوا۔ 1939ء میں ہزارہ کے ضمنی انتخابات میں سرحد اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ اگست 1942ء سے مارچ 1946ء تک سرحد اسمبلی کے سپیکر رہے۔ 1946ء میں سرحد اسمبلی کے دوبارہ ممبر منتخب ہوئے۔

قیامِ پاکستان کے بعد وہ مسلم لیگ کے ٹکٹ پر پاکستان کی قانون ساز اسمبلی میں مسلم لیگ پارلیمانی پارٹی کے چیف وہپ منتخب ہوئے۔ 1951ء میں تیسری بار سرحد اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ پیرس میں پاکستان کے وفد کی حیثیت سے انجمن اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس میں پاکستان کی نمائندگی کی۔ اگست 1949ء تا 16 اکتوبر 1951ء پاکستان کی مرکزی حکومت میں وزیر مواصلات منتخب ہوئے۔ 10 اکتوبر 1954ء تک اسی عہدے پر فائز رہے۔ سردار بہادر خاں نے مواصلات کے وزیر مملکت کی حیثیت سے ہزارہ میں ٹیلی فون فیکٹری کے قیام کے لیے عملی کوشش کی۔ نومبر 1954ء میں بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ مقرر ہوئے۔ جولائی 1955ء میں سرحد کے بعد مغربی پاکستان کی کابینہ میں وزیر ترقیات کا قلم دان سنبھالا۔ 6 مئی 1956ء کو وزیراعظم سے اختلافات کی بنیاد پر اپنے عہدے سے مستعفی ہو گئے، مگر مسلم لیگ کا دامن نہ چھوڑا۔ 1962ء میں جب بنیادی جمہوریتوں کے نظام کے تحت ملک میں انتخابات ہوئے تو آپ قومی اسمبلی کے ممبر چنے گئے۔ باوجودیکہ آپ کے بھائی جنرل محمد ایوب خاں پاکستان کے صدر تھے، مگر آپ نے اسمبلی میں انتہائی صداقت، دیانتداری اور پارلیمانی روایات کے مطابق اپنے علاقے کی نمائندگی کی۔ حق بات کہنے میں کبھی تامل نہیں کیا۔ حکومت کی جو بات ملک اور عوام کے مفاد میں نہ ہوتی اس پر احتجاج کرتے ہوئے اسے نشانہ تنقید بنانے میں کبھی دریغ نہ کرتے۔ سردار بہادر خاں نے پاکستان کے قیام کے بعد مسلم لیگ کو مضبوط اور فعال بنانے کی کوشش کی مگر بعض مفاد پرست مسلم لیگی عناصر کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے مسلم لیگ کی بہترین طریقے سے تنظیم نہ کر سکے۔

1975ء میں ان کا انتقال ہوا۔

بہادر خاں سردار جناح خط و کتابت

لیجسلیٹو اسمبلی ہال

پشاور

26 ستمبر 1945ء

محترمی قائداعظم!

امید ہے آپ بخیر و عافیت ہوں گے، اور اپنے قیام کوئٹہ سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے۔ میں نے آپ کا وہ مختصر بیان پڑھا ہے جو آپ نے انڈین نیشنل آرمی کے ارکان سے متعلق کراچی میں دیا تھا۔

درحقیقت میں شدت سے یہ محسوس کرتا ہوں کہ آپ اور مسلم لیگ کو یہ معاملہ اپنے ہاتھ میں لینا چاہیے، اور ان لوگوں کی قیمتی جانیں بچانے کے سلسلے میں نمایاں کردار ادا کرنا چاہیے۔ میں نے نواب زادہ صاحب سے ان لوگوں کے لیے کچھ نہ کچھ کرنے کو بھی کہا۔ میرا ظاہراً مقصد ہے اول یہ کہ ہر چند انڈین نیشنل آرمی میں شامل ہونے کے سلسلے میں ان کا اقدام قابلِ توجیہ نہیں ہے، مگر جن حالات میں انہوں نے یہ قدم اٹھایا وہ ایسے تھے کہ ان کے سوا ان کے پاس کوئی چارہ کار نہ تھا اس کے علاوہ موقع پر موجود انگریز ان غریب لوگوں کے لیے ناگفتہ بہ حالات پیدا کرنے کے جزوی طور پر ذمہ دار ہیں، لہٰذا ذات پات، مسلک اور مذہب کی تمیز کیے بغیر ہمیں ان لوگوں کا دفاع اور تحفظ کرنا چاہیے، ممکن ہے یہ کوئی اچھا قانونی کیس نہ ہو لیکن ان مخصوص حالات کے پیشِ نظر جن کا میں اوپر حوالہ دے چکا ہوں آپ جیسی حیثیت کے مالک شخص کے لیے اس بارے میں وائسرائے اور کمانڈر انچیف سے اپیل کرنے کے سلسلے میں کچھ بہت زیادہ کہنا نہیں پڑے گا کیونکہ وہ لوگ جنگ جیت چکے ہیں اور اس جنگ میں ہندوستانیوں نے نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ اگر بیوروکریسی انہیں کورٹ مارشل کرتی ہے



نواب بہادر یار جنگ

1944 - 1905

آپ مفکر شاعر سیاسی رہنما اور شعلہ بیاں مقرر تھے قائداعظمؒ کے قریبی ساتھی تھے اور ان کی ہدایت پر آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ کی بنیاد رکھی اور اس کے پہلے صدر منتخب ہوئے مسلم لیگ کے اجلاسوں اور جلسوں میں آپ کی تقاریر کو گھنٹوں سنا جاتا تھا۔ آپ نے برصغیر بھر میں اپنی خطابت کے ذریعے مسلم لیگ کے پیغام کو عام کرنے کے لئے موثر کردار ادا کیا آپ کی وفات پر قائداعظمؒ نے فرمایا ''آپ کی وفات سے اسلام اور مسلمان اپنے ایک بہترین اور بے حد مخلص کارکن سے محروم ہو گئے ان کی رحلت کے باعث مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور ترقی کا عظیم ترین علمبردار اس دنیا سے اٹھ گیا''۔

اور انہیں سزاوار یا مجرم قرار دیتی ہے تو پھر اس سے وہ گھاؤ پڑیں گے جو کبھی مندمل نہیں ہوسکیں گے۔ دوئم یہ کہ ان میں بیشتر مسلمان ہیں چنانچہ سیاسی اعتبار سے بھی یہ آپ کی اور ہماری جانب سے ایک بہت اچھا اقدام ہوگا کہ ہم ان کا کیس حکومت ہند کو پیش کریں کیونکہ آپ جانتے ہیں جب یہ لوگ باہر آئیں گے تو ہم نے یا بعض دوسری جماعتوں نے ان کے لیے جو کچھ بھی کیا ہوگا، وہ اسے کبھی فراموش نہیں کریں گے بلکہ ان کے رشتہ دار بھائی بند تو اب بھی آپ کی طرف مدد طلب نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ اس سلسلے میں آپ کا بیان بہت ہی مختصر تھا اور انڈین نیشنل آرمی کے ان لوگوں پر اس کا جو تاثر ہوا وہ بہت زیادہ حوصلہ افزا نہیں ہے انہیں آپ سے بہت زیادہ کی توقع تھی۔ میری تجویز ہے کہ آپ کو ایک نہایت واضح بیان دینا چاہیے جس میں آپ یہ بات زور دے کر کہیں کہ ہندوستان نے اپنے انسانی پھول فروخت کرنے کی اس طریقے پر اجازت نہیں دی جس طرح برطانوی حکومت سوچتی ہے۔ ان کے علاوہ یہ بڑی اچھی بات ہوگی اگر آپ اپنے اس بیان میں یہ کہیں کہ آپ اس ضمن میں وائسرائے اور کمانڈر انچیف سے ملنے کا ارادہ رکھتے ہیں، اور انہیں یہ بات ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں کہ اس سلسلے میں انہیں نرم رویہ اختیار کرنا چاہیے۔ ہندوستان اس وقت بڑی بڑی تبدیلیوں کی کشمکش سے دوچار ہے۔ ان حالات میں اگر اس سلسلے میں کوئی ناخوشگوار واقعہ ہوگیا تو یہ ایک مستقل داغ چھوڑ جائے گا، اور ایسی رنجش پیدا ہوگی جو برطانوی حکومت یا کسی بھی دوسرے کے لیے سودمند نہیں ہوگی۔ آپ کو اپنے بیان میں صاف طور پر یہ بات کہہ دینا چاہیے کہ اگر حکومت ان لوگوں پر مقدمہ چلانے پر تلی رہی تو ایسی صورت میں مسلم لیگ ان غریب لوگوں کے دفاع کا انتظام کرے گی، اور اس سلسلے میں فوری طور پر ایک کمیٹی قائم کرے گی۔ میں آج رات اس بارے میں ایک بیان دینے کا تقریباً فیصلہ کر چکا تھا، اور اس بیان میں آپ سے یہ اپیل کرتا کہ اس معاملے میں نمایاں حصہ لیا جائے لیکن پھر میں نے سوچا کہ بہتر ہوگا اس خط کے ذریعے آپ سے اس معاملے پر گفت و شنید کر لی جائے، اور یہ معاملہ آپ کی صوابدید پر چھوڑ دیا جائے یہ فوری نوعیت کا معاملہ ہے اور آپ کی توجہ کا فوری طالب ہے کیونکہ ہم اس سلسلے میں پہلے ہی بہت تاخیر کر چکے ہیں۔ میں بخیریت ہوں اور آپ کی درازیٔ عمر کی دعا کرتا ہوں۔ براہِ مہربانی خط کا جلد جواب دیجیے گا، اور اگر ممکن ہو تو اس بارے میں اپنی تجویز سے بھی مجھے آگاہ کر دیجیے گا۔

آپ کا مخلص

سردار بہادر خان

مستونگ

9 اکتوبر 1945ء

ڈیئر سردار بہادر خان!

آپ کا 26 ستمبر کا خط موصول ہوا۔ میں اپنے اس خط میں ایک اخباری تراشہ رکھ رہا ہوں، جو میرے بیان کا مکمل متن ہے۔ یہ بیان میں نے انڈین نیشنل آرمی کے ارکان کے بارے میں دیا تھا۔ بعض اخبارات نے میرے اس بیان کا صرف ایک حصہ شائع کیا ہے جو طریقہ میں نے تجویز کیا ہے اس پر دوسرے لوگوں کو اخبارات میں اپنے خیالات کے اظہار سے روکا نہیں جا سکتا۔ بہرحال ہمیشہ سخت زبان کا استعمال ضروری نہیں ہوا کرتا اور یہ معاملہ بھی ان ہی میں سے ایک ہے ہم اس معاملے میں مقدور بھر کوشش کریں گے جیسا کہ آپ نے خود محسوس کیا ہے، یہ معاملہ مشکلات سے خالی نہیں ہے تاہم اگر آپ اس معاملے کے بارے میں مزید کوئی تجویز پیش کریں تو مجھے بے حد خوشی ہوگی۔

احترامات کے ساتھ

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

بہادر یار جنگ، نواب

مفکر، شاعر اور قائداعظم محمد علی جناح کے معتقد ساتھی تھے۔ آپ کا اصل نام محمد بہادر خاں تھا۔ انہوں نے قائداعظم محمد علی جناح کی خواہش پر آل انڈیا اسٹیٹ مسلم لیگ کی بنیاد رکھی۔ وہ مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر بھی آئے۔ وہ 3 فروری 1905ء کو نواب نصیب یاور جنگ کے ہاں حیدر آباد دکن میں پیدا ہوئے۔ نسل کے سروزئی پٹھان تھے۔ آباؤاجداد ہندوستان میں وارد ہوئے اور جے پور میں قیام کیا۔ ابتدائی تعلیم سرکاری مدرسہ دارالعلوم میں حاصل کی اور مولانا محمد سعادت اللہ خاں مندوزئی سے عربی، فارسی، دینی اور عقیدے کی کتب پڑھیں۔ بحرالعلوم سید اشرف شمسی سے اسلامی علوم متداولہ کی تحصیل کی۔ والد کی وفات پر جاگیر پر لاکھوں کا قرض تھا جسے چند سال میں بے باق کر دیا اور فراغت کے بعد اہلیہ کے ہمراہ حج کیا اور مصر، شام، دمشق، اسرائیل، لبنان، ترکی، ایران اور افغانستان کی سیاحت کی۔ حج کے بعد مجلس اتحاد المسلمین کے پلیٹ فارم سے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز کیا۔ مسلم لیگ کے اجلاسوں خاص کر لاہور اور کراچی میں شرکت کی۔ انگریزی حکومت نے ان کی زبان بندی کی، اور جاگیریں ضبط کرلیں اور نقل وحرکت پر پابندی لگادی لیکن وہ وفات تک اپنے موقف سے نہ ہٹے۔

نواب بہادر یار جنگ قائداعظم محمد علی جناح کے نظریاتی ترجمان تھے۔ بمبئی میں 1934ء میں قائداعظم محمد علی جناح سے ان کی پہلی ملاقات ہوئی۔ مارچ 1940ء میں لاہور میں قائداعظم محمد علی جناح کے ارشاد پر انہوں نے تقریر کی۔ متعدد مواقع پر انہوں نے پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کے سلسلے میں قائداعظم محمد علی جناح کی ترجمانی کی مثلاً دسمبر 1943ء میں قائداعظم محمد علی جناح کی صدارت میں منعقدہ آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں فرمایا:

''حضرات! پاکستان کا حاصل کر لینا اتنا مشکل نہیں، جتنا پاکستان کو پاکستان بنانا اور قائم رکھنا مشکل ہے۔ آپ کے قائد یعنی قائداعظم محمد علی جناح نے ایک سے زائد مرتبہ اس کا اعادہ فرمایا ہے کہ مسلمان اپنی حکومتوں میں کسی دستور اور قانون کو خود مرتب کرنے کا حق نہیں رکھتے۔ ان کا دستور مرتب اور متعین ان کے ہاتھوں میں ہے اور وہ ہے ''قرآن مجید۔''
پلاننگ کمیٹی آپ کے لیے جو دستوری اور سیاسی نظام مرتب کرے گی اس کی بنیادیں کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ پر ہوں گی۔ سن لیجیے اور آگاہ ہو جایئے کہ جس سیاست کی بنیاد کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ پر نہیں وہ شیطانی سیاست ہے، اور ہم ایسی سیاست سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔''

اس اعلان کے بعد قائداعظم محمد علی جناح نے بڑے جوش سے میز پر مکہ مار کر فرمایا:

''بہادر یار جنگ تم بالکل درست کہہ رہے ہو۔''

اس پر نواب بہادر یار جنگ نے کہا:

''لیجیے حضرات قائداعظم نے میرے اس قول پر مہر ثبت کردی۔''

پھر قائداعظم محمد علی جناح سے نواب بہادر یار جنگ نے فرمایا:

''قائداعظم! میں نے پاکستان کو اسی طرح سمجھا ہے اور اگر آپ کا پاکستان یہ نہیں ہے تو ہم ایسا پاکستان نہیں چاہتے۔''

اس پر قائداعظم محمد علی جناح مسکرائے اور فرمایا:

''آپ مجھے قبل از وقت کیوں چیلنج دے رہے ہیں۔''

بہادر یار جنگ نے فرمایا:

''نہیں قائداعظم! میں آپ کو چیلنج نہیں دے رہا ہوں
میں اس چیلنج کے ذریعے آپ کے عوام کو یہ سمجھانا چاہتا
ہوں کہ آپ ایسا ہی پاکستان چاہتے ہیں جس کا اس
وقت اجمالی تصور پیش کیا گیا ہے۔''

نواب بہادر یار جنگ نے قائداعظم محمد علی جناح کو 2 ستمبر 1941ء کو حیدر آباد دکن سے خط لکھا۔ اس میں انہوں نے قائداعظم محمد علی جناح کی بے مثال اور خداداد قیادت کو سراہا۔ 27 ستمبر کو پھر 28 ستمبر کو ازاں بعد 20 اکتوبر 1941ء کو، فروری 1942ء کو، 29 مارچ 1942ء کو اور 28 اپریل 1942ء کو، 19 ستمبر 1942ء کو، 4 دسمبر 1942ء کو، 29 جون 1943ء اور 2 اگست 1943ء، 3 ستمبر 1943ء، 11 ستمبر 1943ء اور 11 فروری 1944ء کو خطوط ارسال کیے۔

بہادر یار جنگ بنام قائداعظم

بیگم بازار حیدر آباد دکن

جنوری 1938ء

مائی ڈیئر قائداعظم!

میری حالت ایک ایسے باز کی ہے جس کو بلبل کی طرح پنجرے میں بند کر دیا گیا ہو، اور جس پر فضائے بسیط ممنوع کر دی گئی ہو۔ حیدر آباد کی تنگ زمین میرے طائر جذبات کے لیے فی الحقیقت ایک ایسے قفس سے کم نہیں ہے، اور جی میں آتا ہے کہ تیلیاں توڑ کر باہر نکل پڑوں لیکن حیدر آباد کے اتنے حقوق مجھ پر ہیں کہ وہاں کے مسلمانوں کو اس عالم کشمکش میں چھوڑ دینا احسان فراموشی سے کم نہ ہوگا اس لیے میں مجبور ہوں۔

آپ کا مخلص

بہادر یار جنگ

17 ستمبر کو انہوں نے قائداعظم محمد علی جناح کے نام یہ خط لکھا:

محمد بہادر خاں

بیگم بازار حیدر آباد دکن

17 ستمبر 1943ء

مائی ڈیئر مسٹر جناح!

14 ستمبر کے خط کا شکریہ قبول کیجیے۔ میرے لیے رمضان کے مہینے میں سفر کرنا بہت مشکل امر ہے۔ میں 6 اکتوبر کی صبح کو بمبئی پہنچ جاؤں گا۔ اسی دوپہر یا 7 اکتوبر کی صبح کو مہربانی کر کے میرے لیے کافی وقت مختص کر دیجیے۔

نیک خواہشات کے ساتھ میرا سلام مس جناح سے کہہ دیں۔

آپ کا مخلص

محمد بہادر خاں

11 فروری 1944ء

مائی ڈیئر قائداعظم!

کراچی میں مسلم لیگ کے آخری اجلاس میں مَیں نے جو تقریر آپ کے حکم سے کی تھی۔ اس کی نسبت آپ کی ورکنگ کمیٹی کے کئی ارکان کو خفا پایا۔ مجھے معلوم نہیں کہ خود آپ اس کی نسبت کیا رائے رکھتے ہیں، لیکن اس کے جو اثرات میں محسوس کر رہا ہوں وہ یہ ہیں کہ میرے پاس ہندوستان کے ہر گوشہ سے سینکڑوں خط موصول ہوئے ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلم لیگ کی بے علمی اور بے جا مصلحت اندیشی کا جو غلط تصور ناواقفیت کی بنا پر عوام اور خصوصاً نوجوانوں میں پیدا ہو گیا تھا اس کا اس تقریر سے بڑی حد تک ازالہ ہو گیا۔

آپ کا مخلص

بہادر یار جنگ

بہار

24 اکتوبر 1942ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے نواکھلی کے

فسادات اور 5 نومبر 1946ء کو دہلی میں عید کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے بہار کے فسادات پر افسوس کا اظہار کیا، اوراس موقع پر بہار کے مسلمانوں کی امداد کے لیے ایک فنڈ بھی قائم کیا جس میں اپنی جانب سے 5 ہزار روپے جمع کرائے۔ 24اکتوبر1942ء کوانہوں نے تبادلۂ آبادی پر بھی زور دیا۔

بہار میں تقریر

1937ء میں قائداعظم محمد علی جناح بجنور تشریف لے گئے، بجنور کے بعد آپ نے پٹنہ کا سفر کیا، جہاں بہار کے مسلمانوں کی حالتِ زار کا مشاہدہ مقصود تھا، اور آل انڈیا مسلم لیگ کے پٹنہ سیشن کے سلسلے میں تیاریوں کا معائنہ کیا۔

مسٹرحسن امام کی کوٹھی رضوان میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا، جس میں آپ نے تقریر کی اور سامعین کومسلم لیگ میں شمولیت اختیار کرنے کی دعوت دی۔ اس جلسہ میں آپ نے فرمایا:

''ہم بغیر میگزین کے جنگ لڑ رہے ہیں۔''

نوجوانانِ پٹنہ نے کہا:

''ہم آپ کے میگزین ہیں۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے فوراً جواب دیا:

''میں ایسا ہی سمجھتا ہوں۔''

بہار ریلیف فنڈ

یہ 1945ء کی بات ہے۔ بہار میں ہندوؤں نے مسلمانوں پر بے پناہ مظالم ڈھانے شروع کر دیے تھے۔ ہندوؤں نے مسلمانوں کو نہ صرف بے گھر کیا بلکہ ان کا قتلِ عام بھی کیا۔ بے گھر، بے در مظلوم مسلمانوں، بیواؤں، یتیموں اور زخمیوں کی امداد کے لیے قائداعظم محمد علی جناح نے بہار ریلیف فنڈ قائم کیا، اور تمام مسلمانوں سے اپیل کی:

''وہ ہندوؤں کے مظالم کا شکار ہونے والے ان مظلوم مسلمانوں کی مدد کے لیے دل کھول کر چندہ دیں۔''

بھگت رام

(دیکھئے: براڈوے جسٹس)

بھگوت گیتا

مارچ 1940ء میں قراردادِ لاہور منظور ہوئی تو اس موقع پر گاندھی نے ہریجن میں ایک مضمون میں لکھا:

''مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ایک قوم کی طرح ہندوستان میں زندگی گزاریں۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے 12 اپریل 1940ء میں ایک بیان میں فرمایا:

''گاندھی جی اپنے دن کا آغاز بھگوت گیتا کی تلاوت سے کرتے ہیں، اور آشرم کی زندگی پر یقین رکھتے ہیں۔ وہ آہنسا کے پجاری، کھدر کے شوقین، سنسکرت اور ودھیا مندر کے داعی اور بندے ماترم کے ماننے والے ہیں، اور کوئی مسلمان بھی ان کے عقائد کوتسلیم نہیں کر سکتا۔''

بیادِ قائداعظم

اس کتاب کوخواجہ ظفر نظامی نے مرتب کیا۔ یہ کتاب مکتبہ شاہکار لاہور نے 15 ستمبر 1976ء کو شائع کی۔ اس کی قیمت تین روپے پچاس پیسے تھی اور یہ جریدی سائز میں مصباح الایمان کے ٹائٹل کے ساتھ شائع ہوئی۔ اس کے سرورق پر اخبار زمیندار کی 12 ستمبر 1948ء کی نقل شائع ہوئی ہے۔

بی اماں

مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی جوہر کی والدہ محترمہ تھی۔



بی اماں

وفات 1924

مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی کی والدہ ماجدہ کا اصل نام آبادی بیگم تھا۔ ستائیس سال کی عمر میں بیوہ ہوگئیں۔ خود ان پڑھ تھیں مگر عزیزوں کی مخالفت کے باوجود بیٹوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کیا اور اس مقصد کے حصول کے لئے زیورات تک بیچ دیئے۔ برصغیر میں خلافت تحریک کے حوالے سے منظرِ عام پر آئیں اور بی اماں کے نام سے موسوم ہوئیں۔ علی برادران نے تاریخ میں جو نام پیدا کیا اس کا تمام تر سہرہ بی اماں کے سر ہے۔

آپ مسلم لیگ اور آل انڈیا کانگریس کے اس مشترکہ جلسے میں موجود تھیں، جو دسمبر 1917ء میں کلکتہ میں منعقد ہوا۔ مسلم لیگ کے اجلاس کی مولانا محمد علی جوہر نے صدارت کرنا تھی لیکن وہ جیل میں تھے۔ اس لیے کرسی پر ان کی تصویر لگا دی گئی اور ان کی جگہ مولانا محمد علی جوہر کی والدہ بی اماں نے اپنا پیغام پڑھ کر سنایا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے بھی اس جلسہ میں تقریر کی۔ یہ تقریر کانگریسی پالیسی کی آئینہ دار تھی کیونکہ اس وقت قائداعظم محمد علی جناح کے نظریات وہ نہیں تھے جو بعد میں تھے۔

بی بی سی (برٹش براڈ کاسٹنگ کارپوریشن)

3 اپریل 1946ء کو قائداعظم محمد علی جناح سے بی بی سی کے نمائندے مسٹر ڈونلڈ ایڈورڈ نے دہلی میں انٹرویو کے دوران سوال کیا:

''دو حصوں میں منقسم پاکستان کے درمیان مواصلات کا رابطہ کس طرح قائم ہوگا؟''

قائداعظم محمد علی جناح نے جواب دیا:

''جب آپ برطانیہ سے برطانوی دولت مشترکہ کے دوسرے حصوں کا سفر کرتے ہیں تو آپ کو غیر ملکی علاقے مثلاً نہر سویز سے گزرنا پڑتا ہے۔ آپس کے سمجھوتوں سے سب کچھ ہوسکتا ہے۔ شمال مشرق کے مسلم علاقوں سے شمال مغرب کے مسلم علاقوں تک جانے کے لیے ہمیں نام نہاد ہند علاقہ کوریڈور سے گزرنا پڑتا ہے، اور اس میں دشواری نہیں ہوتی۔ آئندہ بھی اس طریقہ پر عمل ہوسکتا ہے۔''

بے تاج بادشاہ

قائداعظم محمد علی جناح کو یہ خطاب برصغیر کی مشہور شخصیت سر عبداللہ ہارون نے دیا۔

(دیکھئے: عبداللہ ہارون، سر)

بے تکلف ڈنر پارٹی

لارڈ ماؤنٹ بیٹن وائسرائے ہند بن کر آیا تو اس نے ہندوستان کے مختلف لیڈروں سے ملاقاتیں کیں۔ اس ضمن میں اس نے قائداعظم محمد علی جناح سے بھی ملاقات کی۔

وائسرائے ہند لارڈ ڈماؤنٹ بیٹن نے قائداعظم محمد علی جناح اور محترمہ فاطمہ جناح کو اگلی شام کھانے کی دعوت دی۔ بظاہر بہن اور بھائی اس پر تکلف دعوت سے محظوظ ہوئے، اور آدھی رات کے بعد بھی بڑی دیر تک وہاں ٹھہرے رہے۔ اس وقت تک سردمہری کی برف پگھل چکی تھی۔

لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے اس ملاقات کے بارے میں لکھا ہے:

''جناح نے دعویٰ کے ساتھ یہ بات کہی کہ اس مسئلہ کا صرف ایک حل ہے کہ ہندوستان کا سرجیکل آپریشن کیا جائے ورنہ یہ ملک بالکل فنا ہوجائے گا۔''

لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے مزید لکھا:

''میں نے زور دے کر کہا:

''میں نے ابھی کوئی رائے قائم نہیں کی اور واضح کیا کہ۔ سرجیکل آپریشن سے پہلے جسم کو سن کرنا ضروری ہے۔ انہوں نے مجھے گاندھی کے ساتھ اپنے سابقہ مذاکرات کی تفصیل سے آگاہ کیا جسے سن کر میں بہت پریشان ہوا۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا اور مذاکرات کی تفصیل سے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی کہ مسلمانوں کی طرف سے معاملہ کرنے والا صرف ایک آدمی تھا یعنی وہ خود۔ جبکہ کانگریسی نمائندوں کے بارے میں ایسا نہیں ہے۔ ان کی طرف سے معاملہ کرنے والے کئی آدمی موجود ہیں۔''

''مسٹر گاندھی نے اعلانیہ اعتراف کیا تھا کہ وہ کسی کی نمائندگی نہیں کرتے، حالانکہ وہ بہت زیادہ اختیارات رکھتے ہیں، لیکن کوئی ذمہ داری قبول کرنے کو تیار نہیں ہیں۔نہرو اور پٹیل کانگریس کے اندر مختلف نقطہ ہائے نظر کی نمائندگی کرتے ہیں۔ان میں سے کوئی پارٹی کی طرف سے مجموعی اور دوٹوک جواب نہیں دیتا۔ انہوں نے کانگریسی لیڈروں کی جذباتیت کا ذکر بھی کیا اور ان پر الزام لگایا کہ وہ قدم قدم پر اپنا موقف بدلتے رہتے ہیں ۔ وہ کسی بھی کمتر سطح پر اتر سکتے ہیں۔ملاقات کے دوران انہوں نے مجھے مسلمانوں کے ساتھ بد سلوکی کی بہت سی دردناک کہانیاں سنائیں۔آخر میں میں نے بتایا کہ جس چیز پر مجھے سب سے زیادہ حیرت ہوئی وہ یہ ہے کہ ہندوستان کے تمام لیڈروں نے ایسے ہی پختہ یقین سے باتیں کی ہیں۔''

اس بے تکلف ڈنر پارٹی نے جس میں فراخدلی سے تبادلہ خیال نے بظاہر قائداعظم محمد علی جناح کی زبان رواں کرادی اور لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو پریشان کر دیا۔

بیٹن اور جناح

لارڈ ماؤنٹ بیٹن کا روزنامچہ نویس مسٹر ایلن کیمبل جانسن لکھتا ہے:

''لارڈ ازمے کو یہ خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ماؤنٹ بیٹن کے انتخاب کو ہندوؤں کے موافق اور مسلم لیگ کے خلاف قرار دے کر ایک مسئلہ بنا دیا جائے۔''

مگر لارڈ ازمے کا یہ اندیشہ عجیب تھا۔ ہندوستان میں وہ کون وائسرائے آیا جو ہندوؤں کے موافق اور مسلمانوں کے خلاف نہ تھا؟ خصوصیت سے وہ وائسرائے جو ہندوستان کے حق میں اختیار منتقل کرنے کی خدمت پر مامور ہوئے سب ہی ایسے تھے۔

لارڈ ارون نے مسٹر گاندھی سے وہ معاہدہ کر کے جو ہندوستان میں ''جنٹل مین اگریمنٹ'' مشہور ہوا۔ مسلمانوں کو ان تمام تحفظات سے محروم کر دیا تھا جو گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1945ء میں رکھے گئے تھے۔ دوران جنگ میں جب حکومت برطانیہ نے ہندوستان کی سیاسی پارٹیوں سے اہتمام جنگ میں مدد چاہی تو وہ تنہا مسلم لیگ ہی تھی جو اس کے لیے بلاشرائط آمادہ ہوئی لیکن لارڈ لنلتھگو نے اختیار اور ذمہ داری کے ساتھ مسلم لیگ کو محض اس لیے ایگزیکٹو کونسل میں شرکت کا موقع نہیں دیا کہ یہ کانگریس کے لیے ناگواری کا سبب ہوتا، اور اس کے باوجود نہیں کہ کانگریس نے حکومت کے خلاف سول نامتابعت کی تحریک جاری کی اور تشدد کے ساتھ۔ لارڈ ویول ہندوستان کی جغرافیائی وحدت کا اعلان کرتے ہوئے دہلی تشریف لائے۔ 16 جون کے بیان کی تمام شرائط کے خلاف انہوں نے عبوری حکومت تنہا کانگریس کے حوالے کر دی، پھر بغیر مسلم لیگ اور کانگریس کے درمیان کسی سمجھوتے کے اور بغیر اس کے کہ کانگریس نے 16 جون کا بیان اور اس کے متعلق برطانوی تعبیر منظور کی کانسٹی ٹوینٹ اسمبلی کا اجلاس منعقد کرا دیا۔ یہ سب مسلم لیگ اور مسلمانوں کی مخالفتیں ہی تھیں اور اپنی نوعیت کے اعتبار سے بڑی خطرناک۔ اب لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی نوبت تھی جن کے متعلق خود انگریزوں کو یہ خطرہ تھا کہ ان کا تقرر ہندوؤں کی موافقت اور مسلم لیگ کی مخالفت سمجھی جائے گی۔ لارڈ ازمے یقیناً لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو زیادہ جانتے تھے، اور ان اسباب سے بھی واقف ہوں گے جن کی بنا پر ان کو یہ خوف تھا۔ لارڈ ازمے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے چیف آف دی سٹاف ہو کر ہندوستان آ رہے تھے، اور زمانہ جنگ میں ان کے

رفیقِ کار رہے تھے۔

لارڈ ماؤنٹ بیٹن، جو اپنے ذاتی میلان کی بنا پر مسلم لیگ کے خلاف اور ہندوؤں کے موافق تھے، ایسے وسیع اختیارات کے ساتھ ہندوستان بھیجے گئے کہ ان سے پہلے کسی وائسرائے کو حاصل نہ تھے۔

مسٹر ایٹلی نے ان سے کہہ دیا:

''اگر جون 1948ء تک کامل نمائندہ کانسٹی ٹوینٹ اسمبلی سے مرکزی وحدانی دستور پیدا ہونے کی توقع نہ ہو تو حکومت برطانیہ کو یہ سوچنا پڑے گا کہ تاریخ معینہ پر برطانوی ہند کی مرکزی حکومت کا اختیار کسی کے حوالے کر دیا جائے۔ آیا پورے کا پورا اختیار کسی وضع کی مرکزی حکومت کو جو برطانوی ہند کے لیے ہو، یا بعض علاقوں میں موجودہ صوبائی حکومتوں کو یا کسی دوسرے طریقے پر، جو معقول نظر آئے اور باشندگان ہندوستان کے مفاد کے لیے بہترین ہو۔''

کوئی اور وائسرائے ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو کر ہندوستان آیا ہو، یا نہ آیا ہو، لارڈ ماؤنٹ بیٹن ہر طرح ہوا کے گھوڑے پر سوار آئے۔ انہوں نے اہتمام و تکلف کے ساتھ اپنے اوپر جلدی اور گھبراہٹ کی کیفیت طاری کی۔ وہ 22 مارچ کو دہلی پہنچے۔ بہ حیثیت وائسرائے حلف لینے سے پہلے ہی انہوں نے قائداعظم اور مسٹر گاندھی کو لکھا کہ ان سے ملنے کے لیے دہلی آئیں۔

22 مارچ کو لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی رسم حلف ادا ہوئی۔ انہوں نے سابقہ معمول کے خلاف، اسی رسم کے موقع پر تقریر فرمائی۔ اپنی ہر ادا سے انہوں نے یہ جتایا کہ بڑی جلدی ہے۔ انہوں نے کہا:

''حکومت برطانیہ نے یہ طے کر لیا ہے کہ جون 1948ء تک اختیارات منتقل کر دیے جائیں اور چونکہ نئی آئینی تنظیمات ہونی ہیں اور بہت سے پیچیدہ مسائل طے کرنے ہیں، اس لیے چند ماہ کے اندر کوئی حل پیدا ہونا چاہیے۔''

انہوں نے یہ یقین ظاہر کیا:

''جس طرح خود ان کو اس کام کی نوعیت کا احساس ہے، جو درپیش ہے، ہندوستان کے لیڈروں کو بھی ہو گا، اور وہ بہت جلد ان سے مشورے اور گفت و شنید میں مصروف ہونے والے ہیں۔''

آخر میں انہوں نے کہا:

''جس کام پر میں مامور ہوں اس کی دشواری کا مجھے خوب اندازہ ہے، اور اس سلسلے میں مجھے کوئی غلط فہمی نہیں ہے، اور اس کی بڑی ضرورت ہو گی کہ ہندوستان کے زیادہ سے زیادہ آدمیوں کی مجھے خیر خواہی حاصل ہو، اور آج میں ہندوستان کے لوگوں سے اس خیر خواہی کی درخواست کر رہا ہوں۔''

پہلا مسئلہ جو لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے سامنے پیش ہوا وہ اس حادثۂ عظیم کے متعلق تھا، جس کو کانگریس نے اس قابل سمجھا تھا کہ اس پر عبوری حکومت میں اختلاف پیدا کرے، یعنی یہ کہ ان سیٹھوں پر لیاقت علی خان نے ٹیکس عائد کر دیا جو کانگریس کو چندے دیتے تھے، اور لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے اس ٹیکس میں کمی کرائی۔

اس کے بعد، ہاں اس کے بعد، قابل توجہ ہندوستان کی وہ ہولناک صورت حال تھی جو خصوصیت سے ان صوبوں میں پیدا کی گئی تھی جن میں پاکستان بننے والا تھا۔ آدمی کو آدمی ہلاک کر رہا تھا۔ گھروں میں آگ لگائی جا رہی تھی۔ وسائل معاش تباہ کیے جا رہے تھے۔

لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے لیڈروں سے ملنا شروع کیا۔ ان کا خاندان یورپ کے کئی شاہی خاندانوں کا رشتہ دار ہے۔

شہزادوں میں بڑے اہتمام سے ملنے اور باتیں کرنے کا سلیقہ پیدا کیا جاتا ہے۔ ان کے لیے ایک فن ہوتا ہے۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن اس فن کی نمائش اور اس سے کام لینے کے لیے انگلستان سے تیار ہو کر آئے تھے۔

وہ پہلے نواب بھوپال اور مہاراجہ بیکانیر سے ملے۔ اس میں وہ اختلاف سامنے آیا جو والیان ملک کی تباہی کا باعث ہوا۔ نواب بھوپال اس کے خلاف تھے کہ والیان ملک کانسٹی ٹوینٹ اسمبلی میں شریک ہوں، مگر مہاراجہ بیکانیر اور ان کے بعض دوسرے ہم خیال ہندو راجاؤں نے محض یہ ثابت کرنے کے لیے کہ کانسٹی ٹوینٹ اسمبلی میں تنہا ایک پارٹی کانگریس ہی نہیں ہے بلکہ اس کی حیثیت نیابی ہے۔ اس میں شرکت کی۔ اچھا کیا! اس کا کسی کو غم نہیں ہے کہ والیان ملک نے اس طرح خود اپنی قبر کھودی۔

اس کے بعد لارڈ ماؤنٹ بیٹن جواہر لال نہرو سے ملے اور ان سے انہوں نے یہ سوال کیا:

”آپ کا قائداعظم محمد علی جناح کے متعلق کیا خیال ہے؟“

پنڈت جواہر لال نہرو نے پہلے تو یہ کہا:

”میں نے اپنا خیال اپنی کتاب میں لکھ دیا ہے۔“

مگر قائداعظم محمد علی جناح کے خلاف ان دل میں پروپیگنڈہ کرنے کی جو رغبت تھی اس سے مغلوب ہو کر انہوں نے کہا:

”مسٹر جناح کے متعلق سب سے پہلی بات جو سمجھنے کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ وہ ایسے شخص ہیں جن کو زندگی میں بڑی تاخیر سے کامیابی نصیب ہوئی ہے یعنی اس وقت جب ان کی عمر ساٹھ سال سے زیادہ ہو چکی تھی۔ اس سے پہلے وہ ہندوستانی سیاست میں کوئی بڑے شخص نہ تھے۔ وہ کامیاب وکیل تھے، مگر خصوصیت کے ساتھ کوئی بہت اچھے نہیں۔“

اور نہرو نے اس پر اصرار کیا کہ جناح کے معاملے میں خاص طور پر اس کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ ان کی اس کامیابی کا راز، جو بہت ہی عظیم ہے، صرف یہ ہے کہ اس میں جذبات کی بڑی شدت ہے، اور وہ منفی طرزِ عمل دواماً قائم رکھ سکتے ہیں۔ 1945ء سے یہی انہوں نے کامل یکسوئی کے ساتھ کیا ہے۔ وہ اس سے واقف ہیں کہ پاکستان تعمیری تنقید کے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکتا اور انہوں نے اس کا پورا انتظام کیا ہے کہ پاکستان پر وہ (تعمیری تنقید) نہ ہونے پائے۔“

پنڈت جواہر لال نہرو کے تعصب کی تعریف ہی کرنی چاہیے کہ اپنی قوم کے نفع کے لیے وہ سب کچھ گوارا کرتے تھے، ورنہ ان کے مرتبے کا کوئی دوسرا شخص اپنے حریف کے متعلق ایسے بے باکی سے یہ باتیں نہ کہتا جو سب حقیقت کے خلاف تھیں۔

اس کے بعد ماؤنٹ بیٹن نے یہ پوچھا کہ پنڈت جواہر لال نہرو کے نزدیک آج ہندوستان کا سب سے بڑا مسئلہ کیا ہے۔ انہوں نے معاً جواب دیا:

”اقتصادی۔“

پھر لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے سوال کیا:

”جس طریقے پر انٹیرم گورنمنٹ اس کو حل کر رہی ہے اس سے آپ مطمئن ہیں۔“

پنڈت نہرو نے جواب دیا:

”نہیں میں مطمئن نہیں، لیکن مسلم لیگ نے جو یہ تہیہ کیے ہوئے ہے کہ ہر اقتصادی منصوبہ بندی کو جو مرکز کی طرف سے کی جائے درہم برہم کرے۔ وہ حالت پیدا کر دی ہے جس میں کچھ ممکن نہیں، کیونکہ اگر یہ منصوبہ بندی کامیاب ہو جائے تو پنجاب میں پاکستان کا معاملہ خواب ہو جائے۔“

انٹیرم گورنمنٹ میں کانگریس کی اقتصادی منصوبہ بندی کی بنیاد یہ تھی کہ ایک لاکھ سے زیادہ آمدنی پر ہرگز کوئی غیر معمولی ٹیکس نہ لگایا جائے، کیونکہ اس سے وہ ہندو سیٹھ متاثر ہوں گے جو کانگریس کو چندہ دے رہے ہیں۔ گویا امیروں کو اور زیادہ امیر ہونے کا موقع دیا جائے۔

چلتے وقت وائسرائے نے پنڈت جواہر لال نہرو کو خوش کرنے کے لیے یہ کہا:

''مسٹر نہرو میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ مجھے وہ آخری وائسرائے نہ سمجھیں جو برطانوی راج کو ختم کرنے آیا ہے بلکہ وہ پہلا وائسرائے سمجھیں جو نئے ہندوستان کا راستہ دکھانے آیا ہے۔''

نہرو صاحب پلٹے، مسکرائے اور بڑے تاثر کے ساتھ بولے:

''میں اب سمجھا۔ لوگ جس جادو کے متعلق کہتے ہیں کہ آپ میں ہے اور بڑا خطرناک ہے، وہ یہ ہے۔''

پنڈت جواہر لال نہرو اور لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے درمیان یہ اس سازش کی مبادیات تھیں جو مسلمانوں کے ساتھ ناانصافی اور سخت خونریزی پر ختم ہوئی۔

نہرو کے بعد لیاقت علی خان ملے اور ان کے بعد جان متھائی، کولفیلڈ اور پھر پٹیل۔ پٹیل کی تمام کی تمام گفتگو کا خلاصہ یہ تھا کہ کسی طرح ہندوستان کو مسلم لیگ سے نجات ملے۔

یکم اپریل کو مسٹر گاندھی لارڈ ماؤنٹ بیٹن سے ملے۔ یہ ان کی دوسری ملاقات تھی، اور پورے دو گھنٹے رہی۔ اس میں پہلے انہوں نے اپنی ساری زندگی کی کہانی سنائی اور پھر ہندوستان کا پورا مسئلہ حل کرنے کے لیے ایک حیرت انگیز تجویز پیش کی۔ وہ یہ تھی کہ موجودہ کابینہ (کابینہ ضرور) کو برخاست کرو اور جناح کو دعوت دو کہ وہ ایسی حکومت قائم کریں جس میں تمام ارکان مسلمان ہوں۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے پوچھا:

''اس پر جناح کا تاثر کیا ہوگا؟''

گاندھی نے جواب دیا:

''جناح جواب دیں گے، پھر اس چالاک گاندھی نے دارانداز کی۔''

اس پر لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے مسکرا کر کہا:

''اور ان کا یہ کہنا کیا صحیح نہ ہوگا؟''

گاندھی نے جواب دیا:

''نہیں میں بالکل اخلاص سے کہتا ہوں۔''

اس کے بعد مسٹر گاندھی نے پھر وہی بات کہی (جو وہ لارڈ لنلتھگو اور ویول سے کہہ چکے تھے)

''آپ کو مضبوط رہنا ہے اور اپنے پیش رووں کے گناہوں کے نتائج کا مقابلہ کرنا ہے۔ برطانیہ کے اس طرز (حکومت نے کہ لڑاؤ اور حکومت کرو۔ ایسی صورت حال پیدا کر دی ہے کہ یا امن و انتظام قائم رکھنے کے لیے برطانوی حکومت کو جاری رکھا جائے، یا ہندوستانی خون میں نہائیں، کچھ پرواہ نہیں خون میں نہاتے ہیں، خون میں نہانا قبول کیا جائے۔''

اسی روز آئی این اے (انڈین نیشنل آرمی) کے مسئلے پر گفتگو کرنے کے لیے نہرو، لیاقت علی خان، بلدیو سنگھ اور کمانڈر انچیف آکن لیک، لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے پاس آئے۔ اس معاملے میں مسلم لیگ پارٹی اور کانگریس پارٹی کے درمیان اتفاق رائے تھا کہ آئی این اے کے لوگوں کو رہا کیا جائے، مگر کمانڈر انچیف اس کے خلاف تھے، بالآخر کانگریس ہی نے کمانڈر انچیف کی تائید کی اور بقول روزنامچہ نویس لارڈ ماؤنٹ بیٹن:

''نہرو اور کانگریس نے اس خوف سے آکن لیک کی تائید کی کہ اگر آکن لیک نے استعفیٰ دے دیا، جس کی انہوں نے دھمکی دی تھی تو فیلڈ مارشل سر ولیم سلم ان کی

جگہ کمانڈر انچیف ہو جائیں گے۔ ان کے متعلق غلط یا صحیح یہ خیال تھا کہ وہ مسلمانوں کے طرف دار ہیں۔"

قائداعظم اور لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی پہلی ملاقات 15 اپریل کو ہوئی۔ کیمبل جانسن نے اس ملاقات کا ذکر اس طرح کیا ہے:

شام کو لارڈ اور لیڈی ماؤنٹ بیٹن کے ساتھ تنہا میں نے کھانا کھایا اور لارڈ ماؤنٹ بیٹن سے اس اہم گفتگو کی تفصیلات سنیں جو ان کے اور قائداعظم محمد علی جناح کے درمیان ہوئی تھی۔ انہوں نے بیان کیا:

"قائداعظم محمد علی جناح نے بلا تمہید کہا:

"میں صرف ایک شرط پر گفتگو شروع کروں گا۔"

اس سے پہلے کہ ان کا یہ فقرہ ختم ہو، میں (لارڈ ماؤنٹ بیٹن) بولا:

"قائداعظم محمد علی جناح اس سے قبل کہ مجھے آپ سے واقفیت حاصل کرنے کا موقع ملے، اور میں آپ کے متعلق اور زیادہ جانوں، نہ میں شرائط پر گفتگو کرنے کے لیے تیار ہوں اور نہ فی الوقت موجودہ صورت حال پر۔" لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے اس طرز عمل پر قائداعظم محمد علی جناح دنگ رہ گئے۔ ذرا دیر وہ تمکنت، متانت بے تعلقی کے انداز میں بیٹھے رہے اور انہوں نے کسی بات کا جواب نہ دیا لیکن آخر کو ان کا مزاج نرم پڑا۔ انہوں نے اپنی سیاسی زندگی کے ساتھ ساتھ مسلم لیگ کی ترقیوں کا اس منزل تک ذکر کر کے کہ اس کو طاقت اور اختیار حاصل ہوا، لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی فرمائش پوری کر دی۔"

بے شک قائداعظم محمد علی جناح کو ماؤنٹ بیٹن کے اس طرح درمیان میں بولنے پر حیرت ہی ہونی چاہیے تھی۔ یہ شوخ امیر زادوں کا طریقہ تھا جو انہوں نے اختیار کیا، سنجیدہ اہل سیاست کا نہیں۔ قائداعظم محمد علی جناح نہ گپ کے عادی تھے اور نہ اس کے قائل کہ درباری گفتگو کر کے وائسرائے کو خوش کریں۔ وہ اس مسئلے کے حل کرنے میں بڑے انہماک سے مصروف تھے، جس پر مسلمانان برصغیر پاک و ہند کے مستقبل کا مدار تھا۔ ان کو حقائق پر گفتگو کرنی تھی اور دلائل سے یہ ثابت کرنا تھا کہ ہندوستان کے مسئلے کا واحد حل ملک کی تقسیم ہے۔ مسلم لیگ کی تاریخ اور اس میں مسٹر جناح کا دخل دوران بحث و گفتگو میں جتنا واجبی تھا وہ آ ہی جاتا۔ اس گفتگو کے لیے کسی تمہید کی ضرورت نہیں تھی۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن کا تقرر اور قائداعظم محمد علی جناح کو ان کو دعوت ملاقات دینا بجائے خود اس گفتگو کی تمہید تھی، مگر لارڈ ماؤنٹ بیٹن تو مسٹر گاندھی سے ان کی پوری "آلا اودل" سن چکے تھے، انہوں نے چاہا کہ قائداعظم محمد علی جناح بھی یہی کریں اور یہ قائداعظم محمد علی جناح کے مذاق کے خلاف تھا۔ یقیناً قائداعظم محمد علی جناح کو یہ توقع ہو گی کہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن مسلم لیگ اور اس کے لیڈر کے حالات سے پوری واقفیت حاصل کر کے گفتگو کے لیے بیٹھے ہوں گے۔ یہ اس قسم کی گفتگو کے آداب میں داخل ہے، مگر لارڈ ماؤنٹ بیٹن تو ہر ایک پر اپنا وہی جادو آزمانا چاہتے تھے جس کو پنڈت جواہر لال نہرو نے "خطرناک" کہا اور سب سے ایسی ہی داد لینا چاہتے تھے جیسی پنڈت نہرو نے ان کو دی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے مزاج میں بڑی خودنمائی تھی۔

7 اپریل کی شب میں قائداعظم محمد علی جناح نے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے ہاں کھانا کھایا۔ اس ملاقات کا ذکر مسٹر کیمبل جانسن جو ہندوؤں کے بڑے طرف دار تھے اس طرح کرتے ہیں:

"جناح نے مسلمانوں کے قتل عام کا گانا گایا اور بڑی تفصیل سے اس کے خوفناک اور دردناک حالات بیان کیے، پھر انہوں نے کہا کہ عاجلانہ فیصلے کی ضرورت ہے۔ یہ عمل جراحی ہو گا"۔ اس کے جواب میں ماؤنٹ بیٹن نے کہا "عمل جراحی سے پہلے بے موثر

کرنے کی ضرورت ہوگی۔'' اس ملاقات سے ماؤنٹ بیٹن کو خاصا اعتماد پیدا ہوگیا۔ انہوں نے کہا ''جناح مجھ سے گفت وشنید کر سکتے ہیں لیکن میرا فیصلہ قائم رہے گا۔'' جناح نے اس پر زور دیا کہ گاندھی نے جو روش اختیار کی اس میں شر ہے کیونکہ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اختیار ہو مگر بغیر ذمہ داری کے۔ اس بات کے ثبوت کے لیے انہوں نے اپنی اس گفت وشنید کی پوری تاریخ سنائی جو مسٹر گاندھی کے ساتھ ہوئی تھی، اور وہاں تک کہ کرپس کی تجاویز کو انہوں نے مسترد کیا اور 1942ء میں تحریک سول نامتابعت شروع کی اور اس کو انہوں نے مہاتما کی وہ غلطی قرار دیا ''جو ہمالیہ کے برابر تھی۔'' مسٹر جناح نے کہا:

''کانگریس ہر چیز کی وراثت چاہتی ہے وہ مجھ کو پاکستان سے محروم کرنے کے لیے مرتبہ نوآبادی بھی منظور کر سکتی ہے۔''

لارڈ ماؤنٹ بیٹن اور ان کا وہ سارا عملہ جو انگلستان سے ان کے ساتھ آیا تھا، قائداعظم محمد علی جناح، مسلم لیگ اور مسلمانوں کی طرف سے بدظن تھا۔ خصوصیت سے قائداعظم محمد علی جناح کی وہ بات ان کو قابل اعتراض نظر آئی تھی اور وہ قائداعظم محمد علی جناح سے اس طرح پیش آرہے تھے کہ گویا قائداعظم محمد علی جناح ان کے بڑے سرکش مخالف تھے جن کو ٹھیک کرنا تھا، چنانچہ قائداعظم محمد علی جناح کے متعلق لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے جہاں گفتگو کی ہے اس کا یہی انداز ہے۔ اسی 7 اپریل کی ملاقات کے سلسلے میں کیمبل جانسن لکھتے ہیں:

''آج شام کو ان کی تازہ ترین ملاقات کے اختتام پر ماؤنٹ بیٹن نے مجھے جناح سے ملنے کے لیے بلایا۔ انہوں نے مجھے ان آنکھوں سے تکا جو برملے کی طرح تھیں اور کچھ نہ بولے، مگر ماؤنٹ بیٹن کی تحریک پر انہوں نے کہا ''اگر یہ میرے پاس آئیں اور اخبارات کے مسئلے پر گفتگو کریں تو مجھے بڑی مسرت ہوگی'' اور جب وہ چلے گئے تو لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے ظاہر کیا کہ کل ان دونوں کی گفتگو ذرا مشکل ہوگی۔''

لارڈ ماؤنٹ بیٹن اور کیمبل جانسن دونوں کے طورِ گفتگو میں مخاصمت کا اندازہ ہے۔

8 اپریل کو کیمبل جانسن لکھتے ہیں:

''آج کی اسٹاف میٹنگ میں لیاقت علی خان کا ایک خط پڑھا گیا۔ جس میں انہوں نے یہ شکایت کی تھی کہ مسلح افواج میں مسلمانوں کی نیابت ناکافی ہے۔ انہوں نے یہ خواہش کی کہ ان کی فوراً دوبارہ تنظیم کی جائے تاکہ مناسب وقت پر یہ پاکستان اور ہندوستان کے درمیان آسانی سے تقسیم کی جاسکیں۔ ازملے اور لارڈ ماؤنٹ بیٹن دونوں نے لیاقت علی خان کے خط کی مخالفت کی اور اس بنا پر کہ جب تک وائسرائے کسی دوسری بات کے لیے رپورٹ نہ کرے وزارتی مشن کا منصوبہ قائم رہے گا اور اس میں ایک قومی فوج ہے۔''

یہاں کیمبل جانسن لکھتے ہیں:

''انہوں نے، یعنی لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے کہا کہ میں نے تہیہ کیا ہے کہ جناح کو یہ بتادوں گا کہ مجھ کو امن و انتظام قائم رکھنا ہے، اور فریقین کی اس طرح مدد نہیں کروں گا کہ ایک کے نفع سے دوسرے کو ضرر پہنچے۔''

گویا قائداعظم محمد علی جناح نظم و انتظام قائم رکھنے کے خلاف تھے، اور پنجاب میں وہی سکھ فوجوں کو تنظیم کر رہے تھے، اور اسلحہ سازی کے کارخانے قائم کر رہے تھے اور ہزارہا کی تعداد میں راشٹریہ سیوک سنگھ بھرتی کر رہے تھے، اور قتل و غارت گری کی ان کو تربیت دے رہے تھے۔

ایبل صاحب بولے:

''خاص یہ ہے کہ کیا وزارتی مشن کا منصوبہ مر گیا؟ جناح کو بتا دو کہ اگر انہوں نے اس سے انکار کیا تو ان کو کیا ملے گا۔ جب تک ان پر یہ بات واضح نہ کر دی جائے گی وہ معقولیت اختیار نہیں کریں گے۔''

ان میں سے کسی کو یہ بات یاد نہ رہی کہ سب سے پہلے مسلم لیگ ہی نے وزارتی مشن کی اسکیم منظور کی تھی، اور وہ اس پر مصر رہی کہ کانگریس بھی اس کو پورا منظور کرے، لیکن جب کانگریس نے وائسرائے اور مشن کی نیت اور ارادے کے خلاف اس کی مختلف دفعات کی تعبیریں کر کے اس کو بالکل بدل ڈالا تو مسلم لیگ نے اس کو مسترد کر دیا۔ نامعقولیت کا الزام دینا چاہئے تھا کانگریس کو مگر ماؤنٹ بیٹن اور ان کے رفقاء الزام دے رہے تھے مسلم لیگ کے لیڈر کو۔ واقعہ یہ ہے کہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن امن وانتظام ہی قائم رکھنے میں بری طرح ناکام ہوئے۔ یا ان کا یہ ارادہ ہی نہ تھا اور یقیناً انہوں نے ہندوؤں کی اس طرح مدد بھی کی کہ اس سے مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچا۔

6 اپریل کو ماؤنٹ بیٹن قائداعظم محمد علی جناح سے ملے۔ کیمبل جانسن لکھتے ہیں:

''آج کے جلسے میں لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے کہا کہ کل میں نے قائداعظم محمد علی جناح کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا کہ فرقہ وارانہ ہنگاموں کو روکنے کے لیے دونوں بڑی پارٹیوں کی طرف سے اپیل ہونی چاہیے، اور صفائی کے ساتھ قائداعظم محمد علی جناح سے پوچھا کہ وہ واقعی ان ہنگاموں کو روکنا چاہتے ہیں یا نہیں یا اس قسم کی اپیل کی اشاعت سے مسلم لیگ سیاسی سہولت سے محروم ہو جائے گی۔''

حیرت ہے کہ اس شخص نے قائداعظم محمد علی جناح سے یہ بات کہی جو حدودِ شائستگی و اخلاق سے ہر طرح متجاوز تھی۔ مسٹر جناح، لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے مقابلے میں اس کے لیے کہیں زیادہ مضطر تھے کہ فرقہ وارانہ ہنگامے بند ہوں اور واقعی اخلاص کے ساتھ انہی کو اس کی خواہش تھی۔ 17 نومبر 1946ء کے خط میں انہوں نے لارڈ ویول کو لکھا تھا:

''ان خطرناک حالات میں کانسٹی ٹوینٹ اسمبلی کی گفتگو نہیں بلکہ اس کے متعلق سوچنا بھی نامناسب ہے اور ناممکن ہے۔''

انہوں نے وائسرائے کو مشورہ دیا تھا کہ وہ فوراً کانسٹی ٹوینٹ اسمبلی کو غیر معین مدت تک ملتوی کرنے کا اعلان کریں اور حکومت کے تمام وسائل اور پوری توجہ امن و انتظام کے قیام، لوگوں کی جان و مال کی حفاظت اور ان لوگوں کی مدد کرنے میں صرف کریں جو بہار میں بھٹک رہے ہیں۔ گورنمنٹ کو اس کا انتظام کرنا ہے کہ اس طرح انسانوں کا ذبیحہ آئندہ واقع نہ ہو۔

جس نے چھ مہینے پہلے یہ بات کہی تھی کہ فرقہ وارانہ ہنگامے بند کیے جائیں۔ اس کو لارڈ ماؤنٹ بیٹن یہ سبق دینے بیٹھے کہ فرقہ وارانہ ہنگامے بند کرنے کے لیے اپیل ہونی چاہیے، اور پھر اپنی کامیابی کے اظہار کے لیے انہوں نے یہ فرمایا کہ ''بالآخر راضی ہو گئے۔'' سچ یہ ہے کہ مسٹر جناح کو اپنی عمر کی آخری منزل میں ایسے شخص سے سابقہ پڑا جس کو ہندوستان کے حالات کا قطعی علم نہ تھا۔ مسلم لیگ، مسلمانوں اور ان کے لیڈر کی طرف سے بدظن تھا اور تمام معاملات انکل سے طے کر رہا تھا۔

کیمبل جانسن 12 اپریل کر پھر لکھتے ہیں:

''لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے جناح سے اپنی تازہ ترین ملاقات کی روداد سنائی۔ بہ ظاہر جناح اس پر بہت ہی پریشان تھے کہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن پر ان کی اس پیشکش کا جو انہوں نے ڈرامائی انداز میں کی تھی، کوئی اثر نہیں ہوا کہ وہ پاکستان کو کامن ویلتھ (دولت مشترکہ) میں

لائیں گے۔''

معلوم ہوتا ہے کہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے قائداعظم محمد علی جناح کی پریشانی کا ذکر مزالے کو کیا اور اس کو اپنی فتح قرار دیا کہ وہ قائداعظم محمد علی جناح کو پریشان کر سکے۔ کیمبل جانسن وائسرائے کے اس جلسے کے متعلق آگے لکھتے ہیں:

''آج ہماری عام بحث ان دو متبادل منصوبوں پر تھی، یعنی ہندوستان کو بلقان کی طرح تقسیم کرنے کا منصوبہ اور ہندوستان کو متحدہ رکھنے کا منصوبہ۔ یہ بحث بڑی صفائی کے ساتھ ہوئی اور پوری پوری ہوئی۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن اس الجھن کی تہ تک پہنچ گئے، اور انہوں نے یہ تجویز پیش کی کہ پہلے مجھے یہ چاہیے کہ کانگریس سے وزارتی مشن کا منصوبہ پورے کا پورا منظور کرالوں اور پھر جناح کے سامنے آؤں اور یہ صورت پیش کروں کہ یا اس میں شریک ہوں یا کٹا پٹا پاکستان قبول کریں۔ جارج ایبل کو اس میں شبہ تھا کہ کانگریس اپنی پالیسی بدلے گی۔ وہ شمالی مجموعوں پر دباؤ ڈال کر مسلم لیگ کو اس کے لیے پہلے ہی مجبور کر چکی تھی کہ وزارتی مشن کے منصوبے کی منظوری کو واپس لے۔''

جارج ایبل نے صحیح بات کہی۔ الجھن کی تہ کو لارڈ ماؤنٹ بیٹن نہیں بلکہ جارج ایبل پہنچے، مگر لارڈ ماؤنٹ بیٹن کا تو مشن ہی یہ تھا کہ کانگریس کی ضدیں پوری کریں اور اس کے مقابلے میں مسلم لیگ کو دبائیں، لہٰذا انہوں نے یہ خیال چھوڑ دیا کہ کانگریس سے وزارتی مشن کا پورا منصوبہ منظور کرائیں۔

مسلمانوں نے کسی زمانے میں اپنے معاملات وائسرائیوں، برطانوی ماہرین سیاست اور برطانوی پارٹیوں کی خوشنودی اور خاطر و خوشامد پر منحصر نہیں کیے تھے۔ انہوں نے اپنے حق کے لیے ہمیشہ حل کے طور پر دعویٰ کیا اور اس کی معقولیت پر اعتماد۔

قائداعظم اور لارڈ ماؤنٹ بیٹن سے ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن شہزادگی کی ترنگ میں رہے، اور ان اختیارات کے زعم میں جو ان کو حکومت برطانیہ نے دیے تھے اور قائداعظم محمد علی جناح نے اس اعتماد پر کہ مسلمانوں کا معاملہ حق اور انصاف پر مبنی ہے ان سے گفت و شنید کی۔ وہ فرقہ وارانہ اپیل شائع ہوئی جس کا اوپر ذکر کیا گیا۔ یقیناً قائداعظم محمد علی جناح کی اپیل پر مسلمانوں کے ہاتھ تو وہیں رک جاتے جہاں وہ اس وقت تھے مگر سکھوں اور راشٹریہ سیوک سنگھ والوں کے ہاتھ کون روکتا، اور اس اپیل کا خاطر خواہ اثر نہیں ہوا۔

یہ ہنگامے صرف پنجاب ہی تک محدود نہ تھے۔ گڑھ مکیشتر کے واقعہ کے بعد شمالی یو پی میں جو بدامنی شروع ہوگئی تھی وہ آگے بڑھ کر میوات میں پھیلی اور آگرہ سے ریاست الور تک ایک وسیع علاقہ جہنم بن گیا۔ میواتی سب مسلمان تھے۔ ان پر چاروں طرف سے ہندو حملے کر رہے تھے۔ ہندوؤں کے حملوں کا وہ آسانی سے مقابلہ کر سکتے تھے مگر فوج اور پولیس جو بلدیو سنگھ اور پٹیل کے ماتحت تھی ہندوؤں کی پوری مدد کر رہی تھی۔ اس مدد کے ساتھ واقعی میواتوں کا قتل عام ہوا۔ دہلی اور اطراف دہلی میں اس وقت مسلمانوں پر ایسا خوف و ہراس طاری تھا کہ گویا غنیم کی فوج کی حراست میں ہیں، اور ان کی کوئی چیز محفوظ نہیں ہے۔

ہر زمانے میں حکومت برطانیہ کا یہی مطمع نظر رہا کہ ہندوستان ایک طاقتور مرکز کے تحت متحدہ ملک رہے۔ اب بھی اس نے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو یہی ہدایت کی تھی اور ہندستان کے مسئلے کے تصفیے کے لیے اس کی نظر میں وزارتی مشن کا منصوبہ قابل ترجیح تھا، مگر اس کی یہ شرط کہ دونوں بڑی پارٹیوں کی رضامندی لازماً حاصل ہو کانگریس کی اس ضد کی وجہ سے پوری ہونی ممکن نہ تھی کہ مسلم اکثریت کے صوبے فرقہ وارانہ بنیاد پر ضرور تقسیم ہوں۔ کانگریس کے نزدیک یہ بالکل حق بات تھی کہ

پورے ہندوستان کی مسلم آبادی اس وحدانی حکومت کی غلامی میں دے دی جائے جس میں دائمی اور مستقل ہندو اکثریت رہنے والی تھی، مگر یہ نہیں کہ پنجاب، بنگال اور آسام کے وہ اضلاع اور پر گنے جن میں ہندوؤں اور سکھوں کی کچھ آبادی زیادہ تھی ان مجموعوں میں شریک ہوں جن میں مسلمانوں کی اکثریت ہوتی۔

اب چونکہ یہ طے کر دیا گیا تھا کہ جون 1948ء تک برطانیہ ضرور ہندوستان کی حکومت کی ذمہ داریوں سے سبکدوشی حاصل کرے گا۔ اس لیے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو یہ اختیار بھی دے دیا گیا تھا کہ اگر ایک مرکزی حکومت ان کو ناممکن معلوم ہو تو حکومت برطانیہ کو مطلع کریں کہ اختیارات مستقل کرنے کی دوسری کون سی صورت مناسب ہوگی۔

مسٹر گاندھی کی یہ تجویز کہ موجودہ حکومت کو برخاست کر کے قائداعظم محمد علی جناح کو دعوت دی جائے کہ وہ حکومت قائم کریں اور ان کو یہ اختیار دیا جائے کہ چاہیں تو اس حکومت میں تمام مسلمان رکھ لیں۔ تمام ہندو رکھ لیں یا سب قوموں کے نمائندے رکھیں، لیکن اگر جناح یہ دعوت قبول نہ کریں تو یہی دعوت کانگریس کو دی جائے، جیسی تھی ویسا ہی اس کا حشر ہوا۔ وائسرائے کے عملے کے ایک جلسے میں اس کے متعلق کیا گیا کہ ''یہ وہی پرانا پتنگ ہے جس کا رنگ تک تبدیل نہیں کیا گیا۔'' خود کانگریس کے لیڈروں نے اس کو ناقابل عمل قرار دیا اور منظور نہیں کیا۔ مسٹر گاندھی نے وائسرائے کو اطلاع دے دی کہ کانگریس نے ان کی تجویز منظور نہیں کی اور میں نے آئندہ گفت وشنید کا تمام کام کانگریس کی ورکنگ کمیٹی کے حوالے کر دیا ہے۔

لارڈ ماؤنٹ بیٹن ہندوستان کی پارٹیوں کے لیڈروں سے گفتگو کرنے کے بعد جلد اس نتیجے پر پہنچ گئے کہ کیبنٹ مشن کے منصوبے کے مطابق پورا ہندوستان ایک مرکزی حکومت کے ماتحت نہیں رہ سکتا، لہٰذا انہوں نے ایک طرف لیڈروں سے گفتگو جاری رکھی اور دوسری طرف ایک متبادل منصوبہ بھی مرتب کرتے رہے۔

نیا منصوبہ

15 اور 16 اپریل کو لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے صوبوں کے گورنروں کی کانفرنس منعقد کی۔ اس میں بحث وگفتگو کے لیے انہوں نے اپنا متبادل منصوبہ پیش کیا۔ یہ منصوبہ صوبوں کی تقسیم کے ساتھ ہندوستان کی تقسیم کا تھا۔ کانگریس کی روش یہ تھی کہ اگر وزارتی مشن کے منصوبے کے مطابق ہندوستان میں اس قسم کی وفاقی حکومت بھی قائم ہو، جس میں انڈین یونین اور مسلم اکثریت کے صوبے دو مجموعوں کی صورت میں شریک ہوں، تب بھی وہ پنجاب، بنگال اور آسام کے ان حصوں کی تقسیم پر اصرار کرے گی جس میں ہندوؤں کی تعداد مسلمانوں سے زیادہ تھی۔ اس کا دعویٰ یہ تھا کہ ان کو ہندو یونین میں شریک ہونا چاہیے، اور اس کا یہ دعویٰ بین طور پر 16 مئی کے منصوبے کی تمام شرائط کے خلاف تھا۔ 20 اپریل کو پنڈت نہرو نے کہا:

> ''اگر مسلم لیگ پاکستان چاہتی ہے تو پاکستان لے سکتی ہے، مگر اس شرط پر کہ وہ ہندوستان کے ان حصوں کو نہیں لے گی جو پاکستان میں شریک ہونا نہیں چاہتے۔''

28 اپریل کو راجندر پرشاد صدر کانسٹی ٹوینٹ اسمبلی نے اس تمہید کے ساتھ کہ ہم نے 16 مئی 1946ء کا منصوبہ منظور کر لیا ہے یہ کہا:

> ''ہم اس پر اصرار کر سکتے ہیں، اور ہمیں اصرار کرنا چاہیے کہ ہندوستان کے تمام حصوں میں ایک اصول برتا جائے، اور کسی نارضامند حصہ ملک پر کوئی فیصلہ مسلط نہ کیا جائے خواہ اس کے معنی یہی کیوں نہ ہوں

کہ صرف ہندوستان کی تقسیم نہیں بلکہ بعض صوبوں کی تقسیم بھی عمل میں آئے۔ اس کے لیے ہم کو تیار رہنا چاہئے اور یہ ہوسکتا ہے کہ اسمبلی کو ایسی تقسیم کا دستور وضع کرنا پڑے۔''

گویا اب کانگریس اس کے درپے ہوگی کہ مسلم اکثریت کے صوبے ضرور تقسیم کیے جائیں۔ قائداعظم محمد علی جناح نے اس پر ایک بیان شائع کیا۔ جس میں انہوں نے کہا کہ بنگال اور پنجاب کی تقسیم تباہ کن تحریک ہے جو غصے اور عداوت سے ہوئی ہے۔ مسلمانوں کے مطالبہ پاکستان کی تہ میں یہ اصول ہے کہ مسلمانوں کو قومی وطن اور قومی وطن میں قومی دولت ملے جو ان چھ صوبوں پر مشتمل ہو۔ پنجاب، صوبہ سرحد، سندھ، بلوچستان، بنگال اور آسام۔ اگر پنجاب اور بنگال تقسیم ہو تو پھر اسی طرح دوسرے صوبوں کی بھی تقسیم کرنا پڑے گی۔ صوبوں کی انتظامی، اقتصادی اور سیاسی زندگی کی بنیاد پر اس طریقے سے ایک ضرب لگے گی، کیونکہ ایک صدی سے اسی بنیاد پر ان کی تعمیر ہوئی ہے اور خود اختیار صوبوں کی حیثیت سے انہوں نے نشوونما پائی ہے، اور یہ کام کر رہے ہیں۔ قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا:

''جلد یا بدیر آبادیوں کا تبادلہ کرنا پڑے گا اور ہندوستان اور پاکستان کی حکومتوں کے ذریعے سے یہ موثر طریقے پر ہوسکے گا۔''

آخر میں انہوں نے کہا:

''افواج تقسیم کی جائیں اور ہندوستان اور پاکستان کو کلیتاً آزاد خودمختار، اور صاحب حاکمیت بنا دیا جائے۔''

کانگریس کی اس نئی حرکت سے کہ اس نے صوبوں کی تقسیم کا مطالبہ کیا۔ پنجاب میں سکھوں نے خالصتان کے لیے اور ہندو اکثریت کے صوبوں میں مسلمانوں نے ان صوبوں کے ان علاقوں کی تقسیم کے لیے مطالبہ کیا جہاں ان کی اکثریت تھی۔ اس سے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو یہ یقین آ گیا کہ مسلمان اور ہندو دونوں تقسیم ہی چاہتے ہیں، اور ہندوستان کے مسئلے کا حل سوائے تقسیم کے اور کوئی نہیں۔ اس لیے انہوں نے اسی بنیاد پر ایک منصوبہ مرتب کر کے لارڈ از ملے اور جارج ایبل کے ہاتھ مئی کو انگلستان بھیجا اور حکومت برطانیہ سے یہ اصرار یہ درخواست کی کہ 10 مئی تک وہ اپنی منظوری بھیج دے۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو یہ اندیشہ تھا کہ اگر ہندوستان کے مستقبل کے فیصلے میں مزید تاخیر ہوئی تو بدامنی اس قدر بڑھ جائے گی کہ اس پر قابو پانا دشوار ہوگا، اور انتقال اختیار کا عمل ممکن نہ رہے گا۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن یہ انتظار کا زمانہ راحت سے گزارنے کے لیے شملہ چلے گئے۔

ان کے پیچھے پیچھے پنڈت جواہر لال نہرو بھی شملہ پہنچے اور ان کے ساتھ کرشنا مینن بھی تھے۔ وائسرائے کے عملہ خاص کے لوگوں کے ساتھ پنڈت جواہر لال نہرو کے بڑے گہرے تعلقات تھے، جو دونوں اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے نہایت اہتمام سے بڑھائے تھے۔ پنڈت جواہر لال نہرو شملہ میں وائسرائے کے مہمان ہوئے۔ وائسرائے کا منصوبہ بعض اہم ترمیمات کے ساتھ انگلستان سے منظور ہو کر آیا۔ اس سے پہلے کہ ہندوستان کی پارٹیوں کے دوسرے لیڈر اس سے واقف ہوں، وائسرائے نے وہ پنڈت جواہر لال نہرو کو دکھا دیا۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے بڑی برہمی کے ساتھ اس کو مسترد کر دیا۔ اپنے کمرے میں آ کر ایک مفصل خط میں اپنے اختلاف کی وجوہ لکھ کر انہوں نے وائسرائے کو بھیج دیں۔ اس پر وائسرائے کو سخت وحشت ہوئی۔ مسٹر وی، پی، مینن اور وائسرائے کے درمیان مشورہ ہوا۔ مسٹر وی، پی، مینن نے اپنی کتاب میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ انہوں نے لارڈ ویول ہی کے زمانے میں اور ان کی منظوری حاصل کر لی تھی۔ اس میں کسی شبہے کی گنجائش نہیں ہے کہ انگلستان سے جو منصوبہ منظور ہو کر آیا تھا وہ



قائداعظم محمد علی جناحؒ اور مادرِ ملت محترمہ فاطمہ جناح۔25دسمبر1947ء

مسلمانوں کے حق میں بہتر تھا، اور لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے منصوبے میں وزارت نے جو ترمیمات کی تھیں وہ مسلمانوں کے لیے مفید تھیں۔ کسی وجہ سے پنڈت جواہر لال نہرو اس کو دیکھ کر پریشان ہوئے اور انہوں نے مسترد کیا۔

وہ منصوبہ جو لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے انگلستان بھیجا تھا کیا تھا اور حکومت برطانیہ نے اس میں ترمیمات کیں وہ کیا تھیں۔ یہ سوائے ان کے اسٹاف اور پنڈت جواہر لال نہرو کے اور کسی کو معلوم نہیں ہوئیں، مگر بقول مسٹر وی، پی مینن وہ ترمیمات وائسرائے کو پسند نہ تھیں۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے بھی وہ پسند نہ کیں اور مسٹر وی پی مینن کی اسکیم پر دونوں نے اتفاق کیا۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے اب بلا تکلف اپنا کامل آزادی کا وہ عظیم مطمع نظر جس پر 1930ء سے وہ حلف اٹھائے ہوئے تھے ترک کر دیا۔ یہ پلان پیش کرنے کے لیے جو ترمیمات کے ساتھ انگلستان سے منظور ہو کر آیا تھا۔ وائسرائے نے 17 مئی کو پارٹیوں کے لیڈروں کا جلسہ طلب کیا تھا۔ اب انہوں نے ایک سرکاری اعلان کے ذریعے سے وہ 2 جون کے لیے ملتوی کیا۔ نئے پلان کا خاکہ انگلستان بھیجا اور 14 مئی کو وہ شملہ سے دہلی واپس آگئے۔

دہلی میں ان کو وزیر اعظم انگلستان کا پیغام ملا کہ انگلستان آئیں۔ حکومت برطانیہ کے منظور کیے ہوئے پلان کے مقابلے میں انہوں نے دوسرا پلان بھیجا۔ اس کے اسباب و وجوہ سمجھنے کے لیے حکومت برطانیہ نے ضروری سمجھا کہ وائسرائے سے بالمشافہ گفتگو کرے، اور وائسرائے نے یہ ضروری سمجھا کہ انگلستان جانے سے قبل تمام پارٹیوں سے اس نئے پلان کو منظور کرا لیں۔ انہوں نے مسٹر وی، پی، مینن سے کہا کہ وہ لیڈروں کو دکھانے کے لیے پلان کا خاکہ لکھ دیں مسٹر وی۔ پی، مینن کا بیان ہے:

"میں نے 16 مئی کو اس کا خاکہ تب کیا جو حسب ذیل تھا:

(الف) لیڈر اس ضابطے پر اتفاق کرتے ہیں تو اس کے لیے لوگوں کی رائے معلوم کرنے کی غرض سے وضع کیا گیا ہے کہ ہندوستان کی تقسیم ہونی چاہئے یا نہیں۔

(ب) یہ فیصلہ ہونے کی صورت میں کہ ہندوستان کے اندر صرف ایک مرکزی اختیار ہو۔ مرتبہ نوآبادی کی بنیاد پر اختیار حکومت موجودہ کانسٹی ٹوینٹ اسمبلی کو منتقل کر دیا جائے۔

(ج) یہ فیصلہ ہونے کی صورت میں کہ ہندوستان کے اندر دو خود مختار دولتیں ہوں دونوں دولتوں کی مرکزی حکومتیں اپنی اپنی کانسٹی ٹوینٹ اسمبلیوں کی ذمہ داری میں مرتبہ نوآبادی کی بنا پر اختیارات لیں گے۔

(د) دونوں میں سے جو صورت بھی ہو انتقال اختیارات گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935ء کی بنیاد پر ہوگا جس میں مرتبہ نوآبادی کی حیثیت کی مطابق ترمیم کر دی جائے گی۔

(ہ) یہ کہ دونوں نوآبادیوں کا گورنر جنرل مشترکہ ہوگا اور یہ کہ موجودہ گورنر جنرل کا دوبارہ تقرر کیا جائے گا۔

(د) تقسیم کے موافق فیصلہ ہونے کی صورت میں سرحد کے لیے، ایک کمشن مقرر کیا جائے گا۔

(ز) دونوں مرکزی حکومتوں کی سفارش پر گورنروں کا تقرر ہوگا۔

(ح) جب دونوں نوآبادیاں وجود میں آجائیں گی تو ہندوستان میں جو مسلح افواج ہیں وہ ان کے درمیان تقسیم کر دی جائیں گی۔

افواج کی پوری پوری جمعیتیں (یونٹس) ان علاقوں کے مطابق جہاں وہ بھرتی ہوئی ہیں ایک یا دوسری نوآبادی کے حصے میں رکھی جائیں گی اور اسی حکومت کے انتظام میں ہوں گی، لیکن وہ جمعیتیں جو مخلوط ہوں ان کی علیحدگی اور دوبارہ تقسیم ایک کمیٹی کے سپرد کی جائے گی جو فیلڈ مارشل سر کلاڈ آکن لیک اور دونوں نوآبادیوں کے چیف آف جنرل اسٹاف پر مشتمل ہوگی اور ایک کونسل اس کی نگران ہوگی جس میں گورنر اور

دونوں وزرائے اعظم ہوں گے۔ افواج کی تقسیم کا کام ختم ہوتے ہی کونسل ختم ہو جائے گی۔

وائسرائے نے سمجھوتے کے عنوانات کا یہ مسودہ منظور کیا۔ اس کے بعد کانگریس کی طرف سے نہرو اور پٹیل کو، مسلم لیگ کی طرف سے قائداعظم محمد علی جناح اور لیاقت علی خان کو سکھوں کی طرف سے بلدیو سنگھ کو بلا کر ان سے گفتگو کی۔ کانگریس اور پنڈت جواہر لال نہرو نے اس شرط پر اس کو منظور کیا کہ دوسری پارٹیاں بھی منظور کریں۔ وائسرائے یہ چاہتے تھے کہ ہر پارٹی سے تحریر میں اس کی منظوری حاصل کر لیں۔ پنڈت جواہر لال نہرو اور پٹیل نے کانگریس کی طرف سے منظوری کا خط لکھ دیا اور بلدیو سنگھ نے سکھوں کی طرف سے۔ قائداعظم محمد علی جناح اور لیاقت علی خان مسودہ منظور کرنے کے لیے تیار تھے مگر تحریر میں قطعی منظوری کے لیے انہوں نے یہ ضروری قرار دیا کہ وہ کونسل آل انڈیا مسلم لیگ میں پیش ہو اور وہ اس کو منظور کرے۔ یقیناً اس میں پندرہ روز لگتے مگر لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو جلدی تھی وہ اپنی لندن کی روانگی پندرہ روز کے لیے ملتوی نہیں کر سکتے تھے۔

اس سلسلے میں قائداعظم محمد علی جناح اور لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے متعلق جو کچھ کیمبل جانسن نے نقل کیا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قائداعظم محمد علی جناح کے ساتھ وائسرائے کا طرز عمل کس قدر مخلصانہ تھا۔ وہ لکھتا ہے:

''لارڈ ماؤنٹ بیٹن اپنی اس کوشش میں ناکام ہوئے کہ مسودے پر جناح اور لیاقت علی خان کے دستخط لے لیں یا اس کی منظوری کا خط ہی ان سے حاصل کر لیں۔ بقول لارڈ ماؤنٹ بیٹن وہ اس کا اصول قبول کرنے کو تیار تھے لیکن تحریر میں اپنی رضامندی دینے کے لیے تیار نہیں۔ وی، پی مینن نے بیان کیا کہ نہرو اور پٹیل کو سب سے بڑی فکر یہ تھی کہ جناح کو وہ منصوبہ اس طرح منظور کرنا چاہیے کہ اس سے یہ بات واضح ہو جائے کہ ملک کے متعلق ان کا یہ آخری اور قطعی دعویٰ ہے۔ صرف عارضی انتظام نہیں۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے یہ محسوس کیا کہ اگر جناح اتنا واضح کر دیں کہ خود انہوں نے یہ اعلان منظور کر لیا ہے اور اس کے نفاذ کے لیے وہ اپنا اثر استعمال کریں گے تو کانگریس مطمئن ہو جائے گی۔

لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے کہا کہ میں نے بڑی احتیاط سے اس کا اندازہ کیا کہ اس دھمکی کا مسٹر جناح پر کیا اثر ہوا ہے کہ اگر سمجھوتے میں ناکامی ہوئی تو پورا اختیار مرتبہ نوآبادی کی بنیاد پر عبوری حکومت کے سپرد کر دیا جائے گا۔ جناح پر بظاہر بالکل سکون طاری رہا اور انہوں نے صرف اتنا کہا کہ (اگر یہ ہوتو) وہ ''اس کو روک نہیں سکتے۔'' بعض اعتبار سے جناح اور لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی ڈپلومیسی میں یہ نہایت ہی نازک اور فیصلہ کن لمحہ تھا۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے محسوس کیا:

''جناح کا تاثر غیر معمولی بھی تھا اور پریشان کن بھی۔ وہ یقیناً بڑا عاقلانہ تھا۔ امتحانی غبارہ اوپر گیا اور پھر نیچے آیا (یعنی قائداعظم محمد علی جناح کو بڑا غصہ آیا مگر وہ اس کو پی گئے) جو صرف اس کی شہادت ہے کہ جناح کے اعصاب بڑے قوی ہیں۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے یہ محسوس کیا کہ جناح کو اس شہید کی حیثیت سے اپنی طاقت کا خواب اندازہ ہے جس کو برطانیہ نے کانگریس کی قربان گاہ پر تکہ بوٹی کر دیا ہے۔''

لارڈ ماؤنٹ بیٹن 18 مئی کو لندن روانہ ہو گئے اور انہوں نے یہ سفر بڑے تیز ہوائی جہاز سے کیا۔ 24 گھنٹے سے کچھ ہی زیادہ وقت لگا کہ وہ لندن پہنچ گئے۔ وزارت کی انڈیا برہما کمیٹی اور وزیراعظم سے معاملات طے کرنے میں لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو

کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ انہوں نے مجوزہ لیا پلان منظور کرایا اور پھر وزارت نے اس کے متعلق اپنا بیان مرتب کیا۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن 31 مئی کو اس اجازت کے ساتھ واپس آئے کہ 2 جون کو ہندوستانی لیڈروں کے سامنے وہ بیان پیش کر دیں۔" (پاکستان ناگزیر تھا، از سید حسن ریاض)

بیٹن جناح ملاقات (اول)

آخری وائسرائے ہند لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے قائداعظم محمد علی جناح سے اپنی پہلی ملاقات 5 اپریل 1947ء کو کی۔ اس نے اپنی اس پہلی ملاقات میں قائداعظم محمد علی جناح کو سرد مہر، خود پسند اور حقارت آمیز پایا۔

مذاکرات شروع ہونے سے پہلے ہلکا پھلکا لمحہ صرف اس وقت آیا جب فوٹوگرافروں نے باغ میں لارڈ ماؤنٹ بیٹن اور لیڈی بیٹن کے ساتھ جناح کی تصویر بنائی۔

بے جا رعایت

زیر مطالعہ واقعہ کے راوی سیٹھ ولی بھائی ہیں۔ یہ واقعہ انہی کی زبانی سنیے۔

واقعہ یہ ہے کہ دہلی میں سیٹھ حاجی محمد صدیق مرحوم (پروپرائیٹر بمبئے کلاتھ ہاؤس) نے قائداعظم محمد علی جناح سے عرض کیا:

"اب کے آپ لاہور تشریف لائیں تو ہماری دکان کو بھی رونق بخشیں۔"

قائداعظم محمد علی جناح جو مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور بہتری کے لیے ہمہ وقت کوشاں رہتے تھے، یہ سن کر بڑا خوش ہوئے کہ لاہور میں مسلمانوں کی اور وہ بھی میمن برادری کی ایک شایانِ شان دکان ہے۔ فرمانے لگے:

"اب کے لاہور آؤں گا تو تمہاری دکان کو بھی ضرور دیکھوں گا۔"

چنانچہ 1944ء میں لاہور تشریف لائے تو ایک دن بارہ بج کر دس منٹ پر آنے کا وعدہ کیا، دکان کے مینیجر مسٹر محمد عمر نے دس کروڑ مسلمانوں کے اس عظیم الشان قائد کے استقبال کے لیے جو کچھ بھی ہو سکتا تھا، کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، دکان زربفت کپڑوں سے دلہن کی طرح سجائی گئی۔ شاندار پارٹی کا انتظام کر لیا گیا اور بہت سے مسلمان تاجروں کو بلایا گیا۔ دکان کے معائنہ کے دوران قائداعظم محمد علی جناح نے چائنہ کا کارڈ اور پیور ریشم کے کپڑے بھی پسند فرمائے۔ جو ہم نے انہیں تحفتاً پیش کیے، لیکن انہوں نے اس طرح لینے سے انکار کر دیا اور خواہش ظاہر کی کہ اگر ان کپڑوں کا بل پیش کر دیا گیا تو وہ لے لیں گے، کیونکہ کپڑے انہیں پسند ہیں۔ ہم نے بہت کوشش کی کہ وہ انہیں بطور تحفہ قبول کر لیں، لیکن وہ کسی طرح نہ مانے، آخر بل پیش کر دینے کے پختہ وعدہ پر انہوں نے کپڑے لے لیے۔ ہم نے خواہش ظاہر کی کہ ایک اچکن ہم سے سلوائی جائے۔ اس پر وہ اس شرط پر رضامند ہوئے کہ درزی اچھا ہو۔"

آپ نے بل کے لیے قدرے سخت اور درشت لہجے میں مطالبہ کیا، کہنے لگے:

"میں ادھار لینے کا عادی نہیں ہوں، بل لاؤ ورنہ کپڑے واپس کر دیے جائیں گے۔"

میں نے مینیجر سے کہا:

"جناب ٹال مٹول سے کام نہیں چلے گا۔ بل دینا ہی پڑے گا، ورنہ کپڑے لوٹا دیں گے۔"

مینیجر صاحب نے خاصا رعایتی بل بنا کر دے دیا، جو

نے اسے فضول خرچی قرار دیا۔ کیبنٹ میٹنگ میں تواضع کو اسراف قرار دے کر ممنوع کر دیا۔ ہم شرمندہ ہیں کہ آج ایوان صدر اور وزیر اعظم ہاؤس کا بجٹ تعلیم اور صحت کے بجٹ سے کہیں زیادہ ہے۔ پر تکلف سرکاری ظہرانے اور عشائیے شاہی دعوتوں کو مات دیتے ہیں۔ بابائے قوم آپ نے اپنا تن من دھن پاکستان کے نام کر دیا۔ ساری زندگی ایک روپیہ تنخواہ لی اور جاتے ہوئے اپنی پاکستانی جائیداد سندھ مدرستہ الاسلام اور ہندوستانی جائیداد پاکستان سفارت خانے کو وقف کر گئے۔ ہم شرمندہ ہیں کہ ہم نے ایسے لوگ حکمران بنائے جن کے بیرون ملک اربوں ڈالر اثاثے ہیں جن کی حفاظت کے لیے ان پر سانپ بن کر بیٹھے ہیں، ان کی بیرون ملک اربوں کی جائیدادیں ہیں مگر ملک کو کوئی ٹیکس نہیں دیتے بابائے قوم آپ نے گورنر جنرل کا عہدہ سنبھال کر مسلم لیگ کی صدارت چھوڑ دی آپ اپنی ہمشیرہ کو نامزد کر سکتے تھے مگر آپ نے دوسرا عہدہ چھوڑ کر جمہوریت کو راہ دی۔ ہم شرمندہ ہیں کہ آج وزیر اعظم پاکستان دو عہدوں پر فائز ہے۔

اے قائد! آپ نے خود کو کبھی قانون سے بالاتر نہیں سمجھا قائداعظم گورنر جنرل ہاؤس سے ملیر کی جانب جا رہے تھے راستے میں ریلوے کا پھاٹک بند ملا۔ گاڑی آنے میں چند منٹ باقی تھے۔ گل نے پھاٹک کھلوایا مگر قائداعظم نے آگے جانے سے انکار کر دیا اور کہا:

”گل دیکھو اگر میں قانون توڑوں گا تو میری قوم قانون پر کیسے عمل کرے گی۔“

آج حکمرانوں کا پروٹوکول دیکھ کر گمان ہوتا ہے کہ یہ شہنشاہ ہیں جمہوری حکمران نہیں۔ بابائے قوم دن رات محنت کے باعث آپ کی طبیعت خراب رہنے لگی۔ تپ دق سے بگڑنے لگی مگر آپ نے آخر دم تک خاک وطن کو عزیز رکھا۔ یہاں جان دے دی مگر بیرون ملک علاج کو غیر ضروری سمجھا۔ ہم شرمندہ ہیں کہ آج ہمارے رہبر ملک میں علاج کرانے باہر جاتے ہیں، اور بعض وزراء تو ایسی بیماریوں کے بیرون ملک علاج کروا چکے ہیں جو کہ مردوں کو ہو ہی نہیں سکتیں۔ بابائے قوم آپ نے اخلاقی قدروں کو اہمیت دی اور کسی کی ذاتی زندگی کو اس کا ذاتی معاملہ سمجھا لیڈی ماؤنٹ بیٹن اور نہرو کے خطوط ملنے پر آپ نے اعلیٰ اوصاف کے مطابق پردہ پوشی کی۔

اے قائد ہم شرمندہ ہیں مگر وہ مداری رہبر بن گئے ہیں جو روزانہ ٹی وی ٹاک شوز میں ایک دوسرے کی عزت تار تار کرتے ہیں، اور خاندانوں کی ناموس سر بازار لے آتے ہیں۔

بابائے قوم آپ خلد آشیانی ہیں۔ جنت مکانی ہیں۔ خدارا ہماری حالت پر ترس کھایئے اور اللہ تبارک و تعالیٰ اور نبی آخر الزمان ﷺ سے ہماری عرض گوش گزار کیجئے کہ ہماری جان اور ملک کی باگ ڈور رہزنوں سے لے کر رہبروں کو سونپی جائے۔ اب آپ بھی اقبال کی طرح اللہ کی جانب سے وہی پیغام نہ لے کر آیئے گا کہ......

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کو بدلنے کا“

(روزنامہ نوائے وقت اشاعت 25 دسمبر 2013ء)

بے ضمیری

مسٹر احمد ای جعفر ابھی جوان ہی تھے کہ مرکزی اسمبلی کے

رکن منتخب ہوگئے، اس کامیابی پر قائداعظم محمد علی جناح نے انہیں مبارک باد دی تو احمد ای جعفر نے شکریہ ادا کر کے عرض کیا:

''سر مجھے آپ کی رہنمائی درکار ہے۔''

قائداعظم محمد علی جناح نے کہا:

''ہر بات کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کرنا، اس کے بعد تمہارا ضمیر جس بات کو درست سمجھے تم اس کی حمایت کرنا، اس طرح اگر تم نے کبھی میرے خلاف بھی رائے دی تو مجھے خوشی ہوگی۔ میں نے ساری عمر کسی مسئلے میں ضمیر کے خلاف قدم نہیں اٹھایا۔ آدمی کو بے ضمیری سے بچنا چاہیے۔ عہدوں کے پیچھے نہ بھاگو، عہدوں کو اپنے پیچھے بھاگنے دو۔''

بیرسٹر

قائداعظم محمد علی جناح کو 24 اگست 1896ء کو بمبئی کی عدالت عالیہ میں بطور بیرسٹر وکالت کرنے کا باضابطہ اجازت نامہ جاری ہوا۔

بیرسٹر ہوں ایکٹر نہیں

قائداعظم محمد علی جناح کسی عدالت میں بحث کر رہے تھے، خدا جانے کیا بات تھی کہ جج کو قائداعظم کی باتیں پوری طرح سنائی نہ دے رہی تھیں، آخر اس نے کہہ ہی دیا:

''مسٹر جناح! ذرا بلند آواز سے بات کریں۔''

قائداعظم نے سنی ان سنی کر دی، اور دلائل جاری رکھے، جج کچھ دیر خاموش رہا اور پھر کہنے لگا:

''مسٹر جناح! میں کہہ رہا ہوں ذرا بلند آواز سے بولیں۔''

قائداعظم کہنے لگے:

''جناب والا! میں بیرسٹر ہوں کوئی ایکٹر نہیں، اور یہ جو آپ نے اپنے سامنے کتابوں کا ڈھیر لگا رکھا ہے اسے اٹھوالیں تو آپ کے کانوں تک میری آواز پہنچے۔''

عدالت میں موجود لوگ مسکرائے بغیر نہ رہ سکے، اور جج کو خاموش رہتے ہی بنی۔

بیکو ہاسٹل میگزین (کلکتہ)

3 دسمبر 1939ء کو قائداعظم محمد علی جناح نے بیکو ہاسٹل میگزین کے نام حسب ذیل پیغام جاری کیا۔

''میرا مختصر پیغام یہ ہے کہ اسلام مسلمانوں سے تقاضا کرتا ہے کہ وہ وطن کے لیے اپنی ذمہ داری کو پورا کریں۔''

بیگم ثریا کے ایچ خورشید

بیگم ثریا کے ایچ خورشید اپنے مضمون میں رقمطراز ہیں:

''قائداعظم نے جس عہد میں پرورش پائی۔ تعلیم حاصل کی، سیاست میں قدم رکھا۔ اس عہد اس زمانے کے نظریات اور تصورات ان کی نسبت سے قوم کے لیے سیاسی اصولوں کا درجہ حاصل کر گئے۔ انگلستان میں قائداعظم کی تعلیم کے عرصے کے دوران دنیا میں بہت اہم واقعات رونما ہو رہے تھے۔ یورپ میں فرانسیسی انقلاب کا بہت چرچا تھا۔ انگلستان میں تعلیم حاصل کرنے سے قائداعظم کی جمہوری سوچ کو بہت تقویت ملی۔ قائداعظم جمہوریت کے دلدادہ تھے اور پاکستان کے قیام کے لیے جمہوریت ان کی اولین سوچ تھی۔ قرارداد پاکستان جو 23 مارچ 1940ء کو لاہور میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں منظور کی گئی۔ اس کا ایک ایک لفظ ہمارے لیے

رہنمائی رکھتا ہے، کیونکہ اس میں پاکستان کی بقاء ہے۔اس ملک میں کوئی دستوری خاکہ مسلمانوں کے لیے قابل عمل نہیں ہو گا، جب تک یہ مندرجہ ذیل اصولوں پر مرتب نہ کیا جائے، یعنی جغرافیائی اعتبار سے متعلقہ علاقے الگ خطہ بنا دیے جائیں اور علاقائی ترمیمیں ضروری سمجھی جائیں تا کہ ہندوستان کے شمال مغرب اور شمال مشرق میں جن علاقوں کے اندر مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ وہ یکجا ہو کر ایسی ریاست بن جائے جن کے اجزائے ترکیبی خودمختار ہوں۔ یہ اعلان آزادی ہے جو قرارداد پاکستان کی صورت میں 23 مارچ 1940ء کو منٹو پارک لاہور میں منظور کیا گیا۔ اللہ کی مہربانی سے پاکستان 14 اگست 1947ء کو آزاد مملکت کی حیثیت سے معرض وجود میں آیا۔ اس سے 3 روز قبل 11 اگست 1947ء کو پاکستان کی آئین ساز اسمبلی کا پہلا اجلاس کراچی میں ہوا۔اس اجلاس کی صدارت قائداعظم نے کی اور اس موقع پر ان کی تقریر ان کی جمہوری طرز فکر کی آئینہ دار ہے۔جس میں انہوں نے اس بات کا اعلان کیا کہ پاکستان میں بسنے والے سب لوگ بلا رنگ ونسل، قومیت اور مذہب برابر ہیں۔پاکستان کا طرز حکومت جمہوری اور پارلیمانی ہو گا لوگ اپنے ووٹوں سے اسمبلیوں کا چناؤ کریں گے اور یہ اسمبلیاں ان کی امنگوں کے مطابق قانون سازی کریں گی۔قائداعظم کی اس تقریر میں پاکستان کا دستوری خاکہ موجود تھا، اور اس تقریر میں انہوں نے واضح طور پر یہ کہا تھا کہ ریاستی امور عوام کی رائے سے طے پائیں گے۔ملک کا نظام حکومت وفاقی اور پارلیمنٹری جمہوری ہو گا جس میں وفاق شامل یونٹوں کو خودمختاری حاصل ہو گی۔ اس میں انہوں نے یہ بھی واضح کر دیا تھا کہ ملک کے اقتدار اعلیٰ کے مالک عوام ہوں گے اور وہ اپنے ووٹوں کے ذریعے نمائندہ اسمبلی اور نمائندہ حکومت منتخب کریں گے۔جب ہم قرارداد پاکستان اور قائداعظم کی 11 اگست کی تقریر کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ قائداعظم جمہوری طرز سیاست اور طرز فکر کے زبردست حامی تھے۔ وہ بنیادی انسانی حقوق، سماجی انصاف، فرد کی آزادی کی ضمانت اور افراد کی ترقی کے مواقع فراہم کرنا ریاست کی ذمہ داری سمجھتے تھے۔قوم کی بدقسمتی ہے کہ پاکستان حاصل کرنے کے بعد بہت جلد قائداعظم ہم سے رخصت ہو گئے۔1955ء میں صوبوں کو توڑ کر ون یونٹ قائم کر دیا گیا۔ اس تبدیلی کو 1956ء کے آئین کا حصہ بنا دیا گیا، حالانکہ یہ اقدام قرارداد پاکستان کی خلاف ورزی تھی۔ 1958ء میں جنرل ایوب خان نے اس آئین کو بھی ختم کر دیا اور ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا۔

یہ اقدام قائداعظم کے تصور جمہوریت کی بے حرمتی تھی۔ قائداعظم مارشل لاء کے سخت خلاف تھے۔ جب 1919ء میں انگریز حکومت نے ہندوستان میں رولٹ ایکٹ کے نام سے ایک جمہوریت دشمن قانون نافذ کیا تو قائداعظم نے انگریز حکومت کے اس اقدام کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے وائسرائے کی اسمبلی سے استعفیٰ دے دیا تھا۔قائداعظم کے اس ملک میں کئی برس مارشل لاء کی حکومت رہی۔ فوجی ڈکٹیٹروں نے تصور جمہوریت کی دھجیاں اڑا دیں۔ مجھے یاد ہے جب ہمارا قیام محترمہ فاطمہ جناح کے ساتھ تھا۔ وہ جس طرح ایوب خان کی حکومت کو

قائداعظم اور تکمیل پاکستان کی نفی قرار دیتی تھیں اور اسی جذبے سے قوم کے اصرار پر صدارتی انتخاب لڑنے کے لیے تیار ہوئی تھیں مگر زبردست دھاندلی سے حکومت وقت نے محترمہ فاطمہ جناح کو کامیاب ہونے کے باوجود ناکام قرار دے دیا۔ ان کے بعد آنے والے حکمرانوں نے عوام کو ناخواندہ رکھا، بیروزگاری اور غربت کو اس کا مقدر بنا دیا۔ اس کو شہری آزادی اور بنیادی انسانی حقوق سے محروم کر کے رکھ دیا بلکہ پاکستانی قوم کی آزادی امریکی سامراج کے پاس ایسی گروی رکھ دی جو آج تک ان کے آہنی پنجوں تلے کراہ رہی ہے۔''

(ماہنامہ نظریہ پاکستان، اشاعت دسمبر 2013ء)

بیلٹ بکس

(دیکھیے: ہندو غلبہ)

بے مثال ہیرو

(دیکھیے: جناح میوریل)

بے مقصد کھیل

(دیکھیے: اعلان لاہور)

بنیر جی، سریندر ناتھ

سریندر ناتھ بنیر جی مشہور ہندوستانی لیڈر تھے۔ وہ قائداعظم محمد علی جناح کی شخصیت سے متاثر ہو کر یہ کہنے پر مجبور ہو گئے:

''میں نے سیاست کا پہلا سبق جناح کے قدموں سے لیا ہے۔''

حالانکہ وہ ان سے بہت سینئر تھے۔

1848ء میں پیدا ہوئے۔ لندن سے سول سروس کا امتحان پاس کرنے کے بعد سلہٹ میں اسسٹنٹ مجسٹریٹ کی حیثیت سے ان کی تقرری ہوئی۔ 1874ء میں ملازمت چھوڑ کر ہفتہ وار بنگالی اخبار جاری کیا۔ بعدازاں یہ روزنامہ بن گیا۔

کلکتہ کارپوریشن کی طرف سے مجلس قانون ساز کے رکن رہے۔ آل انڈیا کانگریس کے اجلاسوں منعقدہ پونا 1895ء اور احمد آباد 1902ء کی صدارت کی۔

عدم تعاون کی تحریک سے الگ تھلگ رہے۔

1925ء میں وفات پائی۔

بیورلے نکلس

ایک انگریز نمائندہ صحافت بیورلے نکلس (Beverly Niclous) اگست 1942ء کے ہنگامہ خیز زمانہ کے بعد ہندوستان آیا تا کہ یہاں کے احوال و کوائف سے اپنے ہم وطنوں کو آشنا کرے۔ ایک سال قیام کرنے کے بعد واپس جا کر اس نے ایک کتاب مشاہدۂ ہند Verdict on India لکھی۔ کوئی شبہ نہیں کتاب کے بہت سے ابواب تلخ ہیں اور انداز بیان اکثر و بیشتر تلخ ترین ہے، لیکن اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ نکلس نے بڑی صفائی سے اپنے تاثرات کا اظہار ہندوستان کے سیاسی اور سماجی پہلوؤں پر کیا ہے۔ اسے ہم متعصب اور ہندو ذہن اور سامراج کا ایجنٹ اس لیے نہیں کہہ سکتے کہ جس روانی اور بے تکلفی سے انہوں نے کانگریس پر چوٹ کی ہے۔ ہندوؤں کے راز دروں پردہ آشکار کیے ہیں۔ اس روانی اور بے تکلفی سے اس نے ہندوستان کے یورپیوں اینگلو انڈینز اور حکومت ہند کے انگریز عہدہ داروں پر بھی نکتہ چینی کی ہے۔ اس نے اپنے تاثرات بلا کم و کاست بیان کر دیے ہیں۔

یہ پاکستان کا قائل ہو گیا، اس لیے اس کے اور اس کی

آدھے سے بھی کم قیمت پر تھا۔ میں نے جا کر خدمت میں پیش کر دیا، جسے دیکھ کر مسکرائے، کہنے لگے:
''یہ بل مناسب نہیں ہے، تم نے قیمتیں جان بوجھ کر کم لگائی ہیں۔''
میں نے کہا:
''منیجر صاحب نے آپ کو خاص رعایت کی ہوگی۔''
قائداعظم کہنے لگے:
''رعایت کی اور بات ہے، یہ رعایت سے مختلف صورت ہے، تم بل درست کر کے لاؤ۔''
یہ کہہ کر بل واپس کر دیا۔ اس کے بعد میں نے بٹن کا بل پیش کیا، جو دس روپے کی مالیت پر مشتمل تھا، دیکھ کر فرمایا:
''واہ بھئی! ایک سیٹ میں تو تین بٹن کم ہیں، لیکن بل تم نے پورے کا بنا دیا۔''
یہ کہنا درست تھا۔ ایک سیٹ میں بٹن کم تھے، لیکن بل کو میں نے اس خیال سے دیکھا نہ تھا اور دکاندار نے بھی اس کی پرواہ نہ کی تھی، بہرحال اس بل کو درستگی کے لیے واپس لانا پڑا، لیکن میری حیرت کی انتہا نہ رہی اور میں کئی دنوں تک سوچتا رہا کہ آخر بات کیا ہے کہ ایک طرف تو سینکڑوں روپے کی رعایت کو بھی یہ شخص قبول نہیں کرتا، اور دوسری جانب تین بٹنوں کے آٹھ آنے چھوڑنے کے لیے تیار نہیں۔''

بے حس قوم

محمد یٰسین وٹو اپنے کالم میں یوں رقمطراز ہیں:
''بابائے قوم۔ آپ نے خود کو تمام عمر مسلکی تقسیم سے بالاتر رکھا۔ آپ کے نکاح اور عیدین سے بھی مسلکی امتیاز نہ دیکھا جا سکا۔ کسی نے آپ کا مسلک پوچھا تو آپ نے رسول اللہ ﷺ کا مسلک بتایا آپ کے تو جنازے تک سے مسلکی تقسیم کو تقویت نہ مل سکی۔ قائد ہم شرمندہ ہیں کہ آپ کو ہم سے بچھڑے ہوئے 65 سال ہوگئے، لیکن ہمارے لیڈر آپ کو شیعہ یا سنی ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ مسلکی تقسیم نے دائرہ اسلام تنگ کر دیا ہے، اور روزانہ کی بنیاد پر لاشیں گر رہی ہیں۔ بابائے قوم آپ نے پاکستان کو اسلام کی تجربہ گاہ بنانے کا عزم ظاہر کیا تھا۔ آپ نے فرمایا تھا کہ ہم نے جمہوریت چودہ سو سال پہلے نبی ﷺ سے سیکھ لی تھی۔ آپ نے سٹیٹ بنک بناتے ہوئے اسلامی معیشت کی بات کی۔ قائد ہم شرمندہ ہیں کہ آج ہمارے کئی دانشور آپ کو سیکولر ثابت کرنے کی سرتوڑ کوشش کرتے ہیں اور بہتان لگاتے ہیں کہ آپ نے اسلام کا نام صرف لوگوں کو اکٹھا کرنے کے لیے استعمال کیا ورنہ آپ تو سیکولر تھے۔ قول و فعل کے تضاد کا یہ گھٹیا الزام تو آپ کے بدترین دشمنوں نے بھی نہ لگایا تھا۔ آج یہ الگ الزام وہ لوگ لگاتے ہیں جن کی دکانیں آپ کے دیے ہوئے ملک کی وجہ سے چل رہی ہیں۔
بابائے قوم آپ نے لسانیت اور صوبائیت کو زہر قاتل قرار دیا۔ اسی لیے آپ نے بنگالی اور دیگر زبانوں کی بجائے اردو کو قومی زبان قرار دیا۔ ہم شرمندہ ہیں کہ آج اس ملک میں زبان اور صوبے کی سیاست عروج پر ہے۔ سندھ کارڈ، مہاجر حقوق اور پنجابی سانجھ کے نام پر الیکشن لڑے اور جیتے جاتے ہیں، عصبیت کا یہ عالم ہے کہ ملک کی تقسیم منظور ہے مگر سندھ کی نہیں۔ بابائے قوم آپ نے ملکی خزانے کو قوم کی امانت سمجھا۔ آپ کے لیے دو روپے کے موزے لیے گئے تو آپ

کتاب کے خلاف ایک ہنگامہ اور طوفان برپا ہوگیا۔ اس نے بہت سی تلخ باتیں کی ہیں، لیکن ان تلخیوں میں بھی حقائق پوشیدہ ہیں۔ تلخیوں پر اگر برہمی کا اظہار کیا جاتا اور حقائق سے سبق لیا جاتا تو ایک بات بھی تھی۔ کانگریسی پریس نے حقائق کو نظر انداز کر دیا اور تلخیوں کے خلاف فریاد و شیون کا سلسلہ شروع کر دیا۔

بیورلے نکلس نے اپنی کتاب میں قائداعظم محمد علی جناح کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ ضروری ہے کہ قائداعظم محمد علی جناح کے بارے میں اس کے یہ تاثرات پیش نظر ہیں۔ وہ رقمطراز ہے:

''ایشیاء کا یہ فرزند جلیل زندگی کی 67 بہاریں دیکھ چکا ہے۔ لمبا تڑنگا، دبلا پتلا، خوش پوش اور خوش وضع، ریشم کا ایک شاندار سوٹ زیب تن کیے ایک آنکھ پر عینک کا چشمہ لگائے، گلے میں سخت کالر، جو شدید گرمی کے موسم میں بھی زیب گلو رہتا ہے۔ ایسا معلوم ہوا جیسے سپین کے قدیم شرفا، کا زندہ نمونہ سامنے ہے۔ سیاسی معاملات میں پختہ کار مدبر گویا کوئی باوقار انسان سینٹ جیمس کلب میں بیٹھا ہوا مصروف ناؤ نوش ہے اور ''لی کمپٹس'' کے مطالعہ میں مصروف ہے۔

میں نے مسٹر جناح کو ایشیاء کی اہم ترین ہستی قرار دیا ہے تاکہ آپ کی نگاہ تصور میں اس کی ایک واضح اور روشن تمثیل سامنے آجائے۔ ایک محدود مختصر مدت میں ہندوستان دنیا کا نازک ترین مسئلہ بننے والا ہے، اور مسٹر جناح اس انقلاب آفریں دور کے ہیرو ثابت ہوں گے۔ وہ اپنی مرضی کے مطابق جس طرف چاہیں جنگ کا رخ موڑ سکتے ہیں۔ دس کروڑ مسلمان ان کے ایک اشارہ چشم پر سب کچھ کر گزرنے کے لیے تیار ہیں یہ منزلت کسی اور کو اس ملک میں حاصل نہیں ہے۔ ہندوؤں کو بھی یہ بات حاصل نہیں ہے۔ اگر گاندھی جی رخصت ہوجائیں تو جواہر لال ان کے بنے بنائے جانشین موجود ہیں۔ صرف وہی نہیں، راجہ جی ہیں، ولبھ بھائی پٹیل ہیں۔ کئی آدمی ہیں جو ان کی جگہ سنبھال سکتے ہیں لیکن جناح کا جانشین کوئی نظر نہیں آتا۔ میرا مطلب یہ نہیں کہ جناح پر لیگ کا خاتمہ ہے۔ لیگ نہایت مضبوط اور مستحکم جماعت ہے البتہ اس کے اقدام وعمل کی راہیں متعدد ہوسکتی ہیں۔ اور گاڑی پٹڑی سے اتر بھی سکتی ہے۔ ہندوستان میں کشت وخون کا بازار گرم کرسکتی ہے۔ ایک نئی جنگ کی بنیاد ڈال سکتی ہے، لیکن جب تک مسٹر جناح زندہ ہیں مسلم لیگ نہ تباہ ہوسکتی ہے اور نہ گڑھے میں گرسکتی ہے۔ آپ ملاحظہ فرمائیے کیونکہ ایک دنیا ریشمی لباس اور ایک رخی عینک والے آدمی کے ہاتھ میں ہے۔''

اپنی اس کتاب میں بیورلے نکلس آگے چل کر مزید اس موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے اپنے تاثرات کا اظہار ان الفاظ میں کرتا ہے:

''مسٹر جناح برطانوی پالیسی پر نہایت تند و تیز نکتہ چینی کر رہے تھے لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں، ان کی نکتہ چینی برمحل اور مدلل تھی، اور ان کی ذہانت وفراست کی آئینہ دار تھی، بلکہ یوں سمجھیے کہ ان کی طبع بلند کا مظہر تھی۔ صرف یہ نہیں تھا کہ کڑوے کسیلے الفاظ کی بھرمار ہو یا نفرت و اشتعال کا بے بنیاد مظاہرہ ہو، بلکہ ان کے برعکس مسٹر جناح کی تنقید، مرض کی تشخیص بھی تھی۔ جناح کی نکتہ چینی اور کسی ہندو مدبر کی نکتہ چینی میں وہی فرق ہے جو ایک طبیب اور عطائی میں ہوتا ہے۔ مسٹر جناح کے الفاظ نشتر تھے لیکن فصاد کا نشتر! انہوں نے کہا اہل برطانیہ کو اب یہ محسوس کر لینا چاہیے کہ اس ملک میں اب کوئی ان کا دوست نہیں ہے۔ قطعاً نہیں، کوئی نہیں!''



مسٹر جناح برطانوی آرمی آفیسرز کے ہمراہ

مانٹیگو نے جناح کا ایک رخ دیکھا تھا اور بیورلے نکلس نے دوسرا، لیکن بیٹھے دونوں ایک ہی تخت پر۔ جناح کی ذہانت اور فراست، ذہانت، مقبولیت، اخلاص، تدبر، معاملہ فہمی، بلند حوصلگی، سیاستدانی اور اصابت رائے کا اعتراف دونوں کرتے۔ حسن ظن کی بنیاد پر نہیں، مشاہدہ اور تجربہ کی بنیاد میں!

بیورلے نکلس نے قائداعظم محمد علی جناح ایشیا کی عظیم ترین شخصیت قرار دیا تھا ان کی قائداعظم محمد علی جناح سے پہلی ملاقات 18 دسمبر 1943ء کو تین گھنٹے تک ہوئی حالانکہ قائداعظم محمد علی جناح نے انہیں صرف آدھ گھنٹے کا وقت دیا ہوا تھا۔اس ضمن میں بیورلے نکلس کہتے ہیں:

''ہم ایک خاموش کمرے میں بیٹھے ہیں، جہاں سے باغ کا منظر پیش نظر ہے۔ دنیا کے اہم ترین مسائل میں سے ایک مسئلہ پر گفتگو جاری ہے اور ایک ایسے آدمی سے گفتگو ہو رہی ہے جو اسے حل کرنے کی بہترین صلاحیت رکھتا ہے۔''

میں:''(مسٹر جناح سے) آپ پر اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ آپ نے پاکستان کی کوئی واضح اور جامع تعریف نہیں کی، علاوہ ازیں دفاع معیشت اور اقلیتوں کے حقوق وغیرہ کی تفصیلات کو بھی آپ نے مبہم چھوڑ دیا ہے، کیا یہ الزام درست ہے؟''

جناح:''یہ الزام درست ہے اور نہ فہم وفراست کی کوئی دلیل، خصوصاً اس صورت میں جب یہ الزام کسی ایسے انگریز کی طرف سے عائد کیا جائے جسے اپنی قومی تاریخ سے ذرا بھی آگاہی ہو۔ جب آئرلینڈ، انگلستان سے الگ ہوا تو معاہدہ تقسیم کی دستاویز صرف دس سطروں پر مشتمل تھی۔ غور کا مقام ہے۔ صرف دس سطروں میں ایک ایسے ناقابلِ فہم اور پیچیدہ مسئلے کو حل کر دیا گیا۔ جس نے صدیوں سے برطانوی سیاست کو مسموم کر رکھا تھا۔ ساری تفصیلات مستقبل پر چھوڑ دی گئی تھیں، مستقبل بہتر ثالث ثابت ہوتا ہے۔

اس کے برعکس میں نے دس سطروں سے کہیں زیادہ مواد پاکستان کے اصول اور عملی ہیئت کو واضح کرنے کے لیے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ یہ کسی آدمی کے بس کی بات نہیں کہ ساری جزئیات وتفصیلات کو بھی قطعی طور پر فیصلہ کن صورت میں پیش کر دے۔''

میں:''آپ پاکستان کے بنیادی اصول کس طرح تعبیر کریں گے؟''

جناح:''صرف چار لفظوں میں مسلمان ایک قوم ہے اگر آپ دیانتداری سے اسے تسلیم کر لیں گے تو گویا آپ پاکستان کے اصول کو مان لیں گے۔ اگر موانعات اور مشکلات موجودہ صورت سے سو گنا زیادہ ہو جائیں تو بھی آپ اس اصول کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوں گے لیکن اگر آپ کچھ نہ ماننے پر ہی ادھار کھائے بیٹھے ہوں اور انکار کی دل میں ٹھان لی ہو تو یہ الگ بات ہے'' (شانوں کو حرکت دیتے ہوئے وہ مسکرا دیے۔)

میں:''آپ کن وجوہات کی بنا پر مسلمانوں کو ایک قوم قرار دیتے ہیں؟ کیا آپ کے نزدیک مذہب کے لحاظ سے مسلمان ایک قوم ہیں؟''

جناح:''ہاں! لیکن صرف مذہب کی ہی بنیاد پر نہیں۔ یاد رکھئے اسلام صرف روحانی اور مذہبی اصولوں کا نام نہیں بلکہ ایک حقیقی اور عملی نظامِ حیات ہے۔ میں نہ صرف مذہب بلکہ ایک مکمل نظامِ زندگی کے اعتبار سے اس پر غور کرتا ہوں، اور سارے نظام حیات کی رو سے مسلمانوں کو ایک مستقل اور جداگانہ قوم سمجھتا ہوں۔ زندگی کے شعبے اور عنصر کے لحاظ ہماری

تاریخ کے لحاظ سے ہمارے مشاہیر اور اکابر کے اعتبار سے ہمارے آرٹ اور فن کے اعتبار سے۔ غرض ہر اعتبار اور ہر لحاظ سے مسلمان ہندوؤں سے الگ ایک ممتاز قوم ہے۔ ان تمام امور میں ہمارا زاویۂ نگاہ ہندوؤں سے مختلف ہے بلکہ اکثر شعبوں میں بالکل متضاد ہے، ہمارا وجود اور ہماری دنیا مختلف ہے۔ زندگی میں ہمیں ان سے مربوط کرنے والی کوئی چیز نہیں دکھائی دیتی۔ ہمارے نام، ہماری غذا، ہمارا لباس یہ سب مختلف ہیں۔ ہماری معاشی زندگی، ہمارے تعلیمی تصورات، عورتوں کے ساتھ برتاؤ، حیوانات کے ساتھ ہمارا طرزِ عمل، ہر نقطہ کار پر ہم ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے ہیں۔ دور کیوں جائیے، گائے کے دائمی قضیے کو ہی لیجیے۔ ہم گائے کو ذبح کرتے اور کھاتے ہیں، اور ہندو اسے پوجتے ہیں لیکن گائے کا مسئلہ ان ہزاروں مابہ النزاع مسئلوں میں سے ایک ہے۔''

میں: ''اب میرا سوال معاشی ہے۔ مسلمان پاکستان میں امیر تر ہوں گے یا غریب تر۔ کیا آپ ہندوستان کے دوسرے حصوں کے مقابل چونگی کے محاصل عائد کریں گے؟''

جناح: ''ذرا میرے ایک اور سوال کا جواب دیجیے۔ اگر کوئی آپ سے یہ سوال کرے کہ آپ جرمنی کے ماتحت خوشحال انگلستان کو ترجیح دیں گے یا غریب ملک آزاد انگلستان کو، تو آپ کا جواب کیا ہوگا؟''

میں: ''اس میں جواب کی کیا ضرورت ہے؟''

جناح: ''ہاں، بے شک! یقیناً جواب کی ضرورت نہیں پھر کیا آپ کا سوال بے جا معلوم نہیں ہوتا؟ یہ عظیم الشان نصب العین، شخصی آرام یا عارضی راحت کے سوالات سے کہیں زیادہ بلند و برتر ہے۔ مسلمان ذرا سخت جان قوم ہے، اور سخت کوش بھی۔ اگر پاکستان کی خاطر انہیں کسی قدر سختی برداشت کرنی پڑی تو وہ اس کی پرواہ نہیں کریں گے، لیکن پاکستان غربت کے مترادف کیوں سمجھا جائے؟ آخر آپ کس بنیاد پر ایک مستقل قومیت کو معاشی حد بندیوں اور محرومی کے ہم معنی قرار دے رہے ہیں۔ دس کروڑ کی ایک آزاد اور خودمختار قوم۔ اگرچہ وہ فوراً مکمل طور پر خودکفیل نہ ہو یا صنعتی اعتبار سے پس ماندہ ہو، پھر بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ بدتر معاشی حالت میں ہی رہے بمقابلہ اس کے کہ اس قوم کے افراد غیر منظم اور منتشر ہوں اور پچیس کروڑ ہندوؤں کے غلام رہیں، جن کا واحد مقصد ان کے اپنے ناجائز استحصال اور معاشی دست برد کا شکار بنانا ہے۔ عہدنامہ وارسائی کے ہوتے ہوئے کسی یورپین کی کیا مجال ہے کہ پاکستان کو معاشی طور پر ناممکن حقیقت قرار دے۔ کم از کم میرے لیے یہ بات ناقابلِ تصور ہے۔ وہ بڑے دماغ جنہوں نے یورپ کو غیر متجانس اور متخالف و مصنوعی حدود میں تقسیم کر دیا ہمارے معاملے میں معاشیات کے عذر لنگ کا کوئی حق نہیں رکھتے خصوصاً جب ہمارا مسئلہ نہایت سیدھا سادا ہو۔ الجھنوں سے پاک۔''

میں: ''کیا یہی اصول دفاع پر بھی صادق آتا ہے؟''

جناح: ''بے شک! اس اصول کا دفاع پر بھی اطلاق ہوگا۔ میں یہاں پھر آپ سے ایک سوال کروں گا۔ افغانستان کس طرح دفاع کا انتظام کرتا ہے۔ جواب کچھ پیچیدہ نہیں ہے۔ افغانی اس کے محافظ ہیں، بالکل یہی جواب ہمارا بھی ہے۔ ہم ایک ہم دبنگ اور دلیر قوم ہیں، نہ صرف محنت کے لیے تیار بلکہ ضرورت

کے وقت جنگ پر بھی آمادہ ہیں، پر آپ ہی بتائیے کہ دفاع کا سوال کیا پیچیدگی پیدا کرتا ہے۔ ہمارا مسئلہ دوسری قوموں سے کس باب میں مختلف ہے؟ کھلی ہوئی بات ہے کہ ایک عبوری دور بھی ہوگا۔ ہم برطانوی قوم سے راتوں رات ہندوستان چھوڑ دینے کا مطالبہ نہیں کر رہے۔ اصل برطانیہ نے ہی یہ گرہ پیدا کی ہے، اور ان ہی کو اس سیاسی عقدہ کشائی میں بھی مدد کرنی چاہیے، لیکن اس کو حل کرنے کے لیے انہیں کافی غور وفکر کی ضرورت ہے۔''

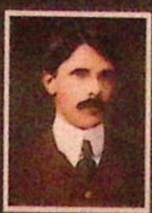
میں: ''آپ کے حریف کہتے ہیں کہ پاکستان خود ایک برطانوی کرشمہ ہے۔ گویا یہ تفریق کرو اور حکومت کرو، کا ایک نیا اطلاق ہے جو برطانوی سیاست کاری پر دلالت کرتا ہے۔''

جناح: ''(کسی قدر جوش کے ساتھ) جو شخص ایسا کہتا ہے وہ میری دیانت داری تو الگ رہی، برطانوی ذہنیت کو بھی نہیں سمجھتا۔ برطانیہ کو ہندوستان میں جو چیز روکے ہوئے ہے وہ متحدہ ہندوستان کا یہی غلط تصور ہے۔ جس کا گاندھی جی پرچار کر رہے ہیں، متحدہ ہندوستان ایک برطانوی کرشمہ ہے۔ یہ ایک بے اصل افسانہ ہے، اور وہ بھی خطرناک جو کبھی نہ ختم ہونے والی جنگ و جدال کا دروازہ کھول دے گا، اور جب تک یہ جنگ و جدال جاری رہے گی برطانیہ کو اپنے قیام کے لیے بہانہ ہاتھ آتا رہے گا۔''

میں: ''آپ کا مطلب ہے کہ وہ تقسیم کریں اور چل دیں۔''

جناح: ''آپ نے بالکل ٹھیک سمجھا۔''

(بشکریہ اردو ڈائجسٹ اگست 1976ء)



علامہ عبدالستار عاصم کی زیرِ نظر کتاب ''انسائیکلوپیڈیا جہانِ قائد'' اپنی ضخامت، انفرادیت اور نوعیت کے حوالہ سے ایک قابلِ فخر کتاب ہے کہ پچھلے سڑسٹھ سال میں قائداعظم کی شخصیت پر جو تصنیفی کام آج تک نہیں ہوا تھا وہ کام علامہ عبدالستار عاصم نے سرانجام دیا ہے۔ اس کتاب کے بعد یقیناً متذکرہ موضوع پر اور کتب بھی شائع ہوں گی مگر جو اعزاز اس کتاب اور اس کے مرتب کو حاصل ہوا ہے وہ کسی اور کو حاصل نہیں ہو سکے گا کیونکہ علامہ عبدالستار عاصم نے اہلِ تصنیف و تالیف کو زیرِ نظر کتاب کی اشاعت کر کے گویا یہ پیغام دیا ہے کہ بانی پاکستان پر ایسا کام بھی ہو سکتا ہے۔

علامہ عبدالستار عاصم نے زیرِ نظر کتاب شائع کر کے قائداعظم اور پاکستان کی ارواح کو ایک تازگی اور فرحت فراہم کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو عوام و خواص میں درجہ مقبولیت عطا فرمائے۔ آمین

ڈاکٹر عبدالقدیر خان

☆☆☆



''جہانِ قائد'' ایک حیرت انگیز کام ہے اور ولولہ انگیز بھی جسے کارنامہ کہنا چاہئے۔ ایسی تحقیقی معرکہ آرائی کم کم دیکھنے میں آتی ہے۔ قائداعظم کے ساتھ بھرپور محبت اور عقیدت کے بغیر یہ مرحلہ طے ہونے والا نہ تھا۔ عبدالستار عاصم ایک بے قرار اور سرشار شخصیت ہیں۔ لکھنے پڑھنے کا بہت کام انہوں نے کیا ہے مگر اُن کا یہ کام ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ قائداعظم کی بے مثال زندگی کے ایک ایک لمحے کو زندہ کر کے رکھ دیا گیا ہے۔ یہ معلومات ہیں جن کو محسوسات کے ساتھ ہم آہنگ کیا گیا ہے یوں لگتا ہے کہ قائداعظم کی زندگی ہمارے ساتھ گزری ہے۔

بڑی مستحکم مربوط مستند محیر العقول اور محبوب شخصیت کو ہمارے سامنے اس طرح لا کھڑا کیا کہ ہم ان کے رفیق بن گئے ہیں اور رفاقتوں کے معاملات محبتوں سے بھی آگے کی چیز ہوتے ہیں۔ بلاشبہ ''جہانِ قائداعظم'' قائداعظم پر ایک مکمل اور مستند انسائیکلوپیڈیا ہے۔ جس کا ہر لائبریری میں ہونا لازمی ہے۔

ڈاکٹر محمد اجمل خان نیازی
سینئر کالم نگار روزنامہ نوائے وقت
سینئر اینکر پرسن کوہِ نور ٹی وی، وقت ٹی وی